تاریخ المسعودی

شہرہ آفاق عربی کتاب

مروج الذہب و معادن الجواہر

کا اردو ترجمہ

امام المورخین ابوالحسن بن حسین بن علی المسعودی



نفیس اکیڈمی
اردو بازار۔ کراچی

تاریخ مسعودی

شہرۂ آفاق عربی کتاب

مروج الذہب و معادن الجواہر

کا اردو ترجمہ

سوم - چہارم

تیسری اور چوتھی صدی ہجری کی بزرگ شخصیت، عظیم اور نامور مورخ

امام المورخین ابوالحسن بن حسین بن علی المسعودی المتوفی سنہ ۳۴۶ھ

تحقیق مزید: پروفیسر اسعد داغر ماہر فنون مکتبیات و ببلوگرافی
(لبنان - بیروت)

اردو ترجمہ

اختر فتح پوری

ناشر: نفیس اکیڈمی اسٹریچن روڈ - کراچی

کتاب کا نام
مروج الذہب و معادن الجواہر

ایڈیشن : ——— اوّل
مصنف : ——— ابوالحسن بن حسین بن علی المسعودی
ترجمہ : ——— اختر فتح پوری
ضخامت : ——— حصہ سوم، چہارم صفحات
مقام اشاعت : ——— نفیس اکیڈمی۔ اسٹریچن روڈ کراچی
سال اشاعت : ——— نومبر ۱۹۸۵ء

فون : ۲۱۳۳۰۲

مطبوعہ
اویس پیکیجز۔ کراچی

عرضِ ناشر

مسلمانوں میں تاریخ نویسی کی ابتدا علم مغازی سے ہوئی۔ بعد میں یہی علم تاریخ نویسی کا سنگ بنیاد ثابت ہوا اور مسلمانوں نے اس سلسلہ میں جو محنت اور ریاضت کی اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ ان کے بعض کتب خانوں میں تاریخ کے موضوع پر بیک وقت دو دو سو اور ڈیڑھ ڈیڑھ سو کتابیں مختلف صاحبان سیر و رجال کی جمع رہتی تھیں۔ تاریخ نویسی کا میدان بہت وسیع ہے۔ لکھنے والوں نے اس کو اتنے خانوں میں منقسیم کر دیا ہے کہ ان پر الگ الگ بحث کی جائے تو خاصے صفحات درکار ہوں گے۔ اس کے باوجود یہ امر ثابت ہے کہ مسلمانوں نے جغرافیہ، تہذیب، تمدن اور اس کے متعلقات کو تاریخ نویسی کے موضوع میں شامل کر لیا تھا جس کی وجہ سے ان کی کتابیں معلومات کا ایک اہم اور قیمتی ذخیرہ بن گئیں۔ جب اس نقطہ نظر سے ہم ابوالحسن بن علی بن الحسین علی المسعودی کی تصانیف کا مطالعہ کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ ایسی تاریخ نویسی کے باب میں اس کا کوئی مدمقابل اور حریف نہیں ہے جنہوں نے تاریخ کے دامن کو اس قدر وسیع اور کشادہ کر دیا ہے کہ اس کی حیثیت ایک انسائیکلو پیڈیا کی ہو گئی۔

المسعودی چوتھی صدی ہجری کا مشہور جغرافیہ نویس، عظیم سیاح اور نامور مورخ تھا۔ اس کا سلسلہ نسب مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود سے ملتا ہے۔ اس کے والد الحسین بن علی نے بنو عباس کے زمانے میں کوفہ سے ہجرت کی تھی اور بغداد کو اپنا وطن بنایا تھا۔ عباسیوں کی علم دوستی اور ہنر شناسی کی وجہ سے بغداد کی حیثیت ایک دارالعلوم کی ہو گئی ہے۔ دنیا بھر کے صاحبان علم و فضل وہاں آ کر جمع ہو گئے تھے۔ ان کی درس و تدریس کی مجالس سے روزانہ سینکڑوں طالبان علم استفادہ کرتے اور اپنی علمی پیاس بجھاتے تھے۔ ان میں وہ طالبان علم بھی شامل تھے۔

جنہوں نے بعد میں مختلف علوم وفنون میں بڑا نام پیدا کیا اور مغربی مفکروں اور اسکالروں سے اپنی عظمت اور بزرگی تسلیم کروائی۔

مسعودی بغداد میں پیدا ہوا تھا۔ کسی تذکرہ میں اس کی تاریخ ولادت کی صراحت نہیں ملتی ہے۔ اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس نے ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی جو بنو عباس کے دور کے نامور علما اور فضلا میں شمار ہوتے تھے۔ اس کے بعد اس نے مختلف درسگاہوں کا رُخ کیا اور مختلف احباب علم سے تحصیل علم کی۔ اس طرح اسے فقہ، حدیث، قانون، حکمت اور اخلاق اور اسی قسم کے دوسرے موضوعات پر اسے مکمل عبور اور مہارت حاصل ہوگئی جوں جوں اس کی معلومات میں اضافہ ہوتا گیا اس کے شوق کی وسعتیں مزید پھیلتی گئیں۔

اس نے ان موضوعات پر قناعت کرنے کی بجائے ایک قدم اور آگے بڑھایا اور تاریخ پر توجہ کی۔ چونکہ اس کا ذہن تجسس کا عادی تھا اور مہم جوئی اس کی فطرت ثانی بن چکی تھی۔ اس لئے اس کو فن میں اختصاص قائم کرنے کے اچھے مواقع ملے۔ اس نے اپنی طالب علمی ہی کے دور میں فیصلہ کر لیا کہ وہ مختلف ملکوں کی سیاحت کر کے وہاں کے مختلف شہروں قطعوں، اقوام اور طرز معاشرت کا مطالعہ کرے گا اور دیکھے گا کہ دنیائے عرب سے قطع نظر، دوسرے اسلامی اور غیر اسلامی ملکوں کی تہذیبی ثقافتی اور سماجی خصوصیات کیا ہیں۔ اگرچہ اس فیصلہ پر عمل کرنا اس کے لئے آسان نہیں تھا لیکن بعض تجارتی قافلوں نے اس کی مشکل آسان کر دی۔ اس نے بعض تجارتی قافلوں کے ساتھ ابتدا میں ملتان، منصورہ، قنوج اور کھمبائت کی سیاحت کی۔ وہاں کے باشندوں کے علاوہ ان کی تاریخ و تہذیب کے عناصر ترکیبی معلوم کئے۔ ان کے طبعی اور موسمی خواص کا اندازہ لگایا۔ پھر سراندیب اور لنکا کا رُخ کیا ان ملکوں میں بدھ مت کے ماننے والوں کی تہذیب دیکھی۔ پھر ایک تجارتی قافلہ کے ذریعہ چین کا قصد کیا۔

اگرچہ اُس وقت کا چین آج کے چین سے بہت مختلف تھا۔ اس کی وسعت اس قدر تھی کہ عام مسافروں کا وہاں تک پہنچ جانا ممکن نہیں تھا۔ اس کے باوجود مسعودی نے چین جانے کے لئے اپنی کوششیں جاری رکھیں اور بالآخر اسے ایک ایسا قافلہ مل گیا۔ اس نے اس کی معیت اور نگرانی قبول کی اور موسموں کی سختیاں برداشت کرتا ہوا اس کے ساتھ ہو گیا۔ اس کو چین میں زیادہ گھومنے پھرنے کا موقع نہ ملا لیکن اس کے سرحدی شہروں سے اس نے اس کی تہذیبی اور سماجی خصوصیات معلوم کر لیں۔ ان کے رہن سہن اور بود و باش کا اندازہ لگایا۔ جب اسے اندازہ ہو گیا کہ وہ چین کے دور دراز علاقوں کی سیاحت نہیں کر سکے گا تو وہ واپس لوٹ آیا۔ چنانچہ اس نے اس سفر کی جانگداز تھکن کے بعد کچھ دنوں بغداد میں قیام کیا اور پھر اسلامی ممالک کی سیاحت پر کمر باندھی۔ اس مرحلہ پر اس کی نگاہ میں عمیق بینی اور گہرائی پیدا ہو گئی تھی۔ اس کے پاس ایسی کتابوں اور معلومات کا وافر ذخیرہ فراہم ہو گیا تھا جو اس کی تصانیف میں خام مواد کے طور پر کام آئے لیکن اس کی علمی روح بے چین اور مضطرب تھی۔ وہ شام، مصر، انطاکیہ اور اسی قسم کے دوسرے شہروں کی مہم پر روانہ ہونا چاہتا تھا۔ چنانچہ جب اس کے پاس سفر کے لئے ایک معقول رقم جمع ہو گئی تو اس نے بغداد کی حدود سے قدم باہر نکالے اور کئی ملکوں کی سیاحت پر روانہ ہو گیا۔ اس

طرح اُس کی زندگی کا ایک بہت بڑا حصّہ سفر میں گزرا۔ اس نے ۳۴۶ھ ہجری میں خسطاط کے مقام پر وفات پائی۔

مسعودی کے تحقیقی اور علمی کارناموں کی فہرست بہت طویل ہے۔ اس نے سب سے پہلے تاریخ الزمان کے نام سے ایک ضخیم کتاب تصنیف کی تھی۔ اس کی ضخامت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس کی تیس جلدیں تھیں جن میں سے صرف ایک باقی رہ گئی۔ باقی جلدوں کو زمانے نے طاق نسیاں پر رکھ دیا یا وہ امتداد ِحالات سے گمنامی کے پردے میں جا پڑیں، اس وقت ان کا ایک بھی نسخہ کسی کتاب خانے میں نہیں ملتا ہے۔ یہ کتاب اپنے معلوماتی موضوعات اور حیرتناک تجربات کی بنا پر بہت اہم تھی۔ لیکن اس کا نقل کرنا یا پڑھنا ہر ایک کے لئے ممکن نہیں تھا۔ غالباً مسعودی نے اس امر کو محسوس کر لیا تھا اور جانتا تھا کہ لوگ پوری طرح اس سے استفادہ نہیں کر سکیں گے۔ اس بنا پر اس نے اس کی تلخیص کی اور اس کو مروج الذہب و معادن الجوہر کے نام سے چار جلدوں میں مرتب کیا۔

مسعودی نے مروج الذہب معادن الجواہر کا پہلا مسودہ ۳۳۶ھ میں لکھا تھا۔ اس کے بعد اس نے دس سال تک اس پر نظرثانی کی اور اس میں بے پناہ اضافہ کیا۔ جس کی وجہ سے اس کی اہمیت پہلے سے کئی گنا زیادہ ہو گئی۔ اس کتاب میں انبیائے کرام کے حالات و کوائف سے لے کر اپنے دور تک کے حالات کا تفصیل سے ذکر ہے۔ اس کتاب کی سب سے اہم بات یہ ہے کہ اس میں جغرافیہ اور فلکیات کا تناسب دوسرے اصناف علم سے زیادہ ہے لیکن اس سے اسکی تاریخی حیثیت میں کسی بھی قسم کا فرق نہیں پڑتا ہے اس لئے کہ اس میں اسلام سے پہلے کی قدیم دنیا کی ممتاز اور مہذب اقوام کے تذکرے کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات و سرایا تک کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ کتاب اُن لوگوں کو بھی مطمئن کرتی ہے جو تاریخ میں جغرافیہ، فلکیات، قانون، حکمت اور عجائبات کو پڑھنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ اس کتاب میں جہاں مختلف ملکوں کے عجائب الخلقت اور گراں قدر جانوروں کا ذکر کیا گیا ہے وہیں اس میں ہمیں علاقائی موضوعات، پودوں، جڑی بوٹیوں، پتھروں اور مشک وغیرہ کا بھی ذکر ملتا ہے اور پتہ چلتا ہے کہ اس کتاب کے لکھتے وقت مسعودی کے پیش نظر کیا کیا امور رہے تھے۔

اس کتاب یعنی مروج الذہب و معادن الجواہر کو جو مقبولیت اور شہرت حاصل ہوئی تھی اس کا اندازہ لگانے کے لئے یہ کہہ دینا کافی ہے کہ بعد کے تمام مورخوں نے جن میں ابن خلدون بھی شامل ہے اس کے بیشتر مضامین سے استفادہ کیا ہے۔ ابن خلدون کی پوری تاریخ اسی زاویۂ خیال اور نقطۂ نظر کی وضاحت کرتی ہے۔ اس کے علاوہ یورپ کی کئی زبانوں میں اسے عربی سے منتقل کیا ہے۔

سب سے پہلے نفیس اکیڈمی کراچی نے اس کتاب کی اہمیت اور ضرورت کو محسوس کیا ہے۔ یہ کتاب ترجمہ نہ ہونے کی وجہ سے اردو دانوں تک نہیں پہنچ سکی۔ چنانچہ ہمارے ادارے نے خطیر رقم صرف کر کے ملک کے جید عالموں سے اس کا ترجمہ کروایا تاکہ یہ اردو داں طبقہ کے ذہنوں میں اُجالا پیدا کرے اور چوتھی صدی ہجری کی وہ معلومات مہیا کرے جس نے تمام دنیا کو حیرت زدہ کر رکھا تھا۔

نفیس اکیڈمی نے اس سے پہلے بھی ایسی کئی مستند اور امہات الکتب کو اردو میں ترجمہ کروا کے شائع کیا ہے۔ اس سلسلہ کی ایک اہم کڑی مسعودی کی مروج الذہب و معادن الجواہر بھی ہے۔ مجھے امید ہے کہ ادارہ کی کوششوں کو سراہا جائے گا اور پسند کیا جائے گا۔ یہاں یہ بات قابل توجہ ہے کہ اس کتاب کی اشاعت کی جانب سب سے پہلے میرے والد اقبال سلیم گاہندری مرحوم نے توجہ دلائی تھی۔ وہ اس کو چھاپنا اور اردو دانوں تک پہنچانا چاہتے تھے لیکن ان کی زندگی نے وفا نہیں کی۔ اب میں نے بڑی سعی و کاوش کے بعد اسے خاص اہتمام سے شائع کیا ہے۔ اس سے نہ صرف ان کی روح خوش ہو گی بلکہ اس کے پڑھنے والوں کی معلومات میں بھی بے حد اضافہ ہوگا۔ میں اس کتاب کے پڑھنے والوں سے درخواست کروں گا کہ وہ اپنی رائے مرحمت فرمائیں کہ میں ان کی دعاؤں اور خلوص کی بدولت ہی اس مہتمم الشان کتاب کی اشاعت میں کامیاب ہوا ہوں۔

چوہدری طارق اقبال گاہندری

مورخہ ۱۰ ر نومبر ۱۹۸۵ء

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت معاویہؓ بن ابی سفیان کی خلافت کا بیان

حضرت معاویہ کی بیعت شوال ۴۱ھ میں بیت المقدس میں ہوئی آپ کا زمانہ خلافت انیس سال آٹھ ماہ ہے، آپ کی وفات رجب ۶۱ھ میں اسی سال کی عمر میں ہوئی اور آپ کو دمشق کے باب صغیر میں دفن کیا گیا۔ اس وقت یعنی ۳۳۲ھ تک ان کی قبر کی زیارت کی جاتی ہے، ان کی قبر پہ ایک کمرہ تعمیر کیا گیا ہے جو ہر سوموار اور جمعرات کو کھلتا ہے۔

آپ کے حالات اور سیرت کی ایک جھلک

حجر الکندی کا قتل حضرت امیر معاویہ نے ۵۳ھ ہجری میں حجر بن عدی الکندی کو قتل کر دیا، اسلام میں یہ پہلا شخص تھا جسے قتل کرنے کے لیے قید کیا گیا۔ اس کو زیاد نے اپنے نو کوفی اور چار دیگر ساتھیوں کے ساتھ کوفہ سے گرفتار کیا جب وہ کوفہ سے چند میل کے فاصلہ پہ تھا اور وہ لوگ اسے دمشق لے جانا چاہتے تھے تو اس کی بیٹی نے یہ اشعار کہے (اس بیٹی کے علاوہ اس کی اور کوئی اولاد نہیں تھی)

"اے روشن چاند! ذرا بلند ہو شاید تو حجر کو چلتا ہوا دیکھ لے، وہ معاویہ بن حرب کے پاس قتل ہونے کے لیے جا رہا ہے اور یہی امیر کا خیال ہے اور وہ اسے دمشق کے دونوں دروازوں پر صلیب دے گا اور گدھ اس کے محاسن کو کھائیں گے اور حجر کے بعد دانا لوگوں نے خورنق اور سدیر کو پسند کر لیا ہے اور وہ ان کے لیے بہت اچھی جگہ ہے اور اے حجر بن عدی تجھے خوشی اور

سلامتی حاصل ہو، میں تیرے بارے میں اس چیز سے خائف ہوں جس نے علیؓ کو ہلاک کر دیا اور دمشق میں ایک شیخ گرج رہا ہے، کاش حجر طبعی موت مرجاتا اور اُسے اُونٹ کی طرح ذبح نہ کیا جاتا، پس اگر تو ہلاک ہوگیا ہے تو قوم کا ہر سردار دنیا سے ہلاکت کی طرف جا رہا ہے۔"

اور جب وہ مرج عذراء میں پہنچا جو دمشق سے بارہ میل کے فاصلہ پر ہے تو حضرت معاویہ کے پاس ایلچی نے ان کے حالات بیان کرنے شروع کر دیے تو آپ نے ایک یک چشم آدمی کو بھیجا، جب اس نے حجر اور اس کے ساتھیوں کو دیکھا تو ان میں سے ایک آدمی نے کہا کہ اگر فال سچی ہے تو یہ شخص ہم میں سے نصف آدمیوں کو قتل کر دے گا اور باقی بچ جائیں گے، اس سے دریافت کیا گیا کہ تو یہ بات کیسے کہہ رہا ہے؟ اُس نے جواب دیا کیا تم سامنے سے آنے والے آدمی کو نہیں دیکھ رہے کہ وہ یک چشم ہے، جب وہ ان کے پاس پہنچا تو اس نے حجر سے کہا، اے گمراہی کے سردار، کفر و سرکشی کی کان، ابو تراب کے دوست، امیر المومنین نے مجھے تیرے اور تیرے ساتھیوں کے قتل کرنے کا حکم دیا ہے ہاں اگر تم لوگ اپنے کفر سے رجوع کرو اور اپنے صاحب پر لعنت کرو اور اس سے بیزاری کا اظہار کرو تو پھر میں تمہیں قتل نہیں کروں گا، اس کے جواب میں حجر اور اس کے ساتھیوں نے کہا کہ جس بات کی طرف تو ہمیں دعوت دے رہا ہے اس کے مقابلہ میں تلوار کی دھار پر ٹھہرنا ہمارے لیے بہت آسان ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے وصی کو راضی کرنا ہمیں آگ میں داخل ہونے سے زیادہ محبوب ہے، حجر کے نصف ساتھیوں نے حضرت علیؓ سے براءت کا اظہار کر دیا، پس جب وہ حجر کو قتل کرنے لگا تو اس نے کہا مجھے دو رکعت نماز پڑھ لینے دو اور وہ نماز کو طول دینے لگا، اُسے کہا گیا کہ کیا تو موت سے ڈر کر نماز کو لمبا کر رہا ہے اس نے جواب دیا نہیں، بلکہ میں نے ہمیشہ ہی پاکیزگی کی حالت میں نماز پڑھی ہے اور کبھی اس نماز سے زیادہ ہلکی نماز نہیں پڑھی۔ اور میں کھدی ہوئی قبر، اور سونتی ہوئی تلوار اور کھلے ہوئے کفن کو دیکھ کر کیسے نہ گھبراؤں، پھر وہ آگے بڑھا اور اُسے قتل کر دیا گیا اور اس کے بعد اس کے ان ساتھیوں کو بھی جو اس بات میں اس سے اتفاق کرتے تھے قتل کر دیا گیا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ان کے قتل کا واقعہ ۵۰ھ میں ہوا ہے۔

عدی بن حاتم اور معاویہ کہتے ہیں کہ عدی بن حاتم طائی حضرت معاویہ کے

پاس آیا تو آپ نے اُسے کہا کہ تیرے لڑکوں نے کیا کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ وہ حضرت علی رضؓ کے ساتھ قتل ہو گئے ہیں، حضرت معاویہ نے کہا کہ علی رضؓ نے تیرے ساتھ انصاف نہیں کیا کہ تیری اولاد تو قتل ہو گئی ہے اور اس کی اولاد باقی رہ گئی ہے عدی نے جواب دیا، تو نے بھی حضرت علی رضؓ سے انصاف نہیں کیا کہ وہ تو قتل ہو گئے ہیں اور تو باقی رہ گیا ہے جسے اشراف یمن میں سے کسی شریف یمنی کا خون ہی مٹا سکتا ہے۔ عدی نے جواب دیا خدا کی قسم جن دلوں کے ساتھ ہم تجھ سے بغض رکھتے ہیں وہ ہمارے سینوں میں ہیں اور جن تلواروں کے ساتھ ہم نے تجھ سے جنگ کی ہے وہ ہمارے کندھوں پر ہیں اور اگر تو خیانت کر کے چند انچ بھی ہمارے قریب آیا تو ہم جنگ کرتے ہوئے ایک بالشت تمہارے قریب ہو جائیں گے۔ اور حضرت علی رضؓ کی بُرائی سننے کی نسبت گلوں کا کٹنا اور جان کنی کے وقت غرغرانا ہم پر زیادہ آسان ہے۔ اے معاویہ! جو بات تلوار اُٹھانے کا باعث ہو اس سے تلوار کو بچا، حضرت معاویہ نے کہا یہ حکمت کی باتیں ہیں ان کو لکھ لو۔ اس کے بعد وہ عدی سے یوں گفتگو کرنے لگے گویا انہوں نے اس سے کوئی بات ہی نہیں کی۔

حضرت معاویہؓ کے ہاں عمروؓ بن عثمان اور اُسامہؓ کے درمیان جھگڑا

کہتے ہیں کہ عمرو بن عثمان بن عفانؓ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے غلام اُسامہ بن زیدؓ ایک زمین کے متعلق جھگڑا کرتے ہوئے حضرت معاویہؓ کے پاس گئے تو عمروؓ نے اسامہؓ سے کہا، یوں معلوم ہوتا ہے کہ آپ مجھ سے بُرا مناتے ہیں، اُسامہؓ نے جواب دیا میری دوستی کے مقابلہ میں تیرا نسب مجھے خوش نہیں کرتا، پس مروان بن الحکم اُٹھ کر عمرو بن عثمانؓ کے پہلو میں آبیٹھا اور حضرت حسنؓ اُٹھ کر اُسامہ کی طرف آبیٹھے اور سعید بن العاص اُٹھ کر مروان کے پہلو میں آبیٹھے اور حضرت حسینؓ اُٹھ کر حضرت حسنؓ کے پہلو میں آبیٹھے اور عبداللہؓ بن عامر اُٹھ کر سعید کے پہلو میں آبیٹھے اور حضرت عبداللہ بن جعفر اُٹھ کر حضرت حسینؓ کے پہلو میں آبیٹھے اور عبدالرحمٰن بن الحکم اُٹھ کر ابن عامر کے پہلو میں آبیٹھے اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ اُٹھ کر ابن جعفرؓ کے پہلو میں آبیٹھے، جب حضرت معاویہؓ نے یہ صورت حال دیکھی تو کہنے لگے۔ جلد بازی سے کام نہ لو میں اُس وقت خود موجود تھا جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسامہؓ کو یہ قطعہ زمین دیا

تھا پس ہاشمی اُٹھ کھڑے ہوئے اور کامیاب و کامران ہو کر باہر نکل گئے اور امویوں نے آکر اُسے کہا کہ آپ نے ہمارے درمیان صلح کیوں نہیں کروائی حضرت معاویہؓ نے جواب دیا مجھے چھوڑ دو خدا کی قسم جب میں صفین میں خودوں کے نیچے ان کی آنکھوں کے منظر کو یاد کرتا ہوں تو میری عقل کام نہیں کرتی اور جنگ آغاز میں مشورہ، درمیان میں شکایت اور آخر میں مصیبت ہوتی ہے، اور آپ نے امراؤ القیس کے اُن اشعار سے مثال پیش کی جن کا ذکر ہم اس کتاب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حالات میں کر چکے ہیں۔ جس کا پہلا شعر یہ ہے کہ ؎

"جنگ شروع شروع میں نوجوان دوشیزہ کی طرح ہوتی ہے جو زیب و زینت کے ساتھ ہر جاہل کے قریب آتی ہے۔"

پھر کہنے لگے کہ جو باتیں دل میں ہوتی ہیں وہ جنگ کی آگ کو افروختہ کرتی ہیں اور بڑے بڑے امور کو چھوٹے چھوٹے کام دُور کر دیتے ہیں اور مثال کے طور پر یہ شعر پڑھا کہ ؎

"چھوٹی چیز بڑی سے مل جاتی ہے اور بچے سے اُونٹ بن جاتا ہے اور پودے سے لمبی کھجور بن جاتی ہے۔"

زیاد کا ابوسفیان کے ساتھ الحاق

مسعودی بیان کرتا ہے کہ جب حضرت معاویہؓ نے اپنے باپ ابوسفیان کے ساتھ زیاد کا الحاق کرنا چاہا تو اس وقت اس کے پاس زیاد بن اُسما الحرمازی، مالک بن ربیعہ سلولی اور منذر بن زبیرؓ بن العوام موجود تھے معاویہ نے کہا کہ ابوسفیان نے اُسے بتایا تھا کہ زیاد اس کا بیٹا ہے نیز حضرت عمرؓ کے پاس زیاد کے تذکرہ کے وقت ابوسفیان نے حضرت علیؓ سے کہا تھا ؎

"اے علیؓ! خدا کی قسم اگر مجھے اس دشمن شخص کا خوف نہ ہوتا جو مجھے دیکھ رہا ہے تو صخر بن حرب اس کے معاملہ کی وضاحت کر دیتا اور زیاد کے متعلق عدم توضیح سے کام نہ لیتا۔ لیکن میں ہاتھ کی گردشوں سے ڈرتا ہوں جو سزائیں دیتی ہیں اور شہر بدر کر دیتی ہیں اور ثقیف سے میرا مطالبہ بہت لمبا ہو گیا ہے اور میں نے ان لوگوں میں اپنا جگر گوشہ چھوڑا ہے۔"

پھر ابومریم سلولی کی شہادت نے اس کے یقین میں مزید اضافہ کر دیا اور وہ

سب لوگوں سے زیادہ ابتدائی حالات کا جاننے والا تھا اور اسی نے جاہلیت کے زمانہ میں ابوسفیان اور سمیہ (زیاد کی ماں) کا زنا کاری کے لیے ملاپ کروایا تھا اور سمیہ طائف میں ان عورتوں میں شامل تھی جن کے جھنڈے بنے ہوئے تھے اور وہ حارث بن کلاہ کو ٹیکس ادا کرتی تھی، اور وہ طائف میں شہر سے باہر اس مقام پر اترا کرتی تھی جہاں طوائفیں فروکش ہوا کرتی تھیں اس جگہ کا نام طوائفوں کا محلہ تھا۔

ابوعبیدہ معمر بن مثنیٰ نے بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہؓ نے زیاد کے متعلق جو یہ ادعاء کیا کہ وہ ابوسفیان کا بیٹا ہے اس کا سبب یہ تھا کہ سہل بن حنیف کے اخراج کے بعد حضرت علیؓ نے اُسے ایران کا حاکم بنایا تو زیاد ان کی آپس میں جنگ کروا کر ان پر غالب آگیا اور اس کے اضلاع میں ہمیشہ گھومتا رہا یہاں تک کہ ایران کی حالت سدھر گئی پھر آپ نے اُسے اصطخر کا حاکم بنا دیا اور حضرت معاویہؓ اُسے دھمکاتے تھے۔ پھر بسر بن ارطاۃ نے اس کے دو بیٹوں عبیداللہ اور سالم کو پکڑ لیا اور قسم کھا کر اس کو لکھا کہ اگر اس نے حضرت معاویہ کی اطاعت کی طرف رجوع نہ کیا تو وہ ان دونوں کو قتل کر دے گا، حضرت معاویہ نے بسر کو لکھا کہ وہ زیاد کے دونوں بیٹوں کو کچھ نہ کہے اور زیاد کو لکھا کہ وہ ان کی اطاعت اختیار کرے اور وہ دوبارہ اُسے اس کے کام پر لگا دیں گے، پس زیاد نے حضرت معاویہؓ کے پاس آکر مال اور زیورات پر ان سے مصالحت کر لی۔ حضرت معاویہؓ نے اس سے حلف کا مطالبہ کیا تو زیاد نے حلف دینے سے انکار کر دیا اور حضرت معاویہؓ کے پاس آنے سے قبل مغیرہ بن شعبہ نے زیاد سے کہا تھا اپنے انتہائی مقصد کو حاصل کر اور فضول باتوں کو چھوڑ دے۔ یہ کام سوائے حضرت حسن بن علیؓ کے اور کوئی نہیں کر سکتا مگر انہوں نے بھی معاویہ کی بیعت کر لی ہے۔ اپنے آپ کو اس کی طرف مائل کرنے سے اپنے لیے کچھ حاصل کرے۔ زیاد نے کہا مجھے کچھ بتاؤ کہ میں کیا کروں، اس نے کہا میرے خیال میں اس کے اصل کے ساتھ اپنے اصل کو اور اس کی رسی کے ساتھ اپنی رسی کو ملا لو اور لوگوں کے کانوں کو بہرہ کر دو۔ زیاد نے کہا! اے ابن شعبہ! کیا میں ایسی جگہ پر شاخ کاشت کر دوں جو اس کے اُگنے کی جگہ نہیں اور نہ وہاں پر مٹی ہے کہ وہ اُسے زندہ رکھے اور نہ پانی ہے کہ اُسے سیراب کرے، پھر زیاد نے اس دعویٰ کے قبول کرنے کا عزم کر لیا اور ابن شعبہ کی رائے کو اختیار کر لیا اور جویریہ بنت ابوسفیان نے اپنے بھائی معاویہ کے معاملے کے

بارے میں اُسے پیغام بھیجا تو وہ اس کے پاس آیا اس نے اُسے اندر آنے کی اجازت دی اور اس کے سامنے اپنے بالوں کو ننگا کر کے کہا تو میرا بھائی ہے یہ بات مجھے ابو مریم نے بتائی ہے، پھر حضرت معاویہؓ اُسے مسجد میں لے گئے اور لوگوں کو اکٹھا کیا تو ابو مریم سلولی نے کھڑے ہو کر کہا میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ ابو سفیان طائف میں ہمارے ہاں آیا اور میں زمانہ جاہلیت میں بادہ فروش تھا، اس نے کہا مجھے کوئی فاحشہ عورت تلاش کر دو، میں نے انہیں آ کر کہا کہ مجھے حارث بن کلاۃ کی لونڈی سمیہ کے سوا اور کوئی عورت نہیں ملی! اس نے کہا اگرچہ وہ گندی اور بدبودار ہے پھر بھی اُسے میرے پاس لے آؤ، زیاد نے اُسے کہا اے ابو مریم ٹھہر جا مجھے گواہی دینے کے لیے بھیجا گیا ہے گالیاں دینے کے لیے نہیں بھیجا گیا، ابو مریم نے کہا اگر تم لوگ مجھے معاف کر دو تو یہ بات مجھے پسند ہے میں نے صرف اس بات کی گواہی دی ہے جو میں نے دیکھی بھالی ہے خدا کی قسم اس نے اس کی اوڑھنی پکڑ لی اور میں نے دونوں کو کمرے میں بند کر دیا اور حیرت زدہ ہو کر بیٹھ گیا، تھوڑی دیر بعد ابو سفیان پیشانی سے پسینہ پونچھتے ہوئے باہر نکلا تو میں نے کہا ابو سفیان! بس، اس نے کہا اے ابو مریم اگر اس کے پستان ڈھیلے نہ ہوتے اور اُن میں بو نہ ہوتی تو میں نے اس جیسی عورت سے صحبت نہیں کی! اس پر زیاد نے کھڑے ہو کر کہا اے لوگو! اس گواہ نے جو کچھ بیان کیا ہے تم نے سُن لیا ہے اور مجھے اس کے جھوٹ سچ کا کچھ علم نہیں۔

اور عبید ایک اچھا ربیب یا قابل شکریہ دوست ہے اور جو بات ان لوگوں نے کہی ہے گواہ اسے بہتر جانتے ہیں اس موقع پر یونس بن عبید اُٹھ کھڑا ہوا۔ جو صفیہ بنت عبید بن اسد بن علاج ثقفی کا بھائی تھا ——— اور صفیہ، سمیہ کی لونڈی تھی اس نے کہا اے معاویہ! رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کیا ہے کہ "بچہ بستر والے (شوہر) کا ہے اور زانی کے لیے پتھر ہیں"۔ اور تو نے کتاب اللہ کی مخالفت کرتے ہوئے اور سُنتِ رسولؐ سے انحراف کرتے ہوئے ابو مریم کی شہادت پر کہ ابو سفیان نے زنا کیا تھا، یہ فیصلہ کیا ہے کہ بچہ زانی کے لیے ہے اور بستر والے کے لیے پتھر ہیں، معاویہؓ نے کہا اے یونس خدا کی قسم تو ضرور ان باتوں سے باز آجا، ورنہ میں تجھ پر ایسا غضب ناک ہوں گا کہ اس غضبناکی کا وقوع نہایت آہستہ آہستہ ہوگا۔ یونس نے جواب دیا کیا خدا کی بات کرتے ہوئے بھی مجھ پر اس غضبناکی کا وقوع ہوگا اس نے کہا ہاں، اور اللہ تعالےٰ سے پناہ مانگی اور اس بارے

ہیں عبدالرحمٰن بن ام الحکم نے یہ اشعار کہے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ یزید بن مفرغ حمیری نے کہے ہیں کہ ؎

"ایک یمانی شخص کی جانب سے معاویہ بن حرب کو جلد یہ پیغام پہنچا دو کہ کیا تو اس بات سے غصے ہوتا ہے کہ تیرے باپ کو عفیف کہا گیا ہے اور اپنے باپ کو زانی کہنے سے تو راضی ہوتا ہے اور زیاد سے تیری رشتہ داری ایسی ہی ہے جیسے ہاتھی کی گدھی کے بچے سے ہوتی ہے۔"

اور زیاد کے متعلق خالد بخاری کہتا ہے ؎

"زیاد، نافع، اور ابوبکرۃ میرے نزدیک نہایت عجوبے ہیں، یہ تینوں آدمی مخالف النسب عورت کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہیں، ایک قریشی ہے اور ایک غلام ہے اور ایک اپنے خیال میں عربی ہے۔"

جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ قتل ہو گئے تو جنگِ صفین کے دن سے معاویہ کے دل میں ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص المرقال اور اس کے بیٹے عبداللہ بن ہاشم کے بارے میں کینہ تھا، جب معاویہؓ نے زیاد کو عراق کا گورنر بنایا تو اسے لکھا کہ عبداللہ بن ہاشم بن عتبہ کو تلاش کرو اور اس کا ہاتھ گردن سے باندھ کر اسے میری طرف بھیج دو تو زیاد نے اُسے بصرہ سے بیڑیاں اور طوق ڈال کر دمشق کی طرف بھجوا دیا، زیاد بصرہ میں رات کو اس کے گھر گیا تھا، جب اُسے معاویہ کے سامنے پیش کیا گیا اس وقت عمرو بن العاص بھی وہیں بیٹھے تھے، معاویہ نے عمرو بن العاص سے کہا، کیا آپ اس شخص کو جانتے ہیں، اس نے جواب دیا نہیں، معاویہ نے کہا یہ وہ شخص ہے جس کے باپ نے جنگِ صفین کے دن کہا تھا ؎

"میں نے بیماری کے وقت جاں فروشی کی اور مجھے بہت ملامت کی گئی، ایک یک چشم جس کے اہل جگہ تلاش کرتے تھے اس نے زندگی سے کشاکش جاری رکھی یہاں تک کہ اُکتا گیا، ضروری ہے کہ وہ شکست دے یا شکست کھائے میں انہیں گانٹھ دار نیزے سے بھگا دوں گا، میرے نزدیک اس شریف آدمی میں کوئی بھلائی نہیں جو پیٹھ پھیر کر بھاگ جائے۔"

عمرو بن عاص نے بطور مثال کہا کہ ؎

"کبھی روڑی پر بھی گھاس اُگ پڑتی ہے اور لوگوں کے اندازے یونہی رہ جاتے ہیں۔"

"اے امیر المومنین پوشیدہ کینے کو پکڑیئے اور اس کی رگوں کا خون اس کے کمبل پر بہا دیجیے اور اسے اہل عراق کی طرف نہ لوٹائیے، یہ نفاق پر صبر نہیں کرے گا اور عراقی جنگ کے روز ابلیس کی پارٹی ہوتے ہیں اور غدار اور عداوت رکھنے والے ہیں اور اس کی ایک خواہش ہے جو اسے تباہ کرے گی اور ایک جھنڈا ہے جو اسے سرکش بنا دے گا اور ایک بھید ہے جو اُسے توت دے گا اور بُرائی کی جزا اسی قسم کی بُرائی ہے، عبداللہ نے کہا اے عمرو! اگر میں قتل ہو جاؤں تو میں ایسا آدمی ہوں جسے اس کی قوم نے چھوڑ دیا ہے اور اس کے مقررہ دن نے اُسے آلیا ہے، کیا یہ باتیں تجھ سے ظہور پذیر نہیں ہوئیں، جب تو جنگ سے پہلو تہی کر رہا تھا اور ہم تجھے مقابلہ کے لیے بلا رہے تھے اور تو سیاہ لونڈی اور آگے سے پکڑ کر لے جانے والی دُنبی کی طرح جو چھونے والے کے ہاتھ کو، ہٹاتی نہیں، بچے کھچے پانیوں میں پناہ لیتا پھرتا تھا، عمرو نے کہا خدا کی قسم تو ایسے ایال والے شیر کے دانتوں تلے آگیا ہے جو اپنے مدمقابل کو پیس کر رکھ دیتا ہے اور میں تجھے امیر المومنین کے پنجے سے بچ کر جاتے نہیں دیکھتا عبداللہ نے کہا، خدا کی قسم اے ابوالعاص تو آسائش میں بڑا متکبر اور جنگ کے وقت بزدل اور حکمرانی کے وقت ظالم اور ملاقات کے وقت خوفزدہ ہوتا ہے اور بوڑھی بیمار بکری کی طرح آواز نکالتا ہے جسے تھوڑے پانی میں بندھا ہوتا ہے جو نہ مدت میں جلدی کرتی ہے اور نہ شدت میں اُمید رکھتی ہے کیا یہ باتیں اس وقت تجھ سے ظہور پذیر نہیں ہوئیں جب تجھ سے ان لوگوں نے جنہوں نے نہ چھوٹوں کو ڈانٹ ڈپٹ کی اور نہ بڑوں کو ٹکڑے ٹکڑے کیا، ان کے ہاتھ سخت اور زبانیں تیز تھیں وہ ٹیڑھے پن کو مدد دیتے تھے اور جنگ کو جانتے تھے اور تھوڑوں کو زیادہ کرتے اور غمزدوں کو شفا دیتے اور ذلیل لوگوں کو عزت دیتے تھے، عمرو نے کہا قسم بخدا میں نے اس دن تیرے باپ کو دیکھا اس کا اندرونہ کانپ رہا تھا اور اس کی آنتیں پھٹ رہی تھیں اور اس کا جسم مضطرب تھا گویا اس پر ٹھوس پتھر رکھ دیا گیا ہے۔ عبداللہ نے کہا اے عمرو ہم نے تجھے اور تیری باتوں کو آزمایا ہے تیری زبان جھوٹی اور عہد شکن ہے اور تو ایسے لوگوں کے ساتھ رہا ہے جو تجھے جانتے نہ تھے اور ایسی فوجوں میں رہا ہے

تجھ سے جھگڑا نہ کرتی تھیں اور اگر تو شامیوں کے علاوہ کسی سے بات کرنی چاہے تو تیری عقل تجھے گھور کر دیکھے اور تیری زبان تتلا جائے اور تیری رانیں اس بیٹھنے والے شخص کی طرح کانپیں جس کے بوجھ نے اُسے بوجھل کر دیا ہو، معاویہؓ نے دونوں کو کوئی اور بات کرنے کو کہا اور عبد اللہؓ کو چھوڑ دینے کا حکم دے دیا تو عمرو نے معاویہؓ سے کہا۔

"میں نے تجھے ایک دانائی کی بات کا حکم دیا تھا مگر تو نے میری بات نہیں مانی اور ابن ہاشم کا قتل کر دینا تیرے بس میں تھا، اے معاویہؓ! کیا اس کا باپ وہی نہیں جس نے گلے کاٹنے کے روز حضرت علیؓ کی مدد کی تھی؟ اور وہ اس وقت تک واپس نہیں لوٹا جب تک صفین میں ہمارے خون کے عظیم سمندر نہیں بہہ پڑے، اور یہ اس کا بیٹا ہے اور آدمی اپنے بزرگوں سے مشابہت رکھتا ہے اور قریب ہے کہ وہ ندامت سے دانت پیسے۔"

عبد اللہ نے اُسے جواب دیتے ہوئے کہا ؎

اے معاویہ! عمرو ایسا آدمی ہے جس کا کینہ ہر وقت بھڑکتا رہتا ہے اے ابن ہند! وہ تجھے میرے قتل کی رائے دیتا ہے اور اس کی رائے وہ ہے جو عجمی بادشاہوں کی بھی نہیں، جب مصالحانہ عہد و پیمان انہیں روکیں تو وہ اپنے اسیر کو قتل نہیں کرتے اور جنگِ صفین کے روز ہمیں تم سے نفرت تھی جس کا ارتکاب ہاشم اور ابن ہاشم نے کیا تھا اور جو نفرت ختم ہو گئی ہے اس کا جانا خواب کو شک سے بیان کرنے والے کی طرح ہے اور اگر تو مجھے معاف کرے تو تُو ایک قرابت دار کو معاف کرے گا اور اگر تو میرے قتل کی رائے رکھتا ہے تو تو میری کمر کو جائز ٹھہراتا ہے یعنی میرے قتل کو جائز قرار دیتا ہے۔"

تو معاویہؓ نے کہا ؎

"میں قریش کے بلند قدر لوگوں کو معاف کرنا اللہ تعالیٰ کے حضور سخت تنگی کے دن قرب کا ذریعہ سمجھتا ہوں۔ اور میں یہ نہیں سمجھتا کہ میں جس روز ابن ہاشم کو قتل کر دوں گا میں لؤی اور عامر سے اپنا بدلہ لے لوں گا، بلکہ

میں اس کے ظاہر ہو جانے کے بعد اُسے معاف کروں گا اور اس سے ایک تکلیف دینے والی حد کو دُور کروں گا، اس کا باپ جنگ صفین کے روز ہم پر ایک نگارے کی طرح برستا تھا تو اُسے اُٹھے ہوئے نیزوں نے ہلاک کر دیا۔"

ایک روز عبداللہ بن ہاشم، حضرت معاویہؓ کی مجلس میں آیا تو حضرت معاویہؓ نے کہا کہ مجھے سخاوت، شجاعت اور جوانمردی کے متعلق کون بتائے گا؟ عبداللہ نے کہا اے امیر المومنین! سخاوت نام ہے مال خرچ کرنے کا اور سوال سے پہلے عطا کرنے کا، اور شجاعت لوگوں پر حملہ کرنے اور قدموں کے ڈگمگانے کے وقت ڈٹ جانے کو کہتے ہیں اور جوانمردی، دین کی بہتری، مال کی اصلاح اور پڑوسی کی حفاظت کو کہتے ہیں۔

حضرت معاویہؓ کے نام محمّد بن ابی بکرؓ کا خط

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قیس بن سعد بن عبادہ کو مصر سے واپس بُلایا اور ان کی جگہ محمد بن ابو بکر کو بھیجا، تو جب محمد بن ابو بکر مصر پہنچا تو اُس نے حضرت معاویہؓ کو خط لکھا، جس میں یہ تحریر تھا کہ یہ خط محمد بن ابو بکر کی طرف سے معاویہ بن صخر گمراہ کی طرف بھیجا جاتا ہے۔

اما بعد، اللہ تعالےٰ نے اپنی عظمت و سطوت سے اپنی مخلوق کو پیدا کیا ہے اور یہ کام اس نے عبث طور پر نہیں کیا اور نہ ہی اس کی قوت میں ضعف پیدا ہوا ہے اور نہ ہی اُسے مخلوق کو پیدا کرنے کی کچھ ضرورت تھی بلکہ اس نے انہیں اپنے غلام بنا کر پیدا کیا ہے اور ان میں سے بعض کو گمراہ بعض کو ہدایت یافتہ بعض کو بدبخت اور بعض کو سعادت مند بنایا ہے پھر اس نے ان میں سے اپنے علم کے ذریعہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو منتخب کیا اور انہیں اپنی وحی اور رسالت کا امین بنا کر اور مبشر، نذیر اور وکیل قرار دے کر بھیجا۔ پھر جس نے سب سے پہلے آپؐ کی بات کو قبول کیا اللہ کے حضور رجوع کیا اور ایمان لائے اور تصدیق کی اور فرمانبرداری اختیار کی وہ آپ کے بھائی اور عم زاد حضرت علیؓ بن ابی طالب تھے، جس نے پوشیدہ غیب سے آپ کی تصدیق کی، اور آپ کو تمام قریبی عزیزوں پر ترجیح دی اور آپ کو ہر خوف سے بچایا اور آپ کی

خاطر جنگ اور صلح کی، پس آپ ہمیشہ رات دن، خوف، بھوک اور عاجزی میں اپنے جان کو قربان کیے رہے یہاں تک کہ آپ سب سے آگے نکل گئے اور آپ کے کارناموں میں کوئی آپ کے ساتھ لگا کھا سکتا ہے، میں نے تجھے ان کی رفعت و منزلت کے متعلق بتایا ہے آپ آپ ہیں اور تو تو ہے، آپ (علیؓ) نیت کی رُو سے سب سے زیادہ صاف، اور اولاد کے لحاظ سے سب سے زیادہ افضل اور بیوی کے لحاظ سے سب سے بہتر اور عم زاد کے لحاظ سے سب سے افضل ہیں، آپ کے بھائی نے جنگِ موتہ کے روز اور آپ کے چچا سید الشہداء نے جنگ اُحد کے روز جان قربان کی اور آپ کا باپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے حریم سے دفاع کرتا رہا اور تو لعین ابن لعین ہے، تو اور تیرا باپ ہمیشہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مصیبتوں کے خواہاں رہے اور نورِ خدا کو بجھانے کے لیے کوشاں رہے اور اس بات کے لیے لوگوں کو اکٹھا کرتے رہے اور مال خرچ کرتے رہے اور قبائل کو آپ کی عداوت پر مجتمع کرتے رہے اور حضرت علیؓ کی قدیم اور واضح فضیلت کے شاہدان کے مددگار ساتھی بھی ہیں جن کا ذکر اللہ تعالےٰ نے ان کے فضائل کے ساتھ کیا ہے اور انصار و مہاجرین میں سے بھی لوگوں نے ان کی تعریف کی ہے وہ لوگ گروہ در گروہ ان کے ساتھ ہیں اور ان کی اتباع کو حق اور ان کی مخالفت کو شقاوت خیال کرتے ہیں تیرا بُرا ہو تو اپنے آپ کو حضرت علیؓ کے برابر خیال کرتا ہے وہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل کے وارث اور آپؐ کے وصی ہیں اور ان کے بیٹوں کے باپ ہیں اور تو ان کا دُشمن اور ان کے دشمن کا بیٹا ہے، پس تو باطل کے ساتھ جس حد تک قوت رکھتا ہے دُنیا سے فائدہ حاصل کر لے، اور ابن العاص گمراہی میں اور تجھے بڑھا دے گا، تیری مدت حیات ختم ہو چکی ہے اور تیری تدبیر کمزور پڑ گئی ہے پھر تجھے معلوم ہو جائے گا کہ اچھی عاقبت کس کے لیے ہے اور یہ بھی جان لے کہ تو اپنے اس رب سے تدبیر بازی کر رہا ہے جس کی تدبیر نے تجھے بے خوف کر دیا ہے اور اس کی رحمت سے تو ناامید ہو چکا ہے

اور وہ تیری گھات میں ہے، اور تو اس کے متعلق دھوکے میں پڑا ہے۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

حضرت معاویہؓ کا جواب

حضرت معاویہ نے اس کی طرف لکھا کہ معاویہ بن صخر کی طرف سے محمد بن ابوبکر کی طرف بھیجا جاتا ہے جو اپنے باپ پر عیب لگانے والا ہے۔

امابعد، مجھے آپ کا خط ملا جس میں آپ نے اللہ تعالیٰ کی اس قدرت و عظمت اور سطوت کا ذکر کیا ہے جو اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل کے اصطفاء کا بھی بہت سی باتوں کے ساتھ ذکر کیا ہے جن میں ضعف اور آپ کے باپ کے لیے توبیخ پائی جاتی ہے، آپ نے اس میں ابن ابی طالب کے فضائل اور سابق الاسلام ہونے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کی قرابت اور ہر خوف و گھبراہٹ میں ان کے ساتھ غم خواری اور ہمدردی کرنے کا ذکر کیا ہے، پس میرے خلاف تمہارا احتجاج کرنا اور غیر کی فضیلت کے ساتھ مجھ پر عیب لگانا اور اپنی کسی فضیلت کا ذکر نہ کرنا۔ تو یہ تو کوئی بات نہ ہوئی، پس اس رب کی حمد و ثناء کر جس نے تجھے یہ فضیلت نہیں دی اور تیرے غیر کو دے دی ہے، پس ہم اور تیرا باپ ابن ابی طالب کی فضیلت اور حق کو جانتے تھے، پس جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی رسالت کے لیے منتخب کیا اور آپ سے کیے ہوئے وعدوں کو پورا کیا اور آپ کی دعوت کو غالب کیا اور آپ کی حجت کو روشن کیا پھر آپ کو وفات دی تو تیرا باپ اور اس کا فاروق پہلے شخص ہیں جنہوں نے اس کا حق چھینا اور اس کی مخالفت کی اور یہ دونوں حضرات متفقہ طور پر اسی روش پر چلتے رہے، پھر ان دونوں نے اس کو اپنی بیعت کی دعوت دی تو اس نے تاخیر کی تو ان دونوں نے اس کے متعلق عظیم ارادے کیے پھر اس نے ان دونوں کی بیعت کی اور خاص انہی کا ہو کر رہ گیا اور یہ دونوں اُسے اپنے معاملات میں شامل نہ کرتے تھے اور نہ ہی اسے اپنے رازوں سے آگاہ کرتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو

وفات دے دی، پھر حضرت عثمان کھڑے ہوئے تو وہ بھی ان دونوں کی راہنمائی اور سیرت پر چلے پس تو نے اور تیرے صاحب نے ان (عثمانؓ) پر عیب لگایا یہاں تک کہ دور دراز کے نافرمانوں نے بھی اس میں طمع کی اور تم دونوں نے ان کے لیے مصیبتیں پیدا کیں اور تم نے ان سے اس قدر عداوت کی کہ تم دونوں اپنی مراد کو پہنچ گئے پس اے پسر ابوبکر اپنا بچاؤ کر، اور اپنی بالشت کو اپنے فتر (انگوٹھے اور انگشت شہادت کا درمیانی فاصلہ) کے ساتھ قیاس کر تو اس شخص سے برابری کرنے سے قاصر رہے گا جو اپنے حلم کے ساتھ پہاڑوں کو تول سکتا ہے اور اپنے نیزے کے بالجبر ٹوٹ جانے سے نرم نہیں ہو سکتا اور کوئی باتونی اس کے حلم کو نہیں پا سکتا، تیرے باپ نے یہ بستر تیار کیا اور اُسے اپنی حکومت کے لیے تکیہ بنایا، اگر تیرے باپ نے پہلے یہ کام نہ کیا ہوتا تو ہم ابن ابی طالب کی مخالفت نہ کرتے اور اپنے آپ کو اس کے سپرد کر دیتے لیکن ہم نے اس کے نمونہ کو اختیار کر لیا پس تو اپنے باپ پر عیب لگا، یا نہ لگا۔ والسلام علی من اناب۔

حضرت علیؓ کی طرف حضرت معاویہؓ کا خط

حضرت معاویہؓ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا۔

اما بعد، اگر ہم کو معلوم ہوتا کہ جنگ ہمیں اور آپ کو اس حد تک پہنچا دے گی جس حد تک وہ پہنچ چکی ہے تو ہم ایک دوسرے پر زیادتی نہ کرتے اگرچہ ہم مغلوب العقل ہو چکے ہیں پھر بھی جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ باقی بچ گیا ہے ہم اس کی اصلاح کر سکتے ہیں، میں نے شام سے آپ سے دریافت کیا تھا کہ آپ مجھے اپنی اطاعت پر مجبور نہ کریں، میں آج بھی آپ کو وہی دعوت دیتا ہوں جو میں نے آپ کو کل دی تھی۔ پس بقاء کی جو اُمید میں رکھتا ہوں وہی آپ رکھتے ہیں اور جنگ سے جتنا میں ڈرتا ہوں اتنا آپ بھی ڈرتے ہیں، قسم بخدا! فوج کمزور ہو گئی ہے، جوان مارے گئے ہیں اور ہم عبد مناف کے بیٹے ہیں اور ہم کو ایک دوسرے پر کوئی ایسی فضیلت نہیں جس سے وہ صاحب عزت کو ذلیل کرے اور آزاد کو غلام بنائے۔" والسلام۔

حضرت معاویہؓ کو حضرت علیؓ کا جواب

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت معاویہؓ کو لکھا، علی بن ابی طالب کی طرف سے معاویہ بن ابی سفیان کی طرف۔

"امابعد، مجھے آپ کا خط ملا آپ نے لکھا ہے کہ اگر میں جانتا کہ جنگ ہمیں اور آپ کو اس حد تک پہنچا دے گی جس حد تک وہ پہنچ چکی ہے تو ہم ایک دوسرے پر زیادتی نہ کرتے اور ہم نے جنگ سے جو کچھ چاہا تھا وہ ہمیں ابھی تک نہیں ملا، اور آپ نے شام سے جو مطالبہ مجھ سے کیا ہے میں آج تمہیں وہ چیز نہیں دوں گا جس سے کل میں نے آپ کو روکا تھا رہی بات ہمارے خوف و رجاء میں برابر ہونے کی، پس آپ یقین کے معاملہ میں مجھ سے زیادہ شک کرنے والے ہیں اور اہل شام اہل عراق کی نسبت دنیا کے مقابلہ میں آخرت کے زیادہ حریص نہیں ہیں اور آپ کا یہ کہنا کہ ہم اور تم عبد مناف کے ایک جیسے بیٹے ہیں تو یاد رکھو! امیہ ہاشم کی طرح نہ تھا اور نہ حرب، عبدالمطلب کی طرح تھا اور نہ ابوسفیان ابوطالب کی طرح تھا اور نہ آزاد مہاجر کی طرح تھا اور نہ جھٹلانے والا حق پرست کی طرح تھا اور ہمارے ہاتھوں میں نبوت کی وہ فضیلت ہے جس کے ذریعے ہم نے صاحب عزت کو قتل کیا اور آزاد کو فروخت کیا۔ والسلام

حضرت سعدؓ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان مکالمہ

ابوجعفر محمد بن جریر طبری نے محمد بن حمید الرازی سے، اس نے ابو مجاہد سے اس نے محمد بن اسحٰق سے اور اس نے ابونجیع سے روایت کی ہے وہ بیان کرتا ہے کہ جب حضرت معاویہ نے حج کیا تو اس نے بیت اللہ کا طواف کیا اس کے ساتھ حضرت سعد بھی تھے، جب حضرت معاویہ فارغ ہو کر دارالندوہ کی طرف آئے تو آپ نے حضرت سعد کو اپنے ساتھ اپنی چارپائی پر بٹھایا اور حضرت علیؓ پر عیب لگانے اور انہیں برا بھلا کہنے لگے تو حضرت سعد نے قریب ہو کر کہا تو نے مجھے اپنی چارپائی پر بٹھایا ہے اور پھر تو حضرت علیؓ کو برا بھلا کہنے لگ گیا ہے قسم بخدا، اگر حضرت علیؓ کی ایک خصلت مجھ میں ہوتی تو وہ مجھے دنیا بھر کی تمام چیزوں سے محبوب

ہوتی ، خدا کی قسم اگر میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا داماد ہوتا اور حضرت علی رضؓ کے بیٹے جیسا میرا بیٹا ہوتا تو وہ مجھے تمام دنیا سے محبوب ہوتا اور خدا کی قسم اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ بات مجھے کہی ہوتی جو آپ نے خیبر کے روز حضرت علی رضؓ کو کہی تھی کہ میں کل اس شخص کو جھنڈا دوں گا جو خدا اور اس کے رسول کا محبوب ہوگا اور خدا اور اس کا رسول اس کے محبوب ہوں گے اور وہ بھگوڑا نہیں ہوگا اور خدا تعالےٰ اس کے ہاتھ پر فتح دے گا ، تو یہ بات بھی مجھے دنیا بھر سے محبوب ہوتی اور خدا کی قسم اگر رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے وہ بات کہی ہوتی جو آپ نے غزوہ تبوک میں انہیں فرمائی تھی کہ کیا تو اس بات سے راضی نہیں کہ تو مجھ سے ایسا ہی ہو جیسا ہارون ، موسےٰ سے تھا ، مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں تو یہ بات بھی مجھے دنیا بھر سے زیادہ محبوب ہوتی اور قسم بخدا میں جب تک زندہ رہوں گا تیرے گھر نہیں آؤں گا پھر حضرت سعدؓ اٹھ کر چلے گئے۔

اور میں نے دوسری روایات میں یہ بات بھی پائی ہے جسے علی بن محمد بن سلیمان نوفلی نے کتاب الاخبار میں ابن عائشہ وغیرہ سے لکھا ہے کہ جب حضرت سعدؓ نے حضرت معاویہؓ کو یہ بات کہی اور اُٹھنے کے لیے تیار ہوئے تو معاویہ نے گوز مار دیا اور کہا بیٹھ جائیے اور جو باتیں آپ نے کہی ہیں اُن کا جواب سُنیے۔ آپ میرے نزدیک کبھی اتنے قابلِ ملامت نہ تھے جتنے اب ہیں پس آپ نے ان کی مدد کیوں نہ کی ؟ اور کیوں ان کی بیعت سے رُکے رہے ؟ اگر میں نے اس قسم کی باتیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنی ہوتیں جیسی آپ نے سُنی ہیں تو میں عمر بھر حضرت علی رضؓ کا خادم رہتا حضرت سعدؓ نے کہا خدا کی قسم جس جگہ پر تو بیٹھا ہے میں تجھ سے اس کا زیادہ استحقاق رکھتا ہوں ، حضرت معاویہؓ نے کہا ، تیری اس بات سے تو بنی عذرہ بھی انکار کرتے ہیں ، کہتے ہیں کہ حضرت سعد بنو عذرہ کے کسی آدمی کی اولاد تھے ، نوفلی کہتا ہے کہ اس بارے میں سید بن محمد حمیری کہتا ہے ؎

"اگر تجھے معلوم نہیں تو قریش سے دریافت کر کہ کس نے دین کو مضبوط کیا تھا اور کون اسلام میں مقدم اور علم میں زیادہ اور اہل و اولاد کے لحاظ سے زیادہ پاکیزہ تھا۔ اور کس نے خدا کی توحید کا اعلان کیا جب لوگ جھٹلاتے تھے اور خدا کے ساتھ بتوں اور شریکوں کو پکارتے تھے ، اور کون میدان

کارزار میں آگے بڑھتا تھا جب لوگ اس سے پیچھے ہٹتے تھے اور اگر وہ کسی مصیبت میں بخل سے کام لیتے تو وہ سخاوت کرتا، اور کون فیصلے کرنے میں زیادہ عادل اور حلم میں زیادہ انصاف پسند اور وعدے وعید کا زیادہ سچا تھا، اگر وہ تجھے سچا سمجھیں تو وہ ابوالحسن سے آگے نہیں بڑھ سکتے، ابھی تو نیکوں کے حاسدوں سے نہیں ملا، اور تو تیم اور عدی کے ڈنک مارنے والے سے نہیں ملا۔ خدا کی قسم وہ بہت بڑے منکر ہیں اور بنی عامر اور بنی اسد اور جاہل عبید کے قبیلے یا سعد قبیلے سے نہیں ملا جو اچھی طرح جانتے ہیں کہ وہ صراط مستقیم سے منحرف ہو چکے ہیں یہ لوگ ہمیں ایک حرامزادے کی طرف دعوت دیتے ہیں جو ان کا سردار بن گیا اگر بنی زہرہ گمنام نہ ہوتے تو وہ سردار نہ بنتا۔"

حضرت سعدؓ اور حضرت اسامہؓ بن زید اور حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ اور حضرت محمد بن مسلمہؓ ان لوگوں میں شامل تھے جنہوں نے حضرت علیؓ کی بیعت سے توقف کیا تھا اور انہوں نے ان کے علاوہ دیگر لوگوں نے بھی جن کے متعلق ہم نے بیان کیا ہے کہ وہ آپ کی بیعت سے رک گئے تھے آپ کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا، انہوں نے کہا یہ ایک فتنہ ہے اور ان میں سے بعض نے حضرت علیؓ سے کہا ہمیں تلواریں دیجیے ہم آپ کے ساتھ مل کر ان سے جنگ کرتے ہیں اور جب ہم ان تلواروں سے مومنین کو مارتے ہیں تو یہ ان میں کام نہیں کرتیں اور ان کے جسموں سے اچٹ جاتی ہیں اور جب کافروں کو ان سے مارتے ہیں تو ان کے جسموں میں دھنس جاتی ہیں تو حضرت علیؓ نے ان سے منہ پھیر لیا اور فرمایا ولو علم اللہ فیھم خیراً لاسمعھم ولو اسمعھم لتولوا وھم معرضون ۔ اور اگر اللہ تعالیٰ ان میں کوئی بھلائی دیکھتا تو انہیں سنوا دیتا اور اگر انہیں سنوا دیتا تو وہ اعراض کرتے ہوئے منہ پھیر لیتے۔

ابومخنف لوط بن یحییٰ اور دیگر مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت معاویہ کو حکومت ملی تو ابوطفیل کنانی ان کے پاس آیا، حضرت معاویہؓ نے اس سے کہا تجھے اپنے دوست ابوالحسنؓ کے متعلق کس قسم کا غم ہے؟ اس نے کہا جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق تھا اور میں اللہ کے حضور کوتاہی کی شکایت کرتا ہوں، حضرت معاویہؓ نے کہا تو ان لوگوں میں

شامل تھا جو حضرت عثمانؓ کے قتل کے موقع پر موجود تھے، اس نے جواب دیا، نہیں، لیکن میں ان لوگوں میں شامل تھا جو وہاں موجود تھے مگر انہوں نے ان کی مدد نہ کی تھی، حضرت معاویہؓ نے کہا، مدد کرنے سے تجھے کس چیز نے روکا تھا؟ حالانکہ ان کی مدد کرنا تجھ پر واجب تھا، اس نے جواب دیا مجھے اس چیز نے روکا تھا جس نے تجھے روکا تھا جب تو شام میں بیٹھ کر گردش روزگار کا انتظار کر رہا تھا، حضرت معاویہؓ نے کہا، کیا تو نہیں دیکھتا کہ اس کے خون کا مطالبہ کرنا میری طرف سے اس کی مدد کرنا ہے، اس نے کہا بے شک ایسا ہی ہے لیکن تمہاری اور اس کی مثال الجعدی کے اس شعر کے مطابق ہے ۔

"میں تجھے اپنی موت کے بعد اپنے محاسن بیان کرتا پاؤں گا حالانکہ میری زندگی میں تو نے مجھے زادِ راہ نہیں دیا۔"

حضرت معاویہؓ کے پاس ضرار بن خطاب آیا تو آپ نے اُسے کہا، تجھے ابو الحسن پر کس قسم کا غم ہے؟ اس نے جواب دیا میرا غم اس عورت کی طرح ہے جس کا بچہ اس کے سینے پر ذبح کر دیا جائے اور نہ اس کے آنسو رکیں اور نہ غم کو سکون ہو۔"

حضرت معاویہؓ و قیسؓ بن سعد کے درمیان خطوط کا تبادلہ

حضرت معاویہؓ اور قیس بن سعد بن عبادہ کے درمیان یہ خط و کتابت اس وقت ہوئی جب وہ مصر میں حضرت علیؓ کی طرف سے گورنر تھے، حضرت معاویہؓ نے ان کی طرف لکھا:۔

اما بعد۔ تو یہودی ابن یہودی ہے اگر وہ شخص کامیاب ہو گیا جو فریقین میں سے تجھے سب سے زیادہ محبوب ہے تو وہ تجھے معزول کر دے گا اور تجھے بدل کر کسی اور آدمی کو مقرر کرے گا اور اگر وہ آدمی کامیاب ہو گیا جو فریقین میں سے تیرے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض ہے تو وہ تجھے سزا دے گا اور قتل کرے گا۔ اور تیرے باپ نے اپنی کمان کا چلّہ چڑھا کر نشانے پر تیر مارا تھا، پس اس نے بہت سے شگاف کیے اور جوڑ سے چوک گیا اور اس کی قوم نے اُسے چھوڑ دیا، اور اس کے مقررہ وقت نے اُسے آ لیا پھر وہ حوران میں سرگرداں مر گیا۔

قیس بن سعدؓ نے حضرت معاویہؓ کو لکھا:۔

"اما بعد! تو ایک بت پرست اور بت پرست کا بیٹا ہے تو اسلام میں مجبوری سے داخل ہوا اور خوشی سے نکل گیا ہے تیرے ایمان نے تجھے مقدم نہیں کیا اور نہ تیرے نفاق نے تجھے بدعتی بنایا ہے اور تیرے باپ نے اپنی کمان پہ چلّہ چڑھا کر اپنے نشانے پر تیر مارا پس اس نے فتنہ و فساد پیدا کیا جس کے انجام کو وہ نہ پہنچا اور نہ اس کے غبار کو پھاڑا اور ہم اس دین کے مددگار تھے جس سے تو نکل گیا ہے اور تو دین کے دشمنوں میں داخل ہو گیا ہے۔"

حضرت علی رضؓ کی وفات اور صلح کے بعد قیسؓ بن سعد انصار کی ایک جماعت کے ساتھ حضرت معاویہ کے پاس آئے تو معاویہؓ نے انہیں کہا اے گروہِ انصار تم کس وجہ سے پہلے کی باتوں کا مجھ سے مطالبہ کرتے ہو! خدا کی قسم تم میرے حامی کم اور مخالف زیادہ تھے۔ تم نے جنگِ صفین کے روز میری دھار کو کند کر دیا یہاں تک کہ میں نے تمہارے نیزوں میں موتوں کو شعلے مارتے دیکھا اور تم نے میرے اسلاف کی ہجو کی جو نیزوں کے زخم لگانے سے بھی زیادہ شدید تھی حتیٰ کہ خدا تعالیٰ نے اس چیز کو قائم کر دیا جسے تم جھکانا چاہتے تھے تم نے کہا کہ ہمارے بارے میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کا خیال رکھو۔ قیس نے کہا ہم آپ سے اسلام کی باتوں کا مطالبہ کرتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کافی ہے اور ہم تجھ سے ان باتوں کا مطالبہ نہیں کرتے جو احزاب نے تعلقات پیدا کر کے کی ہیں، رہی یہ بات کہ ہم آپ سے عداوت کرتے ہیں تو اس عداوت کو اگر آپ روکنا چاہیں تو از خود رک سکتے ہیں اور ہم نے آپ کی جو ہجو کی ہے تو جو اس میں سچ ہے وہ باقی رہے گا اور جو جھوٹ ہے وہ زائل ہو جائے گا، اب رہا حکومت کے قائم ہونے کا معاملہ تو حضرت علی رضؓ نے اسے ناپسند کیا تھا اور وہ ہم میں سے تھے اور جنگ صفین کے روز ہم نے جو تمہاری دھار کو کند کیا اس کی وجہ یہ تھی کہ ہم ایک ایسے آدمی کے ساتھ تھے جس کی اطاعت کو ہم اللہ کی اطاعت سمجھتے تھے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے بارے میں جو وصیت کی تھی اس کے متعلق گذارش یہ ہے کہ جو شخص آپ پر ایمان لایا ہے وہ آپ کے بعد بھی آپ کا لحاظ کرتا ہے اور تیرا یہ کہنا کہ رکا ہوا صحن سے انکار کرتا ہے۔ پس خدا تعالیٰ کے ورے کوئی ایسا ہاتھ نہیں جو تجھے موت سے بچا لے تو حضرت معاویہ نے بات بناتے ہوئے کہا اپنی ضروریات پوری کرو —— اور قیس بن سعد

زہد، دینداری اور حضرت علیؓ کی طرف میلان رکھنے میں بہت بڑے مقام کے حامل تھے اور خوفِ الٰہی اور اطاعت الٰہی میں اس حد تک بڑھے ہوئے تھے کہ ایک دفعہ وہ نماز پڑھ رہے تھے، جب وہ سجدہ کے لیے جھکے تو سجدہ کی جگہ پر ایک بہت بڑا اژدھا کنڈلی مارے بیٹھا تھا۔ آپ نے سر ایک طرف کر کے اس کے پہلو میں سجدہ کیا تو وہ آپ کی گردن میں لپٹ گیا، لیکن آپ نے نہ نماز چھوڑی اور نہ اس میں کچھ کمی کی یہاں تک کہ آپ نماز سے فارغ ہو گئے پھر آپ نے اژدھا کو پکڑ کر پھینک دیا، اسی طرح کا واقعہ حسن بن علی بن عبداللہ بن مغیرہ نے معمر بن خلاد سے ابوالحسن علی بن موسےٰ رضا کے متعلق بھی بیان کیا ہے۔

اور عمرو بن العاص نے ایک دن حضرت معاویہؓ سے کہا، مجھے اس بات نے درماندہ کر دیا ہے کہ مجھے پتہ چلے کہ آپ بزدل ہیں یا بہادر ہیں، کیونکہ جب میں آپ کو آگے بڑھتے دیکھتا ہوں تو کہتا ہوں کہ آپ نے جنگ کا ارادہ کیا ہے پھر آپ پیچھے ہٹ جاتے ہیں تو میں کہتا ہوں کہ آپ نے فرار اختیار کرنے کا ارادہ کیا ہے تو حضرت معاویہ نے اُسے کہا خدا کی قسم میں اس وقت تک آگے نہیں بڑھتا جب تک یہ نہ دیکھ لوں کہ آگے بڑھنے میں فائدہ ہے اور اس وقت تک پیچھے نہیں ہٹتا جب تک یہ نہ دیکھ لوں کہ پیچھے ہٹنا دانائی ہے جیسا کہ القطامی کہتا ہے ؎

"جب مجھے موقع ملے تو میں بہادر ہوں اور اگر موقع نہ ملے تو بزدل ہوں"۔

اور ابومخنف لوط بن یحییٰ نے ابوالاعز التیمی سے بیان کیا ہے وہ کہتا ہے کہ میں صفین میں کھڑا تھا کہ میرے پاس سے عباس بن ربیعہ ہتھیار پہنے ہوئے گزرا اور خود کے نیچے اس کی دونوں آنکھیں یوں چمک رہی تھیں گویا وہ آگ کے دو شعلے یا سانپ کی دو آنکھیں ہیں اور اس کے ہاتھ میں ایک یمانی تلوار تھی جسے وہ اُلٹ پلٹ رہا تھا اور موتیں اس کی دھار میں نظر آ رہی تھیں وہ ایک سرکش گھوڑے پر سوار تھا اسی اثناء میں کہ وہ اپنی عادت کے مطابق اُسے کھینچ اور روک رہا تھا کہ عرار بن ادھم نامی ایک شامی نے اُسے آواز دی، اے عباس جنگ کے لیے آ، اس نے کہا جنگ کیسے ہو گی کیونکہ یہ تو زندگی سے مایوس ہو جانے کا نام ہے تو شامی یہ شعر پڑھتا ہوا اس کے مقابلہ میں آیا۔

"اگر تم سوار ہو جاؤ تو گھوڑوں پر سوار ہونا ہماری عادت ہے یا نیچے اُتر جاؤ تو ہم نیچے اُتر کر مقابلہ کرنے والے لوگ ہیں۔" اور عباس نے اپنی ران کو دہرا کر کے کہا:۔

"خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ ہم تم سے محبت نہیں کرتے اور نہ تمہیں اس بات پر ملامت کرتے ہیں کہ تم ہم سے کیوں محبت نہیں کرتے۔"

پھر اس نے اپنی بیٹی اتاری اور اپنا گھوڑا اپنے سیاہ فام غلام کو دیا اور خدا کی قسم یوں معلوم ہوتا ہے کہ میں اس کے گھنگھریالے بالوں کو دیکھ رہا ہوں پھر دونوں نے ایک دوسرے پر حملہ کیا اور دونوں فریقوں نے، ان دونوں جوانوں کا مقابلہ دیکھنے کے لیے گھوڑوں کی لگامیں روک لیں، دونوں جوان، دن کا کچھ حصہ اپنی تلواروں کے ساتھ ایک دوسرے کا مقابلہ کرتے رہے مگر کوئی ایک بھی زرہ کے پورا ہونے کے باعث اپنے مدمقابل پر کامیابی نہ حاصل کر سکا، یہاں تک کہ عباس نے شامی کی زرہ میں کمزوری دیکھ لی۔ پس اس نے اُسے ہاتھ مارا اور اُسے سینے تک چیر کر رکھ دیا پھر اس کے مقابلہ کے لیے واپس آیا اور اس نے اس کی زرہ میں سوراخ کر دیا ہوا تھا تب عباس نے اس کے سینے پر تلوار ماری اور شامی منہ کے بل گر گیا، لوگوں نے اس زور سے نعرۂ تکبیر بلند کیا کہ ان کے پاؤں کے نیچے سے زمین کانپ گئی اور عباس آ کر لوگوں میں شامل ہو گیا اور ایک آدمی نے یہ آیت پڑھی:-

"قاتلوھم یعذبھم اللہ بایدیکم ویخزھم وینصرکم علیھم ویشف صدور قوم مومنین۔"

(ترجمہ: ان سے لڑو، اللہ انہیں تمہارے ہاتھوں سے عذاب کرے اور انہیں رسوا کرے اور تمہیں ان پر مدد دے اور ایمان والوں کے سینوں کو شفا دے (التوبہ آیت ۱۴)

ابو مخنف کہتے ہیں میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے آپ نے فرمایا اے ابن الاعز ہمارے دشمن سے کون نبرد آزما تھا؟ میں نے کہا تمہارا بھتیجا عباس بن ربیعہ، آپ نے فرمایا وہی عباس ہے، میں نے کہا ہاں، آپ نے فرمایا اے عباس کیا میں نے تجھے اور عبداللہ بن عباس کو کسی سے مقابلہ کرنے سے نہیں روکا تھا، عباس نے جواب دیا ہاں، حضرت علی رضؓ نے فرمایا پھر تم نے یہ کام کیوں کیا؟ عباس نے کہا کیا جب مجھے مقابلہ کے لیے بلایا جائے تو میں اس کا جواب نہ دوں؟ آپ نے فرمایا دشمن کو جواب دینے کی نسبت تیرا امام کی اطاعت کرنا زیادہ بہتر ہے پھر آپ خاموش ہو گئے۔ اور نہایت انکساری کے ساتھ اپنے دونوں ہاتھ اُٹھا کر کہا اے اللہ عباس کی قدردانی

فرما اور اس کے گناہ کو بخش دے، اے اللہ میں نے اُسے معاف کر دیا ہے تو بھی اُسے معاف کر دے ۔ اور حضرت معاویہ نے عرار بن ادھم کی موت پر افسوس کرتے ہوئے کہا اس قسم کے خون کے مطالبہ میں جان کی بازی لگائے گا تو لخم کے جنگجوؤں اور شام کے سرداروں میں سے دو آدمیوں نے آپ کو جواب دیا، آپ نے فرمایا دونوں چلے جاؤ تم دونوں میں سے جو آدمی عباس کو قتل کرے گا اُسے سونے کا ایک سو اوقیہ اور اتنے ہی چاندی کے اوقیے اور دو سو یمنی چادریں دی جائیں گی، ان دونوں نے آکر عباس کو دعوت مبارزت دی اور دونوں صفوں کے درمیان چلا چلا کر کہنے لگے اے عباس اے عباس! دعوت دینے والے کے مقابلہ میں آؤ، عباس نے جواب دیا میرا ایک آقا ہے مجھے اس سے مشورہ کرنا ہے پس وہ حضرت علیؓ کے پاس آئے آپ اس وقت میمنہ (دائیں بازو) کو جنگ پر آمادہ کر رہے تھے انہوں نے حضرت علیؓ کو صورت حال سے آگاہ کیا تو آپ نے فرمایا خدا کی قسم معاویہ یہ چاہتا ہے کہ بنی ہاشم میں جو بھی لڑنے والا باقی رہ گیا ہے نور الٰہی کو بجھانے کے لیے اس کے پیٹ میں نیزہ مارا جائے" ویابی اللہ الا ان یتم نورہ ولو کرہ الکافرون۔" (ترجمہ: اور اللہ قبول نہیں کرتا مگر یہ کہ پورا کرے اپنے نور کو اگرچہ کافر بُرا سمجھیں (التوبہ آیت ۳۲) خدا کی قسم ان پر ہمارے آدمی غالب آجائیں گے اور وہ انہیں ذلیل کر دیں گے یہاں تک کہ ان کے نشان مٹ جائیں گے پھر فرمایا اے عباس مجھے اپنے ہتھیار دو اور میرے ہتھیار لے لو، عباس نے انہیں ہتھیار پکڑائے تو آپ کودکر عباس کے گھوڑے پر سوار ہو کر لخمیوں کی طرف گئے ان دونوں کو یقین تھا کہ یہ عباس ہے وہ کہنے لگے تمہارے آقا نے تمہیں اجازت دے دی ہے آپ نے ہاں کہنے کی بجائے کہا اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا وان اللہ علیٰ نصرھم لقدیر (ترجمہ: اجازت دی گئی ان لوگوں کو جن سے لڑائی کی جاتی ہے کہ وہ مظلوم ہیں اور بے شک اللہ ان کی مدد پہ قادر ہے (حج آیت ۳۹ پ ۱۷) اور عباس اپنے جسم اور سواری کرنے کے لحاظ سے حضرت علیؓ سے بہت مشابہ تھے، پس ان میں سے ایک آپ کے مقابلہ کے لیے نکلا تو آپ نے اُسے ڈھیر کر دیا اور پھر دوسرا نکلا اُسے بھی آپ نے پہلے شخص کے ساتھ ملا دیا پھر آپ یہ آیت پڑھتے ہوئے آئے الشھر الحرام، والحرمات

قصاص ط فمن اعتدیٰ علیکم فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدیٰ علیکم" (ترجمہ:
حرمت والا مہینہ حرمت والے مہینے کے بدلے ہے اور حرمتوں کا بدلہ ہے جو کوئی تم پر
زیادتی کرے تم بھی اسی قدر اس پر زیادتی کرو (البقرہ آیت ۱۹۴)
پھر فرمایا اے عباس اپنے ہتھیار لے لو اور میرے ہتھیار مجھے دے دو اور اگر
دوبارہ کوئی آدمی تمہارے مقابلہ میں آئے تو میرے پاس آجانا، حضرت معاویہ کو یہ اطلاع
ملی تو وہ کہنے لگے۔ اللہ تعالیٰ جھگڑے پر اصرار کا برا کرے یہ کاٹنے والا ہے جب کبھی بھی
میں نے اصرار کیا ہے ناکام ہوا ہوں۔ عمرو بن العاص نے کہا خدا کی قسم ناکام ہونے والے
تو لخم کے دو آدمی ہیں اور دھوکہ خوردہ وہ ہے جسے تو دھوکا دے، تو ناکام نہیں ہے
معاویہ نے کہا اے شخص خاموش ہو جا ایسا کہنا تیرا کام نہیں اس نے جواب دیا اگر ایسا
کہنا میرا کام نہیں تو اللہ تعالیٰ لخمیوں پر رحم کرے لیکن میں نہیں دیکھتا کہ وہ رحم کرے گا۔
حضرت معاویہؓ نے کہا بخدا میں تیری محبت سے بہت تنگ اور تیرے سودے
سے بہت خسارے میں ہوں اس نے کہا مجھے یہ بات معلوم ہے اگر مصر اور اس کی حکمرانی
نہ ہوتی تو میں وہاں سے چھٹکارا حاصل کر لیتا اور میں جانتا ہوں کہ حضرت علیؓ حق پر ہیں
اور تم باطل پر ہو، معاویہ نے کہا، خدا کی قسم مصر نے تجھے اندھا کر دیا ہے اگر مصر
نہ ہوتا تو میں تجھے بصارت والا پاتا۔ پھر معاویہؓ خوب ہنسے۔
عمرو بولے امیر المومنین اللہ تعالیٰ آپ کو ہنستا رکھے آپ کس وجہ سے ہنسے ہیں؟
معاویہ نے کہا میں تمہاری حاضر دماغی کی وجہ سے ہنستا ہوں جس روز تو نے علیؓ کا مقابلہ
کیا تو نے اپنی شرمگاہ کھول دی تھی۔ اے عمرو خدا کی قسم تو نے موتوں سے جنگ کی اور
موت کو اپنے سامنے دیکھا اور اگر وہ چاہتے تو تجھے قتل کر دیتے لیکن ابی طالب نے صرف
تجھ پر کرم کرتے ہوئے تجھے قتل نہیں کیا، عمرو نے کہا خدا کی قسم جب انہوں نے تجھے دعوت
مبارزت دی تو میں تمہارے دائیں ہاتھ تھا پس تمہاری آنکھیں پھر گئیں اور سینہ ننگا ہو گیا۔
اور وہ چیز بھی ننگی ہو گئی جس کا میں تمہارے سامنے ذکر کرنا پسند نہیں کرتا، پس تو اپنے
آپ پر ہنس یا نہ ہنس۔
اور ابو مخنف لوط بن یحییٰ نے بیان کیا ہے کہ صفین کی جنگ کے دوران ایک روز
معاویہ نے لوگوں کے سامنے نکل کر حضرت علیؓ کے میسرہ (بائیں پہلو کی فوج) پر حملہ کر دیا

اس وقت حضرت علی رضؓ میسرہ میں لوگوں کو تیار کر رہے تھے پس آپ کی زرہ اور گھوڑے پر حملہ کیا گیا۔ تو آپ اپنے اصحاب میں سے ایک آدمی کی زرہ پہن کر نکلے اور معاویہ آپ کے سامنے ڈٹ گئے۔ جب دونوں ایک دوسرے کے قریب ہوئے تو معاویہ نے اُسے کھڑا کر دیا اور اپنی دونوں ٹانگیں اپنے گھوڑے پر اکٹھی کر لیں۔ حضرت علی رضؓ اس کے پیچھے تھے لیکن معاویہ آپ کے ہاتھ سے بچ کر نکل گیا۔ اور آپ شامیوں کے میدان میں آ گئے۔ پس حضرت علی رضؓ نے اس کے علاوہ ایک اور آدمی کو ان کے میدان میں مارا اور یہ کہتے ہوئے واپس آئے کہ

"مجھے اپنے آپ پر افسوس ہے کہ معاویہ ایک تیز رفتار گھوڑے پر جو خونخوار عقاب کی طرح تھا مجھ سے بچ کر نکل گیا ہے۔"

ایک دن عمروؓ بن العاص مصر سے معاویہ کے پاس آئے جب معاویہؓ نے انہیں دیکھا تو کہا کہ

"نیک لوگ مرتے جاتے ہیں اور تو زندہ ہے، موتیں تجھ سے چوک جاتی ہیں اور تو نہیں مرتا۔"

عمرو نے انہیں جواب دیا:-

"جب تک تو زندہ ہے اس وقت تک میں مرنے والا نہیں اور جب تک تو نہ مرے میں مرنے والا نہیں۔"

بیان کیا گیا ہے کہ جب معاویہؓ نے عراقیوں کی فوج کو دیکھا کہ اس کے جوان حسب مراتب صف بند ہو چکے ہیں —— اور حضرت علی رضؓ کو ایک سرخ رنگ کے گھوڑے پر ننگے سر صفوں کو ترتیب دیتے دیکھا گویا وہ انہیں زمین میں کاشت کر رہے ہیں پس اور وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح ڈٹ کر کھڑے ہیں تو اس نے عمرو سے کہا: اے ابو عبداللہ! کیا تو ابن ابی طالب کی حالت کو نہیں دیکھ رہا؟ عمرو نے جواب دیا جو عظیم بات کا طالب ہوتا ہے اُسے عظیم امور سے واسطہ پڑتا ہے۔

سنہ۴۰ھ میں معاویہؓ نے بسر بن ارطاۃ کو تین ہزار آدمیوں کے ساتھ مدینہ بھیجا اس وقت وہاں پر حضرت ابو ایوب انصاری حاکم تھے وہ ایک طرف ہو گئے اور بسر نے منبر پر چڑھ کر اہل مدینہ کو قتل کی دھمکیاں دیں تو انہوں نے معاویہ کی بیعت کو تسلیم کر

لیا، حضرت علیؓ کو اطلاع ملی تو آپ نے حارثہ بن قدامہ اور وہب بن مسعود کو دو ہزار آدمی دے کر بھیجا، بسر مکہ کی طرف چلا گیا۔ وہاں سے یمن کی طرف روانہ ہو گیا، یمن میں حضرت عبید اللہ بن عباس قیام پذیر تھے وہ وہاں سے نکل کر حضرت علیؓ سے آملے اور عبد اللہ بن عبد المدان حارثی کو وہاں پر اپنا جانشین بنایا اور اپنے دونوں بیٹوں عبد الرحمٰن اور قثم کو ان کی ماں جویریہ بنت قارظ کنانی کے پاس چھوڑا، بسر نے ان دونوں کو قتل کر دیا اور ان کے ساتھ ان کے ماموں کو بھی قتل کر دیا جو ثقیف قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا اور بسر بن ارطاۃ عامری نے ——— جو عامر بن لوئی بن غالب سے تھا ——— مدینہ اور دونوں مسجدوں کے درمیان خزاعہ وغیرہ کے بہت سے لوگوں کو قتل کر دیا اسی طرح اس نے جرف میں ہمدان کے بہت سے آدمیوں کو مار دیا اور صنعاء میں بھی بہت سے لوگوں کو قتل کر دیا، جس کے متعلق بھی اسے اطلاع ملی کہ وہ حضرت علیؓ کی مدد کرتا ہے یا ان سے محبت رکھتا ہے اس نے اسے قتل کر دیا، ——— اسے حارثہ بن قدامہ السعدی کے متعلق اطلاع ملی تو وہ بھاگ گیا اور حارثہ نے اپنے بھتیجے بسر پر جو اپنے گھر کے چالیس آدمیوں کے ساتھ تھا۔ کامیابی حاصل کی اور ان سب کو قتل کر دیا اور جویریہ جو عبید اللہ بن عباس کے ان دو بیٹوں کی ماں تھی جنہیں بسر نے قتل کر دیا تھا۔ خانہ کعبہ کے گرد بال کھولے چکر لگا رہی تھی اور وہ خوبصورت ترین عورتوں میں سے تھی وہ اپنے دو بیٹوں کا مرثیہ کہتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"کیا کسی نے میرے ان دو بیٹوں کے دکھ کو محسوس کیا ہے جو دو موتیوں کی طرح تھے جن سے سیپ خالی ہو چکی ہے، اور کیا کسی نے میرے ان دو بیٹوں کے دکھ کو محسوس کیا ہے جو میرے کان اور دل تھے پس آج میری عقل جاتی رہی ہے، اور کیا کسی نے میرے ان دو بیٹوں کے دکھ کو محسوس کیا ہے جو میری ہڈیوں کا گودا تھے پس آج میرا گودا ختم ہو گیا ہے، مجھے بسر کے متعلق بتایا گیا ہے لیکن میں نے ان کے خیال کی تصدیق نہیں کی اور جو بات انہوں نے بیان کی ہے وہ جھوٹی ہے وہ میرے دونوں بیٹوں کی گردن کی طرف تیز تلوار کے ساتھ متوجہ ہوا، اور گناہ کا ارتکاب اسی طرح کیا جاتا ہے۔"

معاویہ، عمرو بن العاص اور وردان واقدی نے بیان کیا ہے کہ

عمرو بن العاص بوڑھا اور کمزور ہو جانے کے بعد ایک روز معاویہؓ کے پاس آیا اس کے ساتھ اس کا غلام وردان بھی تھا وہ دونوں باتوں میں مشغول ہو گئے اور وردان کے سوا کوئی آدمی ان کے پاس موجود نہ تھا۔ عمرو نے کہا اے امیر المومنین اب آپ کونسی چیز سے لذت حاصل کرتے ہیں اس نے جواب دیا: عورتوں کے متعلق اب مجھے کوئی دلچسپی نہیں رہی رہا لباس کا معاملہ تو میں نے بہترین اور نرم کپڑے زیب تن کیے ہیں یہاں تک کہ میری جلد کمزور ہو گئی ہے اور اُسے یہ بھی پتہ نہیں چلتا کہ نرم کپڑا کونسا ہے اب رہا کھانے کا معاملہ تو میں نے اس قدر شاندار کھانے کھائے ہیں کہ اب مجھے پتہ ہی نہیں کہ کونسا کھانا شاندار ہوتا ہے اور میرے نزدیک گرمیوں کے دنوں میں ٹھنڈے مشروب سے زیادہ کوئی چیز لذیذ نہیں ہوتی اور یہ کہ میں اپنے بیٹوں اور پوتوں کو اپنے اردگرد گھومتا دیکھوں اور اے عمرو اب تجھے کس چیز سے لذت حاصل ہوتی ہے اس نے کہا کہ مجھے تو اس بات میں دلچسپی ہے کہ میں باغ لگاؤں اور فصلیں کاشت کروں اور ان کا پھل اور غلہ حاصل کروں تو معاویہ نے وردان کی طرف متوجہ ہو کر کہا اے وردان تجھے کس چیز میں دلچسپی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میری یہ خواہش ہے کہ بڑے بڑے لوگوں کے گلے میں میرے احسانات کا پٹا ہو اور وہ مجھے اس کا بدلہ نہ دے سکیں یہاں تک کہ میں اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو جاؤں اور اسی طرح میری اولاد بھی میرے بعد ان کی اولاد کے گلے میں اپنے احسانات کا پٹا ڈالے، معاویہ نے کہا ہماری اس مجلس کا بُرا ہو یہ غلام مجھ سے اور تجھ سے بڑھ گیا ہے۔

عمروؓ بن العاص کی وفات

سنہ ۴۳ھ میں عمرو بن العاص بن وائل بن سہم بن سعید بن سعد نوے سال کی عمر میں مصر میں وفات پا گئے اور انہوں نے مصر پر دس سال چار ماہ حکومت کی، جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے کہا اے اللہ میں بَری نہیں کہ عذر کروں اور نہ مجھے کوئی طاقت حاصل ہے کہ غالب آ جاؤں تو نے ہمیں حکم دیا، ہم نے تیری نافرمانی کی تو نے ہمیں منع کیا مگر ہم نے ارتکاب گناہ کیا اے اللہ میرا یہ ہاتھ میری ٹھوڑی پر پڑا ہے پھر کہا، زمین میں میرے لیے گڑھا کھود دو اور مجھ پر اچھی طرح مٹی ڈالو پھر آپ نے اپنی انگلی اپنے منہ میں رکھی اور وفات پا گئے، آپ کی نماز جنازہ آپ کے بیٹے عبد اللہ نے عید الفطر کے روز نماز عید سے قبل پڑھائی، پھر اس کے بعد اس نے لوگوں کو نماز عید پڑھائی اور اس کا باپ استہزاء کرنے

والوں میں شامل تھا اور اسی کے متعلق آیت ان شانئک ھو الابتر نازل ہوئی ہے، اور حضرت معاویہ نے اس کے بیٹے عبداللہ بن عمرو کو ———— اس کے باپ کی جگہ حکمران بنا دیا اور عمرو نے اپنے پیچھے تین لاکھ دینار کا سونا پچیس ہزار دینار اور ایک ہزار درہم کی چاندی اور دو لاکھ دینار کا غلہ مصر میں چھوڑا اور مصر میں اپنی جاگیر بھی چھوڑی جو الوھط کے نام سے مشہور تھی جس کی قیمت دس کروڑ درہم تھی اور اس کے متعلق ابن زبیر اسدی نے اپنے اشعار میں کہا ہے کہ ؎

"کیا تو نے نہیں دیکھا کہ گردشِ روزگار نے عمرو سہمی کے ساتھ کیسی خیانت کی ہے جسے مصر ٹیکس دیتا تھا، پس اس کی دانائی اور حیلہ جوئی کام نہ آئی اور جب زمانے نے اُسے اپنا نشانہ بنایا تو جمع کردہ مال نے بھی اُسے کچھ فائدہ نہ دیا، اور وہ چٹیل زمین میں اقامت پذیر ہو گیا ہے اور اس کے کثیر اموال اور اس کی تدبیریں اس سے جاتی رہی ہیں۔"

۴۵ھ میں معاویہؓ نے زیاد بن ابیہ کو، بصرہ اور اس کے مضافات کا حکمران بنا دیا جب وہ بصرہ میں داخل ہوا تو اس نے کہا کہ ؎

"بہت سے لوگ ہماری وجہ سے خوش ہیں؛ ہم انہیں خوش نہیں کریں گے اور کچھ لوگ ہماری وجہ سے غمگین ہوں گے ہم انہیں ضرر نہیں پہنچائیں گے۔"

معاویہؓ نے اسی سال سفیان بن عوف عامری کو جنگ کے لیے بھیجا اور اُسے حکم دیا کہ وہ الطوانہ پہنچے اس کے ساتھ بہت سے لوگ مارے گئے رومی علاقے میں مارے جانے والے آدمیوں کی وجہ سے لوگوں کو بہت غم ہوا اور معاویہ کو یہ اطلاع ملی کہ جب اس کے بیٹے یزید کو ان لوگوں کے مارے جانے کی خبر ملی تو وہ اپنے ندیموں کے ساتھ شغل مے نوشی کر رہا تھا یزید نے کہا ؎

"اور جب میں دیر مران میں ام کلثوم کے ساتھ غالیچوں پر تکیہ لگا کر بیٹھتا ہوں تو طوانہ کے روند فوج کو پہنچنے والی مصیبت مجھے بخار اور چیچک سے بھی ہلکی معلوم ہوتی ہے"

حضرت ابو ایوبؓ انصاری

پس اس نے حلفہ اُٹھایا کہ وہ ضرور جنگ کرے گا اور اس نے سفیان کو فوج کے پیچھے بھیجا اور اس غزوہ کو

غزوۃ الرادفۃ کا نام دیا گیا اور لوگ اس غزوہ میں قسطنطنیہ پہنچے اور حضرت ابو ایوب انصاری کی وفات قسطنطنیہ میں ہوئی اور وہیں آپ کو قسطنطنیہ کے دروازے پر دفن کر دیا گیا، حضرت ابو ایوب کا نام خالد بن زید تھا۔ اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت ابو ایوب کی وفات ۵۱ھ میں یزید کے ساتھ مل کر جنگ کرتے ہوئے ہوئی تھی۔ اور ہم نے اس جنگ کے واقعات اور جو کچھ یزید نے اس جنگ میں کیا، ان سب باتوں کو کتاب الاوسط میں بیان کیا ہے۔

مغیرہ بن شعبہ

۴۹ھ میں کوفہ میں طاعون پڑی، کوفہ کے والی مغیرہ بن شعبہ وہاں سے بھاگ گئے پھر واپس کوفہ آئے تو طاعون کے حملہ سے مر گئے۔

جب اُنہیں دفن کیا جا رہا تھا تو ایک بدو ان کے پاس سے گزرا اس نے کہا "کیا تو مغیرہ کے گھر کے نشانات کو جانتا ہے تو اس پر انسانوں اور جنوں کی آوازوں کو سُنے گا، پس اگر تو اگر ہمارے بعد ہامان اور فرعون کو ملا ہے تو جان لے کہ اس تخت والا منصف آدمی تھا"۔

مغیرہ اور ہند بنت نعمان کی ملاقات

بیان کیا جاتا ہے کہ مغیرہ سوار ہو کر ہند بنت نعمان بن منذر کی طرف گیا وہ حیرہ میں اپنے دیر میں راہبہ بن کر رہتی تھی اور یہ ان دنوں کوفہ کا امیر تھا اور ہند نابینا ہو چکی تھی، جب یہ دیر پر آیا تو اس نے اجازت طلب کی، اس کی لونڈی نے اُسے بتایا کہ مغیرہ تجھ سے اجازت طلب کرتا ہے اس نے لونڈی سے کہا، اسے کچھ بیٹھنے کو دو اس نے آپ کو بالوں کا ایک تکیہ دیا۔

مغیرہ اندر داخل ہو کر اس پر بیٹھ گیا اور کہنے لگا میں مغیرہ ہوں اس نے جواب دیا میں نے آپ کو پہچان لیا ہے آپ اس علاقے کے گورنر ہیں آپ کیسے تشریف لائے ہیں، مغیرہ نے کہا تجھ سے ایک بات کرنے آیا ہوں اس نے کہا صلیب کی قسم، اگر تو نے میرے ساتھ دین یا حسن و جمال کی وجہ سے بات کرنی چاہی ہے تو میں صرف تیری بات کا تجھے جواب دوں گی لیکن میں تجھے تیرے ارادے سے بھی مطلع کروں گی اس نے کہا میرا کیا ارادہ ہے؟ اس نے کہا تو مجھ سے شادی کرنا چاہتا ہے تاکہ تو عربوں میں حج کے موقع پر کہہ سکے کہ تو نے نعمان کی دُختر سے شادی کی ہے، مغیرہ بولے میں نے یہی ارادہ کیا تھا۔ لیکن مجھے یہ بھی بتاؤ کہ تیرا باپ ثقیف کے اس قبیلہ کے متعلق کیا کہتا تھا اس نے کہا کہ وہ انہیں ایاد کی طرف منسوب کرتا تھا، ایک دفعہ میرے باپ کے پاس دو آدمیوں نے ایک دوسرے پر فخر کا اظہار کیا ان میں سے ایک ثقیف

قبیلے سے تھا اور دوسرا بنی سالم سے تھا تو اس نے ان دونوں سے ان کے انساب کے متعلق پوچھا تو ان میں سے ایک نے اپنے آپ کو ہوازن کی طرف اور دوسرے نے اپنے آپ کو ایاد کی طرف منسوب کیا تو میرے باپ نے کہا کہ معد کے کسی قبیلے کو ایاد پر فضیلت حاصل نہیں پس وہ دونوں چلے گئے اور میرا باپ کہہ رہا تھا کہ

"ثقیف ہوازن کا قبیلہ نہیں اور نہ وہ عامر اور مازن سے نسبت رکھتا ہے
اس کی باتیں محاسن سے موافقت رکھتی ہیں۔"

مغیرہ نے کہا، ہم لوگ ہوازن سے تعلق رکھتے ہیں اور تیرا باپ ان باتوں کو بہتر جانتا ہے، پھر کہنے لگا مجھے بتاؤ کہ تمہارے باپ کو، کون سے عرب زیادہ محبوب تھے، اس نے جواب دیا جو سب سے زیادہ اس کی اطاعت کرتے تھے، اس نے پوچھا وہ کون تھے اس نے جواب دیا، بکر بن وائل، اس نے کہا بنو تمیم کہاں گئے، اس نے کہا انہوں نے اطاعت میں ان کی کچھ مدد نہیں کی، اس نے کہا قیس کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے اس نے کہا جس بات کو وہ پسند کرتا تھا یہ اس کے قریب نہیں ہوئے مگر جس بات کو وہ ناپسند کرتا تھا یہ اس کے پیچھے پڑ جاتے تھے اس نے کہا فارس نے کیسے اطاعت اختیار کی، اس نے کہا جن باتوں کو وہ پسند کرتا تھا ان میں وہ اس کی اطاعت کرتا تھا، پھر مغیرہ واپس چلا گیا۔

اور جب مغیرہ فوت ہو گیا تو معاویہؓ نے کوفہ بھی زیاد کو دے دیا یہ پہلا شخص ہے جسے عراقین یعنی کوفہ اور بصرہ کی اکٹھی ولایت دی گئی۔

۴۸ھ میں معاویہ نے مروان بن الحکم سے فدک لے لیا حالانکہ قبل ازیں اس نے اُسے بخش دیا تھا پھر اُسے واپس لے لیا۔

۵۰ھ میں معاویہ نے حج کیا اور منبر نبوی کو مدینہ سے اُٹھا کر شام لانے کا حکم دیا۔ جب منبر کو اُٹھایا گیا تو سورج کو کسوف ہو گیا اور دن کو ستارے نظر آنے لگے تو وہ اس بات سے گھبرا گیا اور اسے ایک بڑی بات خیال کیا اور منبر کو اپنی جگہ پر لوٹا دیا اور اس میں چھ سیڑھیوں کا اضافہ کر دیا۔

زیاد کی موت

۵۳ھ ماہ رمضان میں کوفہ میں زیاد بن ابیہ کی وفات ہو گئی اس کی کنیت ابو المغیرہ تھی اس نے معاویہؓ کی طرف لکھا تھا کہ اس نے

عراق کو اپنے دائیں ہاتھ میں قابو کیا ہوا ہے اور اس کا بایاں ہاتھ فارغ ہے تو معاویہؓ نے اُسے عراقین کے ساتھ حجاز کی حکومت بھی دے دی۔ جب اس کی حکومت اہل مدینہ پر جاری ہو گئی تو مدینہ کے چھوٹے بڑے مسجد نبوی میں اکٹھے ہو گئے اور خدا کے حضور آہ و زاری کرنے لگے اور تین دن تک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کی پناہ لیے رہے کیونکہ وہ اس کے ظلم و ستم کو جانتے تھے، پس اس کے ہاتھ میں ایک پھنسی نکلی، اس نے اسے رگڑا تو وہ پھیل کر سیاہ ہو گئی اور سیاہ کینسر بن گئی اور وہ اسی بیماری سے پچپن سال کی عمر میں فوت ہو گیا۔ اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ باون سال کی عمر میں فوت ہوا اور کوفہ کے علاقہ میں ثوبیہ مقام پر دفن ہوا۔

زیاد نے کوفہ میں اپنے محل کے دروازے پر لوگوں کو جمع کیا اور انہیں حضرت علیؓ پر لعنت کرنے کی ترغیب دینے لگا اور جس نے لعنت کرنے سے انکار کیا اس نے اُسے تلوار پر رکھ لیا عبدالرحمٰن بن سائب بیان کرتا ہے کہ میں بھی وہاں حاضر ہوا پھر میں انصار کی ایک جماعت کے ساتھ رحبہ کی طرف چلا گیا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک جماعت میں بیٹھا ہوں اور بہت گھبرایا ہوا ہوں کہ میں نے ایک لمبی چیز کو اپنی طرف آتے دیکھا، میں نے کہا یہ کیا ہے اس نے کہا کہ میں نقاد ذوالرقبہ ہوں مجھے اس محل والے کی طرف بھیجا گیا ہے، میں گھبرا کر اُٹھ بیٹھا، ابھی ایک گھنٹہ بھی نہ ہوا تھا کہ محل سے ایک آدمی نے نکل کر کہا لوگو چلے جاؤ، امیر کو کچھ مصروفیت ہے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ امیر کو اس مصیبت نے آن لیا۔ جس کا ہم نے ذکر کیا ہے، اس بارے میں عبداللہ بن سائب نے اشعار میں کہا ہے کہ ؎

"اس نے ہمارے متعلق جو ارادے کیے تھے وہ ان سے باز آنے والا نہیں تھا یہاں تک کہ اس کے پاس نقاد ذوالرقبہ آیا۔ پس اس نے اُسے ایک ہی کارگر ضرب سے پہلو کے بل گرا دیا کیونکہ اس نے صاحب الرحبہ کے ساتھ ظلم کیا تھا۔ صاحب الرحبہ سے مراد حضرت علی بن ابی طالب ہیں اور ایک جماعت کا خیال ہے کہ حضرت علیؓ کو کوفہ کے محل میں دفن کیا گیا ہے اور بیان کیا جاتا ہے کہ زیاد کے ہاتھ میں نیزہ لگا تو اس نے شریح سے اس کے کاٹ دینے کے متعلق مشورہ کیا۔ اس نے کہا تیرا رزق تقسیم ہو

چکا ہے اور وقت مقرر ہے اور اگر تیری کچھ زندگی ہے تو میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ تو ہاتھ کٹا کر زندہ رہے اور اگر تیرا وقت مقرر آگیا ہے تو تو خدا کے حضور ہاتھ کٹا کر پیش ہو اور جب وہ تجھ سے پوچھے کہ تو نے ہاتھ کو کیوں قطع کیا ہے تو تو کہنا کہ تیری ملاقات کی ناپسندیدگی اور تیری قضا سے فرار اختیار کرنے کے لیے میں نے ایسا کیا ہے، لوگوں نے شریح کو ملامت کی تو اس نے کہا اس نے مجھ سے مشورہ مانگا ہے اور جس سے مشورہ طلب کیا جائے وہ امانت دار ہوتا ہے اور اگر مشورہ کی امانت کا خیال نہ ہوتا تو میں چاہتا کہ اللہ تعالیٰ ایک دن اس کا ہاتھ کاٹتا، دوسرے دن اس کی ٹانگ کاٹتا اور تیسرے دن اس کے سارے جسم کو کاٹتا۔"

یزید کی بیعت

۵۹ھ ہجری میں معاویہؓ کے پاس عراق وغیرہ کے شہروں سے وفد آئے اور اہل عراق میں سے جو لوگ آئے ان میں احنف بن قیس بھی شامل تھا جو دیگر سرکردہ لوگوں میں سے تھا، معاویہؓ نے ضحاک بن قیس سے کہا، میں کل لوگوں سے گفتگو کرنے کے لیے بیٹھوں گا اور جب میں گفتگو سے فارغ ہو جاؤں تو تو یزید کے متعلق وہ بات کرنا جو تجھ پر واجب ہے اور اس کی بیعت کی دعوت دینا اور اور میں نے عبدالرحمٰن بن عثمان ثقفی، عبداللہ بن عضاۃ اشعری اور ثور بن معن سلمی کو تیری بات کی تصدیق کرنے کا حکم دے دیا ہے اور جس بات کی طرف تو انہیں دعوت دے گا وہ اُسے قبول کریں گے، جب دُوسرا دن آیا تو معاویہؓ نے اپنے بیٹے یزید کی حکمرانی کی خوبیوں کے متعلق لوگوں کو بتایا اور یہ کہ وہ اُسے ولی عہد بنانا چاہتا ہے تو ضحاک بن قیس نے کھڑے ہو کر اس بات کا جواب دیا اور لوگوں کو یزید کی بیعت کی ترغیب دی اور معاویہؓ سے کہا کہ آپ نے جو ارادہ کیا ہے اس پر مضبوطی سے قائم ہو جائیں، پھر عبدالرحمٰن بن عثمان ثقفی، عبداللہ بن عضاۃ اشعری اور ثور بن معن نے اس کی بات کی تائید کی، معاویہؓ نے کہا احنف بن قیس کہاں ہے تو احنف نے کھڑے ہو کر کہا کہ لوگ گذشتہ زمانے کی بُرائی اور نئے زمانے کی بھلائی میں گرفتار ہو چکے ہیں اور یزید آپ کو بہت پیارا ہے اگر آپ فنا ہونے والے بڑھاپے یا کمزور کر دینے والے مرض کے سوا کسی اور وجہ سے اُسے اپنا ولی عہد بنانا چاہتے ہیں تو آپ نے زمانے کو اچھی طرح آزما کر دیکھ لیا ہے پس

سمجھ لیجیے کہ آپ کس کو ولایت عہد دے رہے ہیں اور کس کو ولی الامر مقرر کر رہے ہیں ان لوگوں کی رائے کو قبول نہ کیجیے جو آپ کو حکم تو دیتے ہیں مگر آپ کے لیے کوئی تدبیر نہیں کر سکتے اور وہ آپ کی راہنمائی تو کرتے ہیں مگر آپ کے حالات کو نہیں دیکھتے، پس ضحاک بن قیس نے نہایت غصّے کی حالت میں کھڑے ہو کر عراقیوں کے اختلاف و نفاق کا ذکر کیا اور کہا ان کی رائے کو ان کے سینوں میں توڑ دو، عبدالرحمٰن بن عثمان نے بھی کھڑے ہو کر ضحاک کی حمایت کی پھر ازد قبیلے کے ایک آدمی نے کھڑے ہو کر معاویہؓ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ آپ امیر المومنین ہیں، جب آپ فوت ہو جائیں گے تو یزید امیر المومنین ہو گا اور جو انکار کرے گا اُسے تلوار کے ساتھ سیدھا کیا جائے گا معاویہ نے اُسے کہا، بیٹھ جاؤ تم تو بڑے خطیبوں میں سے ہو۔ معاویہؓ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اپنے بیٹے یزید کے لیے ولیعہدی کی بیعت لی۔ اس بارے میں عبدالرحمٰن بن ہمام سلولی کہتا ہے ؎

"اگر وہ رملہ اور ہند کو لے آئیں تو تب بھی ہم بطور امیرۃ المومنین کے ان کی بیعت کر لیں گے، اور جب کسریٰ مر جاتا ہے تو اس کی جگہ دوسرا کسریٰ کھڑا ہو جاتا ہے اور ہم ان تینوں کو ایک جیسا ہی سمجھتے ہیں، ہائے افسوس اگر ہماری ناک ہوتی تو ہم ایسا نہ کرتے۔ تب تمہیں مارا جاتا اور تم مکہ واپس آتے اور وہاں کے پتھروں کو چاٹتے اور ہم غیظ و غضب سے ڈر گئے، اگر ہم سب بنی اُمیہ کا خون پی جاتے تب بھی سیراب نہ ہوتے، تمہاری رعایا ضائع ہو گئی ہے اور تم غافل ہو کر خرگوشوں کا شکار کرتے پھرتے ہو۔"

اور شہروں میں یزید کی بیعت کی چٹھیاں بھیج دی گئیں معاویہ نے مروان بن الحکم کی طرف خط لکھا۔ (وہ معاویہ کی طرف سے مدینہ کا گورنر تھا) جس میں اُسے یزید کے انتخاب اور اس کی ولیعہدی کی بیعت کے متعلق اطلاع دی اور اُسے اس کی بیعت کرنے اور دوسرے لوگوں سے بیعت لینے کا حکم دیا جب مروان نے یہ خط پڑھا تو اپنے اہل بیت اور اپنے ماموؤں کے ساتھ جو بنی کنانہ میں سے تھے چل کر دمشق آیا اور معاویہؓ کے پاس دو قطاروں کے درمیان چلتا ہوا گیا اور جب وہ اس کے اتنا قریب ہوا جہاں سے وہ اُسے اپنی بات سنا سکتا تھا تو اس نے سلام کہا اور معاویہؓ کو زجر و توبیخ کرتے

ہوئے بہت سی باتیں کہیں جن میں یہ بھی کہا کہ اے ابن ابی سفیان معاملات کو درست رکھو اور بچوں کو امیر بنانے کے بارے میں عدل سے کام لو اور یہ بھی جان لو کہ تمہاری قوم میں تمہارے جیسے لوگ بھی ہیں اور وہ ان کے ساتھ دشمنی رکھنے میں تیرے وزیر ہیں معاویہ نے اُسے کہا تو امیر المومنین کا ہم پایہ ہے اور ہر مصیبت میں اس کا دست و بازو ہے۔ اور اس کے ولی عہد کا ثانی ہے اور اس نے اُسے یزید کا ولی عہد بنا دیا اور اُسے مدینہ واپس کر دیا اور پھر اُسے معزول کر دیا اور ولید بن عقبہ بن ابی سفیان کو مدینہ کا گورنر بنا دیا اور مروان کے ساتھ جو اس نے وعدہ کیا تھا کہ وہ اُسے یزید کا ولی عہد بنائے گا اُسے پورا نہ کیا۔

حضرت معاویہؓ کے اخلاق و سیاست اور عُمدہ واقعات کا مختصر بیان

(قبل ازیں ہم حضرت معاویہؓ کے حالات اور سیرت کے متعلق مختصر واقعات بیان کر چکے ہیں اب ہم اس باب میں ان کے اخلاق و سیرت اور واقعات اور وفات تک کے متعلقہ امور کو بیان کریں گے۔)

حضرت معاویہؓ کے اخلاق و عادات

حضرت معاویہؓ کے اخلاق میں ایک یہ بات بھی تھی کہ وہ دن رات میں پانچ بار لوگوں کو ملاقات کی اجازت دیتے تھے۔ جب آپ نماز فجر سے فارغ ہوتے تو واقعات سنانے والے کی خاطر بیٹھ جاتے یہاں تک کہ اس کے واقعات کی سماعت سے فارغ ہو جاتے پھر مسجد کے اندر داخل ہوتے تو ان کا قرآن لایا جاتا وہ اس کا کچھ حصہ تلاوت کرتے پھر اپنے گھر جاتے اور گھریلو امور سرانجام دیتے پھر چار رکعت نماز پڑھتے اور اپنی نشست گاہ کی طرف چلے آتے اور خاص الخاص لوگوں کو بُلا کر گفتگو کرتے پھر ان کے وزراء آکر رات تک کے پروگرام کے متعلق بات چیت کرتے پھر چھوٹا ناشتہ لایا جاتا ــــــ جو رات کے کھانے سے بچا ہوا بکری کا بچہ یا چوزہ وغیرہ ہوتا ــــــ پھر طویل گفتگو

ہوتی رہتی بعد ازاں جب چاہتے اپنے گھر چلے جاتے پھر باہر آتے اور غلام سے کرسی نکالنے کو کہتے اور مسجد کی طرف جاکر وہاں کرسی پہ بیٹھ کر اپنی لپشت حجرے کے ساتھ لگا لیتے ا چوکیدار کھڑے ہوجاتے تب کمزور، بدّو، مریض، عورتیں اور بے سہارا لوگ ان کے پاس جاتے کوئی کہتا مجھ پر ظلم ہوا وہ کہتے اس کی مدد کرو، دوسرا کہتا مجھ پر زیادتی ہوئی ہے وہ کہتے اس کے ساتھ آدمی بھیجو، تیسرا کہتا میرے ساتھ بڑا سلوک ہوا ہے، وہ کہتے اس کے معاملہ کی تحقیق کرو، جب سب لوگ ختم ہوجاتے تو اندر جاکر تخت پہ بیٹھ جاتے اور کہتے لوگوں کو حسبِ مراتب اندر آنے کی اجازت دو اور مجھے کسی کے سلام کے جواب دینے سے نہ روکو۔ لوگ کہتے امیر المومنین واللہ ان کی عمر دراز فرمائے اِ سنے کس حال میں صبح کی ہے کہتے اللہ تعالےٰ کے احسان سے میں نے اچھی حالت میں صبح کی ہے جب لوگ بیٹھ جاتے تو آپ کہتے لوگو تمہارا نام اشراف ہے کیونکہ تمہیں دوسرے لوگوں کی نسبت اس مجلس میں آنے کا شرف بخشا گیا ہے، جو لوگ ہم تک نہیں پہنچ سکتے ان کی ضروریات کو ہم تک پہنچاؤ تو کوئی آدمی کھڑا ہوکر کہتا کہ فلاں شخص شہید ہوگیا ہے، وہ کہتے اس کے بچے کا وظیفہ مقرر کردو، دوسرا کہتا، فلاں آدمی اپنے گھر سے غائب ہوگیا ہے، وہ کہتے ان کا خیال رکھو، اور ان کی ضروریات کو پورا کرو اور ان کی خدمت کرو، پھر ناشتہ لایا جاتا اور کاتب آکر ان کے سر کے پاس کھڑا ہوجاتا اور وہ ایک آدمی کو آگے کرتا وہ اُسے کہتے دسترخوان پہ بیٹھ جاؤ پس وہ بیٹھ جاتا، پس وہ ایک دو لقمے کھانے کے لیے اپنا ہاتھ بڑھاتے اور کاتب اپنی دستاویز پڑھتا جاتا اور وہ حکم دیتے جاتے، پھر کہا جاتا اے عبداللہ پیچھے ہوجاؤ وہ کھڑا ہوجاتا تو دُوسرا آدمی آگے آجاتا، یہاں تک کہ تمام حاجت مندوں کی ضروریات پوری کرتے اور بعض اوقات چالیس کے قریب حاجت مند آپ کے پاس آجاتے یا ناشتے کے مطابق آجاتے پھر ناشتہ اُٹھا لیا جاتا اور لوگوں کو جانے کی اجازت دے دی جاتی وہ واپس جاتے تو آپ اپنے گھر میں چلے جاتے اور کوئی کسی سے ملاقات نہ کرتے۔ یہاں تک کہ ظہر کی اذان ہوتی اور آپ آکر نماز پڑھاتے پھر گھر چلے جاتے اور چار رکعت نماز پڑھنے پھر بیٹھ جاتے اور خاص لوگوں کو اجازت دیتے اور اگر سردی کا موسم ہوتا تو ان کے لیے خشک حلوہ، دُودھ شکر ملے آٹے اور میدے کی ٹکیاں اور گھی کے بنے ہوئے بسکٹ اور خشک پھل وغیرہ لائے جاتے اور اگر گرمی کا موسم ہوتا تو تازہ پھل لائے جاتے

اور ان کے وزراء آکر بقیہ دن کے لیے مشورہ کرتے اور وہ عصر تک بیٹھتے پھر جا کر عصر کی نماز پڑھاتے پھر اپنے گھر میں چلے جاتے اور کسی سے ملاقات نہ کرتے۔ یہاں تک کہ عصر کا آخری وقت ہو جاتا تو آپ باہر نکل کر تخت پر بیٹھ جاتے اور لوگوں کو حسب مراتب اجازت دی جاتی اور شام کا کھانا لایا جاتا اور مغرب کی اذان کے وقت تک اس سے فراغت ہو جاتی اور حاجت مندوں کو نہ بلایا جاتا پھر شام کا کھانا اٹھا دیا جاتا اور مغرب کی اذان ہو جاتی تو وہ جا کر نماز پڑھاتے پھر اس کے بعد چار رکعت نماز پڑھتے جس کی ہر رکعت میں پچاس آیات کبھی بلند آواز سے اور کبھی آہستہ آواز سے پڑھتے پھر اپنے گھر میں داخل ہو جاتے اور کسی سے ملاقات نہ کرتے یہاں تک کہ عشاء کی اذان ہو جاتی اور آپ آکر نماز پڑھاتے پھر خاص لوگوں اور وزیروں کو اجازت دی جاتی اور رات کے پہلے حصے میں وزراء اپنے معاملات کے متعلق ان سے مشورہ کرتے اور ایک تہائی رات تک عربوں کے واقعات اور جنگوں اور عجمیوں اور ان کے بادشاہوں اور رعیت کے متعلق ان کے انتظامات اور گذشتہ قوموں کے واقعات کے متعلق گفتگو ہوتی رہتی پھر ان کی بیویوں کی طرف سے ان کے پاس نفیس قسم کا حلوہ اور دوسرے عمدہ کھانے لائے جاتے، پھر وہ گھر جا کر رات کا تیسرا حصہ سوتے پھر کھڑے ہو جاتے اور ان کے سامنے ایسے کاغذات پیش کیے جاتے جن میں بادشاہوں کی سیرت، واقعات، جنگوں اور تدبیروں کا ذکر ہوتا۔ یہ چیزیں وظیفہ خوار غلام سناتے جن کی ڈیوٹی ان کو حفظ کرنا اور سنانا بھی تھی۔ پس ہر شب ان کے کانوں سے واقعات، سیر و آثار اور مختلف قسم کی سیاسات کا گزر ہوتا پھر وہ جا کر صبح کی نماز پڑھاتے اور پھر جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہر روز یہی کرتے آپ کے بعد ایک جماعت نے جس میں عبدالملک بن مروان جیسے آدمی بھی تھے آپ کے اخلاق کو اپنانے کا ارادہ کیا مگر وہ آپ کے حلم کو نہ پا سکے اور نہ ہی آپ کے تقوے کو پا سکے جو آپ سیاست میں اختیار کرتے تھے اور نہ ہی وہ امور کو اس طرح سرانجام دے سکے اور نہ ہی لوگوں کے ساتھ ان کی قدر و منزلت کے مطابق سلوک کر سکے۔

حضرت معاویہؓ کی عقلمندی

ان کی سیاست کی پختگی، تقوے اور عوام و خواص کے دلوں کو اپنی طرف کھینچ لینا اس حد تک تھا کہ صفین سے واپسی پر کوفہ کا ایک آدمی اپنے اونٹ پر دمشق میں داخل ہوا تو دمشق کا ایک آدمی

اس سے اُلجھ پڑا اور کہنے لگا کہ یہ میری اُونٹنی ہے [redacted] صفین میں مجھ سے چھین لی گئی تھی، ان دونوں کا معاملہ حضرت معاویہؓ تک پہنچا دمشق کے آدمی نے پچاس آدمی شہادت کے لیے پیش کیے جو اس بات کی گواہی دیتے تھے کہ یہ اونٹنی اسی شخص کی ہے پس حضرت معاویہؓ نے کوفی کے خلاف فیصلہ کر دیا اور اُسے حکم دیا کہ وہ اُونٹ اس آدمی کو دے دے، کوفی نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کا بھلا کرے۔ یہ اونٹنی نہیں یہ تو اُونٹ ہے، حضرت معاویہؓ نے کہا جو حکم دیا جا چکا ہے وہ نافذ ہو گیا ہے اور لوگوں کے منتشر ہو جانے کے بعد آپ نے خفیہ طور پر کوفی کی طرف آدمی بھیج کر اُسے بلوایا اور اس سے اُونٹ کی قیمت دریافت کی اور اُسے دُگنی قیمت دی اور اس سے حسنِ سلوک بھی کیا اور اُسے کہا کہ حضرت علی رضؓ تک یہ بات پہنچا دو کہ میں اُن ایک لاکھ آدمیوں کے ساتھ ان سے جنگ کر رہا ہوں جن میں کوئی آدمی اُونٹنی اور اُونٹ کے درمیان تمیز نہیں کرتا اور ان کی اطاعت کا یہ عالم ہے میں نے انہیں صفین کی طرف جاتے ہوئے بُدھ کے روز جمعہ کی نماز پڑھا دی اور جنگ کے وقت ان کے سرداروں نے مجھے عاریتہً چیزیں دیں اور خود اُسے اُٹھا کر ان کے پاس لے آئے اور انہوں نے عمرو بن العاص کا یہ قول تسلیم کر لیا کہ علی [redacted] شخص ہے جس نے عمار کو اپنی مدد کے لیے نکال قتل کیا ہے اور پھر وہ معاویہ کی اطاعت میں اس حد تک بڑھ گئے کہ انہوں نے حضرت علیؓ پر لعنت کرنے کو سنت بنا لیا اور چھوٹے اسی لعنت پر پروان چڑھتے اور بڑے اسی پر مرتے رہے۔

شامیوں اور عراقیوں کی بعض غلطیاں مسعودی بیان کرتا ہے کہ بعض مورخین نے بیان کیا ہے کہ شامیوں کے ایک سردار اور دانشور سے پوچھا گیا کہ ابوتراب کون ہے؟ کیا وہ ہے جس پر امام منبر پر لعنت کرتا ہے؟ اس نے جواب دیا میرے خیال میں وہ فتنہ پیدا کرنے والے چوروں میں سے ایک چور ہے۔

جاحظ نے بیان کیا ہے کہ میں نے ایک عام حاجی آدمی سے سُنا اس کے سامنے بیت اللہ کا ذکر کیا گیا تو وہ کہنے لگا کہ جب میں اس کے پاس آؤں گا تو اس کی طرف سے کون شخص مجھ سے بات کرے گا؟ اور اس کے ایک دوست نے اُسے بتایا کہ اُسے ان میں سے ایک آدمی نے جسے اس نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتے سُنا تھا

کہا کہ تو اس محمدؐ کے بارے میں کیا کہتا ہے، کیا ہمارا رب وہی ہے؟

ثمامہ بن اشرس نے بیان کیا ہے کہ میں بغداد کے بازار سے گزر رہا تھا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی کے گرد لوگ جمع ہیں، میں نے اپنے خچر سے اُتر کر پوچھا یہ اجتماع کس وجہ سے ہوا ہے اور میں لوگوں کے درمیان چلا گیا، کیا دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی اپنے سُرمہ کے اوصاف بیان کر رہا ہے کہ وہ آنکھوں کی ہر بیماری کا کامیاب علاج ہے، میں نے اس کی طرف دیکھا تو اس کی ایک آنکھ سفید داغوں والی تھی اور دوسری آنکھ رگڑی ہوئی ہے، میں نے اُسے کہا ارے اگر تیرا سُرمہ ایسا ہی ہے جیسے تو بیان کرتا ہے تو تیری آنکھوں کو فائدہ دیتا اس نے مجھے کہا ارے جاہل! کیا میری آنکھیں یہاں خراب ہوئی ہیں، میری آنکھیں مصر میں خراب ہوئی تھیں تو سب لوگوں نے کہا اس نے سچ بات کہی ہے، اور وہ ان کے جُوتوں سے بڑی مشکل سے بچا۔

میرے ایک بھائی نے مجھے بتایا کہ بغداد میں ایک عام آدمی نے ایک طالبی حکمران کے پاس اپنے پڑوسی کے خلاف مقدمہ کیا کہ وہ اُسے زندیق قرار دیتا ہے، حکمران نے اس سے اس آدمی کے مذہب کے متعلق دریافت کیا تو اس نے جواب دیا کہ وہ مرجئی، قدری، ناصبی اور رافضی ہے اور جب اس نے مزید پوچھا تو کہنے لگا کہ وہ معاویہؓ بن خطاب سے بغض رکھتا ہے جس نے علی بن العاص کو قتل کیا تھا۔ حکمران نے اُسے کہا مجھے سمجھ نہیں آتی کہ میں کس چیز کے بارے میں تجھ پر رشک کروں، تیری علمی باتوں پر یا انساب کے متعلق تیری واقفیت پر (نسب بھی غلط اور صورت واقعہ بھی غلط بیان کر رہا تھا)

ہمارے ایک اہل علم بھائی نے مجھے بتایا کہ ہم حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے متعلق بیٹھ کر مناظرہ کیا کرتے تھے اور اہل علم نے جو کچھ بیان کیا ہے اس کا بھی ذکر کرتے تھے اور عوام آکر ہماری باتوں کو سُنا کرتے تھے۔ ایک دن ان میں سے ایک آدمی نے جو ان میں بڑا عقلمند اور بڑی داڑھی والا تھا، مجھے کہا، تم علیؓ اور معاویہؓ اور فلاں فلاں کے متعلق کتنے عرصہ تک باتیں کرتے رہو گے۔ میں نے اُسے کہا تو کیا کہنا چاہتا ہے اس نے کہا تو کس کے متعلق پوچھتا ہے؟ میں نے کہا علیؓ کے متعلق تو کیا کہتا ہے اس نے کہا، کیا وہ فاطمہؓ کا باپ نہیں، میں نے کہا فاطمہؓ کون تھی؟ اس نے کہا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی، عائشہؓ کی بیٹی اور معاویہؓ کی بہن، میں نے کہا علیؓ کا کیا

قصّہ ہے، اس نے کہا وہ جنگِ حنین میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مارا گیا تھا۔

جب عبداللہ بن علی، مروان کی تلاش میں شام کی طرف گئے، مروان کے حالات اور اس کے قتل کے واقعہ کا ذکر کیا جاچکا ہے، تو وہ شام میں اُترے اور ابوالعباس سفاح کی طرف شامی سرداروں کو بھیجا جو صاحب ثروت و حکومت تھے اور انہوں نے ابوالعباس کو قسم کھا کر بتایا کہ جب تک تمہیں خلافت نہیں ملی ہمیں بنو امیہ کے سوا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت اور آپ کے وارث اہل بیت کا پتہ نہ تھا چنانچہ اس بارے میں المہاجر البجلی کہتا ہے کہ

" اے لوگو ایک عجیب خبر سنو جو ہر عجیب خبر سے بڑھ کر ہے، مجھے بنو عبد شمس پر حیرت ہے کہ انہوں نے لوگوں کے لیے جھوٹ کے دروازے کھول دیے ہیں کہ وہ عباس بن عبدالمطلب کے سوا، احمد علیہ السلام کے وارث ہیں، خدا کی قسم انہوں نے جھوٹ بولا ہے ہمیں تو یہی معلوم ہے کہ میراث کو قرابت دار ہی حاصل کرتا ہے۔"

ہارون الرشید کے زمانے میں ایک جعلی طبیب

ہارون الرشید کے زمانے میں بغداد میں ایک جعلی طبیب تھا جو عام لوگوں کو طبابت کی باتیں بتاتا تھا وہ دہریہ تھا لیکن اپنے آپ کو اہلسنت جماعت کا فرد بتاتا تھا۔ اور بدعتیوں پر لعنت کرتا اور سُنّی کے نام سے مشہور تھا، عوام اس کے مطیع و فرمانبردار تھے لوگ ہر روز اس کے پاس پانی کی بوتلیں لاتے اور جب وہ اکٹھے ہو جاتے تو وہ اُچھل کر کھڑا ہوتا اور کہتا اے مسلمانو! تم کہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نفع اور نقصان دینے والا نہیں پھر کس وجہ سے میرے پاس اپنے نفع و نقصان کی باتیں پوچھنے آتے ہو؟ اپنے رب کے پاس جاؤ اور اپنے پیدا کرنے والے پر بھروسہ کرو تاکہ تمہارا فعل تمہارے قول کے مطابق ہو جائے تو لوگ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر کہتے خدا کی قسم اس نے ہمیں سچ بات کہی ہے، کتنے ہی مریض علاج کے بغیر مر گئے اور ان میں سے کئی علاج چھوڑ دیتے یہاں تک کہ وہ پُرسکون ہوتا پھر وہ اس پانی کو دوا بیان کرتا اور کہتا کہ تیرا ایمان کمزور ہے اور اگر ایسی بات نہ ہوتی تو تو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا اور جیسے اس نے تجھے بیمار کیا ہے وہ تجھے شفا دیتا اور اس طرح کی باتوں سے اس نے بہت سے آدمیوں کو مار دیا کیونکہ وہ انہیں بیماریوں کے علاج سے بے رغبت کر دیتا تھا۔

عوام کے اخلاق

عوام کی عادت ہوتی ہے کہ وہ غیر سردار کو سردار غیر فاضل کو فاضل

اور غیر عالم کو صاحب علم قرار دیتے ہیں وہ گذشتہ لوگوں کے متبع ہوتے ہیں اور وہ ان سب سے فاضل و مفضول نفع و نقصان اور حق و باطل کی تمیز نہیں کر سکتے اگر آپ ذرا نظر دوڑائیں تو ان باتوں کو دیکھیں گے جن کا ہم نے ذکر کیا ہے نیز علماء کی مجالس کو بھی دیکھیں گے کہ وہ صاحبان تمیز اور اہل مروت اور عقل مندوں سے بھری ہوئی ہیں اور عوام کے ہجوم سے خالی ہیں زمانے نے ہمیشہ انہیں جھوٹے لیڈر یا بندر کی سیاست پر دف بجانے والے کی طرف دوڑتے دیکھا ہے یا انہیں لہو و لعب کا شوقین پایا ہے یا انہیں غلط ملط باتیں کرنے اور جھوٹ بولنے والے کے پاس آتے جاتے دیکھا ہے یا انہیں جھوٹے داستان گوؤں کی باتیں سنتے پایا ہے اور یا انہیں کسی معزوب کے ارد گرد اکٹھے ہوئے پایا ہے یا وہ کسی مصلوب کے پاس کھڑے ہوتے ہیں وہ کائیں کائیں کرنے والے کے پیچھے چل پڑتے ہیں اور ایک دوسرے کو روکتے نہیں، بڑی بات کو بُرا نہیں سمجھتے اور نہ نیکی کو جانتے ہیں اور نہ اس بات کی پروا کرتے ہیں کہ وہ نیک آدمی کو ایک فاجر کے ساتھ اور ایک مومن کو کافر کے ساتھ ملا رہے ہیں، حالانکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں وضاحت سے بتایا ہے کہ لوگ دو قسم کے ہیں عالم یا متعلم اور ان کے علاوہ جو لوگ ہیں وہ رذیل ہیں اللہ تعالٰے کو ان کی کچھ پروا نہیں اور اسی طرح حضرت علی رضؓ سے بیان کیا گیا ہے کہ آپ سے عوام کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ رذیل لوگ ہر کائیں کائیں کرنے والے کے پیچھے چل پڑتے ہیں وہ نور علم سے روشنی حاصل نہیں کرتے اور نہ ہی کسی مضبوط سہارے کی پناہ لیتے ہیں اور سب لوگوں نے ان کا نام کمینے رکھا ہے اور وہ لوگ جب اکٹھے ہوتے ہیں تو غالب آ جاتے ہیں اور جب متفرق ہو جاتے ہیں تو کسی کو جانتے بھی نہیں، پھر ان کے احوال و مذاہب کے اختلاف پر غور کرو اور ان کے سرداروں کے اجتماع کو دیکھو، رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم بائیس سال تک مخلوق کو اللہ تعالٰی کی طرف دعوت دیتے رہے اور ان پر وحی نازل ہوتی تھی اور آپ اُسے اپنے اصحاب کو لکھواتے تھے اور وہ اُسے لکھتے اور مدون کرتے تھے اور اس کے ایک ایک لفظ کو جمع کرتے تھے اور معاویہؓ اس مدت کے دوران اللہ کے علم میں تھے پھر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے چند ماہ قبل اس سے لکھوایا، پس لوگوں نے اس کے ذکر کو بلند کیا اور اس کے مرتبہ کو بڑھایا اور اُسے کاتب وحی بنا دیا اور اس بات سے اُسے عظمت دی اور یہ بات اس کے ساتھ شامل کر دی اور دُوسروں سے چھین لی اور اُس کے

سوا دوسروں کے ذکر کو خیرباد کہہ دیا، اس بات کی اصل وہ عادت ہے جس پر ان کی پیدائش اور نشو و نما ہوئی ہے پس وہ بلوغ کے وقت بھی اسی عادت پر قائم رہتے ہیں اور عادت اپنا کام کر دکھاتی ہے اپنی حد کو پہنچ جاتی ہے اور عادت کے متعلق شعراء اور اہل درایت اور ادباء نے بہت کچھ کہا ہے ایک شاعر کہتا ہے ؎

"میری عزت کرنے کے بعد مجھے مبارک باد نہ دے کیونکہ عادت کا میلان بڑا سخت ہوتا ہے۔"

اور ایک دوسرا شاعر اپنے دوست کو عتاب کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ؎

"نفس کو کسی عادت کا چھڑانا، ٹھوس پتھر کے اُٹھانے سے بھی زیادہ مشکل ہے۔"

اور حکمائے عرب کہتے ہیں کہ عادت، حاجت سے بھی زیادہ کنٹرول رکھتی ہے۔

اور حکمائے عجم نے کہا ہے کہ عادت، طبیعت ثانیہ ہے اور ابو عقال کاتب نے عوام کے اخلاق کے متعلق ایک کتاب لکھی ہے جس میں وہ ان کے اخلاق و عادات اور طرز گفتگو کا ذکر کرتا ہے اور اس نے اس کا نام الملّہی رکھا ہے اور اگر مجھے طوالت کلام کی ناپسندیدگی اور اس کتاب میں اختصار سے تجاوز کا خیال نہ ہوتا تو میں عوام کی عجیب غریب باتوں اور اخلاق و افعال کا ذکر کرتا اور عادات میں لوگوں کے مراتب اور ان کے احوال کی نیرنگی کو بھی بیان کرتا۔

اب ہم پھر معاویہؓ کے حالات اور ان کی سیاست اور لوگوں نے جو ان کے اخلاق کی وسعت کو بیان کیا ہے اور جو ان پر نوازشات کی ہیں ان کے ذکر کی طرف آتے ہیں جن کی وجہ سے اس نے لوگوں کے دلوں کو کھینچا یہاں تک کہ انہوں نے اُسے اہل اور قرابتداروں پر بھی ترجیح دے دی۔

عقیلؓ بن ابی طالب اور معاویہؓ

ایک واقعہ یہ ہے کہ عقیلؓ بن ابی طالب، معاویہؓ کے پاس بخشش کی طلب اور ملاقات کے لیے گئے تو معاویہؓ نے انہیں خوش آمدید کہا اور کیونکہ عقیلؓ نے انہیں اپنے بھائی کے مقابلہ میں ترجیح دی اور انہیں زیادہ حلیم اور متحمل مزاج قرار دیا۔ معاویہؓ نے انہیں کہا اے ابو یزید! آپ نے علیؓ کو کیسے چھوڑا؟ انہوں نے جواب دیا:۔

میں نے انہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی پسندیدہ باتوں پر چھوڑا ہے اور تجھے میں نے ان باتوں میں مشغول پایا ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ناپسند ہیں۔ معاویہؓ نے انہیں کہا اگر آپ ہمارے صحن میں بخشش کی طلب اور ملاقات کی خاطر نہ آئے ہوتے تو میں تمہیں ایسا جواب دیتا جس سے تمہیں تکلیف محسوس ہوتی، پھر معاویہؓ نے اس خوف کی وجہ سے ان سے بات کرنا چھوڑ دیا کہ کہیں وہ ایسی بات نہ کر دیں جو انہیں سُبک کر دے اور وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر چلے گئے اور ان کی مہمان نوازی کا حکم دیا اور انہیں بہت سامال دیا دوسرے دن، آپ بیٹھے تو آپ نے عقیل کی طرف پیغام بھیجا وہ آئے تو آپ نے پوچھا اے ابویزید! آپ نے اپنے بھائی علیؓ کو کس حال میں چھوڑا ہے، انہوں نے جواب دیا میں نے انہیں اس حال میں چھوڑا ہے کہ وہ تمہاری نسبت اپنے لیے بہتر ہیں اور آپ ان کی نسبت میرے لیے بہتر ہیں، معاویہ نے انہیں کہا خدا کی قسم آپ شاعر کے اس شعر کے مصداق ہیں کہ ؎

"جب میں نے آل محرق کے فخر کو شمار کیا تو ان میں بزرگی بنی عتاب میں تھی۔"

پس بنی ہاشم میں سے بزرگی تجھ میں پائی جاتی ہے اے ابویزید گردشِ روزگار نے تجھ میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کی، عقیل نے کہا ؎

"جس جنگ کا تو ارتکاب کرنے والا ہے اس کے لیے صبر سے کام لے،

ضروری ہے کہ تو اس کے حمایتی سمیت اس میں داخل ہو۔"

اور اے ابن ابی سفیان خدا کی قسم تو ایک دوسرے شاعر کے شعر کا مصداق ہے ؎

"جب کسی دن ہوازن فخر کرتے ہوئے آتے ہیں تو میں ان پر آل مجاشع کے ذریعہ فخر کرتا ہوں جو اپنی چٹی غلاموں پر ڈال دیتے ہیں اور جنگ کے روز کھوپڑیوں پر تلواریں مارتے ہیں۔"

بنی صوحان کی تعریف

لیکن اے معاویہ جب بنو اُمیہ فخر کریں تو کس بات پر فخر کریں، معاویہ نے کہا۔ اے ابویزید میں نے تجھے خاموش رہنے کی قسم دی ہے، میں اس کام کے لیے نہیں بیٹھا، میرا مقصد یہ تھا کہ میں آپ سے حضرت علیؓ کے اصحاب کے متعلق پوچھوں کیونکہ آپ ان سے واقفیت رکھتے ہیں۔ عقیل نے کہا جو کچھ پوچھنا چاہتے ہو پوچھو، اس نے کہا

مجھے حضرت علی رضؓ کے اصحاب کی خوبیاں بتاؤ اور آلِ صوحان سے آغاز کرو کیونکہ وہ کلام کے ماہرین ہیں، اس نے کہا کہ صعصعہ بڑی شان والا اور تیز زبان اور سواروں کا سالار اور مدمقابل آنے والوں کا قاتل ہے جو بگڑی بات کو دُرست اور دُرست بات کو بگاڑ دیتا ہے اس کی نظیر کم ہی پائی جاتی ہے اور زید اور عبداللہ دونوں بہتے دریا ہیں جن میں کشتیاں ڈالی جاتی ہیں۔ اور ممالک کو ان سے مدد دی جاتی ہے اور وہ دونوں سنجیدہ آدمی ہیں اور بنو صوحان کی مثال شاعر کے اس شعر کی طرح ہے کہ سے

"جب دشمن مقابلہ میں آجاتا ہے تو میرے پاس ایسے شیر ہیں جو شیر دل جوانوں کو اُچک لیتے ہیں۔"

صعصعہ رضؓ کا عقیل رضؓ کو خط

عقیل کی باتیں صعصعہ کو معلوم ہوئیں تو اس نے انہیں لکھا:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

اللہ تعالےٰ کا ذکر سب سے بڑا ہے اور اسی کے ذریعہ فتح حاصل کرنے والے فتح کرتے ہیں اور تم دنیا اور آخرت کی چابیاں ہو، امابعد، آپ کے غلام نے آپ کی وہ گفتگو مجھ تک پہنچادی ہے جو آپ نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے دشمن کے ساتھ کی ہے پس میں نے اس بات پہ اللہ تعالےٰ کا شکریہ ادا کیا اور اس سے دُعا کی کہ وہ آپ کو بلند مقام سُرخ چھڑی اور سیاہ ستون عطا فرمائے وہ ستون ایسا ہے جو اس سے الگ ہوگا وہ روشن دین کو چھوڑ دے گا، اگر آپ کا نفس آپ کو معاویہ کے پاس طلب مال کے لیے لے گیا ہے تو آپ اس کی تمام خصلتوں کو جانتے ہیں پس محتاط رہیے کہ اس کی آگ آپ سے لپٹ کر آپ کو راہ سے بے راہ نہ کر دے، بلاشبہ اللہ تعالےٰ نے تم اہل بیت سے وہ چیز دُور کر دی ہے جو اس نے دوسرے لوگوں میں رکھی ہے پس جو بھی فضل و احسان ہے وہ تمہارے ذریعہ سے ہم تک پہنچتا ہے پس اللہ تعالےٰ نے تمہاری شان کو بڑا بنایا ہے اور تمہارے شرف کی حفاظت کی ہے اور تمہارے آثار کو لکھا ہے، کیونکہ تمہاری شان پسندیدہ اور تمہاری شرافت محفوظ اور تمہارے آثار سبقت کر جانے والے ہیں اور تم لوگ مخلوق کی طرف اللہ کی سیڑھی ہو اور اس کے راستہ کی طرف

وسیلہ ہو، تمہارے ہاتھ بلند اور چہرے روشن ہیں اور تم شاعر کے اس شعر کے مصداق ہو سہ

"پس جو بھلائی بھی انہوں نے کی ہے قبل ازیں ان کے آبا و اجداد ہی اس کے وارث ہوئے تھے اور نیزہ اپنے قریب والے ہی کو اگاتا ہے اور کھجوروں کو ان کے پیدا ہونے کی جگہ ہی بویا جاتا ہے۔"

حضرت علیؓ اور ان کے سرکردہ اصحابؓ کے درمیان گفتگو

ہیثم نے ابوسفیان عمرو بن یزید سے اور اس نے براء بن یزید سے اور اس نے محمد بن عبداللہ بن حارث طائی سے پھر بنی عفان کے ایک آدمی سے بیان کیا ہے وہ کہتا ہے کہ جب حضرت علیؓ جنگ جمل سے واپس آئے تو آپ نے اپنے دربان سے کہا کہ دروازے پر عرب کے کون سے سرکردہ لوگ ہیں؟ اس نے جن لوگوں کے نام لیے ان میں محمد بن عمیر ابن عطارد التیمی، احنف بن قیس اور صعصعہ بن صوحان العبدی بھی شامل تھے آپ نے فرمایا انہیں اجازت دو، انہوں نے اندر داخل ہو کر آپ کو سلامت خلافت کہا آپ نے انہیں فرمایا تم میرے نزدیک عرب کے سرکردہ لوگ اور میرے اصحابؓ کے سردار ہو مجھے اس سرکش جوان یعنی معاویہ کے متعلق کچھ بتاؤ پس اس کے بتانے نے انہیں آزمائش میں ڈال دیا، صعصعہ نے کہا کہ معاویہؓ کو خواہشات نے سرکش بنا دیا ہے اور دُنیا اُسے بہت پیاری ہے اور جوانوں کے قتل ہونے کی جگہوں کو وہ معمولی خیال کرتا ہے اور اس نے اپنی آخرت کو ان کی دنیا کے بدلے میں فروخت کر دیا ہے، پس اگر آپ اس کے متعلق مشورہ سے عمل کریں گے تو انشاء اللہ درست کام کریں گے اور اسے امیرالمومنین اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول کے طفیل اس کی توفیق مل جائے گی اور اس بارے میں مشورہ یہ ہے کہ آپ اپنا ایک جاسوس اور قابل اعتماد آدمی اپنا خط دے کر اس کی طرف بھیجیں جس میں اُسے اپنی بیعت کی دعوت دیں، اگر وہ اس بات کو قبول کر لے، تو اس کے لیے بھی وہ کچھ ہو گا جو آپ کے لیے ہے اور جو ذمہ داری آپ پر ہے وہی اس پہ ہو گی، اور اگر وہ قبول نہ کرے تو اس سے جہاد کریں اور اپنی موت تک خدا کے فیصلے کا انتظار کریں، حضرت علیؓ نے فرمایا اے صعصعہ! میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ

تم اپنے ہاتھوں سے اُسے خط لکھو اور اُسے معاویہ کے پاس پہنچاؤ اور خط کے آغاز میں تحذیر و تخویف سے کام لو اور اس کے بعد توبہ و انابت کرنے کی طرف توجہ دلائیں اور خط کا آغاز بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ، اللہ کے بندے علی امیر المومنین کی طرف سے معاویہ کی طرف ، کے الفاظ سے کرو اس کے بعد سلام لکھیں۔ پھر آپ نے جو کچھ مجھے بتایا ہے وہ لکھیں اور خط کا ہیڈنگ یہ آیت ہو "الا الی اللہ تصیر الامور" (ترجمہ: خبردار اللہ کی طرف تمام کام پھیرے جاتے ہیں (الشوریٰ۔ آیت ۵۳) صعصعہ نے کہا مجھے اس کام سے معاف فرمائیے آپ نے فرمایا میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ تجھے یہ کام ضرور کرنا پڑے گا ، اس نے کہا ، میں کروں گا ، پس وہ خط لے کر اور تیاری کرکے دمشق چلا گیا اور معاویہ کے دروازے پر پہنچ گیا اور دربان سے کہنے لگا۔ امیر المومنین علی بن ابی طالب کے ایلچی کے لیے اجازت طلب کر اور دروازے میں بنی اُمیہ کا از دحام کھڑا تھا اس کے اس قول کی وجہ سے کہ "اتقتلون رجلاً ان یقول ربی اللہ" (ترجمہ: کیا تم ایسے شخص کو قتل کرتے ہو جو کہتا ہے میرا رب اللہ ہے (المومنون آیت ۲۸) لوگ اس کو تھپڑ اور جوتے مارنے لگے اور بہت شوروغل پڑ گیا ، معاویہ کو خبر پہنچی تو انہوں نے لوگوں کو منتشر کرنے کے لیے آدمی بھیجا جب وہ لوگ منتشر ہوگئے پھر انہیں اندر آنے کی اجازت دی اور ان سے پوچھا یہ کون شخص ہے انہوں نے کہا یہ ایک عربی ہے جسے صعصعہ بن صوحان کہتے ہیں اور اس کے پاس حضرت علی رضؓ کا ایک خط بھی ہے معاویہ نے کہا خدا کی قسم مجھے اس کے متعلق اطلاعات مل چکی ہیں یہ حضرت علی رضؓ کا ایک تیر اور عرب کا ایک خطیب ہے اور میں اس کی ملاقات کا بہت مشتاق تھا ، اے غلام اُسے اندر آنے کی اجازت دو۔ اس نے اندر داخل ہوتے ہی کہا اے ابن ابی سفیان تجھے سلام ہو یہ امیر المومنین کا خط ہے معاویہ رضؓ نے کہا ، اگر جاہلیت یا اسلام میں ایلچی قتل کیے جاتے تو میں تجھے ضرور قتل کر دیتا۔ (کہ تو علی رضؓ کو امیر المومنین کہتا ہے) پھر معاویہ رضؓ نے گفتگو میں اس سے تکرار کیا تاکہ اس کی طبیعت معلوم ہو اور یہ اندازہ لگانا چاہا کہ وہ یہ باتیں طبعاً کر رہا ہے یا تکلفاً۔ معاویہ رضؓ نے پوچھا تو کس قبیلے سے ہے اس نے کہا نزار سے ، اس نے کہا نزار قبیلہ کیسا ہے؟ اس نے جواب دیا جب وہ جنگ کرتا ہے تو اوندھا کر دیتا ہے اور جب مڈبھیڑ کرتا ہے تو پھاڑ دیتا ہے اور جب واپس لوٹتا ہے تو محفوظ رہتا ہے اس نے پوچھا تو کس کی اولاد سے ہے اس نے

جواب دیا ربیعہ کی اولاد سے، اس نے پوچھا ربیعہ کیسا تھا اس نے کہا وہ لمبے پرتلے والا
تھا اور غلاموں کی پرورش کرتا تھا اور قطعہ ہائے زمین میں عمارتیں بناتا تھا، اس نے پوچھا
تو اس کے کس لڑکے کی اولاد سے ہے؟ اس نے کہا جدیلہ کی اولاد سے، اس نے پوچھا
جدیلہ کیسا تھا، اس نے کہا وہ جنگ میں شمشیر بُراں اور اچھے کاموں میں فائدہ بخش بارش
اور مڈ بھیڑ میں روشن شعلہ تھا اس نے پوچھا تو اس کی کس اولاد سے ہے اس نے کہا عبد القیس
کی اولاد سے، اس نے پوچھا عبد القیس کیسا تھا اس نے کہا وہ بہت داد و دہش کرنے والا اور
سفید رُو تھا اور اپنے مہمان کو جو کچھ اس کے پاس ہوتا تھا دے دیتا تھا اور جو چیز کھو جائے
اس کے متعلق پوچھتا تک نہ تھا وہ بہت شور بے والا اور پاکیزہ اصل والا تھا اور لوگوں کے
لیے وہ آسمانی بارش کی طرح تھا، معاویہ نے کہا اے ابن صوحان تیرا بُرا ہو تو نے قریش کے
اس قبیلے کے لیے کوئی بزرگی اور فخر کی بات نہیں چھوڑی اس نے جواب دیا بے شک اے
ابن ابی سفیان خدا کی قسم میں نے ان کے لیے وہ چیزیں چھوڑی ہیں جو انہی کے مناسب حال
ہیں۔ میں نے ان کے لیے سرخ و سفید، زرد اور گہرا زرد اور تخت اور منبر اور محشر تک حکومت
چھوڑی ہے اور ایسا کیوں نہ ہو وہ زمین میں اللہ کے مینار اور آسمان میں اس کے ستارے
ہیں، پس معاویہ خوش ہو گیا اور خیال کرنے لگا کہ اس کا یہ کلام سب قریش کے لیے ہے
اس نے کہا اے ابن صوحان تو نے سچ کہا ہے اور یہ بات ایسے ہی ہے، پس صعصعہ نے
بھی اس کی مراد کو سمجھ لیا اور کہا کہ تیرے اور تیری قوم کے لیے اس میں کچھ نہیں تم اس سبزہ زار
سے دُور ہو جسے کسی نے چرا ہو اور تم میٹھے پانی سے بھی بالا ہو، اس نے کہا اے ابن صوحان
تو ہلاک ہو ایسا کیوں ہے؟ اس نے جواب دیا؛ ہلاکت دوزخیوں کے لیے ہے، یہ بنی ہاشم
کی بات ہے، معاویہ نے کہا کھڑے ہو جاؤ پھر انہوں نے اُسے نکال دیا تو صعصعہ نے
کہا، تجھ سے سچ اُچٹ جاتا ہے مگر وعید نہیں اُچٹتی، گفتگو سے قبل جھگڑا کس نے کیا؟
معاویہؓ نے کہا کسی بات کی وجہ سے اس کی قوم نے اُسے سردار نہیں بنایا، خدا کی قسم میں
چاہتا ہوں کہ میں اس کی صلب سے ہوتا پھر اس نے بنی اُمیہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا، مردوں
کو ایسے ہونا چاہیے۔

حضرت علیؓ کے اصحاب کی ایک جماعت اور معاویہؓ

منصور بن وحشی نے ابو الفیاض

عبداللہ بن محمد ہاشمی سے، اس نے ولید بن بختری العبدی سے اس نے حارث بن مسمار البہرانی سے بیان کیا وہ کہتا تھا کہ معاویہ نے صعصعہ بن صوحان العبدی اور عبداللہ بن الکواء الیشکری اور حضرت علیؓ کے اصحاب میں سے کچھ آدمیوں کو، قریش کے کچھ آدمیوں کے ساتھ قید کر دیا ایک روز معاویہؓ نے ان کے پاس جا کر کہا کہ میں تم کو اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں اور تم سچ سچ بیان کرنا کہ تم نے مجھے کیسا خلیفہ پایا ہے، ابن الکواء نے کہا اگر تو نے ہمیں قسم نہ دی ہوتی تو ہم کچھ نہ کہتے کیونکہ تو بڑا سرکش اور مخالف آدمی ہے جو نیک لوگوں کے قتل کرنے میں بھی خدا تعالےٰ کا لحاظ نہیں رکھتا لیکن ہم کہتے ہیں کہ ہمارے علم کے مطابق تو نے دنیا کو وسیع اور آخرت کو تنگ کر لیا ہے تو مٹی کے قریب اور سبزہ زار سے دور ہے، تو تاریکی کو نور اور نور کو تاریکی بنا دیتا ہے، معاویہؓ نے کہا بلاشبہ اللہ تعالےٰ نے شامیوں کو حکومت سے نوازا ہے جو اس کے حریم کی حفاظت کرتے ہیں اور اس کے محارم کو چھوڑ دیتے ہیں اور وہ عراقیوں کی طرح نہیں جو محارم الٰہیہ کی بے حرمتی کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال اور حلال کو حرام بنا دیتے ہیں، عبداللہ بن الکواء نے کہا اے ابن ابی سفیان ہر بات کا جواب دیا جا سکتا ہے لیکن ہم تیری طاقت سے ڈرتے ہیں پس اگر تو ہماری زبانوں کو آزادی دے تو ہم تیز زبانوں کے ساتھ اہل عراق کا دفاع کریں گے اور انہیں اللہ کی راہ میں کسی ملامت گر کی ملامت کا خوف نہ ہو گا ورنہ ہم صبر کیے بیٹھے ہیں یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ فیصلہ کرے اور ہمیں کشائش دے معاویہ نے کہا خدا کی قسم تمہاری زبان کو آزادی نہیں دی جائے گی پھر صعصعہ نے گفتگو کی اور کہا اے ابن ابی سفیان! تو نے خوب گفتگو کی ہے اور کسی قسم کی کوتاہی سے کام نہیں لیا، لیکن بات یوں نہیں جیسے آپ نے بیان کی ہے وہ شخص کیسے خلیفہ ہو سکتا ہے جو زبردستی لوگوں پر بادشاہ بن بیٹھے اور تکبر سے انہیں اپنا مطیع بنائے اور کذب و مکر سے ناجائز ذرائع سے غالب آئے، خدا کی قسم جنگِ بدر کے روز نہ تیرا کوئی خیمہ تھا اور نہ نشانہ، اور تو اس میں ایسا ہی تھا جیسا کسی نے کہا ہے کہ "نہ میرا وہاں اترنا تھا نہ چلنا۔" اور تو اور تیرا باپ ان لوگوں کے قافلے میں تھے جنہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر چڑھائی کی تھی اور تو آزاد کردہ آدمی کا آزاد بیٹا ہے، تمہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آزاد کیا تھا۔ ایک آزاد کردہ آدمی کو خلافت کہاں زیب دیتی ہے،

معاویہ نے کہا اگر میں نے ابی طالب کے قول "کہ میں نے ان کی جہالت کا مقابلہ حلم اور بخشش سے کیا اور قدرت کے ہوتے ہوئے معاف کرنا سخاوت کی ایک قسم ہے۔" کی طرف رجوع نہ کیا ہوتا تو میں تمہیں قتل کر دیتا۔

معاویہؓ کے پاس صعصعہؓ بن صوحان کا مختلف ممالک کے لوگوں کی تعریف کرنا

ابو جعفر محمد بن حبیب نے بیان کیا ہے کہ ہمیں ابو الهیثم یزید بن رجاء الغنوی نے بتایا کہ ہمیں ولید بن بختری نے اپنے باپ اور اس نے ابن مردوع کلبی سے بیان کیا وہ کہتا تھا کہ صعصعہ بن صوحان العبدی معاویہ کے پاس گیا تو اس نے اُسے کہا اے ابن صوحان تو عربوں اور ان کے حالات سے خوب باخبر ہے، مجھے اہل بصرہ کے متعلق بتاؤ اور ایک قوم کو دوسری قوم کے خلاف بھڑکانے سے باز رہو، اس نے کہا بصرہ، عربوں کا سب سے اچھا شہر اور شرف و سرداری کا منتہا ہے اور وہاں کے لوگ سب سے پہلی آباد کاری کی مقبوضہ زمین کے مالک ہیں اور عربوں کے سردار ان کے ساتھ اس طرح گھومے ہیں جیسے چکی اپنے محور کے گرد گھومتی ہے، اس نے پوچھا کوفیوں کے متعلق بتاؤ اس نے کہا وہ اسلام کے گنبد، کلام کی چوٹی اور علمبرداروں کے خیال و گمان کی جگہ ہیں، مگر وہاں کچھ بے وقوف بھی ہیں جو صاحبان امر کی اطاعت سے رو کتے ہیں اور انہیں جماعت سے نکالتے ہیں حالانکہ یہ اخلاق عاجزوں کے ہیں اس نے پوچھا مجھے اہل حجاز کے متعلق بتاؤ، اس نے کہا کہ یہ فتنہ کی طرف جاتے ہیں سب لوگوں سے زیادہ تیز اور اُسے دُور کرنے میں سب سے زیادہ کمزور اور سب سے کم کام آنے والے ہیں، مگر دین میں ثابت قدم ہیں اور یقین کے کڑے کو مضبوطی سے پکڑنے والے ہیں اور نیک ائمہ کی اتباع کرتے ہیں اور فاسقوں فاجروں سے الگ رہتے ہیں معاویہ نے پوچھا فاسق اور فاجر کون ہیں، اس نے بے دھڑک ہو کر کہا اے ابن ابی سفیان علی اور اس کے اصحاب نیک ائمہ میں سے ہیں اور تو اور تیرے اصحاب فاسق و فاجر ہیں پھر معاویہ میں غضب کے آثار پیدا ہو گئے لیکن اس نے چاہا کہ صعصعہ اپنی گفتگو کو جاری رکھے اس نے پوچھا کہ مجھے دیارِ مضر کے سرخ گنبد کے متعلق بتاؤ۔ اس نے کہا مضر کا شیر تسلان، دو جھنگیوں کے درمیان ہے جب وہ اسے بھیجتے ہیں تو وہ شکار کرتا

ہے اور جب اسے چھوڑتے ہیں تو وہ محفوظ ہو جاتا ہے، معاویہ نے کہا اے ابن صوحان وہاں العز الراعی بھی ہے، کہا تیری قوم میں کوئی اس جیسا ہے اس نے کہا وہ اپنے اہل کے لیے ہے اے ابن ابی سفیان بس کر، اور جو کسی قوم سے محبت کرتا ہے اس کا حشر ان کے ساتھ ہوگا، اس نے پوچھا مجھے دیار ربیعہ کے متعلق بتاؤ لیکن تجھے جہالت اور اپنی قوم کے متعلق تعصب شک نہ کر دے اس نے کہا خدا کی قسم وہ رات کے مینار ہیں اور دین کی دم ہیں اور جب ان کا جھنڈا مضبوطی سے قائم ہو جائے تو کبھی ان پر غالب نہیں آسکتی وہ دین کے باغی اور یقین و شک کی درمیانی حالت میں ہیں وہ جس کی مدد کریں وہ کامیاب ہو جاتا ہے اور جس کی مدد ترک کر دیں وہ پھسل جاتا ہے اس نے پوچھا مجھے مضر کے متعلق بتاؤ اس نے کہا وہ عربوں کا ترکش عزت اور حسب کی کان ہے، اس کے ذریعہ سمندر اپنی موجوں کو اور خشکی اپنی ردی چیزوں کو پھینکتی ہے، پھر معاویہ خاموش ہو گیا تو صعصعہ نے کہا، معاویہ پوچھو، ورنہ میں تمہیں وہ بات بتاؤں گا جس سے تو کنارہ کشی کر رہا ہے اس نے پوچھا اے ابن صوحان وہ کیا بات ہے؟ اس نے کہا، اہل شام کی بات، اس نے کہا مجھے ان کے متعلق بتاؤ اس نے کہا سب لوگوں سے زیادہ مخلوق کے فرمانبردار اور خالق کے نافرمان، جبار خدا کے نافرمان اور اشرار کے جانشین، پس ان پر ہلاکت ہے اور ان کا ٹھکانہ برا ہے، معاویہ نے کہا اے ابن صوحان خدا کی قسم تو نے مدت سے اپنی چھری اٹھائی ہوئی ہے (اپنے قتل کو دعوت دیتا پھرتا ہے) مگر ابن ابی سفیان کا حلم اسے تجھ سے باز رکھتا ہے۔ صعصعہ نے کہا بلکہ اللہ تعالیٰ کا امر اور اس کی قدرت باز رکھتی رہی ہے اور امر الٰہی مقدر ہو چکا ہے۔

صعصعہ، معاویہ کے حضور

ابو الہیثم بیان کرتا ہے کہ مجھے ابو البشیر محمد بن بشر الفزاری نے ابراہیم بن عقیل بصری سے بتایا، وہ کہتا ہے کہ ایک دن معاویہ نے کہا جب کہ اس کے پاس صعصعہ بھی موجود تھا جو ان کے ہاں حضرت علی رض کا خط لے کر آیا تھا اور دیگر بڑے بڑے لوگ بھی موجود تھے، کہ زمین اللہ تعالیٰ کی ہے اور میں اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہوں پس میں جو چیز اللہ کے مال سے لے لوں وہ میری ہے اور جو چھوڑ دوں وہ میرے لیے جائز ہے، صعصعہ نے کہا ؎

"اے معاویہ! تیرا نفس تجھے جہالت سے آرزوئیں دلاتا ہے تو گنہ گار نہ بن۔"

معاویہ نے کہا اے صعصعہ! تو نے بات کرنا سیکھا ہے، اس نے کہا علم سیکھنے سے آتا ہے اور جو علم نہیں رکھتا وہ جاہل رہتا ہے معاویہ نے کہا مجھے اس امر کی بہت ضرورت ہے کہ تجھے تیرے بڑے انجام کا مزا چکھاؤں، اس نے کہا یہ بات تیرے ہاتھ میں نہیں یہ بات اس ہستی کے ہاتھ میں ہے کہ جب کسی نفس کا وقت مقرر آجاتا ہے تو وہ اُسے پیچھے نہیں کرتا، اس نے پوچھا میرے اور تیرے درمیان کون حائل ہو سکتا ہے اس نے کہا جو بندے اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے، معاویہ نے کہا، کلام کے لیے اپنے پیٹ کو اتنا وسیع کرو جیسے جَو کے لیے اُونٹ کا پیٹ وسیع ہوتا ہے اس نے کہا، اس کا پیٹ وسیع کر جو سیر نہ ہوتا ہو اور اس پر بددُعا کر جو موافقت نہ کرتا ہو۔

صعصعہ کے واقعات

مسعودی بیان کرتا ہے کہ صعصعہ بن صوحان کے واقعات بہت شان دار ہیں اور اس کا کلام ایجاز و اختصار کے باوجود نہایت فصیح و بلیغ ہے اس کا ایک واقعہ عبداللہؓ بن عباسؓ کے ساتھ ہے جسے المدائنی نے زید بن طلیح ذہلی شیبانی سے بیان کیا ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے صعصعہ بن صوحان کو سُنا۔ اس سے ابن عباسؓ نے سوال کیا کہ تم میں سرداری کس چیز کا نام ہے؟ اس نے جواب دیا کھانا کھلانے، نرم گفتگو کرنے، بخشش کرنے اور اپنے آپ کو سوال سے بچانے اور چھوٹے بڑے سے محبت کرنے کو، نیز یہ کہ سب لوگ تیرے نزدیک برابر ہوں۔ اس نے پوچھا مروّت کیا ہے؟ اس نے جواب دیا (سیادت و مروّت) دو بھائی ہیں تو اگر انہیں سختی پیش آئے تو ان کا نگران کم ہوگا اور ان کا ساتھی بڑا ہوتا ہے وہ دونوں پاکیزگی اور دیانت کے ساتھ حفاظت کے محتاج ہیں اس نے پوچھا کیا اس بارے میں تجھے کوئی شعر یاد ہے اس نے جواب دیا ہاں، کیا تو نے مرہ بن ذہل بن شیبان کے اشعار نہیں سُنے وہ کہتا ہے ؎

"سیادت اور مروّت آسمان میں سماک اعزل (ستارے کا نام ہے) سے معلق ہیں، اور جب دو دوڑنے والے کسی مقصد کے لیے دوڑتے ہیں تو کمینہ لغزش کھا جاتا ہے۔ اور اس کی ٹانگیں جواب دے جاتی ہیں اور خالص گھوڑا اصیل گھوڑوں کے ساتھ بار بار آتا ہے مگر کانپنے والا گھوڑا نہیں آتا۔"

ابن عباسؓ نے اُسے کہا، اگر کوئی آدمی اپنے اُونٹ کو مغرب و مشرق کی طرف لے جاتے ہوئے ان اشعار سے فائدہ اُٹھانے کے لیے اس کی بغلوں میں مارے تو میں اُسے

ڈانٹ نہیں پلاؤں گا۔ اے ابن صوحان ہمیں عرب کے ناپید ہو جانے والے واقعات کے متعلق تجھ سے زیادہ علم و حکمت اور استنباط حاصل ہے، تم میں حکیم کسے کہتے ہیں، اس نے جواب دیا جو جلد بازی نہ کرے اور اپنے غصے پر کنٹرول رکھے اور اس کے پاس جو جھوٹی یا سچی چغلی کی جائے اُسے قبول نہ کرے اور اپنے باپ اور بھائی کے قاتل کو پائے تو اس سے درگزر کرے اور اُسے قتل نہ کرے اے ابن عباس ایسا شخص حکیم ہے انہوں نے پوچھا کیا ایسے لوگ تم میں بہت ہیں؟ اس نے جواب دیا تھوڑے بھی نہیں ہیں، میں نے تجھے ان لوگوں کے حالات بتائے ہیں جنہیں تو خشوع کرتے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے اور اس کی رضا طلب کرتے اور بخشش کرتے اور کچھ نہ لیتے پائے گا اور دُوسرے لوگوں کا حال یہ ہے کہ ان کی جہالت ان کے حلم سے آگے بڑھ گئی ہے اور ان میں سے جب کوئی آدمی اپنے خواہش کے حصول میں کامیاب ہو جاتا ہے تو وہ غصے کے وقت کسی کی پرواہ نہیں کرتا اور اگر اس کا باپ اس سے کینہ رکھے تو وہ اپنے باپ کو قتل کر دے گا اور اگر اس کا بھائی کینہ رکھے تو وہ اپنے بھائی کو قتل کر دے گا، کیا تو نے زبان بن عمرو بن زبان کا قول نہیں سُنا اور وہ یہ ہے کہ اس کے باپ عمرو کو مالک بن کومہ نے قتل کر دیا پس زبان ایک عرصہ تک ٹھہرا رہا پھر اس نے مالک سے جنگ کی اور صبح کے وقت دو سو سواروں کے ساتھ اس کے پاس آیا اور ان کے چالیس گھر تھے پس اس نے اُسے قتل کر دیا اور ان کے دوستوں اور چچا کو بھی قتل کر دیا۔ کہتے ہیں کہ اس نے اپنے بھائی کو بھی قتل کر دیا تھا کیونکہ وہ ان کے پڑوس میں رہتا تھا، زبان سے پوچھا گیا کہ تو نے ہمارے دوست کو قتل کر دیا ہے تو اس نے کہا ؎

"اگر میں وہاں پر اپنی ماں کو بھی پاتا جہاں وہ موجود تھے تو اس کے کپڑوں کو بھی خون سے رنگ دیتا اور اگر امیر عمرو کی بہن ہوتی اس پانی پر وہ بلند آواز سے روتی، میں نے قریبیوں میں تلوار کو سونتا، اور دلوں نے ہمارے تعلقات پر رحم نہیں کھایا۔"

ابن عباس نے اُس سے کہا تم میں شہسوار کسے کہتے ہیں؟ اے ابن صوحان، تو چیزوں کو ان کا صحیح مقام دیتا ہے میں تجھ سے اس کی تعریف سُننا چاہتا ہوں، اس نے جواب دیا، شہسوار وہ ہے جس کے دل میں اس کی مدت تھوڑی ہو اور وہ اپنی اُمید کو اپنی ڈاڑھ سے کاٹ دے، شہسوار وہ ہے جب جنگ بھڑک اُٹھے اور دلوں میں بے چینی بڑھ جائے

اور جوان ایک دوسرے کو مقابلہ کے لیے بلائیں اور ایک دوسرے پر حملہ کریں اور جانوں کو اُچک لیں اور چمپٹنے والی تلواروں کے ساتھ گھس جائیں تو جنگ اس پر گذشتہ کل سے بھی زیادہ آسان ہو۔ ابن عباس نے کہا اے ابن صوحان خدا کی قسم تو نے بہت اچھا بیان کیا ہے تو ان کریم لوگوں کی اولاد ہے جو خطیب اور فصیح تھے۔ تو نے کسی کلالہ سے یہ وراثت حاصل نہیں کی، مجھے اور کچھ بتائیے، اس نے کہا بہت اچھا، شہسوار بہت محتاط اور نظر کو گھمانے والا ہوتا ہے اور وہ اپنے دل سے متوجہ ہوتا ہے اور وہ اپنی پشت کے محفوظ مقامات کو گردش نہیں دیتا، ابن عباس نے کہا اے ابن صوحان قسم بخدا تو نے بہت اچھی تعریف کی ہے، کیا اس قسم کے کچھ اشعار بھی ہیں اس نے کہا ہاں، زہیر بن خباب کلبی اپنے بیٹے عمرو کے مرثیے میں کہتا ہے ؎

"وہ ایسا شہسوار تھا کہ جو تلوار سے اپنے اصحاب کی حفاظت کرتا تھا اور آگ کی طرح گزر جاتا تھا، اور اُسے تو میدانِ وفا میں غافل نہ پائے گا اور نہ ہی گھمسان کے رن میں، جو اُسے دیکھتا ہے اُسے جنگ میں ہی خیال کرتا ہے اس نے اس رستے کو کھول دیا جو بند تھا۔"

ابن عباس رضؓ نے اُسے کہا اے ابن صوحان تیرے دونوں بھائی کیسے ہیں ؟ مجھے ان کا کچھ حال بتاؤ تاکہ میں تمہارا اندازہ کروں، اس نے کہا زید تو اخو غنی کے ان اشعار کا مصداق ہے کہ ؎

"وہ ایسا جوان ہے کہ جب اچھے لوگوں کی حاجات پوری کر دیتا ہے تو اس کے چہرے میں کوئی تبدیلی نہیں آتی، اور جب لوگ اُسے دیکھتے ہیں تو وہ تحفظ اختیار کر لیتے ہیں اور جب وہ نزدیک ہو تو بے ہودہ بات نہیں کرتے، وہ سخاوت کا حلیف ہے، سخاوت اُسے بلاتی ہے تو وہ اُسے جواب دیتا ہے اور وہ سخاوت کو بلاتا ہے تو وہ اُسے جواب دیتی ہے اے ام عمرو! سخاوت اس کے پہلو کے ساتھ اس وقت بھی شب بسر ہوتی ہے جب بہترین اونٹنیوں میں دودھ نہیں رہتا، اور جب وہ خاندان کے گھروں میں نہ ہو تو وہ بیابان معلوم ہوتے ہیں جیسے وہاں کوئی آدمی موجود نہیں ہوتا۔"

خدا کی قسم اے ابن عباسؓ وہ عظیم مروت والا شریفانہ اخوت والا اور بڑی اہمیت والا اور پھرتیلا اور صحرائی زندگی سے مالوس اور صاف دل اور زمانے کے وساوس کو بہت کم خاطر میں لاتا تھا اور رات دن کو یاد الٰہی کرنے والا تھا، بھوک اور سیری اس کے نزدیک برابر تھیں وہ دنیا سے بے رغبت تھا اور اس کے اصحاب میں سے کوئی کم ہی تھا جو دنیا سے رغبت رکھتا ہو، وہ دیر تک خاموشی اختیار کیے رکھتا اور بات کو یاد رکھنے والا تھا، گفتگو کرتا تو لوگوں کی زبانیں بند کر دیتا، اشرار اور خبیث آدمی اس سے بھاگتے تھے اور نیک آدمی اس سے اُلفت کرتے، ابن عباسؓ نے کہا جنتی آدمی کے متعلق تیرا کیا خیال ہے اللہ تعالیٰ زید پر رحم کرے، عبداللہؓ کو اس سے کیا نسبت تھی، اس نے کہا عبداللہ ایک بہادر سردار تھا اس سے لوگ محبت کرتے تھے اور وہ لوگوں کا مطاع تھا اس کی نیکی وسیع تھی اور اس کی جنگ دفاعی تھی، دل کا نرم اور پھرتیلا تھا جو وہ ارادہ کر لیتا اُس سے اُسے کوئی روک نہ سکتا۔ جس کام کے پیچھے پڑ جاتا اُسے کر کے چھوڑتا وہ مہمان نوازی پر خرچ کرنے والا تھا اور اس کا مطیع کرنا مشکل تھا بہت مہمان نواز، بھائیوں کا بھائی اور جوانوں کا جوان تھا اور وہ البرجمی عامر بن سنان کے اشعار کا مصداق تھا ؎

"وہ عدی کا نیز رد پرندہ تھا جو اس پر تیر اندازی کرتا وہ اُسے تیروں سے ڈھیر کر دیتا تھا اور تلوار اور ردینی نیزے سے تباہی مچا دیتا تھا، وہ ہیبت ناک اور بخشش کے لیے مفید اور سخاوت اور اچھے کاموں کا عادی اور تجربہ کار تھا۔"

ابن عباسؓ نے فرمایا ابن صوحان! تو عربوں کے علوم کا ماہر ہے۔

صعصعہ کا ایک اور واقعہ

اور صعصعہ کے واقعات میں سے ایک واقعہ یہ بھی ہے جسے ابوجعفر محمد بن حبیب ہاشمی نے ابی الہیثم یزید بن رجاء الغنوی سے بیان کیا ہے، وہ کہتا ہے کہ بنو فزارہ کے ایک آدمی اور نیز بنی عدی کے ایک آدمی نے مجھے بتایا کہ بنی فزارہ کے ایک آدمی نے صعصعہ کو دیکھا تو اس نے اُسے کہا، اے ابن صوحان تو نے لوگوں پر اپنی زبان دراز کر لی ہے کہ وہ تجھ سے ڈر جائیں اور اگر تو چاہے تو میں تیرے ساتھ ایسا چپک جاؤں کہ تو جب بھی

بات کرے میں تجھے ایسی زبان کے ساتھ روک دوں جو تلوار کی دھار سے بھی زیادہ تیز ہو پھر تو نہ ٹھہر سکے گا اور نہ چل سکے گا، صعصعہ نے کہا اگر میں تجھ سے ڈر محسوس کرتا تو تجھے تیر مارتا بلکہ میں تو ایک پرچھائی کے سوا کوئی چیز نہیں دیکھ رہا ہاں ایک سراب کی طرح کی کوئی چیز دیکھ رہا ہوں جسے پیاسا پانی خیال کرتا ہے اور جب اس کے قریب آتا ہے تو اُسے کچھ بھی نہیں ملتا، اگر تو میرا اہم پایہ ہوتا تو میں تیری حاصل کردہ چیزوں کو نیزے سے بھی تیز چیز کے ساتھ مارتا اور ایسے تیروں سے تجھے مارتا جو تجھے مقابلہ سے روک دیتے اور تجھے ایسی نکیل ڈالتا جو تجھے لگام کی جگہ چھلّہ ڈال دیتی۔ پس اس نے ابن عباسؓ سے گفتگو جاری رکھی۔ تو آپ فزاری کے متعلق باتیں سُن کر ہنس پڑے اور کہا کہ اگر فزاری نے اپنے آپ کو بلند پہاڑوں سے چٹانوں کو اُٹھا کر نشیب میں لانے کا مکلف کیا تو عبدالقیس کے بھائی کے ساتھ جھگڑا کرنے کی نسبت یہ کام زیادہ آسان ہوگا، اس کا باپ ناکام ہو کہ وہ کس قدر جاہل ہے وہ عبدالقیس کے بھائی کو جاہل خیال کرتا ہے اُسے مستقل مزاجی نے قوی بنا دیا ہے پھر آپ نے مثال کے طور پر کہا ؎

"تجھ پر جو مصائب پڑے ہیں اور کسی اُمت پر نہیں پڑے، بدبختی بدبختوں پر ہی پڑتی ہے۔"

ابوایوّب اور صعصعہ

المبرد نے ریاشی سے اور اس نے ربیعہ بن عبداللہ نمیری سے بیان کیا ہے وہ کہتا ہے کہ مجھے ایک ازدی نے بتایا کہ میں نے جنگ نہروان کے روز حضرت ابوایوب انصاری کو دیکھا کہ آپ عبداللہ بن وہب راسبی پر سوار ہیں، آپ نے اس کے کندھے پر تلوار ماری تو اس کا ہاتھ الگ کر دیا اور کہا اے خارجی اسے دوزخ میں لے جا عبداللہ نے کہا عنقریب تجھے پتہ چل جائے گا کہ کون آگ میں جانے کا زیادہ مستحق ہے، انہوں نے کہا تیرے باپ کی قسم میں بہتر جانتا ہوں، اتنے میں صعصعہ بن صوحان آکر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا خدا کی قسم آگ میں داخل ہونے کا زیادہ مستحق وہ ہے جو دنیا میں اندھا ہو کر گمراہ ہو گیا اور آخرت کی طرف بدبخت ہو کر گیا۔ اللہ تعالیٰ تجھے ہلاک اور برباد کرے۔ خدا کی قسم میں نے کل تجھے اس بچھڑنے کے بارے میں انتباہ کیا تھا اور تُو نے ایڑیوں کے بل پھرتے ہوئے انکار کیا تھا اے خارجی اپنے انجام کا مزا چکھ اور اس نے ابوایوب کو اس کے قتل میں شریک کیا۔ آپ نے

اُسے ایک تلوار کی ضرب لگائی اور اس کی ٹانگ الگ کر دی اور دوسری اس کے پیٹ میں گھسیڑ دی اور کہا اب تو اس آگ کی طرف گیا ہے جو سرد نہ ہوگی اور نہ اس کی جلن کم ہوگی پھر ان دونوں نے اس کا سر کاٹا اور اُسے حضرت علی رضؓ کے پاس لائے اور کہنے لگے کہ یہ عبداللہ بن وہب فاسق، عہد شکن اور خارجی کا سر ہے۔ آپ نے اس کی طرف دیکھا اور چیں بر جبیں ہو کر کہا یہ چہرہ سیاہ ہو جائے، ہمیں خیال ہوا کہ آپ رو رہے ہیں پھر کہنے لگے کہ راسب کتاب اللہ کا حافظ اور حدود الٰہی کا تارک تھا پھر ان دونوں سے کہا مجھے وہ پستانوں والا آدمی تلاش کر دو، انہوں نے تلاش کی مگر وہ نہ ملا اور انہوں نے واپس آکر کہا ہمیں اب کچھ نشان نہیں ملا آپ نے کہا خدا کی قسم وہ آج ہی قتل ہوا ہے اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے جھوٹ کہا ہے اور نہ ہی میں نے آپ پر افتراء کیا ہے سب مل کر اُسے تلاش کرو تو آپ کے اصحاب میں سے ایک جماعت اُٹھی اور اس نے مقتولوں میں بکھر کر انہیں دیکھا تو انہیں ایک ایسی جگہ پر اس کی لاش مل گئی جس کی روئیدگی ابھی نمایاں نہ ہوئی تھی، اس کے اوپر ایک سو کے قریب مقتول پڑے ہوئے تھے پس انہوں نے اُسے نکالا اور اُسے ٹانگ سے پکڑ کر گھسیٹ کر حضرت علی رضؓ کے پاس لے آئے آپ نے کہا گواہ رہنا کہ یہ پستانوں والا ہے (پستانوں والے کے حالات اس کتاب میں پہلے بیان ہو چکے ہیں)

ربیعہ کے متعلق حضرت علیؓ کا قول

ربیعہ کے متعلق حضرت علی رضؓ کا مدحیہ کلام بہت سا ہے آپ نے نظم و نثر میں ان کے مرثیے کہے ہیں، وہ آپ کے انصار اور مضبوط سہارے تھے آپ نے جنگِ صفین میں کہا ہے

"اور سیاہ عَلم کس کے لیے تھا جس کا سایہ لہرا رہا تھا اور جب حصین کو کہا گیا کہ اس عَلم کو لے کر بڑھو تو وہ آگے بڑھ گیا اور اُسے لے کر صف میں گھس گیا یہاں تک کہ اس نے اُسے موت کے حوضوں سے دو دفعہ سیراب کیا اور اس سے موت اور خون ٹپک رہا تھا، اللہ تعالیٰ اس قوم کو جزا دے جو اس کی ملاقات کی خاطر موت کے پاس آگے بڑھ بڑھ کر لڑے، جب لوگوں کی آوازیں غم کا اظہار کر رہی تھیں تو اس کے حالات و واقعات اور خصائل و عادات کیسے اچھے ہوتے تھے اور وہ کس قدر معزز اور کریم آدمی تھا میری

مراد ربیعہ سے ہے جب وہ بے شمار لشکر سے جنگ کرتے ہیں تو وہ بہت جنگجو ثابت ہوتے ہیں۔"

معاویہ اور جمیل بن کعب

المدائنی نے بیان کیا ہے کہ معاویہ نے جمیل بن کعب ثعلبی کو قید کر لیا وہ سادات ربیعہ میں سے تھا اور حضرت علیؓ کا پیروکار اور مددگار تھا — جب وہ معاویہ کے سامنے کھڑا ہوا تو معاویہؓ نے کہا اس خدا کی تعریف کرتا ہوں جس نے مجھے تجھ پر قوت بخشی ہے کیا تو نے جنگ جمل کے روز نہیں کہا تھا کہ

"امت ایک عجیب معاملے میں پڑ گئی ہے اور کل حکومت اس کے لیے ہوگی جو غالب آجائے گا اور میں نے سچ بات کہی ہے کل عرب کے سردار ہلاک ہو جائیں گے۔"

اس نے کہا یہ نہ کہہ یہ ایک مصیبت ہے، معاویہ نے کہا کہ اس نعمت سے بڑی کون سی نعمت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس شخص پر کامیابی بخشی ہے جس نے ایک گھنٹہ میں میرے کئی حامی اصحاب کو قتل کر دیا تھا، اسے قتل کر دو، اس نے کہا اے اللہ گواہ رہیو کہ معاویہؓ نے مجھے تیری راہ میں قتل نہیں کیا اور نہ اس لیے قتل کیا ہے کہ تو میرے قتل سے راضی ہے بلکہ اس نے مجھے دنیا کے سامان کے عوض قتل کیا ہے پس اگر وہ ایسا کرے تو تو بھی اس سے وہی سلوک کرنا جس کا وہ اہل ہے اور اگر وہ ایسا نہ کرے تو تو اس سے وہ سلوک کرنا جس کا تو اہل ہے، معاویہ نے کہا اللہ تیرا ستیاناس کرے، تو نے مجھے حد درجہ کی بلیغ گالی دی ہے پھر اس نے اسے چھوڑنے کا حکم دے دیا اور معاویہ نے نعمان بن منذر کے اشعار سے مثال بیان کی اور نعمان کے سوا یہ اشعار کسی سے نہیں کہے جیسا کہ ابن الکلبی نے بیان کیا ہے ؎

"اور بادشاہ بڑی باتوں کو اپنی فضیلت کے باعث معاف کر دیتے ہیں
اور چھوٹی چھوٹی باتوں کی سزا دے دیتے ہیں اور یہ سزا ان کی جہالت کی وجہ
سے نہیں ہوتی، صرف اس لیے کہ لوگ ان کی فضیلت کو جان لیں اور ان کی سزا
سے خوف پیدا ہو۔"

معاویہ اپنی موت کے وقت

لوط بن یحییٰ اور ابن داب اور الہیثم بن عدی وغیرہ ناقلین اخبار نے بیان کیا ہے کہ جب معاویہ کی

موت کا وقت قریب آیا تو انہوں نے مثال کے طور پر یہ شعر پڑھا ؎

"یہ موت ہے جس سے چھٹکارا نہیں ہو سکتا اور موت کے بعد جو چیز بڑ ڈراتی ہیں وہ بڑی بھیانک اور قبیح ہیں۔"

پھر کہا اے اللہ لغزشوں کو معاف فرما اور جو شخص تیرے سوا کسی سے اُمید نہیں رکھتا اور نہ کسی پر بھروسہ کرتا ہے اس کے جہل پر اپنے حلم کی سخاوت کر، اور تو وسیع مغفرت والا ہے اور خطا کار کے لیے کوئی جائے فرار نہیں، اس بات کا پتہ سعید بن المسیب کو چلا تو انہوں نے کہا کہ اس نے اس ہستی کی طرف رغبت کی ہے کہ اس جیسی کوئی ہستی اُسے مرغوب نہ تھی اور میں اُمید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اُسے عذاب نہ دے گا۔

اور محمد بن اسحٰق وغیرہ ناقلین آثار نے بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہؓ مرض الموت کے آغاز میں حمام میں داخل ہوئے تو انہوں نے اپنی جسمانی کمزوری کو دیکھا تو اس کے فنا ہونے پر اور بڑھاپے کے آثار کو دیکھ کر رو پڑے اور مثال کے طور پر کہا ؎

"میں زمانے کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ جلدی جلدی مجھے توڑ رہا ہے اور میرے کچھ حصے کو لے گیا ہے اور کچھ کو چھوڑ گیا ہے میرے طول و عرض پر مہربانی فرما زمانے نے مجھے دیر تک کھڑا رہنے کے بعد بٹھا دیا ہے۔"

اور جب ان کا وقت قریب آگیا اور ان کی بیماری شدت اختیار کر گئی اور وہ صحت یاب ہونے سے مایوس ہو گئے تو کہنے لگے ؎

"اے کاش میں حکومت کو ایک ساعت نہ دیکھتا اور نہ لذات میں اپنی آنکھوں کو اندھا کرتا اور میں دو بوسیدہ چادروں والے شخص کی طرح ہوں جو صرف زمانے میں گزارا کرتا رہا یہاں تک کہ قبرستان والوں سے جا ملا۔" ؎

مسعودی بیان کرتا ہے کہ معاویہؓ اور علیؓ کے بہت سے واقعات ہیں، ہم نے ان میں سے مشہور واقعات کو بیان کیا ہے اور جو کچھ اس کے دور میں ہوا اُسے ہم نے اپنی دونوں کتابوں "اخبار الزمان" اور الاوسط میں بیان کر دیا ہے اور ان کے علاوہ ہم نے اپنی کتابوں میں صرف آثار کو بیان کیا ہے اور یہ باب وسیع اور اس کتاب میں بہت سی باتیں آگے پیچھے بیان ہوئی ہیں اور جو شخص اختصار سے بیان کرنے کا ذمہ دار ہو اس کے

لیے دیا [redacted] بیان کرنا جائز نہیں۔

اس کتاب کے ہر باب میں ہم صرف ہر نوع کے علوم و واقعات میں سے عمدہ باتوں اور منتخب آثار کو بیان کریں گے تاکہ ہم نے جس چیز کا ذکر کیا ہے اور جسے چھوڑا ہے اس پر نظر ڈالنے والا اس سے اپنے مطلب پر استدلال کر سکے اور اپنی پہلی کتب میں ہم نے ان کے اوصاف کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے،

اب ہم اختصار کے ساتھ صحابہ رضی اللہ عنہم وغیرہ کی کچھ فضیلت بیان کریں گے، کیونکہ وہ بعد والوں پر حجت ہیں اور پیچھے آنے والوں کے لیے نمونہ ہیں و باللہ التائید۔

صحابہؓ اور ان کی مدح کا بیان

علیؓ، عباسؓ اور ان کی فضیلت

معاویہؓ اور عبداللہ بن عباسؓ

عبداللہ بن عباسؓ، معاویہؓ کے پاس گئے تو ان کے پاس سردارانِ قریش بیٹھے ہوئے تھے جب آپ سلام کر کے بیٹھ گئے تو معاویہ نے انہیں کہا، میں آپ سے کچھ مسائل دریافت کرنا چاہتا ہوں، انہوں نے کہا جو پوچھنا ہے پوچھو!

حضرت ابوبکرؓ کی تعریف

معاویہؓ نے کہا تو ابوبکرؓ کے متعلق کیا کہتا ہے ؟ اس نے کہا اللہ تعالیٰ ابوبکرؓ پر رحم فرمائے خدا کی قسم وہ قرآن کی تلاوت کرنے والا تھا اور بری باتوں سے روکنے والا تھا اور اپنے گناہوں کو جاننا تھا اور خدا تعالیٰ سے خائف تھا اور شبہات سے ڈانٹنے والا تھا اور نیکی کا حکم دینے والا تھا اور قائم اللیل اور صائم النہار تھا اور اپنے ساتھیوں سے تقویٰ میں بڑھ کر تھا اور زہد و عفت میں ان کا سردار تھا۔ پس اس شخص پر اللہ کا غضب ہو جو اس پر طعن کرے۔

حضرت عمرؓ کی تعریف

معاویہؓ نے کہا اے ابن عباسؓ، تو عمرؓ بن خطاب

کے متعلق کیا کہتا ہے، اس نے کہا اللہ تعالیٰ ابوحفص (عمرؓ) پر رحم فرمائے، قسم بخدا وہ اسلام کے حلیف، یتیموں کی پناہ گاہ احسان کا منتہیٰ ایمان کا محل، کمزوروں اور راست رو لوگوں کی پناہ گاہ تھے، انہوں نے صبر و احتساب کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حق کو قائم کیا یہاں تک کہ دین کو واضح کر دیا اور ممالک کو فتح کیا اور لوگوں کو امن دیا پس جو شخص ان کی تنقیص کرے اللہ تعالیٰ قیامت تک اس پر لعنت کرے۔

حضرت عثمانؓ کی تعریف

معاویہؓ بولے تم عثمانؓ کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ ابن عباسؓ نے کہا اللہ تعالیٰ ابوعمرو پر رحم فرمائے، قسم بخدا وہ بہترین مددگار اور نیک آدمی تھے، سحری کے وقت بہت اٹھنے والے اور دوزخ کے ذکر کے وقت بہت گریہ کرنے والے اور ہر نیکی کے وقت تیار اور ہر بخشش کے وقت بہت سبقت کرنے والے، حیادار اور وفادار تھے، جیش عُسرت کے تیار کرنے والے اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد تھے اور جو شخص ان پر لعنت کرے اللہ تعالیٰ قیامت تک اس پر لعنت کرنے والوں کی لعنت ڈالتا رہے، معاویہ نے کہا تو علیؓ کے متعلق کیا کہتا ہے۔

حضرت علیؓ کی تعریف

ابن عباسؓ نے کہا اللہ تعالیٰ ابوالحسن سے راضی ہو قسم بخدا وہ ہدایت کا عَلم، تقویٰ کی پناہ گاہ، عقل کے اترنے کی جگہ، سخاوت کا سمندر، دانش کا پہاڑ، مخلوق کے لیے بلندی کی پناہ اور عظیم راہ کا داعی اور مضبوط کڑے کو پکڑنے والا تھا، وہ مومنوں اور متقیوں سے بہتر اور چادر قمیص پہننے والوں سے افضل اور جوتا پہننے والوں اور دوڑنے والوں سے نیک اور بولنے پڑھنے والوں سے فصیح اور انبیاء اور مصطفیٰ کے سوا سب سے زیادہ ہمراز اور صاحب القبلتین تھا کیا کوئی شخص اس کی ہمسری کر سکتا ہے کہ وہ سبطین کا باپ ہے، کیا کوئی اس کا مقابلہ کر سکتا ہے کہ وہ خیر النساء کا خاوند ہے کیا کوئی اس سے فوقیت حاصل کر سکتا ہے، وہ بلد الامین کا باسی اور شیروں سے لڑنے والا اور جنگوں میں چالیس چلنے والا ہے، میری آنکھوں نے اس جیسا آدمی نہ دیکھا ہے اور نہ آئندہ دیکھیں گی اور جو اس کی تنقیص کرے اس پر قیامت تک اللہ تعالیٰ اور لوگوں کی لعنت ہو۔

معاویہؓ نے کہا اے ابن عباسؓ تو نے اپنے عم زاد کی بہت تعریف کی ہے، اپنے

باپ عباسؓ کے بارے میں تو کیا کہتا ہے۔

حضرت عباسؓ کی تعریف

ابن عباسؓ نے کہا، اللہ تعالیٰ ابوالفضل عباس پر رحم فرمائے وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا اور صفی اللہ کی آنکھ کی ٹھنڈک اور چچاؤں کا سردار تھا اس کے اخلاق اپنے سخی آباء کے سے تھے اور عقل اپنے بزرگ اجداد کی سی تھی، اس کی فضیلت کے اسباب بہت تھے اور اس نے بیت اللہ، سقایہ، مشاعر اور تلاوت کا انتظام کیا اور وہ ایسا کیوں نہ ہوتا اس کا انتظام اس سے بھی کیا جو سب مخلوقات سے معزز تھا معاویہ نے کہا اے ابن عباسؓ تو اپنے اہل بیت کے متعلق فصیح اور عمدہ گفتگو کرنے والا ہے اس نے جواب دیا میں ایسا کیوں نہ ہوں جب کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللّٰھم فقھہ فی الدین وعلمہ التاویل۔ اے اللہ اسے دین کی سمجھ اور تاویل کا علم عطا فرما پھر اس گفتگو کے بعد ابن عباسؓ نے کہا۔

عام صحابہؓ کی تعریف

اے معاویہؓ اللہ تعالیٰ کی ثنا بڑی ہے اور اس کے نام پاک ہیں، اس نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے صحابہ سے مخصوص فرمایا ہے جنہوں نے اُسے اپنے جان و مال پر ترجیح دی اور ہر حالت میں اس کے لیے اپنی جانوں کو قربان کیا۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ان کی تعریف فرماتا ہے "رحماء بینھم" وہ دین کے نشانات کے ذمہ دار بنے اور انہوں نے مسلمانوں کے لیے خالص اجتہاد کیا یہاں تک کہ اس کی راہیں ٹھیک ہو گئیں اور اس کے وسائل قوی ہو گئے اور نعماء الٰہی نمایاں ہو گئیں اور اس کا دین مضبوط ہو گیا اور اس کے نشانات واضح ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے شرک کو ذلیل کیا اور سرداران شرک کو ختم کیا اور ان کے ستونوں کو مٹا دیا اور خدا کا بول بالا ہو گیا اور کفار ذلیل ہو گئے، پس ان پاکیزہ نفوس پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں، وہ زندگی میں بھی اولیاء اللہ تھے اور بعد الموت بھی زندہ ہوں گے اور وہ بندگان خدا کے خیر خواہ تھے اور وہ آخرت میں پہنچنے سے قبل ہی آخرت کی طرف سفر کر گئے تھے اور وہ دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی ابھی تک اس میں موجود ہیں، معاویہؓ نے قطع کلامی کرتے ہوئے کہا اے ابن عباسؓ بس کرو، کچھ اور باتیں بھی کرنی ہیں۔

یزید بن معاویہ بن ابی سفیان کے دور کا بیان

مختصر حالات یزید بن معاویہ کی بیعت ہوئی، اس کا دورِ حکومت آٹھ راتیں کم تین سال آٹھ ماہ تھا اور معاویہؓ نے اپنی موت سے قبل اپنے بیٹے یزید کے لیے لوگوں سے بیعت لی، اس بارے میں عبداللہ بن ہمام سلولی کہتا ہے ؎

"یزید نے اپنے باپ سے حکومت کو جلدی جلدی حاصل کیا، اے معاویہ اسے یزید سے لے لے، حکومت کو تم سے محبت ہو گئی ہے پس اسے جلدی جلدی لے لو اور اس سے دُور نشانے نہ مارو۔"

اور یزید ۱۷ صفر سنہ ۶۴ھ کو دمشق کے علاقے میں حوارین کے مقام پر ۳۳ سال کی عمر میں فوت ہو گیا اس بارے میں عزہ قبیلہ کا ایک آدمی کہتا ہے ؎

"اے وہ قبر جو حوارین میں ہے تُو نے اپنے اندر تمام لوگوں سے بڑے آدمی کو چھپایا ہوا ہے۔"

اور اخطل نصرانی نے اس کا مرثیہ کہا وہ اپنے قصیدہ میں کہتا ہے ؎

"میری زندگی کی قسم، خالد نے لحد میں ایک ایسے فوت شدہ شخص کو اتارا ہے جو کمزور دل اور کینہ پرور نہ تھا وہ حوارین میں اقامت پذیر ہے اور وہاں سے جدا ہونے والا نہیں، صبح کی بارش اُسے اور اس کی قبر کو سیراب کرے۔"

حضرت حسین بن علی بن ابی طالب علیہ السلام اور ان کے ساتھ اہلبیت اور پیروکاروں میں سے قتل ہونے والے لوگوں کا بیان

اہل کوفہ کا حسین کو دعوت دینا جب معاویہؓ فوت ہو گئے تو اہل کوفہ نے حضرت حسینؓ کے ساتھ مراسلت کی کہ ہم نے اپنے آپ کو

آپ کی بیعت کے لیے روکا ہوا ہے اور ہم آپ کی حفاظت کرتے ہوئے مرجائیں گے اور ہم آپ کی وجہ سے جمعہ اور جماعت میں بھی حاضر نہیں ہوتے۔

مدینہ میں یزید کی بیعت کے لیے حضرت حسین سے مطالبہ کیا گیا لیکن بات طے کرنے میں تاخیر ہو گئی اور آپ اپنے غلاموں کو تحفے دیتے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے نکل گئے ؎

"میں طلوع صبح کے وقت سودے بازی سے غارت گری کرنے والے سے نہیں ڈرا اور نہ مجھے یزید کے لیے بلایا گیا تھا، جس روز موت کے خوف کی وجہ سے میرے ساتھ ظلم ہوا، تو تیں مجھے دیکھ رہی تھیں کہ میں کترا جاؤں۔"

مسلم بن عقیلؓ کا حضرت حسینؓ سے پہلے کوفہ جانا

آپ مکہ آگئے اور اپنے عم زاد مسلمؓ بن عقیل کو کوفہ کی طرف بھیجا اور اُسے کہا کہ اہل کوفہ کی طرف جاؤ اور جو کچھ انہوں نے لکھا ہے اگر وہ درست ہے تو مجھے بتانا میں بھی آپ کے پاس آجاؤں گا، حضرت مسلم نصف رمضان کو مکہ سے چلے اور ۵ رشوال کو کوفہ پہنچ گئے، ان دنوں کوفہ کا امیر نعمان بن بشیر انصاریؓ تھا، آپ خفیہ طور پر عوسجہ نامی آدمی کے ہاں فروکش ہوئے، جب آپ کی آمد کی خبر مشہور ہو گئی تو بارہ ہزار کوفیوں نے آپ کی بیعت کی اور بعض کہتے ہیں کہ اٹھارہ ہزار نے کی۔ پس آپ نے حضرت حسینؓ کو اطلاع دی اور انہیں اپنے پاس آنے کے لیے کہا۔

حضرت ابن عباسؓ کا حضرت حسینؓ کو نصیحت کرنا

جب حضرت حسین علیہ السلام نے عراق جانے کا ارادہ کیا تو حضرت ابن عباسؓ نے انہیں آکر کہا اے عم زاد، مجھے پتہ چلا ہے کہ آپ عراق جا رہے ہیں، وہ لوگ بدعہد ہیں اور آپ کو صرف جنگ کے لیے بلا رہے ہیں، جلد بازی سے کام نہ لیجیے اور اگر آپ نے اس سرکش سے جنگ کا ارادہ کر لیا ہے اور مکہ میں ٹھہرنا پسند نہیں کرتے تو یمن کی طرف چلے جائیے کیونکہ وہ گوشہ تنہائی میں ہے اور وہاں پر آپ کے مددگار اور بھائی بھی ہیں، پس وہاں اقامت اختیار کیجیے اور اپنے داعیوں کو پھیلا دیجیے اور اہل کوفہ اور اپنے عراقی مددگاروں کی طرف لکھیے کہ وہ اپنے امیر کو نکال

ظاہر کریں اور اگر وہ اس بات کی قوت پائیں اور اُسے وہاں سے نکال دیں تو وہاں پر آپ کا کوئی شخص دشمن نہ ہوگا پھر وہاں چلے جانا لیکن میں ان کی بدعہدی سے مطمئن نہیں اور اگر وہ ایسا نہ کریں تو اپنی جگہ پر ٹھہرے رہیے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے حکم کو لے آئے، نیز وہاں پر قلعے اور گھاٹیاں بھی ہیں، حضرت حسینؓ نے جواب دیا اے عم زاد! میں اس بات کو اچھی طرح جانتا ہوں کہ آپ میرے خیر خواہ اور مشفق ہیں لیکن مسلمؓ بن عقیل نے مجھے لکھا ہے کہ تمام اہل شہر میری بیعت اور مدد کے لیے اکٹھے ہو چکے ہیں اور میں نے ان کی طرف جانے کا ارادہ کر لیا ہے، حضرت ابن عباسؓ نے کہا وہ لوگ آپ کے دیکھے بھالے اور آزمائے ہوئے ہیں اور وہ آپ کے باپ اور بھائی کے اصحاب ہیں اور وہ کل آپ کو اپنے امیر کے ساتھ مل کر قتل کر دیں گے، اور اگر آپ چلے گئے اور ابن زیاد کو آپ کے جانے کی اطلاع مل گئی تو وہ انہیں آپ کی طرف دوڑائے گا اور جن لوگوں نے آپ کی طرف خط لکھے ہیں وہ آپ کے شدید ترین دشمن ہیں اور اگر آپ نے میری بات نہ مانی اور کوفہ جانا چاہیں تو اپنے بچوں اور مستورات کو ساتھ نہ لے جائیں، خدا کی قسم مجھے اس بات کا خدشہ ہے کہ آپ حضرت عثمانؓ کی طرح عورتوں اور بیٹوں کے دیکھتے دیکھتے قتل ہو جائیں گے، اس بات کے جواب میں حضرت حسینؓ نے کہا خدا کی قسم مجھے اس جگہ قتل ہو جانا مکہ میں ٹھہرنے سے زیادہ محبوب ہے، حضرت ابن عباسؓ مایوس ہو کر ان کے پاس سے چلے گئے اور عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس سے گزرے تو کہنے لگے اے ابن زبیرؓ تیری آنکھ ٹھنڈی ہو، اور یہ شعر پڑھنے لگے ؎

"اے معمر کی چنڈول تیرے لیے فضا خالی ہو گئی ہے پس تو انڈے دے اور گیت گا، اور جسے چاہے ٹھونگا مار۔"

حسینؓ عراق کی طرف جا رہا ہے اور تجھے اور حجاز کو اکیلا چھوڑ رہا ہے۔"

حضرت حسینؓ اور حضرت ابن زبیرؓ

حضرت ابن زبیرؓ کو اطلاع ملی کہ وہ کوفہ جا رہے ہیں اور وہی اس پر سب سے زیادہ گراں تھے اور مکہ میں ان کے ٹھہرنے نے اُسے غمزدہ کیا ہوا تھا کیونکہ لوگ اُسے حضرت حسینؓ کے برابر خیال نہیں کرتے تھے اور کوئی چیز اُسے حضرت حسینؓ کے مکہ سے چلے جانے سے زیادہ محبوب نہ تھی، اس نے آکر کہا اے ابو عبداللہ آپ کا عندیہ کیا ہے؟ خدا کی قسم جو لوگ خدا کے نیک بندوں کو ذلیل کر رہے ہیں اور ان پر ظلم کر رہے ہیں تو ان کے ساتھ جہاد کو ترک کرنے کے بارے

ہیں اللہ سے ڈرتا ہے۔

حضرت حسین علیہ السلام نے جواب دیا میں نے کوفہ جانے کا ارادہ کر لیا ہے، ابن زبیرؓ نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق دے، اگر وہاں پر آپ کی طرح میرے مددگار ہوتے تو میں بھی وہاں جانے سے کنارہ کش نہ ہوتا۔ پھر اس ڈر سے کہ کہیں وہ اتہام نہ لگائیں کہنے لگا اگر آپ اپنی جگہ پر ٹھہرے رہتے اور آپ ہمیں اور اہل حجاز کو اپنی بیعت کی دعوت دیتے تو ہم اُسے قبول کرتے اور جلدی سے آپ کی طرف آتے اور آپ یزید اور ابو یزید سے بیعت کے زیادہ حق دار ہیں۔

ابوبکر بن ہشام کی نصیحت

ابوبکر بن حارث بن ہشام نے حضرت حسینؑ کے پاس آکر کہا اے عم زاد، رشتہ داری مجھے تم پر مہربان کر رہی ہے میں نہیں جانتا کہ آپ کو کیسے نصیحت کروں، آپ نے کہا اے ابوبکر تو ان لوگوں میں سے ہے جو نہ خائن ہیں اور نہ اُن پر اتہام لگایا جا سکتا ہے تو جو کہنا چاہتا ہے کہہ، اس نے کہا آپ کا باپ سب سے سابق اور اسلام میں بہتر اور بڑا جنگ جو تھا اور لوگ اس سے مؤخر تھے اور اسی سے زیادہ باتیں سُنتے اور اسی پر اجماع کرتے تھے پس وہ معاویہؓ کی طرف گیا تو اہل شام کے سوا سب اس پر متفق تھے اور وہ معاویہ سے زیادہ معزز تھا۔ لوگوں نے اُسے چھوڑ دیا اور دُنیا کی حرص و لالچ میں اس کی مدد نہ کی۔ پس انہوں نے اُسے گھونٹ گھونٹ غصہ پلایا اور اُن کی مخالفت کی یہاں تک کہ وہ رضائے الٰہی سے فوت ہو گئے پھر انہوں نے آپ کے باپ کے بعد آپ کے بھائی سے جو سلوک کیا اُسے آپ نے دیکھا ہے پھر آپ ان لوگوں کی طرف جا رہے ہیں جنہوں نے آپ کے باپ اور بھائی پر زیادتی کی، آپ ان کے ساتھ شامیوں اور عراقیوں سے اور اس شخص کے ساتھ جنگ کریں گے جو آپ سے زیادہ طاقت ور اور تیاری کیے ہوئے ہے اور لوگ اس سے بہت خائف ہیں اور اس سے بہت سی امیدیں بھی رکھتے ہیں اگر انہیں پتہ چل گیا کہ آپ ان کی طرف جا رہے ہیں تو وہ مال دے کر لوگوں کو سرکش بنا دیں گے وہ دنیا کے غلام ہیں۔ اور جس نے آپ کی نصرت کا وعدہ کیا ہے وہ آپ سے لڑے گا اور آپ کو چھوڑ دے گا پس اپنے دل میں اللہ تعالےٰ کو یاد کیجیے، حضرت حسینؑ نے کہا اے عم زاد اللہ تعالیٰ تجھ کو جزائے خیر دے آپ نے اپنی رائے کو اچھی طرح پیش کر دیا ہے اور اللہ تعالےٰ نے جو

فیصلہ کیا ہے وہ ہو کر رہے گا، اس نے کہا اے ابو عبداللہ ہم اللہ ہی کے لیے ہیں اور اسی کے پاس ہمارا احتساب ہوگا۔ پھر اس نے حارث بن خالد بن العاص بن ہشام مخزومی والیٔ مکہ کے پاس جا کر کہا ؎

"ہم کتنے ہی ناصحین کو دیکھتے ہیں کہ ان کی بات کو قبول نہیں کیا جاتا اور غیب کی مشکوک باتیں خیر خواہ کو پا لیتی ہیں۔"

اس نے کہا یہ کیا بات ہے تو اس نے اُسے وہ باتیں بتائیں جو اس نے حضرت حسینؓ سے کہی تھیں اور کہا رب کعبہ کی قسم میں نے اُن کی خیر خواہی کی ہے۔

یزید کی تیاری

یزید کو اطلاع ملی تو اس نے عبیداللہ بن زیاد کو لکھا کہ اُسے کوفہ کا والی مقرر کیا جاتا ہے چنانچہ وہ بصرہ سے سوار ہو کر جلد جلد کوفہ آیا اور اپنے اہل اور حشم و خدم کے ساتھ کوفہ میں داخل ہوا اور اس نے سیاہ عمامے کا ڈھاٹا باندھا ہوا تھا اور خچر پر سوار تھا۔ لوگ چونکہ حضرت حسینؓ کی آمد کی توقع لگائے بیٹھے تھے ابن زیاد نے لوگوں کو سلام کہا تو انھوں نے کہا اے ابن رسول اللہ تجھ پر سلام، آپ بہت اچھے موقع پر آئے ہیں یہاں تک کہ وہ گورنر کے محل میں جا پہنچا جہاں نعمان بن بشیر مقیم اور قلعہ بند تھا اس نے جھانک کر کہا اے ابن رسول اللہ میرے اور آپ کے درمیان کونسی بات ہے اور آپ کو میرے ملک میں آنے پر کس بات نے آمادہ کیا ہے، تو ابن زیاد نے کہا اے ناز و نعمت میں پلنے والے تمہاری نیند لمبی ہو گئی ہے اور اس نے اپنے منہ سے ڈھاٹا اتار دیا، اس نے پہچان کر اس کے لیے دروازہ کھول دیا اور لوگوں نے ابن مرجانہ ابن مرجانہ پکارنا شروع کر دیا اور اُسے سنگریزے مارے مگر وہ ان سے بچ کر محل میں داخل ہو گیا اور جب ابن زیاد کو، مسلم بن عقیل کے متعلق اطلاع ملی کہ وہ ہانی بن عروہ مرادی کے ہاں چلے گئے ہیں تو اس نے مسلم پر جاسوس مقرر کر دیے انہوں نے ان کے ٹھکانے کو معلوم کر لیا اور محمد بن اشعث نے ابن قیس کو ہانی کی طرف بھیجا، اس نے آ کر اس سے مسلم کے متعلق پوچھا اس نے انکار کر دیا تو ابن زیاد نے اُسے سخت سست کہا، ہانی نے کہا کہ زیاد تیرے باپ کا مجھ پر ایک احسان ہے اور میں اس کا بدلہ دینا چاہتا ہوں، کیا تجھے بھلائی میں کوئی دلچسپی ہے، ابن زیاد نے کہا وہ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ تو اور تیرے اہل بیت صحیح و سلامت اپنے اموال کے ساتھ

اہل شام کی طرف چلے جائیں، اب وہ شخص آگیا ہے جو تجھ سے اور تیرے آقا کے حق سے زیادہ حق دار ہے ابن زیاد نے کہا اسے میرے قریب کرو، انہوں نے اسے (ہانی کو) قریب کیا تو اس نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی چھڑی کو اس کے منہ پر مارا یہاں تک کہ اس کی ناک شکستہ ہوگئی اور ابرو پھٹ گیا اور اس کے رخسار کا گوشت بکھر گیا اور اس نے چھڑی کو اس کے منہ اور سر پر مار مار کر توڑ دیا اور ہانی نے اپنے ہاتھ کو ایک پولیس مین کی تلوار کے دستے پر مارا مگر اس آدمی نے اُسے کھینچ لیا اور اُسے تلوار نہ دی اور ہانی کے اصحاب نے دروازے پر شور مچا دیا کہ ہمارے صاحب کو قتل کر دیا گیا ہے۔ پس ابن زیاد نے انہیں ڈرایا اور اُسے ایک کمرے میں بند کرنے کا حکم دیا جو اس کی نشست گاہ کے پہلو میں تھا اور ابن زیاد نے قاضی شریح کو لوگوں کے پاس بھیجا اس نے ان کے پاس گواہی دی کہ وہ زندہ ہے اور اُسے قتل نہیں کیا گیا تو وہ لوگ واپس چلے گئے۔

حضرت مسلمؓ بن عقیل پر حملہ اور گرفتاری

جب مسلم کو اس کارروائی کا پتہ چلا جو ابن زیاد نے ہانی کے ساتھ کی تھی تو اس نے منادی کو حکم دیا تو اس نے پکارا "اے منصور" یہ ان کا شعار تھا پس اہل کوفہ نے ایک دوسرے کو اس شعار کے ساتھ آواز دی تو ایک ہی وقت میں اٹھارہ ہزار آدمی اکٹھے ہوگئے اور ابن زیاد کی طرف گئے تو وہ ان سے بچنے لگا، انہوں نے محل میں اس کا محاصرہ کر لیا، ابھی مسلم نے شام نہیں کی تھی کہ اس کے ساتھ صرف ایک سو آدمی رہ گیا، اور جب اس نے لوگوں کو اپنے آپ سے الگ ہوتے دیکھا تو وہ کندہ کے دروازوں کی طرف چل پڑا۔ ابھی وہ دروازے پر نہیں پہنچا تھا کہ اس کے ساتھ تین آدمی رہ گئے پھر وہ دروازے سے باہر آیا تو اس کے ساتھ ایک آدمی بھی نہ تھا وہ حیرت زدہ ہو کر کھڑا ہوگیا اُسے یہ بھی پتہ نہ تھا کہ اُسے کہاں جانا ہے اور نہ ہی اُسے کوئی راستہ بتانے والا تھا پس وہ اپنے گھوڑے سے اُتر پڑا اور انگشت بدنداں ہو کر کوفہ کی گلیوں میں چلنے لگا اُسے یہ بھی پتہ نہ تھا کہ وہ کہاں جا رہا ہے یہاں تک کہ وہ اشعث بن قیس کی لونڈی کے گھر پہنچ گیا اور اس سے پانی مانگا، اس نے اُسے پانی پلایا پھر اس سے اس کا حال پوچھا تو اس نے اُسے سب سرگزشت سنائی اس نے ترس کھا کر آپ کو پناہ دے دی، اس کا بیٹا آیا تو اُسے آپ کی جگہ کا علم ہوگیا

اس نے صبح کو محمد بن اشعث کے پاس جا کر اُسے بتایا اور ابن اشعث نے جا کر ابن زیاد کو اطلاع دے دی، اس نے کہا جاؤ اُسے میرے پاس لاؤ اور اس نے اس کے ساتھ عبداللہ بن عباس سلمی کو ستر آدمی دے کر بھیجا تو انہوں نے گھر میں مسلم پر حملہ کر دیا۔ مسلم نے بھی تلوار کے ساتھ ان پر شدید حملہ کیا اور انہیں گھر سے نکال دیا پھر انہوں نے یہ کیفیت دیکھی تو مکانوں کی چھتوں پر چڑھ کر آپ کو پتھر مارنے لگے اور سرکنڈوں کے سروں کو آگ لگا کر انہیں چھتوں کے اُوپر سے ان پر پھینکنے لگے، جب آپ نے یہ کیفیت دیکھی تو کہا کیا یہ سب لوگ مسلم بن عقیل کے قتل کے لیے آئے ہیں، اے دل! موت کی طرف جا، جس سے بچنے کی کوئی جگہ نہیں، پھر آپ تلوار سونت کر گلی کی طرف نکلے اور ان سے جنگ کی آپ کے اور بکیر ابن حمران الاحمری کے درمیان دو دو ہاتھ ہوئے اور بکیر نے مسلم کے مُنہ پر تلوار ماری جس سے آپ کا اُوپر کا ہونٹ کٹ گیا اور تلوار دُوسرے ہونٹ میں کھُب گئی اور مسلم نے بھی اس کے سر پر زبردست وار کیا پھر دُوسرا وار اس کے کندھے پر گیا، قریب تھا کہ وہ اس کے پیٹ تک پہنچ جائے اور وہ یہ شعر پڑھ رہا تھا ؎

"میں قسم کھاتا ہوں کہ میں شریفانہ طور پر قتل ہوں گا اگرچہ موت کو میں ایک کڑوی چیز دیکھ رہا ہوں، ہر شخص ایک دن اس بُری چیز سے ملاقات کرنے والا ہے میں جھٹلائے جانے اور دھوکا کھانے سے ڈرتا ہوں۔"

جب لوگوں نے مسلم کی یہ حالت دیکھی تو محمد بن اشعث نے آگے بڑھ کر اُسے کہا تو نہ جھٹلایا جائے گا اور نہ تجھے دھوکا دیا جائے گا اور اس نے آپ کو امان دے دی تو مسلم نے اپنے آپ کو ان کے سپرد کر دیا اور وہ اُنہیں ایک خچر پر سوار کر کے ابن زیاد کے پاس لائے اور ابن اشعث نے امان دیتے وقت آپ کی تلوار اور کپڑے چھین لیے تھے ایک شاعر ابن اشعث کی ہجو کرتے ہوئے کہتا ہے ؎

"تو نے بُزدلی سے اپنے چچا کو چھوڑ دیا کہ تو اس کے ورے لڑے گا۔ حالانکہ اگر تو نہ ہوتا تو وہ محفوظ ہوتا۔ اور تو نے آلِ بیت محمدؐ کے ایک آنے والے آدمی کو قتل کر دیا اور اس کی تلواروں اور زرہوں کو چھین لیا۔"

حضرت مسلمؓ اور ہانی بن عُروہؓ کا قتل

جب مسلم، محل کے دروازے پر گئے تو آپ نے ایک ٹھنڈے سے مٹکے کی طرف دیکھا اور ان

سے پانی مانگا تو مسلم بن عمرو باہلی —— یعنی ابو قتیبہ بن مسلم نے لوگوں کو پانی دینے سے منع کر دیا، پس عمرو بن حریث جا کر ایک پیالے میں پانی لایا اور جب اس نے پیالے کو آپ کے منہ کے ساتھ لگایا تو وہ خون سے بھر گیا، تو اس نے اُسے گرا دیا اور دوسرا پیالہ بھر کر لایا اور جب اس نے اُسے آپ کے مُنہ کے قریب کیا تو آپ کے اگلے دانت اس میں گر پڑے اور وہ خون سے بھر گیا تو آپ نے کہا الحمد للہ، اگر یہ پانی میری قسمت میں ہوتا تو میں اسے ضرور پیتا، پھر آپ کو ابن زیاد کے پاس لے جایا گیا، پس جب اس نے اپنی بات ختم کی تو مسلم اُسے سخت جواب دینے لگے پھر وہ محل کے اُوپر چڑھ گیا اور اس نے اس احمری کو بُلایا جسے مسلم نے تلوار ماری تھی اور اُسے کہا کہ تو اس کی گردن مار دے تاکہ تو اپنی چوٹ کا بدلہ لے لے پس اُنہوں نے آپ کو محل کے اُوپر چڑھایا اور بکیر احمری نے آپ کی گردن مار دی اور آپ کے سر کو زمین پر گرا دیا، پھر انہوں نے اس کے بعد آپ کے جسم کو بھی گرا دیا پھر اس نے ہانی بن عروہ کے متعلق حکم دیا اور اُسے بازار میں نکال کر باندھ کر مار دیا گیا اور وہ چلا چلا کر اسے آل مراد اسے آل مراد کہہ رہا تھا اور وہ ان کا شیخ اور سردار تھا اور وہ اس وقت چار ہزار زرہ پوشوں اور آٹھ ہزار پیادوں میں سوار ہو کر چلتا تھا اور جب اس کے کندی حلیف اس کا ساتھ دیتے تو وہ تیس ہزار زرہ پوشوں میں چلا کرتا تھا مگر ان کے سردار نے ان کی بزدلی کی وجہ سے اپنا کوئی مددگار نہ پایا، ایک شاعر ہانی بن عروہ اور مسلمؓ بن عقیل کا مرثیہ کہتے ہوئے اور جو تکلیف انہیں پہنچی تھی اس کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتا ہے ؎

"اگر تجھے یہ علم نہیں کہ موت کیا ہوتی ہے تو ہانی اور ابن عقیل کو بازار میں دیکھ، اس بہادر آدمی کی طرف دیکھ جس کے چہرے کو تلوار نے توڑ پھوڑ دیا تھا اور دوسرا مقتول ہو کر چادر میں گر رہا تھا، انہیں امیر کے حکم سے مارا گیا پس وہ راستہ چلنے والوں کے لیے داستان بن گئے، تو ایک جسم کو دیکھے گا جس کے رنگ کو موت نے تبدیل کر دیا ہے اور ہر راستے پر خون کو بہتے دیکھے گا، کیا لڑائی کرنے والوں کے نام یونہی باقی رہیں گے حالانکہ مذحج نے اس کے خون کا بدلہ طلب کیا ہے وہ ایک ایسا نوجوان تھا جو ایک حیادار دوشیزہ سے بھی زیادہ حیادار تھا اور دو دھاری تلوار

سے زیادہ کاٹ کرنے والا تھا۔"

پھر ابن زیاد نے بکیر بن حمران کو بلایا جس نے مسلم کی گردن ماری تھی اور کہا کیا تو نے اُسے قتل کیا ہے؟ اس نے جواب دیا ہاں، اس نے کہا جب تم اُسے قتل کرنے کے لیے اوپر لے جا رہے تھے تو وہ کیا کہہ رہا تھا اس نے جواب دیا وہ تکبیر و تہلیل اور تسبیح و استغفار کر رہا تھا۔ اور جب ہم نے اُسے مارنے کے لیے قریب کیا تو اس نے کہا اے اللہ ہمارے اور اس قوم کے درمیان فیصلہ کر جس نے ہمیں دھوکا دیا اور ہماری تکذیب کی پھر ہمیں بے یار و مددگار چھوڑ دیا اور ہمیں قتل کیا ہے میں نے کہا میں اس خدا کا شکر گزار ہوں جس نے مجھے تجھ سے قصاص لینے کی توفیق دی اور میں نے اُسے تلوار ماری جس کا کچھ بھی اثر نہ ہوا تو اس نے مجھے کہا اے غلام کیا مجھ سے اپنے خون کے بدلہ میں یہ خراش تیرے لیے کافی نہیں۔

ابن زیاد نے کہا ارے موت کے وقت یہ فخر؟ بکیر کہتا ہے پھر میں نے دوسری تلوار مار کر اس کا کام تمام کر دیا اور پھر ہم نے اس کے سر کے بعد اس کا جسم بھی نیچے گرا دیا۔

کوفہ میں مسلم کا ظہور ۸ ذوالحجہ ۶۰ھ کو ہوا اور یہ وہی دن ہے جس دن حسین مکہ سے کوفہ کے لیے چلے تھے اور بعض کہتے ہیں کہ ۹ ذوالحجہ ۶۰ھ کو بدھ کے روز یوم عرفہ تھا پھر ابن زیاد کے حکم سے مسلم کے جثہ کو صلیب دیا گیا اور آپ کے سر کو دمشق لے جایا گیا حضرت مسلم، بنی ہاشم میں سے پہلے شخص ہیں جن کے جثہ کو صلیب دیا گیا اور آپ کا سر پہلا سر ہے جسے دمشق لے جایا گیا۔

حضرت حسینؓ کی ابن زیاد کی فوج کے ساتھ جنگ

جب حضرت حسین قادسیہ پہنچے تو آپ کو حُر بن یزید تمیمی ملا اس نے کہا اے پسر رسول اللہ کہاں جانے کا ارادہ ہے آپ نے کہا میں اس شہر میں جانا چاہتا ہوں اس نے آپ کو مسلم کے قتل کے واقعات بتائے، پھر کہنے لگا واپس چلے جائیے میں اپنے پیچھے کوئی بھلائی چھوڑ کر نہیں آیا کہ آپ کے لیے اس کی اُمید رکھوں، آپ نے واپسی کا ارادہ کیا تو مسلم کے بھائیوں نے آپ سے کہا خدا کی قسم ہم اپنا بدلہ لیے بغیر واپس نہیں جائیں گے یا ہم سب قتل ہو جائیں گے، حضرت

حسینؓ نے کہا تمہارے بعد زندگی میں کوئی بھلائی نہیں، پھر آپ آگے چلے تو آپ کو عمرو بن سعد بن ابی وقاص کی سرکردگی میں عبید اللہ بن زیاد کے سوار ملے، آپ کربلا کی طرف مڑ گئے، عمرو کے ساتھ اس کے اہل بیت اور اصحاب میں سے پانچ سو سوار اور ایک سو پیادہ آدمی تھے۔ جب حسینؓ کے خلاف بہت سی فوج اکٹھی ہو گئی اور آپ کو یقین ہو گیا کہ اب کوئی جائے فرار نہیں تو آپ نے کہا اے اللہ ہمارے اور ان لوگوں کے درمیان فیصلہ فرما جنہوں نے ہمیں بلایا کہ وہ ہماری مدد کریں گے پھر وہی ہمیں قتل کرتے ہیں پس آپ مسلسل جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ شہید ہو گئے، آپ کو مذحج کے ایک آدمی نے قتل کیا اور آپ کے سر مبارک کو کاٹ کر رجز پڑھتا ہوا اُسے ابن زیاد کے پاس لے گیا ؎

"میری سواری کو سونے اور چاندی سے بھر دو میں نے ایک ایسے بادشاہ کو قتل کیا ہے جو ماں اور باپ کے لحاظ سے بہترین آدمی تھا اور نسب کے لحاظ سے بھی سب سے بہتر تھا۔"

ابن زیاد نے اُسے سر سمیت یزید بن معاویہ کی طرف بھجوا دیا، وہ یزید کے ہاں گیا تو اس کے پاس ابو برزہ اسلمی بیٹھا ہوا تھا اس نے یزید کے سامنے سر کو رکھ دیا تو وہ آپ کے منہ پر چھڑی مارنے لگا اور کہنے لگا۔

"ہم اُن جوانوں کی کھوپڑیوں کو پھاڑ دیتے ہیں جو ہمیں عزیز ہوتے ہیں جب کہ وہ نافرمان اور ظالم ہوتے ہیں۔"

ابو برزہ نے اُسے کہا اپنی چھڑی کو اُٹھا تو خدا کی قسم میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ وہ اپنے منہ کو آپ کے منہ پر رکھ کر چومتے تھے، حضرت حسینؓ کے قتل کے موقع پر جو فوجیں موجود تھیں اور جنہوں نے آپ سے جنگ کی اور آپ کو قتل کیا وہ سب کے سب خاص کوفہ کے رہنے والے تھے ان میں کوئی شامی آدمی نہ تھا اور حضرت حسینؓ کے ساتھ عاشورہ کے روز کربلا میں قتل ہونے والے ستاسی آدمی تھے، جن میں آپ کا بیٹا علی اکبر بھی تھا وہ رجز پڑھتا ہوا کہتا تھا:-

"میں علی بن حسینؓ بن علیؓ ہوں، ہم اور بیت اللہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ قریب ہیں خدا کی قسم ہمارے بارے میں لے پالک کا

بیٹا فیصلہ نہیں کر سکتا۔"

اہل بیت میں سے شہداءِ کربلا

آپ کے بھائی حسنؓ بن علیؓ کے بیٹوں میں سے جو قتل ہوئے ان کے نام یہ ہیں:- عبداللہ بن حسن قاسم بن حسن اور ابوبکر بن حسن اور آپ کے بھائیوں میں سے قتل ہونے والوں کے نام یہ ہیں:- عباس بن علی، عبداللہ بن علی، جعفر بن علی، عثمان بن علی، اور محمد بن علی اور جعفر بن ابی طالب کے بیٹوں میں سے قتل ہونے والوں کے نام یہ ہیں:- محمد بن عبداللہ بن جعفر اور عون بن عبداللہ بن جعفر اور عقیل بن ابی طالب کے بیٹوں میں سے قتل ہونے والوں کے نام یہ ہیں:- عبداللہ بن عقیل اور عبداللہ بن مسلم بن عقیل، یہ ۱۰ محرم ۶۱ھ کا واقعہ ہے۔

شہادت کے وقت حضرت حسینؓ کی عمر

حضرت حسینؓ پچپن سال کی عمر میں شہید ہوئے اور بعض کہتے ہیں کہ انسٹھ سال کی عمر میں شہید ہوئے اور بعض اس کے علاوہ بھی بیان کرتے ہیں۔

جس روز حضرت حسینؓ قتل ہوئے ان کے جسم پر تینتیس [۳۳] نیزوں اور تلوار کی چونتیس [۳۴] ضربوں کے نشان تھے زرعہ بن شریک تمیمی نے آپ کی بائیں ہتھیلی پر تلوار ماری اور سنان بن انس نخعی نے آپ کو نیزہ مارا اور پھر گھوڑے سے اتر کر آپ کا سر کاٹ لیا اس بارے میں ایک شاعر کہتا ہے ؎

"اور کونسی مصیبت نے حضرت حسینؓ کے ساتھ اس صبح کو انصاف کیا
جب سنان نے آپ کی ہتھیلی کو الگ کر دیا۔"

اور آپ کے ساتھ آپ کے چار انصار اور دیگر عربوں میں سے باقی جو اصحاب آپ کے ساتھ قتل ہوئے ہم ان کی گنتی کو پہلے پیش کر چکے ہیں اس بارے میں بنی ہاشم کا غلام مسلم بن قتیبہ کہتا ہے ؎

"اے میری آنکھ آنسو بہا اور چلا اور آل رسول کی خوبیاں بیان کر، اور حضرت علیؓ کی صلب کے نو اور حضرت عقیلؓ کے پانچ مارے جانے والوں کے فضائل بیان کر، اور نبی کے عم زاد عون کے فضائل بیان کر جو اُن کا بھائی تھا اور مصائب سے پسپا ہونے والا نہ تھا۔ اور حضرت نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمنام کو وہاں چھوڑ دیا گیا اور وہ صیقل شدہ تلواروں کے ساتھ اس پر غالب آگئے اور ان کے ادھیڑ عمر کے آدمی کے مناقب بیان کر وہ عام ادھیڑ عمر آدمیوں کی طرح نہ تھا۔

اور زیاد اور اس کا بیٹا اور خاوند والی بڑھیا جہاں بھی ہوں اللہ تعالیٰ ان پر لعنت کرے۔"

حضرت حسینؓ کی لاش کی بے حرمتی

عمرو بن سعد نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ وہ حضرت حسینؓ کی لاش کو روند ڈالیں اس حکم کے جواب میں اسحاق بن حیات حضرمی نے ایک جماعت کے ساتھ گھوڑوں پر سوار ہو کر آپ کی لاش کو روند دیا اور شہریوں نے ۔ جو بنی عامر کے قبیلے سے تھے جو بنی اسد سے تعلق رکھتا ہے ۔ حضرت حسینؓ اور آپ کے ساتھیوں کو قتل ہونے کے ایک روز بعد دفن کر دیا اور حضرت حسینؓ کے ساتھ جنگ کے دوران عمرو بن سعد کے جو آدمی مارے گئے ان کی تعداد اٹھاسی ہے۔

حضرت علیؓ بن ابی طالب کے بیٹوں کے اسماء کا بیان

حضرت علیؓ کے بیٹوں اور ان کی ماؤں کے نام

حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ، حضرت محسن، حضرت ام کلثوم کبریٰ اور حضرت زینب کبریٰ کی والدہ کا نام حضرت فاطمۃ الزہرا تھا جو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر تھیں، اور حضرت محمد کی والدہ کا نام خولہ بنت ایاس الحنفیہ تھا اور بعض کہتے ہیں کہ وہ جعفر بن قیس بن مسلمہ حنفی کی دختر تھیں اور حضرت عبید اللہ اور حضرت ابو بکرؓ کی والدہ کا نام لیلےٰ بنت مسعود نہشلی تھا۔ اور حضرت عمر اور حضرت رقیہ کی ماں تغلبیہ تھی اور حضرت یحییٰ کی والدہ کا نام اسماء بنت عمیس خثعمیہ تھا،

اور قبل ازیں ہم اس کتاب میں بیان کر چکے ہیں کہ حضرت جعفر طیار شہید ہو گئے اور انہوں نے اسماء کے لیے عون، محمد اور عبد اللہ کو پیچھے چھوڑا اور حضرت جعفر کی اولاد، عبد اللہ بن جعفر سے چلی اس کے بعد اسماء بنت عمیس کے ساتھ حضرت ابو بکر صدیق رضؓ نے شادی کی اور محمد بن ابو بکر، اسماء کے پاس رہ گئے پھر اس سے حضرت علی رضؓ نے شادی کی تو اس کے پاس یحییٰ باقی رہ گئے اور وہ ایک حرشیہ بڑھیا کی دختر تھی جو دامادوں کے لحاظ سے بڑی معزز تھی اور قبل ازیں اس کتاب میں حرشیہ بڑھیا کے دامادوں کا ذکر گزر چکا ہے جن میں سب سے اوّل رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں حضرت جعفر اور حضرت عباسؓ اور حضرت عبد اللہ کی والدہ ام البنین بنت حرام الوحیدیہ تھی اور رملہ اور ام الحسن کی والدہ، ام سعید بنت عروۃ بن مسعود ثقفی تھی اور ام کلثوم صغریٰ اور زینب صغریٰ اور جمانہ اور میمونہ اور خدیجہ اور فاطمہ اور ام الکرام اور نفیسہ اور ام سلمہ اور اس کے باپ کی ماں تھی۔

ہم نے اپنی کتاب "اخبار الزمان" میں آل ابی طالب کے انساب اور ان کی اولاد اور ان کے قتل کے مقامات کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔

حضرت علی رضؓ کی اولاد میں سے صاحب اولاد بیٹے

حضرت علی رضؓ کی اولاد ان پانچ بیٹوں سے چلی ہے حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ، حضرت محمدؓ، حضرت عمرؓ، اور حضرت عباسؓ اور ان کے انساب کو انتہاء تک بیان کیا گیا ہے اور جن کی اولاد نہیں ہوئی اور جن کے اولاد ہوئی ان کا بھی ذکر کیا گیا ہے اور بنی ہاشم کے علاوہ دیگر قریش کے انساب کا بھی ذکر کیا گیا ہے اور زبیر بن بکار نے اپنی کتاب "انساب قریش" میں ان کا ذکر کیا ہے اور آلِ ابی طالب کے انساب کے متعلق اس سے بہتر کتاب وہ ہے جو طاہر بن یحییٰ علوی حسینی سے مدینۃ النبیؐ میں سُنی گئی ہے اور آلِ ابی طالب کے انساب کے متعلق بہت سی کتب تصنیف کی گئی ہیں جن میں سے کتاب العباس من ولد العباس بن علی اور کتاب ابی علی الجعفری اور کتاب المهلوس العلوی من ولد موسےٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔

طف کے مقتول کا مرثیہ

اور طف کے مقتول کے متعلق سلیمان بن قتہ اس کے مرثیہ میں کہتا ہے جسے زبیر بن بکار نے اپنی کتاب انساب قریش میں بیان کیا ہے کہ ؎

"اور آل ہاشم میں سے طف کے مقتول نے قریش کی گردنیں جھکا دی ہیں پس اگر انہوں نے اُسے بیت اللہ میں پناہ لینے والے کے پیچھے لگا دیا تو وہ عاد کی طرح ہو جائیں گے جو اپنے راستے سے بھٹک کر گمراہ ہو گئی تھی، کیا تو دیکھ نہیں رہا کہ حسینؓ کے قتل ہونے سے زمین بیمار ہو گئی ہے اور ملکوں کے رونگٹے کھڑے ہو گئے ہیں پس اللہ تعالیٰ مکانوں اور مکینوں کو تباہ نہ کرے اگرچہ وہ میرے خیال کے برعکس خالی ہو گئے ہیں۔"

یزید کے حالات و واقعات کی ایک جھلک اور اس کے بعض عجیب و غریب کام

یزید کا عرب وفود کے لیے خرچ

جب یزید کو حکومت مل گئی تو وہ اپنے گھر آیا اور تین دن تک لوگوں سے نہ ملا، اور اس کے دروازے پر عرب کے اشراف اور ممالک کے وفود اور فوجوں کے امراء، اس کے باپ کی تعریف کرنے اور اُسے حکومت کی مبارک باد دینے کے لیے جمع ہو گئے، جب چوتھا دن ہوا تو وہ پراگندہ مُو اور غبار آلود حالت میں باہر نکلا اور منبر پر چڑھ گیا اور حمد و ثنائے الٰہی کے بعد کہنے لگا کہ معاویہ اللہ کی رسّی میں سے ایک رسّی تھا اللہ تعالیٰ نے جب تک چاہا اُسے لمبا کیا اور جب چاہا اُسے کاٹ دیا اور وہ اپنے پیشروؤں سے کمتر اور بعد میں آنے والوں سے بہتر تھا۔ اگر اللہ تعالیٰ اُسے معاف کر دے تو وہ اس کا اہل ہے اور اگر اُسے سزا دے تو وہ اس کے گناہ کی وجہ سے ہو گی اور اس کے بعد مجھے حکومت ملی ہے اور میں جہالت سے عذر نہیں کرتا اور نہ طلب علم میں مشغول ہوتا ہوں، تم آرام سے کام کرو، اگر اللہ تعالیٰ کسی چیز کا ارادہ کرے تو

دہ ہوجاتی ہے، ذکر الٰہی کرو اور اس سے مغفرت طلب کرو۔ پھر منبر سے اُتر کر اپنے گھر میں داخل ہوگیا اس نے لوگوں کو آنے کی اجازت دے دی لوگ اس کے پاس گئے مگر انہیں اس بات کا پتہ نہ تھا کہ وہ اُسے مبارک باد دیں یا اس سے تعزیت کریں تو عاصم بن ابی صیفی نے اُٹھ کر کہا السلام علیکم یا امیر المومنین ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آپ کو خلیفۃ اللہ کی وفات کا صدمہ اٹھانا پڑا ہے اور آپ کو خلافت الٰہیہ دی گئی ہے اور آپ نے خدا کی عطا کردہ چیزوں کو دیا ہے، معاویہ اپنا حصہ پورا کر چکا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف فرمائے اور اس کے بعد آپ کو سرداری ملی ہے پس اللہ تعالیٰ سے بڑی مصیبت کے ثواب کی اُمید رکھو اور افضل علیہ پر اس کا شکر کر، یزید نے کہا اے ابن ابی صیفی میرے قریب ہو اور وہ قریب ہوگیا یہاں تک کہ اس کے نزدیک ہوکر بیٹھ گیا۔

پھر عبداللہ بن مازن نے اُٹھ کر کہا السلام علیک یا امیر المومنین! آپ کو بہترین باپ کا صدمہ اُٹھانا پڑا ہے اور تیرا اچھا نام رکھا گیا ہے اور تو نے بہترین چیزیں عطا کی ہیں پس اللہ تعالیٰ اس نوازش پر آپ کو مبارک باد دے اور رعیت کے بارے میں تیری مدد کرے، قریش اپنے حکمرانوں کے بعد صدمہ رسیدہ تھے اور اب اللہ تعالیٰ نے تیری خلافت کے ذریعے ان پر احسان کیا ہے اور اس کے بعد عقبیٰ میں بھی کرے گا۔ پھر کہنے لگا ؎

▪ اللہ تعالیٰ نے تجھے وہ خلافت عطا کی ہے جس کے اوپر کوئی چیز نہیں اور ملحدین نے اُسے تجھ سے روکنے کا ارادہ کیا تھا مگر اللہ اُسے تیرے پاس لے آیا یہاں تک کہ لوگوں نے اس کا ہار تیرے گلے میں ڈال دیا، یزید نے اُسے کہا اے ابن مازن میرے قریب ہوجا اور وہ اس کے قریب ہوکر بیٹھ گیا، پھر عبداللہ بن ہمام نے اُٹھ کر کہا اے امیر المومنین اللہ تعالیٰ آپ کو اس مصیبت پر اجر دے اور صبر عطا فرمائے اور عطایا میں برکت دے اور تجھے رعیت کی محبت عطا فرمائے، معاویہ اپنے راستے پر چلے گئے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں بخشے اور انہیں خوشی عطا فرمائے اور ان کے بعد تجھے اچھے کاموں کی توفیق دے، تجھے بڑی مصیبت اُٹھانی

بڑی ہے اور تجھے بہت کچھ ملا ہے اور تجھے ان کے بعد حکمرانی ملی ہے، اور
بڑی مصیبت سے دوچار ہونا پڑا ہے اور تو نے قیمتی چیزوں کو عطا کیا ہے
پس اس بڑی مصیبت پر اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھ اور افضل عطا
پر اس کا شکریہ ادا کر اور اپنے خالق کی حمد کر اور اللہ تعالیٰ ہمیں تجھ سے
فائدہ پہنچائے اور تیری حفاظت کرے اور تیرے ذریعے ہماری حفاظت
کرے" اور کہنے لگا سے

" اے یزید صبر کر تو ایک محبت کرنے والے سے جُدا ہو گیا ہے
اور اُسکے عطیے پر شکر کر کہ اس نے تجھے حکومت کے لیے پسند کر لیا ہے
لوگوں میں تیری مصیبت کی مثال موجود نہیں اور نہ تیری طرح کسی کا انجام ہے
تجھے تمام مخلوق کی اطاعت عطا کی گئی ہے، تو ان کی نگرانی کرتا ہے اور
اللہ تعالیٰ تیری نگرانی کرتا ہے اور معاویہ کا جانشین ہم میں موجود ہے
تجھے موت کی خبر دی گئی ہے پس ہم تیری موت کی خبر نہ سُنیں۔"

یزید نے کہا ابن ہمام میرے قریب آجاؤ اور وہ بھی اس کے قریب ہو کر بیٹھ گیا۔
پھر لوگ اس سے تعزیت کرنے اور اُسے خلافت کی مبارک باد دینے لگے اور
جب وہ اپنی نشست گاہ سے اُٹھا تو اس نے ان میں سے ہر ایک کو اس کی حیثیت اور
قوم میں اس کے مقام کے لحاظ سے مال دیا اور ان کے عطیات میں اضافہ کیا اور ان
کے مراتب کو بلند کیا اور ہم نے اپنی کتاب "اخبار الزماں" میں یزید کے حالات اور
اپنے باپ کی وفات کے وقت اس کی غیر حاضری اور اپنے باپ کی بیماری کی خبر سُن کر
حمص کی جانب جانے اور دمشق میں ثنیۃ العقاب میں آنے کے واقعات کو بیان کیا
ہے، اس لیے ان واقعات کو یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں۔

یزید اور عبد الملک کے درمیان گفتگو

کئی مؤرخین نے اور اہل سیر نے بیان کیا ہے کہ عبد الملک بن مروان یزید کے پاس
آکر کہنے لگا، میری زمین کے ایک طرف تمہاری تھوڑی سی زمین ہے، مجھے کچھ اور زمین
چاہیے پس تم مجھے وہ زمین جاگیر میں دے دو اس نے کہا اے عبد الملک! میں
کسی چھوٹی بڑی بات سے گھبرانے والا نہیں مجھے اس زمین کے متعلق بتاؤ ورنہ میں

کسی دوسرے آدمی سے دریافت کروں گا، اس نے کہا حجاز میں اس سے زیادہ قیمتی زمین موجود نہیں "اس نے کہا میں نے تجھے وہ زمین بطور جاگیر دے دی۔ عبد الملک نے اس کا شکریہ ادا کیا اور اُسے دُعا دی، جب وہ چلا گیا تو یزید کہنے لگا، لوگوں کا خیال ہے کہ یہ خلیفہ بن جائے گا اگر انہوں نے سچ کہا ہے تو ہم نے اس سے احسان کیا ہے اور اگر وہ جھوٹ کہتے ہیں تو ہم نے اس سے صلہ رحمی کی ہے۔

یزید اور اس کے عمال کی بد کرداری

یزید، گانے بجانے اور کتوں، بندروں اور چیتوں کا دلدادہ اور شراب نوش تھا ایک روز وہ شغل مے نوشی کے لیے بیٹھا تو اس کے دائیں جانب ابن زیاد تھا اور یہ حضرت حسینؓ کے قتل کے بعد کا واقعہ ہے، وہ اپنے ساقی کے پاس آکر کہنے لگا ؎

"مجھے وہ شراب پلا جو میری نرم نرم ہڈیوں کو بھی سیراب کر دے، پھر ابن زیاد کو بھی ایسا ہی جام بھر کر دے جو میرے نزدیک میرا ہمراز اور امین ہے اور میری غنیمت اور جہاد کی ضروریات کو پورا کرنے والا ہے۔"

پھر اس نے گلوکاروں کو حکم دیا کہ وہ ان اشعار کو گائیں، پس انہوں نے گانا شروع کر دیا، اور یزید کے اصحاب یزید کی طرح بدکردار تھے اور اس کے زمانے میں مکہ اور مدینہ میں گانے کا دور دورہ ہو گیا اور کھیل کود کے آلات استعمال کیے جانے لگے، اور لوگوں نے کھلے بندوں شراب نوشی شروع کر دی، اس کے پاس ایک بندر تھا جس کی کنیت ابو قیس تھی وہ بھی محفل مے نوشی میں موجود ہوتا اور اسے تکیہ لگا کر دیتا اور وہ بڑا خبیث بندر تھا اور وہ اُسے ایک جنگلی گدھی پر جو بندھی ہوئی ہوتی تھی چڑھا دیتا اور لگام اور زین لگا کر وہ اسے گھوڑ دوڑ کے گھوڑوں کے ساتھ دوڑاتا، کبھی کبھی وہ سب سے آگے بڑھ جاتا اور بانس کو اکھاڑ لیتا اور گھوڑوں سے پہلے ہی حجرہ میں داخل ہو جاتا اور ابو قیس پر سُرخ اور زرد ریشم کی قبا ہوتی اور وہ آستین چڑھائے ہوئے ہوتا اور اس کے سر پر ریشم کی منقش چمکدار رنگوں کی ٹوپی ہوتی اس روز شام کے ایک شاعر نے اس بارے میں کہا

"ابو قیس کو اس کی لگام کے زائد حصّے سے پکڑ لے اور اگر تو گر پڑے تو اس کی ذمہ داری اس پر نہیں ہو گی تم میں سے کسی شخص نے اس بندر کو دیکھا ہے جو امیر المومنین کے گھوڑوں سے گدھی کو دوڑا کر آگے لے گیا۔"

اور یزید کے جبر و تشدد اور لوگوں کے اس کی حکومت کے مطیع ہونے کے متعلق احوص کہتا ہے :-

"وہ ایک ایسا مبارک بادشاہ ہے کہ بادشاہ اس کی اطاعت کرتے ہیں اور قریب ہے کہ اس کی ہیبت سے پہاڑ ٹل جائیں، اور بلخ، دجلہ اور فرات اور اور جس علاقے کو وہ سیراب کرتے ہیں اور دریائے نیل سب اس کو ٹیکس ادا کرتے ہیں۔"

اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ احوص نے یہ اشعار حضرت معاویہؓ کی وفات کے بعد اس کا مرثیہ کہتے ہوئے کہے تھے۔

حضرت حسینؓ کے قتل کے متعلق اقوال

جب حضرت حسینؓ بن علی بن ابی طالب کربلا میں قتل ہو گئے اور آپ کا سر یزید کے پاس لے جایا گیا تو عقیلؓ بن ابی طالب کی دختر اپنی قوم کی حیران اور برہنہ سر عورتوں کے ساتھ باہر نکلی، کیونکہ ان عورتوں کو سادات کے قتل کی وجہ سے تکلیف پہنچی تھی اور وہ کہہ رہی تھی ؎

"اگر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے پوچھا کہ تم نے آخری اُمت ہو کر میرے بعد میری اولاد اور میرے اہل کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے تو تم کیا جواب دو گے نصف لوگ قید ہو گئے ہیں اور نصف خون میں لت پت ہیں، یہ میری جزا نہیں ہے۔ میں نے یہ کب نصیحت کی تھی کہ تم میرے رشتہ داروں میں میرے بعد شر پیدا کرنا۔"

اور ابن زیاد نے حضرت حسینؓ کے ساتھ جو سلوک کیا اس کے متعلق ابوالاسود الدؤلی اپنے قصیدہ میں کہتا ہے ؎

"میں پریشانی اور دکھ سے یہ بات کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ابن زیاد کی حکومت کا خاتمہ کرے اور ان کو ان کی بدعہدی اور خیانت کی وجہ سے عاد و ثمود کی طرح تباہ کرے۔"

اہل مدینہ اور یزید کے عمّال

جب یزید اور اس کے کارکنوں کا ظلم لوگوں پر عام ہو گیا اور پسر بنت رسول

اور اس کے انصار کے قتل کی وجہ سے اس کا فسق نمایاں ہو گیا اور اس کی شراب نوشی اور فرعونی سیرت عیاں ہو گئی بلکہ فرعون اپنی رعیت کے ساتھ اس سے زیادہ عادلانہ سلوک کرنے والا اور اپنے خواص وعوام سے زیادہ انصاف کرنے والا تھا، اہل مدینہ نے اس کے عامل۔ عثمان بن محمد بن ابی سفیان ——— اور مروان بن الحکم اور دیگر بنی امیہ کو وہاں سے نکال دیا۔ یہ واقعہ ۶۳ھ میں ابن زبیرؓ کے درویش اور خدا پرست بننے اور اپنی جانب دعوت دینے کے وقت ہوا اور یزید کے عامل اور بنی امیہ کے اخراج کی کاروائی ابن زبیر کی اجازت سے ہوئی جب ان لوگوں کو گرفتار نہ کر سکے اور نہ انہیں ابن زبیرؓ کے پاس لے جا سکے تو مروان" نے اس بات کو ہی غنیمت خیال کیا اور وہ لوگ بہ سرعت تمام شام کی طرف گئے اور اہل مدینہ نے بنی امیہ اور یزید کے عامل کے ساتھ جو کچھ کیا تھا اس کی اطلاع یزید کو پہنچائی، اس نے مسلم بن عقبہ کی سرکردگی میں شامی فوج کو مدینہ کی طرف بھیجا، مسلم نے اہل مدینہ کو خوفزدہ کیا اور لوٹا اور قتل کیا اور وہاں کے لوگوں نے اس بات پر اس کی بیعت کی کہ وہ یزید کے غلام ہیں اور اس نے مدینہ کا نام (نتنہ) "بدبودار" رکھا حالانکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام طیبہ رکھا ہے، نیز آپ نے فرمایا ہے کہ "جس نے اہل مدینہ کو خوف زدہ کیا اللہ تعالٰے اُسے خوفزدہ کرے گا۔" اور اس مسلم بن عقبہ مجرم مسرف نے اللہ کی اس پر لعنت ہو اس کا یہ نام رکھا۔ کہتے ہیں کہ جب یزید نے اس فوج کو بھیجا تو اس کے سامنے یہ شعر پڑھا ؎

"ابوبکر کو یہ پیغام پہنچا دو کہ جب معاملہ کھل جائے اور لوگ وادی القریٰ میں پہنچ جائیں تو سکران نے وہ لوگ اکٹھے کیے جنہیں تو دیکھ رہا ہے۔"

ابوبکر سے مراد، عبداللہ بن زبیرؓ ہیں کیونکہ ان کی کنیت ابوبکر تھی اور یزید کو السکران الخمیر کہا جاتا تھا اور اس نے ابن زبیرؓ کی طرف لکھا ؎

"میں تیرے آسمانی خدا کو بلاتا ہوں کیونکہ میں نے تیرے خلاف عک اور اشعر قبیلے کے لوگوں کو بلایا ہے اے ابوخبیب اُن سے تو کیسے بچ سکے گا، اور فوج کے آنے سے پیشتر اپنے لیے کوئی تدبیر سوچ لے۔"

حرہ کا معرکہ جب فوج مدینہ کے قریب ایک جگہ پر پہنچی جو حرہ کے نام سے مشہور ہے تو اس فوج کا سالار اہل مدینہ سے جنگ کے لیے نکلا، جن کے

لیڈر عبداللہ بن مطیع العدوی اور عبداللہ بن حنظلہ الغسیل انصاری تھے اور اس عظیم جنگ میں بنی ہاشم، دیگر قریش، انصار اور دوسرے لوگوں میں سے بے شمار لوگ قتل ہو گئے اور آلِ ابی طالب میں سے جو لوگ مارے گئے ان میں عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب اور جعفر بن محمد بن علی بن ابی طالب بھی تھے اور آلِ ابی طالب کے علاوہ بنی ہاشم سے فضل بن عباس بن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب اور حمزہ بن عبداللہ بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب اور عباسؓ بن عتبہ بن ابی لہب بن عبدالمطلب مارے گئے اور دیگر قریش سے نوے سے زائد آدمی اور اتنے ہی انصار کے آدمی مارے گئے اور جو لوگ شمار میں نہیں آسکے ان کو چھوڑ کر دیگر لوگوں میں سے چار ہزار آدمی مارے گئے اور لوگوں نے اس بات پر بیعت کی کہ وہ یزید کے غلام ہیں اور جس نے اس بات کو ماننے سے انکار کیا اُسے اس نے علی بن حسین بن علی بن ابی طالب سجاد اور علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب کے سوا تلوار کی دھار پر رکھ لیا اور معرکۂ حرہ کے متعلق محمد بن اسلم کہتا ہے ؎

"اگر تم نے حرہ کے روز ہمیں قتل کیا ہے تو ہم اسلام کی خاطر قتل ہونے والے پہلے لوگ ہیں ہم نے بدر کے روز تمہیں ذلیل کر چھوڑا تھا اور ہم اپنی تلواروں کو اس حال میں لے کر لوٹے تھے کہ وہ تمہارے خون سے بدبودار ہو گئی تھیں۔"

اور لوگوں نے علی بن حسین سجاد کو قبر کی پناہ لیے دعا کرتے دیکھا، انہیں مُسرف کے پاس لایا گیا تو وہ ان پر بہت ناراض تھا اور اس نے آپ سے اور آپ کے آباء سے بیزاری کا اظہار کیا اور جب اس نے دیکھا کہ آپ قریب آ گئے ہیں تو وہ کانپنے لگا اور آپ کی خاطر کھڑا ہو گیا اور آپ کو اپنے پہلو میں بٹھایا اور کہنے لگا مجھ سے اپنی ضروریات کے متعلق کچھ کہو مگر آپ نے اس سے کوئی سوال نہ کیا، ہاں جن لوگوں کو وہ تلوار سے قتل کرنا چاہتا تھا ان کی سفارش کی پھر آپ واپس چلے گئے، آپ سے دریافت کیا گیا کہ ہم نے آپ کو دونوں لب ہلاتے دیکھا ہے آپ اس وقت کیا کہہ رہے تھے، آپ نے فرمایا میں اس وقت یہ دعا کر رہا تھا۔

اللّٰھم رب السمٰوات السبع وما اظللن والارضین السبع وما اقللن رب العرش العظیم رب محمد وآلہ الطاہرین اعوذبک من شرّ

وادرأبك فى نحره، اسالك ان تؤتینی خیره وتکفینی شره-

مسلم بن عقبہ سے کہا گیا ہم نے تجھے اس نوجوان اور اس کے اسلاف کو سب وشتم کرتے دیکھا ہے اور جب وہ تیرے پاس آیا ہے تو تو نے اس کی عزت افزائی کی ہے اس نے جواب دیا یہ میری مرضی سے نہیں ہوا بلکہ اس کے رعب سے میرا دل بھر گیا تھا۔

اور علی بن عبداللہ بن عباس کے ماموں کندہ قبیلے سے تھے انہوں نے آپ کو مسلم سے بچا لیا اور ربیعہ کے لوگ بھی اس کی فوج میں شامل تھے، علی اس بارے میں کہتے ہیں ؎

"میرا باپ عباس، بنی لؤی کا سردار ہے اور میرے ماموں بنی ولیعہ کے بادشاہ ہیں جس روز مسرف اور بنی لکیعہ کی فوج آئی انہوں نے میری حفاظت کی، اس نے میرے متعلق اس بات کا ارادہ کیا تھا جس میں کوئی عزت نہ تھی مگر اس کے ورے ربیعہ کے ہاتھ حائل ہو گئے۔"

اور جب اہل مدینہ پر وہ افتاد پڑی جس کا ہم نے ذکر کیا ہے کہ انہیں قتل کیا گیا، لوٹا گیا، غلام بنایا گیا اور قیدی بنایا گیا اور کچھ باتوں کے ذکر کرنے سے ہم نے اعراض کیا ہے تو مسرف، شامی فوج کے ساتھ مدینہ سے نکل کر مکہ کی طرف چل پڑا تاکہ یزید کے حکم کے مطابق ابن زبیرؓ اور اہل مکہ سے جنگ کرے یہ ۶۴ھ کا واقعہ ہے اور جب وہ قدید مقام پر پہنچا تو مسرف (مسلم بن عقبہ) مر گیا اللہ اس پر لعنت کرے، اور اس نے حصین بن نمیر کو فوج پر اپنا نائب مقرر کیا، حصین نے مکہ آکر مکہ کا گھیراؤ کر لیا اور ابن زبیرؓ نے بیت اللہ کی پناہ لے لی اور انہوں نے اپنا نام عائذ بالبیت رکھا ہوا تھا اور آپ اسی نام سے مشہور ہو گئے یہاں تک کہ شعراء نے بھی اپنے اشعار میں اس کا ذکر کیا ہے جیسا کہ ہم پہلے سلیمان بن قتہ کے قول کا ذکر کر آئے ہیں کہ ؎

"اگر تم نے اُسے بیت اللہ کی پناہ لینے والے کے پیچھے لگا دیا تو تم عاد کی طرح ہو جاؤ گے جو اپنے راستے سے بھٹک کر گمراہ ہو گئی تھی۔"

کعبہ پر منجنیقوں سے سنگباری

اور حصین نے اپنے شامی ساتھیوں کے ساتھ مل کر منجنیقوں کو مکہ پر نصب کر دیا اور مسجد کے ارد گرد جو پہاڑیاں اور راستے تھے ان پر بھی منجنیقیں نصب کر دیں۔ ابن زبیرؓ مسجد میں

تھے اور ان کے ساتھ مختار بن ابی عبید ثقفی بھی دیگر اصحاب کے ساتھ شامل تھا۔ اور ان شرائط کے ساتھ ان کی بیعت امامت میں شامل تھا کہ ان کی رائے کی مخالفت نہیں کرے گا اور نہ ہی ان کی حکم عدولی کرے گا پس منجنیقوں کے پتھر پے در پے بیت اللہ پر برسنے لگے اور پتھروں کے ساتھ آگ اور مٹی کا تیل اور کتان کے ٹکڑے اور دیگر جلنے والی چیزیں پھینکی جانے لگیں، کعبہ منہدم ہو گیا اور اس کی عمارت جل گئی اور ایک بجلی گری جس نے منجنیق چلانے والے گیارہ آدمیوں کو جلا کر رکھ دیا اور بعض کہتے ہیں کہ زیادہ آدمیوں کو جلا دیا یہ واقعہ یزید کی وفات سے گیارہ دن قبل اسی سال ۳ ربیع الاول کو ہوا اور ابن زبیر رضؓ اور اہل مکہ کی حالت بہت خراب ہو گئی اور پتھروں، آگ اور تلوار سے مسلسل اذیت جاری رہی اس بارے میں ابو حمزہ مدنی کہتا ہے ؎

"ابن نمیر نے بہت ہی برا کام کیا ہے اس نے مقام اور مصلیٰ کو جلا دیا ہے۔"

یزید اور دوسرے لوگوں کے حالات نہایت عجیب ہیں اور شراب نوشی کرنے اور پسر بنت رسولؐ کے قتل کرنے اور وصی پر لعنت کرنے اور بیت اللہ کے گرانے اور جلانے اور خونریزی کرنے اور فسق و فجور کا ارتکاب کرنے کی وجہ سے اس کے عیوب بہت زیادہ ہیں اور اس کے علاوہ بھی اس نے بہت سے ایسے کام کیے ہیں جن کے متعلق توحید کے منکر اور رسولوں کے مخالف کی طرح غفران الٰہی سے مایوسی کی وعید وارد ہوئی۔ ہے ہم قبل ازیں ان میں سے مشہور واقعات کو اپنی پہلی کتابوں میں بیان کر چکے ہیں۔

معاویہ بن یزید بن معاویہ، مروان بن الحکم مختار بن ابی عبید اور عبد اللہ بن زبیر رضؓ کے حالات و واقعات کی ایک جھلک

معاویہ بن یزید کے مختصر حالات

مسعودی بیان کرتا ہے کہ معاویہ بن یزید بن معاویہ اپنے باپ کے بعد بادشاہ

بنا اور اس کی حکومت چالیس روز تک رہی اس کے بعد وہ مرگیا اور بعض کہتے ہیں کہ دو ماہ تک رہی اور بعض کچھ اور مدت بیان کرتے ہیں اس کی کنیت ابو یزید تھی اور خلیفہ بننے پر وہ ابولیلیٰ کنیت کرتا تھا اور عرب میں یہ کنیت کمزور آدمی کی ہوا کرتی تھی اس بارے میں ایک شاعر کہتا ہے سے

"میں دیکھتا ہوں کہ فتنہ کی ہنڈیاں جوش مار رہی ہیں اور ابولیلےٰ کے بعد حکومت اس کی ہوگی جو غالب آجائے گا۔"

اور جب اس کی وفات کا وقت قریب آیا تو بنو اُمیہ اکٹھے ہو کر اس کے پاس گئے اور کہنے لگے، آپ اپنے اہل بیت میں سے جسے اہل سمجھتے ہیں اس کے متعلق وصیت کر دیجیے اس نے کہا قسم بخدا، میں نے تمہاری خلافت کا مزہ نہیں چکھا پس میں اس کا بوجھ کیسے اٹھاؤں؟ تم جلد اس کی حلاوت حاصل کرنا چاہتے ہو اور میں جلد اس کی تلخی کو حاصل کرنے والا ہوں اے اللہ میں اس سے بیزار اور الگ ہوں اے اللہ! میں اہل شوریٰ کی طرح کوئی گروہ نہیں پاتا کہ میں خلافت کا کام ان کے سپرد کر دوں اور وہ جس کو اس کا اہل سمجھیں اُسے خلیفہ بنالیں۔ اس کی والدہ نے اُسے کہا کاش میں حیض کا ایک چیتھڑا ہوتی اور تجھ سے یہ بات نہ سُنتی اس نے ماں کو جواب دیا اے ماں کاش میں حیض کا ایک چیتھڑا ہوتا اور یہ کام میرے سپرد نہ ہوتا۔ بنو اُمیہ تو اس کی حلاوت کے حصول میں کامیاب ہو جائیں اور میں اس کے بوجھ اور اس کا استحقاق رکھنے والے لوگوں کو روکنے کا بوجھ اُٹھا کر واپس جاؤں؟ ایسا ہرگز نہیں ہوگا، میں اس سے بری ہوں اور اس کی وفات کے سبب کے بارے میں بھی اختلاف کیا گیا ہے بعض کہتے ہیں کہ اُسے کوئی چیز پلائی گئی تھی اور بعض کہتے ہیں کہ وہ طبعی موت مرا۔ اور بعض کے نزدیک اُسے طاعون ہوئی ہے اور وہ ۲۲ سال کی عمر میں فوت ہوا اور دمشق میں دفن کیا گیا اور اس کی نماز جنازہ ولید بن عتبہ بن ابی سفیان نے پڑھائی تاکہ اس کے بعد حکومت اس کے لیے ہو، لیکن جب اس نے دوسری تکبیر کہی تو اُسے نیزہ مارا گیا اور وہ نماز مکمل کرنے سے قبل ہی گر کر مرگیا پس عثمان بن عتبہ بن ابی سفیان آگے آگیا تو لوگوں نے کہا ہم تیری بیعت کرتے ہیں اس نے کہا لیکن میں جنگ و قتال نہیں کروں گا تو انہوں نے اس کی یہ بات نہ مانی اور وہ مکہ آکر ابن زبیرؓ کے ساتھیوں میں شامل ہوگیا۔

پس آلِ حرب سے حکومت جاتی رہی اور ان میں کوئی ایسا آدمی نہ رہا جو حکومت کا خواہاں ہوتا یا اس کی طرف دیکھتا اور نہ ہی ان میں سے کوئی اس کی اُمید رکھتا تھا۔

اور اہلِ عراق نے عبداللہ بن زبیرؓ کی بیعت کر لی اور انہوں نے عبداللہ بن مطیع العدوی کو کوفہ کا عامل مقرر کیا۔

مختار کوفہ میں

مختار بن ابی عبید ثقفی نے ابن زبیرؓ سے کہا کہ میں ایک ایسی قوم سے واقف ہوں کہ کاش ان کے لیے کوئی ایسا آدمی ہوتا جو نرم دل اور کام کرنا جانتا ہوتا تو وہ آپ کے لیے ان میں سے ایسی فوج تیار کرتا جو شامیوں پر غالب آجاتی ابن زبیرؓ نے کہا وہ کون لوگ ہیں؟ اس نے کہا کوفہ میں بنی ہاشم کے شیعہ، آپ نے کہا تم ہی وہ آدمی بن جاؤ پس آپ نے اُسے کوفہ کی طرف بھیجا اور وہ اس کی ایک جانب جاکر اُتر پڑا اور طالبیوں اور ان کے شیعوں پر اُونچی آواز سے رونے لگا۔ اور ان سے محبت اور ان کے لیے غم کا اظہار کرنے لگا اور ان کے خون کا بدلہ لینے کے لیے ترغیب دینے لگا، پس شیعہ اس کی طرف مائل ہو گئے اور اس کے ساتھیوں میں شامل ہو گئے اور اس نے قصرِ امارت کی طرف جاکر وہاں سے ابنِ مطیع کو نکال دیا اور کوفہ پر غالب آگیا اور اس نے اپنے لیے ایک گھر اور باغ بنایا جس پر بیت المال سے بہت سا مال خرچ کر دیا اور لوگوں کو بھی بہت سا مال و منال دیا اور ابن زبیرؓ کو اطلاع دیتے ہوئے لکھا کہ ابن مطیع کو کوفہ سے اس لیے نکالا گیا ہے کہ وہ وہاں کا انتظام نہیں کر سکتا تھا اور وہ ابن زبیرؓ کو یہ زحمت بھی دینے لگا کہ جو کچھ وہ خرچ چکا ہے اُسے بیت المال کے حساب میں ڈال دیں، مگر ابن زبیرؓ نے یہ بات نہ مانی تو مختار نے ان کی اطاعت اور بیعت سے انکار کر دیا اور مختار نے علی بن حسین سجاد کو خط لکھا کہ وہ ان کی بیعت کرنا چاہتا ہے اور ان کی امامت کی دعوت دینا چاہتا ہے اور اس نے ان کی طرف بہت سا مال بھی بھیجا مگر علی سجاد نے اُسے قبول کرنے اور اس کے خط کا جواب دینے سے انکار کر دیا اور مسجد نبوی میں سب لوگوں کے سامنے اُسے بُرا بھلا کہا اور اس کے کذب و فجور اور اس کے آلِ ابی طالب کی طرف میلان کا اظہار کر کے لوگوں کے پاس جانے کا ذکر کیا۔

جب مختار، علی بن حسین سے مایوس ہو گیا تو اس نے ان کے چچا محمد بن حنفیہ کی طرف بھی یہی بات لکھی، علی بن حسین نے انہیں بتایا کہ وہ انہیں کچھ جواب نہ دیں، کیونکہ

وہ ہم سے اظہار محبت کر کے لوگوں کے دلوں کو اپنی طرف مائل کرنا چاہتا ہے اور اس کا باطن اس کے ظاہر کے خلاف ہے اور وہ ان کے دشمنوں میں سے ہے، دوستوں میں سے نہیں، اور ان پر اس کی حقیقت کو واضح کرنا واجب ہے جیسا کہ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں اس کا اظہار کیا ہے، پس ابن حنفیہ نے آکر ابن عباس کو اس بات کی خبر دی تو ابن عباس نے انہیں کہا کہ ایسا نہ کرنا، کیونکہ آپ کو پتہ نہیں کہ آپ کو ابن زبیرؓ سے کیا تعلق ہے چنانچہ ابن حنفیہ نے ابن عباس کی بات مان لی اور مختار کے عیوب بیان کرنے سے سکوت اختیار کر لیا۔

اور کوفہ میں مختار کا زور بڑھ گیا اور اس کے آدمی بھی زیادہ ہو گئے اور لوگ اس کی طرف مائل ہو گئے اور وہ لوگوں کو ان کی حیثیت اور عقل کے مطابق دعوت دینے لگا، کسی کو کہتا کہ وہ محمد بن حنفیہ کی امامت کی دعوت دے رہا ہے اور کسی کو کہتا کہ اس کے پاس فرشتہ وحی لاتا ہے اور اسے غیب کی خبریں دیتا ہے اور اس نے حضرت حسینؓ کے قاتلوں کا تعاقب کر کے انھیں قتل کیا اور اس نے عمر و بن سعد بن ابی وقاص زہری اور اس کے ساتھیوں کو قتل کر دیا، یہی وہ شخص ہے جس نے کربلا کے روز حضرت حسینؓ سے جنگ کی ذمہ داری لی تھی پس اہل کوفہ کا میلان و محبت اس کے ساتھ بڑھ گیا۔

حضرت ابن زبیرؓ کا حال

ابن زبیرؓ نے خلافت کی خواہش کے ساتھ ساتھ دنیا سے بے رغبتی اور عبادت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا میرا پیٹ صرف ایک بالشت ہے، دنیا اس میں نہیں سما سکتی اور میں خانہ کعبہ اور رب کی پناہ لینے والا ہوں اور بنی ہاشم کو ان کے بخل کی وجہ سے ان سے بہت تکلیف پہنچی اس بارے میں زبیر کا غلام ابو حرہ کہتا ہے ؎

"غلام، خلیفہ پر عیب لگاتے ہیں اور بھوک اور جنگ کی شکایت کرتے ہیں
اگر کوئی بادشاہ ہم پر غالب آجائے تو وہ ہمیں کیا تکلیف دیدے گا۔"

اور یہی غلام ابن زبیرؓ سے جدا ہونے کے بعد کہتا ہے ؎

"اور وہ ہمیشہ سورہ اعراف پڑھتا رہا یہاں تک کہ میرا دل ریشم کی طرح نرم ہو گیا، اگر تیرا پیٹ ایک بالشت ہوتا تو تو سیر ہو جاتا اور تو مساکین کو بہت مال دیتا میں ایک ایسا آدمی ہوں جو اس کا غلام رہا ہوں اور اس نے مجھے

فلاح کی امید پر ضائع کر دیا ہے، میری زندگی کی قسم حق تلف ہو گیا ہے۔"

پھر کہتا ہے ؎

"اے سوار! اگر تو مکہ جائے تو عوام کے بڑے بیٹے کو پیغام دے دینا اور اگر تجھ سے پوچھا جائے کہ کون سا بیٹا تیری مراد ہے تو تو بتانا کہ وہ جوہر ایک کو کہتا پھرتا ہے کہ میں بیت اللہ کی پناہ لیے ہوئے ہوں اور زمزم اور رکن کے درمیان بہت قلام کرتا ہے۔"

اور ضحاک بن فیروز دیلمی ابن زبیرؓ کے متعلق کہتا ہے ؎

"تو ہمیں کہتا ہے کہ تجھے ایک مٹھی غذا کافی ہے اور تیرا پیٹ ایک بالشت یا اس سے کم ہے اور جب تو کسی چیز کو حاصل کرتا ہے تو تو اسے ایسے کھا جاتا ہے جیسے جنڈ کی آگ بیری کی لکڑی کو کھا جاتی ہے اور جب تو آسائش سے رات بسر کرتا ہے تو اس وقت اگر تو کسی قریبی کو جزا دے تو عمرو پر مہربانی کرنے والا اس کے بعد تجھے اور دے گا۔"

ابن زبیرؓ اور ان کا بھائی عمرو

یزید بن معاویہ نے ولید بن عتبہ بن ابی سفیان کو مدینہ کا والی مقرر کیا تو وہ وہاں سے ایک فوج لے کر مکہ کی طرف ابن زبیرؓ سے جنگ کرنے کے لیے چلا، اس فوج کا سالار اس کا بھائی عمرو بن زبیر تھا جو عبداللہ سے منحرف تھا۔ جب جنگ ہوئی تو عمرو کے آدمی شکست کھا گئے اور انہوں نے عمرو کو چھوڑ دیا اور اس کا بھائی عبداللہ کامیاب ہو گیا۔ اور اس نے اُسے مسجد الحرام کے دروازے پر برہنہ کھڑا کر کے اس قدر کوڑے مارے کہ وہ مر گیا۔

ابن زبیرؓ اور عبداللہ بن محمدؒ بن حنفیہ

عبداللہ بن زبیرؓ نے حسن بن محمد بن حنفیہ کو عارم کے قید خانے میں قید کر دیا یہ قید خانہ بڑا وحشت ناک اور تاریک تھا اور اسے قتل کرنے کا ارادہ کیا اس نے ایسی تدبیر کی کہ وہ قید خانے سے بھاگ گیا اور راستے سے ہٹ کر پہاڑوں پر سے ہوتا ہوا منیٰ میں آ گیا، جہاں اس کا باپ محمد بن حنفیہ موجود تھا اس بارے میں بہت لوگوں نے اشعار کہے ہیں ؎

"تو جس سے ملتا ہے، کہتا ہے کہ میں نے بیت اللہ کی پناہ لی ہوئی ہے

حالانکہ پناہ لینے والا مظلوم تو عارم کے قید خانے میں ہے اور جو شخص اس شیخ کو منیٰ کے خیف مقام میں دیکھے گا، جان لے گا کہ وہ ظالم نہیں، وہ نبی اللہ کا ہم نام اور اس کے وصی کا بیٹا ہے اور بیڑیوں کو کھولنے والا اور تاوانوں کا ادا کرنے والا ہے۔"

اور ابن زبیرؓ نے مکہ میں رہنے والے تمام ہاشمیوں کا شعب میں محاصرہ کر لیا اور ان کے لیے بہت سی لکڑیاں اکٹھی کیں اگر ان میں آگ کا ایک شرارہ بھی پڑ جاتا تو ان میں سے ایک آدمی بھی موت سے نہ بچتا اور ان لوگوں میں محمد بن حنفیہ بھی شامل تھے۔

ابن زبیرؓ اور اہلبیت رسولؐ

اور نوفلی نے علی بن سلیمان سے اور اس نے فضیل بن عبدالوہاب کوفی سے اور اس نے ابو عمران رازی سے، اور اس نے فطر بن خلیفہ سے اور اس نے ذیال بن حرملہ سے بیان کیا ہے کہ میں بھی ان لوگوں میں شامل تھا جنہیں مختار کی طرف سے اہل کوفہ میں سے ابو عبداللہ جدلی نے جمع کیا تھا، ہم چار ہزار سواروں کے ساتھ اس کے ساتھ چلے تو ابو عبداللہ نے کہا کہ یہ بہت زیادہ سوار ہیں اور مجھے خدشہ ہے کہ ابن زبیرؓ کو اطلاع پہنچی تو وہ بنی ہاشم کا کام تمام کر دے گا پس میرے ساتھ چلو، پس ہم آٹھ سو گھوڑوں کے رسالہ میں اس کے ساتھ گئے اور ابن زبیرؓ کو اسی وقت پتہ چلا جب جھنڈے اس کے سر پر لہرا رہے تھے۔ راوی کہتا ہے کہ ہم بنی ہاشم کے پاس آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ شعب میں ہیں، ہم نے انہیں نکالا تو ابن حنفیہ نے ہمیں کہا، جو تم سے جنگ کرے اس کے ساتھ جنگ کرنا، اور جب ہم نے ابن زبیرؓ کو دیکھا تو ہم بپھر گئے اور اس کی طرف بڑھے تو اس نے کعبہ کے پردوں کی پناہ لے لی اور کہنے لگا میں اللہ کی پناہ میں ہوں۔

اور نوفلی اپنی تاریخ کی کتاب میں ابن عائشہ سے اور اس نے اپنے باپ سے اور اس نے حماد بن سلمہ سے بیان کیا ہے کہ جب میں شعب میں بنی ہاشم کے محاصرے اور ان کو جلانے کے لیے لکڑیوں کے جمع کرنے کا ذکر ہوتا تو عروہ بن زبیر اپنے بھائی کو معذور قرار دیتا اور کہتا کہ اس کا مقصد انہیں خوف زدہ کرنا تھا تاکہ وہ اس کی اطاعت میں داخل ہو جائیں جب کہ انہوں نے پہلے ہی بیعت کا انکار کر دیا تھا، اس جگہ اس واقعہ کا ذکر کرنا ضروری نہ تھا، اس کا ذکر ہم نے اپنی اس کتاب میں کیا ہے جو اہلبیت کے مناقب اور

حالات کے متعلق ہے اور اس کا نام "حدائق الاذہان" ہے۔

اور ابن زبیرؓ نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ سب لوگوں نے میری بیعت کر لی ہے اور محمد بن حنفیہ کے سوا کسی نے میری بیعت سے تخلف نہیں کیا، میرے اور اس کے درمیان غروب آفتاب تک کی میعاد ہے پھر میں اُسے گھر سمیت آگ لگا دوں گا، اور ابن عباس نے آکر ابن حنفیہ کو کہا اے عم زاد میں تیرے بارے میں اس کے متعلق مطمئن نہیں اس لیے اس کی بیعت کر لے، ابن حنفیہ نے جواب دیا اُسے میری جانب سے ایک قومی حجاب روک دے گا، پس ابن عباس سورج کی طرف دیکھنے لگے، اور ابن حنفیہ کی بات کے متعلق سوچنے لگے، اس وقت سورج غروب ہوا چاہتا تھا، پس جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے انہیں ابو عبداللہ جدلی سواروں کے ساتھ آملا، اور انہوں نے ابن حنفیہ سے کہا ہمیں اس کے متعلق اجازت دو مگر انہوں نے انکار کر دیا اور ایلہ کی طرف چلے گئے اور وہاں کئی سال تک مقیم رہے پھر ابن زبیر قتل ہو گیا۔

اسی طرح، عمر بن شبیہ نمیری نے عطا بن مسلم سے وہ بات بیان کی ہے جس کے متعلق ہمیں ابو الحسن مہرانی مصری نے مصر میں اور ابو اسحٰق جوہری نے بصرہ میں خبر دی تھی اور ان کے علاوہ دیگر لوگوں نے بھی اُسے بیان کیا تھا اور یہ وہ لوگ ہیں جو ابن حنفیہ کے پاس گئے اور یہ شیعہ کیسانیہ تھے جو محمد بن حنفیہ کی امامت کے قائل ہیں اور کیسانیہ نے محمد بن حنفیہ کی امامت کے قول کے بعد آپس میں جھگڑا کیا ہے اور ان میں سے بعض تو ان کی موت پر قطعی یقین رکھتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ وہ فوت نہیں ہوئے اور وہ "رضوئی" کے پہاڑوں میں زندہ ہیں اور پھر ان میں سے ہر فریق نے اختلاف کیا ہے اور انہوں نے مختار بن ابی عبید ثقفی کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے اپنا نام کیسانیہ رکھا ہے کیونکہ اس کا نام کیسان اور کنیت ابو عمرہ تھی اور یہ نام اُسے حضرت علیؓ نے دیا تھا اور بعض کا خیال ہے کہ کیسان ابو عمرہ، مختار کے علاوہ کوئی اور شخص ہے اور ہم نے کیسانیہ کے فرقوں اور دیگر شیعہ فرقوں اور اُمت کے گروہوں کے حالات اپنی کتاب المقالات فی اصول الدیانات میں بیان کیا ہے اور ہم نے ہر فریق کے اقوال کا ذکر کیا ہے اور جو بات وہ اپنے مذہب کی تائید میں پیش کرتا ہے اُسے بھی بیان کیا ہے اور ان لوگوں کا قول بھی ذکر کیا ہے جو بیان کرتے ہیں کہ ابن حنفیہ اپنے اصحاب کی

ایک جماعت کے ساتھ شعب رضوئ میں داخل ہو گئے ہیں اور اس وقت تک ان کے متعلق کوئی خبر معلوم نہیں ہوئی۔

اور مؤرخین کی ایک جماعت نے بیان کیا ہے کہ کثیرؔ شاعر کیسانی تھا اور وہ کہتا تھا کہ محمد بن حنفیہ ہی وہ مہدی ہے جو زمین کو اس طرح عدل وانصاف سے بھر دے گا جیسے وہ شر اور ظلم سے بھر پور ہے اور زبیر بن بکار نے اپنی کتاب "انساب قریش" میں انساب آل ابی طالب کے حالات بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ میرے چچاؓ نے مجھے بتایا کہ کثیر اپنے اشعار میں ابن حنفیہ کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے جن کا آغاز اس طرح ہوتا ہے کہ ؎

"وہ مہدی ہے اس کے متعلق ہمیں احبار کے بھائی کعب نے گذشتہ صدیوں میں خبر دی ہے جب وہ مجھے بلائے تو اللہ تعالیٰ میری آنکھ کو ٹھنڈا کرے وہ اللہ کا امین ہے جو سوال میں نرمی برتتا ہے اور اس نے میرے خیال میں میری اچھی ثناء کی اور میرے بچوں کا اور میرا حال پوچھا۔"

نیز کثیرؔ ان کے متعلق مزید کہتا ہے ؎

"آگاہ رہو کہ آئمہ قریش میں سے ہیں اور حق کے چاروں والی برابر ہیں، علی اور ان کے تینوں بیٹے اسباط ہیں اور یہ ایمان اور نیکی کی سبط ہے اور ایک سبط کو کربلا نے غائب کر دیا ہے اور ایک سبط کو آنکھ نہیں دیکھ سکتی یہاں تک کہ وہ ان سواروں کی رہنمائی کرے جن کے پیچھے جھنڈا ہے وہ رضوئ میں غائب ہو گیا ہے اور ایک عرصے سے ان میں نظر نہیں آ رہا اور اس کے پاس شہد اور پانی ہے۔"

اور سید حمیری جو کیسانی تھا ان کے متعلق کہتا ہے ؎

"وصی سے کہہ دو کہ میری جان آپ پر قربان ہو "جبل رضوئ" میں آپ کا قیام بہت لمبا ہو گیا ہے اس بات نے اس گروہ کو بڑا نقصان دیا ہے

ؔلہ ایک نسخہ میں ہے مجھے عمیر نے بتایا۔

جس نے ہم میں سے آپ سے دوستی کی ہے اور آپ کا نام خلیفہ اور امام رکھا ہے اور آپ کے بارے میں انہوں نے سب اہل زمین سے دشمنی کی ہے آپ ان سے ستر سال سے غائب ہیں اور ابن خولہ نے موت کا مزا نہیں چکھا اور نہ زمین نے اس کی ہڈیوں کو چھپایا ہے اور وہ رضوی پہاڑ کے پیچھے چلا گیا ہے اور اس سے فرشتے باتیں کرتے ہیں۔"

نیز سید حمیری ان کے متعلق مزید کہتا ہے ؎

"اے شعب رضوی جو شخص تیرے پاس ہے اُسے کیا ہو گیا ہے کہ وہ نظر نہیں آتا حالانکہ ہم اس کی محبت میں دیوانے ہوئے جاتے ہیں، کتنی مدت تک یہ صورتِ حال رہے گی، اے ابن رسول تو زندہ ہے اور تجھے رزق دیا جاتا ہے۔"

اور سید کے اور اشعار بھی ہیں جو ہماری اس کتاب میں نہیں آ سکتے۔ علی بن محمد نوفلی نے اپنی کتاب الاخبار میں بیان کیا ہے جسے ہم نے ابوالعباس بن عمار سے سُنا ہے وہ کہتا ہے کہ ہمیں جعفر بن محمد نوفلی نے بتایا اور وہ کہتا ہے کہ ہمیں اسماعیل ساحر نے بتایا جو سید حمیری کا راوی تھا کہ سید کیسانیہ کے اعتقاد پر مرا اور اُس نے اس قصیدہ کے بارے میں، جس کا پہلا مصرعہ یہ ہے کہ "میں اللہ کے نام کے ساتھ جعفری ہو گیا ہوں اور اللہ بہت بڑا ہے۔"

کہا ہے کہ یہ اس کا قول نہیں، اور عمر بن شبّہ نمیری نے مساور بن سائب سے بیان کیا ہے کہ ابن زبیرؓ نے چالیس روز خطبہ دیا اور وہ رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر درود نہیں پڑھتا تھا اور کہتا تھا کہ مجھے ان پر درود پڑھنے سے کوئی چیز مانع نہیں، سوائے اس کے کہ لوگوں میں اس سے تکبّر پیدا ہوتا ہے۔

ابن عباسؓ اور ابن زبیرؓ کے درمیان گفتگو

سعید بن جبیر بیان کرتا ہے کہ عبداللہ بن عباسؓ، ابن زبیرؓ کے پاس گئے تو ابن زبیرؓ نے انہیں کہا آپ ہی ہیں جو مجھے ڈانٹتے اور بخیل قرار دیتے ہیں؟ ابن عباسؓ نے جواب دیا ہاں۔ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا ہے کہ وہ شخص مسلمان نہیں جو خود تو سیر ہو اور اس کا پڑوسی بھوکا ہو، ابن زبیرؓ نے کہا کہ میں اس گھرانے

سے تمہارے بغض کو چالیس سال سے چھپائے ہوئے ہوں اور ان کے درمیان لمبی گفتگوئیں ہوئیں اور ابن عباس اپنی جان کے خوف سے مکہ سے طائف چلے گئے اور وہیں فوت ہوئے یہ واقعہ عمر بن شبہ نمیری نے سوید بن سعید سے بیان کیا ہے جو اسے سعید بن جبیر تک پہنچاتے ہیں جسے ہم سے مہرانی نے مصر میں اور کلابی نے بصرہ میں بیان کیا تھا اور ان دونوں کے علاوہ بھی لوگوں نے اسے عمرو بن شبہ سے بیان کیا ہے۔

ابن حنفیہ اور ابن زبیر کے درمیان نوک جھونک

نوفلی نے اپنی کتاب الاخبار میں ولید بن ہشام مخزومی سے بیان کیا ہے وہ بیان کرتا ہے کہ ابن زبیرؓ نے خطبہ دیا اور حضرت علیؓ پر لے دے کی یہ خبر ان کے بیٹے محمد بن حنفیہ کو پہنچی تو وہ آ گئے یہاں تک کہ اس کے سامنے ان کی کرسی رکھ دی گئی اور وہ اس پر چڑھ گئے اور کہنے لگے اے گروہ قریش! تم روسیاہ ہو جاؤ کیا تمہاری موجودگی میں علیؓ کے نقائص بیان کیے جائیں گے، یقیناً علیؓ ایک یکتا تیر تھا جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے دشمنوں پر پھینکا تھا جو ان کے کفر کی وجہ سے ان سے عداوت رکھتا تھا اور جو ان کے کھانے پر ان کو قے کرا دیتا تھا اور یہ بات انہیں گراں گزرتی تھی پس انہوں نے آپ پر جھوٹی تہمتیں لگائیں اور ہم اس کی پارٹی ہیں جو اس کے بلند احکام پر چلتے ہیں اور انصار کے عمدہ آدمیوں کے بیٹے ہیں اگر ہمیں کبھی حکومت ملی تو ہم ان کی ہڈیوں کو بکھیر دیں گے اور ان کے جسموں کو ننگا کر دیں گے اور اس وقت ان کے جسم بوسیدہ ہو چکے ہوں گے اور ظالموں کو پتہ چل جائے گا کہ وہ کونسی جگہ جا رہے ہیں پھر ابن زبیر نے دوبارہ تقریر شروع کی اور کہا میں بنی فواطم کو باتیں کرنے میں معذور سمجھتا ہوں، ابن حنفیہ کو کیا ہو گیا ہے؟ محمد نے کہا اے ابن ام رومان! میں کیوں بات نہ کروں؟ کیا فاطمہؓ بنت محمدؐ میرے باپ کی بیوی اور میری بہن کی ماں نہیں اور کیا فاطمہ بنت اسد بن ہاشم میری دادی نہیں اور کیا فاطمہ بنت عمرو بن عائذ میرے باپ کی دادی نہیں؟ خدا کی قسم اگر خدیجہؓ بنت خویلد نہ ہوتی تو میں بنی اسد کی ہر ہڈی کو توڑ دیتا، اور اگر مجھے اس راہ میں تکالیف آئیں تو میں صبر کرتا۔

ابن زبیرؓ کا، ابن عباسؓ کے نقائص بیان کرنا

ہمیں ابن عمار نے، علی بن محمد بن سلیمان نوفلی سے بتایا وہ کہتا تھا کہ مجھے ابن

عائشہ اور عتبی نے اپنے باپوں کے طریق سے بتایا اور ان دونوں کے الفاظ قریباً قریباً ایک جیسے ہی تھے کہ ابن زبیر نے خطبہ دیتے ہوئے کہا کہ ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو متعہ کے متعلق فتوے دیتے ہیں اور حواریٔ رسول اور اُم المومنین حضرت عائشہ رض کی تنقیص کرتے ہیں، ان کا کیا حال ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو ان کی آنکھوں کی طرح اندھا کر دیا ہے اور وہ ابن عباس پر تعریض کر رہا تھا، ابن عباس رض نے کہا اے جوان! میری طرف متوجہ ہو، ابن زبیر رض نے کہا ؎

"جس نے ریچھ کو تیر مارا اس نے انصاف کر دیا جب ہم کسی گروہ سے جنگ میں ملتے ہیں تو اس کے پہلے حصے کو پچھلے حصے کی طرف لوٹا دیتے ہیں۔"

اور متعہ کے متعلق تو نے جو کہا ہے اس کے متعلق اپنی ماں سے پوچھ وہ تجھے بتائے گی کیونکہ متعہ کی پہلی انگیٹھی اس انگیٹھی سے روشن ہوئی جو تیری ماں اور تیرے باپ کی تھی اس کی مراد متعہ الحج سے ہے اور تیرا "ام المومنین" کہنا، ہماری وجہ سے ہے یعنی تو ہماری وجہ سے حضرت عائشہ کو ام المومنین کہہ رہا ہے اور ہماری وجہ سے ہی اس پر حجاب کا حکم لگایا گیا اور یہ جو تو نے کہا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حواری، تو اس کے بارے میں یاد رہے کہ میں تیرے باپ سے جنگ میں ملا تھا اور اس وقت میں امام ہدایت کے ساتھ تھا اور اگر وہ ایسا تھا جیسے میں کہہ رہا ہوں تو اس نے ہم سے بھاگ کر کفر کیا ہے پس ابن زبیر رض خاموش ہو گیا اور اپنی ماں اسماء رض کے پاس چلا گیا اور اُسے ان باتوں کی اطلاع دی تو اس نے کہا اس نے درست کہا ہے۔

مسعودی بیان کرتا ہے کہ اس واقعہ میں بُردہ اور عوسجہ کے بیان سے کچھ اختلاف بھی ہیں ہم نے سب واقعہ کو اور جو کچھ لوگوں نے متعہ النساء اور متعہ الحج کے بارے میں کہا ہے بیان کر دیا ہے اور اس بارے میں ان کے اختلاف کا بھی ذکر کیا ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو بیان کیا گیا ہے کہ آپ نے متعہ کو اور پالتو گدھوں کو خیبر کے سال حرام قرار دیا تھا اُسے بھی بیان کیا ہے اور ربیع بن سبرہ نے جو حدیث اپنے باپ سے بیان کی ہے اور اس میں جو کچھ ذکر کیا گیا ہے نیز حضرت عمر رض کے قول کا بھی ذکر کیا ہے کہ "متعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھا۔" اور اگر میں نے پہلے منع کیا ہوتا تو اس کے کرنے والے سے ایسا ایسا سلوک کرتا، اور جو جابر رض سے روایت کی گئی ہے کہ ہم رسول کریم

صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اور حضرت ابوبکر رضؓ کی خلافت میں اور حضرت عمر رضؓ کی خلافت کے شروع زمانے میں متعہ کیا کرتے تھے اور اس کے علاوہ بھی ان کی دیگر باتوں کو اپنی کتاب "الاستبصار" اور "الصفوۃ" اور "الواجب فی الفروض اللوازم" میں بیان کیا ہے اور پاؤں کے دھونے اور مسح کرنے اور موزوں پر مسح کرنے اور طلاق سنت اور طلاق عدت اور طلاق تعدی کے بارے میں جو کچھ لوگوں نے کہا ہے اُسے بھی بیان کیا ہے۔ نوفلی نے ابی عاصم سے اور اس نے ابن جریج سے بیان کیا ہے وہ کہتا ہے کہ مجھے منصور بن شیبہ نے صفیہ بنت ابی عبید سے اور اس نے اسماء بنت ابی بکر سے بتایا وہ کہتی تھیں کہ جب ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع میں آئے تو آپ نے حکم دیا کہ جس کے پاس قربانی نہیں وہ حلال ہو جائے وہ بیان کرتی ہیں کہ میں حلال ہو گئی اور میں نے کپڑے زیب تن کیے اور خوشبو لگائی یہاں تک کہ میں زبیر رضؓ کے پہلو میں آبیٹھی، اس نے مجھے کہا اُٹھ کر چلی جاؤ۔ میں نے کہا تجھے کس بات کا ڈر ہے اس نے کہا مجھے خدشہ ہے کہ میں تجھ پر سوار نہ ہو جاؤں، اور یہی ابن عباس کی مراد تھی۔

اور اس حدیث کو نوفلی کے علاوہ بھی لوگوں نے ابی عاصم سے بیان کیا ہے اور لوگوں نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے بعض کا خیال ہے کہ آپ کی مراد متعہ الحج سے تھی کیونکہ زبیر رضؓ نے اسماء کے ساتھ باکرہ ہونے کی حالت میں اسلام میں شادی کی تھی، پس اس سے مراد متعہ النساء کیسے ہو سکتا ہے۔

ابن زبیرؓ اور حصین بن نمیر کے درمیان مکالمہ

جب یزید بن معاویہ فوت ہو گیا اور معاویہ ابن یزید حکمران بنا تو اس کی خبر حصین بن نمیر اور ان شامیوں کو بھی پہنچ گئی جو اس کی فوج میں موجود تھے اس وقت وہ ابن زبیر رضؓ کے ساتھ جنگ کر رہا تھا لہٰذا انہوں نے ابن زبیر رضؓ سے صلح کر لی اور مکہ میں اُتر پڑے اور حصین نے عبداللہ سے مسجد میں ملاقات کی اور اُسے کہا اے ابن زبیر رضؓ کیا آپ پسند کریں گے کہ میں آپ کو شام لے جاؤں اور آپ کی بیعت خلافت لوں، عبداللہ نے بلند آواز سے کہا، کیا اہل حرہ کے قتل کے بعد ایسا ہو سکتا ہے نہیں خدا کی قسم جب تک میں ہر آدمی کے عوض پانچ شامیوں کو قتل نہ کر لوں ایسا نہیں ہو سکتا، حصین نے کہا اے ابن زبیر رضؓ جو تجھے دانا خیال کرتا ہے وہ احمق ہے، میں تجھ سے آہستگی سے بات کر رہا ہوں اور تو مجھ سے

بلند آواز سے بات کرتا ہے، میں تجھے خلیفہ بنانے کی دعوت دے رہا ہوں تاکہ جنگ ختم ہو جائے اور تو خیال کرتا ہے کہ تو ہم سے جنگ کر رہا ہے، عنقریب تجھے معلوم ہو جائے گا ہم میں سے کون قتل ہوتا ہے اور شامی حصین کے ساتھ اپنے ملک کی طرف واپس چلے گئے، پھر جب وہ مدینہ کی طرف گئے تو اہل مدینہ ان پر آوازے کسنے لگے اور انہیں دھمکیاں دینے لگے اور اپنے حرہ کے مقتولین کو یاد کرنے لگے پس جب یہ بات بڑھ گئی اور فتنہ کے بڑھنے کا خدشہ پیدا ہو گیا تو رَوح بن زنباع جذامی نے جو اس فوج میں موجود تھا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر چڑھ کر کہا اے اہل مدینہ تم ہمیں کیا دھمکی دیتے ہو؟ خدا کی قسم ہم نے آپ لوگوں کو کلب کے کسی آدمی کی بیعت کی دعوت نہیں دی اور نہ ہی بلقین، لخم اور جذام اور نہ کسی اور عرب اور ان کے کسی حلیف کی بیعت کی دعوت دی ہے بلکہ ہم نے آپ کو قریش کے اس قبیلے یعنی بنو امیہ کے ایک آدمی کی طرف دعوت دی ہے اور پھر یزید بن معاویہ کی اطاعت کی دعوت دی ہے۔ اور اسی کی اطاعت پر ہم نے تم سے جنگ کی ہے، پس تم ہمیں ہی دھمکیاں دیتے ہو؟ خدا کی قسم ہم بڑے نیزہ باز اور موت کو ترجیح دینے والے ہیں، تم کیا چاہتے ہو، اور یہ لوگ شام کی طرف چلے گئے۔

ابن زبیر کا ابراہیمی بنیادوں پر کعبہ کو تعمیر کرنا

صنعاء سے ابن زبیرؓ کے پاس وہ رنگ برنگ چھوٹے چھوٹے پتھر لائے گئے جنہیں ابرہہ حبشی نے اپنے تعمیر کردہ گرجے میں لگایا تھا اور ان کے ساتھ سنگِ مرمر کے تین نقش و نگار والے ستون بھی تھے جن کے نقوش میں سندروس (ایک قسم کا گوند) اور کئی قسم کے رنگ بھرے گئے تھے، اس سنگِ مرمر کو دیکھنے والا اُسے سونا خیال کرتا تھا، ابن زبیر نے قریش کے ستر شیوخ کی موجودگی میں کعبہ کی تعمیر کا آغاز کیا کیونکہ جب قریش نے کعبہ کی تعمیر کی تھی اس وقت ان کے اخراجات ختم ہو گئے تھے اور انہوں نے بیت اللہ کی وسعت کو حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اساس سے سات ہاتھ کم کر دیا تھا ابن زبیرؓ نے تعمیر کے وقت مذکورہ ہاتھوں کا اضافہ کر لیا اور اس میں رنگ برنگے پتھر ڈالے اور ستون بنائے اور اس کے دو دروازے بنائے ایک دروازہ داخل ہونے کے لیے ایک اور دروازہ باہر جانے کے لیے کعبہ کی یہ تعمیر اسی طرح قائم رہی یہاں تک کہ حجاج نے عبداللہ بن زبیرؓ کو شہید کر دیا اور اس نے عبدالملک بن مروان

کو لکھا کہ ابن زبیر نے بیت اللہ میں یہ اضافہ کیا ہے تو عبدالملک نے اس کے گرانے کا حکم دے دیا اور اُسے دوبارہ اسی جگہ پر تعمیر کرنے کا حکم دیا جہاں وہ قریش اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھا نیز حجاج کو ایک دروازہ بنانے کا حکم دیا تو اس نے تعمیل حکم کی۔

ابن زبیر کی حکومت مضبوط ہوگئی اور شام میں ان کی بیعت لی گئی اور طبریہ کے سوا، دیگر اسلامی منابر پر اس کا خطبہ پڑھا جانے لگا۔ لیکن حسان بن مالک بن بجدل نے ابن زبیر کی بیعت سے انکار کر دیا اور خالد بن یزید بن معاویہ کی بیعت کا ارادہ کیا، مکہ میں ابن زبیر کی بیعت کا متولی عبداللہ بن مطیع العدوی تھا اس بارے میں فضاعہ اسدی کہتا ہے جس نے ابن زبیر کی بیعت کر کے پھر اُسے توڑ دیا تھا ؎

"ابن مطیع نے مجھے بیعت کی دعوت دی تو میں اس کے پاس آیا اور میرا دل اس بیعت سے مانوس نہیں تھا، پس اس نے مجھے کھُردرا ہاتھ پکڑایا اور جب میں نے اُسے اپنے ہاتھ سے چھُوا تو وہ خلفاء کے ہاتھوں میں سے نہ تھا۔"

عبیداللہ بن زیاد اور خلافت

یزید بن معاویہ اور معاویہ بن یزید فوت ہوگئے تو عبید اللہ بن زیاد بصرہ کا امیر تھا اس نے تقریر کر کے لوگوں کو ان دونوں کی موت کی اطلاع دی اور یہ کہ ان میں سے کسی کو بھی شوریٰ کے مشورے سے خلیفہ نہ بنایا گیا تھا اور کہنے لگا آج کوئی علاقہ تمہارے علاقے سے وسیع نہیں اور نہ کسی کی تعداد تم سے زیادہ ہے اور نہ کسی کے پاس تم سے زیادہ مال ہے، تمہارے بیت المال میں ایک کروڑ درہم موجود ہے اور تمہارے جانباز ساٹھ ہزار ہیں، اور ان کا اور ان کے عیال کا عطیہ ساٹھ لاکھ ہے پس تم اپنی پسند کے آدمی کو تلاش کرو جو تمہارے کام کو سنبھالے اور تمہارے دشمنوں سے لڑے اور تمہارے مظلوم کا انصاف کرے اور تمہارے درمیان اموال کو تقسیم کرے تو بصرہ کے اشراف میں سے احنف بن قیس تمیمی، قیس بن الہیثم سلمی اور مسمع بن مالک العبدی نے اُسے جا کر کہا اے امیر! ہم تیرے سوا، کسی آدمی کو ایسا نہیں پاتے، اس نے کہا اگر تم میرے سوا کسی اور کو عامل بناتے تو میں اس کی سمع و اطاعت کرتا۔

کوفہ کا اس کی اطاعت سے انکار کرنا

عبیداللہ بن زیاد کی طرف سے عمرو بن حریث

خزاعی کوفہ کا عامل تھا عبید اللہ بن زیاد نے اُسے لکھا کہ بصرہ کے لوگوں نے مجھے امیر بنا لیا ہے نیز اُسے حکم دیا کہ وہ بھی کوفیوں کو حکم دے کہ وہ بھی اہل بصرہ کی طرح اس کی اطاعت میں آ جائیں چنانچہ عمرو بن حریث نے منبر پر چڑھ کر تقریر کی اور لوگوں کو اہل بصرہ کے متعلق بتایا کہ وہ عبید اللہ کی اطاعت میں داخل ہو چکے ہیں تو یزید بن رویم شیبانی نے کھڑے ہو کر کہا خدا کا شکر ہے جس نے ہماری قسموں کو آزاد کیا ہے ہمیں بنی اُمیہ کی ضرورت نہیں اور نہ ابن مرجانہ کی امارت کی ضرورت ہے (مرجانہ عبید اللہ کی ماں کا نام ہے) اور اس کے باپ زیاد کی ماں کا نام سمیہ تھا جیسا کہ ہم نے بھی بیان کیا ہے) بیعت صرف اہل حجاز کی ہے پس اہل کوفہ بنی اُمیہ کی ولایت اور ابن زیاد کی امارت سے دست بردار ہو گئے اور انہوں نے غور کر کے اپنا امیر مقرر کرنے کا ارادہ کیا، ایک پارٹی نے کہا کہ عمرو بن سعد بن ابی وقاص امارت کا اہل ہے جب انہوں نے اُسے امیر بنانے کا ارادہ کیا تو ہمدان، کہلان، انصار، ربیعہ اور نخع کی عورتیں روتی، چلاتی اور حسینؑ کا نوحہ کرتی ہوئی جامع مسجد میں داخل ہو گئیں اور کہنے لگیں کیا عمرو بن سعد قتل حسین سے راضی نہیں ہوا کہ اس نے ہم پر کوفہ کا امیر بننا چاہا ہے۔ لوگ رو پڑے اور انہوں نے عمرو سے منہ پھیر لیا۔ اور ان میں سب سے نمایاں ہمدان قبیلے کی عورتیں تھیں اور حضرت علی علیہ السلام ہمدان کی طرف بڑا میلان رکھتے تھے اور انہیں ترجیح دیتے تھے اور کہتے تھے ؎

"اگر میں جنت کے دروازے پر دربان ہوتا تو ہمدان قبیلہ سے کہتا کہ سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ۔"

اور فرمایا ؎

"میں نے ہمدان کو تیار کیا اور انہوں نے حمیر کو تیار کیا۔"

صفین میں ان سے ایک آدمی بھی معاویہ اور اہل شام کے ساتھ نہ تھا۔ ہاں غوطہ دمشق کے کچھ لوگ شامل تھے، غوطہ ایک بستی ہے جو عین ثرما کے نام سے مشہور ہے اس وقت یعنی ۳۳۲ھ تک ان میں سے کچھ لوگ وہاں موجود ہیں۔

جب ابن زبیرؓ کو اہل کوفہ کے متعلق اطلاع ملی تو انہوں نے جیسا کہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں عبد اللہ بن مطیع العدوی کو ان کی طرف بھیجا تو اس نے ان کی ذمہ داری سنبھال لی یہاں تک کہ مختار اس کے پیچھے پیچھے گیا۔

مروان بن الحکم کی تدبیر جب مروان بن الحکم نے دیکھا کہ لوگ ابن زبیر کی بیعت پر متفق ہیں اور اس کی بات کو قبول کرتے ہیں تو اس نے بھی ان کے ساتھ مل جانے کا ارادہ کیا مگر عبید اللہ بن زیاد نے اس کے شام آنے پر اسے اس بات سے روک دیا اور کہا کہ تو بنی عبد مناف کا شیخ ہے اس لیے جلد بازی نہ کر، مروان جابیہ کی طرف چلا گیا جو جولان کے علاقے میں دمشق اور اُردن کے درمیان واقع ہے اور ضحاک بن قیس فہری نے لوگوں کو اپنی طرف مائل کر لیا اور ان کا سردار بن گیا اور مروان سے الگ ہو گیا اور دمشق جانا چاہا مگر اس سے پہلے عمرو بن سعید اشدق وہاں پہنچ گیا اور ضحاک نے حوران اور البثنہ کی طرف جا کر ابن زبیرؓ کی دعوت کا پرچار کیا اور اشدق اور مروان کی ملاقات ہوئی تو اشدق نے مروان سے کہا، کیا جو بات میں تمہیں کہتا ہوں تم اس میں میری اور اپنی بھلائی سمجھتے ہو؟ مروان نے کہا وہ کیا بات ہے، اس نے کہا میں لوگوں کو اس شرط پر تیری طرف دعوت دیتا ہوں اور تیرے لیے ان کی بیعت لیتا ہوں کہ تیرے بعد حکومت میرے لیے ہوگی، مروان نے کہا، نہیں، بلکہ خالد بن یزید بن معاویہ کے بعد ہوگی۔ اشدق اس بات پر رضامند ہو گیا اور اس نے لوگوں کو مروان کی بیعت کی دعوت دی جسے انہوں نے قبول کر لیا پھر اشدق، اُردن میں حسان بن مالک کے پاس گیا اور اسے مروان کی بیعت کی رغبت دلائی تو وہ بیعت کرنے پر مائل ہو گیا۔

مروان کی بیعت مروان بن الحکم بن ابی العاص بن اُمیہ بن عبد شمس بن عبد مناف کی بیعت کی گئی اس کی کنیت ابو عبد الملک تھی اور اس کی ماں آمنہ بنت علقمہ بن صفوان تھی اور یہ اس وقت اُردن میں تھا یہ سب سے پہلا شخص ہے جس کی اہل اُردن نے بیعت کی اور اس کی بیعت مکمل ہو گئی۔ کہتے ہیں کہ مروان پہلا شخص تھا جس نے ایک جماعت کی رضامندی کے بغیر بزور شمشیر بیعت لی اور ان چند لوگوں کے سوا جنہوں نے اسے اس بات پر آمادہ کیا تھا باقی سب لوگوں نے اسے اس بات سے ڈرایا اور مروان کے سوا، پہلے لوگوں نے اعوان و انصار اور تعداد کے ساتھ لوگوں کی بیعت لی تھی اور اس نے اس طرح لی ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے۔

اور مروان نے اپنے بعد خالد بن یزید اور خالد کے بعد عمرو بن سعید اشدق کے لیے بیعت لی، مروان کو لوگ "خیط باطل" کا لقب دیتے تھے اس بارے میں اس کا بھائی عبد الرحمٰن بن الحکم کہتا ہے ؎

"اللہ تعالیٰ اس قوم پر لعنت کرے جس نے لوگوں پر خیط باطل کو امیر بنا دیا ہے وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور جسے نہیں چاہتا اُسے نہیں دیتا۔"

اور حسان بن مالک نے ـــــ جو شام میں قحطان کا سردار تھا ـــــ مروان پر وہ شروط عائد کیں جو اس نے معاویہ، اس کے بیٹے یزید اور اس کے بیٹے معاویہ بن یزید پر عائد کی تھیں ان میں سے ایک شرط یہ تھی کہ وہ ان کے دو ہزار آدمیوں کے لیے دو دو ہزار روپے تنخواہ مقرر کرے اور اگر وہ فوت ہو جائے تو اس کی جگہ اس کا بیٹا اور اس کا عم زاد کھڑا ہو گا اور یہ کہ انہیں امر و نہی اور آگے بیٹھنے کا حق حاصل ہو گا اور ہر کام ان کی رائے اور مشورے سے ہو گا تو مروان نے ان شرائط کو قبول کر لیا۔ مالک بن ہبیرہ یشکری نے اُسے کہا کہ ہماری گردنوں میں تمہاری بیعت کا جُوا نہیں ہو گا۔ اور ہم صرف دنیاوی مال کے لیے جنگ کریں گے اور اگر تو ہمارے ساتھ معاویہ اور یزید کی طرح سلوک کرے تو ہم تیری مدد کریں گے اور اگر تو نے کوئی اور روش اختیار کی تو خدا کی قسم ہمارے نزدیک نسب قریش برابر ہیں تو مروان نے اس کے مطالبے کو مان لیا۔

مروان اور ضحاک بن قیس کی جنگ

مروان، ضحاک بن قیس فہری کی طرف جنگ کے لیے گیا اور قیس اور دیگر مصری اور نزار وغیرہ ضحاک کے ساتھ مل گئے تھے اور اس کے ساتھ قضاعہ کے لوگ بھی تھے جن کا سردار وائل بن عمرو العدوی تھا اور اس کے پاس وہ جھنڈا بھی تھا جسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے باپ کے لیے باندھا تھا اور ضحاک اور اس کے ساتھیوں نے ابن زبیر کی خلافت کا اظہار کیا اور مروان اور ضحاک اور ان دونوں کے ساتھیوں کی جنگ دمشق سے چند میل کے فاصلے پر مرج راہط میں ہوئی، اور ان کے درمیان جنگیں ہوتی رہتی تھیں جن میں کبھی کسی کا اور یمانیوں اور ان کے جنگلی لوگوں نے جو مروان کے ساتھ تھے ان پر حملہ کر دیا تو ابن زبیر کی فوج کا سالار قیس بن ضحاک قتل ہو گیا جسے تیم اللات کے ایک آدمی نے قتل کیا اور اس کے ساتھ جو نزاری تھے وہ بھی قتل ہو گئے اور قیس کے آدمیوں میں بہت قتلام ہوا جس کی مثال کبھی نہیں دیکھی گئی اس بارے میں مروان بن الحکم کہتا ہے ؎

"جب میں نے دیکھا کہ لوگ تو مجسم جنگ بن گئے ہیں اور مال غصب کرنے کے سوا حاصل نہیں ہو سکتا، تو میں نے غسان، کلب اور سکسکین کے

آدمیوں کو بلایا جو بڑے سخت آدمی ہیں، اور قیس قبیلہ بھی ایک طرف ہو کر چل رہا تھا اور دُبلی اونٹنیاں چھلانگیں مار رہی تھیں جو سرداروں اور سخت اطاعت گزار لوگوں کو اُٹھائے ہوئے تھیں۔"

اور اس بارے میں اس کا بھائی عبدالرحمٰن بن الحکم کہتا ہے ؎

"میں دیکھ رہا ہوں کہ اہل مرج کی باتیں، اہل فرات، اہل فیض اور نیل کے رہنے والوں تک پہنچ چکی ہیں۔"

اور زفر بن حارث عامری ثم الکلابی، ضحاک کے ساتھ تھا، جب تلوار چلتی چلتی دُور تک اس کی قوم میں چلی گئی تو وہ بھاگ گیا اور اس کے ساتھ بنو سلیم کے بھی دو آدمی تھے اس نے ان دونوں کے گھوڑوں کو اپنے لیے مخصوص کر لیا اور ان دونوں کو مروان کے یمانی سواروں نے آلیا، ان دونوں نے ضحاک سے کہا تم اپنی جان بچاؤ ہم دونوں مارے جائیں گے پس وہ گھوڑا دوڑاتے ہوئے بھاگ گیا اور ان دونوں آدمیوں کو قتل کر دیا گیا اور اس دن کے بارے میں زفر بن حارث کلابی نے بہت سے اشعار کہے ہیں جن میں سے یہ شعر بھی ہیں ؎

"میری زندگی کی قسم کہ راہط کی جنگ نے مروان کے لیے خونریز دشمنی چھوڑی ہے اور روڑی پر بھی سبزہ اُگ آتا ہے لیکن دلوں کی کجی باقی رہتی ہے، تیرا باپ نہ رہے مجھے اپنے ہتھیار دکھا، میں جنگ کو بڑھتا دیکھ رہا ہوں کیا وہ کلبی چلے جائیں گے جنہیں ہمارے تیر نہیں لگے اور راہط کے مقتول یونہی پڑے رہیں گے، اور تو نے اس سے پہلے میرے فرار اور اپنے دونوں ساتھیوں کو چھوڑنے کی غلطی کو نہیں دیکھا؟ اور اس شب، جب میں دو جماعتوں کے ساتھ جا رہا تھا میں نے اپنے مخالفوں اور موافقوں کے سوا کسی کو نہیں دیکھا اگر میں نے اس سے برائی کی ہے تو کیا وہ ایک دن، میرے اچھے دنوں کو برباد کر دے گا، کیا ابن عمرو اور ابن معن اور ہمام کے پے در پے قتل ہونے کے بعد مجھے کوئی خواہش رہ سکتی ہے۔"

لوگ اپنی فوجوں کے ساتھ ان لوگوں سے جا ملے جو ارض شام کے معرکہ میں موجود تھے، نعمان بن بشیر حمص کا والی تھا اور اس نے ضحاک کی مدد کرتے ہوئے ابن زبیر کے

حق میں تقریر کی اور جب اُسے اس کے قتل ہو جانے اور زبیری فوجوں کی شکست کی خبر پہنچی تو وہ حمص سے بھاگ گیا اور شب بھر حیران و ششدر ہو کر چلتا رہا، خالد بن عدی الکلاعی نے اس کا تعاقب کیا اور وہ ان لوگوں میں شامل تھا جو حمص سے اس کے ساتھ چلے تھے، اس نے اُسے مل کر قتل کر دیا اور اس کے سر کو مروان کے پاس بھیج دیا اور زفر بن حارث کلابی شکست کھا کر قرقیسیا پہنچ گیا اور وہاں پر حکمران بن گیا اور مروان کے لیے شام دُرست ہو گیا تو اس نے اپنے آدمی اور کارندے اس میں پھیلا دیے۔ پھر مروان شام سے اپنی فوج کے ساتھ اہل مصر کی طرف گیا اور اس کا محاصرہ کر لیا اور قبرستان کے پاس ایک خندق کھودی، یہ لوگ زبیری تھے اور ابن زبیر کی طرف سے ان کا رئیس عبدالرحمٰن بن عتبہ بن جحدم تھا، اس وقت فسطاط کا لیڈر اور سردار ابورشد بن کریب بن ابرہہ ابن الصباح تھا ان کے اور مروان کے درمیان معمولی جھڑپ ہوئی وہ صلح پر راضی ہو گئے تو مروان نے اکیدر بن الحمام کو جو مصر کا شہسوار تھا، باندھ کر قتل کر دیا اور ابورشد نے مروان سے کہا خدا کی قسم اگر تو چاہے تو ہم شہر میں اس کے لیے نئے سرے سے شوریٰ تیار کریں مروان نے کہا مجھے اس کی کچھ ضرورت نہیں اور وہاں سے واپس چلا گیا اور مصر پر اپنے بیٹے عبدالعزیز کو عامل مقرر کر گیا۔

مروان شام آیا تو طبریہ سے دو میل کے فاصلے پر حمیرہ میں فروکش ہوا جو اُردن کے علاقے میں ہے اور حسان بن مالک کو بلایا اور اُسے ترغیب و ترہیب دی تو حسان نے لوگوں میں تقریر کرتے ہوئے انہیں مروان کے بعد عبدالملک بن مروان اور عبدالملک کے بعد عبدالعزیز بن مروان کی بیعت کی دعوت دی اور کسی نے اس کی مخالفت نہ کی۔

مروان بن الحکم کی موت

۶۵ھ میں مروان، دمشق میں فوت ہوا مؤرخین اور اصحاب سیر اور ان کے حالات سے دلچسپی رکھنے والے لوگوں نے اس کی موت کے سبب کے متعلق اختلاف کیا ہے بعض کہتے ہیں کہ وہ نیزہ لگنے سے فوت ہوا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ وہ طبعی موت مرا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ فاختہ بنت ابی ہاشم بن عتبہ نے جو خالد بن یزید بن معاویہ کی ماں تھی، اُسے قتل کیا تھا کیونکہ مروان نے پہلے اپنے اور اپنے بعد خالد بن یزید اور خالد کے بعد عمرو بن سعید کے لیے بیعت لی اور پھر حالات کو دیکھ کر اس میں تبدیلی کر دی اور اپنے بعد اپنے

بیٹے عبد الملک اور عبد الملک کے بعد عبد العزیز کے لیے بیعت لی تو خالد بن یزید نے اس کے پاس آکر سختی سے گفتگو کی تو وہ اس سے ناراض ہو گیا اور کہنے لگا اے رطبہ کے بیٹے تو مجھ سے باتیں کرتا ہے اور مروان نے اسے ذلیل کرنے کے لیے اس کی ماں فاختہ سے شادی کر لی تھی خالد نے اپنی ماں کے پاس آکر مروان کے ساتھ شادی کرنے کی وجہ سے اُسے بُرا بھلا کہا اور مروان سے اُسے جو سُبکی اٹھانی پڑی تھی اس کے بارے میں اس سے شکایت کی، اس کی ماں نے کہا اس کے بعد وہ تجھے عیب نہیں لگائے گا اور بعض کہتے ہیں کہ اس نے اس کی ناک پر تکیہ رکھ دیا اور اپنی لونڈیوں کے ساتھ اس کے اُوپر بیٹھ گئی یہاں تک کہ وہ مرگیا اور بعض کہتے ہیں کہ اس نے اس کے لیے زہر آلود دُودھ تیار کیا اور جب وہ اس کے پاس آیا تو اس نے اُسے وہ دُودھ دیا جسے اس نے پی لیا، تو اس کی جان نکلنے لگی۔ اس کی زبان بند ہو گئی، عبد الملک اور اس کے دوسرے بیٹے اس کے پاس آئے تو مروان نے اپنے سر کے ساتھ اُم خالد کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ اس نے اُسے قتل کیا ہے اور اُم خالد کہنے لگی کہ میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں کہ تو نزع کے وقت بھی مجھے نہیں بھولا، وہ تم کو میرے متعلق وصیت کر رہا ہے پھر وہ مرگیا اس کی خلافت نو ماہ چند دن رہی اور بعض کہتے ہیں کہ آٹھ ماہ رہی اور بعض نے اس کے علاوہ کچھ اور مدت بھی بیان کی ہے جسے ہم بنو اُمیہ کی مدت حکومت کے ذکر کے وقت بیان کریں گے انشاء اللہ۔

مروان کے خصائل

مروان ۶۳ سال کی عمر میں فوت ہوا اس کی عمر کے متعلق اور بھی روایات ہیں۔ وہ چھوٹے قد اور سُرخ رنگ کا تھا اور اس کی پیدائش ہجرت کے دو سال بعد ہوئی وہ اپنے بیٹے کی بیعت لینے کے تین ماہ بعد مرگیا اور ابن خیثمہ نے اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت مروان آٹھ سال کا تھا اور مروان کے بیس بھائی اور آٹھ بہنیں تھیں اور اس کے گیارہ بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں لڑکوں کے نام یہ ہیں عبد الملک، عبد العزیز، عبد اللہ، ابان، داؤد، عمر، ام عمر، عبد الرحمٰن ام عثمان، عمرو، ام عمرو، بشر، محمد اور معاویہ، اور ان میں سے کس کی اولاد ہوئی اور کون لاولد رہا اس کا ذکر ہم کر چکے ہیں۔

یزید بن معاویہ کی اولاد

یزید بن معاویہ نے اپنے پیچھے مروان سے بھی زیادہ اولاد چھوڑی اس نے معاویہ، خالد، عبد اللہ اکبر، ابو سفیان

عبداللہ اصغر، عمر، عاتکہ، عبدالرحمٰن عبداللہ جس کا لقب اصغر تھا، عثمان، عتبہ اعور، ابوبکر، محمد یزید، ام یزید، ام عبدالرحمٰن اور رملہ کو اپنے پیچھے چھوڑا۔

معاویہ کی اولاد اس کے باپ معاویہ بن ابی سفیان نے جو اولاد چھوڑی اس کے نام یہ ہیں عبدالرحمٰن، یزید، عبداللہ، ہندا، رملہ اور صفیہ۔

عبدالملک بن مروان کے دورِ حکومت کا بیان

مختصر حالات عبدالملک بن مروان کی بیعت یکم رمضان ۶۵ھ کو ہوئی اس نے حجاج بن یوسف کو عبداللہ بن زبیر اور اس کے ساتھیوں سے مقابلہ کے لیے مکہ بھیجا اور عبداللہ ۱۰ رجمادی الآخرہ ۷۳ھ کو منگل کے روز قتل ہوئے ابن زبیر کی حکومت نو سال دس راتیں رہی ہم اسی کتاب میں آگے چل کر بنی امیہ کی مدتِ حکومت کے بیان کے موقع پر ابن زبیر کی مدتِ حکومت کا بھی ذکر کریں گے، شعبان ۸۲ھ میں ابن اشعث کا فتنہ برپا ہوا اور عبدالملک بن مروان ۱۴ رشوال ۸۶ھ کو ہفتہ کے روز دمشق میں فوت ہوا) بیعت کے روز سے لے کر وفات تک اس کی حکومت ۲۱ سال ڈیڑھ ماہ بنتی ہے وہ عبداللہ بن زبیر کے بعد زندہ رہا اور ۱۳ سال ۳ ماہ ۲۳ دن لوگ اس کی حکومت پر متفق رہے اور ہم عنقریب بیان کریں گے کہ اس نے کیا کچھ کیا جب لوگ اس کے موافق تھے، وہ چھیاسٹھ سال کی عمر میں فوت ہوگیا اور بعض کہتے ہیں کہ اس کی عمر اس سے زیادہ تھی وہ شعر مدح، فخر اور تقریظ کو پسند کرتا تھا، بڑا بخیل تھا اور خونریزی کا دلدادہ تھا اس کے کارندے بھی ایسے ہی تھے جیسے حجاج عراق میں، مہلب خراسان میں، اور ہشام بن اسماعیل مدینہ میں اور دیگر مقامات پر بھی اس کے کارندے اسی قسم کے تھے، حجاج ان سب سے زیادہ خونریز تھا اور اس باب کے ساتھ ہی ہم جامع طور پر اس کا ذکر کریں گے۔

۱؎ ایک نسخہ میں باسٹھ سال مذکور ہے۔

عبدالملک کے حالات و واقعات کا ذکر

اس کے دَور کی ایک جھلک اور عجیب و غریب واقعات کا بیان

عبدالملک کے ساتھ شعبی کی ہم نشینی

جب عبدالملک کو حکومت مل گئی تو اسے لوگوں کے ساتھ گفتگو کرنے اور ان کے حالات سے آگاہ ہونے کا شوق ہوا تو اُسے شعبی کے سوا ہم نشینی کے لیے کوئی مناسب آدمی نہ ملا۔ اور جب اُسے اس کے پاس لایا گیا اور اس سے ہم نشینی کی اور اس کے ہاں صاحب مرتبہ ہو گیا۔ تو اُس نے اُسے کہا اے شعبی! بڑی بات میں میری مدد نہ کرنا اور میری مجلس میں میری غلطی کو نہ دہرانا اور مجھے مبارک باد، چھینک اور سوال کا جواب دینے اور تعزیت کا مکلف نہ کرنا، اور نہ اس بات سے غرض رکھنا کہ امیر صبح و شام کیا کرتا ہے اور مجھ سے اتنی بات کرنا جتنی میں چاہوں اور میری مدح کی بجائے مجھ سے دُرست بات سُننا اور یہ بات سمجھ لے کہ صحیح سُننا، صحیح کہنے سے بڑی بات ہے اور جب تو مجھے گفتگو کرتے سُنے تو کوئی چیز تجھ سے رہ نہ جائے (میری بات توجہ سے سُننا) اور تو مجھے اپنی آنکھ اور کان سے بتانا کہ تو میری بات کو سمجھ گیا ہے اور میرے جواب میں ملمع سازی نہ کرنا اور نہ اس میں اضافہ کرنا۔ کیونکہ سب سے بُرا آدمی وہ ہے جو بادشاہوں کو جھوٹی باتوں میں لگا کر تھکا دیتا ہے اور اس سے بُرا وہ ہے جو ان کے حق کو حقیر خیال کرتا ہے اور اے شعبی جان لے کہ اس سے کمتر وہ شخص ہے جو گزشتہ احسان کو برباد کرتا ہے اور حُرمت کے حق کو ساقط کرتا ہے اور بسا اوقات خاموشی اختیار کرنا، بولنے سے زیادہ بلیغ ہوتا ہے نیز صحیح بات کرنے کا بھی ایک موقع ہوتا ہے۔

ہواؤں کے چلنے کی جگہ

ایک روز عبدالملک نے شعبی سے کہا، ہوا کہاں سے چلتی ہے اس نے جواب دیا امیر المومنین مجھے علم نہیں، عبدالملک نے کہا شمال میں چلنے کی جگہ بنات النعش (ستاروں کے نام) کے طلوع کی جگہ سے سورج کے طلوع ہونے کی جگہ تک ہے اور باد صبا کے چلنے کی جگہ

سُورج کے طلوع ہونے کی جگہ سے سہیل ستارے کے طلوع ہونے کی جگہ تک ہے اور جنوبی ہوا کے چلنے کی جگہ سہیل کی جائے طلوع سے سورج کے غروب ہونے کی جگہ تک ہے اور مغرب کی طرف سے چلنے والی ہوا کی جگہ سُورج کے غروب ہونے کی جگہ سے بنات النعش کے طلوع ہونے کی جگہ تک ہے۔

شیعہ تحریک

سنہ ۶۵ھ میں کوفہ میں شیعوں میں ہلچل مچی اور انہیں حضرت حسین علیہ السلام کے قتل کرنے اور ان کی مدد نہ کرنے پر ملامت اور ندامت ہوئی انہوں نے خیال کیا کہ ان سے بہت بڑی غلطی ہوئی ہے کہ انہوں نے حضرت حسینؑ کو بُلا کر ان کی مدد نہیں کی اور وہ ان کے پاس ہی قتل ہو گئے اور وہ اُن کی کوئی نصرت نہیں کر سکے انہوں نے خیال کیا کہ اب یہ جرم اسی طرح دھویا جا سکتا ہے کہ وہ ان کے قاتلوں کو یا جو ان کے قتل میں شریک تھے انہیں قتل کر دیں للذا وہ اپنے میں سے پانچ آدمیوں سلیمان بن صرد خزاعی، مسیب بن نجبہ فزاری، عبد اللہ بن سعد بن نفیل ازدی، عبد اللہ بن وال تمیمی اور رفاعہ بن شداد بجلی کے پاس فریاد لے کر گئے اور مختار بن ابی عبید ثقفی کے ساتھ طویل مذاکرات کے بعد انہوں نے مقام نخیلہ پر پڑاؤ ڈال دیا کیونکہ مختار ان لوگوں کو جو ان کے ساتھ خروج کا ارادہ رکھتے تھے روکتا تھا، اور اس بارے میں عبد اللہ بن احمر، خروج اور قتال کی ترغیب دیتے ہوئے کہتا ہے ؎

"میں ہوش میں آگیا اور میں نے عشق اور خوبصورت عورتوں کو چھوڑ دیا اور میں نے اپنے اصحاب سے کہا کہ منادی کو جواب دو، اور جب وہ دُعا سے پہلے ہدایت کی طرف دعوت دے تو تم اُسے کہو اے داعی ہم حاضر ہیں ہم حاضر ہیں۔"

ایک لمبی نظم میں وہ خروج کی ترغیب دیتا ہے اور حضرت حسینؑ اور ان کے ساتھ قتل ہونے والوں کا مرثیہ کہتا ہے اور ان کے شیعوں کو ان سے تخلف کرنے کی وجہ سے ملامت کرتا ہے اور یہ بھی ذکر کرتا ہے کہ انہوں نے اللہ کے حضور توبہ کی ہے اور ان کی مدد نہ کر کے انہوں نے جو بڑے بڑے گناہوں کا ارتکاب کیا ہے ان سے اللہ تعالیٰ کی طرف انابت اختیار کر لی ہے وہ اسی نظم میں کہتا ہے ؎

"اے بہترین آباؤ اجداد والے اگر تو اہل دین کو موت کی خبر دینے والا ہے

تو حضرت حسین کی موت کی خبر دے، چاہیے کہ حسین پر وہ شخص روئے جس کا توشہ ختم ہوچکا ہے اور وہ بھوکا اور غریب ہے اور وہ یتیم بھی روئیں جو دگار دل کی شکایت کرتے ہیں، حسین علیہ السلام نیزوں کا نشانہ بن گئے اور وہ طف کے پاس بے لباس ہوکر مقیم ہوگئے، کاش میں وہاں حاضر ہوتا تو میں ان کے دشمنوں کو مارتا، اور اللہ تعالیٰ اس قبر کو جو طف کی غربی جانب ہے اور جس کے اندر بزرگی اور تقوےٰ دفن ہے، صبح کے بادلوں سے سیراب کرے، اور اے اُمت تو بے دقوفی سے گمراہ ہوگئی ہے خدا کے حضور جھک کر اس احد متعال کو راضی کر لو۔"

پھر وہ لوگ چل پڑے ان کے آگے آگے وہ سردار تھے جن کے نام ہم نے تبائے ہیں اور عبداللہ بن احمر کہہ رہا تھا ؎

"وہ ترش رُو ہوکر ہمیں لے کر نکلیں اور وہ ہمارے بہادروں کو اُٹھائے ہوئے تھیں اور ہم وہاں پر ظالم اور گمراہ کُن سرداروں سے لڑنا چاہتے ہیں، اور ہم نے اولاد اور اموال اور شرم و حیا والی خوب صورت عورتوں اور پاز بیوں کو چھوڑ دیا ہے تاکہ ہم فضل و نعمت کرنے والے خدا کو راضی کریں۔"

معرکہ عین الوردۃ

یہ لوگ دریائے فرات کے کنارے قرقیساء تک پہنچ گئے وہاں پر دفر بن حارث کلابی موجود تھا اس نے ان کی مہمان نوازی کی اور یہ قرقیساء سے چلے تاکہ عین الوردۃ تک پہلے پہنچ جائیں اور شام سے عبیداللہ بن زیاد ان کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے تیس ہزار جوانوں کے ساتھ چلا، اس کے مقدمہ پر رقہ کے پانچ الگ الگ اُمراء تھے جن میں حصین بن نمیر سکونی، شرجیل بن ذی الکلاع حمیری، ادھم بن محرز باہلی، ربیعہ بن مخارق غنوی اور جبلہ بن عبداللہ خثعمی شامل تھے، جب یہ لوگ عین الوردۃ پہنچے تو جنگ شروع ہوگئی، اس سے قبل ان کے ہراول دستوں میں بھی جھڑپیں ہوچکی تھیں اور زبردست جنگ اور بہت سے لوگوں کے قتل ہوجانے کے بعد سلیمان بن صرد خزاعی شہید ہوگیا، اس نے جنگ میں شجاعت دکھائی اور لوگوں کو جنگ پر آمادہ کیا اسے یزید بن حصین بن نمیر نے تیر مار کر اُسے قتل کر دیا اس کے بعد مسیب بن نجبۃ فزاری نے جھنڈا پکڑ لیا وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سرکردہ اصحاب

میں سے تھا اور اس نے لوگوں پر یہ شعر پڑھتے ہوئے حملہ کیا ؎

"دراز زلفوں اور اُبھرے ہوئے سینے والیوں کو پتہ چل گیا ہے کہ جنگ اور لُوٹ
کے روز میں ایال دار حملہ آور شیر سے بھی زیادہ شجاع ہوتا ہوں۔"

وہ لڑتا ہوا مارا گیا تو ترابیوں نے خوب جنگ کی اور تلواروں کے نیام توڑ دیے لیکن رات کے وقت شامیوں کی فوج جنت جنت پکارتی ہوئی، ابو تراب کے اصحاب پر پل پڑی ترابیوں کا جھنڈا عبداللہ بن سعد بن نفیل نے پکڑ لیا اور ان کے پیچھے پیچھے ان کے بصری اور مدائنی بھائی پانچ سو شہسواروں کے ساتھ مثنیٰ بن مخرمہ اور سعدؔ بن حذیفہ کی سرکردگی میں دوڑتے آرہے تھے اور وہ کہہ رہے تھے اے اللہ ہماری کوتاہی ہمیں معاف فرما ہم نے توبہ کرلی ہے، عبداللہ بن سعد بن نفیل سے جنگ کے دوران کہا گیا کہ بصرہ اور مدائن سے ہمارے بھائی ہمیں آملے ہیں اس نے کہا کاش وہ اس وقت آتے جب ہم زندہ ہوتے اور اس وقت اہل مدائن میں سے جو لوگ ان کے ساتھ آکر ملے ان میں سب سے پہلے شہید ہونے والا کثیر بن عمرو مدنی تھا، سعد بن ابی سعدؔ حنفی اور عبداللہ بن الخطل طائی کو بھی نیزے لگے نیز عبداللہ بن سعدؔ بن نفیل قتل ہوگیا۔ اور بقیہ ترابیوں کو پتہ چل گیا کہ وہ اپنے مقابلہ میں آنے والے شامیوں کا مقابلہ نہیں کرسکتے اس لیے وہ الگ ہوکر واپس چلے گئے اس وقت ان کا امیر رفاعہ بن شداد بجلی تھا۔ ابوالحویرث العبدی بقیہ لوگوں میں پیچھے رہ گیا اور شامیوں نے ان کی قلت کے باوجود جب ان کی جنگ اور صبر کو دیکھا تو ان سے جنگ کرنے یا چھوڑنے کا مطالبہ کیا پس اہل کوفہ اپنے شہر چلے گئے اور اہل بصرہ اور مدائن اپنے اپنے شہروں میں چلے گئے۔ عین الوردۃ کی طرف جاتے اور واپس آتے ہوئے ترابیوں کے ایک آدمی کو بلند آواز سے یہ کہتے ہوئے سُنا گیا ؎

"اے آنکھ ابن صرد پر رو، جب رات ٹھنڈی ہوجاتی تو وہ روتا تھا، اور جب جنگ سخت ہوجاتی تو تو اُسے شیر خیال کرتا تھا، وہ اللہ تعالےٰ

لہ ایک نسخہ میں ہے مثنی بن محرصہ اور سعید بن حذیفہ۔
کہ ایک نسخہ میں ہے سعید بن سعید کو نیزہ لگا۔
سہ ایک نسخہ میں عبداللہ بن سعید بن نفیل ہے۔

کی اطاعت کرتا ہوا قابلِ تعریف حالت میں گزر گیا ہے۔"

ابو مخنف لوط بن یحییٰ اور دیگر اصحابِ سیر و تواریخ نے ان لوگوں کے ناموں کا جو عین الوردۃ کے معرکہ میں سلیمان بن صرد کے ساتھ قتل ہوئے تھے لیکن وہ نام بہت قلیل ہیں ابو مخنف نے اپنی اس کتاب میں جو اس نے عین الوردۃ کے ترابیوں کے حالات و واقعات پر لکھی ہے، ایک طویل قصیدے کا ذکر کیا ہے جسے اس نے اعشی ہمدانی کی طرف منسوب کیا ہے وہ عین الوردۃ کے ترابیوں کا مرثیہ لکھتے ہوئے ان کے کارناموں کو بھی بیان کرتا ہے ؎

"وہ گھاٹی کے ورے فوج کے ساتھ چلتا ہوا ابن زیاد کی طرف گیا، اور ان لوگوں میں کچھ لوگ تو تقوے کے طلب گار اور کچھ تائب تھے، اور وہ عین الوردۃ میں ایک ایسی فوج کے ساتھ نبرد آزما ہوئے جو ان سے بہت زیادہ تھی پس انہوں نے اُسے کاٹنے والی تلواروں سے خوش آمدید کہا، پھر اس کے بعد شام سے ایک اور فوج ان کے پاس آگئی جو سمندر کی موجوں کی طرح ہر جانب ٹھاٹھیں مار رہی تھی، پس یہ مسلسل جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ ان کی فوج تباہ ہو گئی اور ان میں سے چند دستوں کے سوا کوئی باقی نہ بچا اور ڈٹ کر جنگ کرنے والے قتل ہو گئے جب کہ ان پر بادِ صبا اور بادِ جنوب چلتی تھی اور خزاعی سرداریوں پچھڑا پڑا تھا گویا اس نے کبھی جنگ ہی نہیں کی، اور بنی شمخ کا سردار اور اپنی قوم کا شہسوار سب تیمی لشکر کے ساتھ تھے اور عمرو بن عمرو بن بشر اور خالد اور بکر اور حلیس بن غالب نے کھوپڑیوں کو توڑ دینے والی شمشیر زنی اور نیزہ زنی کے سوا ہر بات سے انکار کر دیا اور عراق اور اہلِ عراق کے بہترین لشکر تجھے برسنے والے سیاہ بادل سیراب کریں، جب نوجوان عورتوں کی پازیبوں سے تلواریں نمایاں کی جائیں تو ہمارے شہسواروں اور حامیوں کو دُور نہ کرو، اور اگر تم قتل ہو جاؤ تو قتل ہونا سب سے بڑھ کر قابلِ عزت موت ہے اور ہر جوان کو کسی دن، کسی مصیبت کا نشانہ بننا ہے، اور وہ اس وقت تک قتل نہیں ہوئے جب تک انہوں نے خوراک کے متلاشی شیروں کی طرح کئی دستوں کو تباہ نہیں کر دیا۔"

اور بعض کہتے ہیں کہ عین الوردۃ کا معرکہ ۶۶ھ میں ہوا تھا۔

حضرت علیؓ کا قرآن پاک کی تعریف کرنا

۶۶ھ میں عبدالملک بن مروان کے دور میں حضرت علی کا ساتھی حارث اعور فوت ہو گیا اس نے حضرت علیؓ کے پاس جا کر کہا یا امیر المومنین کیا آپ لوگوں کو نہیں دیکھتے کہ انہوں نے احادیث کو لازم کر لیا ہے اور کتاب اللہ کو چھوڑ دیا ہے۔ آپ نے فرمایا انہوں نے ایسا کیا ہے اس نے جواب دیا ہاں، آپ نے فرمایا میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا ہے کہ "عنقریب ایک فتنہ برپا ہو گا۔" میں نے کہا یا رسول اللہ اس فتنہ سے کوئی چیز نکالے گی، فرمایا، کتاب اللہ، اس میں تم سے پہلے اور بعد کی خبریں ہیں اور جو باتیں تمہارے درمیان ہو رہی ہیں ان کا اس نے فیصلہ کر دیا ہے وہ قول فیصل ہے بے ہودہ کلام نہیں، اور جس نے اُسے خوشی حاصل کرنے کے لیے چھوڑ دیا اللہ تعالیٰ اُسے توڑ کر رکھ دے گا اور جس نے اس کے سوا کسی اور کتاب میں ہدایت تلاش کی اللہ تعالیٰ اُسے گمراہ کر دے گا وہ خدا تعالیٰ کی مضبوط رسی ہے اور ذکر حکیم اور صراط مستقیم ہے اس سے عقلوں میں کجی پیدا نہیں ہوئی اور نہ ہی زبانوں میں التباس پیدا ہوتا ہے اس کے عجائبات ختم نہیں ہو سکتے اور نہ اس جیسا علم مل سکتا ہے اور وہ ایسی شان دار کتاب ہے کہ جب جنات نے اُسے سُنا تو کہا ہم نے ایسا عجیب قرآن سُنا ہے جو ہدایت کی طرف راہنمائی کرتا ہے جس نے اس کی بات کی اس نے سچ کہا اور جس نے اس سے منہ پھیرا اس نے دشمنی کی اور جس نے اس پر عمل کیا اُسے اجر ملے گا۔ اور جس نے اس سے تمسک کیا اُسے صراط مستقیم کی طرف راہنمائی ملے گی اے اعور ان باتوں کو یاد رکھ۔

عبیداللہ بن زیاد کا قتل

جیسا کہ ہم معرکہ عین الوردۃ میں بیان کر چکے ہیں کہ عبید اللہ بن زیاد شامی فوجوں کے ساتھ عراق کی طرف گیا، جب وہ موصل پہنچا۔ (یہ ۶۶ھ کا واقعہ ہے) تو اس کی اور ابراہیم بن اشتر نخعی کی خازر[1] کے مقام پر جنگ ہوئی ابراہیم مختار کی طرف سے عراقی سواروں کا سالار تھا، ان کے درمیان زبردست جنگ ہوئی جس میں ابن مرجانہ عبید اللہ بن زیاد حصین بن نمیر، شرجیل بن ذی الکلاع

---

[1] تاریخ طبری (ص ۱۴۲ ج ۷) میں یہی لکھا ہے اور ایک نسخہ میں "حارد" اور دوسرے میں "جاذر" لکھا ہے۔

ابن حوشب ذی ظلیم، عبداللہ بن ایاس سلمی، ابو شرس، غالب باہلی اور شام کے اشراف قتل ہوگئے یہ واقعہ اس طرح ہوا کہ اس فوج میں عمیر بن حباب سلمی ابن زیاد کے میمنہ کا کمانڈر تھا اور اس کے دل میں اس سلوک کا رنج تھا جو مرج راہط کے روز اس کی قوم جو مضر قبیلے سے تھی اور دوسرے نزاریوں کے ساتھ روا رکھا گیا تھا اس نے پکارا کہ قیس، مضر اور نزار کے بدلے لے لو۔ پس مضر اور ربیعہ کے نزاری اپنی ہی فوج کے قحطانی شامیوں پر ٹوٹ پڑے اور عمیر نے خفیہ طور پر ابراہیم بن اشتر کو یہ بات لکھ دی تھی اور ان دونوں کی ملاقات بھی ہوئی تھی اور دونوں نے اس بات پر اتفاق کیا تھا جس کا ہم نے ذکر کیا ہے، ابراہیم بن اشتر، ابن زیاد وغیرہ کا سر مختار کے پاس لے گیا جس نے اُسے عبداللہ بن زبیر کے پاس مکہ میں بھیج دیا۔

ہر طرف اضطراب

عبدالملک بن مروان شامی فوجوں کے ساتھ گیا اور ابن زیاد کے معاملے کے انتظار میں بطنان میں فروکش ہوا اُسے اس کے اور اس کے ساتھیوں کے قتل ہونے اور رات کو اس کی فوج کی شکست کی خبر مل گئی اور اسی رات اُسے حبیش بن دلجہ کے قتل کی بھی اطلاع ملی جو وہ مدینہ میں ابن زبیر سے جنگ کرنے والی فوج کا کمانڈر تھا پھر اسے ابن زبیر کی طرف سے ناتل بن قیس کے فلسطین میں داخل ہونے اور مدینہ سے مصعب بن عمیر کے فلسطین جانے کی اطلاع ملی نیز اُسے شاہ روم لادی بن فلنط کے چلنے اور شام جاتے ہوئے مصیصہ میں اُترنے کی اطلاع ملی، پھر اُسے دمشق کے متعلق اطلاع ملی کہ وہاں کے غلاموں، اوباشوں اور بدکاروں نے اہل دمشق کے خلاف خروج کر دیا ہے اور الجبل میں مقیم ہوگئے ہیں پھر اُسے یہ اطلاع ملی کہ دمشق کے قید خانوں میں جو لوگ قید تھے۔ وہ قید خانے کے دروازے کھول کر باہر نکل گئے ہیں اور بدوؤں کے سواروں نے حمص، بعلبک اور دوسرے علاقوں پر غارت گری کی ہے اور اس رات کو اسے اور بھی بُری خبریں موصول ہوئیں مگر اس رات سے قبل عبدالملک کو کبھی اتنا خوش باش روشن رُو زبان آور اور مضبوط دل نہیں دیکھا گیا اس نے بزدلی کا اظہار نہ کیا اور شاہ روم کی طرف تحائف اور اموال بھیج کر اس نے اُسے مشغول کر دیا اور اس سے صلح کر لی اور فلسطین کی طرف چلا گیا جہاں ناتل بن قیس ابن زبیر کی طرف سے موجود تھا، دونوں فوجوں کی اجنادین کے مقام پر جنگ ہوئی تو ناتل بن قیس اور اس کے عام ساتھی مارے گئے اور باقی شکست کھا گئے، فوج کی شکست اور اس کے قتل کی خبر مصعب بن زبیرؓ کو راستے میں ملی تو وہ

واپس مدینہ چلا گیا اس بارے میں مروانیوں کے کلب قبیلے کا ایک آدمی کہتا ہے ؎

"ہم نے اجنادین میں حبیش اور منذر کے قصاص میں سعد اور نافل کو قتل کیا ہے۔"

عبدالملک واپس دمشق آ کر وہاں فروکش ہو گیا اور ابراہیم بن اشتر نے نصیبین میں پڑاؤ کیا اور اہل جزیرہ اس سے محفوظ ہو گئے، پھر اس نے نصیبین پر اپنا جانشین مقرر کیا اور کوفہ میں مختار کے ساتھ آملا۔

مصعب اور مختار ثقفی کے درمیان جنگ اور مختار کا قتل

۶۷ھ میں مصعب بن زبیر بصرہ سے چلا اس کے بھائی عبداللہ بن زبیر نے اُسے عراق کا والی بنا کر بھیجا تھا وہ حروراء میں اُترا اور اس کی اور مختار کی جنگ ہوئی اور ان کے درمیان عظیم جنگیں اور حد سے زیادہ قتل عام ہوا اور مختار کو شکست ہوئی محمد بن اشعث اپنے دو بیٹوں سمیت قتل ہو گیا اور مختار کوفہ کے قصرِ امارت میں داخل ہو کر قلعہ بند ہو گیا وہ ہر روز مصعب اور اس کے کوئی ساتھیوں وغیرہ سے لڑنے کے لیے باہر نکلتا مختار کے ساتھ بے شمار شیعہ تھے جو کیسانیہ کے خشبیہ فرقے سے تعلق رکھتے تھے ایک روز وہ اپنے سیاہی مائل سفید رنگ خچر پر سوار ہو کر ان کی طرف آیا تو بنی حنیفہ کے ایک جوان عبدالرحمٰن بن اسد نے اس پر حملہ کر کے اُسے قتل کر دیا اور اس کا سر کاٹ لیا اور اس کے قتل کے متعلق شور ڈال دیا پس اہل کوفہ اور مصعب کے ساتھیوں نے اُسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، قصرِ امارت میں باقی ماندہ مختار کے ساتھیوں کو امان دینے سے انکار کر دیا تو انہوں نے جنگ کی یہاں تک کہ بے بس ہو گئے پھر مصعب نے انہیں امان دی اور اس کے بعد انہیں قتل کر دیا، مختار کے ساتھ جو آدمی مارے گئے ان میں عبیداللہ بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بھی تھے مختار سے عبیداللہ کے بچ نکلنے اور بصرہ چلے جانے اور مصعب سے اپنی جان کے خوف سے اس کی فوج کے ساتھ جانے کے بارے میں اس کے واقعات اور دیگر حالات کو ہم نے اپنی کتاب اخبار الزمان میں بیان کیا ہے، مصعب نے مختار کے ساتھ جن لوگوں کو قتل کیا، اعداد و شمار کے مطابق ان کی تعداد سات ہزار ہے یہ سب کے سب خون حسین کے بدلہ کے طالب اور آپ کے دشمنوں کے

لہ اور ایک نسخہ میں ہے کہ مصعب کے ساتھ قتل ہونے والوں میں عبداللہ بن حسین بن علی بھی تھے۔

قاتل تھے مصعب نے ان کو قتل کر دیا اور ان کا نام خشبیہ[1] رکھا نیز مصعب نے کوفہ وغیرہ میں شیعوں کے قتل کا تتبع کیا اور مختار کی بیویوں کے پاس آکر انہیں کہا کہ اس سے بیزاری کا اظہار کرو تو سمرہ بن جندب فزاری اور نعمان بن بشیر انصاری کی بیٹیوں کے سوا سب نے بیزاری کا اظہار کر دیا ان دونوں نے کہا ہم اس شخص سے کیسے بیزاری کا اظہار کریں جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور وہ روزہ دار شب زندہ دار تھا اور اس نے اللہ اور رسول کی خاطر پسر بنت رسول اور ان کے اہل اور اس کے شیعوں کے لیے اپنے خون کو بہایا پس اللہ تعالیٰ نے اُسے ان پر طاقت دی یہاں تک کہ اس نے لوگوں کے دلوں کو ٹھنڈا کر دیا مصعب نے اپنے بھائی عبداللہ کو ان دونوں عورتوں کے حالات اور گفتگو کے متعلق اطلاع دی تو عبداللہ نے لکھا کہ اگر وہ دونوں ان باتوں سے رجوع کریں اور اس سے بیزاری کا اظہار کریں تو ٹھیک ورنہ دونوں کو قتل کر دو، پس مصعب نے ان دونوں کو تلوار پر پیش کیا تو سمرہ کی دختر نے رجوع کر لیا اور اس پر لعنت کی اور اس سے بیزاری کا اظہار کیا اور کہا کہ اگر تو تلوار کے ساتھ مجھے کفر کی طرف دعوت دیتا تو میں کفر اختیار کر لیتی اور میں گواہی دیتی ہوں کہ مختار کافر تھا مگر نعمان بن بشیر کی دختر نے انکار کیا اور کہا مجھے شہادت مل رہی ہے کیا میں اسے چھوڑ دوں؟ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا یہ ایک موت ہے اس کے بعد جنت ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل بیت کے پاس جانا ہے خدا کی قسم ایسا نہیں ہوگا کہ میں ابن ہند کے پاس آکر اس کی اتباع کروں اور ابن ابی طالب کو چھوڑ دوں؟ اے اللہ گواہ رہ کہ میں تیرے نبی اور تیری بیٹی کے بیٹے اور اہلبیت اور ان کے شیعوں کی متبع ہوں پھر اس نے اُسے باندھ کر قتل کر دیا اس بارے میں شاعر کہتا ہے ؎

"میرے نزدیک سب سے عجیب تر واقعہ خوبصورت دراز گردن عورت کے قتل ہونے کا ہے، انہوں نے اُسے بغیر جرم کے قتل کر دیا ہے اس مقتولہ کے کیا کہنے، اللہ تعالیٰ نے ہم پر قتل و قتال کو واجب کیا ہے اور خوبصورت عورتوں پر دامنوں کا گھسیٹنا واجب کیا ہے۔"

ہم نے اس کتاب میں مہلب اور اس کے نافع بن ازرق کو قتل کرنے کا ذکر نہیں کیا

---

[1] ایک نسخہ میں ہے کہ ان کا نام حسینیہ رکھا۔

یہ ۶۵ھ کا واقعہ ہے نافع وہ شخص ہے جس کی طرف خوارج میں سے ازارقہ منسوب ہوتے ہیں اور ہم نے اپنی کتاب اخبار الزمان میں مہلب اور اس کے خلف و سلف کے ساتھ خوارج کی جنگوں کا ذکر کیا ہے اور ہم نے مرداس بن عمرو بن بلال تمیمی، عطیہ بن اسود حنفی، مہذب سکونی، شوذب شیبانی، سوید شیبانی، قطامہ شیبانی، ابی فدیک، قطری بن فجاءۃ اور ضحاک بن قیس شیبانی کی شان کا ذکر کیا ہے اور مہلب کے ساتھ ابن ماجور خارجی کی جنگ اور اس کے قتل ہونے کا ذکر کیا ہے اور مہلب کو اس روز ان پر کامیابی حاصل ہوئی اور عبد ربہ کے حالات اور یمن کے خوارج جیسے ابو حمزہ، مختار بن عوف ازدی، ابن بیس الیعثمی کے حالات کا بھی ذکر کیا ہے حالانکہ ہم اس سے قبل اپنی کتاب "المقالات فی اصول الدیانات" میں اباضیہ میں سے خوارج کے فرقوں کا ذکر کر چکے ہیں اور وہ ازد میں سے عمان کے سرفروش ہیں اور ازارقہ کے دیگر فرقوں اور نجدات اور حمریہ اور جابیہ اور صفریہ وغیرہ خارجی فرقوں اور ان کے علاقوں جیسے بلاد سنجار اور تل اعفر جو دیار ربیعہ میں سے ہیں اور السن اور البوازیج اور حدیقہ جو موصل کے قریب ہیں کا ذکر کر چکے ہیں پھر جو کُردوں میں سے آذربائیجان کے علاقے میں آباد ہو گئے جو سرفروشوں کے نام سے مشہور ہیں ان کا ذکر کیا ہے اور اسلم جو ابن شادلویہ کے نام سے مشہور ہے اس کا ذکر کیا ہے اور یہ آذربائیجان، بیلقان اور آرمینیا کے مضافات پر قابض ہو گیا تھا جو ابن ابی الساج کے زیر نگیں تھے اور ان میں سے جو بلاد سجستان اور جبال ہرات و کوہستان اور خراسان کے علاقے بوشنگ اور بلاد مکران میں اس سمندر کے ساحل پر جو سندھ اور کرمان کے درمیان ہے آباد ہو گئے تھے ان کا ذکر کیا ہے اور ان کی اکثریت صفریہ اور حمریہ ہے اور ان میں سے کچھ بلادِ حمران اسطخر اور صاھک میں جو کرمان اور فارس کے درمیان ہے آباد ہو گئے تھے اور ان میں سے کچھ بلاد تیہرت المغرب اور بلاد حضر موت اور دیگر علاقوں میں آباد ہو گئے تھے ان کا ذکر کیا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کی وفات

۶۸ھ میں عبد الملک کی حکومت میں ابو العباس عبد اللہ بن عباس بن عبد المطلب فوت ہوئے۔ بعض کہتے ہیں کہ ۶۹ھ میں طائف میں فوت ہوئے ان کی والدہ کا نام لبابہ بنت حارث بن حزن تھا جو عامر بن صعصعہ کی اولاد میں سے تھی ان کی عمر ۷۱ سال تھی اور بعض کہتے ہیں کہ ان کی پیدائش ہجرت سے تین سال قبل ہوئی تھی اور سعید بن جبیر نے

ابن عباسؓ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو میں دس سال کا تھا عبداللہ بن عباس کی نماز جنازہ محمد بن حنفیہ نے پڑھائی حضرت علیؓ اور حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ پر رونے کی وجہ سے آپ کی بینائی جاتی رہی تھی، وہ گیسو دراز تھے اور بالوں کی سفیدی کو حنا کا رنگ دیتے تھے اور وہ کہتے ہیں ؎

"اگرچہ اللہ تعالیٰ نے میری آنکھوں کا نور لے لیا ہے مگر میرے دل اور زبان میں نور ہے۔ اور میرا دل بڑا تیز فہم اور میری عقل میں خلل نہیں اور میرے منہ میں ایک شمشیر بُراں ہے جس پر تلوار کی طرح نشان لگے ہوئے ہیں۔"

جب ابن عباسؓ نے اپنی خالہ میمونہ کے گھر جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی تھیں، وضو کے لیے پانی رکھا تو آپؐ نے ان کے لیے دعا کی اور فرمایا "اے اللہ اسے دین کی سمجھ عطا فرما اور تاویل کا علم دے۔"

ابن عباس سے کہا گیا کہ حضرت علیؓ نے حکمین کے دن (جس دن شامیوں اور حضرت علیؓ کے درمیان فیصلہ ہونا تھا) ابو موسےٰ کی جگہ آپ کو اپنا نمائندہ کیوں نہیں بنایا تھا؟ تو آپ نے فرمایا: انہیں اس بات سے قضا و قدر کی تدبیر کرنے والے نے وقت کی کمی اور ابتلا کی تکلیف نے روکا تھا اور خدا کی قسم اگر وہ مجھے ابو موسےٰ کی جگہ بھیجتے تو میں بنے بنائے کو توڑ کر اور ٹوٹے ہوئے کو جوڑ کر ان کے نفس میں حائل ہو جاتا، جب پرندہ اڑ جاتا ہے تو میں قریب ہوتا ہوں اور جب وہ قریب ہو کر گزرتا ہے تو میں اُڑ جاتا ہوں لیکن اب جو ہونا تھا ہو چکا ہے اور افسوس باقی رہ گیا ہے اور ہر دن کے ساتھ کل کا دن بھی ہے اور آخرت متقین کے لیے بہتر ہے۔

حضرت ابن عباس کے کئی لڑکے تھے، علی، یہ عباسی خلفاء کا دادا ہے، عباس، محمد، فضل، عبدالرحمٰن، عبیداللہ اور لبابہ ان کی ماں زرعہ[1] بنت مشرح الکندیہ تھیں، محمد عبیداللہ اور فضل کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

---

[1] ایک نسخے میں ان کی ماں کا نام رعبہ بنت مسرح مرقوم ہے۔

عمرو بن سعید اشدق کا قتل

۷۰ھ میں عبدالملک بن مروان نے عمرو بن سعید بن العاص اشدق کو قتل کر دیا، اس کا سلسلہ نسب یہ ہے عمرو بن سعید بن العاص بن اُمیہ بن عبد شمس بن مناف، اور وہ بڑا بہادر اور فصیح و بلیغ اور دلیر آدمی تھا، اس کے اور عبدالملک کے درمیان حکومت کی طلب کے لیے مذاکرات، خط و کتابت اور طویل مکالمے ہوئے۔ عبدالملک نے اُسے لکھا کہ تو خلافت کی آرزو رکھتا ہے حالانکہ تو اس کا اہل نہیں تو عمرو نے اسے جواب دیا نعمتوں کے ملنے نے تجھے سرکش بنا دیا ہے اور عہد شکنی کی بُو نے تجھے غافل کر دیا ہے، تو جس بات پر موافقت کرتا ہے پھر اس پر ڈانٹتا ہے اور جس راستے کو چھوڑتا ہے پھر اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے، اگر وسائل کی کمزوری حکومت کے طلبگار کو مایوس کر دیتی تو نہ حکومت منتقل ہوتی اور نہ صاحب عزت ذلیل ہوتا اور عنقریب واضح ہو جائے گا کہ بغاوت کا مقتول اور غفلت کا اسیر کون ہے، عبدالملک زفر بن حارث کی طرف گیا وہ قرقیساء اور بلاد رحبہ میں تھا اس نے دمشق میں عمرو بن سعید کو اپنا جانشین بنایا کہ اُسے اطلاع ملی کہ عمرو نے لوگوں کو اپنی بیعت کی دعوت دی ہے تو وہ واپس دمشق آ گیا اور عمرو دمشق میں قلعہ بند ہو گیا تو عبدالملک نے اس سے رحم کی اپیل کی اور کہا اپنے خاندان کے معاملے اور ان کے اتفاق کو نہ بگاڑ اور جو کچھ تو نے کیا ہے اس سے ابن زبیر کو طاقت حاصل ہو گی، اپنے گھر واپس چلا جا اور میں تیرے متعلق وصیت کروں گا اس پر اس نے رضامندی کا اظہار کیا اور صلح کر لی تو عبدالملک پانچ سو سواروں کے ساتھ شہر میں داخل ہوا وہ جہاں جاتا سوار بھی اس کے ساتھ جاتے اور سعید اس سے کنارہ کش ہو گیا۔

اہل سیر نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے کہ عبدالملک نے اُسے کیسے قتل کیا بعض کا خیال ہے کہ عبدالملک نے اپنے دربان سے کہا تیرا برا ہو کیا تو اس بات کی استطاعت رکھتا ہے کہ جب عمرو داخل ہو تو دروازے کو بند کر دے؟ اس نے کہا ہاں، اس نے کہا پھر ایسا ہی کرنا، عمرو بڑا متکبر آدمی تھا اور کسی کو اپنے سے بڑا نہ سمجھتا تھا اور جب کسی کی طرف جاتا تو پیچھے کی طرف التفات نہ کرتا۔ پس جب دربان نے دروازہ کھولا تو عمرو داخل ہو گیا لیکن دربان نے اس کے ساتھیوں کو اندر نہ آنے دیا عمرو اپنے دھیان میں چلتا گیا اس کا خیال تھا کہ اس کے اصحاب بھی حسب معمول اس کے ساتھ ہی داخل ہو گئے ہیں، عبدالملک نے دیر تک اسے سرزنش کی پھر اس نے اپنے باڈی گارڈز کے کمانڈر ابو زعیزعہ کو حکم دیا کہ وہ اُسے قتل کر دے، جب عبدالملک نے اس کے ساتھ سختی سے گفتگو کی تو اس نے کہا اے عبدالملک تو اس طرح مجھ سے زبان درازی کر رہا ہے گویا تجھے مجھ پر فضیلت حاصل ہے؟ خدا کی قسم اگر

میں چاہوں تو میرے تیرے درمیان جو عہد ہے اُسے توڑ دوں اور پھر تجھ سے نبرد آزما ہو جاؤں عبدالملک نے کہا میں بھی یہی چاہتا ہوں اس نے کہا تو میں نے ایسا کر دیا ہے عبدالملک نے کہا اے ابو زعیزعۃ اپنا کام کرو، عمرو نے اپنے اصحاب کو دیکھا تو انہیں وہاں موجود نہ پایا تو وہ عبدالملک کے قریب ہو گیا اس نے کہا تو میرے قریب کیوں ہوتا ہے؟ اس نے کہا تاکہ تیری رشتہ داری مجھے مس کرے واضح رہے کہ عمرو کی ماں عبدالملک کی چچی تھی جو حکم بن ابی العاص بن وائل کی بیوی تھی، پس ابو زعیزعۃ نے اُسے تلوار مار کر قتل کر دیا تو عبدالملک نے اُسے کہا کہ اس کا سر اس کے اصحاب کی طرف پھینک دو، جب انہوں نے اس کے سر کو دیکھا تو وہ منتشر ہو گئے پھر عبدالملک باہر نکل کر منبر پر چڑھا اور عمرو کا ذکر کر کے اس کے عیوب بیان کرنے لگا اور اس کی مخالفت اور دشمنی کا ذکر کر کے منبر سے یہ شعر پڑھتے ہوئے اُتر آیا ؎

"میں نے اُسے اپنے قریب کیا تاکہ خاندان میں سکون ہو اور میں پرسکون دانا کی طرح حملہ کروں اور وہ میری اطاعت سے غضب ناک ہو گیا اور وہ شخص خطاکار نہیں جس کا راستہ احسان کرنے والے کی طرح ہو۔"

اور بعض کہتے ہیں کہ عمرو اپنے گھر سے عبدالملک کے پاس جانے کے لیے نکلا تو قالین پر ٹھوکر کھائی تو اس کی بیوی نائلہ[1] بنت قریص بن وکیع بن مسعود نے اُسے کہا میں تجھ سے خدا کے نام پر اپیل کرتی ہوں کہ اس کے پاس نہ جا، اس نے کہا اس بات کو چھوڑ خدا کی قسم اگر میں سویا ہوا ہوں تو وہ مجھے نہ جگائے (یعنی وہ مجھ سے ڈرتا ہے) اور وہ زرہ پہن کر چلا گیا جب عبدالملک کے پاس پہنچا تو بنی اُمیہ کے جو لوگ وہاں بیٹھے ہوئے تھے وہ کھڑے ہو گئے، جب دروازے بند کر دیے گئے تو عبدالملک نے کہا کہ میں نے قسم کھائی تھی کہ اگر میں نے تجھ پر قابو پا لیا تو میں تجھے طوق کے ساتھ باندھ دوں گا پس طوق لایا گیا اور اس کی گردن میں ڈال کر کس دیا گیا، عمرو کو یقین ہو گیا کہ وہ اس کو قتل کرنے لگا ہے تو اس نے کہا اے امیر المومنین میں آپ کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں، عبدالملک نے اُسے کہا اے ابو اُمیہ کیا وجہ ہے کہ تو زرہ پہن کر آیا ہے، کیا تو جنگ کے لیے آیا ہے؟ پس عمرو کو یقین ہو گیا کہ یہ مجھ سے بُرائی کرے گا

---

[1] ایک نسخہ میں نائلہ بنت قریض بن وکیع بن مسعود ہے۔

تو اس نے کہا میں آپ سے خدا کے نام پر اپیل کرتا ہوں کہ آپ مجھے طوق پہنے ہوئے لوگوں میں لے جائیں، عبدالملک نے اُسے کہا تو مجھے دھوکا دیتا ہے اور میں تجھ سے زیادہ دھوکا باز ہوں؟ تیری مرضی یہ ہے کہ میں تجھے لوگوں میں لے جاؤں تو وہ تجھے مجھ سے بچا لیں اور چھڑا لیں، پھر عبدالملک نماز کے لیے نکلا اور اپنے بھائی عبدالعزیز کو حکم دیا —— وہ اس دن مصر سے آیا ہوا تھا —— کہ جب میں نکل جاؤں تو اسے قتل کر دینا اور بعض کہتے ہیں کہ اس نے قتل کرنے کا حکم اپنے بیٹے ولید کو دیا تھا، جب عبدالعزیز اس کے قریب ہوا تو عمرو نے اسے رشتہ داری کا واسطہ دیا تو اس نے اُسے چھوڑ دیا اور جب عبدالملک نماز سے فارغ ہو کر واپس آیا اور اسے زندہ دیکھا تو عبدالعزیز سے کہا خدا کی قسم میں نے صرف تمہاری وجہ سے اسے قتل کرنے کا ارادہ کیا ہے کہ یہ حکومت نہ حاصل کرے پھر اس نے اُسے پہلو کے بل لٹا دیا تو عمرو نے اُسے کہا اے ابن زرقاء کیا خیانت کرتے ہو؟ اور اس نے اُسے قتل کر دیا اور عمرو کا بھائی یحییٰ بن سعید دروازے پر اپنے ساتھیوں کے ساتھ آیا کہ اُسے توڑ دے، تو ولید اور عبدالملک کے غلام اس کے پاس گئے اور ان کے درمیان لڑائی ہو گئی اور ولید اور یحییٰ لڑ پڑے تو یحییٰ نے اس کے سرین پر تلوار ماری تو وہ بچھڑ کر گر پڑا اور عمرو کا سر لوگوں کی طرف پھینک دیا گیا، پس جب انہوں نے اُسے دیکھا تو وہ منتشر ہو گئے۔ پھر مکان کے اوپر سے ان پر دنانیر کی تھیلیاں پھینکی گئیں تو وہ جنگ چھوڑ کر ان کے اکٹھا کرنے میں مشغول ہو گئے اور عبدالملک نے کہا، تیرے باپ کی زندگی کی قسم کہ اگر یہ لوگ ولید سے لڑتے تو اپنا بدلہ لے لیتے، ولید کو تلوار لگی تو وہ گم ہو گیا اور یہ اس طرح ہوا کہ ابراہیم بن عدی نے جنگ کے شور میں اُسے اُٹھا کر کاغذات والے مکان میں داخل کر دیا پھر عبدالملک یحییٰ بن سعید کے پاس آیا اور لوگوں نے عبدالملک پر اتفاق کر لیا اور اس کے مطیع ہو گئے۔

جن باتوں کا ہم نے ذکر کیا ہے ان کے علاوہ اور باتیں بھی بیان کی گئی ہیں جنہیں ہم نے اپنی کتاب اخبار الزمان میں بیان کیا ہے اور ہم نے اس کی بہن کے اشعار کا بھی ذکر کیا ہے جو ولید بن عبدالملک کی بیوی تھی، ان کا ذکر اس کتاب میں منصور کے حالات میں آئے گا کیونکہ وہی جگہ ان کے ذکر کے لائق ہے تاکہ بات کا تسلسل قائم رہے۔

عبدالملک ۷۰ھ کا بقیہ سال دمشق میں ہی مقیم رہا اور مختار اور اس کے اصحاب کے قتل کے بعد جب عراق کا علاقہ مصعب بن زبیر کے لیے صاف ہو گیا تو وہ وہاں سے چل کر

ایک جگہ پہنچا جو جزیرہ کے پاس باجمیرہ کے نام سے مشہور ہے اور وہ عبدالملک سے جنگ کرنے کے لیے شام جا رہا تھا اُسے اطلاع ملی کہ خالد بن عبداللہ بن خالد بن اُسید اپنے بیٹوں اور کئی غلاموں کے ساتھ عبداللہ بن زبیر کی بیعت توڑ کر مکہ سے بصرہ کی طرف آ رہا ہے، تو وہ بصرہ کی نواح میں فروکش ہو گیا اور ربیعہ اور مضر کے کچھ لوگ بھی اس کے ساتھ مل گئے جن میں عبداللہ بن ولید مالک بن مسمع البکری، صفران بن اہتم تمیمی اور صعصعہ بن معاویہ احنف کا چچا بھی شامل تھا، پس بصرہ میں ان کی جنگیں ہوئیں اور آخری جنگ خالد بن عبداللہ سے ہوئی اور وہ اپنے دونوں بیٹوں سمیت خشکی میں بھاگ گیا یہاں تک وہ عبدالملک کے ساتھ جا ملا، مصعب بصرہ واپس آ گیا یہ ۷۱ھ کا واقعہ ہے پھر وہ عراق سے باجمیرا واپس آ گیا۔ اس بارے میں ایک شاعر کہتا ہے:۔

"اے مصعب تو ہر روز چلتا ہے اور روزانہ باجمیرا میں ہی ہوتا ہے۔"

عبدالملک بن مروان قرقیسا میں اُترا تو زفر بن حارث عامری کلابی نے اس کا محاصرہ کر لیا اور وہ ابن زبیر کا داعی تھا پس اس نے امامت و بیعت کو قبول کر لیا اور عبدالملک چل کر نصیبین آیا — جہاں پر حارث کے دو غلام یزید اور حبشی ان دو ہزار سواروں کے ساتھ موجود تھے جو مختار کے ساتھیوں میں سے بچ گئے تھے اور وہ محمد بن حنفیہ کی امامت کی دعوت دیتے تھے پس اس نے ان کا محاصرہ کر لیا اور انہوں نے اس کی امامت کو مان لیا اور اس کے ساتھیوں میں شامل ہو گئے۔

مصعب ۷۲ھ میں عراقیوں کے ساتھ مل کر عبدالملک سے جنگ کرنے نکلا، عبدالملک بھی مصر، جزیرہ اور شام کی فوجوں کے ساتھ اس کے قریب ہوا اور مسکن مقام پر جو عراق میں دجلہ کے کنارے ایک بستی ہے ان کی جنگ ہوئی، عبدالملک کے ہراول دستے کا کمانڈر حجاج بن یوسف بن ابی عقیل ثقفی تھا، بعض کہتے ہیں کہ پچھلے دستے کا کمانڈر تھا۔ عبدالملک نے اس کے کام کی تعریف کی، پھر عبدالملک نے مصعب کی فوج کے عراقی رؤسا وغیرہ کو خفیہ طور پر لکھا اور انہیں ترغیب و ترہیب دی اور جن لوگوں کے نام اس نے چٹھیاں لکھیں ان میں ابراہیم بن اشتر نخعی بھی تھا جب اس کا جاسوس خط لے کر آیا تو اس نے اُسے اپنے گھر میں قید کر دیا اور خط کو کھولنے سے قبل ہی اُسے مصعب کے پاس لے آیا تاکہ وہ اس کے مندرجات سے آگاہ ہو جائے، مصعب نے اُسے پوچھا کیا تو نے اسے پڑھا ہے اس نے کہا میں اس بات

سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں کہ امیر کے پڑھنے سے قبل اُسے پڑھوں اور میں قیامت کے روز اس کی بیعت اور اطاعت سے دست کش ہو کر عہد شکن بن کر آؤں، جب مصعب نے اس کے مضمون پر غور کیا تو اس نے اس میں اس کے لیے امان اور ولایت اور عراق کی پسندیدہ جاگیروں کے متعلق بات پائی، پھر ابراہیم نے مصعب سے کہا، کیا فوج کے کمانڈروں میں سے کوئی کمانڈر آپ کے پاس خط لایا ہے؟ مصعب نے کہا نہیں تو ابراہیم نے کہا خدا کی قسم اس نے ان سے خط و کتابت کی ہے اور مجھے اس وقت تک خط نہیں لکھا جب تک دوسروں کو خط نہیں لکھ لیے اور انہوں نے وہ خط اس لیے تجھ تک نہیں پہنچائے کہ وہ اس سے راضی ہیں اور تجھ سے خیانت کرنا چاہتے ہیں، پس میری بات مان لے اور میں ان سے پہل کرتا ہوں تو انہیں تلوار کی دھار پر رکھنے کا حکم دے یا ان میں سے کچھ لوگوں کو بیڑیاں ڈال دے اور اس آدمی کو نکال دے مگر مصعب نے اس بات کو قبول نہ کیا۔ اس کی فوج میں ربیعہ کے جو آدمی تھے وہ اس سے ابن زیاد بن ظبیان البکری کے قتل کر دینے کی وجہ سے کنارہ کش ہو گئے، ابن زیاد ربیعہ کے سرداروں اور بکر بن وائل کے لیڈروں میں سے تھا اور ابراہیم بن الاشتر مصعب کے مقدمۃ الجیش کے اگلے سواروں میں شامل ہو گیا اور عبدالملک کے سواروں سے بھڑ گیا، اس کے مقدمۃ الجیش کا کمانڈر اس کا بھائی محمد بن مروان تھا پس عبدالملک کو ابراہیم کے آنے اور اس کے بھائی محمد کے ساتھ جنگ کرنے کی اطلاع ملی تو اس نے محمد کی طرف اطلاع بھیجی کہ میں تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں کہ تو آج جنگ نہ کرنا، عبدالملک کے ساتھ ایک نجومی تھا اس نے عبدالملک کو بتایا کہ تو آج سواروں کے ساتھ اس سے جنگ نہ کرنا کیونکہ یہ منحوس دن ہے اور وہ تین دن کے بعد اس سے جنگ کرے تو وہ کامیاب ہو جائے گا محمد نے اسے اطلاع دی کہ میں نے اپنی جان کی قسم کھائی ہے کہ میں ضرور جنگ کروں گا اور تیرے نجومی کی جھوٹی باتوں کی طرف متوجہ نہیں ہوں گا۔ پس عبدالملک نے نجومی اور دیگر حاضرین کو کہا کیا تم نہیں دیکھتے؟ پھر اس نے آسمان کی طرف نگاہ اُٹھائی اور کہا اے اللہ مصعب اپنے بھائی کی طرف دعوت دیتا ہوں اے اللہ اس کی مدد فرما جو ہم میں سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے لیے بہتر ہے، جب محمد بن مروان اور ابن اشتر کی جنگ شروع ہوئی تو محمد یہ رجز پڑھ رہا تھا

ے "میرے جیسا شخص تجھ جیسے شخص سے چھیننے کا زیادہ حق دار ہے جس کے پاؤں سفید اور دُم لمبی ہے۔"

پس وہ لڑتے رہے یہاں تک کہ شام ہو گئی، عتاب بن ورقاء تمیمی نے کہا اور وہ ابن اشتر کے ساتھ تھا، اے ابراہیم لوگوں نے بہت تکلیف اٹھائی ہے اب انہیں واپسی کا حکم دو یہ بات اس نے اس کے فتح کے قریب ہونے پر حسد کرتے ہوئے کہی تھی، ابراہیم نے اسے کہا وہ کیسے واپس جائیں، دشمن ان کے سامنے کھڑا ہے، عتاب نے کہا میمنہ کو واپسی کا حکم دو، مگر ابراہیم نے یہ بات قبول نہ کی پس عتاب نے میمنہ والوں کے پاس جا کر انہیں واپسی کا حکم دے دیا اور جب وہ اپنے میدان سے ہٹ گئے تو محمد کا میسرہ ان پر ٹوٹ پڑا اور لوگ آپس میں گتھم گتھا ہو گئے، ابراہیم کے سوار ڈٹ کر کھڑے رہے اور اس پر مسلسل نیزہ باری ہونے لگی۔ وہ کئی نیزوں سے بچا اس کے ساتھیوں نے بھی اسے بچایا، پھر وہ اپنی زین سے اکھڑ گیا اور جوانوں نے اس کو گھیر لیا اور اس پر ٹوٹ پڑے اور وہ شجاعت دکھانے اور خونریزی کرنے کے بعد قتل ہو گیا اور اس کے سر کے لینے کے متعلق اختلاف کیا گیا ہے، بعض کا خیال ہے کہ عبید بن میسرہ جو پہلے بنی یشکر کا اور پھر بنی رفاعہ کا غلام تھا اس نے اس کا سر لیا تھا، اور ابراہیم کے جثے کو عبدالملک کے پاس لا کر اس کے سامنے ڈال دیا تھا۔ پس اسے حصین بن نمیر نے لے کر اور لکڑیاں اکٹھی کر کے آگ سے جلا دیا۔

اور اس رات کی صبح کو، عبدالملک اپنی جگہ سے چل پڑا اور ارض السوداء میں دیر جاثلیق میں جا اترا اور عبیداللہ بن زیاد بن ظبیان اور عکرمہ بن ربعی، ربیعہ کے جھنڈوں کی طرف آئے اور انہیں عبدالملک کی فوج میں شامل کر دیا اور اس کی اطاعت اختیار کر لی پھر لوگوں کی جنگ ہوئی تو مصعب اکیلا رہ گیا اور اس کے مضری اور یمنی ساتھی اس سے الگ ہو گئے، وہ سات آدمیوں کے ساتھ اکیلا رہ گیا جن میں اسماعیل بن طلحہ بن عبیداللہ تمیمی اور اس کا بیٹا عیسیٰ بن مصعب بھی تھے اس نے اپنے بیٹے عیسیٰ سے کہا اے بیٹے اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر اپنی جان بچا لے اور مکہ میں اپنے چچا کے ساتھ جا مل، اور اسے بتا کہ عراقیوں نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا ہے اور مجھے چھوڑ دے میں قتل ہو جانے والا ہوں، اس نے مصعب سے کہا خدا کی قسم ایسا نہیں ہو گا قریش کی عورتیں یہ بات نہ کریں گی کہ میں تجھ کو چھوڑ کر بھاگ گیا تھا اور نہ میں تیرے بارے کبھی انہیں کوئی بات بتاؤں گا مصعب نے اسے کہا اگر یہ بات ہے تو میرے آگے آگے چلو تا کہ میں تیرا امتحان کر لوں پس عیسیٰ آگے ہو گیا اور لڑتا ہوا مارا گیا۔

محمد بن مروان نے اپنے بھائی عبدالملک سے کہا کہ وہ مصعب کو امان دے دے تو عبدالملک نے ان لوگوں کے ساتھ مشورہ کیا جو اس کے پاس موجود تھے۔ پس علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب نے اُسے کہا، اُسے امان نہ دینا اور خالد بن یزید بن معاویہ بن ابی سفیان نے کہا اُسے امان دے دو تو علی اور خالد کے درمیان اُونچی آواز سے تلخ کلامی ہوگئی یہاں تک کہ دونوں نے ایک دوسرے کو بُرا بھلا کہا، پس عبدالملک نے اپنے بھائی محمد کو حکم دیا کہ وہ مصعب کو جا کر امان دے دے اور جو وہ چاہتا ہے وہ بھی دے دے۔ محمد مصعب کے قریب جا کر کھڑا ہوگیا پھر کہنے لگا اے مصعب میری طرف آؤ، میں تیرا عم زاد محمد بن مروان ہوں۔ امیرالمومنین نے تیرے مال وجان اور جو کچھ تو نے کیا ہے اس کے متعلق تجھے امان دی ہے اور تو جس ملک میں رہنا چاہتا ہے رہ سکتا ہے اور اگر وہ تیرے متعلق کوئی اور ارادہ کرتا تو وہ اُسے تجھ پر وارد کر دیتا پس میں تجھے تیری جان کے متعلق خدا کا واسطہ دیتا ہوں۔

شامیوں میں سے ایک آدمی عیسےٰ بن مصعب کا سر کاٹنے کے لیے آیا تو اس کی غفلت میں مصعب اس کی طرف پلٹا اور شامیوں نے اس آدمی کو آواز دے کر کہا تو ہلاک ہو جائے فلاں شخص تیری طرف آ رہا ہے مصعب نے آگے بڑھ کر اُسے چیر کر رکھ دیا۔ پھر مصعب کے گھوڑے کی کونچیں کاٹ دی گئیں اور وہ پیادہ ہوگیا تو عبیداللہ بن زیاد بن ظبیان اس کے پاس آگیا اور دونوں میں دو دو ہاتھ ہوئے، پہلے مصعب نے اس کے سر پر تلوار ماری اور مصعب کا زخم کے باعث خون بہہ چکا تھا اور عبیداللہ نے اُسے تلوار مار کر قتل کر دیا اور اس کا سر کاٹ کر عبدالملک کے پاس لے آیا تو عبدالملک نے سجدہ کیا اور عبیداللہ بن زیاد نے اپنی تلوار کے قبضے کو پکڑ کر اسے نیام سے کھینچا اور اس کا اکثر حصّہ کھینچ لیا تا کہ عبدالملک کو حالت سجدہ ہی میں مار دے پھر وہ پشیمان ہوا اور انا للہ پڑھنے لگا، اس کے بعد وہ کہا کرتا تھا کہ لوگوں سے دلیری جاتی رہی ہے جب میں نے ارادہ کیا اور کچھ نہ کہا اگر میں چاہتا تو عرب کے دو بادشاہوں عبدالملک اور مصعب کو ایک پل میں قتل کر دیتا اور عبیداللہ نے مصعب کے سر کی آمد پر بطور مثال یہ شعر پڑھا ؎

"بادشاہ جو ہم پر ظلم کرتے ہیں ہم اس کے مطابق ان کی خدمت کرتے ہیں
اور ان کا قتل کرنا ہم پر حرام نہیں ہے۔"

عبدالملک نے کہا مصعب جیسا جوان قریش میں کب پیدا ہوگا؟ اور مصعب ۱۰ جمادی الاوّل

۷۲ھ کو منگل کے روز قتل ہوا، عبدالملک نے مصعب اور اس کے بیٹے عیسیٰ کے متعلق حکم دیا کہ انہیں دیر جاثلیق میں دفن کیا جائے پھر عبدالملک نے اہل عراق کو اپنی بیعت کی دعوت دی تو انہوں نے اس کی بیعت کر لی۔

مسلم بن عمرو باہلی، معاویہ اور اس کے بیٹے یزید کے زیر احسان تھا اس دن وہ مصعب کی فوج میں تھا عبدالملک اس کے پاس آیا اور اس نے اس سے اپنے لیے امان حاصل کی اس سے پوچھا گیا کہ تو مرنے والا ہے اور جو زخم تجھے پہنچا ہے اس کی وجہ سے تو زندگی کی اُمید نہیں رکھتا تو امان کو کیا کرے گا اس نے جواب دیا تاکہ میرا مال محفوظ ہو جائے اور میرا بیٹا میرے بعد امن سے رہے جب اُسے عبدالملک کے سامنے رکھا گیا اس نے کہا اللہ تعالیٰ تجھے تلوار مارنے والے کا ہاتھ کاٹ دے اس نے تیرا کام کیوں نہیں تمام کیا؟ کیا آلِ حرب نے تیرے ساتھ جو احسانات کیے ہیں تو ان کی ناشکری کرتا ہے پھر اس نے اُسے مال اور بیٹے کے متعلق امان دے دی اور وہ اسی وقت مر گیا۔

عراق کے علاقے میں دیر جاثلیق میں مصعب کے قتل ہونے کے متعلق عبداللہ بن قیس الرقیات کہتا ہے ۔

"اور دیر جاثلیق میں قتل ہو کر مقیم ہونے والے نے دو شہروں کو عار اور ذلت سے دوچار کر دیا، پس نہ بکر بن وائل نے اللہ کی بات مانی اور نہ جنگ کے وقت تمیم نے صبر کیا، لیکن اس نے عہد کو ضائع کر دیا اور اس روز وہاں پر کوئی باوفا مضر سردار نہ تھا، اللہ تعالیٰ بصری اور کوفی کو ملامت کی جزا دے، ملامت کرنے والے کو بھی ملامت کی جاتی ہے۔"

اس بارے میں ایک اور شامی شاعر کہتا ہے ۔

"میری زندگی کی قسم ہمارے سواروں کو دجلہ کے کنارے مصعب کے لیے بے قرار کر دیا گیا تھا، اور وہ ہر لمبے نیزے والے اور سیدھے پھل والے اور لوہے سے مذاق کرتے تھے، جب کبھی اہل عراق کے منافق پر ناراضگی کا اظہار کیا گیا تو اسے راضی نہیں کیا گیا، ہم جنگ کے روز اس کے قریب ہوئے تو وہ گم شدہ چیز کو کم ہی تلاش کرنے والا تھا۔"

مصعب بڑا صاحب حسن و جمال اور خوب صورت آدمی تھا اس کے متعلق ابن الرقیات

کہتا ہے ؎

"مصعب اللہ کی طرف سے ایک شعلہ ہے جس کے چہرے سے تاریکیاں دور ہو
جاتی ہیں۔"

چار سردار ایک مکان میں

المنقری بیان کرتا ہے کہ مجھے سوید بن سعید نے بتایا وہ کہتا ہے کہ ہمیں مروان بن معاویہ فزاری نے محمد بن عبدالرحمٰن سے اور اس نے ابومسلم نخعی کے طریق سے بیان کیا وہ کہتا ہے کہ میں نے دیکھا حضرت حسینؓ کے سر کو لا کر کوفہ کے دارالامارۃ میں عبیداللہ بن زیاد کے سامنے رکھا گیا پھر میں نے دیکھا کہ عبیداللہ بن زیاد کے سر کو اسی جگہ لایا گیا اور اسے مختار کے سامنے رکھا گیا، پھر میں نے مختار کے سر کو دیکھا کہ اُسے لا کر مصعب بن زبیرؓ کے سامنے رکھا گیا اور پھر میں نے مصعب بن زبیرؓ کے سر کو دیکھا کہ اُسے لا کر عبدالملک کے سامنے رکھا گیا۔

یہ بات اس طرح بھی بیان ہوئی ہے راوی کہتا ہے کہ عبدالملک نے مجھے پریشان دیکھ کر پوچھا کیا بات ہے تو میں نے کہا اے امیرالمومنین میں اس گھر میں داخل ہوا تو میں نے اس جگہ پر حضرت حسینؓ کے سر کو ابن زیاد کے سامنے پڑا دیکھا، پھر اس میں داخل ہوا تو ابن زیاد کے سر کو مختار کے آگے پڑا دیکھا، پھر داخل ہوا تو مختار کے سر کو مصعب بن زبیرؓ کے سامنے پڑے دیکھا اور اب یہ مصعب کا سر آپ کے سامنے پڑا ہے اے امیرالمومنین اللہ تعالیٰ آپ کو بچائے راوی بیان کرتا ہے کہ عبدالملک اچھل کر کھڑا ہو گیا اور نشست گاہ کے اوپر جو محراب بنا ہوا تھا اس کے گرانے کا حکم دے دیا، یہ بات ولید بن خباب وغیرہ سے بھی بیان کی گئی ہے۔

لوگوں کا عبدالملک کی بیعت کرنا

عبدالملک دیر جاثلیق سے چل کر کوفہ کے بیرونی حصے نخیلہ میں فروکش ہوا تو اہل کوفہ نے جا کر اس کی بیعت کی اس نے لوگوں سے خفیہ خط و کتابت کر کے جو وعدے کیے تھے انہیں پورا کیا اور انعامات، جاگیریں اور خلعتیں دیں اور لوگوں کو ان کی حیثیت کے مطابق مراتب دیے اور عام ترغیب و ترہیب کی پھر بصرہ پر خالد بن عبداللہ بن خالد بن اسد کو اور کوفہ پر اپنے بھائی بشر بن مروان کو حاکم مقرر کیا اور اس کے ساتھ شامیوں کی ایک جماعت کو مقرر کیا جو اہل مشورہ اور اصحاب الرائے افراد پر مشتمل تھی جن میں روح بن زنباع جذامی بھی تھا نیز حجاج بن یوسف کو مکہ میں ابن زبیر کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے بھیجا اور خود بقیہ اہل شام

کے ساتھ دارالسلطنت دمشق چلا گیا۔

رُوح بن زنباع اور بشر بن مروان

بشر بن مروان ایک ماہر ادیب تھا جو شعر داستان گوئی، غنا اور شراب نوشی کا دلدادہ تھا اس کے بھائی عبدالملک نے اُسے کہا کہ رُوح تیرا وہ چچا ہے جس کے صدق و عفاف اور خیر خواہی اور محبت اہل بیت کی وجہ سے تجھے کسی امر کا فیصلہ اس کے بغیر نہیں کرنا چاہیے تو بشر اس سے منقبض ہوا اور اپنے ندیموں سے کہنے لگا مجھے خدشہ ہے کہ اگر ہم بے تکلفی کرتے رہے تو رُوح یہ بات امیرالمومنین کی طرف لکھ دے گا حالانکہ میں اُنس و اجتماع کو پسند کرتا ہوں جسے وہ پسند نہیں کرتا تو اُسے ایک عراقی ندیم نے کہا کہ میں ایسے لطیف طریق پر آپ کی مدد کروں گا کہ وہ بغیر کسی شکایت اور ملامت کرنے کے تجھے چھوڑ کر امیرالمومنین کی طرف چلا جائے گا جس سے بشر خوش ہو گیا اور اس سے کہنے لگا کہ اگر تو یہ کام کر دے تو میں تجھے بہت اچھا انعام دوں گا، رُوح بڑا غیرت مند تھا اس کی ایک لونڈی تھی جب وہ اپنے گھر سے مسجد کی طرف یا کسی اور جانب جاتا تو قفل لگانے کے بعد واپس آنے تک دروازے پر مہر لگا دیتا، پس اس نوجوان نے ایک دوات لی اور شام کے وقت چھپتا چھپاتا رُوح کے گھر آیا، رُوح نماز کے لیے گیا ہوا تھا رُوح کے نکلنے کے وقت وہ نوجوان ڈیوڑھی تک پہنچ گیا اور سیڑھی کے نیچے چھپا رہا اور رات بھر تدبیریں کرتا رہا یہاں تک کہ رُوح کے کمرے تک پہنچ گیا اور رُوح کے سونے کی جگہ کے قریب ترین جو دیوار تھی اس پر لکھ دیا ؎

> "اے روح اس بیوہ اور بیٹیوں کا کون ذمہ دار ہو گا جب تجھے موت کا پیغام دینے والا اہل مغرب کی موت کی خبر دے گا، اور ابن مروان کی موت قریب آ گئی ہے پس اے رُوح بن زنباع اپنے لیے کوئی تدبیر کر لے ——————
> اور تجھے نرم و نازک نوجوان لڑکیاں دھوکا نہ دیں اور تو خیر خواہ داعی کی بات سُن کر راہ راست پہ آ جا۔"

پھر وہ اس کے مکان سے ڈیوڑھی میں واپس آ کر شب باش ہو گیا جب صبح ہوئی رُوح نماز کے لیے نکلا تو اس کے نوکر اس کے پیچھے پیچھے چلے اور وہ نوجوان بھی کھِسک

بدل کر ان میں مل جل گیا جب رُوح نے واپس آکر اپنے کمرے کا دروازہ کھولا تو اُسے وہ عبارت نظر آئی، اس نے اُسے پڑھا تو وہ اس سے خوف زدہ ہو گیا اور اسے ایک عجیب بات سمجھا اور کہنے لگا یہ کیا ہے؟ خدا کی قسم میرے کمرے میں میرے سوا کوئی انسان داخل نہیں ہوتا اور میرے عراق میں رہنے میں اب کوئی بھلائی نہیں پھر اُٹھ کر بشر کے پاس گیا اور اسے کہنے لگا اے میرے بھتیجے اگر تجھے امیر المومنین سے کوئی کام ہو تو مجھے بتاؤ اس نے کہا اے چچا کیا آپ جانا چاہتے ہیں اس نے جواب دیا ہاں، اس نے کہا، کیوں تو نے کوئی بُری بات دیکھی یا محسوس کی ہے جس کی وجہ سے آپ ٹھہر نہیں سکتے اس نے کہا خدا کی قسم نہیں اللہ تعالیٰ تیرا اور تیری بادشاہی کا بھلا کرے، لیکن ایک ایسا واقعہ ہوا ہے جس کی وجہ سے مجھے امیر المومنین کے پاس واپس جانا ضروری ہے، اس نے اُسے قسم دی کہ وہ اُسے اس کے متعلق بتائے تو اس نے اُسے بتایا کہ امیر المومنین فوت ہو چکے ہیں یا چند دنوں تک مر جائیں گے اس نے پوچھا آپ کو یہ کہاں سے معلوم ہوا ہے؟ تو اس نے اُسے اس تحریر کے متعلق بتایا اور یہ بھی کہا کہ میرے کمرے میں میرے اور فلاں لونڈی کے سوا کوئی آدمی داخل نہیں ہوتا اور یہ بات کسی جن یا فرشتے نے لکھی ہے، بشر نے اُسے کہا آپ ٹھہرئیے مجھے اُمید ہے کہ اس بات کی کوئی حقیقت نہیں مگر اُسے کوئی چیز نہ روک سکی اور وہ شام کی طرف چلا گیا اور بشر گانے بجانے اور شراب نوشی میں مصروف ہو گیا، جب رُوح عبد الملک سے ملا تو اس نے اس کے آنے کو اچنبھا سمجھتے ہوئے کہا تیرا آنا، بشر کے ساتھ کسی حادثہ کی وجہ سے ہوا ہے یا تو اس کی کسی بات کو ناپسند کیا ہے، تو اس نے بشر کی سیرت کی تعریف کی اور کہا ایسا نہیں ہے بلکہ میں ایک بات کی وجہ سے آیا ہوں جس کا تذکرہ میں آپ سے خلوت میں کروں گا، عبد الملک نے اپنے ہم نشینوں سے چلے جانے کو کہا اور رُوح کو تنہائی میں ملا تو اس نے اُسے بات بتائی اور شعر بھی سنائے پس عبد الملک کھلکھلا کر ہنسا اور کہنے لگا، بشر اور اس کے ساتھیوں پر تیری موجودگی گراں گزری تو انہوں نے تیرے ساتھ یہ حیلہ بازی کی ہے لہٰذا گھبرانے کی ضرورت نہیں۔

عبد اللہ بن زبیر کو اپنے بھائی مُصعب کی وفات کی خبر ملنا

جب عبد اللہ کو اپنے بھائی مصعب کے قتل کی اطلاع ملی تو اس نے اس کے بیان کرنے سے پہلو تہی کی یہاں تک کہ مکہ اور مدینہ کی

گلیوں میں غلاموں اور لونڈیوں نے اس بات کا تذکرہ کیا تب عبداللہ منبر پر چڑھا اور اس کی پیشانی سے پسینہ ٹپک رہا تھا، اس نے کہا اس خدا کی تعریف جو دنیا اور آخرت کا بادشاہ ہے وہ جس کو چاہتا ہے ذلت دیتا ہے اس کے ہاتھ میں بھلائی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے لوگو آگاہ رہو، اللہ تعالیٰ اس آدمی کو ہرگز ذلیل نہیں کرے گا جو حق پر ہے اور اس کو ہرگز عزت نہیں دے گا جس کی پارٹی شیطان دوستوں کی ہے، ہمارے پاس عراق سے ایک خبر آئی ہے جس نے ہمیں غم بھی دیا ہے اور خوش بھی کیا ہے اور وہ خبر مصعبؓ کے قتل کی ہے ہمیں جس بات نے غمگین کیا ہے وہ ایک قریبی عزیز کی جدائی پر غم کی سوزش ہے جسے مصیبت کے وقت ایک قریبی عزیز محسوس کرتا ہے۔ پھر وہ اس کے بعد صبر جمیل کی طرف لوٹ آتا ہے اور جس بات نے ہمیں خوش کیا ہے وہ یہ کہ اس کا قتل ہونا شہادت ہے اور اللہ تعالیٰ اسے اس کے لیے اور ہمارے لیے بہتر چیز بنائے گا اور خدا کی قسم ہم آل ابی العاص کی طرح طبعی موت نہیں مرتے، ہم صرف نیزوں سے موقع پر ہی مرجاتے ہیں اور تلواروں کے سائے تلے قتل ہو کر مرتے ہیں، لوگو! آگاہ رہو کہ دنیا اس رب تہار کی طرف سے ایک عارضی چیز ہے جس کی شاہی کو زوال اور تغیر نہیں، اور اگر دنیا میری طرف آئے تو میں اسے شریر متکبر آدمی کی طرح نہیں لوں گا اور اگر وہ مجھ سے پیٹھ پھیرے تو میں اس پر غمگین اور ذلیل آدمی کی طرح نہیں روؤں گا۔

حجاج مکہ میں

حجاج طائف آکر کئی ماہ تک وہاں ٹھہرا رہا پھر مکہ آکر اس نے ابن زبیرؓ کا محاصرہ کرلیا اور عبدالملک کی طرف لکھا کہ میں ابو قبیس پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہوگیا ہوں۔ جب عبدالملک کے پاس اس کا خط پہنچا جس میں ابن زبیرؓ کے محاصرہ اور ابو قبیس پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہوجانے کا ذکر تھا تو عبدالملک نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور ان لوگوں نے بھی نعرہ تکبیر لگایا جو اس کے پاس موجود تھے نعرہ تکبیر کی آواز جامع دمشق میں پہنچی تو انہوں نے بھی نعرہ تکبیر لگایا اور جب بازار والوں تک یہ اطلاع پہنچی تو انہوں نے بھی نعرہ تکبیر لگایا، پھر انہوں نے حقیقت حال کو دریافت کیا تو انہیں بتایا گیا کہ حجاج نے مکہ میں ابن زبیرؓ کا محاصرہ کرلیا ہے اور ابو قبیس پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہوگیا ہے تو انہوں نے کہا ہم اس وقت تک راضی نہ ہوں گے جب تک وہ اسے ہمارے پاس بیڑیوں میں جکڑ کر نہ لائے اور اس کے سر پر لمبی ٹوپی

ہو اور وہ ملعون ترابی اونٹ پر بیٹھا ہوا ہمارے پاس سے گزرے حجاج نے مکہ میں ابن زبیر کا محاصرہ ماہ ذوالعقدہ ۷۲ھ میں کیا، اسی سال مصعب قتل ہوا، ابن زبیر کے متعلق ہم اہل دمشق کے قول کا ذکر کر چکے ہیں۔ جسے عمرو بن شبنہ نمیری نے ابن عاصم سے بیان کیا ہے، ابن زبیر نے حجاج کو بیت اللہ کے طواف سے روک دیا چنانچہ حجاج لوگوں کے ساتھ عرفہ میں زرہ اور خود کا احرام پہنے کھڑا رہا، اس وقت اس کی عمر ۳۱ سال تھی، ابن زبیر نے مکہ میں قربانی کی اور حجاج کی وجہ سے عرفہ کی طرف نہ گیا۔ حجاج نے مکہ میں ابن زبیر کا محاصرہ پچاس راتوں تک جاری رکھا۔

ابن زبیرؓ اور ان کی والدہ اسماء بنت ابی بکرؓ

ابن زبیر اپنی والدہ اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گئے

اس وقت ان کی عمر سو سال تھی لیکن ان کا ایک دانت بھی نہیں گرا تھا اور نہ ہی بال سفید ہوئے تھے اور نہ ہی ان کی عقل میں کوئی خلل ہوا تھا جیسا کہ ہم قبل ازیں اس کتاب میں ان کے حالات بیان کر چکے ہیں۔ ابن زبیر نے کہا اے ماں تو اپنے آپ کو کیسے پاتی ہے اس نے جواب دیا اے میرے بیٹے میں تکلیف میں ہوں ابن زبیر نے ماں کو کہا، موت میں راحت ہے اس نے جواب دیا شاید تو میرے لیے موت کا متمنی ہے اور میں اس وقت تک موت کو پسند نہیں کرتی جب تک تیرے متعلق دو خبروں میں سے ایک خبر نہ ملے، یا تو تو قتل ہو تو مجھے تیری وجہ سے ثواب ہو اور یا تو کامیاب ہو تو میری آنکھیں تجھ سے ٹھنڈی ہوں اور پھر عبداللہ نے اپنے بارے میں اور اپنی بیویوں کے بارے میں وصیت کی کہ جب چیخ و پکار کو سنیں تو وہ اس کی ماں اسماء کے پاس آجائیں، عروہ بن زبیر اپنے چچا عبدالملک کا ہمنوا تھا اور حجاج کو مسلسل عبدالملک کے خطوط آرہے تھے کہ وہ عروہ کا خیال رکھے اور اس کے مال و جان کو تکلیف نہ دے پس عروہ حجاج کے پاس گیا اور واپس آکر اپنے بھائی کو کہنے لگا کہ خالد بن عبداللہ بن خالد بن اسید اور عمرو بن عثمان بن عفان یہ دونوں تجھے اور تمہارے ساتھیوں کو جو کچھ بھی تم نے کیا ہے، اس پر تمہیں عبدالملک کی امان دیتے ہیں اور تو جس ملک میں جانا چاہتا ہے چلا جا اور اس بات کا ضامن اللہ تعالیٰ ہے اور اس کے علاوہ اس نے کچھ باتیں کیں مگر عبداللہ نے اس بات کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور اس کی ماں اسماء نے اسے کہا اے میرے بیٹے اس تجویز کو قبول نہ کر جس کے قبول کرنے میں تجھے قتل ہونے کا خوف ہو اور عزت کی موت مر، اور قید

ہونے سے بچ اس نے کہا اے میری ماں مجھے خوف ہے کہ وہ میرے قتل کے بعد میرا مُثلہ کردے گا۔ اس نے کہا اے میرے بیٹے کیا ذبح کر دینے کے بعد بکری کو کھال اُتارنے کی تکلیف ہوتی ہے؟ نماز کے وقت انہوں نے ابن زبیر پر حملہ کر دیا لیکن اس نے بیت اللہ کی پناہ لے لی اور وہ آواز سے بلند کر رہے تھے کہ اے ذات النطاقین کے بیٹے، تو ابن زبیر نے بطور مثال یہ شعر پڑھا ؎

"اور چغل خوروں نے اُسے عار دلائی کہ میں اس سے محبت رکھتا ہوں
اور ظاہر ہے کہ تیری طرف سے یہ شکایت اس کے لیے عار کی بات ہے۔"

پھر اس نے دیکھا کہ ایک پارٹی تلواریں لیے اس کی طرف آرہی ہے تو اس نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا یہ کون ہیں انہوں نے کہا یہ مصری ہیں، ابن زبیر نے کہا رب کعبہ کی قسم یہ امیر المومنین عثمانؓ کے قاتل ہیں اور اس نے ان پر حملہ کر دیا اور ان میں سے ایک آدمی کو تلوار سے دو نیم کر دیا اور کہا اے ابن حام صبر کر، پھر شامیوں اور مصریوں نے اس پر حملہ کر دیا، وہ مسلسل ان میں شمشیر زنی کے جوہر دکھاتا رہا یہاں تک کہ ان کو مسجد سے باہر نکال دیا اور بیت اللہ کی طرف واپس آتے ہوئے یہ شعر پڑھ رہا تھا ؎

"اور میں عار کے بدلے اپنی زندگی فروخت کرنے والا نہیں اور نہ ہی موت
کے خوف سے سیڑھی تلاش کرنے والا ہوں۔"

اس نے حجر اسود کو بوسہ دیا تو پھر انہوں نے اس پر حملہ کر دیا اور اس نے ان پر یہ شعر پڑھتے ہوئے حملہ کر دیا ؎

"تیرے ساتھیوں کو گردن مارنے نے ایک راہ پر چلا دیا ہے اور ہمارے
ساتھ جنگ سخت ہو گئی ہے۔"

تب حجر اس کے پاس آیا تو اس نے اس کی پیشانی پر زور سے تھپڑ مار کر اس کی پیشانی کو خون آلود کر دیا اور پھر اس کے زخم کو مزید وسیع کر دیا اور کہا ؎

"ہمارے زخموں کا خون ہماری ایڑیوں پر نہیں بہتا بلکہ ہمارے قدموں پر
بہتا ہے۔"

پس اس نے انہیں مسجد سے نکال دیا اور اپنے بقیہ ساتھیوں کو لے کر بیت اللہ کے پاس آگیا اور انہیں کہنے لگا، تلواروں کے نیام پھینک دو اور تم میں سے ہر آدمی

اپنی تلوار کو اس طرح بچائے جیسے وہ اپنے چہرے کو بچاتا ہے، تم میں سے کوئی شخص اپنی تلوار توڑ کر عورت کی طرح نہ بیٹھے اور تم میں سے کوئی آدمی یہ نہ پوچھے کہ عبداللہ کہاں ہے اور جو میرے متعلق پوچھے تو میں سب سے اگلے دستے میں ہوں گا پھر وہ یہ شعر پڑھنے لگا ؎

"اے میرے رب! شامی فوج بہت زیادہ ہو گئی ہے اور انہوں نے
بیت اللہ کے پردوں کو پھاڑ دیا ہے، اے میرے رب میں ایک کمزور
اور مظلوم آدمی ہوں، اپنی جناب سے میری مدد کے لیے فوج بھیج۔"

ہزاروں شامیوں نے ہر دروازے سے اس پر حملہ کر دیا اور اس نے بھی حملہ کیا اور اُسے پتھروں سے کچل دیا گیا اور وہ پچھڑ کر گر گیا تو اس کے دو غلام اُسے بچانے کے لیے اس پر جھک گئے اور ان میں سے ایک کہہ رہا تھا ؎

"غلام، اپنے آقا کو بچاتا ہے اور خود بھی بچتا ہے۔"

یہاں تک کہ وہ سب قتل ہو گئے اور اس کے ساتھی بھی منتشر ہو گئے اور حجاج کے حکم سے اُسے صلیب دیا گیا۔ عبداللہ بن زبیر کا قتل ۱۴ رجمادی الاولی ۷۳ھ کو منگل کے دن ہوا۔

اس کی والدہ اسماءؓ نے اس کے دفن کرنے کے متعلق حجاج سے گفتگو کی مگر اس نے اس کی یہ بات نہ مانی، تو اس نے حجاج سے کہا میں گواہی دیتی ہوں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا ہے کہ

"ثقیف سے ایک کذاب اور ایک بربادی افگن ظاہر ہو گا۔"

کذاب تو مختار تھا اور بربادی افگن کے متعلق میرا خیال ہے کہ وہ تو ہے، اور ہم اس کتاب میں حجاج کے حالات کی ایک جھلک پیش کریں گے اگرچہ ہم انہیں مبسوط طور پر اپنی پہلی کتب میں بیان کر چکے ہیں۔

حجاج کا والیٔ حجاز بننا

حجاج تین سال تک مکہ، مدینہ، حجاز، یمن اور یمامہ کا والی رہا۔

پھر بصرہ میں بشر بن مروان کی موت کے بعد اُسے عراق کی ولایت بھی دے دی گئی۔

جابر بن عبداللہؓ عبدالملک کے زمانے میں حضرت جابرؓ بن عبداللہ مدینہ میں ۷۸ھ میں فوت ہو گئے۔ آپ کی نظر ختم ہو چکی تھی اور عمر نوے سال سے اوپر تھی۔ آپ معاویہؓ کے پاس دمشق میں آئے تو اس نے کئی روز تک آپ کو ملاقات کی اجازت نہ دی، جب اس نے آپ کو اجازت دی تو آپ نے فرمایا اے معاویہؓ! کیا تو نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے نہیں سُنا کہ جس نے فاقہ کش اور حاجت مند کو روکا، قیامت کے روز جب اُسے فاقہ اور حاجت ہو گی، اللہ تعالیٰ اُسے روک دے گا تو معاویہؓ نے ناراض ہو کر آپ سے کہا میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا ہے کہ عنقریب تم میرے بعد خود پسندی کو پاؤ گے پس صبر کرنا یہاں تک کہ تم حوض پر آجاؤ، تو نے صبر کیوں نہیں کیا؟ آپ نے کہا تو نے مجھے وہ بات یاد دلا دی ہے جو میں فراموش کر چکا تھا اور اپنی سواری پر بیٹھ کر واپس آ گئے، معاویہ نے ان کی طرف چھ سو دینار بھیجے جسے انہوں نے واپس کر دیا اور اُسے لکھا ؎

"اور جب تونگری اور قناعت اکٹھی ہوں گی تو میں قناعت کو اختیار کروں گا اور محض ٹھنڈے پانی سے گزارہ کر لوں گا، اور جب مجھے کوئی امر پیش آئے گا تو میں اپنے نفس کے خلاف فیصلہ کروں گا اور کئی لوگ ایسے ہیں کہ جن کے خلاف فیصلہ کیا جاتا ہے اور وہ خود فیصلہ نہیں کر سکتے، اور میں حیا کا لباس زیب تن کر لوں گا اور میں نے تونگری کا مقام دیکھ لیا ہے پس اس کے لیے اپنی عزت کو بٹہ نہیں لگاؤں گا۔"

اور آپ نے معاویہ کے ایلچی سے کہا کہ لوگوں کے جگر چبانے والی عورت کے بیٹے سے کہہ دینا کہ تو اپنے اعمالنامہ میں کبھی ایسی نیکی نہیں پائے گا جس کا سبب میں بنوں۔

محمدؒ بن حنفیہ ۸۱ھ میں حضرت محمد بن علی بن ابی طالب ابن حنفیہ عبدالملک کے زمانے میں مدینہ میں وفات پا گئے اور بقیع میں دفن ہوئے آپ کی نماز جنازہ ابان بن عثمان نے ان کے بیٹے ابی ہاشم کی اجازت سے پڑھائی، محمد بن حنفیہ کی کنیت ابوالقاسم تھی آپ کی وفات ۶۵ سال کی عمر میں ہوئی اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ ابن زبیر سے بھاگ کر طائف چلے گئے اور وہیں وفات پائی اور بعض کہتے ہیں کہ آپ ایلہ کے علاقے میں فوت ہوئے اور آپ کی قبر کے متعلق بھی اختلاف پایا جاتا ہے

قبل ازیں ہم کیسانیہ کا قول بیان کر چکے ہیں کہ ان میں سے بعض کا قول یہ ہے کہ آپ "رضویٰ" پہاڑ میں ہیں آپ کے مندرجہ ذیل بیٹے تھے، حسن، ابوہاشم، عبداللہؓ، جعفر اکبر، حمزہ اور علی، اُم ولد سے جعفر اصغر اور عون، ام جعفر سے اور قاسم و ابراہیم۔

ہم سے نصر بن علی نے بیان کیا وہ کہتا ہے کہ ہمیں ابو احمد زبیری نے یونس بن ابی اسحاق سے بتایا وہ کہتا ہے کہ ہمیں سہل بن عبید بن عمرو الخابوری نے بتایا کہ ابن حنفیہ نے عبدالملک کی طرف لکھا کہ حجاج ہمارے شہر میں آیا ہے اور میں اس سے خائف ہوں اور چاہتا ہوں کہ تو اُسے مجھ پر زبان اور ہاتھ سے غلبہ نہ دے تو عبدالملک نے حجاج کی طرف لکھا کہ محمد بن علی نے مجھے لکھا ہے کہ وہ تجھ سے معافی چاہتا ہے پس اس پر ہاتھ نہ ڈالنا اور میں نے زبان اور ہاتھ سے تجھے اس پر غلبہ نہیں دیا پس اس سے متعرض نہ ہو، حجاج اُسے طواف کرتے ملا تو ہونٹ کاٹ کر کہنے لگا کہ امیر المومنین نے مجھے تیرے متعلق کیوں اجازت نہیں دی تو محمد نے اُسے کہا تیرا بُرا ہو کیا تجھے علم نہیں کہ ہر دن اور رات کو اللہ تبارک وتعالےٰ کے لیے تین سو ساٹھ نگاہیں ہوتی ہیں۔ ان میں سے ایک نظر سے اور شاید اس نے ان نگاہوں میں سے ایک نگاہ سے مجھے بھی دیکھا ہو اور اس نے مجھ پر رحم کیا ہو اور مجھ پر تجھے زبان اور ہاتھ سے غلبہ نہ دیا ہو، راوی بیان کرتا ہے کہ حجاج نے یہ بات عبدالملک کو لکھی اور عبدالملک نے یہ بات شاہِ روم کو لکھی اور اس نے شاہِ روم کو دھمکی دی ہوئی تھی تو شاہِ روم نے معاویہ کو لکھا کہ یہ بات نہ تو اور نہ تیرے آباؤ اجداد کہہ سکتے ہیں یہ بات صرف نبی یا نبی کے اہل بیت کا کوئی آدمی کہہ سکتا ہے۔

شاہِ رُوم اور شعبی

شعبی بیان کرتا ہے کہ عبدالملک نے مجھے شاہِ روم کی طرف بھیجا جب میں اس کے ہاں پہنچا تو اس نے جس بات کے متعلق بھی مجھ سے پوچھا میں نے اس کا جواب دیا، ایلچی اس کے ہاں لمبا قیام نہیں کرتے تھے۔ اس نے مجھے بہت دنوں تک روکے رکھا یہاں تک کہ میں نے جانا چاہا اور جب میں نے واپسی کا ارادہ کیا تو اس نے مجھے کہا کہ تو بھی شاہی خاندان سے ہے میں نے کہا نہیں بلکہ میں ایک عام عرب ہوں تو اس نے چپکے سے مجھے ایک رقعہ دیا اور کہا کہ جب تو اپنے آقا کے پاس پہنچ کر اُسے خط پہنچائے تو یہ رقعہ بھی اُسے پہنچا دینا، شعبی بیان کرتا ہے کہ میں نے عبدالملک کے پاس پہنچ کر اُسے

خط پہنچا دیے اور یہ رقعہ پہنچانا بھول گیا اور جب میں قصرِ امارت کے ایک کمرے میں جاکر وہاں سے نکلنے لگا تو مجھے وہ رقعہ یاد آگیا، پس میں نے واپس آکر اُسے رقعہ پہنچا دیا اور جب اس نے اُسے پڑھا تو مجھے کہا کہ اس نے یہ رقعہ دینے سے قبل تجھے کوئی بات کہی تھی؟ میں نے کہا ہاں، اس نے مجھے کہا تھا کہ کیا تو شاہی خاندان سے ہے؟ میں نے جواب دیا نہیں بلکہ میں ایک عام عرب ہوں، پھر میں اس کے ہاں سے چلا آیا اور جب میں دروازے پر پہنچا تو مجھے واپس بلایا گیا، جب میں اس کے سامنے کھڑا ہوا تو عبدالملک نے مجھے کہا، کیا تجھے پتہ ہے کہ رقعہ میں کیا تھا؟ میں نے جواب دیا نہیں اس نے کہا، اسے پڑھو اور جب میں نے اسے پڑھا تو اس میں لکھا تھا کہ مجھے اس قوم پر تعجب آتا ہے جس میں اس قسم کے آدمی ہوں کہ وہ دوسروں پر کیسے بادشاہ بن جاتے ہیں میں نے عبدالملک سے کہا خدا کی قسم اگر مجھے پتہ ہوتا کہ اس میں کیا لکھا ہے تو میں اُسے نہ اُٹھاتا اور اس نے یہ بات اس لیے کہی ہے کہ اس نے تجھے نہیں دیکھا، اس نے کہا کیا تجھے معلوم ہے کہ اس نے یہ بات کیوں لکھی ہے؟ میں نے کہا نہیں، اس نے کہا کہ اس نے تیری وجہ سے مجھ پر حسد کرتے ہوئے یہ بات کہی ہے اور وہ مجھے تیرے قتل پر برانگیختہ کرنا چاہتا ہے، شعبی کہتا ہے کہ یہ روایت شاہِ روم تک پہنچی تو اس نے کہا عبدالملک نے جو بات کہی ہے میں نے وہی ارادہ کیا تھا۔"

معاویہؓ کا عبدالملک کی تعریف کرنا

حضرت معاویہؓ کے پاس عبدالملک کا ذکر کیا گیا تو آپ نے کہا کہ وہ تین باتوں کا پابند اور تین باتوں کا تارک ہے جب بات کرتا ہے تو لوگوں کے دلوں کو موہ لیتا ہے اور بات کو اچھی طرح سنتا ہے اور جب اس کی مخالفت کی جائے تو آسان بات کو اختیار کر لیتا ہے۔ اور جھگڑے، غیبت اور ایسی بات کا تارک ہے جس سے اُسے معذرت کرنی پڑے،

عبدالملک کے ایک ہم نشین نے اُسے ایک روز کہا کہ میں آپ سے خلوت میں ملنا چاہتا ہوں جب وہ اس سے علیحدگی میں ملا تو عبدالملک نے اُسے کہا کہ تین شرطوں کے ساتھ بات کرنے کی اجازت ہے کہ میری تعریف نہ کرنا میں اُسے تجھ سے بہتر جانتا ہوں، میرے پاس کسی کی غیبت نہ کرنا میں وہ تجھ سے نہیں سُنوں گا اور میرے پاس جھوٹ نہ

بولنا کیونکہ جھوٹے کی کوئی رائے نہیں ہوتی تو اس نے کہا کیا آپ مجھے واپس جانے کی اجازت دیتے ہیں؟ اس نے کہا آپ جب چاہیں تشریف لے جا سکتے ہیں۔

عبدالملک اور اس کا تحائف قبول کرنے والا عامل

الہیثم اور دیگر مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ عبدالملک کو اس کے ایک عامل کے متعلق اطلاع ملی کہ وہ تحائف قبول کرتا ہے تو اس نے اُسے اپنے پاس واپس بلایا جب وہ عبدالملک کے پاس آیا تو اس نے اُسے کہا کہ جب سے تو حکمران بنا ہے تو تحائف قبول کرتا ہے اس نے عبدالملک کو کہا یا امیرالمومنین آپ کا ملک آباد اور خراج وافر اور رعیت خوش حال ہے۔ عبدالملک نے کہا میں نے جو بات تجھ سے دریافت کی ہے اس کا جواب دو، کیا جب سے میں نے تمہیں حکمران بنایا ہے تم تحائف قبول کرتے ہو اس نے جواب دیا ہاں۔ عبدالملک نے کہا کہ اگر تم تحفہ قبول کر کے اس کا بدلہ نہیں دیتے تو تم کمینے ہو اور اگر تم تحفہ دینے والے کو اس مال سے دیتے ہو جو تمہارا نہیں یا تم اس سے اتنا طلب کرتے ہو جتنا مال کفایت نہیں کر سکتا تو تم خائن اور ظالم ہو اور جو بھی تم نے کام کیا ہے وہ کمینگی یا خیانت یا بناوٹی جہالت سے خالی نہیں اور اُسے اس کے عہدے سے ہٹا دینے کا حکم دے دیا۔

عمرو بن بلال کا عبدالملک اور اس کی بیوی کے درمیان صلح کرانا

المنقری نے الضبی سے بیان کیا ہے وہ کہتا ہے کہ ولید بن اسحٰق نے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ عاتکہ بنت یزید بن معاویہ (جس کی ماں اُم کلثوم بنت عبداللہ بن عامر تھی) عبدالملک بن مروان کی بیوی تھی وہ عبدالملک سے ناراض ہو گئی، اس نے اُسے ہر طرح سے راضی کرنا چاہا مگر وہ نہ مانی وہ اُسے بہت محبوب تھی پس اس نے اپنے خواص کے پاس شکایت کی تو بنی اسد کے ایک آدمی عمرو بن بلال نے جس نے زنباع جذامی کی دختر سے شادی کی ہوئی تھی اُسے کہا کیا میں اُسے راضی کر دوں اس نے کہا جیسے آپ کہتے ہیں کر دیں، تو وہ باہر گیا اور عبدالملک کی بیوی کے دروازے پر بیٹھ کر رونے لگا، اس کے خواص نے اس سے پوچھا اے ابوحفص تم کیوں روتے ہو اس نے کہا مجھے اپنے چچا کی بیٹی کی مدد کی ضرورت ہے تو انہوں نے مجھے اس کے پاس جانے کی اجازت لے دی اور عاتکہ نے

مجھے اندر آنے کی اجازت دے دی، ان دونوں کے درمیان ایک پردہ حائل تھا اس نے کہا کہ آپ کو معلوم ہی ہے کہ امیر المومنین معاویہ، یزید، مروان اور عبدالملک کے ساتھ میرے کیسے تعلقات رہے ہیں اور دو بیٹوں کے سوا میری اور کوئی اولاد نہیں اور میرے ایک بیٹے نے حملہ کر کے دوسرے کو قتل کر دیا ہے اور امیر المومنین نے کہا کہ میں قاتل کو قتل کر دوں گا، میں نے اُسے کہا کہ میں مقتول کا ولی ہوں اور میں نے معاف کر دیا ہے مگر وہ بات نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ میں اپنی رعیت کو یہ عادت نہیں ڈالنا چاہتا، وہ میرے بیٹے کو کل صبح قتل کرنے والے ہیں، میں آپ سے اللہ کے نام پر اپیل کرتا ہوں کہ جو بات میں نے امیر المومنین سے کہی ہے اس بات پر انہیں رضا مند کر دیں، اس نے کہا میں اس سے بات نہیں کروں گی، میں نے کہا میرے خیال میں آپ کسی نفس کو زندہ کرنے سے بڑی نیکی نہیں کر سکتیں، اس کے خواص، خادم اور نوکر بھی مسلسل یہی بات کہتے رہے یہاں تک کہ اس نے کہا کہ مجھے میرے کپڑے لا دو، اس نے کپڑے زیب تن کیے، اس کے اور عبدالملک کے درمیان ایک دروازہ تھا جسے اس نے بند کیا ہوا تھا اس نے اس کے کھولنے کا حکم دیا پھر اندر داخل ہو گئی تو ایک خواجہ سرا دوڑتا ہوا آیا اور کہنے لگا یا امیر المومنین یہ عاتکہ ہے اس نے کہا تو ہلاک ہو گیا تو نے اُسے دیکھا ہے؟ اس نے جواب دیا ہاں، اور ابھی عبدالملک خاموش رہا تو اس نے کہا خدا کی قسم اگر عمرو بن بلال کے مرتبے کا خیال نہ ہوتا تو میں تیرے پاس نہ آتی، کیا اللہ نے یہ کہا ہے کہ اس کے ایک بیٹے نے دوسرے کو قتل کر دیا ہے اور وہ مقتول کا وارث ہے اور اس نے اُسے معاف کر دیا ہے اور تو اس کے قتل کا ارادہ کیے ہوئے ہے، عبدالملک نے ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا خدا کی قسم ایسا ہی ہوگا اس کی بیوی نے اس کے ہاتھ کو پکڑا تو اس نے منہ پھیر لیا تو اس نے اس کے پاؤں پکڑ لیے اور انہیں بوسہ دیا تو اس نے کہا اچھا جو تو کہتی ہے ویسے ہی ہوگا اور تین باز نکاح کرنے کے بعد وہ دونوں راضی ہو گئے پھر عبدالملک چلا گیا اور اپنے خواص کی مجلس میں جا بیٹھا، عمرو بن بلال آیا تو اس نے اُسے کہا اے ابو حفص تو نے اُسے لانے کے لیے نہایت لطیف حیلہ کیا ہے اب جو تو کہتا ہے کہہ، اس نے کہا یا امیر المومنین ایک ہزار دینار اور ایسی کھیتی جس میں آلات زراعت اور غلام ہوں، عبدالملک نے کہا میں نے یہ سب کچھ تجھے دیا اس نے کہا میرے بچوں اور گھر والوں کا وظیفہ بھی چاہیے

اس نے کہا میں نے یہ سب کچھ تجھے دیا، عاتکہ کو بھی اطلاع مل گئی تو کہنے لگی مجھے لے جانے والے پر ہلاکت ہو اس نے مجھ سے فریب کیا ہے۔

حجاج کا فتنے کی تعریف کرنا

عبدالملک نے حجاج کی طرف لکھا کہ مجھے فتنہ کی تعریف بتاؤ اس نے عبدالملک کو لکھا کہ فتنہ پوشیدہ مشورہ سے جوان ہوتا ہے اور شکایات سے کاٹا جاتا ہے اور تقاریر سے بچے دیتا ہے عبدالملک نے اُسے لکھا کہ تو نے فتنہ کی بہت اچھی تعریف کی ہے اور اگر تو چاہتا ہے کہ وہ لوگ جو تیرے آگے ہیں ٹھیک رہیں تو تو اُن کو اکٹھے رہنے کا پابند بنا اور انہیں علیحدگی کا موقع بھی دے اور انہیں ضرورت مند بنائے رکھ۔

ہمیں المنقری نے بتایا کہ ہمیں ابوالولید الصباح بن الولید نے بتایا وہ کہتا ہے کہ ہم سے ابوریاش ضبہ بن نفاقہ نے مقلس بن سابق دمشقی پھر سکسکی سے روایت بیان کی کہ جب عبدالملک کو ابن اشعث کی علیحدگی کی اطلاع ملی تو اس نے منبر پر چڑھ کر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد کہا کہ اہل عراق نے میری مدت حیات کے ختم ہونے سے قبل ہی میرے مقررہ وقت کے متعلق جلد بازی سے کام لیا ہے۔ اے اللہ جو ہم سے بہتر ہیں ہمیں ان پر مسلط نہ کرنا اور نہ انہیں ہم پر مسلط کرنا جن سے ہم بہتر ہیں اے اللہ شامیوں کی تلوار کو عراقیوں پر مسلط کر تاکہ وہ تیری رضا کو حاصل کرلیں تو اپنی ناراضگی کو ان پہ نہ بڑھانا۔

عبدالملک کا خط حجاج کے نام جسے وہ سمجھ نہ سکا

عبدالملک نے حجاج کو خط لکھا تو میرے نزدیک سالم ہے مگر وہ یہ نہ سمجھ سکا کہ اس فقرے سے عبدالملک کی مراد کیا ہے، پس اس نے قتیبہ بن مسلم کی طرف اس فقرے کے مفہوم کی دریافت کے لیے خط لکھا اور خط کو ایک ایلچی کے ہاتھ بھیجا جب ایلچی قتیبہ کے پاس گیا اور اُسے خط دیا تو ایلچی نے گوز مار دیا، جس سے وہ بہت پشیمان ہوا۔ قتیبہ نے خط کو پڑھا اور اُسے بیٹھ جانے کو کہنا چاہا ——
—— تو اس نے کہا کہ میں گوز مارتا ہوں، قتیبہ نے کہا یہ کام تو تو کر چکا ہے اور قتیبہ نے شرمندہ ہو کر کہا کہ میں نے تجھے بیٹھ جاؤ کے سوا اور کوئی بات کہنے کا ارادہ نہیں کیا مگر تو نے غلطی کی ہے اس نے کہا میں نے غلطی کی ہے تو تو نے بھی غلطی کی ہے۔ قتیبہ نے کہا یہ تو ایک جیسی بات نہیں ایس تو اپنے منہ سے غلطی کرتا ہوں اور تو اپنے سرین سے

غلطی کرتا ہے، امیر کو یہ بات بتا دیتا کہ سالم ایک آدمی کا غلام تھا اور اس کے ہاں اُسے بڑا شرف حاصل تھا اور اس کے متعلق اس کے پاس بہت شکایات کی جاتی تھیں تو اس نے کہا کہ ؎

"وہ مجھے سالم سے برگشتہ کرنا چاہتے ہیں اور میں انہیں چکر دے رہا ہوں اور ناک اور کان کے درمیان کی کھال سالم ہے۔"

عبدالملک کا مقصد یہ ہے کہ میرے نزدیک تیرا مقام سالم کا سا ہے جب وہ حجاج کے پاس خط لایا تو اس نے اُسے خراسان کی گورنری لکھ دی۔

یہ واقعہ ایک آدمی سے اس طرح بھی بیان کیا گیا ہے کہ وہ خالد بن عبداللہ قسری کی مجلس میں تھا کہ اس نے گوز مار دیا اور جب ناشتہ آیا تو یہ شخص اُٹھ کھڑا ہوا، خالد نے اُسے کہا بیٹھ جاؤ وہ نہ مانا تو اُس نے اُسے کہا میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ تو ضرور گوز مارے گا اس نے کہا میں تو گوز مار چکا ہوں تو خالد پشیمان ہو گیا، اس سے معذرت کی اور اُسے مال دینے کا حکم دیا۔

عبدالملک کو یاقوت اور موتیوں سے مرصع ایک ڈھال تحفہ میں دی گئی جسے اس نے بہت پسند کیا اس وقت اس کے پاس اس کے خواص اور خلوتیوں کی ایک جماعت بھی بیٹھی تھی اس نے اپنے ایک ہم نشین خالد نام سے کہا کہ ڈھال کو ٹٹول کر دیکھ۔ اس سے اس کا مقصد اس کی مضبوطی کو جانچنا تھا اس نے کھڑے ہو کر اُسے ٹٹولا تو اس نے گوز مار دیا جس سے عبدالملک اور اس کے ہم نشین ہنس پڑے عبدالملک نے کہا گوز کی دیت کتنی ہے، ایک آدمی نے کہا چار سو درہم اور ایک مخمل کی چادر، پس اس نے یہ چیزیں اس آدمی کو ادا کرنے کا حکم دیا تو وہاں جو لوگ موجود تھے ان میں ایک یہ شعر پڑھنے لگا ؎

"کیا خالد، ڈھال کے چھونے سے گوز مارتا ہے اور امیر اُسے اس کام کے سرانجام دینے پر عطیات دیتا ہے، اس گوز کے کیا کہنے جو تونگری لاتا ہے اور اے گوز تیرے کیا کہنے جس نے فقیر کو غنی کر دیا ہے، لوگ چاہتے ہیں کہ اگر وہ بھی گوز مارتے تو بھی اس مال کو حاصل کرتے جو ان کے ساتھی کو ملا ہے، اور اگر ہمیں پتہ ہوتا کہ گوز مارنا غنی کر دیتا ہے تو ہم گوز مارتے اللہ تعالیٰ امیر کا بھلا کرے۔"

عبدالملک نے کہا اس آدمی کو چار ہزار درہم دے دو، ہمیں تیرے گوز کی ضرورت نہیں ہے۔

عبدالملک کا حج کرنا

احمد بن سعید دمشقی طوسی اور ان کے علاوہ دیگر لوگوں نے کتاب الاخبار میں جو الموتعیات کے نام سے مشہور ہے، بیان کیا ہے کہ ہمیں زبیر بن بکار نے بتایا ہے وہ کہتا ہے کہ ہمیں محمد بن عبدالرحمٰن بن محمد بن یزید نے عتبہ بن ابولہب کے طریق سے بتایا وہ کہتا ہے کہ ایک سال عبدالملک نے حج کیا اور لوگوں کو عطیات دینے کا حکم دیا میں نے ایک تھیلی نکالی جس پر لکھا تھا "یہ صدقہ کی تھیلی ہے" تو اہل مدینہ نے اس کے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور کہنے لگے کہ ہمیں مال غنیمت سے عطیہ ملتا ہے پس عبدالملک نے منبر پر بیٹھ کر کہا کہ اے گروہ قریش ہماری اور تمہاری مثال زمانہ جاہلیت کے ان دو بھائیوں کی سی ہے جو سفر پر نکلے اور ایک درخت کے سائے میں پتھروں پر بیٹھ گئے جب شام کا وقت قریب آیا تو پتھروں کے نیچے سے ایک سانپ منہ میں دینار لیے ان کے پاس آیا اور اُسے ان کے پاس پھینک دیا انہوں نے کہا یہ دینار کسی خزانے کا ہے وہ وہاں پر تین دن تک ٹھہرے رہے اور ہر روز سانپ ان کی طرف ایک دینار پھینک دیتا، ایک بھائی نے دوسرے سے کہا ہم کب تک اس سانپ کا انتظار کرتے رہیں گے آؤ ہم اس سانپ کو مار دیں اور اس خزانے کو کھود کر حاصل کر لیں؟ اس کے بھائی نے اُسے منع کیا اور کہا تجھے کیا معلوم کر تو ہی ہلاک ہو جائے اور مال کو حاصل نہ کر سکے مگر وہ نہ مانا اور کلھاڑا لے کر جو اس کے پاس ہی تھا سانپ کا انتظار کرنے لگا جب وہ سانپ باہر آیا تو اس نے اُسے ضرب لگائی جس سے اُس کا سر زخمی ہو گیا مگر یہ اُسے مار نہ سکا، سانپ نے جوش میں آکر اسے مار دیا اور اپنے بل میں واپس چلا گیا اور اس کے بھائی نے اسے دفن کر دیا اور وہیں پر ٹھہرا رہا جب دوسرا دن ہوا تو سانپ باہر نکلا اس کے سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی لیکن اس کے پاس کوئی چیز نہیں تھی اس نے سانپ سے کہا اے سانپ خدا کی قسم جو تجھے تکلیف پہنچی ہے میں اس سے راضی نہیں تھا اور میں نے اپنے بھائی کو ایسا کرنے سے منع بھی کیا تھا کیا تو ایسا کر سکتا ہے کہ ہم اپنے درمیان اللہ تعالیٰ کو ضامن بنا لیں، نہ تو مجھے نقصان پہنچانا اور نہ میں تجھے نقصان پہنچاؤں گا اور جس جگہ پر تو تھا اس جگہ واپس چلا جا۔ سانپ نے جواب دیا ایسا نہیں ہو سکتا اس نے کہا کیوں ایسا نہیں ہو

سکتا، اس نے کہا: مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ تو مجھے کبھی بھی گوارا نہیں کرے گا اور تو اپنے بھائی کی قبر کو دیکھتا رہے گا اور میرا نفس بھی تجھے گوارا نہیں کرے گا اور میں اس سر کے زخم کو یاد کرتا رہوں گا اور پھر اس نے انہیں نابغہ کا شعر سنایا۔

"پس محبوبہ نے کہا کہ میں قبر کو دیکھتی ہوں اور تو میرے مقابل میں کلہاڑے کی چوٹ کو دیکھتا ہے جو میرے سر پر لگی ہے جو ریڑھ کی ہڈی کے گودے کو توڑ دینے والی ہے۔"

اے گروہ قریش! حضرت عمر بن الخطاب تمہارے حکمران بنے تو وہ بڑے سخت، تند مزاج اور تمہیں تنگ کرنے والے تھے تم نے ان کی سمع و اطاعت کی پھر حضرت عثمان تمہارے حکمران بنے وہ نرم مزاج اور سخی آدمی تھے تم نے ان پر حملہ کر کے انہیں قتل کر دیا اور ہم نے حرہ کے روز تم پر مسلم کو حکمران بنا کر بھیجا تم نے اُسے قتل کر دیا اے گروہ قریش! ہمیں علم ہے کہ تم ہمارے ساتھ کبھی محبت نہیں کر سکتے اور جنگ حرہ کا تذکرہ کرتے رہو گے اور ہم تم سے کبھی محبت نہیں کر سکتے اور ہم حضرت عثمانؓ کے قتل کا تذکرہ کرتے رہیں گے۔

روح بن زنباع اور عبدالملک

المدائنی اور ابن داٰب نے بیان کیا ہے کہ روح بن زنباع عبدالملک کا ہمنشین تھا اس نے عبدالملک کے اعراض اور جفا کو دیکھ کر ولید بن عبدالملک سے کہا کہ کیا تم میری حالت کو نہیں دیکھ رہے جو امیرالمومنین کے اعراض کی وجہ سے میرے شاملِ حال ہے یہاں تک کہ میری طرف درندوں نے اپنے منہ کھول دیے ہیں اور اپنے پنجوں کے ساتھ مجھ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں، ولید نے اُسے کہا تم ان کے ساتھ کوئی ایسی تدبیر کرو جس سے وہ مسکرا دیں جیسے شاہ فارس سابور بن سابور کے ندیم مرزبان نے کی تھی، روح نے پوچھا بادشاہ کے ساتھ اس کا کیا واقعہ ہوا تھا؟ ولید نے کہا کہ مرزبان، سابور کا داستان گو تھا، اس نے سابور کی بدسلوکی کو محسوس کیا تو اس نے کتوں کے بھونکنے اور بھیڑیوں کے چیخنے اور گدھوں کے رینکنے اور مرغوں کے بانگ دینے اور خچر اور گھوڑے کے ہنہنانے اور اس قسم کی آوازیں نکالنا سیکھ لیا اور پھر ایک تدبیر کے ذریعے بادشاہ کی خلوت گاہ اور بستر کے قریب ایک جگہ پہنچ گیا اور اپنے نشانات کو پوشیدہ رکھا جب بادشاہ خلوت میں آیا تو وہ کتے کی طرح بھونکا بادشاہ کو یقین ہو گیا کہ یہ کتا ہی ہے، بادشاہ نے کہا دیکھو یہ کیا ہے؟ تو وہ بھیڑیوں کی طرح چیخا۔ تو بادشاہ اپنے تخت سے اُتر آیا تو وہ گدھوں کی طرح رینکا تو بادشاہ بھاگ گیا، غلام

نشانات اور آوازوں کے پیچھے گئے اور جب کبھی وہ اس کے قریب ہوتے تو وہ اس آواز کو چھوڑ دیتا اور کسی دوسرے جانور کی آواز نکال دیتا تو وہ اس سے رُک گئے پھر وہ اکٹھے ہو کر اس پر پل پڑے اور اُسے اس جگہ سے نکال لیا جب انہوں نے اُسے دیکھا تو بادشاہ سے کہا کہ یہ مذاق کرنے والا مرزبان ہے تو بادشاہ بہت ہنسا اور اُسے کہنے لگا تو ہلاک ہو جائے تجھے کس نے اس بات پر آمادہ کیا ہے اس نے جواب دیا کہ جب آپ مجھ سے ناراض ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے مجھے مسخ کر کے کتا، بھیڑیا اور گدھا اور تمام مخلوق کی طرح بنا دیا تو بادشاہ نے اُسے خلعت دینے کا حکم دیا اور اُسے اس کے عہدے پر دوبارہ بحال کر دیا اور اس نے اس ذریعہ سے بادشاہ کو از سرِ نو خوش کر دیا تو رُوح نے ولید سے کہا کہ جب امیر المومنین اپنی جگہ پر اچھی طرح بیٹھ جائیں تو تو مجھ سے پوچھنا کہ کیا عبد اللہ بن عمر مزاح کرتے یا سُنا کرتے تھے، ولید نے کہا میں ایسا کروں گا (حضرت ابن عمرؓ نہ مزاح کرتے تھے اور نہ مزاح کے متعلق کچھ جانتے تھے) ولید پہلے چلا گیا اور اس کے پیچھے پیچھے روح گیا اور جب یہ اطمینان کے ساتھ امیر المومنین کے پاس بیٹھ گئے تو ولید نے رُوح سے کہا اے ابو زرعۃ! کیا حضرت ابن عمرؓ مزاح کرتے یا سُنا کرتے تھے، رُوح نے کہا مجھے ابن ابی عتیق نے بتایا ہے کہ ان کی بیوی عاتکہ بنت عبد الرحمٰن مخزومیہ نے ان کی ہجو کی اور کہا ہے

"اللہ تعالیٰ اس چیز کو فنا کر دے جس سے تو زندگی گزارتا ہے اور تو اپنی زندگی کو بازی میں ہار دے، تو نے اپنے مال کو بے دریغ طور پر ہر زانیہ عورت اور شراب کے لیے خرچ کر دیا ہے۔"

ابن عتیق عورتوں سے محبت کی باتیں کرنے والا اور بڑا ہنس مکھ تھا، اس نے یہ دو شعر ایک رقعہ میں لکھے اور باہر چلا گیا کیا دیکھتا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ آ رہے ہیں، کہنے لگا اے ابو عبد الرحمٰن ذرا اس رقعہ کو ملاحظہ فرمائیے اور اس بارے میں مجھے اپنی رائے سے آگاہ کیجیے، جب عبد اللہ نے ان اشعار کو پڑھا تو انا للہ وانا الیہ راجعون کہا اور اُسے کہنے لگے جس شخص نے ان اشعار میں میری ہجو کی ہے تیری اس کے متعلق کیا رائے ہے اس نے کہا میرا خیال ہے کہ آپ اُسے معاف کر دیں گے اور اس سے درگزر فرمائیں گے اے ابو عبد الرحمٰن خدا کی قسم اگر میری اس سے ملاقات ہو گئی تو میں اُسے اچھی طرح

بے وقوف بناؤں گا تو ابن عمر پر لرزہ طاری ہو گیا اور ان کا رنگ بدل گیا اور کہنے لگے، تجھ پر خدا کا غضب ہو تجھے کیا ہو گیا ہے؟ اس نے کہا وہی کچھ ہے جو میں نے آپ سے کہا ہے اور دونوں الگ الگ ہو گئے، پھر چند دنوں کے بعد ان کی ملاقات ہوئی تو حضرت ابن عمر نے اس سے اعراض کیا تو اس نے کہا اے ابو عبد الرحمٰن میں اس آدمی سے ملا تھا جس نے دو شعر کہے تھے اور میں نے اُسے بے وقوف بنایا تھا تو حضرت ابن عمر بے ہوش ہو گئے جب اس نے آپ کی یہ کیفیت دیکھی تو آپ کے قریب ہو کر آپ کے کان میں کہنے لگا کہ وہ شعر کہنے والی میری بیوی تھی تو حضرت ابن عمر نے اُٹھ کر اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور مسکرائے اور کہنے لگے تو نے بہت اچھا کام کیا ہے مزید ایسا کرنا، تو عبد الملک ہنس پڑا یہاں تک اپنے پاؤں سے مٹی کھودنے لگا اور روح سے کہنے لگا اے روح تیرا ستیاناس ہو تیری باتیں کیسی شاندار ہیں اور اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا پس روح اُٹھ کر اس کے پاس گیا اور جھک کر اس کے ہاتھ پاؤں چومنے لگا اور کہنے لگا یا امیر المومنین کیا کسی گناہ کی وجہ سے آپ نے ایسا کیا ہے تو میں معذرت کرتا ہوں یا اکتاہٹ کی وجہ سے کیا ہے تو میں صبر کرتا ہوں اور اس کے بدلے کا اُمیدوار ہوں، عبد الملک نے کہا نہیں خدا کی قسم یہ اعراض کسی ناپسندیدہ بات کی وجہ سے نہ تھا اور پھر دوبارہ اس کے حالات اچھے ہو گئے۔

عبد الملک الہمذانی اور سلیمان بن منصور

اس قسم کی ایک حکایت عبد الملک بن مہلہل الہمذانی سے بھی بیان کی گئی ہے، وہ سلیمان بن منصور کا داستان گو تھا سلیمان نے اس سے بدسلوکی کی تو ایک روز وہ اس کے پاس عین دوپہر کو سخت گرمی کے وقت آیا اور اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ دربان نے اُسے کہا کہ اس وقت امیر کے پاس جانے کی اجازت نہیں اس نے اُسے کہا اُسے میرے مرتبہ کے متعلق بتاؤ، وہ گیا اور اس نے اس کے لیے اجازت طلب کی، سلیمان نے اُسے کہا کہ اُسے حکم دو کہ وہ کھڑا کھڑا اسلام کرے اور زیادہ وقت نہ لے پس دربان باہر آیا اور اُسے اندر جانے کی اجازت دی اور اُسے جلدی واپس آنے کا حکم دیا پس اس نے اندر جا کر کھڑے ہو کر سلام کہا پھر کہنے لگا اللہ تعالیٰ امیر کا بھلا کرے کہ میں کل شام کو اپنے گھر کی طرف واپس جا رہا تھا اور ابھی میں راستے ہی میں تھا کہ مؤذن نے اذان دے دی، میں مسجد کے قریب ہوا، اور پھر میں بند مسجد کے اوپر چڑھا اور پھر چڑھتا

ہی چلا گیا سفیان نے کہا تو آسمان تک پہنچ گیا پھر کیا ہوا ؟ اس نے کہا کہ ایک کردی یا طمطمانی آدمی آگے بڑھا اور اس نے لوگوں کی لیسے کلام میں امامت کرائی جس کو میں سمجھتا ہی نہ تھا اور نہ اس زبان کو جانتا تھا اس نے کہا " ویل لکل زمستہ زمامالا وعدلا " اس نے کہا " ویل لکل همزة لمزة الذی جمع مالا وعدده " اور اس کے پیچھے ایک شرابی بھی کھڑا تھا جو نشہ کی وجہ سے عقل و ہوش میں نہ تھا جب اس نے اس کی قراءت کو سُنا تو اپنے دونوں ہاتھ پاؤں مار کر کہنے لگا " ایرعبکی درلیلکانی حرامُ تادمُک ومصلیک " تو سلیمان کو اس قدر ہنسی آئی کہ وہ اپنے بستر پر لوٹنے لگا اور کہنے لگا اے ابو محمد میرے قریب ہو جاؤ ، تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کا بہترین آدمی ہے پھر اُسے خلعت دیا اور کہنے لگا :-

دروازے پر بیٹھا کرو اور ہر روز آیا کرو اور پھر اس کے حالات اچھے ہو گئے۔

حجاج کے عجیب و غریب واقعات و خطبات

اور

بعض کارنامے

حجاج کی خونریزی کے دلدادہ ہونے کی وجہ

حجاج کی ماں ، حارث بن کلاہ کے پاس تھی وہ سحری کے وقت اس کے پاس آیا تو وہ خلال کر رہی تھی اُس نے اُسے طلاق دے دی ، اس نے پوچھا تو نے مجھے طلاق کیوں دی ہے ؟ کیا تو نے مجھ سے کوئی ایسی چیز دیکھی ہے جس نے تجھے میرے بارے میں شک میں ڈال دیا ہے اس نے جواب دیا ہاں میں سحری کے وقت تیرے پاس آیا تھا اور تو خلال کر رہی تھی پس اگر تو نے جلدی ناشتہ کر لیا ہے تو تو بہت حریص ہے اور اگر تو نے رات اس حالت میں گزاری ہے کہ کھانا تیرے دانتوں کے درمیان پھنسا ہوا تھا تو تو گندی ہے ، اس نے کہا یہ دونوں باتیں نہیں ہوئیں بلکہ میں نے مسواک کے ٹکڑوں سے خلال کیا ہے ، اس کے بعد یوسف بن ابی عقیل ثقفی نے اس سے شادی کر لی جو حجاج کا باپ ہے اس کے ہاں حجاج بن یوسف بگڑی ہوئی صورت میں پیدا ہوا اس کی

دُبہ نہ تھی تو اس کی دُبہ کی جگہ پر سوراخ کیا گیا، اس نے اپنی ماں اور کسی دُوسری عورت کے پستان سے دُودھ پینے سے انکار کر دیا جس سے وہ بہت پریشان ہوئے، کہتے ہیں کہ شیطان ان کے سامنے حارث بن کلدہ کی شکل میں آکر کہنے لگا کہ کیا بات ہے؟ انہوں نے کہا یوسف کے ہاں فارعہ سے ایک بیٹا پیدا ہوا ہے (حجاج کی ماں کا نام فارعہ تھا) اور وہ اپنی ماں یا کسی دوسری عورت کے پستان سے دودھ نہیں پیتا اس نے کہا کہ اس کے لیے دو روز ایک بکری کا سیاہ رنگ کا بچہ ذبح کرو اور اس کے خون میں اسے لتھیڑو اور اس کے چہرے پر بھی ملو تو یہ چوتھے روز پستان کا دُودھ پیئے گا راوی کہتا ہے کہ انہوں نے ایسا ہی کیا اس لیے وہ بعد میں خونریزی سے باز رہ ہی نہ سکتا تھا کیونکہ اس کی ابتداء اسی سے ہوئی تھی اور حجاج خود اپنے متعلق بتاتا تھا کہ اُسے خونریزی کرنے اور ایسے امور کے ارتکاب میں بہت مزہ آتا ہے جو دوسرے نہ کر سکتے ہوں اور اس کے سوا کوئی دوسرا آدمی ان کی طرف سبقت نہ کر سکتا ہو۔

عبدالملک کا مہلب کو خوارج سے جنگ کرنے پر مقرر کرنا

ہمیں ابوجعفر محمد بن سلیمان بن داؤد بصری المنقری نے بتایا کہ مجھے ابن عائشہ وغیرہ نے بتایا کہ میں نے اپنے باپ کو کہتے سنا کہ جب خوارج بصرہ پر غالب آگئے تو عبدالملک نے ان کے مقابلہ میں فوج بھیجی جسے انہوں نے شکست دے دی پھر اس نے دوسری فوج بھیجی تو اُسے بھی انہوں نے شکست دے دی تو عبدالملک نے کہا بصرہ اور خوارج سے کون نپٹے گا اُسے بتایا گیا کہ مہلب بن ابی صفرہ کے سوا اور کوئی یہ کام سرانجام نہیں دے سکتا تو اس نے مہلب کی طرف آدمی بھیجا اس نے کہا جب تک میں انہیں بصرہ سے نہ نکالوں تو میں گناہ گار ہوں گا، عبدالملک نے کہا اگر تو انہیں وہاں سے نکال دے تو تو میری حکومت میں شریک ہوگا اس نے کہا حکومت کا دو تہائی میرا حصہ ہوگا اس نے کہا نصف ہوگا، اس نے کہا خدا کی قسم میں اس سے کچھ بھی کم نہیں لوں گا مگر تم جوانوں سے میری مدد کرو اور جب تو خرابی پیدا کر دے تو تیرا مجھ پر کوئی حق نہ ہوگا، لوگ کہنے لگے کہ عبدالملک نے عراق پر ایک کمزور آدمی کو مقرر کیا ہے عبدالملک کہنے لگا کہ میں نے مہلب کو خوارج سے لڑنے کے لیے بھیجا ہے جب وہ دجلہ پار کر گیا تو اس نے عبدالملک کو لکھا کہ میرے پاس ان سے لڑنے کے لیے آدمی

میں پس یا تو تو میری طرف آدمی بھیج اور یا ان کے اور بصرہ کے درمیان جگہ خالی کر دے، عبدالملک اپنے اصحاب کے پاس گیا اور کہنے لگا تم ہلاک ہو جاؤ، عراق سے کون نپٹے گا؟ تو لوگوں نے خاموشی اختیار کر لی لیکن حجاج نے کھڑے ہو کر کہا میں عراق کا تصفیہ طے کروں گا عبدالملک نے کہا تم بیٹھ جاؤ پھر کہنے لگا تم ہلاک ہو جاؤ عراق سے کون نپٹے گا؟ تو لوگوں نے خاموشی اختیار کر لی اور حجاج نے تیسری بار کھڑے ہو کر کہا امیر المومنین خدا کی قسم میں اس کا تصفیہ طے کروں گا، اس نے کہا تو عراق کا بھڑ ہے اور اس نے اُسے شاہی فرمان لکھ دیا جب وہ قادسیہ پہنچا تو اس نے فوج کو حکم دیا کہ وہ اس کے آگے اور پیچھے چلے اور اس نے ایک اونٹ منگوایا جس پر کجاوہ پڑا ہوا تھا وہ اس پر بغیر کسی گدی اور زین کے بیٹھ گیا اور خط کو اپنے ہاتھ میں پکڑ لیا، سفری لباس پہن لیا اور اپنا عمامہ باندھ لیا اور اکیلا ہی کوفہ میں داخل ہو کر منادی کرنے لگا۔ کہ نماز جمع ہونے والی ہے اور ان میں سے کوئی آدمی ایسا نہ تھا جو اپنے اہلی و موالی کے ساتھ بیس یا تیس سے زائد آدمیوں کے ساتھ نہ بیٹھا ہو پس یہ ڈھاٹا باندھ کر اور اپنی کمان کندھے پر رکھ کر منبر پر چڑھ گیا اور اپنا انگوٹھا اپنے منہ میں رکھ کر اس پر بیٹھ گیا، لوگوں نے ایک دوسرے سے کہا کھڑے ہو جاؤ تاکہ ہم اسے سنگریزے ماریں اتنے میں محمد بن عمیر الدارمی اپنے غلاموں کے ساتھ مسجد میں آیا اور جب اس نے حجاج کو منبر پر بیٹھے دیکھا کہ نہ وہ ایک حرف ہوتا ہے اور نہ بولتا ہے تو اس نے کہا اللہ تعالٰے بنی اُمیہ پر لعنت کرے جو اس قسم کے آدمیوں کو عراق کا حکمران بناتے ہیں اور اللہ تعالٰے عراق کو برباد کر دے جو اس قسم کا آدمی اس کا حکمران ہو پھر اس نے اُسے سنگریزے مارنے کے لیے مسجد کے سنگریزوں پر ہاتھ مارا اور کہا خدا کی قسم کہ اگر بنی امیہ کو اس سے بھی بُرا آدمی ملتا تو وہ ضرور اُسے ہمارے پاس بھیجتے اور جب اس نے اُسے سنگریزے مارنے کا ارادہ کیا تو اس کے گھر کے ایک آدمی نے کہا اللہ تیرا بھلا کرے اس آدمی کو مارنے سے باز رہ تاکہ ہم اس کی بات کو سُن سکیں اور ان میں سے ایک آدمی کہنے لگا یہ آدمی گونگا ہو گیا ہے اور بات کرنے کی قدرت نہیں رکھتا اور ایک دوسرا آدمی کہنے لگا کہ یہ بدّو ہے اس کو کوئی دلیل نہیں سُوجھ رہی، پس جب مسجد لوگوں سے بھر گئی تو اس نے اپنے چہرے سے ڈھاٹا ہٹا دیا اور کھڑا ہو گیا اور عمامے کو اپنے سر سے ہٹا دیا بخدا اس نے خدا کی حمد وثنا کی اور نہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا اور سب سے پہلے یہ شعر پڑھا

"میں صبح کا بیٹا ہوں اور گھاٹیوں پر چڑھ جانے والا ہوں اور جب میں اپنا عمامہ اتاروں گا تو تم مجھے پہچان لو گے۔"

عراق آنے پر حجاج کی تقریر

بخدا میں اُٹھتی ہوئی نگاہ ہوں اور لمبی گردنوں اور پکے ہوئے سروں کو دیکھ رہا ہوں جن کے توڑنے کا وقت آگیا ہے اور میں ہی ان سروں کو توڑنے والا ہوں اور میں اس خون کو بھی دیکھ رہا ہوں جو عماموں اور ڈاڑھیوں کے درمیان ٹپکتا ہے ۔

"یہ جنگ کا وقت ہے پس گھوڑوں کو دوڑاؤ اور رات نے انہیں ایک ایسے ہانکنے والے کے سامنے جمع کر دیا ہے جو توڑ پھوڑ دینے والا ہے، اور وہ اونٹوں اور بکریوں کا چرواہا نہیں اور نہ ہی تختے پہ گوشت کاٹنے والا قصاب ہے۔"

نیز اس نے کہا کہ ۔

"رات نے ایک مضبوط آدمی کے لیے فوج کو جمع کر دیا ہے جو بڑا ہانکا اور گرجنے والے بادل سے بھی خراج لینے والا ہے، اور وہ مہاجر ہے بدو نہیں۔"

نیز کہا ۔

"اور جنگ نے اپنی پنڈلی سے کپڑا اُٹھا دیا ہے اور انہوں نے بہت جدوجہد کی ہے اور جنگ سخت ہو گئی ہے اور وہ بھی سخت ہو گئے ہیں، اور کمان، اس میں کنواری لڑکی کے ہاتھ کی طرح یا اس سے بھی زیادہ سخت چلنے کی طرح ہو گئی ہے۔"

امیر المومنین نے اپنے ترکش کو جھاڑا تو اس نے مجھے سب سے زیادہ تلخ مزہ، تیز دھار اور مضبوط چوٹ لگانے والا پایا پس اگر تم ٹھیک رہے تو تمہارے امور ٹھیک رہیں گے اور اگر تم نے میرے لیے چھوٹے چھوٹے راستوں کو اختیار کیا تو تم مجھے ہر گھات میں موجود پاؤ گے خدا کی قسم میں تمہاری کسی لغزش کو قبول نہیں کروں گا اور نہ تمہارے کسی عذر کو قبول کروں گا" اے اہل عراق تم اہل شقاق و نفاق اور بُرے اخلاق کے حامل ہو، خدا کی قسم مجھے انجیر کی طرح ٹھونکا نہیں لگایا جا سکتا اور نہ میں کسی حادثے سے پریشان ہوتا ہوں اور نہ میں

قتل ہونے سے بھاگتا ہوں مجھے تجربہ کے بعد تلاش کیا گیا ہے خدا کی قسم میں تمہیں لکڑی کی طرح چھیل کر رکھ دوں گا اور ترم ونازک ہاتھ پاؤں والی عورت کی طرح تمہیں پٹیاں باندھوں گا اور تمہیں وطن سے دُور رہنے والے اونٹوں کی طرح مار دوں گا اور تم کو پتھروں سے زخمی کرنے کی طرح زخمی کروں گا، اے اہل عراق تم نے بہت دفعہ ذلالت اختیار کرنے کی کوشش کی ہے اور تم ہلاکت کے راستے پر چلے ہو اور تم نے بُرے طریقوں کو اختیار کیا ہے اور تم جہالت میں بڑھ گئے ہو، اے ڈنڈے کے غلامو اور لونڈیوں کے بچو! میں حجاج بن یوسف ہوں خدا کی قسم جو وعدہ کرتا ہوں اُسے پورا کرتا ہوں اور جسے بوسیدہ کر دیتا ہوں اُسے پھاڑ دیتا ہوں اور ان پارٹیوں اور قیل و قال سے اور جو کچھ ہو رہا ہے اور ہونے والا ہے اس سے بچ کر رہو، اے کمینی عورتوں کے بچو، یہ تمہارے کام نہیں، ہر آدمی اپنے بارے میں غور کرے اور میرا شکار بننے سے احتیاط کرے، اے عراقیو! تمہاری مثال اللہ تعالیٰ کے اس قول کی طرح ہے مثلاً[ؔلہ] قریۃ کانت امنۃ مطمئنۃ یاتیھا رزقھا رغداً من کل مکان فکفرت بانعم اللہ فاذاقھا اللہ لباس الجوع والخوف بما کانوا یصنعون ٥

"یعنی اس بستی کی طرح ہے جو پُرامن اور مطمئن تھی اور اسے ہر جگہ سے بافراغت رزق ملتا تھا پس اس نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کی تو اللہ تعالیٰ نے اُسے بھوک اور خوف کا مزا چکھایا۔"

لہٰذا جلدی کرو اور دُرست ہو جاؤ اور سیدھے ہو جاؤ اور ٹیڑھے نہ ہو اور مشایعت کرو اور بیعت کرو اور عاجز بنو اور جان لو کہ میں زیادہ باتیں اور بکواس نہیں کیا کرتا اور نہ تم مجھ سے بھاگ سکتے ہو، صرف تلوار کا سونتنا باقی ہے پھر میں سردی اور گرمی میں اُسے

لہ ترجمہ (اللہ نے بیان کی) مثال ایک بستی کی جو امن چین والی تھی، اسے بافراغت رزق ملتا تھا ہر جگہ سے، پس کفر کیا اس نے اللہ کی نعمتوں سے تو چکھا دیا اللہ نے اسے لباس بھوک اور خوف کا ان کے اعمال کے سبب۔
(النحل آیت ۱۱۲)

نیام میں نہیں کروں گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہاری گردنوں کو امیر المومنین کے لیے سیدھا کر دے اور تمہارے خود دار لوگ اس کے مطیع ہو جائیں اور میں نے غور و فکر کے بعد صدق کو نیکی کے ساتھ پایا ہے اور نیکی کو جنت میں پایا ہے اور جھوٹ کو فجور کے ساتھ پایا ہے اور فجور کو آگ میں پایا ہے۔

آگاہ رہو کہ امیر المومنین نے مجھے تمہیں عطیات دینے اور تمہیں تمہارے دشمن کے ساتھ لڑنے کے لیے مہلب کے ساتھ بھجوانے کا حکم دیا ہے اور میں نے تمہیں اس بات کا حکم دے دیا ہے اور تمہیں تین دن کی مہلت دے دی ہے اور میں نے اللہ تعالیٰ کو عہد دیا ہے اور وہ مجھ سے اس کا مواخذہ کرے گا اور وہ مجھ سے اس عہد کو پورا پورا لے گا اور مہلب کی طرف فوج بھیجنے کے بعد میں نے جس آدمی کو دیکھا اس کو قتل کر دوں گا اور اس کا مال لوٹ لوں گا۔ اے غلام ذرا امیر المومنین کا خط پڑھ کر انہیں سُنا دو۔ کاتب نے کہا، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، امیر المومنین عبد الملک بن مروان کی طرف سے عراق کے مسلمان مومنوں کی طرف۔ تم پر سلامتی ہو اور میں تمہارے ساتھ اس خدا کی حمد کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں، حجاج نے کہا اے غلام خاموش ہو جا، پھر اس نے غضب ناک ہو کر کہا اے اہل عراق اے اہل نفاق و شقاق اور بُرے اخلاق کے حاملو! اور تفرقہ بازو اور گمراہو! امیر المومنین تمہیں سلام کہتے ہیں اور تم انہیں سلام کا جواب نہیں دیتے خدا کی قسم اگر میں زندہ رہا تو تمہیں لکڑی کی طرح چھیل کر رکھ دوں گا اور تمہیں اس ادب کے سوا کوئی اور ادب سکھاؤں گا یہ ابن سمیہ کا لکھایا ہوا ادب ہے جو عراق میں پولیس کا انچارج تھا، اے غلام خط کو پڑھو پس وہ سلام کے الفاظ پر پہنچا تو حاضرین مسجد نے کہا وعلیٰ امیر المومنین السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! پھر اس نے منبر سے اُتر کر لوگوں کو عطیات دینے کا حکم دیا، مہلب اس وقت مہرجان قذق میں ازارقہ (خوارج) سے برسرِ پیکار تھا۔

جب تیسرا دن ہوا تو حجاج بنفس نفیس لوگوں کو بھیجنے کے لیے بیٹھا تو اس کے پاس سے عمیر بن ضابی تمیمی برجمی گزرا اور پھر بنی مدادیہ کا ایک آدمی گزرا جو کوفہ کے اشراف میں سے تھا اور وہ بھی مہلب کی فوج میں تھا اس نے کہا اللہ تعالیٰ امیر کا بھلا کرے میں ایک پیرِ فرتوت اور علیل و ضعیف آدمی ہوں اور میرے کئی لڑکے ہیں اور میری جگہ ان میں سے

جو طاقتور اور اچھا شہسوار ہو، امیر اس کو منتخب کر لیں، حجاج نے کہا، بوڑھے کی جگہ جوان آدمی کے لینے میں کوئی حرج کی بات نہیں جب وہ بوڑھا چلا گیا تو عنبسہ بن سعید اور مالک بن اسماء نے اُسے کہا اللہ تعالیٰ امیر کا بھلا کرے کیا آپ اس شخص کو جانتے ہیں اس نے کہا نہیں، ان دونوں نے کہا وہ عمیر بن ضابی تمیمی ہے جس نے امیرالمومنین عثمان پر حملہ کر کے ان کے مقتول ہونے کی حالت میں ان کی ایک پسلی توڑ دی تھی، حجاج نے کہا اُسے میرے پاس لاؤ، اُسے لایا گیا تو حجاج نے اُسے کہا اے بوڑھے تو ہی امیرالمومنین کے قتل کے بعد ان پر حملہ کر کے ان کی پسلی توڑنے والا ہے، اس نے جواب دیا، عثمان نے میرے بوڑھے باپ کو قید کر دیا تھا اور وہ قید ہی میں مر گیا تھا حجاج نے کہا اچھا تو امیرالمومنین عثمان کے ساتھ تو از خود جنگ کرتا ہے اور ازارقہ کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے دوسرے آدمی بھیجتا ہے کیا یہ تیرے باپ ہی کا شعر نہیں ؎

"میں نے ارادہ کیا اور کچھ نہ کر سکا اور کاش کہ میں کچھ کرتا اور اس کی بیوی کو رُلا دیتا"

اے شیخ خدا کی قسم تیرے قتل ہو جانے میں دونوں شہروں کی بھلائی ہے پھر وہ نظر اٹھا کر سیدھا اس کی طرف آیا کبھی وہ اپنی ڈاڑھی کو کاٹتا اور کبھی چھوڑ دیتا پھر اس نے اس کے پاس آ کر کہا اے عمیر تو نے منبر پر میری تقریر سُنی ہے؟ اس نے جواب دیا ہاں، حجاج نے کہا خدا کی قسم یہ بہت بڑی بات ہے کہ میرے جیسا آدمی جھوٹ بولے اے غلام اسے جا کر قتل کر دو تو اس نے اُسے قتل کر دیا اور جب وہ قتل ہو گیا تو لوگ ہر مشکل اور آسان راستے پر چل پڑے اور مہلب کی تلاش میں جدھر منہ آیا ادھر نکل گئے اور پل پر اس قدر اژدھام ہو گیا کہ بعض لوگ دریائے فرات میں گر پڑے تو پل کے انچارج نے آ کر حجاج کو کہا اللہ تعالیٰ امیر کا بھلا کرے، بعض لوگ دریائے فرات میں گر پڑے ہیں اس نے کہا تیرا بُرا ہو یہ کیسے ہوا؟ اس نے جواب دیا، اس فوج کے لوگوں کا پل پر اس قدر اژدھام ہو گیا تھا کہ پل تنگ ہو گیا اس نے کہا جا کر ان کے لیے دو اور پل تیار کرو۔

عبداللہ بن زبیر اسدی خوفزدہ ہو کر بھاگ گیا جب وہ لجامین کے قریب تھا تو اُسے اپنی قوم کا ایک آدمی ابراہیم نامی ملا، اس نے پوچھا کیا حال ہے؟ ابن زبیر نے کہا شر ہی شر ہے اور مہلب کی فوج سے عمیر قتل ہو چکا ہے اور کہنے لگا ؎

"میں جب ابراہیم سے ملا تو میں نے اُسے کہا کہ اب معاملہ بڑا خطرناک اور مشکل ہوگیا ہے، تو تیاری کرلے یا تو عنابی کے بیٹے عمیر سے ملاقات کرے گا یا مہلب سے، یہ دو باتیں ہیں جن سے تیری نجات اسی طرح ہوسکتی ہے کہ تو عقاب کے ایک سالہ چتکبرے بچے پر سوار ہو جائے۔ اور اس نے ایسا ہی کیا، اگرچہ خراسان اس کے نزدیک تھا مگر اس نے اُسے بازار کی جگہ یا اس سے بھی زیادہ قریب جگہ پہ دیکھ لیا، اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو حجاج اپنی تلوار کو عمر بھر نیام میں نہیں کرے گا یہاں تک کہ بچے کو بوڑھا کر دے۔"

لوگ بھاگتے ہوئے فوج کے اسلحہ وغیرہ کی طرف گئے اور انہوں نے اپنے گھر والوں کو پیغام بھیجا کہ ہماری جگہ پر ہی ہمیں توشہ بھیج دو اور حجاج نے پُل کے انچارج سے کہا پُل کو کھول دو اور کسی کے جانے میں حائل نہ ہو اور اس نے مہلب کو ایک نشانی بھیجی ابھی دسواں دن نہیں ہوا تھا کہ لوگ مہلب کے پاس جمع ہوگئے تو اس نے پوچھا عراق پر کس کو عامل مقرر کیا گیا ہے، خدا کی قسم یہ کوئی مرد ہے اور اب بخدا دشمن کے لیے ہلاکت ہوگی انشاء اللہ۔

ابن اشعث کا خروج

حجاج نے عبدالرحمن بن محمد بن اشعث کو سجستان، لبست اور رخج کا عامل مقرر کیا وہ وہاں سے ترکی اقوام کے ساتھ برسرپیکار ہوا وہ لوگ ترکوں کی انواع ہی تھے جنہیں غوز اور خلج کہا جاتا تھا اور اس نے ان کے ملحقہ ممالک کے زنبیل وغیرہ جیسے ہندوستانی بادشاہوں سے بھی جنگ کی نیل ازیں ہم اس کتاب میں ہندوستانی بادشاہوں اور دنیا کے دیگر بادشاہوں کے مراتب کا ذکر کر چکے ہیں اور ہم نے ان میں سے ہر ایک بادشاہ کی مملکت اور اس کے علاقے کا بھی ذکر کیا ہے اور ان میں سے چیدہ بادشاہوں کے حالات بھی بیان کیے ہیں اور یہ بات بھی واضح کی ہے کہ بلاد ہند میں سے اس علاقے کے ملحقہ علاقوں کے تمام بادشاہ زنبیل کہلواتے ہیں، پس ابن اشعث نے حجاج کی اطاعت چھوڑ دی اور بلاد کرمان کی طرف چلا گیا پھر اس نے عبدالملک کی اطاعت اختیار کرلی، حجاج بصرہ کی طرف چل پڑا اور ابن اشعث حجاج کی طرف چل پڑا اور اس نے عظیم جنگیں لڑیں اور عبدالرحمن بن اشعث کے متعلق ایک شاعر کہتا ہے ؎

"اس نے بادشاہوں کی اطاعت کا جوا اتار پھینکا اور اس کے جھنڈے تلے

میدانوں کے لوگ اور اقوام کے شریف سرداروں نے مار بھگایا۔"

حجاج بن یوسف نے عبد الملک کو ابن اشعث کے حالات لکھے تو عبد الملک نے اس کی طرف لکھا میری زندگی کی قسم کہ اس نے اللہ کی اطاعت کو اپنے دائیں ہاتھ سے اور اس کی حکومت کو اپنے بائیں ہاتھ سے خیر باد کہا ہے اور وہ دین سے برہنہ ہو کر نکل گیا ہے اور میں اُمید رکھتا ہوں کہ اس کی اور اس کے گھر والوں کی ہلاکت اور ان کا استیصال امیر المومنین کے ہاتھوں ہوگا اور اطاعت کے چھوڑنے کے متعلق میرا جواب ایک شاعر کے یہ اشعار ہیں ؎

"بردباری اور حلم اور کل تک ان کے انتظار میں نہ میں کمزوری دکھاؤں گا اور نہ میرے کھنچنے میں کمی ہوگی، میرا خیال ہے کہ گردشِ روزگار اور جہالت تمہیں ایک خوفناک راستہ پر ڈال دے گی، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میرے پٹھے کو کوئی خوف نہیں اور میرا نیزہ ٹوٹنے پر بھی نرم نہیں ہوتا۔"

ابن اشعث کوفہ میں آیا تو حجاج نے عبد الملک کو خط لکھا جس میں ابن اشعث کی فوج کی کثرت کا ذکر کیا اور اس سے امداد مانگی اور اپنے خط میں لکھا:-

اے اللہ کے غوث مدد کر، اے اللہ کے غوث مدد کر، اے اللہ کے غوث مدد کر، پس عبد الملک نے اُسے فوج سے مدد دی اور اُسے لکھا میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں۔

دیر الجماجم کے معرکے اور ابن اشعث کا قتل

حجاج اور ابن اشعث کی مڈبھیڑ دیر الجماجم کے مقام پر ہوئی ان کے درمیان ۸۰ سے زائد معرکے ہوئے جن میں بے شمار مخلوق موت کے گھاٹ اُتر گئی یہ واقعہ ۸۲ھ کو ہوا۔ اور ابن اشعث کو شکست ہوئی وہ بھاگ کر ہندوستانی بادشاہوں کے پاس پہنچ گیا اور حجاج مسلسل اس کے قتل کی تدبیریں کرتا رہا یہاں تک کہ وہ قتل ہو گیا اور اس کا سر لایا گیا تو حجاج نے کوفہ کے منبر پر چڑھ کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا پھر کہنے لگا اے عراقیو! شیطان تمہارے اندر داخل ہو گیا ہے اور تمہارے گوشت، ہڈیوں اور اطراف و اعضا میں رچ بس گیا ہے اور تمہارے خون کی رگوں میں دوڑتا پھرتا ہے اور پسلیوں اور گودے تک پہنچ گیا ہے اور اس نے

وہاں اختلاف، شقاق اور نفاق کو بھر دیا ہے پھر اس نے وہاں آلتی پالتی مار کر گھونسلہ بنا لیا ہے اور اس میں انڈے بچے دیے ہیں اور تم نے اُسے اپنا راہنما بنا لیا ہے اور تم اس کی پیروی کرتے ہو اور تم نے اُسے اپنا لیڈر بنا لیا ہے اور تم اس کی اطاعت کرتے ہو نیز تم نے اُسے اپنا مشیر بنا لیا ہے اور تم اس سے مشورہ طلب کرتے ہو، کیا تم میرے اہواز کے ساتھی نہیں جب تم نے مجھ سے خیانت کرنے کی کوشش کی اور تم نے میرے خلاف لوگوں کو اکٹھا کر لیا اور خیال کر لیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین اور خلافت کو چھوڑ دے گا اور میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے تمہیں اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ تم شکست کھا کر اور چھپ چھپا کر کھسکتے پھرتے تھے اور دوڑتے ہوئے منتشر ہو رہے تھے اور تم میں سے ہر آدمی نے بزدلی اور خوف کے مارے اپنی گردن پر تلوار رکھی ہوئی تھی، پھر یوم الزاویہ کو اور یوم الزاویہ کیا ہے؟ وہاں پر تم نے بزدلی دکھائی اور لڑکھڑا گئے اور خدا تعالیٰ نے تم سے بیزاری کا اظہار کیا تم اپنے کندھوں پر تلواریں رکھے بھاگے جا رہے تھے اور تمہارا دوست تم سے ایڑیوں کے بل پھر گیا تھا جب تم بدکے ہوئے اونٹوں کی طرح اپنے وطنوں کو بھاگے اور آدمی نہ اپنے بیٹوں کے متعلق پوچھتا تھا اور نہ اپنے بھائی کی طرف متوجہ ہوتا تھا یہاں تک کہ ہتھیاروں نے تمہیں کاٹ کر رکھ دیا اور نیزوں نے تمہیں توڑ پھوڑ دیا اور دیر الجماجم کے روز وہاں پر بڑی جنگیں اور عظیم معرکے ہوئے سے

"وہاں پر ایسی تلوار چلی جو کھوپڑی کو اس کی جگہ سے اُڑا دیتی تھی اور دوست کو دوست سے غافل کر دیتی تھی۔"

اے عراقیو! میں تم سے کس چیز کی اُمید رکھوں؟ یا کس بات کی توقع رکھوں، اور میں تم پر کس وجہ سے رحم کھاؤں اور تمہیں کس چیز کے لیے سنبھال کر رکھوں، کیا عداوتوں کے بعد جھوٹی باتیں بنانے یا چھلانگیں لگانے کے بعد چھلانگ لگانے کے لیے سنبھال رکھوں۔ میں تمہاری کس بات کو دیکھوں اور تمہاری کس چیز کا انتظار کروں اگر تمہیں تمہاری سرحدوں پر بھیجا جائے تو تم بزدلی دکھاتے ہو اور اگر تم امن میں ہو یا خوف میں تو منافقت کرتے ہو، نہ تم کسی نیکی کی جزا دیتے ہو اور نہ کسی نعمت کا شکر ادا کرتے ہو۔

اے عراقیو! جب کسی بھونکنے والے نے تمہیں بھونکنے کو کہا ہے یا کوئی گمراہ تم پہ

ناراض ہوا ہے یا کسی عہد شکن نے تمہیں چلنے کو کہا ہے اور یا کسی سرکش نے تم سے مدد طلب کی ہے تو تم نے اس کی تابعداری کی ہے اور اس کی بیعت کی ہے اور اس کو پناہ دی ہے اور اُسے کفایت کی ہے۔ اے عراقیو! تم ہر فتنہ پرور کوّے کی طرح کائیں کائیں کرنے والے اور جھوٹے آدمی کے پیروکار اور انصار ہوتے ہو، اے عراقیو! تمہیں تجربات نے فائدہ نہیں دیا اور نہ وعظ و نصیحت تمہیں بچا سکتا ہے اور نہ جنگوں سے تم نے کوئی عبرت حاصل کی ہے، تمہارے سینوں میں وہی بات پڑے گی جس میں اللہ تعالیٰ تمہیں کاموں کے آغاز و انجام کے وقت اُلجھا دے گا۔

اے شامیو! میں تمہارے لیے اس شتر مُرغ کی طرح ہوں جو اپنے بچوں کی حفاظت کرتا ہے اور ان سے گندگی کو دُور کرتا ہے اور انہیں بارش سے پناہ دیتا ہے اور انہیں بھیڑیوں اور دیگر جانوروں سے بچاتا ہے اس کی موجودگی میں نہ ان کی طرف گند آسکتا ہے اور نہ ہلاکت اور نہ انہیں تکلیف ہوسکتی ہے۔

اے شامیو! تم تعداد اور تیاری والے ہو اور جنگ میں ڈھال ہو اگر ہم جنگ کریں تو تم بھی جنگ کرتے ہو اور اگر ہم جنگ سے پہلوتہی کریں تو تم بھی کرتے ہو، تمہاری اور عراقیوں کی مثال ایسے ہی جیسے نابغہ بن جعدہ نے کہا ہے کہ ؎

"اور اگر ان کا حصنہ انہیں آواز دے تو وہ انہیں نہیں ملتا اور نہ ہماری تکذیب ہوتی ہے، جیسے یہود کا قول ہے کہ ہم نے مسیح کو قتل کر دیا ہے حالانکہ نہ انہوں نے اُسے قتل کیا ہے اور نہ وہ صلیب دیا گیا ہے۔"

عبدالملک کا حجاج کو خط

جب حجاج نے دیر الجماجم کے قیدیوں کو قتل کرنے اور اموال کے عطا کرنے میں اسراف سے کام لیا تو اس کی اطلاع عبدالملک کو بھی مل گئی، اس نے حجاج کو لکھا: اما بعد! امیر المومنین کو یہ اطلاع ملی ہے کہ تم نے خونریزی کرنے اور اموال کے عطا کرنے میں اسراف و تبذیر سے کام لیا ہے اور امیر المومنین کسی آدمی میں ان دونوں باتوں کو پسند نہیں کرتے انہوں نے تیرے متعلق قتل خطاء میں دیت کا اور قتل عمد میں قصاص کا فیصلہ کیا ہے اور اموال کے متعلق یہ فیصلہ کیا ہے کہ انہیں جس جس جگہ سے لیا گیا ہے وہاں واپس کیا جائے پھر ان کے متعلق امیر المومنین کی رائے کے مطابق عمل کیا جائے کیونکہ امیر المومنین اللہ تعالیٰ کے

امین ہیں اور حق کا روکنا اور ناجائز طور پر عطا کرنا دونوں باتیں ان کے ہاں برابر ہیں اور اگر تو نے مال دینے سے یہ ارادہ کیا ہے کہ لوگ راضی ہو جائیں تو وہ تیرے کام نہیں آئیں گے اور اگر تو نے انہیں اپنے لیے دیا ہے تو تو ان کے کسی کام نہ آسکے گا اور عنقریب تجھے امیر المومنین کے دو حکم ملیں گے نرم اور سخت، پس تجھے اطاعت کے سوا اور کسی بات سے اُنس نہ ہو اور معصیت کے سوا کوئی بات تجھے خوف زدہ نہ کرے اور امیر المومنین کے متعلق تو ہر گمان کر سکتا ہے مگر تو غلطی بھی کر سکتا ہے ـــــــــ اور جب تجھے کسی قوم پر فتح حاصل ہو تو جنگ سے کنارہ کشی کرنے والے کو اور قیدی کو قتل نہ کرنا اور خط کے نیچے لکھا ہے

"اور جب تو میرے ناپسندیدہ امور کو نہیں چھوڑے گا اور میری رضا کو طلب نہیں کرے گا، اور اس سے ڈرے گا جس سے تیرے جیسا شخص اللہ کی طرف بھاگتے ہوئے ڈرتا ہے، تو اس سے دودھ دوہنے والا دودھ کو ضائع کر دے گا، پس اگر تو نے مجھ سے نقصان رساں غفلت دیکھی ہے تو کبھی پانی پینے والے کو پھندا بھی لگ جاتا ہے، اور اگر تو مجھ سے اموی حملے کو دیکھے تو میں اس بات کا اہل ہوں، پس تو مجھے ملامت نہ کر اور حوادث اکٹھے ہو گئے ہیں اور تو جو کچھ کر رہا ہے اس کا بدلہ تجھے ملے گا، اور میری طرف سے جو احکام تجھے مل رہے ہیں ان سے آگے نہ بڑھ، یہ تجھ پہ کسی دن ندبہ کرنے والی عورتوں کو کھڑا کر دیں گے، اور لوگوں کے حق کو علم کے ہوتے ہوئے کم نہ کر اور جس کو خدا نہیں دینا چاہتا اُسے نہ دے۔"

ان شان دار اشعار کو ہم نے عبد الملک کے قول سے انتخاب کیا ہے۔

حجاج کا جواب

جب حجاج نے عبد الملک کے خط کو پڑھا تو اُسے لکھا:۔

اما بعد! مجھے امیر المومنین کا خط ملا جس میں مال و جان کے متعلق میرے اسراف و تبذیر کا ذکر ہے، میری زندگی کی قسم میں نے سزا کے مستحق لوگوں کو اتنی ہی سزا دی ہے جس کے وہ مستحق ہیں اور اہل طاعت کے حق کے متعلق میں نے وہی فیصلہ کیا ہے جس کا وہ استحقاق رکھتے ہیں پس اگر ان

سرکشوں کو میرا قتل کر دینا اسراف ہے اور اطاعت کنندوں کو میرا عطیے دینا تبذیر ہے تو جو کچھ ہو چکا ہے امیر المومنین اس کے کرتے ہیں مجھے معذور سمجھیں اور آئندہ کے لیے میرے لیے ایک حد مقرر کر دیں میں انشاء اللہ اسی تک رہوں گا، ولاقوۃ الا باللہ۔ بخدا نہ مجھ میں کوئی دیت ہے اور نہ قصاص، اور نہ میں نے لوگوں کو غلطی سے قتل کیا ہے کہ ان کی دیت دوں اور نہ میں نے ان پر ظلم کیا ہے کہ ان کا قصاص ادا کروں، میں نے اگر لوگوں کو کچھ دیا ہے تو آپ کی وجہ سے دیا ہے اور اگر قتل کیا ہے تو آپ کی خاطر کیا ہے اور میں آپ کے جن دو حکموں کا منتظر ہوں ان میں سے نرم حکم تیاری ہے اور بڑا حکم آزمائش ہے اور میں نے تیاری کے لیے جلاد کو تیار کر دیا ہے، اور آزمائش کے لیے صبر اختیار کیا ہے اور خط کے نیچے لکھا:

اور جب میں آپ کی رضا نہ چاہوں اور آپ کی ایذا سے بچوں تو میرے دن کے ستارے غائب نہ ہوں گے اور خلیفہ کے بعد کسی آدمی کے لیے کوئی ڈھال نہیں وہ جو کام کرتا ہے اس کے ذریعے سے بچتا ہے، اور اہل قرابت میں سے آپ جس کے ساتھ صلح کرتے ہیں میں اس سے صلح کرتا ہوں اور جس سے آپ صلح نہ کریں میں اس سے جنگ کرتا ہوں، اور جب حجاج آپ کا کوئی گناہ کرے تو صبح کے وقت اس پر نُدبہ کرنے والی عورتیں کھڑی ہوں، اور جب خیر خواہی کے لیے کسی مہربان کے نزدیک نہیں ہوتا تو اس سے دور ہو جاتا ہوں جس کے بچھو میری طرف دوڑتے چلے آتے ہیں (یعنی میری شکایت کرتا ہے) پس وہ کون شخص ہے جو میری بخشش کی امید رکھتا ہے اور میرے حملہ سے بچتا ہے اور زمانہ کے مصائب بے شمار ہیں، پس آپ مجھ پر رضامندی کی حد تک رہیے میں اس حد سے عمر بھر تجاوز نہیں کروں گا، یہاں تک کہ دودھ دوہنے والا دودھ کو واپس تھنوں میں بھیج دے ورنہ مجھے اور معاملات کو چھوڑ دو کیونکہ میں مہربان اور نرم خو ہوں اور تجربات نے مجھے خوب مضبوط بنا دیا ہے۔"

یہ حجاج کے شاندار اشعار ہیں جنہیں ہم نے انتخاب کیا ہے۔

جب عبدالملک کو اس کا خط ملا تو اس نے کہا کہ ابو محمد میرے حملے سے ڈر گیا ہے اب میں ہرگز دوبارہ کوئی ایسی بات نہیں کروں گا جو اُسے ناگوار ہو۔

حجاج کو ایک مہربان محدث کی تلاش

حماد الراویہ بیان کرتا ہے کہ حجاج ایک رات کوفہ میں جاگتا رہا اور اس نے چوکیدار سے کہا کہ مسجد سے میرے پاس ایک محدث کو لاؤ تو وہ ایک بڑے جسیم آدمی کو ملا اور اس سے کہنے لگا امیر کو جواب دو اور وہ اُسے اپنے ساتھ لے آیا اور امیر کے سامنے پیش کر دیا اس نے نہ سلام کیا اور نہ بات کی۔ حجاج نے اُسے کہا، یہ تیرے ساتھ کون ہے؟ مگر وہ پھر بھی نہ بولا اس نے چوکیدار سے کہا اسے باہر لے جاؤ خدا تجھے غارت کرے میں نے تجھے حکم دیا تھا کہ میرے پاس کسی محدث کو لاؤ تو میرے پاس ایک مرعوب آدمی کو لے آیا ہے جس کا دل ہی بیٹھ گیا ہے پس حجاج دراہم کی ایک تھیلی لے کر مسجد کی طرف گیا اور لوگوں کو دراہم دینے لگا اور وہ لینے لگے یہاں تک کہ وہ اس شیخ تک بھی پہنچ گیا اس نے اُسے دراہم دیئے اس نے انہیں پھینک دیا، حجاج نے اُسے دوبارہ دراہم دیئے تو اس نے انہیں واپس کر دیا، حجاج نے تین بار اسی طرح کیا، پھر حجاج نے اس کے قریب ہو کر کہا میں حجاج ہوں تو اس نے دراہم لے لیے، حجاج نے محل میں آکر چوکیدار سے کہا اُسے میرے پاس لاؤ، وہ آیا تو اس نے بڑے مضبوط دل اور تیز زبان کے ساتھ سلام کیا، حجاج نے اُسے کہا تم کس قبیلے کے آدمی ہو اس نے جواب دیا میں بنی شیبان میں سے ہوں، اس نے پوچھا تیرا نام کیا ہے اس نے جواب دیا سمیرہ بن الجعد، حجاج نے کہا اے سمیرہ کیا تو نے قرآن پڑھا ہے اس نے جواب دیا وہ میرے سینے میں ہے اگر میں نے اس پر عمل کیا تو میں اس کی حفاظت کروں گا اور اگر میں نے اس پر عمل نہ کیا تو اس کو ضائع کر دوں گا، حجاج نے کہا کیا تو فرائض (علم میراث) کو جانتا ہے اس نے جواب دیا میں صُلب کو فرائض دیتا ہوں اور دادے کے متعلق اختلاف کو جانتا ہوں، حجاج نے کہا کیا تو فقہ جانتا ہے اس نے جواب دیا مجھے اپنے اہل کی ضروریات کا علم ہے اور میں اپنی قوم کے اندھوں کی راہنمائی کرتا ہوں حجاج نے کہا کیا تو نجوم کو جانتا ہے اس نے جواب دیا میں چاند کی منازل کو جانتا ہوں اور میں سفر میں اس سے راہنمائی حاصل کرتا ہوں حجاج نے کہا کیا تم شعر روایت کرتے ہو اس نے جواب دیا کہ میں مثل اور شاہد

کی روایت کرتا ہوں، حجاج نے کہا مثل کو تو ہم جانتے ہیں، شاہد کیا چیز ہے اس نے جواب دیا کہ عربوں کی جنگوں کے اشعار کا ایک شاہد ہوا کرتا تھا میں اس شاہد کی روایت کرتا ہوں حجاج نے اُسے اپنا داستان گو بنا لیا اور جو بات بھی وہ اس سے پوچھتا اس کے متعلق اس کے پاس علم موجود پاتا وہ خوارج کا ہم مسلک تھا اور قطری بن فجاہ تمیمی کے اصحاب میں سے تھا فجاُۃ اس کی ماں تھی، جو بنی شیبان سے تعلق رکھتی تھی اور وہ تمیم کا آدمی تھا اور قطری اس وقت مہلب سے جنگ لڑ رہا تھا اور جب قطری کو حجاج کے ہاں سمیرہ کے مقام کا پتہ چلا تو اس نے اس کی طرف کچھ اشعار لکھے جن میں یہ اشعار بھی تھے کہ ؎

"جب ہم زرہیں پہن کر جنگ کے لیے جاتے ہیں تو ہمارے اور ابن جعد کے درمیان بڑا فرق پیدا ہو جاتا ہے، ہم مہلب کے شہسواروں سے جنگ کرتے ہیں اور تلواروں کی ضرب پر ہم سب صبر کرتے ہیں، اور وہ اپنے امیر کے پاس ریشم کا تہبند گھسیٹتے جاتا ہے حالانکہ وہ امیر تقوے اللہ کا حکم دینے والا نہیں، اے ابو جعد تیرا وہ علم و حلم اور عقل اور تیرے شریف آباء کی میراث کہاں چلی گئی ہے؟ کیا تجھے علم نہیں کہ موت ہر حال میں آنے والی ہے اور قبروں سے ننگے پاؤں اور ننگے بدن اُٹھنا بھی ضروری ہے اور ثواب رب کی طرف سے ملتا ہے پس کچھ لوگ فائدے میں اور کچھ خسارے میں رہیں گے، اور جو کچھ تو نے حاصل کیا ہے وہ سب فنا ہو جانے والا ہے اور دنیا میں تیری زندگی پرندے کی اُڑان کی طرح ہے، اے ابو جعد باز آجا تیرے حکمران اس اندھیرے میں پہنچا رہے ہیں جس نے سب کی آنکھوں کو اندھا کر دیا ہے، اور ایسی توبہ کر جو تجھے شہادت عطا کرے کیونکہ تو گنہ گار ہے کافر نہیں، اور ہماری طرف چلا آ تجھے جہاد میں غنیمت ملے گی اور تجھے اس تجارت میں خسارہ نہیں ہوگا، اور یہی وہ انتہائی مقصد ہے جس کے ثواب کی رغبت دلائی جاتی ہے۔ جب کہ ہر تاجر دنیا میں تونگری حاصل کر لیتا ہے۔"

جب اس نے قطری کا خط پڑھا تو رو پڑا اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا اور اپنے ہتھیار لے لیے اور قطری سے جا ملا، حجاج نے اُسے بہت تلاش کیا مگر

اس پہ قابو نہ پا سکا۔ حجاج کو صرف اس کا ایک خط ملا جس میں قطری کے وہ اشعار تھے جو اس نے اُسے لکھے تھے اور خط کے نیچے اس نے حجاج کو یہ اشعار لکھے :۔

"اور حجاج کو کون یہ اطلاع دے کہ سمیرہ، خوارج کے دین کے سوا ہر دین سے عداوت رکھتا ہے، اس نے لوگوں کو اپنے ہم نواؤں کے سوا لعنت کرنے والے اور درمیانے راستے کو چھوڑنے والے پایا ہے پس میں اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف آ گیا ہوں اور میری مصیبت کو خدا کے سوا کوئی دُور کرنے والا نہیں، میں ایک ایسی جماعت کی طرف آ گیا ہوں جس کے لوگ دن کو جنگ کے وقت بن کے شیر ہوتے ہیں، اور جب رات چھا جاتی ہے تو وہ رونے والی عورتوں کی طرح کھڑے ہو جاتے ہیں، اور وہ تحکیم کے لیے بلاتے ہیں، خدا کی قسم وہ عمرو کے فیصلے کو تیز ہواؤں کی طرح سمجھتے ہیں اور ابن قیس کا فیصلہ بھی اسی قسم کا ہے پس مضبوط رسی کو پکڑ لو جو بوسیدہ ہونے والی نہیں۔"

حجاج نے یہ خط عنبسہ بن سعید کی طرف پھینک کر کہا کہ یہ ہمارے شیبانی داستان گو کا خط ہے وہ خارجی تھا جس کے متعلق ہمیں پتہ نہیں تھا ابو جعد سمیرۃ بن الجعد جو حجاج کا داستان گو تھا کے بہت سے اشعار ہیں جن میں سے یہ اشعار بھی ہیں ؎

"میں مصائب اور زمانے اور موت کے حالات سے متعجب ہوں کہ وہ آدمی کے پاس اس جگہ سے آ جاتے ہیں جس کا اُسے سان گمان بھی نہیں ہوتا۔ اور خدائی نور کے بعد ان کے پاس ضلالت کو لے آتے ہیں، اور بخدا ہمارے کرتوت اس سے مخفی نہیں اور وہ سفر و حضر میں ہمارا محافظ ہوتا ہے، اور وہ سات آسمانوں کے اوپر عرش پر بیٹھا ہے اور اس کے ورے آسمان ہے اور وہ اس کے اُوپر سے ارواح کو چلتے پھرتے دیکھتا ہے۔"

بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ شعر کسی دوسرے خارجی کے ہیں۔

خوارج کی متفقہ اور اختلافی باتیں

خوارج کی جماعتوں میں سے اباضیہ اور ازارقہ وغیرہ کے بہت اچھے واقعات ہیں جن کا ذکر ہم نے اپنی دونوں کتابوں "اخبار الزمان" اور "الاوسط" میں کیا ہے نیز ہم نے خوارج کے متفقہ اصولوں کا بھی ذکر کیا ہے جیسے حضرت عثمان اور حضرت علیؓ کی تکفیر کرنا اور ظالم امام کے خلاف خروج کرنا اور کبیرہ گناہوں کے مرتکب کی تکفیر کرنا اور ابو موسے عبداللہ بن قیس اشعری اور عمرو بن العاص سہمی دونوں پنچوں اور ان کے فیصلے سے بیزاری کا اظہار کرنا اور ان لوگوں سے بھی بیزاری کا اظہار کرنا جو ان دونوں کے فیصلے کو درست قرار دیں یا اس سے رضا مند ہوں اور حضرت معاویہ اور ان کے مددگاروں اور مقلدوں اور محبوں کو کافر قرار دینا، ان سب باتوں پر خوارج میں سے حروری اور شراۃ (سرفروش) متفق ہیں پھر اس کے بعد انہوں نے توحید، وعدہ و وعید اور امامت وغیرہ کے بیان میں اختلاف کیا ہے قبل ازیں اس کتاب میں ہم حکمین کے باب میں اس بات کا ذکر کر آئے ہیں کہ سب سے پہلے صفین میں جس شخص نے حکم بنایا وہ عروہ بن اذیہ تمیمی تھا اور بعض کہتے ہیں کہ یزید بن عاصم محاربی تھا اور بعض کہتے ہیں کہ بنی سعد بن زید مناۃ بن تمیم کا ایک آدمی تھا اور سب سے پہلے صفین میں جس شخص نے عدالت سے جھگڑا کیا وہ بنی یشکر کا ایک آدمی تھا اور ربیعہ کے ان سرداروں میں سے تھا جو حضرت علیؓ کے ساتھ تھے اس نے اس روز کہا لاحکم اللہ و لاطاعۃ لمن عصی۔ خدا کے حکم کے سوا کوئی حکم نہیں اور نافرمان کی کوئی اطاعت نہیں اور صف سے باہر نکل گیا اور حضرت علیؓ کے اصحاب پر حملہ کر دیا اور ان میں سے ایک آدمی کو قتل کر دیا پھر اس نے حضرت معاویہ کے اصحاب پر حملہ کر دیا مگر وہ اس سے بچ گئے اور وہ ان میں سے کسی آدمی کو قتل نہ کر سکا پھر اس نے دوبارہ حضرت علیؓ کے اصحاب پر حملہ کر کے ہمدان کا ایک آدمی قتل کر دیا۔

بعض خوارج کا ذکر

الہیثم بن عدی، ابوالحسن المدائنی اور قاضی ابوالبختری وغیرہ نے خوارج اور ان کی اصناف کے وہ حالات بیان کیے ہیں جو انہوں نے اپنی کتب میں بیان کیے ہیں، مؤلفین نے ان کے فروعی اختلافی مسائل اور ان کے متفقہ اصولوں کو بیان کیا ہے، ہم نے ان کے اکثر اختلافات کو اپنی کتاب

"المقالات فی اصول الدیانات" میں بیان کیا ہے، ہم نے ان لوگوں کا بھی ذکر کیا ہے جو تحکیم کے وقت سے لے کر ہر زمانے میں ان سے خروج کرتے رہے ہیں، سب سے آخر میں خروج کرنے والا آدمی دیار ربیعہ سے تھا اس نے بنی حمدان کے خلاف خروج کیا یہ ۳۱۸ھ کا واقعہ ہے، وہ آدمی عرون کے نام سے مشہور تھا جو بلاد کفر توثی سے نکل کر نصیبین میں آیا، اس کی اہل نصیبین سے جنگ ہوئی جس میں وہ قید ہوگیا ان میں سے بھی بہت سے آدمی مارے گئے، ابو شعیب نامی ایک شخص بنی مالک ربیعہ میں نکلا جو المقتدر باللہ کے ہاں پہنچ گیا ۳۲۰ھ کے بعد بلاد عمان میں جو بربری وغیرہ کا ملحقہ علاقہ ہے اس میں اباضیہ نے خروج، تحکیم اور جنگیں کیں اور ایک امام کو انہوں نے مقرر کیا جو قتل ہوگیا اور اس کے سب ساتھی بھی قتل ہو گئے۔

حجاج اور شبیب خارجی

۷۶ھ میں حجاج کی شبیب خارجی کے ساتھ جنگیں ہوئیں اور سخت خونریزی کے بعد حجاج بھاگ گیا اس کے اتنے ساتھی باقی رہ گئے کہ انہیں چھڑی کے ساتھ گنا جا سکتا تھا وہ کوفہ میں آکر قصر امارت میں قلعہ بند ہوگیا، شبیب اور اس کی والدہ اور اس کی بیوی غزالہ بھی صبح کے وقت کوفہ میں داخل ہوگئیں غزالہ نے یہ نذر مانی تھی کہ وہ کوفہ کی مسجد میں داخل ہوکر دو رکعت نماز پڑھے گی اور ان دو رکعتوں میں سورہ بقرہ اور آل عمران کو پڑھے گی پس وہ جامع مسجد میں ستر آدمیوں کے ساتھ آئے اور وہاں صبح کی نماز پڑھی اور نذر کو پورا کرنے کے بعد غزالہ وہاں سے چلی گئی تو اس سال لوگوں نے کوفہ میں کہا ؂

"غزالہ نے اپنی نذر پوری کر لی ہے اے اللہ اس کو نہ بخش۔"

غزالہ شجاعت اور شہسواری میں بڑا مقام رکھتی تھی، شبیب کی ماں بھی ایسی ہی تھی جب عبد الملک کو حجاج کے بھاگنے اور شبیب کے خوف سے قصر امارت میں قلعہ بند ہونے کی اطلاع ملی تو اس نے شبیب سے لڑنے کے لیے سفیان بن ابرد کلبی کی سرکردگی میں شام سے بہت سی فوج بھیجی، وہ کوفہ میں حجاج کے پاس آیا اور انہوں نے جا کر شبیب سے جنگ کی، شبیب کو شکست ہوئی، غزالہ اور اس کی ماں قتل ہوگئیں اور شبیب اپنے ساتھی شہسواروں کے ساتھ بھاگ گیا، سفیان نے شامیوں کے ساتھ اس کا تعاقب کیا اور اُسے اہواز میں جا ملا پس شبیب بھاگ گیا اور جب وہ دجیل کے پل پر پہنچا تو اس کا

گھوڑا بدک گیا وہ بھاری لوہے کی زرہ اور خود پہنے ہوئے تھا گھوڑے نے اُسے پانی میں گرا دیا اس کے ایک ساتھی نے کہا امیر المومنین! کیا ڈوب کر مر گئے اس نے کہا یہ عزیز و علیم خدا کی تقدیر ہے دجیل نے اُسے مُردہ حالت میں اپنے کنارے پر پھینک دیا، اور حجاج کو بذریعہ ڈاک اطلاع دی گئی تو حجاج نے اس کے پیٹ پھاڑنے اور اس کا دل نکالنے کا حکم دیا اس کا دل نکالا گیا تو وہ پتھر کی طرح سخت تھا جب اُسے زمین پر مارا جاتا تو وہ اس سے اُچھل جاتا جب اُسے چیرا گیا تو اس کے اندر گیند کی طرح ایک اور دل تھا اُسے چیرا گیا تو اس کے اندر سے خون کا ایک لوتھڑا نکلا۔

ابن القریہ

۸۲ھ میں حجاج نے ابن اشعث کے ساتھ جانے، اس کے خط لکھنے اور اس کی تقاریر تیار کرنے کی وجہ سے ابن القریہ کو قتل کر دیا ابن القریہ کو علم اور فصاحت و بلاغت میں ایک خاص مقام حاصل تھا ہم نے اس کے قتل کے واقعہ اور حجاج کے ساتھ اس کی گفتگو کو اپنی کتاب الاوسط میں بیان کیا ہے، اُسے باندھ کر تلوار کے ساتھ قتل کیا گیا تھا، بعض کہتے ہیں کہ حجاج نے اس کے پاس آکر اس کے سینے میں نیزہ مارا تھا جس سے وہ ڈھیر ہو گیا تھا۔

ابن القریہ کہتا تھا کہ لوگ تین قسم کے ہیں عاقل، احمق اور فاجر، عاقل کا دین اس کی شریعت، حلم اس کی طبیعت اور اچھی رائے اس کی خصلت ہوتی ہے اگر بولتا ہے تو ٹھیک بولتا ہے، بات کرتا ہے تو جواب دیتا ہے اور اگر علم کی بات سُنتا ہے تو اُسے یاد رکھتا ہے اور اگر فہم و فراست کی بات سُنتا ہے تو اُسے آگے بیان کرتا ہے جو احمق ہے وہ بات کرتا ہے تو جلد بازی سے کام لیتا ہے اور اگر اس کے پاس بات بیان کی جائے تو بھول جاتا ہے اور اگر اُسے بُری بات پر آمادہ کیا جائے تو آمادہ ہو جاتا ہے اور فاجر وہ ہے اگر تو اُسے امین بنائے تو وہ تجھ سے خیانت کرتا ہے اور اگر تو اس کی مصاحبت کرے تو وہ تجھ پر عیب لگاتا ہے اور اگر وہ کسی بات کو چھپائے تو چھپا نہیں سکتا اور اگر اُسے کوئی بات سکھائی جائے تو سیکھ نہیں سکتا۔ اور اگر بات کرتا ہے تو سچ نہیں بولتا اور اگر اُسے کوئی بات سمجھائی جائے تو اُسے سمجھ نہیں سکتا۔

لیلیٰ اخیلیہ اور حجاج

المدائنی نے بیان کیا ہے کہ حجاج اپنے ندیموں کے

سامنے خوش خلقی اور بشاشت کا اظہار نہیں کیا کرتا تھا مگر جس روز اس کے پاس لیلیٰ اخیلیہ آئی اس روز اس نے بشاشت کا اظہار کیا، حجاج نے اُسے کہا مجھے معلوم ہوا ہے کہ جب تو توبہ بن الحمیّر کی قبر سے گزری تو تُو نے اُس سے منہ پھیر لیا تھا؟ خدا کی قسم تو نے اس سے وفا نہیں کی اگر وہ تیری جگہ ہوتا اور تو اس کی جگہ ہوتی تو وہ تجھ سے اعراض نہ کرتا، اس نے جواب دیا اللہ تعالیٰ امیر کا بھلا کرے میں معذور تھی اس نے پوچھا تجھے کیا عذر تھا، اس نے جواب دیا میں نے اُسے یہ شعر کہتے سُنا ہے کہ ؎

"اگر لیلیٰ اخیلیہ مجھے اس وقت سلام کہتی جب میرے اُوپر پتھر اور چٹانیں پڑی ہوتیں تو میں اُسے خوشی سے سلام کہتا یا اُسے قبر کی جانب سے بولنے والے پرندے کی آواز آتی۔"

میرے ساتھ ایسی عورتیں تھیں جنھوں نے اس کے ان اشعار کو سُنا تھا تو میں نے اس کی تکذیب کو ناپسند کیا حجاج نے اس کی اس بات کی تحسین کی اور اس کی ضروریات کو پورا کیا اور خوب دل کھول کر اس سے باتیں کیں، اس دن سے زیادہ خوش اُسے کبھی نہیں دیکھا گیا۔

حماد الراویہ نے اس بات کو ایک اور طرح بیان کیا ہے وہ یہ کہ لیلیٰ کے خاوند نے جب کہ وہ رات کے وقت توبہ کی قبر کے پاس سے گذر رہے تھے۔ لیلیٰ کو یہ قسم دی کہ وہ اس کی قبر کے پاس جا کر اُسے سلام کہے اور اس کے ان اشعار کی تکذیب کرے جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے راوی کہتا ہے کہ اس نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا تو اس کے خاوند نے اُسے قسم دی اور وہ سواری سے اُتر کر اس کی قبر کے پاس آئی اور سفید بادلوں کی طرح اس کے آنسو اس کے سینے پر بہہ رہے تھے اس نے کہا اے توبہ السلام علیک ابھی اس کا سلام پورا نہیں ہوا تھا کہ قبر پھٹ گئی اور اس میں سے سفید کبوتری کی طرح ایک پرندہ نکلا تو اس نے اپنے سینے پر ہاتھ مارا اور مر گئی پس وہ اس کے کفن دفن میں لگ گئے اور اُسے توبہ کی قبر کے پہلو میں دفن کر دیا گیا۔

عربوں کی بعض عادات

ہم نے قبل ازیں اس کتاب میں الہام الصدیٰ اور الصفر کے متعلق عربوں کی بہت سی باتوں کا ذکر کیا ہے کہ عرب مرنے کو دفن کرنے کے بعد اس کی قبر کی ایک جانب اونٹنی کو باندھ دیتے تھے اس پر ایک عرق گیر

یا گدی ڈال دیتے تھے اور اس کا نام "البلیۃ" رکھتے تھے انہوں نے اس کی مثالیں بھی بیان کی ہیں جن کا ذکر ان کے خطباء نے اپنے خطبات میں کیا ہے وہ کہتے ہیں "البلایا علی الولایا" ان میں سے بعض دائیں طرف سے بائیں جانب گزرنے والے سے بری فال اور بائیں سے دائیں جانب گزرنے والے سے نیک فال لیتے تھے اور بعض اس کے برعکس بھی فال لیتے تھے نجدی دائیں سے بائیں گزرنے والے سے نیک فال لیتے ہیں اور اہل تہامہ اس کے اُلٹ کرتے ہیں۔ اس بارے میں ہم قبل ازیں عبید الراعی کا قول پیش کر چکے ہیں۔

حضرت علیؓ کا اپنے اصحاب کو سرزنش کرنا

المنقری نے ہم سے بیان کیا کہ ہمیں عبد العزیز بن الخطاب کوفی نے بتایا کہ ہمیں فضیل بن مرزوق نے بتایا وہ بیان کرتا ہے کہ جب بسر بن ارطاۃ کو یمن پر غلبہ حاصل ہو گیا ــــ اس سے پہلے وہ عبید اللہ بن عباس کے دونوں بیٹوں کے قبضہ میں تھا ــــ اور اہل مدینہ و مکہ اور یمن جو تھے سب تھے ــــ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ خطبہ کے لیے کھڑے ہوئے تو آپ نے حمد و ثناء الٰہی اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کے بعد فرمایا کہ بسر بن ارطاۃ یمن پر غالب آ گیا ہے اور خدا کی قسم میں اس قوم کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ تمہارے مقبوضہ علاقوں پر غالب آتی جا رہی ہے اور اس وجہ سے نہیں کہ وہ حق پر ہیں بلکہ وہ اپنے آقا کی اطاعت کرتے ہیں اور اس نے راست روی اختیار کرتے ہیں اور تم میری نافرمانی کرتے ہو وہ ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں اور تم ایک دوسرے کو بے یار و مددگار چھوڑ دیتے ہو، وہ اپنے شہروں کی اصلاح کرتے ہیں اور تم اپنے شہروں کو خراب کرتے ہو اے اہل کوفہ خدا کی قسم میں چاہتا ہوں کہ میں تم میں سے ہر ایک کو دس دس دینار کے بدلے فروخت کر دوں پھر آپ نے دونوں ہاتھ اُٹھا کر دُعا کی، اے اللہ میں ان سے اُکتا چکا ہوں اور یہ مجھ سے اُکتا چکے ہیں مجھے ان کے بدلے میں بُرا آدمی دے دے اے اللہ جلد ہی ان پر ثقفی جوان کو مسلّط کر دے جو دامن کو گھسیٹ کر چلنے والا اور بہت رکج رو ہے جو ان کی سبزی کو کھا جائے اور ان کی اُون کو پہن لے اور ان میں جاہلیت کے طریقے کے مطابق فیصلے کرے، نہ ان کی نیکی قبول کرے نہ ہی ان کی بُرائی سے درگزر کرے۔ راوی کہتا ہے کہ اس وقت تک حجاج پیدا نہیں ہوا تھا۔

حجاج کا نعمت کے متعلق سوال کرنا

ہمیں الجوہری نے سلیمان بن ابی الشیخ الواسطی سے، اس نے محمد بن یزید سے اس نے سفیان بن حسین سے بتایا وہ بیان کرتا ہے کہ حجاج نے الجوہری سے پوچھا کہ نعمت کیا چیز ہے؟ اس نے جواب دیا، امن، کیونکہ میں نے خوفزدہ آدمی کو دیکھا ہے کہ وہ زندگی سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کر سکتا حجاج نے کہا مجھے کچھ اور بتاؤ اس نے جواب دیا، صحت، کیونکہ میں نے بیمار کو دیکھا ہے کہ وہ بھی زندگی سے فائدہ حاصل نہیں کر سکتا، حجاج نے کہا کچھ مزید بتاؤ اس نے جواب دیا شباب، کیونکہ میں نے دیکھا ہے کہ بوڑھا آدمی بھی زندگی سے فائدہ حاصل نہیں کرتا، حجاج نے کہا، کچھ اور بتاؤ اس نے جواب دیا تونگری، کیونکہ میں نے محتاج کو دیکھا ہے کہ وہ بھی زندگی سے فائدہ حاصل نہیں کرتا حجاج نے کہا کچھ اور بتاؤ اس نے کہا میں اس بارے میں مزید کچھ نہیں کہہ سکتا۔

حجاج کی تقریر۔ جب لوگوں نے اس کی موت کی جھوٹی خبر اڑا دی۔

ہمیں الجوہری نے مسلم بن ابراہیم ابی عمرو الفراہیدی سے اس نے صلت بن دینار سے بتایا وہ کہتا ہے کہ حجاج بیمار ہو گیا تو اہل کوفہ نے اس کی موت کی جھوٹی خبر اڑا دی۔ جب وہ اپنی بیماری سے رو بصحت ہو گیا تو وہ اپنی بیساکھیوں پر جھک کر چلتے ہوئے منبر پر چڑھا اور اس نے کہا کہ اہل شقاق و نفاق کے نتھنوں میں شیطان نے پھونک ماری ہے کہ حجاج مر گیا ہے، حجاج مر گیا تو کیا ہوا خدا کی قسم میں موت کے بعد سب بھلائی کی امید رکھتا ہوں اور اللہ اپنی مخلوق میں سے کسی کو دنیا میں ہمیشہ رکھنے پر راضی نہیں ہوا مگر جس کو اس نے ذلیل کر دیا یعنی ابلیس خدا تعالٰی کے صالح بندے حضرت داؤد نے دعا کی کہ اے اللہ مجھے بخش دے اور مجھے ایسی حکومت عطا فرما کہ میرے بعد اس جیسی حکومت کسی کے پاس نہ ہو اور ایسے ہی ہوا پھر وہ فنا ہو گئے گویا کبھی تھے ہی نہیں۔ لوگو! تم سب ایک آدمی کی طرح ہو اور ہر زندہ مرنے والا ہے اور ہر تر خشک ہونے والا ہے اور ہر آدمی اپنے کپڑوں کے ساتھ اپنی قبر میں لے جایا جائے گا اور اس کے لیے تین ہاتھ لمبی اور دو ہاتھ چوڑی زمین کھودی جائے گی۔ زمین اس کے گوشت کو کھا جائے گی اور اس کے خون اور پیپ کو چوس لے گی اور دونوں حبیب (مال اور اولاد) واپس آ کر ایک دوسرے

سے حصہ لیں گے اس کا پیارا بیٹا اس کے پیارے مال سے حصہ لے گا اور جو لوگ جانتے ہیں وہ عنقریب میری بات کو سمجھ لیں گے۔ والسلام

حجاج کی دھمکی آمیز تقریر

المنقری نے ہمیں مسلم بن ابراہیم ابی عمرو الفراھیدی سے اس نے صلت بن دینار سے بتایا وہ بیان کرتا ہے کہ میں نے حجاج کو کہتے سُنا کہ (فاتقوا اللہ ما استطعتم) کہ تم مقدور بھر اللہ کا تقوےٰ اختیار کرو۔ یہ تقوےٰ اللہ تعالےٰ کے لیے ہے اور اس میں ایک بات کو دہرایا گیا ہے (واسمعوا و اطیعوا) اور سنو اور اطاعت کرو، اور یہ حکم عبداللہ خلیفۃ اللہ اور نجیب اللہ عبدالملک کے لیے ہے خدا کی قسم اگر عبدالملک لوگوں کو اس گھاٹی میں داخل ہونے کا حکم دے اور وہ کسی اور گھاٹی میں داخل ہو جائیں تو ان کا خون میرے لیے حلال ہو گا مجھے ان اہل حمراء کے بارے میں معذور سمجھا جائے ان میں سے ایک آدمی زمین کی طرف پتھر پھینکتا ہے اور کہتا ہے جہاں تک یہ پہنچے گا وہاں تک خدا کی کشائش ہو گی میں انہیں مٹے ہوئے نشان اور گزرے ہوئے کل کی طرح بنا دوں گا مجھے ہذیل کے غلام کے متعلق بھی معذور خیال کیا جائے جو قرآن پاک کو بدویوں کے رجز کی طرح پڑھتا ہے خدا کی قسم اگر وہ میرے ہتھے چڑھ گیا تو میں اُسے قتل کر دوں گا، یعنی عبداللہ بن مسعود کو اور مجھے سلیمان بن داؤد (علیہ السلام) کے متعلق بھی معذور سمجھا جائے انہوں نے اپنے رب سے کہا :- اے میرے رب مجھے بخش دے اور مجھے ایسی حکومت عطا فرما جس جیسی حکومت میرے بعد کسی کی نہ ہو، خدا کی قسم میں نے جہاں تک سمجھا ہے یہ حاسد اور بخیل بندے تھے۔"

حجاج اور عبداللہ بن ہانی

المنقری نے ہمیں عبید بن ابی السری سے اس نے محمد بن ہشام بن السائب سے اس نے اپنے باپ عبدالرحمن بن السائب سے بتایا وہ بیان کرتا ہے کہ ایک روز حجاج نے عبداللہ بن ہانی سے کہا (وہ یمن کے اود قبیلے کا آدمی تھا اور اپنی قوم کا سردار تھا وہ حجاج کے ساتھ تمام جنگوں میں شامل ہوا تھا اور بیت اللہ کو جلانے میں بھی اس کے ساتھ تھا اور اس کے متبعین و انصار میں سے تھا) خدا کی قسم ہم نے ابھی تک تمہیں بدلہ نہیں دیا۔ پھر اس نے اسماء بن خارجہ کی طرف آدمی بھیجا ــــ وہ فزارہ قبیلے کا آدمی تھا ــــ کہ تو اپنی بیٹی کی شادی عبداللہ بن ہانی

سے کر دے اس نے کہا خدا کی قسم ایسا نہیں ہوگا اور یہ کوئی عزت کی بات بھی نہیں، اس نے کوڑا منگوایا تو وہ کہنے لگا میں اس سے شادی کر دوں گا پس اس نے اس سے لڑکی کی شادی کر دی پھر اس نے سعید بن قیس الہمدانی رئیس الیمانیہ کی طرف پیغام بھیجا کہ اپنی بیٹی کی شادی عبداللہ بن ہانی سے کر دے اس نے کہا کیا وہ اود قبیلے سے ہے خدا کی قسم میں اس سے شادی نہیں کروں گا اور نہ اس میں کوئی عزت کی بات ہے حجاج نے کہا تلوار لاؤ، اس نے کہا مجھے چھوڑ دو تاکہ میں گھر والوں سے مشورہ کر لوں اس نے ان سے مشورہ کیا انہوں نے کہا اس سے شادی کر دے تاکہ یہ فاسق تجھے قتل نہ کرے تو اس نے اس سے شادی کر دی تو حجاج نے اُسے کہا اے عبداللہ میں نے تجھ سے بنی فزارہ کے سردار کی بیٹی اور ہمدان کے سردار اور کہلان کے عظیم آدمی کی بیٹی بیاہ دی ہے حالانکہ وہاں کوئی اود نہیں اس نے جواب دیا اللہ امیر کا بھلا کرے ایسا نہ کہو، ہمارے اندر کچھ خوبیاں ہیں جو کسی عرب میں موجود نہیں حجاج نے کہا وہ کونسی خوبیاں ہیں اس نے جواب دیا ہماری کسی مجلس میں کبھی امیر المومنین عثمان کو بُرا بھلا نہیں کہا گیا، حجاج نے کہا خدا کی قسم یہ ایک خوبی کی بات ہے اس نے کہا کہ صفین میں امیر المومنین معاویہ کے ساتھ ہمارے ستر آدمی حاضر ہوئے تھے اور ابوتراب کے ساتھ ہمارا صرف ایک آدمی شامل ہوا تھا اور خدا کی قسم جہاں تک مجھے علم ہے وہ بُرا آدمی تھا حجاج نے کہا خدا کی قسم یہ ایک خوبی کی بات ہے، اس نے کہا ہمارے کسی آدمی نے اس عورت سے شادی نہیں کی جو ابوتراب سے محبت اور دوستی رکھتی ہو، حجاج نے کہا خدا کی قسم یہ ایک خوبی کی بات ہے اس نے کہا اور ہم میں سے ہر شخص کی بیوی نے یہ نذر مانی تھی کہ اگر حسین قتل ہو گئے تو وہ اس خوشی میں بکری یا اونٹ کے دس بچے ذبح کرے گی اور ہر عورت نے ایسا ہی کیا حجاج نے کہا خدا کی قسم یہ ایک خوبی کی بات ہے اس نے کہا ہمارے جس آدمی کے سامنے کبھی یہ بات پیش کی گئی کہ ابوتراب کو سب و شتم کرو اور اس پر لعنت ڈالو، اس نے ایسا ہی کیا، اور میں تمہیں مزید بتاتا ہوں کہ ابوتراب کے دونوں بیٹوں حسنؑ اور حسینؑ اور ان کی والدہ حضرت فاطمہؓ پر بھی لعنت ڈالی جاتی ہے۔ حجاج نے کہا خدا کی قسم یہ ایک خوبی کی بات ہے اس نے کہا کہ ہمیں جو صباحت و ملاحت حاصل ہے کسی عرب کو حاصل نہیں اور ہنس پڑا۔ کیونکہ وہ سخت سیاہ فام، چیچک میں مبتلا، فربہ،

لٹکے ہوئے ہونٹوں والا، بھینگا، بدصورت اور کریہہ المنظر تھا۔

حجاج اور شعبی

المنقری نے جعفر بن عمر الحرصی سے اور اس نے مجدی بن رجاء سے بیان کیا ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے عمران بن مسلم بن ابی بکرۃ العذلی کو کہتے سُنا وہ کہتا تھا کہ میں نے شعبی کو کہتے سُنا کہ مجھے باندھ کر حجاج کے پاس لایا گیا جب میں اس کی ملاقات کو گیا تو یزید بن مسلم مجھے ملا اور کہنے لگا اے شعبی تیرے دونوں پہلوؤں میں جو علم ہے اس پر انا للہ، آج سفارش کا دن نہیں، امیر کے سامنے اپنے بارے میں شرک و نفاق پر قائم ہونے کی بات کر اس طرح تو اس سے نجات پانے کا استحقاق رکھے گا جب میں اس کی ملاقات کو گیا تو محمد بن الحجاج مجھے ملا اس نے مجھے یزید جیسی بات کہی اور جب میں حجاج کے سامنے کھڑا ہوا تو اس نے کہا اے شعبی تو بھی ان لوگوں میں شامل تھا جنھوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی اور حملے کیے ہیں؟ میں نے کہا ہاں، اللہ تعالیٰ امیر کا بھلا کرے ہمارے بیٹھنے کی جگہ سخت بنا دی گئی تھی اور ہمارا صحن قحط زدہ کر دیا گیا تھا راستہ تنگ ہو گیا تھا اور ہم نے بے خوابی کا سُرمہ لگایا اور خوف کا ٹاٹ بنایا اور ہم فتنہ میں پڑ گئے حالانکہ ہم اس میں نیک اور متقی نہ تھے نہ ہی فاجر اور قوی تھے حجاج نے کہا اس نے سچ کہا ہے خدا کی قسم انہوں نے ہمارے خلاف بغاوت کر کے نیکی نہیں کی اور نہ ہی فجور کر کے قوی ہوئے ہیں۔ اسے چھوڑ دو، شعبی بیان کرتا ہے پھر وہ فرائض کا محتاج ہوا تو اس نے کہا تم بہن، ماں اور دادے کے متعلق کیا کہتے ہو میں نے جواب دیا اس بارے میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پانچ صحابہ نے اختلاف کیا ہے عبداللہؓ، زیدؓ، عثمانؓ، علیؓ اور ابن عباسؓ نے، حجاج نے کہا اس بارے میں ابن عباسؓ نے کیا کہا ہے اور وہ متقی آدمی تھا؟ میں نے جواب دیا اس نے دادے کو باپ قرار دیا ہے اور ماں کو تیسرا حصّہ دیا ہے اور بہن کو کچھ نہیں دیا، حجاج نے کہا عبداللہ نے اس بارے میں کیا کہا ہے؟ میں نے جواب دیا اس نے اسے چھ حصوں میں تقسیم کیا ہے بہن کو نصف دیا ہے اور ماں کو چھٹا حصّہ دیا ہے اور دادے کو تیسرا حصہ دیا ہے، حجاج نے کہا اس بارے میں زید نے کیا کہا ہے؟ میں نے کہا اس نے اسے نو حصوں میں تقسیم کیا ہے ماں کو تین حصّے بہن کو دو حصّے اور دادے کو چار حصّے دیے ہیں، حجاج نے کہا اس بارے میں امیر المومنین عثمانؓ نے کیا کہا ہے؟ میں نے جواب دیا انہوں نے اسے

تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ حجاج نے کہا اور اس بارے میں ابو تراب نے کیا کہا ہے میں نے کہا اس نے اسے چھ حصوں میں تقسیم کیا ہے بہن کو نصف حصہ، ماں کو تیسرا حصہ اور دادے کو چھٹا حصہ دیا ہے۔ راوی بیان کرتا ہے کہ اس نے اپنا ہاتھ ناک پر مارا اور کہا کہ وہ ایسا آدمی ہے کہ اس کی بات کو چھوڑا نہیں جا سکتا پھر قاضی سے کہنے لگا کہ امیر المومنین عثمان کے مذہب کے مطابق حکم دے دو۔

حجاج کا ارادۂ حج

المنقری نے ابی عبد الرحمن عقبی سے اور اس نے اپنے باپ سے ہمیں بتایا کہ حجاج نے حج کا ارادہ کیا تو لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے کہا اے اہل عراق! میں نے تم پر محمد کو عامل مقرر کیا ہے اُسے تم میں کوئی دلچسپی نہیں اور تم بھی اُسے اس کا اہل نہیں سمجھتے اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے انصار کے بارے میں جو وصیت کی تھی میں نے اس کے برخلاف اُسے وصیت کی ہے آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ ان کے محسن کی بات کو قبول کیا جائے اور ان کے خطا کار سے درگزر کیا جائے اور میں نے اُسے وصیت کی ہے کہ وہ نہ تمہارے محسن کی بات کو قبول کرے اور نہ تمہارے خطا کار سے درگزر کرے اور مجھے علم ہے کہ جب میں تم کو چھوڑ کر چلا جاتا ہوں تو تم کہتے ہو کہ اللہ تعالےٰ نے اس کو اچھے ساتھی نہیں دیے اور اس کے متعلق جلد بازی کرنے سے تمہیں فراق کے سوا کسی بات نے نہیں روکا اور میں تمہیں اس کا فوری جواب دیتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ نے تمہیں اچھی خلافت نہیں دی۔ پھر وہ منبر سے نیچے اُتر آیا۔

عبید اللہ بن ابی مخارق کا ایک کام کی ذمہ داری لینا اور مشورہ کرنا

العتبی نے عبد الغنی بن محمد بن جعفر سے اس نے الہیثم بن عدی سے اور اس نے ابو عبد الرحمن الکنانی سے اور اس نے ابن عباس الہمدانی سے اور اس نے عبید اللہ بن ابی مخارق سے ہمیں بتایا کہ حجاج نے مجھے فلوجہ پر عامل مقرر کیا۔ میں نے پوچھا کیا یہاں کوئی ایسا رئیس ہے جس سے مشورہ لیا جائے، انہوں نے کہا جمیل بن صہیب ہے میں نے اس کی طرف پیغام بھیجا تو میرے پاس ایک بہت عمر رسیدہ آدمی آیا جس کے دونوں ابرو اس کی دونوں آنکھوں پر گرے ہوئے تھے اس نے کہا میں ایک بوڑھا آدمی ہوں اور تم نے مجھے تکلیف دی

ہے میں نے کہا میں آپ سے امن و برکت اور مشورہ حاصل کرنا چاہتا ہوں اس نے اپنے دونوں دربانوں کو حکم دیا تو انہوں نے ریشم کا ایک پردہ لگا دیا، اس نے کہا آپ کو کیا کام ہے؟ میں نے جواب دیا کہ حجاج نے مجھے فلوجہ پر عامل مقرر کیا ہے اور وہ ایسا آدمی ہے جس کے شر سے امن میں نہیں رہا جا سکتا آپ مجھے اس بارے میں کوئی مشورہ دیں اس نے کہا تجھے حجاج کی رضا، بیت المال کی رضا اور اپنے نفس کی رضا میں سے کونسی چیز زیادہ پسند ہے؟ میں نے کہا میں چاہتا ہوں کہ میں ان سب کو راضی کروں میں حجاج سے ڈرتا ہوں کیونکہ وہ بہت سخت اور حد سے تجاوز کر جانے والا آدمی ہے اس نے کہا میری چار باتوں کو یاد رکھ اپنے دروازے کو کھول دے کوئی تیرا دربان نہ ہو اور جو آدمی تیرے پاس آئے اُسے تیری ملاقات کا یقین ہو تیرے عمال تجھ سے ڈرنے کے زیادہ حق دار ہیں اور اپنے کارکنان سے لمبی نشست کر، کیونکہ جو عامل لمبی نشست کرتا ہے اس کے مقام سے خوف محسوس کیا جاتا ہے، اور لوگوں کے درمیان تیرے حکم مختلف نہیں ہونے چاہئیں بلکہ شریف اور کمینے کے لیے تیرا حکم ایک ہی ہو اور تیرے کسی کارکن کو تجھ سے کوئی طمع نہ ہو اور اپنے کارکنوں سے کوئی تحفہ قبول نہ کر کیونکہ تحفہ دینے والا، دوگنے بدلہ کے بغیر راضی نہیں ہوتا پھر اس میں اور بھی بڑی باتیں بھی پائی جاتی ہیں لوگوں کی گدیوں کے درمیان سے لے کر ان کی دُموں کی جڑ تک ان کی کھال اُتار دے تو وہ تجھ سے راضی رہیں گے اور حجاج تیرے خلاف کچھ نہ کر سکے گا۔

المنقری نے یوسف بن موسےٰ القطان سے، اس نے جریر سے، اس نے مغیرہ سے اس نے ربیع بن خالد سے بیان کیا وہ کہتا ہے کہ میں نے حجاج کو منبر پر بیان کرتے سُنا کہ کیا تم میں سے کسی کو اپنے گھر کا جانشین زیادہ اچھا لگتا ہے یا اپنا ایلچی جو تمہارے کام کو گیا ہوا ہو، تو میں نے کہا خدا کی قسم میں تمہارے پیچھے کبھی نماز نہیں پڑھوں گا اور اگر میں نے کسی قوم کو تم سے جنگ کرتے دیکھا تو میں ان کے ساتھ مل کر تجھ سے جنگ کروں گا وہ دیر الجماجم میں لڑتا ہوا قتل ہو گیا۔

غضبان بن قبعثری

المنقری نے العتبی سے اور اس نے اپنے باپ سے بیان کیا ہے حجاج نے غضبان بن قبعثری کو، ابن الاشعث کے الگ ہو جانے کے بعد اس کی خبر لانے کو بھیجا وہ اس کے پاس سے روانہ ہو کر بلاد کرمان میں

پہنچا تو خیمہ لگا کر اس میں فروکش ہو گیا اچانک اس نے دیکھا کہ ایک بدو نے آکر اُسے السلام علیک کہا، غضبان نے کہا۔ یہ بار بار دہرائی جانے والی بات ہے، بدو نے اُسے کہا تو کہاں سے آیا ہے میں نے جواب دیا اپنے پیچھے سے، اس نے کہا کہاں جانا چاہتے ہو، میں نے جواب دیا اپنے آگے، اس نے کہا کیسے آئے ہو میں نے کہا اپنے گھوڑے پر آیا ہوں اس نے کہا کس چیز میں آئے ہو، میں نے کہا اپنے کپڑوں میں آیا ہوں اس نے کہا کیا تم مجھے اپنے قریب آنے کی اجازت دیتے ہو، میں نے کہا تمہارے پیچھے تمہارے لیے بڑی وسیع جگہ ہے اس نے کہا خدا کی قسم مجھے تمہارے کھانے پینے کی ضرورت نہیں میں نے کہا تو مجھے یہ طعنہ نہ دے خدا کی قسم تو ان دونوں چیزوں کو نہ چکھے گا اس نے کہا، میں جو کچھ دیکھ رہا ہوں کیا یہی کچھ تمہارے پاس ہے، میں نے کہا میرے پاس ایک سخت درخت کا ڈنڈا ہے جسے میں تیرے سر پر ماروں گا اس نے کہا گرمی نے میرے پاؤں کو جلا دیا ہے میں نے کہا ان پر پیشاب کر دو ٹھنڈے ہو جائیں گے اس نے کہا میرا یہ گھوڑا کیسا ہے؟ میں نے کہا میں اس کو دوسرے بُرے گھوڑے سے اچھا سمجھتا ہوں اور دوسرے کو اس سے زیادہ چست سمجھتا ہوں اس نے کہا مجھے بھی اس کا پتہ ہے میں نے کہا اگر تو جانتا ہوتا تو مجھ سے دریافت نہ کرتا اس کے بعد بدو اُسے چھوڑ کر چلا گیا پھر وہ عبدالرحمٰن بن اشعث کے پاس گیا تو اس نے کہا اے غضبان تیرے پیچھے کیا ہے، اس نے کہا، شر، اور قبل اس کے کہ حجاج تجھے ہلاک کرے اُسے ہلاک کر دو پھر اس نے منبر پر چڑھ کر حجاج کے معائب پر تقریر کی اور اس سے بیزاری کا اظہار کیا اور ابن اشعث کے ساتھ اس کی حکومت میں شامل ہو گیا ابھی تھوڑا عرصہ ہی ہوا تھا کہ ابن اشعث قید ہو گیا اور غضبان کو بھی اسیروں کے ساتھ پکڑ لیا گیا جب اُسے حجاج کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے کہا ———— اے غضبان تو نے بلادِ کرمان کو کیسے پایا اس نے کہا اللہ تعالیٰ امیر کا بھلا کرے، کرمان ایسا ملک ہے جس کا پانی کم پھل، ادنیٰ قسم کی کھجور، چور، دلیر اور گھوڑے کمزور ہیں اور اگر وہاں فوج زیادہ ہو جائے تو بھوکی رہے اور کم ہو جائے تو ضائع ہو جائے، اس نے کہا کیا تو ہی وہ شخص نہیں جس نے یہ خبیث بات کہی تھی کہ قبل اس کے کہ

حجاج تجھے ہلاک کرے اُسے ہلاک کردو" اس نے کہا اللہ تعالیٰ امیر کا بھلا کرے جس شخص کو یہ بات کہی گئی تھی اس کو اس نے فائدہ نہیں دیا اور جس کے بارے میں کہی گئی ہے اسے اس نے نقصان نہیں دیا، اس نے کہا میں مخالف اطراف سے تیرے ہاتھ اور پاؤں کاٹوں گا اور پھر تجھے صلیب دوں گا اس نے کہا اللہ امیر کا بھلا کرے میں اسے ایسا کرتے نہیں پاتا پس حجاج کے حکم سے اسے بیڑیاں ڈال کر قید خانے میں ڈال دیا گیا، حجاج کے قصر واسط بنانے تک یہ وہیں رہا، جب اس کی تعمیر مکمل ہو گئی تو وہ اس کے صحن میں بیٹھا اور کہنے لگا تم میرے اس گنبد کو کیسا پاتے ہو، لوگوں نے کہا تجھ سے پہلے اس جیسا گنبد کسی کے لیے نہیں بنایا گیا اس نے کہا اس کے باوجود اس میں ایک عیب ہے کیا تم میں کوئی شخص ہے جو مجھے اس کے متعلق اطلاع دے؟ انہوں نے کہا قسم بخدا ہم تو اس میں کوئی عیب نہیں دیکھتے تو اس نے غضبان کو حاضر کرنے کا حکم دیا اُسے پابجولاں لایا گیا جب وہ حجاج کے سامنے پیش ہوا تو حجاج نے اُسے کہا اے غضبان میں تجھے فربہ محسوس کرتا ہوں اس نے کہا اے امیر قید و آسودگی نے مجھے فربہ کر دیا ہے اور جو امیر کا مہمان ہو وہ فربہ ہو ہی جاتا ہے اس نے پوچھا تم نے میرے گنبد کو کیسا پایا ہے اس نے کہا اس جیسا گنبد کسی کے لیے تعمیر نہیں کیا گیا مگر اس میں ایک عیب ہے اور اگر امیر مجھے امان دیں تو میں ان لوگوں کو اس کے متعلق بتاؤں، اس نے کہا ہم نے امان دی، اس نے کہا تو نے اسے اپنے شہر کے علاوہ کسی دوسرے شہر میں کسی اور کے بیٹوں کے لیے بنایا ہے جس سے نہ تو لطف اندوز ہوتا ہے اور نہ آسودگی حاصل کرتا ہے اور جو اس کی لذیذ اور مزے دار چیزوں سے لطف اندوز نہیں ہوتا اُسے نے کیا ہے، اس نے کہا اسے واپس لے جاؤ یہی وہ خبیث بات کہنے والا ہے، اس نے کہا اللہ تعالیٰ امیر کا بھلا کرے بیڑیوں نے میرا گوشت کھا لیا ہے اور میری ہڈیوں کو چھیل دیا ہے اس نے کہا اسے اُٹھا کر لے جاؤ جب لوگوں نے اُسے اُٹھایا تو وہ کہنے لگا۔ سبحان الذی سخرلنا ھذا وما کنا لہ مقرنین[۱] "پاک ہے وہ ذات جس نے ہمارے لیے اس کو مسخر کر دیا ہے حالانکہ ہم اس کی قدرت نہیں رکھتے تھے"

---

[۱] یہ دُعا سواری پر چڑھتے اور اُترتے وقت پڑھی جاتی ہے۔

اس نے کہا اسے اتار دو اور جب وہ زمین پر بیٹھ گیا تو کہنے لگا اللّٰھم انزلنی منزلاً مبارکاً وانت خیر المنزلین "اے اللہ مجھے مبارک جگہ اتارنا اور تو بہترین اتارنے والا ہے" اس نے کہا اسے گھسیٹو اور جب انہوں نے اُسے گھسیٹا تو وہ کہنے لگا۔

بسم اللہ مجریہا و مرسٰہا ان ربی لغفور رحیم۔ "اللہ ہی کے نام کے ساتھ اس کا چلنا اور ٹھہرنا ہے بے شک میرا رب بہت بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے" اس نے کہا اسے آزاد کر دو۔

المنقری نے عبداللہ بن محمد بن حفصی تمیمی سے اور اس نے حسین بن عیسیٰ حنفی سے بیان کیا ہے کہ جب بشر بن مروان ہلاک ہو گیا اور حجاج کو عراق کا والی بنایا گیا اور عراقیوں کو یہ اطلاع ملی تو غضبان بن قبعثری شیبانی نے کوفہ کی جامع مسجد میں کھڑے ہو کر تقریر کی اور حمد و ثنائے الٰہی کے بعد کہا، اے عراقیو اور کوفیو، عبدالملک نے تم پر وہ حاکم مقرر کیا ہے جو نہ تمہارے محسن کی بات قبول کرے گا اور نہ تمہارے خطاکار سے درگذر کرے گا وہ ظالم اور غاصب حجاج ہے، آگاہ رہو مصعب کی مدد نہ کرنے اور اُسے قتل کرنے کی وجہ سے عبدالملک کے ہاں تمہارا مقام ہے اس خبیث کو راستے میں ہی مل کر قتل کر دو یہ بات تمہاری علیحدگی متصور نہ ہو گی، اور جب وہ تمہارے منبر اور تمہارے تخت اور تمہارے قصرِ امارت کے صحن میں آ بیٹھا اور تم نے اُسے قتل کیا تو یہ بات تمہاری علیحدگی متصوّر ہو گی، پس میری بات مانو اور قبل اس کے کہ وہ تمہیں ہلاک کرے تم اُسے ہلاک کر دو، اہل کوفہ نے اُسے کہا اے غضبان تو بُزدل ہو گیا ہے ہم اس کی روش کو دیکھتے ہیں اگر ہم نے کوئی بُری بات دیکھی تو ہم اُسے بدل دیں گے اس نے کہا عنقریب تمہیں پتہ چل جائے گا۔

جب حجاج کوفہ میں آیا اور اُسے غضبان کی بات کی اطلاع ملی تو اس نے اُسے قید کرنے کا حکم دے دیا وہ تین سال اس کی قید میں رہا یہاں تک کہ حجاج کے پاس عبدالملک کا خط آیا جس میں اس نے حکم دیا تھا کہ اس کے پاس تیس لونڈیاں بھیج دی جائیں جن

۱؎/۲؎ یہ ادعیہ سواری پر چڑھتے اور اُترتے وقت پڑھی جاتی ہیں۔

ہیں دس نجیبہ اور دس قعد النکاح اور دس ذوات الاحلام ہوں - جب اس نے خط پر غور کیا تو وہ لونڈیوں کے اوصاف کو نہ سمجھ سکا اس نے یہ خط اپنے دوستوں کو دکھایا تو وہ بھی اسے نہ سمجھ سکے ان میں سے ایک نے کہا اس خط کو وہ آدمی سمجھ سکتا ہے جو ابتداءً دیہاتی ہو کیونکہ اُسے دیہات والوں کے متعلق واقفیت ہوتی ہے پھر اس نے جنگ کی ہو تو اُسے جنگ کرنے والوں سے واقفیت ہوتی ہے پھر اس نے شراب پی ہو تو وہ شرابیوں کا سا بکواس کرتا ہے حجاج نے کہا ایسا آدمی کہاں ہے اُسے بتایا گیا کہ تیری قید میں ایسا آدمی موجود ہے اس نے کہا وہ کون ہے، بتایا گیا کہ غضبان شیبانی اس نے اُسے بُلایا جب وہ اس کے سامنے کھڑا ہوا تو حجاج نے کہا تو وہ شخص ہے جس نے کوفیوں سے کہا تھا کہ قبل اس کے کہ میں انہیں ہلاک کروں وہ مجھے ہلاک کر دیں، اس نے کہا اللہ امیر کا بھلا کرے اس بات نے نہ کہنے والے کو فائدہ دیا ہے اور نہ اُسے نقصان پہنچایا ہے جس کے متعلق کہی گئی ہے، اس نے کہا مجھے امیر المومنین نے ایک خط لکھا ہے میں اس کے مضمون کو نہیں سمجھ سکا کیا تو اُسے سمجھ سکتا ہے اس نے کہا مجھے پڑھ کر سناؤ خط پڑھ کر سُنایا گیا تو اس نے کہا یہ خط بڑا واضح ہے حجاج نے کہا وہ کیسے؟ اس نے کہا عورتوں میں نجیبہ وہ ہوتی ہے جس کی کھوپڑی بڑی ہو اور گردن لمبی ہو اور اس کے دونوں کندھوں اور دونوں پستانوں کے درمیان فاصلہ ہو اس کی ہتھیلی بڑی ہو اور گھٹنا موٹا ہو، اس قسم کی عورت جب بچہ جنتی ہے تو وہ حملہ آور شیر کی طرح ہوتا ہے اور قعد النکاح وہ ہوتی ہیں جن کے سرین بڑے ہوں اور پستان ڈھلکے ہوئے ہوں اور بہت گوشت والی ہوں یہ ایک دوسرے کے قریب ہوتی ہیں اور خواہش کو پورا کرتی ہیں اور پیاسے کو سیراب کرتی ہیں اور ذوات الاحلام سے مراد پینتیس سال سے چالیس سال کی عورتیں ہیں - یہ عورتیں آدمی کو اس طرح چوس لیتی ہیں جیسے دودھ دوہنے والا اُونٹنی کو دوھ لیتا ہے، اس کے ہر بال، ناخن اور رگ کو نچوڑ لیتی ہیں حجاج نے کہا مجھے بُری عورت کے متعلق بتاؤ، اس نے کہا اللہ تعالیٰ امیر کا بھلا کرے عورتوں میں بُری عورت وہ ہوتی ہے جس کی گردن چھوٹی ہو، پتلے گھٹنے والی ہو اور جلد چھلانگ لگاتی ہو اور قبیلے کی عورتوں کے درمیان اچھی عورت وہ ہے جب وہ ناراض ہو تو اس کے لیے سو عورت ناراض ہو جائے اور جب کسی بات کو سُنے تو کہے نہیں خدا کی قسم میں اس وقت تک باز نہیں آؤں گی جب تک میں اسے اس کی جگہ پر نہ ٹکا دوں اور جس

کے پیٹ میں بچی ہو اور اس کے بعد پھر بچی ہو اور اس کی گود میں بھی بچی ہو، حجاج نے کہا اس پر اللہ کی لعنت ہو پھر اس نے کہا تیرا بُرا ہو مجھے بہترین عورت کے متعلق بتاؤ اس نے کہا بہترین عورت وہ ہے جو سرو قد ہو اور زمین سے بہت کچھ حاصل کرنے والی ہو، بہت محبت کرنے والی اور بہت بچے دینے والی ہو جس کے پیٹ میں بچہ ہو اور گود میں بھی بچہ ہو اور اس کے پیچھے بھی بچہ ہو، حجاج نے کہا مجھے بُرے آدمی کے متعلق بتاؤ اس نے کہا بُرا آدمی وہ ہے جو سیدھے بالوں والا، میل جول رکھنے والا اور قبیلے کی عورتوں میں قابل تعریف ہو جب ان میں سے کسی عورت کا ڈول کنوئیں میں گر جائے تو وہ کنوئیں میں اُتر کر اُسے نکال دے اور وہ اُسے بھلائی کی دُعا دیں یا کہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں کو بُرائی سے بچائے۔

حجاج نے کہا اس پر اللہ کی لعنت ہو پھر حجاج نے کہا مجھے بہترین آدمی کے متعلق بتاؤ اس نے کہا بہترین آدمی وہ ہے جس کے متعلق شماخ تغلبی کہتا ہے ؎

"وہ نوجوان ادنیٰ معیشت سے راضی نہیں ہوتا اور نہ ہی قبیلے کے گھروں میں داخل ہوتا ہے، وہ نوجوان چادر کو بھرتا ہے اور اپنے نیزے کو سیراب کرتا ہے اور آہن غرق بہادر کے سر پر ضرب لگاتا ہے۔"

حجاج نے کہا بس کافی ہے ہم نے کتنا عرصہ تیرے عطیہ کو روکا ہے اس نے کہا تین سال، اس نے اُسے تین سال کا عطیہ دینے کا حکم دیا اور اُسے آزاد کر دیا۔

کوفہ اور بصرہ کی تعریف

المنقری نے محمد بن ابی السری سے اس نے ابن ہشام بن محمد بن السائب سے اور اس نے ابو عبداللہ نخعی سے سے بیان کیا کہ جب حجاج دیر الجماجم کے معرکوں سے فارغ ہوا تو کوفہ اور بصرہ کے اشراف کے ساتھ عبدالملک کو ملنے کے لیے گیا وہ عبدالملک کے پاس ہی تھے کہ ایک روز شہروں کا تذکرہ شروع ہو گیا، محمد بن عمیر عطارد نے کہا اللہ تعالیٰ امیر کا بھلا کرے کہ سرزمین کوفہ، بصرہ سے اُونچی ہے اس کی گرمی اور گہرائی بھی زیادہ ہے اور شام سے نشیب میں ہے اور اس کی نسبت یہاں بیماری اور ٹھنڈک بھی کم ہے اس کے قریب دریائے فرات ہے جس کا پانی شیریں اور پھل لذیذ ہیں، خالد بن صفوان اہتمی نے کہا اللہ تعالیٰ امیر کا بھلا کرے ہم ان سے بڑے صحراؤں والے اور رات کو تیز چلنے والے

اور قند اور ہاتھی دانت اور ساکھو کے درختوں والے ہیں ہمارا پانی صاف ہے اور ہماری نیکی عفو ہے، ہمارے ہاں صرف سردار پیچھے سے ہانکنے والے اور کائیں کائیں کرنے والے ہی پیدا ہوتے ہیں، حجاج نے کہا اللہ تعالےٰ امیر المومنین کا بھلا کرے میں دونوں شہروں سے واقفیت رکھتا ہوں اور میں نے ان دونوں کو خوب پامال کیا ہے، اس نے اُسے کہا تو ہمارا مصدق ہے تو جو کہنا چاہتا ہے کہہ، اس نے کہا کہ بصرہ تو ایک ایسی بوڑھی عورت کی طرح ہے جس کے بال سیاہ اور سفید ہوں اور وہ بدبودار اور گندہ دہن ہو اور اس کے پاس تمام زیورات اور زیب و زینت کا سامان ہو، اور کوفہ ایک نوجوان خوب صورت عورت کی طرح ہے جس کے پاس نہ زیور ہے نہ سامانِ زیب و زینت، عبد الملک نے کہا میں کوفہ کو بصرہ پر ترجیح دیتا ہوں۔

حجاج کا دنیا کی تعریف کرنا

المنقری نے عمرو بن الحباب الباہلی سے اور اس نے اسماعیل بن خالد سے بیان کیا کہ میں نے شعبی کو کہتے سُنا وہ بیان کرتا ہے کہ میں نے حجاج کو ایسی باتیں کرتے سُنا کہ اس سے قبل کسی نے اس قسم کی بات نہیں کی، میں نے اُسے کہتے سُنا کہ امابعد، اللہ تعالےٰ نے دُنیا پر فنا کو اور آخرت پر بقا کو فرض کر دیا ہے پس اس کے لیے فنا نہیں جس کے لیے اس نے بقا فرض کر دی ہے اور جس پر اس نے فنا فرض کر دی ہے اس کے لیے بقا نہیں پس تمہیں دُنیا کی موجود چیزیں آخرت کی پوشیدہ چیزوں کے بارے میں دھوکا نہ دیں، اُمیدوں کی طوالت عمر کی مدت کو کم کر دیتی ہے۔

مہلب کا ایلچی حجاج کے پاس

المنقری نے سہل بن تمام بن بزیغ[1] سے، اس نے عباد بن حبیب بن مہلب سے اور اس نے اپنے باپ سے بیان کیا کہ جب مہلب نے عبد ربہ بن الصعتر کو کرمان میں قتل کیا تو کہا کہ میرے پاس ایک ایسا آدمی لاؤ جو صاحب عقل و معرفت و بیان ہو تا کہ میں اُسے حجاج کے پاس ان لوگوں کے سروں کے ساتھ بھیجوں جنہیں ہم نے قتل کیا ہے انہوں نے اُسے بشر بن مالک الجرشی کے متعلق بتایا جب وہ حجاج کے پاس آیا، تو اس نے

---

[1] ایک نسخہ میں سہل بن تمام بن بدیع ہے۔

پوچھا تیرا نام کیا ہے اس نے جواب دیا بشر بن مالک الجرشی، اس نے پوچھا تو نے مہلب کو کیسے چھوڑا اس نے جواب دیا میں نے اُسے اچھے حال میں چھوڑا ہے اس نے اپنی آرزو کو حاصل کر لیا ہے اور جس سے وہ خائف تھا اس سے امن میں آگیا ہے اس نے پوچھا قطری تم سے کیسے بچ گیا اس نے جواب دیا، جیسے ہم نے اس کے متعلق تدبیر کی تو اس نے ہمارے متعلق تدبیر کی، اس نے پوچھا کیا تم نے اُسے تلاش نہیں کیا اس نے جواب دیا وہ شکست خوردہ تھا اور شکست کی نسبت سنجیدگی اختیار کرنا ہمارے لیے زیادہ اہم تھا اس نے کہا بنو مہلب کیسے تھے اس نے کہا وہ امن میں ہوں تو شب خون کے دشمن ہیں اور گھر پہنچنے تک مشعل بردار ہیں اس نے کہا ٹھیک ہے اور ان میں سے افضل کون ہے اس نے جواب دیا یہ بات ان کے باپ سے دریافت کیجیے وہ جس کے سپرد کام کرے وہ اُسے کر گزرتا ہے، اس نے کہا مجھے بتاؤ انہیں عقل کہاں سے آئی ہے اس نے کہا گول چیز کو اپنے کنارے کا پتہ نہیں ہوتا اس نے کہا مہلب کے بیٹوں کو اپنے باپ سے کیا نسبت ہے اس نے جواب دیا مہلب کو ان پر اسی قسم کی فضیلت حاصل ہے جیسے ان کو دوسرے لوگوں پر ہے اس نے پوچھا فوج کا کیا حال تھا اس نے جواب دیا خدا تعالیٰ نے ان کو راضی کر دیا تھا اور فضل نے ان کو سیر کر دیا تھا اور وہ ایک ایسے والی کے ساتھ ہیں جو ان سے نفیر کی طرح لڑتا بادشاہوں کی طرح چلاتا اور اولاد کی طرح سلوک کرتا ہے اور وہ اس سے والد کی طرح محبت کرتے ہیں اس نے پوچھا میرے خیال میں تو تیاری کر کے آیا ہے؟ اس نے جواب دیا اللہ تعالیٰ کے سوا غیب کو کوئی نہیں جانتا، راوی بیان کرتا ہے کہ پھر حجاج نے عنبسہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا یہ طبعی کلام ہے مصنوعی کلام نہیں۔

حجاج اور جریر بن الخطفی

حجاج نے جریر بن الخطفی کو گرفتار کر لیا اور اُسے قتل کر دینا چاہا پس اس کی قوم مضر کے لوگ حجاج کے پاس گئے اور انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ امیر کا بھلا کرے یہ شخص مضر کی زبان اور اس کا شاعر ہے اسے ہمیں دے دیجیے تو اس نے جریر کو انہیں دے دیا، حجاج کی بیوی ہند بنت اسماء نے حجاج سے کہا کیا آپ جریر کو اجازت دیتے ہیں کہ وہ ایک روز میرے پاس آئے اور میں پس پردہ بیٹھ کر اس سے اشعار کی فرمائش کروں اس نے کہا ہاں

اس نے اپنی بیوی کے لیے ایک نشست گاہ تیار کرنے کا حکم دیا جب وہ جگہ تیار ہو گئی تو وہ اس کے پاس آیا وہ اس کی باتوں کو سن سکتا تھا مگر اُسے دیکھ نہ سکتا تھا اس نے کہا ابن الخطفی تم نے جو عورتوں کی تشبیب کہی ہے وہ مجھے سناؤ اس نے کہا، میں نے کبھی کسی عورت کی تشبیب نہیں کہی اور میرے نزدیک اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے عورتوں سے بڑی چیز کوئی نہیں اس نے کہا اے دشمن خدا کیا یہ تیرا قول نہیں ؎

"اور دلوں کو شکار کرنے والی، رات کو تیرے پاس آئی اور وہ ملاقات کا وقت نہ تھا پس سلام کہہ کر چلی جا اور اس کے سفید دانتوں پر مسواک یوں چلتی ہے گویا وہ بادلوں سے گرنے والے ہیں اور اگر تو اس بات کے کہنے میں سچی ہے جو تو نے نہیں بتائی ہے تو تو وہاں پر پراگندہ بالوں کے بغیر پہنچتی، اور غم جسم میں سرایت کر گئے ہیں اور انہوں نے جلگتے رات بسر کی ہے اور غم خوار ہر ارادہ کرتا رہتا ہے۔"

اس نے کہا میں نے یہ اشعار نہیں کہے بلکہ میں نے یہ شعر کہے ہیں:۔

"اور حجاج نے حق کے لیے تلوار کو سونت لیا ہے، لوگو سیدھے ہو جاؤ اور کوئی کج روی اختیار نہ کرے اور ہدایت اور گمراہی کے داعی برابر نہیں ہوتے اور نہ ہی دو جھگڑنے والوں کی دلیل حق اور باطل ہوتی ہے۔"

حجاج کی بیوی نے کہا ان باتوں کو چھوڑ، کیا یہ تیرا قول نہیں :۔

"اے میرے دو دوستو! ہند کے بارے میں بکثرت آنسو نہ بہاؤ میں تم دونوں کو اس بات سے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں کہ تمہیں سراغ ملے، میں شراب کے حسن اور اس کے پینے کا پیاسا ہوں جیسے جھوٹا آدمی، جھوٹی بات کی کامیابی کی اُمید رکھتا ہے مگر اُسے کچھ فائدہ نہیں ملتا۔"

اس نے حجاج کی بیوی سے کہا میں نے یہ اشعار نہیں کہے بلکہ میں نے یہ اشعار کہے ہیں ؎

"اے وہ شخص جو حجاج سے بے خوف ہے اس کی سزا بڑی تلخ اور اس کی گرہ بڑی پختہ ہوتی ہے ہر منافق بتیرے بغض کو چھپائے پھرتا ہے جیسے ہر نیک تجھ پر مہربان ہے۔"

حجاج کی بیوی نے کہا ان باتوں کو چھوڑ، یہ تیرے اشعار نہیں ہے

"اے میرے دو ملامت گرو، ملامت کو چھوڑ دو اور بس کرو، عشق طویل ہو گیا ہے اور تم نے بھی ملامت کرنے کو طویل کر دیا ہے اور جو محبت میرے پاس ہے اگر میں اس سے مزید محبت کا خواہاں ہوں تو مجھے مزید محبت نہیں ملے گی۔"

اس نے کہا اللہ تعالیٰ تیرا بھلا کرے یہ بات جھوٹ ہے بلکہ میں نے تو یہ اشعار کہے ہیں ہے

"ان کے بارے میں منافقت کرنے والوں کو کس نے روکا ہے اور کون حجاج کا سا حملہ کرتا ہے یا کون حمیت سے عورتوں پر غیرت کھاتا ہے جب کہ وہ خاوندوں کی غیرت پر اعتماد نہیں رکھتیں خوب سوچ سمجھ لو یہ ابن یوسف ہے جس نے پوشیدگی کو چھوڑ دیا ہے حالانکہ ان کی ڈاڑھیوں کا خضاب ان کی گردنوں کا خون تھا۔"

حجاج نے کہا اے دشمنِ خدا تو عورتوں کو میرے خلاف اکسا رہا ہے اس نے جواب دیا اے امیر اس ذات کی قسم جس نے تجھے عزت بخشی ہے ایسا نہیں ہے میں نے اس ساعت سے قبل اس شعر کا ادراک نہیں کیا اور نہ ہی مجھے یہ علم تھا کہ آپ یہاں تشریف فرما ہیں مجھے معاف فرمائیے اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر قربان کرے۔ اس نے کہا میں نے تجھے معاف کیا، پس ہند نے اُسے ایک لونڈی اور پوشاک دینے کا حکم دیا اور حجاج نے اُسے عبدالملک کے پاس بھیج دیا۔

حجاج اور اعشیٰ ہمدان

جب دیر الجماجم میں ابن اشعث نے شکست کھائی تو حجاج نے قسم کھائی کہ جو قیدی بھی اس کے پاس لایا گیا وہ اسے قتل کر دے گا، بہت سے قیدی اس کے پاس لائے گئے جن میں سے سب سے پہلے اس کے پاس اعشیٰ ہمدان شاعر کو لایا گیا یہ پہلا شخص تھا جس نے سجستان میں ابن اشعث کے سامنے عبدالملک اور حجاج سے علیحدگی اختیار کی تھی، حجاج نے اُسے کہا اے تو نے یہ اشعار کہے ہیں ہے

"حجاج کو کون یہ اطلاع دے کہ میں نے اُس پر جنگ کرنے کی زیادتی

کی ہے اور جب حکومت کے متعلق تیاری ہوئی تو میں نے ایک دلیر آدمی کے ہاتھ میں ہاتھ دیا اور تو رئیس ابن رئیس ہے اور تو سب لوگوں سے بلند شان ہے پس تو گھوڑوں کے عطیے کو بھیج کہ وہ اس پر حملہ کریں اور تو اُٹھ کھڑا ہو شاید اللہ تعالٰے تیرے ذریعے مصیبت کو دُور کر دے اور مجھے اطلاع ملی ہے کہ یوسف کا بیٹا پھسلن والی جگہ سے گر کر تباہ ہو گیا ہے۔"

اور یہ اشعار بھی تو نے کہے ہیں ؂

"جس کا گھر ایوان کسریٰ میں ہے ___ اور جو مہمان نواز اور اسباب معیشت کا حامل ہے اس نے جُدائی کو دُور کر دیا ہے اس عاشق سے جُدائی کو دُور کر دیا ہے جو زابلستان میں ہے اور ثقیف میں دو کذاب ہیں ایک تو گزرا ہوا کذاب ہے اور ایک دُوسرا کذاب ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی دن ہمدان کو ثقیف پر غلبہ دے تو اُسے اپنا آپ بھول جائے۔"

نیز تُو نے یہ اشعار بھی کہے ہیں ؂

"اور تم دونوں نے مجھ سے پوچھا ہے کہ بزرگی کا مقام کس جگہ ہے، محمد اور سعید کے درمیان رہتی ہے اور اشج اور بلند شان قیس کے درمیان رہتی ہے اس کے والد اور بیٹے کے کیا کہنے؟"

اس نے کہا میں نے یہ اشعار نہیں کہے بلکہ میں نے یہ اشعار کہے ہیں ؂

"اللہ تعالیٰ ہر حال میں اپنے نور کو مکمل کرے گا اور دونوں شوخ رنگوں کے نور کو بجھا دے گا اور وہ بجھ جائیں گے، وہ عراق اور اہل عراق پر عہد شکنی کی وجہ سے ذلت نازل کرے گا اور انہوں نے جو بدعتیں اختیار کی ہیں ان کی اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی قدر نہیں" اس نے کہا ہم اس قول پر تیری تعریف نہیں کرتے، یہ تو تُو نے اس افسوس میں کہا ہے کہ عراق کامیاب کیوں نہیں ہوا نیز اپنے اصحاب کو ہمارے خلاف برانگیختہ کرنے کے لیے کہا ہے میں نے تجھ سے اس کے متعلق نہیں پوچھا، مجھے اپنے اس قول کے متعلق بتا کہ اگر اللہ کسی دن ہمدان کو ثقیف پر غلبہ دے تو اسے اپنا آپ بھول جائے۔"

پس تو نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے کیسے ثقیف کو ہمدان پر غلبہ دیا اور اس نے ہمدان کو ثقیف پر غلبہ نہیں دیا اور مجھے اپنے اس قول کے متعلق بھی بتا کہ "بزرگی اشج اور بلند شان قیس کے درمیان رہتی ہے اس کے والد اور بیٹے تمہے کیا کہنے؟ خدا کی قسم تو اس کے بعد کوئی شاباش کا لفظ نہیں کہے گا اور اس کے حکم سے اُسے قتل کر دیا گیا۔ اس کے پاس باری باری جوان لائے گئے، یہاں تک کہ بنی عامر کا ایک جوان اس کے پاس لایا گیا وہ ابن اشعث کے ساتھی شہسواروں میں سے تھا، حجاج نے اُسے کہا میں تجھے بُری طرح قتل کروں گا اس نے کہا خدا کی قسم یہ تیرا کام نہیں اس نے کہا کیوں؟ اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب عزیز میں فرماتا ہے:۔

فاذا لقیتم الذین کفروا فضرب الرقاب حتیٰ اذا اثخنتموھم فشدوا الوثاق فاما منا بعد واما فداءً حتیٰ تضع الحرب اوزارھا۔

"اور جب تم کافروں سے لڑو تو انہیں قتل کرو اور جب تم خونریزی کر چکو تو بندھن کس دو اور اس کے بعد چاہے احسان کر کے چھوڑ دو چاہے فدیہ لے کر، یہاں تک کہ جنگ اپنے بوجھ رکھ دے۔"

اور تو نے قتلِ عام بھی کیا ہے اور خونریزی بھی کی ہے اور اسیر بھی بنایا ہے اور بندھن بھی کسے ہیں اب یا تو ہم پر احسان کر یا ہمارے قبیلے ہمارا فدیہ دیتے ہیں، حجاج نے اُسے کہا، کیا تو نے کفر کیا ہے اس نے کہا ہاں میں نے تبدیلی کی ہے اس نے کہا اسے چھوڑ دو۔

پھر اس کے پاس ثقیف کا ایک آدمی لایا گیا حجاج نے اس سے پوچھا کیا تو نے کفر کیا ہے اس نے جواب دیا ہاں، حجاج نے اُسے کہا لیکن یہ شخص جو تیرے پیچھے ہے اس نے کفر نہیں کیا اور اس کے پیچھے سکون قبیلے کا ایک آدمی تھا، سکونی نے

لہ (ترجمہ) جب ملو تم کافروں سے تو ان کی گردنیں مارو، یہاں تک کہ جب ان کو چُور کر دو تو سختی سے انہیں قید کرو، پھر اس کے بعد یا احسان کرو یا بدلہ لو یہاں تک کہ جنگ اپنے بوجھ رکھ دے (محمد۔ آیت ۴)

کہا کیا تو میرے نفس کے بارے میں مجھے دھوکا دیتا ہے خدا کی قسم اگر کفر سے بھی کوئی شدید چیز ہوتی تو میں اس کی طرف پلٹ جاتا اور اس نے ان دونوں کو چھوڑ دیا۔

یہ عبدالملک اور حجاج کے مختصر حالات ہیں ہم نے مفصل واقعات کو اس کتاب میں درج نہیں کیا بلکہ انہیں اپنی دو کتابوں اخبار الزمان اور الاوسط میں بیان کیا ہے۔ ہماری یہ کتاب ان دونوں کے بعد کی ہے اور پہلی کتاب میں بیان کردہ وعدہ کے بموجب ہم اس کتاب میں بھی حجاج کے حالات کی ایک جھلک پیش کریں گے۔ وباللہ العون والقوۃ۔

ولید بن عبدالملک کے دَورِ حکومت کا بیان

مختصر حالات

جس روز عبدالملک کی وفات ہوئی، اسی روز دمشق میں ولید بن عبدالملک کی بیعت ہوئی، ولید ۱۵ جمادی الآخرہ ۹۶ھ کو دمشق میں وفات پا گیا اس کی حکومت نو سال آٹھ ماہ دو راتیں رہی وہ ۴۳ سال کی عمر میں فوت ہوا[1] اس کی کنیت ابوالعباس تھی۔

اس کے حالات و واقعات کی ایک جھلک اور اس کے دورِ حکومت میں حجاج کے کارنامے

ولید کے اخلاق اور اس کے بیٹے

ولید بڑا جابر، سرکش، ظالم اور غاصب تھا اس نے اپنے پیچھے چودہ لڑکے چھوڑے جن میں سے یزید، عمرو، لبشر العالم اور عباس بھی تھے، ولید کو اس کی بہادری کی وجہ سے بنی مروان کا شہسوار بھی کہا جاتا ہے۔ عبدالملک کی وصیت کے مطابق ولید نے اپنے بعد اپنے بیٹوں کو حکومت دینے سے اعراض کیا، اس کی انگوٹھی کا نقش یہ

---

[1] ایک نسخے میں چوالیس سال ہے۔

تھا "یا ولید انک میت" پس جب کبھی وہ ارادہ کرتا کہ اپنے بیٹوں کو حکومت دے دے تو نگینے کو پلٹ کر پڑھتا کہ "انک میت" تو کہتا خدا نہ کرے میں اپنے باپ کے حکم کی مخالفت نہیں کروں گا اور میں مرنے والا ہوں۔

دمشق اور مدینہ کی مسجدوں کی تعمیر

۸۷ھ[1] میں ولید نے جامع مسجد دمشق اور مدینہ میں مسجد نبوی کی تعمیر کا آغاز کیا اور ان دونوں پر بہت مال خرچ کیا ان کے اخراجات کے منتظم حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ تھے۔

عثمان بن مرہ خولانی نے بیان کیا ہے کہ جب ولید نے دمشق کی مسجد کی تعمیر کا آغاز کیا تو اس نے مسجد کی دیوار میں پتھر کی ایک تختی دیکھی جس میں یونانی زبان میں کچھ لکھا تھا اس نے تختی کو اہل کتاب کی ایک جماعت کے سامنے پیش کیا تو وہ اُسے پڑھ نہ سکے، پھر اس نے اُسے وہب بن منبہ کے پاس بھیجا تو اس نے کہا کہ یہ تختی حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام کے زمانے میں لکھی گئی تھی اس نے اُسے پڑھا تو اس میں لکھا تھا:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ! اے ابن آدم ! اگر تو اپنی اس تھوڑی سی مدت کو دیکھ لے جو باقی رہ گئی ہے تو تو طول عمل سے دست کش ہو جائے اور تدبیر و رغبت میں کوتاہی کرے اور تجھے ندامت ہو، جب تیرے قدم لڑکھڑائیں گے، تیرے اہل اور خادم تجھے چھوڑ دیں گے اور تیرا حبیب تجھ سے منہ پھیر لے گا اور تیرے قریبی تجھے الوداع کہیں گے تو پھر تجھے آوازیں دی جائیں گی اور تو جواب نہیں دے گا، نہ تو اپنے گھر والوں کی پناہ لے گا اور نہ تیرے عمل میں کچھ اضافہ ہوگا، قبل اس کے کہ تیری سانس کی نالی کو پکڑا جائے اور تیرے اور تیرے عمل کے درمیان روک ڈال دی جائے تو موت سے پہلے زندگی کو اور فوت ہونے سے پہلے قوت کو غنیمت جان"۔

اس پر داؤد علیہ السلام کا زمانہ بھی لکھا تھا، ولید نے حکم دیا کہ مسجد کی دیوار کے لاجورد پر سونے کے ساتھ لکھا جائے کہ ہمارا رب اللہ ہے اور ہم اللہ کے سوا کسی کی

---

[1] اور ایک نسخہ میں ۸۹ھ ہے۔

عبادت نہیں کرتے اور اس مسجد کی تعمیر اور اس گرجا کے گرانے کا حکم عبد اللہ الولید امیر المومنین نے ذوالحجہ ۸۷ھ میں دیا، یہ تحریر آج یعنی ۳۳۲ھ تک مسجد دمشق میں لکھی ہوئی موجود ہے۔

ولید اور حجاج کے درمیان گفتگو

حجاج بن یوسف، ولید کے پاس گیا تو اس نے اُسے ایک صحت افزا مقام میں پایا۔ یہ اس کی طرف چل پڑا جب اُسے دیکھا تو اس کے اعزاز میں پیدل چلا اس کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور زرہ اور ترکش اور عربی کمان سمیت چلنے لگا تو ولید نے اُسے کہا ابو محمد، سوار ہو جاؤ، اس نے کہا امیر المومنین چھوڑیئے میں نے بہت جہاد کیا ہے ابن زبیر اور ابن اشعث نے مجھے آپ سے غافل کر دیا تھا ولید نے اُسے قسم دی تو وہ سوار ہو گیا، ولید اپنے گھر میں داخل ہوا تو اس نے شلوکہ پہن لیا اور پھر اسی حالت میں حجاج کو اندر آنے کی اجازت دی اور اس سے لمبی نشست کی ابھی وہ باہم گفتگو کر رہے تھے کہ ایک لونڈی آئی اور ولید کے ساتھ آہستگی کے ساتھ بات کر کے چلی گئی پھر دوبارہ آکر اس نے آہستگی سے بات کی اور چلی گئی۔ ولید نے حجاج سے کہا ابو محمد تجھے پتہ ہے کہ اس نے کیا کہا ہے اس نے کہا بخدا مجھے کچھ پتہ نہیں، ولید نے کہا اس لونڈی کو میرے پاس میرے چچا کی بیٹی ام البنین بنت عبد العزیز نے بھیجا ہے وہ کہتی ہے کہ اس مسلح بدو کے ساتھ آپ کی نشست کیسی ہے جب کہ آپ صرف شلوکہ پہنے ہوئے ہیں میں نے اُسے پیغام بھیجا ہے کہ یہ حجاج ہے تو وہ اس پیغام سے خوفزدہ ہو گئی ہے اور کہتی ہے کہ خدا کی قسم میں آپ کے ساتھ اس کی خلوت کو پسند نہیں کرتی اس نے بہت مخلوق کو قتل کیا ہے حجاج نے کہا امیر المومنین عورتوں کے ساتھ دل لگی چھوڑیئے، عورت ایک خوشبو ہے یہ آمدنی اور مصارف کی ذمہ دار نہیں ان کو اپنے راز سے اور اپنے دشمن کی چال سے آگاہ نہ کیجیے اور نہ ان کی اطاعت کیجیے اور ان کی زیب و زینت سے زیادہ ان سے شغل نہ کیجیے، امور سلطنت میں ان کے مشورہ سے بچیے ان کی رائے اور عزم کمزور ہوتا ہے اور اپنے پردوں سے ان کی آنکھوں کو بند کر دیجیے اور ان میں سے ایک کے سپرد اتنا ہی کام کیجیے جو اس کی ذات سے ہی تعلق رکھتا ہو اور ان کو یہ طمع نہ دیجیے کہ وہ آپ کے پاس کسی اور کی سفارش کریں ان کے ساتھ لمبی نشست اور خلوت نہ کیجیے یہ باتیں آپ کے کنٹرول کو زیادہ کرنے والی اور آپ کے

فضل کو واضح کرنے والی ہیں پھر حجاج اُٹھ کر چلا گیا۔

حجاج کو اُم البنین کی ڈانٹ

ولید نے جا کر ام البنین کو حجاج کی باتوں کی اطلاع دے دی تو اس نے کہا امیر المومنین میں چاہتی ہوں کہ کل آپ اُسے مجھے سلام کرنے کا حکم دیں، ولید نے کہا میں اُسے حکم دے دوں گا جب حجاج ولید کے پاس گیا تو اس نے کہا امیر المومنین مجھے اس بات سے معاف فرمائیے ولید نے کہا تجھے ضرور جانا پڑے گا، حجاج ام البنین کے پاس گیا تو اس نے دیر تک اسے روکے رکھا پھر اُسے اجازت دی اور اُسے کھڑے رکھا اور بیٹھنے کی اجازت نہ دی پھر کہنے لگی ارے حجاج تو امیر المومنین پر ابن زبیر اور ابن اشعث کے قتل کا احسان جتلاتا ہے خدا کی قسم اگر اللہ تعالےٰ نے تجھے اپنی مخلوق سے ذلیل تر نہ بنایا ہوتا تو تجھے کعبہ پر سنگ باری کرنے اور ذات النطاقین کے بیٹے کے قتل میں مبتلا نہ کرتا وہ پہلا بچہ تھا جو اسلام میں پیدا ہوا اور خدا کی قسم ابن اشعث نے تم پر شکستوں کو مسلط کر دیا تھا یہاں تک کہ تو نے امیر المومنین عبدالملک کی پناہ لی اور انہوں نے شامیوں سے تیری مدد کی حالانکہ تو سینگ سے بھی زیادہ تنگ تھا، انہوں نے تجھے ان کے نیزوں سے پناہ دی اور ان کے مقابلے سے تمہیں بچایا، کئی دفعہ امیر المومنین کی بیویوں نے اپنی زلفوں سے کستوری جھاڑی اور اُسے بیچ کر تیری فوج کو رسد بھیجی گئی، اگر ایسا نہ ہوتا تو تو بجری سے بھی زیادہ ذلیل ہوتا اور یہ جو تو نے امیر المومنین کو مشورہ دیا ہے کہ وہ لذات کو چھوڑ دیں اور اپنی عورتوں سے اپنی حاجات پوری نہ کریں پس اگر وہ اس قسم کی باتوں سے الگ ہو سکتیں جیسے تیری ماں تجھ سے الگ ہو گئی ہے تو تیری یہ بات قبول کے لائق نہیں اور اگر وہ امیر المومنین جیسے آدمی سے الگ ہو جائیں تو وہ تیری نصیحت سننے کے قابل نہیں اللہ تعالیٰ اس شاعر کا بُرا کرے اس نے تجھے دیکھا کہ غزالہ حروریہ کا نیزہ تیرے ...... دونوں کندھوں کے درمیان تھا وہ کہتا ہے ؎

"میرے مقابلے میں شیر اور جنگوں میں شتر مرغ ہے جو سیٹی بجانے والے کی سیٹی سے خوفزدہ ہو جاتا ہے تو غزالہ کے مقابلہ میں جنگ میں کیوں نہ آیا بلکہ اس سے قبل تیرا دل پرندے کے دونوں پروں پر تھا۔"

پھر اس نے اپنی لونڈیوں سے کہا اسے باہر نکال دو وہ جلدی سے ولید کے پاس گیا تو اس نے کہا۔

اے ابو محمد تو کس خیال میں ہے؟ اس نے کہا امیر المومنین وہ خاموش نہ ہوئی یہاں تک کہ زمین کا پیٹ مجھے اس کی پیٹھ سے زیادہ محبوب نظر آنے لگا، پس ولید مسکرا پڑا اور اپنے پاؤں سے زمین کھودنے لگا پھر کہنے لگا اے ابو محمد یہ عبد العزیز کی بیٹی ہے۔

ام البنین کی سخاوت وغیرہ کے بہت سے واقعات ہیں ہم نے ان کا ذکر دوسری کتاب میں کیا ہے۔

علی بن حسین سجاد کی وفات

۹۵ھ میں علی بن حسین بن ابی طالب ولید کی حکومت میں فوت ہوگئے اور مدینہ میں اپنے چچا حسن بن علی کے ساتھ بقیع الغرقد میں دفن ہوئے ان کی عمر ۵۷ سال تھی بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ کی وفات ۹۴ھ میں ہوئی، حضرت حسینؓ کی کل اولاد علی بن حسین سجاد سے ہوئی ہے جیسے کہ ہم بیان کر چکے ہیں آپ کو ذوالثفنات اور زین العابدین بھی کہتے ہیں۔

عبد الملک بن مروان کی وفات

المدائنی نے بیان کیا ہے کہ ولید اپنے باپ عبد الملک کی وفات کے وقت اس کے پاس جا کر رونے لگا اور کہنے لگا امیر المومنین نے صبح کس حال میں کی ہے عبد الملک نے کہا ؎

"لوگ ہم سے غافل ہیں اور ہماری موت کے خواہاں ہیں اور آنکھوں
سے آنسوؤں کی جھڑی لگی ہوئی ہے۔"

اس نے پہلے مصرع میں ولید کی طرف اشارہ کیا اور پھر منہ پھیر کر دوسرے مصرع میں اپنی بیویوں کی طرف اشارہ کیا وہ آنسو بہا رہی تھیں۔

العتبی اور دیگر مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ جب ولید نے عبد الملک سے اس کا حال پوچھا وہ جان کنی کی حالت میں تھا تو کہنے لگا ؎

"اور کتنے ہی آدمی انسان کی عیادت کرنے آتے ہیں حالانکہ وہ اس

کی عیادت نہیں کر رہے ہوتے صرف یہ دیکھنے آتے ہیں کہ کیا وہ مر رہا ہے"۔

بعض کہتے ہیں کہ عبدالملک نے ولید کو دیکھا کہ وہ اس کے سرہانے رو رہا ہے تو اس نے کہا ارے یہ کیا کبوتری کی طرح رو رہے ہو جب میں مر جاؤں تو آستین چڑھانا اور تہ بند باندھنا اور چیتے کا لباس پہننا اور اپنے کندھے پر تلوار رکھنا اور جو تیرے سامنے اپنے آپ کو نمایاں کرے اُسے قتل کر دینا اور جو خاموش ہو جائے وہ آغاز ہی میں مر جاتا ہے پھر عبدالملک نے دنیا کی مذمت کرتے ہوئے کہا۔

تیرا لمبا زمانہ چھوٹا ہے اور تیرا بہت سا مال تھوڑا ہے اور ہم تیرے متعلق دھوکے میں پڑ جاتے ہیں پھر اس نے اپنے تمام لڑکوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا، میں تمہیں اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں یہ ایک بچانے والی ڈھال اور باقی رہنے والا گلوبند ہے اور تقویٰ بہترین زاد، قیامت کے لیے بہترین چیز اور مضبوط پناہ گاہ ہے اور چاہیے کہ تم میں سے بڑے چھوٹوں پر مہربانی کریں اور چھوٹے بڑوں کے حقوق کا خیال رکھیں اور اچھے کاموں کے پابند رہیں، بغاوت اور حسد سے بچو کہ ان دونوں باتوں کی وجہ سے گذشتہ بادشاہ اور بڑی بڑی عزتوں والے ہلاک ہو چکے ہیں، اے میرے بیٹو تمہارا بھائی مسلمہ تمہاری وہ کچلی اور ڈھال ہے جس کے ذریعے تم محفوظ ہوتے ہو اس کی رائے کے مطابق کام کرو اور حجاج کی عزت کرو اس نے تمہارے لیے حکومت کو آسان کر دیا ہے، نیک بچے بنو اور جنگوں میں شریف آدمی بنو۔ اور نیکی کے مینار بنو۔ وعلیکم السلام۔

اس سے بنی اُمیہ کے ایک شیخ نے بچوں کی وصیت سے فراغت کے بعد پوچھا، امیر المومنین آپ اپنے آپ کو کیسا پاتے ہیں اس نے جواب دیا جیسے اللہ جل شانہ فرماتا ہے ولقد جئتمونا فرادیٰ کما خلقنٰکم اوّل مرّۃ وترکتم ما خولنٰکم وراء ظہورکم ـــ الیٰ قولہ ما کنتم تزعمون۔

اور تم ہمارے پاس اکیلے ہی آئے ہو جیسا ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا اور جو ہم نے تمہیں دیا تھا اُسے تم اپنے پیچھے ہی چھوڑ آئے ہو۔۔۔۔۔ الآیۃ۔

یہ آخری بات تھی جو اس سے سُنی گئی۔

جب عبدالملک فوت ہوگیا تو ولید نے اُسے کپڑے میں لپیٹا پھر منبر پر چڑھ کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور کہا ہم نے نہ اس جیسی مصیبت دیکھی ہے نہ نعمت، خلیفہ فوت ہوگیا ہے اور مجھے خلافت مل گئی ہے پس مصیبت پر انا للہ وانا الیہ راجعون اور نعمت پر الحمد للہ رب العالمین۔ پھر اس نے لوگوں کو اپنی بیعت کی دعوت دی تو انہوں نے بیعت کرلی اور کسی ایک آدمی نے بھی اختلاف نہ کیا۔

عبیداللہ بن عباس کی وفات

۸۷ھ میں ولید کے دورِ حکومت میں عبیداللہ بن عباس وفات پا گئے، آپ بڑے سخی اور کریم تھے، کہتے ہیں کہ ایک سائل آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا، اللہ تعالیٰ نے جو رزق آپ کو دیا ہے اس سے صدقہ دیجیے۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ عبیداللہ بن عباس نے ایک سائل کو ایک ہزار درہم دیا ہے اور معذرت بھی کی ہے آپ نے کہا مجھے عبداللہ بن عباسؓ سے کیا نسبت؟ اس نے کہا تو حسب و نسب اور کثرت مال میں ان سے کیا نسبت رکھتا ہے آپ نے کہا دونوں میں نسبت رکھتا ہوں اس نے کہا آدمی کا حسب تو اس کی مروت اور اچھے افعال ہیں پس جب تو یہ کام کرے گا تو تُو صاحب حسب ہوگا تو آپ نے اُسے دو ہزار درہم دیے اور معذرت بھی کی۔ سائل نے آپ سے کہا اگر تو عبیداللہ نہیں ہے تو تُو اس سے بہتر ہے اور اگر تو وہی ہے تو تُو آج کل سے بہتر ہے آپ نے اس کو مزید ایک ہزار درہم دیا اس نے کہا اگر تو عبیداللہ ہے تو تُو اپنے زمانے کے لوگوں سے زیادہ سخی ہے اور تیرے بارے میں میرا خیال یہ ہے کہ تو اس قبیلے سے ہے جس میں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہوئے ہیں میں آپ سے اللہ کے نام کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا آپ وہی ہیں آپ نے جواب دیا ہاں! اس نے کہا خدا کی قسم میرے دل میں شک تھا اس لیے میں نے غلطی نہیں کی وگرنہ یہ جمیل صورت اور روشن ہیئت کسی نبی یا عترتِ نبی کی ہی ہوسکتی ہے۔

کہتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ نے انہیں پانچ لاکھ درہم بھیجے پھر ایک آدمی بھیجا جو ان کا حال معلوم کرے اس نے واپس جا کر حضرت معاویہ کو بتایا کہ انہوں نے یہ درہم اپنے بھائیوں اور داستان گوؤں میں برابر تقسیم کر دیے ہیں اور اپنے لیے اتنا ہی حصّہ رکھا ہے جتنا ان میں سے ایک کا بنتا ہے حضرت معاویہ نے کہا یہ بات

مجھے خوش بھی کرتی ہے وہ یہ ہے کہ عبد مناف اس کا والد ہے اور تکلیف یہ بات دیتی ہے کہ ابو تراب سے اس کی مجھ سے زیادہ قربت ہے۔

مسعودی بیان کرتا ہے کہ قبل ازیں ہم اس کتاب میں عبید اللہ کے دونوں بیٹوں کے قتل کا واقعہ بیان کر آئے ہیں ان کا نام عبدالرحمٰن اور قثم تھا اور ان دونوں کی والدہ اُم حکیم جویریہ بنت فارط بن خالد کنانیہ نے ان کا جو مرثیہ کہا اُسے بھی بیان کر آئے ہیں۔

عبید اللہ بن عباس اور بُسر بن ارطاۃ

ایک روز عبید اللہ بن عباسؓ حضرت معاویہؓ کے ہاں گئے تو ان کے پاس ان کے دونوں بچوں کا قاتل بسر بن ارطاۃ عامری بھی بیٹھا ہوا تھا۔ عبید اللہ نے اُسے کہا تو ہی دو بچوں کو قتل کرنے والا بوڑھا ہے اس نے کہا ہاں، عبید اللہ نے کہا خدا کی قسم میں چاہتا ہوں کہ اس روز زمین مجھے تمہارے پاس ظاہر کر دیتی، بُسر نے کہا اس نے ابھی تجھے ظاہر کر دیا ہے عبید اللہ نے کہا تلوار لاؤ، بُسر نے کہا میری تلوار لاؤ جب عبید اللہؓ تلوار پکڑنے کے لیے جھکے تو تلوار پکڑنے سے قبل ہی حضرت معاویہؓ اور حاضرین نے عبید اللہ کا ہاتھ پکڑ لیا پھر حضرت معاویہ نے بُسر سے کہا اے بوڑھے خدا تجھے ذلیل کرے تو بوڑھا ہو گیا ہے اور تیری عقل جاتی رہی ہے تو بنی ہاشم کے ایک کینہ سے بھرے ہوئے آدمی کا قصد کرتا ہے اور اس کی طرف اپنی تلوار پھینکتا ہے تو بنی ہاشم کے دلوں سے واقف نہیں خدا کی قسم اگر وہ تلوار کو پکڑ لیتا تو تجھ سے پہلے ہم سے آغاز کرتا۔ عبید اللہ نے کہا خدا کی قسم میں نے یہی ارادہ کیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جب عبید اللہ کے دونوں بیٹوں قثم اور عبدالرحمٰن کے متعلق علم ہوا کہ بُسر نے انہیں قتل کر دیا ہے تو آپ نے بُسر کے متعلق بددعا کی اور فرمایا اے اللہ اس کے دین اور عقل کو سلب کر لے پس بڑھاپے کے باعث اس کی عقل خراب ہو گئی اور وہ دیوانہ ہو گیا، اور تلوار کے ساتھ مشہور ہو گیا، ہر وقت تلوار ساتھ رکھتا تو اس کے لیے لکڑی کی ایک تلوار بنائی گئی۔ وہ اپنے سامنے ایک مشکیزہ رکھ لیتا جس میں ہوا بھری ہوتی، اور وہ اُسے پیٹتا رہتا۔ جب وہ مشکیزہ پھٹ جاتا تو اُسے تبدیل کر دیا جاتا اور وہ مشکیزے کو مسلسل اس تلوار سے پیٹتا رہتا یہاں تک کہ وہ دیوانگی کی حالت میں اپنے پاخانے سے کھیلتا ہوا مر گیا، کبھی کبھی اس پاخانے کو کھا بھی جاتا اور پھر دیکھنے والے کو کہتا دیکھو!

عبید اللہ کے دونوں بیٹے مجھے کیسے کھانا کھلاتے ہیں، کئی دفعہ پاخانہ کھانے سے روکنے کے لیے اس کی مشکیں پیچھے کی طرف کس دی جاتیں ایک روز اس نے اپنے کمرہ میں پاخانہ کر دیا پھر اس پر منہ کے بل گر کر اس میں سے کچھ کھا گیا، لوگ اس کو روکنے کے لیے دوڑے تو اس نے کہا تم مجھے روکتے ہو اور عبد الرحمٰن اور قثم مجھے کھلاتے ہیں ۔ ولید بن عبد الملک کے زمانے میں بصرہ ۸۷ھ میں فوت ہو گیا۔

عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود ہذلی کی وفات

اسی سال عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود ہذلی کی وفات ہوئی یہ مہاجر تھے اور عبد اللہ بن مسعود بن غافل بن حبیب بن سمح بن مخزوم بن صیح بن کاہل بن الحارث بن تمیم بن سعد بن ہذیل بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار کے بھائی تھے زمانہ جاہلیت میں ریاست، صبح بن کاہل بن الحارث بن تمیم بن سعد بن ہذیل میں تھی ۔ عبد اللہ بن عتبہ کا بیٹا عبید اللہ بڑے اہل علم لوگوں میں شامل تھا، ابن ابی خیثمہ بیان کرتا ہے کہ میں نے اصبہانی کو کہتے سنا کہ سفیان نے بیان کیا کہ زہری کہتا تھا میں خیال کیا کرتا تھا کہ میں نے کچھ علم حاصل کیا ہے لیکن جب میں عبید اللہ بن عبد اللہ کے پاس بیٹھا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ ایک سمندر ہے۔

سعید بن جبیر کا قتل

۹۴ھ میں حجاج نے حضرت سعید بن جبیر کو قتل کر دیا، عون بن ابی راشد العبدی بیان کرتا ہے کہ جب حجاج کو حضرت سعید بن جبیر کے مقابلہ میں کامیابی حاصل ہو گئی اور آپ کو اس کے پاس پہنچایا گیا تو اس نے آپ سے دریافت کیا آپ کا نام کیا ہے آپ نے فرمایا میرا نام سعید بن جبیر ہے، تو وہ کہنے لگا نہیں بلکہ آپ کا نام شقی بن کسیر ہے آپ نے فرمایا میرا باپ میرے نام کے متعلق تجھ سے بہتر جانتا تھا اس نے کہا تو اور تیرا باپ دونوں شقی ہیں آپ نے فرمایا تیرے سوا ایک اور ہستی ہے جو غیب جانتی ہے اس نے کہا میں تجھے دنیا کے بدلے میں بھڑکتی آگ دوں گا، آپ نے فرمایا اگر مجھے یہ علم ہو کہ یہ بات تیرے ہاتھ میں ہے تو میں تیرے سوا کسی کو معبود نہ بناؤں حجاج نے کہا خلفاء کے بارے میں تو کیا کہتا ہے؟ آپ نے فرمایا میں ان کا وکیل نہیں اس نے کہا تو جس طرح قتل ہونا چاہتا ہے بتا، تاکہ میں تمہیں قتل کروں، آپ نے فرمایا اے بدبخت تو خود اپنے لیے پسند کر کہ تو مجھے کس طرح قتل کرنا چاہتا ہے

خدا کی قسم تو آج جس طرح مجھے قتل کرے گا میں تجھے آخرت میں اسی طرح قتل کروں گا، حجاج نے آپ کے قتل کا حکم دے دیا آپ کو قتل کرنے کے لیے باہر نکالا گیا جب آپ قتل ہونے کے لیے چلے تو مسکرا دیے حجاج نے آپ کو واپس لانے کا حکم دیا اور آپ سے مسکرانے کے متعلق پوچھا آپ نے فرمایا میں خدا تعالیٰ کے متعلق تیری جسارت اور تیرے بارے میں اس کے حِلم پر متعجب ہوں پھر آپ کو اس کے حکم سے قتل کر دیا گیا جب آپ کو منہ کے بل لٹایا گیا تو آپ نے کہا اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہ، وان محمداً عبدہ ورسولہ اور یہ کہ اور یہ کہ حجاج اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں رکھتا پھر دعا کی اے اللہ میرے بعد حجاج کو کسی آدمی کے قتل پر مسلط نہ کر، آپ کو قتل کرنے کے بعد آپ کا سر کاٹا گیا اس کے بعد حجاج صرف پندرہ راتیں زندہ رہا اس کے پیٹ میں خارش پڑ گئی اور اسی بیماری سے فوت ہو گیا بیان کیا جاتا ہے کہ وہ حضرت سعید کے قتل کے بعد کہتا تھا کہ لوگو مجھے سعید بن جبیر سے کون بچائے گا جب کبھی میں سونے کا ارادہ کرتا ہوں وہ میرے گلے کو پکڑ لیتے ہیں۔

ولید اور اس کے بھائی سلیمان کے درمیان ایک غلط فہمی

ولید بیمار ہو گیا تو اُسے پتہ چلا کہ اس کا بھائی سلیمان اس کی موت کی تمنا کرتا ہے کیونکہ اس کے بعد اس کے بادشاہ بننے کی وصیت تھی ولید کو جو شکایت پہنچی تھی اس پر اس نے اُسے عتاب کرتے ہوئے خط لکھا اور اس کے آخر میں یہ اشعار لکھے ؎

"لوگ میری موت کی تمنا کرتے ہیں اور اگر میں مر جاؤں تو اس راستے پر چلنے والا میں اکیلا آدمی نہیں جو شخص میرے مرنے سے قبل ہی میری موت کا خواہاں اور مدعی ہے شاید وہی ہلاک ہو جائے اور جو لوگ مجھ سے پہلے مر چکے ہیں ان کی موت مجھے ضرر نہیں دے گی اور نہ میرے بعد زندہ رہنے والے ہمیشہ رہیں گے پس اس شخص کو جو گذشتہ کے خلاف بات کرتا ہے کہہ دے کہ تو آخرت کے لیے کوئی اور زادلے، موت کا ایک وقت مقرر ہے اور اس کی موت کسی روز اُسے اچانک ہی آ لے گی" سلیمان نے اُسے جواب دیا کہ امیر المومنین نے جو کچھ فرمایا ہے میں اُسے سمجھ گیا ہوں خدا کی قسم کہ اگر میں نے اس بات کی تمنا کی ہے جو دل میں بھی نہیں گزر سکتی تو

ہیں سب سے پہلے اسے ملوں اور میری موت کی خبر میرے اہل کو دی جائے پس میں کیوں اس مدت کے زوال کی تمنّا کروں جس کی تمنّا کرنے والا اتنا ہی قیام کر سکتا ہے جتنا کوئی مسافر کسی منزل پہ ٹھہرتا ہے اور پھر اس سے سفر اور امیر المومنین کو وہ اطلاع ملی ہے جو نہ میرے الفاظ سے ظاہر ہے اور نہ میری نگاہ سے دیکھی جا سکتی ہے۔ امیر المومنین نے کب چغل خوروں سے یہ بات سُنی جس کا کوئی روایت کنندہ نہیں قریب ہے کہ یہ شخص بیٹوں میں فساد پیدا کروا دے اور تعلقات رشتہ داری کو منقطع کرا دے"

اور خط کے نیچے لکھا ؎

"اور جو شخص اپنے دوست اور اس کی بعض باتوں سے چشم پوشی نہیں کرتا وہ ناراضگی کی حالت ہی میں فوت ہو جاتا ہے اور جو لغزشوں کی ٹوہ میں لگا رہتا ہے وہ لغزشوں کو معلوم کر لیتا ہے اور زمانہ اس کا کوئی دوست نہیں رہنے دیتا۔"

ولید نے اس کی طرف لکھا کہ تو نے نہایت اچھے پیرائے میں معذرت کی ہے اور تو اپنے قول میں صادق اور فعل میں کامل ہے اور جو بات تیرے بارے میں کہی گئی ہے تیرا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں اور نہ کوئی چیز تیرے عذر کے مقابلہ میں تجھ جیسی ہو سکتی ہے۔

ولید اپنے بھائیوں پہ بڑا مہربان اور عبد الملک کی دیگر وصیتوں کا بہت خیال رکھنے والا تھا اور ان اشعار کو بکثرت پڑھنے والا تھا جو عبد الملک نے اُسے وصیت کرتے ہوئے لکھے تھے ان میں سے چند اشعار یہ ہیں ؎

مجمعوں میں حاضری کے وقت اور ایک دوسرے کی عدم موجودگی میں بھی کینوں کو دُور کرنا تم پہ لازم ہے، رشتہ داروں کی اصلاح کرنا تمہاری طویل بقا کا ضامن ہے خواہ میری عمر لمبی ہو یا چھوٹی اور حوادث زمانہ جیسی چیز نے تمہارے اندر الفت محبت اور رحم کو پیدا کیا ہے یہاں تک کہ تمہارے دل اور چمڑے اس شخص کے لیے خواہ وہ سردار ہو یا نہ ہو، نرم ہو گئے ہیں اور جب تیر اکٹھے ہو جائیں تو غصے والا اور لاٹھ میں پکڑنے والا آدمی انہیں توڑنے کا قصد کرتا ہے مگر وہ اس سے ٹوٹتے نہیں اور

اگر وہ بکھر جائیں تو کمزوری اور ٹوٹنا بکھرنے والے کے لیے ہے۔"

عبدالملک کی اپنے بچوں کو وصیّت

عبدالملک ہمیشہ اپنے بچوں کو نیکی کرنے کی ترغیب دیتا رہتا تھا اور انہیں مکارم اخلاق پر آمادہ کرتا رہتا تھا، اس نے اپنے بچوں کو کہا، اے عبدالملک کے بچو اپنے حسب ونسب کا خیال رکھو اور اپنے اموال خرچ کر کے اس کی حفاظت کرو، اعشٰی کے قول کے بعد کوئی شخص تم میں سے اس بات کی پروا نہ کرے کہ اس کے متعلق ہجو میں کیا کچھ کہا گیا ہے ؎

"تم موسم سرما میں پیٹ بھر کر رات گزارتے ہو اور تمہارے پڑوسی
بھوکے رات بسر کرتے ہیں۔"

اور زہیر کے اس قول کے بعد لوگ اس بات کی پروا نہیں کرتے کہ ان کی تعریف میں کیا کچھ کہا گیا ہے ؎

"اور ان کے سرمایہ داروں کے پاس جو آتا ہے ان پر اس کا حق ہے اور
ناداروں کے لیے بخشش اور سخاوت ہے۔"

عبداللہ بن اسحٰق بن سلام، محمد بن حبیب سے بیان کرتا ہے کہ ولید، منبر پر چڑھا تو اس نے ناقوس کی آواز سنی اس نے پوچھا یہ کیا ہے، بتایا گیا گرجا ہے تو اس نے اس کے گرانے کا حکم دے دیا اور گرانے کا کچھ کام خود اپنے ہاتھ سے کیا پس لوگ اُسے گرانے لگ پڑے۔ شاہِ روم اخرم نے ولید کو لکھا کہ اس گرجا کو ان لوگوں نے بھی قائم رہنے دیا تھا جو تجھ سے پہلے تھے اگر انہوں نے درست کیا تھا تو تم نے غلطی کی ہے اور اگر تو نے درست کیا ہے تو انہوں نے غلطی کی ہے، ولید نے کہا اسے کون جواب دے گا، فرزدق نے کہا میں جواب دوں گا تو اُس نے اُسے لکھا:۔

وداؤد وسلیمان اذ یحکمان فی الحرث اذ نفشت فیہ غنم
القوم وکنا لحکمہم شاہدین ہ ففہمناہا سلیمان
وکلاً حکمًا وعلمًا ط

اور داؤد اور سلیمان جب اس کھیتی کے متعلق فیصلہ کر رہے تھے جس میں
لوگوں کی بکریاں چر گئی تھیں تو ہم ان کے فیصلہ کو دیکھ رہے تھے پس ہم نے

اُسے سلیمان کو سمجھا دیا اور ہم نے سب کو علم و حکمت عطا کیا تھا۔

حجاج کی موت ۹۵ھ میں حجاج ۵۴ سال کی عمر میں عراق کے شہر واسط میں مر گیا۔ وہ بیس سال تک لوگوں پر حکومت کرتا رہا اس کی فوجوں اور جنگوں میں جو لوگ مارے گئے ان کے سوا جن لوگوں کو اس نے باندھ کر قتل کیا ان کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار شمار کی گئی ہے جب وہ مرا تو پچاس ہزار مرد اور تیس ہزار عورتیں اس کی قید میں تھیں جن میں سے سولہ ہزار عورتیں غیر شادی شدہ تھیں وہ مردوں اور عورتوں کو ایک ہی جگہ قید کر دیا کرتا تھا اور قید خانے میں کوئی چھت نہیں ہوتی کہ لوگ گرمی میں سورج کی تمازت سے اور سردی میں ٹھنڈک اور بارش سے بچ سکیں اس کے علاوہ وہ اور بھی کئی قسم کے عذاب دیا کرتا تھا جیسے ہم نے کتاب الاوسط میں بیان کیا ہے۔

کہتے ہیں کہ ایک روز وہ نماز جمعہ پڑھنے کے لیے سوار ہوا تو اس نے ایک شور سنا پوچھا یہ شور کیسا ہے اُسے بتایا گیا کہ قیدی تکلیف کی وجہ سے شکایت اور شور کر رہے ہیں تو وہ ان کی طرف جا کر کہنے لگا۔ اخسأ وا فیھا ولا تکلمون۔ اس میں ذلیل ہو کر رہو اور بات نہ کرو، کہا جاتا ہے کہ وہ اسی جمعہ کو مر گیا اور اس سواری کے بعد وہ سوار نہیں ہوا۔

مسعودی بیان کرتا ہے کہ میں نے کتاب عیون البلاغات میں جو حجاج کے کلام کا انتخاب ہے، حجاج کا یہ قول دیکھا کہ

"نعمت، ناشکری سے سلب کر لی جاتی ہے اور شکر سے پروان چڑھتی ہے۔"

جب عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب مفلس ہو گئے تو حجاج اُن سے ملا، ہم نے اپنی کتاب "اخبار الزمان" میں اس بات کا ذکر کیا ہے اور حجاج کو اس بات کا ابن القریۃ کے مبارک باد دینے کا بھی ذکر کیا ہے۔

عبداللہ بن جعفر کی وفات حضرت عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب کا سخاوت میں ایک خاص مقام تھا اور جب ان کے مال میں کمی ہو گئی تو انہیں جمعہ کے روز جامع مسجد میں یہ کہتے سُنا گیا۔ اے اللہ تو نے مجھے ایک عادت ڈال دی ہے اور میں نے تیرے بندوں کو عادت ڈال دی ہے اگر تو نے

مجھ سے اس عادت کو چھڑا دیا ہے تو پھر مجھے زندہ نہ رکھ اسی جمعہ کو آپ فوت ہو گئے، یہ عبدالملک بن مروان کے دور کا واقعہ ہے، مکہ میں آپ کی نماز جنازہ ابان بن عثمان نے پڑھائی اور بعض کہتے ہیں کہ مدینہ میں پڑھائی اور اسی سال تباہ کن سیلاب آیا جو رُکن تک پہنچ گیا تھا اور بہت سے حاجیوں کو بھی بہا کر لے گیا تھا۔ اسی سال میں عراق، شام، مصر، جزیرہ اور حجاز میں عام طاعون پھوٹی تھی، عبداللہ بن جعفر سرسٹھ سال کی عمر میں فوت ہوئے، آپ کی پیدائش حبشہ میں ہوئی تھی جہاں حضرت جعفر ہجرت کر کے گئے تھے اور بعض کہتے ہیں کہ آپ کی پیدائش اس سال ہوئی جس سال حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تھی بعض نے کچھ اور بیان کیا ہے۔

المبرد، المدائنی اور العتبی وغیرہ مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ عبداللہ کو بکثرت سخاوت پر عتاب کیا گیا تو کہنے لگے اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے احسانوں کا عادی بنا دیا ہے اور میں نے اُسے اس بات کا عادی بنا دیا ہے کہ میں اس کے بندوں پر احسان کروں گا پس میں ان سے اپنی عادت چھوڑنا پسند نہیں کرتا کہ وہ مجھ سے اپنی عادت نہ چھوڑ دے۔ عبداللہؓ، معاویہؓ کے پاس دمشق گئے تو عمرو بن العاصؓ نے ان کے دمشق پہنچنے سے قبل ہی معاویہؓ کو اطلاع دے دی اور یہ بات اُسے اس کے غلام نے بتائی جو ابن جعفر کے ساتھ حجاز سے چلا تھا وہ دو دن کا سفر طے کر کے آپ سے پہلے دمشق پہنچ گیا عمرو، معاویہ کے پاس گیا تو اس کے پاس ہاشمیوں اور دیگر قریش کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی، جن میں عبداللہ بن حارث بن عبدالمطلب بھی تھے، عمرو نے کہا تمہارے پاس وہ آدمی آیا ہے جو خلوتوں میں بڑی تمنائیں کرنے والا اور راستوں میں بہت غنی بننے والا، سلف پر گرفت کرنے والا اور اسراف کا مطیع ہے۔ تو عبداللہ بن حارث نے غضب ناک ہو کر عمرو سے کہا تو جھوٹ بولتا ہے عبداللہ اس قسم کا نہیں جیسے تو نے بیان کیا ہے بلکہ ان اوصاف کا حامل تو ہے، وہ تو اللہ تعالیٰ کا بہت ذکر کرنے والا اور اس کی مصیبت پر شکر گزاری کرنے والا اور فحش گوئی سے نفور ہے نیز بزرگ، مہذب، کریم، سردار اور حلیم ہے، اگر بات کا آغاز کرے تو درست کہتا ہے اگر اس سے سوال کیا جائے تو جواب دیتا ہے وہ کسی کا دباؤ قبول نہیں کرتا اور نہ کسی سے ڈرتا ہے، نہ ہی وہ فحش گو اور سب و شتم کرنے والا ہے، وہ طاقت ور شیر کی طرح

ہے، دلیر، جری، کاٹنے والی تلوار اور شریف الاصل سردار ہے، وہ اس شخص کی طرح نہیں جس کے بارے میں قریش کے شریر لوگ جھگڑا کریں تو ان کے نقصاب اس پر غالب آجائیں تو وہ حسب کے لحاظ سے قریش کا سب سے بڑا اور ذلیل منصب والا آدمی بن جائے۔ اور وہ ان میں سے ذلیل کی پناہ مانگے اور کمتر آدمی کے پاس جائے کاش مجھے معلوم ہوتا کہ تو کس خاندان سے تعلق رکھتا ہے اور کس اولیت سے متعرض ہے؟ ہاں تو اپنے ستونوں کے بغیر بلند ہوتا ہے اور اپنی زبان کے بغیر گفتگو کرتا ہے، وہ حکم میں بڑا نیک اور فضیلت میں بڑا نمایاں ہے، ابن ابی سفیان کو چاہیے کہ وہ تجھے قریش کی عزتوں کے درپے ہونے سے روکے اور جیسے بچوں کا منہ اس کے بھٹ میں بند ہوتا ہے اسی طرح وہ تیرا منہ بند کر دے، تو قریش کی عزت اور حسب کی برابری نہیں کر سکتا تیرے لیے ایک تند خو شیر مقرر کیا گیا ہے جو دوستوں کو اُچک لینے والا اور روحوں کو پھاڑنے والا ہے، عمرو نے بھی بولنے کا ارادہ کیا تو معاویہؓ نے اُسے بات کرنے سے روک دیا، عبداللہ بن حارث نے کہا آدمی اپنے آپ پر ہی رحم کرتا ہے خدا کی قسم میری زبان بڑی تیز ہے اور میرا جواب تیار ہے اور میرا قول سچ ہے اور میرے مددگار حاضر ہیں پس معاویہ کھڑا ہو گیا اور لوگ منتشر ہو گئے۔

عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب کے جود و کرم اور دیگر فضائل کے بہت سے واقعات ہیں جنہیں ہم نے مفصل طور پر اپنی دو کتابوں "اخبار الزمان" اور "الاوسط" میں بیان کیا ہے حجاج ان کی طرف آلِ ابی طالب کو ذلیل کرنے کے لیے گیا تھا۔

حجاج کی طرف عبدالملک کا خط جسے وہ سمجھ نہ سکا

حجاج نے عبدالملک کی طرف خط لکھا جس میں اُسے بتایا کہ قطری کے ساتھ خوارج کا معاملہ مضبوط ہوتا جا رہا ہے تو عبدالملک نے اُسے لکھا اما بعد! میں تمہارے ساتھ مل کر تلوار کی تعریف کرتا ہوں اور تجھے وہ وصیت کرتا ہوں جو بکری (بنو بکر کے ایک آدمی) نے زید کو کی تھی، حجاج عبدالملک کے مفہوم کو نہ سمجھ سکا۔ اور اس نے کہا کہ جو شخص اس وصیت کی تفسیر کرے گا جو بکری نے زید کو کی تھی اُسے دس ہزار درہم دیا جائے گا تو حجاز سے ایک آدمی اس کے ایک عامل کے ظلم کی فریاد کرتا ہوا آیا اس سے دریافت کیا گیا، کیا تجھے علم ہے کہ بکری نے زید کو کیا وصیت کی تھی، اس نے

کہاں ہے، لوگوں نے اُسے کہا حجاج کے پاس جاؤ تیرے لیے دس ہزار درہم انعام ہے وہ اس کے پاس آیا تو اُسے اس کے سامنے پیش کیا گیا اس نے کہا اس نے یہ وصیت کی تھی کہ سے

"میں زید سے کہتا ہوں کہ تو وحشی نہ بن وہ تیرے اور میرے قتل کے ورے موتوں کو دیکھتے ہیں پس اگر وہ جنگ چھوڑ دیں تو تو بھی چھوڑ دے اور اگر وہ جنگ کریں تو تُو بھی بہت سی لکڑیاں ڈال کر جنگ کے ایندھن کو بھڑکا دے۔ اور اگر سخت جنگ اپنی کچلی سے کاٹے تو تلوار کی دھار کا نشانہ تیرے اور میرے جیسا شخص ہوگا۔"

حجاج کہنے لگا امیر المومنین بھی سچ کہتے ہیں اور بکری نے بھی سچ کہا ہے۔

مہلب کی طرف حجاج کا خط

حجاج نے مہلب کی طرف لکھا کہ امیر المومنین نے مجھے وہ وصیت کی ہے جو بکری نے زید کو کی تھی اور میں تجھے وہ وصیت کرتا ہوں جو حارث بن کعب نے اپنے بیٹوں کو کی تھی، مہلب نے وہ وصیت منگوائی تو اس میں لکھا تھا "اے میرے بیٹو! اکٹھے ہو جاؤ اور الگ الگ نہ ہو ورنہ بکھر جاؤ گے اور نیکی کرنے سے پہلے نیکی کرو کیونکہ موت اور عزت کی موت، ذلت اور عجز کی زندگی سے بہتر ہے۔" تو مہلب نے کہا بکری اور حارث بن کعب نے سچ کہا ہے۔

عبدالملک نے حجاج کو لکھا:۔

"مجھے آل ابی طالب کی خونریزی سے بچانا کیونکہ میں نے دیکھا ہے کہ جب آلِ حرب نے اُن کی خونریزی کی تو حکومت ان سے وحشت محسوس کرنے لگی، حجاج، اس خوف کے پیش نظر ان کی خونریزی سے بچتا تھا کہ کہیں ان کے ہاتھ سے حکومت ہی نہ جاتی رہے، وہ اللہ تعالٰی کے خوف کے باعث ان کی خونریزی سے اجتناب نہ کرتا تھا۔"

لیلیٰ اخیلیہ اور حجاج

لیلیٰ اخیلیہ، حجاج کے پاس آئی تو کہنے لگی اللہ تعالٰی امیر کا بھلا کرے، میں ستاروں کی وعدہ خلافی، بارشوں کی کمی اور سردی کے آغاز اور سخت مشقت کی وجہ سے آئی ہوں، حجاج نے کہا مجھے زمین کے متعلق بتاؤ، وہ کہنے لگی کہ زمین بارش نہ ہونے کی وجہ سے زیادہ خشک ہو گئی ہے اور راستے غبار آلود ہو گئے ہیں اور تنگی سے گزارہ کرنے والا بہت غریب

ہو گیا ہے، عیال دار مختل ہو گیا ہے اور تنگدست بیمار ہو گیا ہے، لوگ قحط زدہ ہو گئے ہیں اور خدا تعالیٰ کی رحمت کے اُمیدوار ہیں، حجاج نے پوچھا تو کونسی عورت کے ہاں اُترنا پسند کرتی ہے، کہنے لگی مجھے ان کے نام بتاؤ اس نے کہا میرے ہاں ہند بنت مہلب اور ہند بنت اسماء بن خارجہ ہے تو اس نے ہند بنت خارجہ کو پسند کیا اور اس کے ہاں چلی گئی تو اس نے اُسے اس قدر زیورات دیے کہ اُسے لاد دیا۔ کیوں کہ اس نے دوسری عورتوں کو چھوڑ کر اُسے پسند کیا تھا اور اس کے ہاں آئی تھی۔

حجاج کے عم زاد کا اس سے ولایت طلب کرنا اور اس کا اس کی آزمائش کر کے اُسے حاکم بنانا اور اس کا کامیاب ہونا

المنقری نے بیان کیا کہ ہمیں العتبی نے اپنے باپ سے بتایا وہ بیان کرتا ہے کہ حجاج کے پاس اس کا ایک دیہاتی عم زاد آیا اس نے دیکھا کہ حجاج لوگوں کو حاکم بنا رہا ہے تو اس نے اُسے کہا اے امیر تو مجھے کسی شہر کا حاکم کیوں نہیں بنا دیتا حجاج نے کہا یہ لوگ تو حساب کتاب جانتے ہیں اور تم نہ حساب کر سکتے ہو، نہ لکھ سکتے ہو تو وہ دیہاتی برافروختہ ہو کر کہنے لگا خدا کی قسم میں ان سے بہتر حساب و کتاب جانتا ہوں حجاج نے اُسے کہا اگر تو ایسا ہی ہے جیسا کہ تیرا خیال ہے تو تین دراہم کو چار آدمیوں میں تقسیم کر دے، پس وہ مسلسل یہ کہتا رہا کہ تین دراہم کو چار میں تقسیم کر دے۔ تین دراہم کو چار میں تقسیم کر دے۔ اگر تین کو ایک ایک درہم دوں تو چوتھے کے لیے کچھ نہیں بچتا۔ اے امیر وہ کتنے آدمی ہیں، اس نے کہا چار ہیں اس نے کہا ہاں اے امیر مجھے حساب کا پتہ چل گیا ہے، میں چوتھے آدمی کو اپنے پاس سے درہم دے دوں گا اور اس نے اپنے ازار بند کو ہاتھ مار کر ایک درہم نکالا اور کہا تم میں سے چوتھا آدمی کون ہے اللہ ان کا بُرا کرے میں نے آج ان شہریوں کے حساب کی طرح کوئی چیز جھوٹی نہیں دیکھی تو حجاج اور اس کے ساتھی ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو گئے پھر حجاج نے کہا اہل اصبہان تیس سال سے خراج کی مخالفت کر رہے ہیں اور جب کبھی ان کے پاس کوئی والی جاتا ہے تو وہ اُسے عاجز کر دیتے ہیں، پس میں انہیں اس بدو اور اس کے اکھڑپن سے مرواؤں گا، یہ اس لائق ہے کہ ان سے خراج حاصل کرے لہٰذا اس نے اُسے اصبہان کی حکمرانی لکھ دی۔ جب وہ وہاں پہنچا تو اہل اصبہان نے اس کا استقبال کیا اور بہت خوش ہوئے

اور آکر اس کے ہاتھ پاؤں چومنے لگے اور اس پر چھا گئے اور کہنے لگے یہ بدو کیا کرے گا جب انہوں نے بہت بوسہ بازی کی تو اس نے کہا، میرے ہاتھ پاؤں کو چومنا چھوڑ دو اور اس طریق کو ذرا اخیر پا رکھو۔ امیر نے مجھے جس بات کے لیے بھیجا ہے اس سے غافل نہ ہو، جب وہ اصبہان میں اپنے قصر امارت میں مقیم ہو گیا تو اس نے وہاں کے لوگوں کو اکٹھا کر کے کہا کیا وجہ ہے کہ تم اپنے رب کی نافرمانی کرتے ہو اور اپنے امیر کو ناراض کرتے ہو اور اپنے خراج کو کم کرتے ہو! ان میں سے ایک نے کہا تجھ سے پہلے جو لوگ آئے وہ ظالم تھے، اس نے کہا تمہاری بہتری کس بات میں ہے انہوں نے کہا ہمیں آٹھ ماہ کی مہلت دے دو ہم تجھے خراج جمع کر دیں گے اس نے جواب دیا تم کو دس ماہ کی مہلت ہے لیکن تم دس ضامن لاؤ، جو تمہاری ضمانت دیں، وہ اس کے پاس ضامن لائے جب اس نے ان سے یقین دہانی حاصل کر لی تو انہیں مہلت دے دی جب ادائیگی کا وقت قریب آیا تو اس نے دیکھا کہ جوں جوں مقررہ وقت قریب آتا جاتا ہے۔ وہ اس کے پاس زیادہ آتے جاتے نہیں اس نے انہیں پوچھا مگر انہوں نے اس کی بات سے فائدہ نہ اٹھایا جب یہ معاملہ طول پکڑ گیا تو اس نے ضامنوں کو اکٹھا کر کے انہیں کہا مال دو، انہوں نے کہا ہمیں آفت نے آن لیا ہے جس سے عہد ٹوٹ گیا ہے، جب اس نے ان کی یہ کیفیت دیکھی تو اس نے قسم کھائی کہ وہ جب تک مال نہ جمع کر لے یا ان کی گردن نہ توڑ دے۔ روزہ افطار نہیں کرے گا یہ رمضان کا مہینہ تھا ـــــ پھر اس نے ایک کے پاس آکر اس کی گردن توڑ دی اور اس پر لکھا کہ یہ فلاں بن فلاں ہے اس کے ذمہ جو کچھ تھا اس نے ادا کر دیا ہے اور اس کے سر کو تھیلی میں رکھ کر اس پر مہر لگا دی پھر اس نے دوسرے آدمی کے پاس جا کر بھی یہی کیا جب لوگوں نے دیکھا کہ سر اڑا کر تھیلیوں میں رکھے جا رہے ہیں تو وہ کہنے لگے اے امیر ذرا توقف کیجیے ہم ابھی آپ کو مال لائے دیتے ہیں اس نے ان کی بات مان لی تو انہوں نے بہت جلد خراج حاضر کر دیا، جب حجاج کو یہ اطلاع ملی تو اس نے کہا ہم آل محمد کا گروہ ہیں ـــــ یہ اس کے دادے کا نام ہے ـــــ ہمارے بچے نجیب ہوتے ہیں تم نے اس بدو کے متعلق میری فراست کو کیسا پایا اور وہ حجاج کے مرنے تک اصبہان کا والی رہا۔

ابراہیم تیمی حجاج کے جیل خانے میں حجاج نے ابراہیم تیمی کو واسط میں قید

کر دیا جب وہ حجاج کے جیل خانے میں داخل ہوا تو ایک بلند جگہ پر کھڑے ہو کر اونچی آواز سے کہنے لگا اے مصیبت زدو، اللہ کی عافیت میں رہو اور اسے عافیت کو شو، اللہ کی مصیبت میں پڑو، صبر کرو، سب نے اسے لبیک لبیک کہا وہ حجاج کی قید ہی میں مرگیا، حجاج نے ابراہیم نخعی کو طلب کیا تھا وہ تو بچ گیا اور ابراہیم تیمی اس کے ہتھے چڑھ گیا، اعمش کا بیان ہے کہ میں نے ابراہیم نخعی سے کہا جب حجاج نے تجھے طلب کیا تھا تو اس وقت کہاں تھا اس نے کہا وہاں پہ تھا جہاں یہ شاعر کہتا ہے کہ ؎

"جب بھیڑیے نے چیخ ماری تو میں اس سے مانوس ہوگیا اور انسان نے آواز دی تو میں نے اڑ جانے کی تدبیر کی۔"

حجاج کا ابن القریہ سے عورتوں کے متعلق دریافت کرنا

ہم سے احمد بن سعید دمشقی اموی نے زبیر بن بکار سے اور اس نے محمد بن سلام جمحی سے بیان کیا کہ ہم کو فضل بن حباب جمحی نے محمد بن سلام کے طریق سے بتایا کہ حجاج نے ابن القریہ سے دریافت کیا کونسی عورت اچھی ہے اس نے جواب دیا، جس کے پیٹ میں بچہ ہو اور اس کی گود میں بھی بچہ ہو اور بچوں کے ساتھ بھی اس کا ایک بچہ کھیلتا ہو۔ اس نے پوچھا بری عورت کونسی ہے اس نے جواب دیا بہت اذیت دینے والی اور بہت شکایتیں کرنے والی اور تیری مرضی کی مخالفت کرنے والی، اس نے پوچھا تجھے کونسی عورت پسند ہے اس نے جواب دیا دراز گردن صحت مند سفید رنگ نازپروردہ جس کو قد کی کوتاہی اور لمبائی عیب نہ لگائے اس نے پوچھا کونسی عورت تجھے بری لگتی ہے اس نے جواب دیا بے وقوف کوتاہ قد، برص والی شریر، اس نے پوچھا مجھے بتاؤ کہ کونسی عورت اندرونے اور پہلوؤں کے لحاظ سے بہتر ہوتی ہے اس نے جواب دیا جو نرم کھال والی اور تر و تازہ ہو جس کے اوپر کا دھڑ چھڑی کی طرح اور نیچے کا دھڑ ٹیلے کی طرح ہو نیز جو سیاہی مائل سرخ رنگ اور چربی دار ہو جس کا نچلا حصہ لمبا نہ ہو اور زیادہ چھوٹی نہ ہو اس کی زلفیں گھنگھریالی ہوں اور سیدھی بینڈھیوں والی ہو جس کے سرین موٹے ہوں اور اس کے ہاتھ پاؤں نازک ہوں جب تو اس کی انگلیوں کو دیکھے تو انہیں ٹھنڈی توری سے مشابہت دے جب وہ کھڑی ہو تو تو اسے ستون خیال کرے یہ عورت عاشق کو برانگیختہ کرتی ہے اور عاشق

سے معانقہ کرکے اُسے زندگی بخشتی ہے۔

مسعودی بیان کرتا ہے کہ ولید بن عبدالملک کے دور کے حادثات اور جنگوں کے واقعات بہت شاندار ہیں، اسی طرح حجاج کے واقعات کا حال ہے ہم ان میں سے بہت سے واقعات کو اپنی دونوں کتابوں اخبار الزمان اور الاوسط میں بیان کر چکے ہیں اور اس کتاب میں ہم نے وہ واقعات بیان کیے ہیں جو ان دونوں کتابوں میں نہیں کیے نیز الاوسط میں وہ واقعات بیان کیے ہیں جو اخبار الزماں میں درج نہیں کیے۔ واللہ اعلم

سلیمان بن عبدالملک کا دورِ حکومت

مختصر حالات جس روز ولید کی وفات ہوئی، اسی روز دمشق میں سلیمان بن عبدالملک کی بیعت ہوئی یہ ۱۵ جمادی الآخرۃ ۹۶ھ ہفتے کے روز کا واقعہ ہے سلیمان کی وفات قنسرین کے مضافات میں مرج دابق میں ۲۰ صفر ۹۹ھ کو جمعہ کے روز ہوئی۔ اس نے دو سال آٹھ ماہ پانچ راتیں حکومت کی اور ۳۹ سال کی عمر میں فوت ہوا۔ اس نے عمر بن عبدالعزیز کے متعلق وصیت کی، بعض کہتے ہیں کہ سلیمان کی وفات ۱۰ صفر ۹۹ھ کو جمعہ کے روز ہوئی اور اس کی حکومت دو سال نو ماہ اٹھارہ دن رہی، یہ یہ دونوں مختلف تاریخیں ہم نے کتاب سیر و تواریخ میں پائی ہیں، ہم اس کے دورِ حکومت کا مختصر ذکر اس کتاب کے ایک الگ باب میں کریں گے۔

سلیمان کی عمر کے بارے میں اختلاف کیا گیا ہے بعض کہتے ہیں کہ وہ ۴۵ سال کی عمر میں فوت ہوا اور قبل ازیں ہم یہ قول بیان کر آئے ہیں کہ وہ ۳۹ سال کی عمر میں فوت ہوا تھا، میں نے بنی مروان کے اکثر شیوخ کو جو اس کی اولاد میں سے تھے اور دیگر شیوخ کو جو دمشق میں تھے اسی خیال کا حامل پایا ہے کہ اس کی وفات ۳۹ سال کی عمر میں ہوئی تھی۔ واللہ اعلم۔

اس کے حالات و واقعات کی ایک جھلک

خلافت کا پہلا خطبہ جب سلیمان کو حکومت مل گئی تو اس نے منبر پر چڑھ کر

اللہ تعالےٰ نے کی حمد و ثنا کی اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہ درود پڑھا پھر کہنے لگا، سب تعریف اس خدا کے لیے ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو چاہتا ہے دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے روک دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بلند کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے نیچے گرا دیتا ہے اے لوگو دُنیا باطل، دھوکے اور زینت کا گھر ہے اپنے اہل کو اُلٹتی پلٹتی رہتی ہے رونے والے کو ہنساتی اور ہنسنے والے کو رُلاتی ہے، پُرامن کو خوف زدہ اور خوف زدہ کو امن بخشتی ہے، فقیر کو مال دار اور مال دار کو فقیر کرتی ہے، اور اہل دنیا کو کجرو بنانے والی ہے اے بندگانِ خدا کتاب اللہ کو اپنا امام بناؤ اور اسی کو حکم مانو اور اسے اپنا راہنما بناؤ کیونکہ وہ پہلی کتابوں کی ناسخ ہے اور اس کے بعد آنے والی کوئی کتاب اُسے منسوخ نہ کر سکے گی، اے بندگانِ خدا جان لو کہ وہ کتاب تم سے شیطان کی تدبیروں اور اُمیدوں کو اس طرح دُور کرتی ہے جیسے سُورج کی روشنی صبح کو روشن کر دیتی ہے اور رات چلی جاتی ہے پھر اس نے منبر سے اُتر کر لوگوں کو ملاقات کی اجازت دی پہلے عاملوں کو برقرار رکھا اور خالد بن عبداللہ قسری کو مکہ کی گورنری پہ برقرار رکھا۔

خالد قسری مکہ میں

خالد نے مکہ میں کئی نئی باتیں پیدا کیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے کعبہ کے اردگرد صفیں بنوائیں اس سے قبل نماز میں لوگوں کی صفیں اس سے مختلف ہوتی تھیں اُسے ایک شاعر کا یہ قول ملا۔

"حج کے موقع پہ اجتماع کا کیا کہنا اور کعبے کی مسجد کا کیا کہنا اور ان صفوں کا کیا کہنا جنہوں نے حجرِ اسود کو چومنے کے وقت ہم سے مزاحمت کی۔"

خالد نے کہا، اس کے بعد صفیں کبھی تجھ سے مزاحم نہ ہوں گی پھر اس نے مردوں اور عورتوں کے علیحدہ علیحدہ طواف کرنے کا حکم دیا۔

سلیمان بڑا بسیار خور تھا

سلیمان بسیار خور تھا اور حد سے بڑھ کر کھاتا تھا، باریک اور منقش کپڑے پہنتا تھا، اس کے دورِ حکومت میں یمن، کوفہ اور اسکندریہ میں نقش و نگار کا کام بہت شان دار ہوتا تھا۔ لوگوں نے بھی منقش جُبّے، چادریں، شلواریں، پگڑیاں اور ٹوپیاں پہننا شروع کر دیں اور اس کے گھر کا کوئی آدمی بھی منقش لباس پہنے بغیر اس کے پاس نہ آسکتا تھا اور اسی طرح اس کے عمال و اصحاب اور قصرِ امارت میں رہنے والے لوگ

بھی بغیر منقش لباس پہنے اس سے نہ مل سکتے تھے سواری کرتے اور منبر پر بیٹھتے وقت بھی اس کا یہی لباس ہوتا تھا اس کے خادم بھی منقش لباس پہنے بغیر اس کے پاس نہ آسکتے تھے یہاں تک کہ باورچی بھی بیلنے اور سر پر طویل منقش کپڑا رکھے بغیر اس کے پاس نہ آسکتا تھا، اس نے حکم دیا کہ اُسے گراں بار منقش کپڑے میں کفن دیا جائے وہ ہر روز عراق کے سو رطل کھانے سے سیر ہوتا تھا، بسا اوقات باورچی اس کے پاس ایسی سیخیں لاتے جن میں بھنے ہوئے مرغ ہوتے اور ان پر بھاری منقش کپڑا ہوتا تو وہ کھانے کی حرص کی وجہ سے اپنی آستین میں ہاتھ داخل کر کے گرم گرم مرغی کو پکڑ لیتا اور پھر گرم ہونے کی وجہ سے اُسے چھوڑ دیتا۔

اصمعی بیان کرتا ہے کہ ہارون الرشید کے سامنے سلیمان کی حرص طعام اور اپنی آستین سے مرغی کے چوزوں کی سیخیں کھانے کا ذکر کیا گیا تو اس نے کہا اللہ تیرا ستیاناس کرے تجھے اس کی باتیں کس نے بتائی ہیں؟ میرے سامنے بنی امیہ کے جُبّے پیش کیے گئے میں نے سلیمان کے جبوں کو دیکھا تو اس کے ہر جُبّے کی آستین میں چکنائی کا نشان تھا، پس مجھے علم نہ ہو سکا کہ یہ کیا ہے یہاں تک کہ تو نے مجھے یہ بات بتائی پھر کہنے لگا میرے پاس سلیمان کے جُبّے لاؤ، جُبّے لائے گئے تو ہم نے دیکھا کہ ان میں چکنائی کے نشانات بڑے واضح تھے اس نے مجھے بھی ایک جُبّہ پہنایا، بعض اوقات اصمعی اس جُبّے میں باہر نکلتا تو کہتا یہ سلیمان کا جُبّہ ہے جو ہارون الرشید نے مجھے پہنایا ہے کہتے ہیں کہ ایک روز سلیمان حمام سے باہر نکلا تو اُسے سخت بھوک لگی ہوئی تھی، اس نے جلدی جلدی کھانا کھایا وہ ابھی اس سے فارغ نہیں ہوا تھا کہ اس نے حکم دیا اس کے سامنے اس کے ساتھ بھنا ہوا گوشت پیش کیا جائے تو اس کے سامنے بکری کے بیس بچے پیش کیے گئے تو وہ ان سب کے اندر کی چیزیں (گردے دل، کلیجی وغیرہ) چپاتیوں کے ساتھ کھا گیا پھر اس کے بعد کھانا چُنا گیا تو اس نے اپنے ندیموں کے ساتھ اس طرح کھایا گویا اس نے کوئی چیز نہیں کھائی تھی۔

کہتے ہیں کہ وہ حلوے کی ٹوکریاں بنواتا تھا اور اپنے سونے کی جگہ کے اردگرد رکھ دیتا تھا، جب وہ بیدار ہوتا اپنا ہاتھ لمبا کرتا تو وہ کسی نہ کسی ٹوکری میں جا پڑتا اور وہ اس سے کھاتا۔

سلیمان کا لباس جس نے اُسے خود پسند بنا دیا

المنقری نے العتبی سے اور اس نے اسحاق بن ابراہیم بن صباح

بن مردان سے بیان کیا ۔ یہ بنی اُمیہ کا غلام تھا اس کا تعلق بلقاء کے علاقے سے تھا جو دمشق کے مضافات میں ہے اور وہ بنی اُمیہ کے واقعات کا حافظ تھا ، وہ بیان کرتا ہے کہ سلیمان نے اپنی حکومت کے دوران جمعہ کے روز ایک لباس پہنا جسے اس نے بڑا مشہور کیا اور اُسے خوشبو لگائی اور ایک جامہ دان منگوایا جس میں عمامے تھے اس کے ہاتھ میں آئینہ تھا وہ یکے بعد دیگرے عمامے باندھتا رہا یہاں تک کہ اُسے ایک عمامہ پسند آگیا اس نے اس کا شملہ لٹکایا اور ہاتھ میں چھڑی لی اور اپنے کندھوں کو دیکھتا ہوا منبر پر چڑھا اور اپنے لوگوں کو اکٹھا کیا اور خطبہ دیا تو وہ خود پسند بن گیا اور کہنے لگا میں نوجوان بادشاہ اور وہ سردار ہوں جس سے خوف کھایا جاتا ہے اور میں بخشش کرنے والا سخی ہوں تو اس کے سامنے اس کی لونڈیوں میں سے ایک لونڈی کی شبیہ ظاہر ہوئی وہ اس سے لطف اندوز ہوا کرتا تھا اس نے اُسے کہا تو امیر المومنین کو کیسا پاتی ہے ؟ اس نے جواب دیا میں اُسے دل کی آرزو اور آنکھ کی ٹھنڈک پاتی ہوں اگر وہ ایسا نہ ہوتا تو شاعر نہ کہتا اس نے کہا شاعر نے کیا کہا ہے اس نے کہا وہ کہتا ہے ؎

"تو بہترین متاع ہے کاش تو زندہ رہتا، مگر انسان کو بقاء حاصل نہیں،
تیرے متعلق ہمیں کوئی چیز قلق میں نہیں ڈالتی مگر اللہ جانتا ہے کہ تو
فانی ہے ، جس شکل میں تو ہمارے سامنے ظاہر ہوا یہ کوئی عیب کی بات
نہیں مگر اے سلیمان تو فانی ہے ۔"

یہ شعر سن کر اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور وہ روتا ہوا چلا گیا جب وہ خطبہ اور نماز سے فارغ ہوا تو اس نے لونڈی کو بلایا اور کہا تو نے جو بات امیر المومنین سے کہی ہے اس پر تجھے کس بات نے آمادہ کیا ہے اس نے جواب دیا خدا کی قسم میں نے امیر المومنین کو آج نہیں دیکھا ہے اور نہ ان کے پاس گئی ہوں تو اس نے اسے بڑی بات خیال کیا اس نے اپنی لونڈیوں کی نگران کو بلایا تو اس نے بھی لونڈی کی بات کی تصدیق کی تو ڈر گیا اور اس نے اپنے آپ سے کچھ فائدہ نہ اٹھایا اور اس کے تھوڑی مدت بعد مر گیا سلیمان کہا کرتا تھا کہ ہم نے اچھا کھایا ، نرم پہنا اور خوب صورت عورت پر سوار ہوئے اب میرے لیے سوائے ایک دوست کے اور کوئی لذت باقی نہیں رہی جس سے مل کر میں زندگی کی تکالیف سے بچوں ۔

سلیمان اور حجاج کے کاتب کے درمیان گفتگو

اور اس کے سامنے حجاج کے کاتب یزید بن ابی مسلم کو پابجولاں پیش کیا گیا اس کا حجاج پر بڑا اثر تھا، جب اس نے اُسے دیکھا تو اُسے حقیر خیال کیا اور کہنے لگا میں نے آج کی طرح کبھی نہیں دیکھا اللہ تعالیٰ اس آدمی پر لعنت کرے جس نے تجھے اپنی مرضی پر چھوڑ دیا اور اپنی حکومت میں تجھے حاکم بنایا، یزید نے اُسے کہا امیر المومنین ایسا نہ کیجیے آپ نے مجھے اس وقت دیکھا ہے جب میرے پاس حکومت نہیں ہے اور آپ کے پاس حکومت ہے اگر آپ مجھے اس وقت دیکھتے جب میں صاحب حکومت تھا تو آپ نے جس چیز کو چھوٹا خیال کیا ہے اُسے جلیل القدر خیال کرتے ۔ سلیمان نے کہا تو نے سچ کہا ہے تیری ماں نہ رہے بیٹھ جا، جب وہ ٹیک کر بیٹھ گیا تو سلیمان نے کہا میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ تو مجھے حجاج کے متعلق بتا کہ تیرا اس کے متعلق کیا خیال ہے؟ کہ کیا وہ جہنم میں گر رہا ہے یا اس میں گر چکا ہے؟ اس نے جواب دیا امیر المومنین حجاج کے متعلق یہ بات نہ کہیے اس نے آپ کی خیر خواہی کی ہے تمہارے خون کو گرنے سے بچایا ہے، تمہارے دوست کو امن دیا ہے، اور تمہارے دشمن کو ڈرایا ہے وہ قیامت کے روز تمہارے باپ عبدالملک کے دائیں ہاتھ اور تمہارے بھائی ولید کے بائیں ہاتھ ہوگا، پس آپ اسے جہاں رکھنا چاہتے ہیں رکھ دیں تو سلیمان نے چیخ کر کہا یہ مجھے اللہ کی لعنت کی طرف لے گیا ہے پھر اس نے اپنے ہمنشینوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا اللہ اس کا بُرا کرے اس نے اپنی اور اپنے دوست کی کیا شاندار ترتیب رکھی ہے اور اس نے اُسے اچھا بدلہ دیا ہے اسے آزاد کر دو۔

سلیمان کو ابو حازم اعرج کی نصیحت

ابو حازم اعرج سلیمان کے پاس گیا تو اس نے کہا اے ابو حازم کیا وجہ ہے کہ ہم موت کو پسند نہیں کرتے اس نے جواب دیا اس لیے کہ تم نے اپنی دنیا کو آباد کیا ہے اور اپنی آخرت کو برباد کیا ہے اس لیے تم آبادی کو چھوڑ کر برباد جگہ کی طرف جانا ناپسند کرتے ہو، اس نے کہا مجھے بتاؤ کہ خدا تعالیٰ کے ہاں پیشی کیسے ہوگی اس نے جواب دیا! اچھے کام کرنے والا تو اس طرح ہوگا جیسے گھر سے غائب رہنے والا اپنے گھر والوں کی طرف خوش خوش آتا ہے اور خطاکار بھاگے ہوئے غلام کی طرح ہوگا جو اپنے آقا کے پاس غمگین ہو کر آتا ہے اس نے پوچھا کونسا عمل افضل ہے اس نے جواب دیا حرام کاموں سے

بچتے ہوئے فرائض کی ادائیگی، اس نے پوچھا سب سے عادلانہ بات کونسی ہے اس نے جواب دیا اس آدمی کے پاس حق بات کہنا جس سے تو خائف بھی ہو اور اس سے اُمید بھی رکھتا ہو اس نے پوچھا کونسا آدمی سب سے عقل مند ہے اس نے جواب دیا جو اللہ کی اطاعت میں کام کرے اس نے پوچھا کونسا آدمی سب سے جاہل ہے اس نے جواب دیا جس نے اپنی آخرت کو دوسرے کی دُنیا کے بدلے بیچ دیا اس نے کہا مجھے مختصر نصیحت کرو، اس نے کہا امیرالمومنین اپنے رب کی پاکیزگی اور عظمت اس طرح بیان کر کہ وہ تجھے ان چیزوں سے بچتا دیکھے جن سے اس نے تجھے روکا ہے لیکن جہاں اس نے تجھے حکم دیا ہے وہاں سے گم نہ پائے، سلیمان یہ باتیں سُن کر بہت رویا تو اس کا ایک ہم نشین اُسے کہنے لگا تیرا بُرا ہو تو نے امیرالمومنین پر بہت زیادتی کی ہے ابو حازم نے اُسے کہا خاموش رہ، اللہ تعالےٰ نے علماء سے عہد لیا ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے حق کو بیان کریں اور اُسے نہ چھپائیں پھر وہ وہاں سے باہر چلا آیا جب اپنے گھر آیا تو سلیمان نے اس کی طرف مال بھیجا جسے اس نے واپس کر دیا اور ایلچی سے کہنے لگا امیرالمومنین سے کہہ دینا خدا کی قسم ابو حازم تمہارے لیے مال کو پسند نہیں کرتا اپنے لیے مال کو کیسے پسند کر سکتا ہے۔

سلیمان کے دربار میں ایک بدوی کی حق گوئی

اسحاق بن ابراہیم موصلی بیان کرتا ہے کہ مجھے اصمعی نے مہالبہ کے ایک شیخ سے بتایا وہ کہتا تھا کہ ایک بدو سلیمان کے پاس جا کر کہنے لگا یا امیرالمومنین میں آپ سے ایک بات کرنا چاہتا ہوں آپ اُسے سمجھ لیں سلیمان نے اُسے کہا ہم تو اُسے بھی برداشت کرتے ہیں جس کی خیر خواہی کی ہم اُمید نہیں رکھتے اور نہ اس کے فریب سے امن میں ہوتے ہیں مجھے اُمید ہے کہ تو صادق امین اور قابل اعتماد آدمی ہوگا، کہو جو کہنا چاہتے ہو، اس نے کہا امیرالمومنین جب میں آپ کے غضب سے بچ گیا تو میں اس بارے میں اپنی زبان کھولتا ہوں جس کے متعلق زبانیں آپ کو نصیحت کرنے اور اللہ کے حق اور آپ کے حق امانت کو ادا کرنے سے گنگ ہو گئی ہیں۔ امیرالمومنین آپ کو ان لوگوں نے گھیر رکھا ہے جنہوں نے اپنے لیے بُری باتوں کو پسند کیا ہے اور انہوں نے اپنے دین کے بدلے میں دنیا اور آپ کی رضامندی کے لیے اپنے باپ کی ناراضگی خرید لی

ہے ، وہ اللہ کے بارے میں تجھ سے ڈرتے ہیں اور تیرے اللہ سے نہیں ڈرتے ، وہ دُنیا سے اپنے کو بچاتے اور آخرت سے جنگ کرتے ہیں پس وہ جس بات پر آپ کو اللہ سے بے خوف کرتے ہیں آپ ان سے بے خوف نہ ہوں کیونکہ وہ وہی کام کرتے ہیں جس میں اُمت کا ضیاع اور نقصان ہو اور آپ ان کے جرائم کے بارے میں جواب دہ ہیں اور وہ آپ کے جرائم کے بارے میں جواب دہ نہیں ، لہٰذا آپ ان کی دنیا کی بہتری کے لیے اپنی آخرت خراب نہ کریں ، سب سے زیادہ گھاٹا پانے والا وہ شخص ہے جو اپنی آخرت کسی کی دنیا کے لیے فروخت کر دے۔ سلیمان نے اس سے کہا اے بدو تو نے ہم پر اپنی زبان کھول دی ہے جو تیری تلوار سے بھی زیادہ کاٹ کرنے والی ہے اس نے کہا بے شک امیر المومنین ایسی ہی بات ہے لیکن وہ آپ کی بھلائی کے لیے ہے نہ کہ نقصان پہنچانے کے لیے ، سلیمان نے کہا اے بدو تیرے باپ کی قسم ہمیشہ ہی عرب ہماری حکومت میں عزت کے ساتھ رہے ہیں اور ہمیشہ ہی ہماری حکومت کا زمانہ ہر بھلائی کا لانے والا رہا ہے ، اور اگر ہمارے سوا تمہارے کوئی اور حکمران ہوں تو جن باتوں کی تم مذمت کرتے ہو ان کی تعریف کرو ، بدو نے کہا جب حکومت عباس عم رسول اور ان کے باپ کے بیٹے کے بیٹوں کے ہاتھ آئی تو خدا تعالےٰ نے انہیں اسی وقت حکومت دی جب وہ اس کے اہل ثابت ہوئے تو سلیمان نے تغافل سے کام لیا گویا اس نے کچھ سُنا ہی نہیں پھر بدو باہر چلا گیا اور اس کے بعد وہ نظر نہیں آیا ، یہ واقعہ مجھے بغداد میں عباسؓ کی اولاد کے ایک شیخ نے بتایا جس کا نام ابن وہیبہ منصوری تھا اس نے یہ بات اپنے باپ سے اور اس نے علی بن جعفر نوفلی سے اور اس نے اپنے باپ سے بیان کی یہ سنہ ۳۰۳ھ کا واقعہ ہے۔

سلیمان کا معاویہ کی تعریف کرنا

سلیمان کی مجلس میں حضرت معاویہ کا ذکر ہوا تو اس نے اس کی رُوح اور اس کے گذشتہ آباد کی ارواح کے لیے دُعا کی اور کہا خدا کی قسم اس کا مذاق ، سنجیدگی اور سنجیدگی علم تھا خدا کی قسم معاویہ جیسا آدمی کہیں نہیں دیکھا گیا ، خدا کی قسم اس کا غضب حلم ، اور اس کا حلم حکم تھا بعض لوگوں کا کہنا ہے یہ عبدالملک کا کلام ہے۔

خالد قسری عراق میں

سلیمان نے خالد بن عبداللہ قسری کو جب کہ

وہ عراق کا حاکم تھا، قریش کے ایک آدمی کے متعلق لکھا جس نے اس سے پناہ طلب کی تھی اور وہ خالد سے بھاگ گیا تھا کہ وہ اُسے تعرّض نہ کرے وہ اس کے پاس خط لایا تو اس نے اس کی مہر توڑنے سے قبل اُسے سو کوڑے مارے پھر اُسے پڑھا اور کہنے لگا کہ یہ خدا تعالےٰ کا انتقام ہے جو وہ تجھ سے میرے خط نہ پڑھنے کی وجہ سے لینا چاہتا ہے اگر میں اسے پڑھتا تو اس پر عمل کرتا، پس وہ قریشی سلیمان کی طرف واپس جانے کے لیے نکلا تو فرزدق اور دروازے پر موجود لوگوں نے اس سے پوچھا کہ خالد نے کیا کیا ہے تو اس نے انہیں بتایا تب فرزدق نے یہ شعر کہے ؎

"خالد سے پوچھو خدا تعالیٰ اُسے برکت نہ دے قسر قبیلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے یا بعد کب قریش کا حاکم رہا ہے جو تو اُن سے بدلے لے رہا ہے اور قریش کی یہ حالت ہو گئی ہے کہ ان کا فربہ آدمی بھی لاغر اور کمزور ہو گیا ہے ہم نے اس شخص کی ہدایت کی اُمید کی جس کی کوششوں کو اللہ کامیاب نہ کرے اور نہ ہی اس کی ماں کو اس کا بچہ ملے۔"

جب سفیان کو اس امر کی اطلاع ملی تو اس نے اُسے سو کوڑے مارنے کے لیے ایک آدمی بھیجا تو فرزدق نے اس بارے میں یہ اشعار کہے ؎

"میری زندگی کی قسم خالد کی پشت پر کوڑوں کی اتنی بوچھاڑ ہوئی ہے کہ اتنی بوچھاڑ بارش کی بھی نہیں ہوتی، کیا تو اس کو نافرمانی کی سزا دیتا ہے جو نافرمان نہیں اور اے قسری تو امیر المومنین کی نافرمانی کرتا ہے اگر یزید بن مہلب نے تیری نرم ہتھیلی کو اس طرح چھلا نہ چڑھایا ہوتا جیسے گھونسلے میں جانور کے بچے کو چڑھایا جاتا ہے، تو میری زندگی کی قسم تو ابن شیبہ ایسی روش اختیار کرتا کہ وہ تجھے ستارگانِ شب کو چلتے ہوئے دکھا دیتا، پس ذلت کو اپنے دونوں ہاتھوں سے پکڑ، تجھے صرف متحرک نیزوں سے جزا دی گئی ہے۔"

سلیمان اور عمر بن عبد العزیزؒ ایک دن سلیمان نے عمر بن عبد العزیزؒ سے پوچھا جب کہ وہ بادشاہی کے نشے میں تھا آپ ہمیں کیسا پاتے ہیں؟

عمر بن عبدالعزیز بولے دھوکے کی مسرت۔ موت سے متصف زندگی، ہلاکت کے متلاشی ملک، مٹ جانے والے حسن اور عذاب الیم کی خوشخبری دینے والی نعمتوں میں، تو سلیمان رونے لگا۔

سلیمان، ولید کی ضد تھا

سلیمان، ولید کے برعکس تھا اور فصاحت و بلاغت میں اس کی ضد تھا، ولید نے عبداللہ بن یزید بن معاویہ کی زمین میں فساد کیا تو اس کے بھائی خالد بن یزید نے عبدالملک کے پاس شکایت کی تو عبدالملک نے اُسے کہا ان الملوک اذا دخلوا قریۃ افسدوھا۔ الآیہ۔ کہ بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اُسے برباد کر دیتے ہیں، خالد نے اُسے جواب دیا واذا اردنا ان نھلک قریۃ امرنا مترفیھا ففسقوا فیھا۔ الآیہ۔ کہ جب ہم کسی بستی کی تباہی کا ارادہ کرتے ہیں تو اس کے خوشحال لوگوں کو حکم دیتے ہیں تو وہ اس کی نافرمانی کرتے ہیں۔ عبدالملک نے کہا کہ کیا تم عبداللہ کے بارے میں بات کر رہے ہو وہ کل میرے پاس آیا تو اس کی زبان میں لغزش اور اس کے کلام میں اعراب کی غلطیاں تھیں اس نے کہا کیا تو ولید کے متعلق بات کرتا ہے؟ اس نے کہا اگر ولید اعراب کی غلطیاں کرتا تھا تو سلیمان اس کا بھائی ہے، خالد نے کہا اگر عبداللہ اعراب کی غلطیاں کرتا تھا تو خالد اس کا بھائی ہے۔ ولید نے کہا کیا تو بھی باتیں کرتا ہے جو کسی چھوٹی بڑی مہم میں شامل ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا خالد نے کہا کیا تو نے امیرالمومنین کی بات نہیں سُنی کہ کیا وہ کہہ رہے ہیں خدا کی قسم میں چھوٹی بڑی مہمات کی اہلیت رکھتا ہوں اور اگر تو حاملہ اور چھوٹی بکریاں اور طائف کہتا تو بات بھی تھی، اللہ تعالیٰ عثمان پر رحم فرمائے ہم نے کہا تو ٹھیک کہتا ہے اس سے اس کا مطلب یہ تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم بن ابی العاص کو طائف کی طرف جلاوطن کر دیا تھا اور وہ چرواہا بن گیا تھا یہاں تک کہ حضرت عثمان نے اُسے واپس بلا لیا۔

خالد قسری پر سلیمان کی ناراضگی

سلیمان، خالد قسری پر ناراض ہو گیا تو اس نے آکر کہا امیرالمومنین طاقت، غصے کو دُور کر دیتی ہے اور آپ کی ذات سزا سے بہت بالا ہے اگر آپ معاف کر دیں تو آپ اس کے اہل ہیں اور اگر سزا دیں تو میں اس کا مستحق ہوں تو اس نے اُسے معاف کر دیا۔

سلیمان کی مجلس میں ایک آدمی نے کلام کی مذمت کی تو سلیمان نے کہا جو شخص بات کرے اور خاموشی کی تحسین کرے وہ اچھا کرتا ہے اور جو خاموش رہے اور بولنے کی تحسین کرے وہ بھی اچھا کرتا ہے سلیمان اپنے بیٹے ایوب کی قبر پر کھڑا ہوا وہ اسی سے وہ کنیت لیتا تھا اور کہنے لگا اے اللہ میں اس کے متعلق تجھ سے اُمید رکھتا ہوں اور ڈرتا بھی ہوں پس میری اُمید کو پورا کر اور میرے خوف سے مجھے امن دے۔

ایک کاتب کا سلیمان کے متعلق خبر دینا

مسعودی بیان کرتا ہے کہ جب سلیمان کو دفن کر چکے تو اس نے ایک کاتب کو یہ شعر کہتے سنا گیا ؎

"خواہ آدمی کے پاس کس قدر پہرے دار اور لشکر ہوں وہ محفوظ نہیں رہ سکتا، خواہ کوئی کس قدر جنگجو اور بہادر ہو تھوڑے عرصے میں دربان اس کے دروازے کو چھوڑ دے گا اور وہ لوگوں سے پردہ کے لبعد دُور جا کر ایک گھر کا قیدی بن جائے گا جس کے اطراف بھی محفوظ نہیں جو کچھ انسان کے پاس ہوتا ہے دفن ہونے تک ہوتا ہے پھر اس کے بعد اس کے پہرے دار اور فوجی دستے دوسروں کے پاس چلے جاتے ہیں ہر عداوت رکھنے والا اس بات سے خوش ہوتا ہے اور اس کے عزیز و اقارب اُسے چھوڑ دیتے ہیں۔ پس تو کوشش کر کے نیکی کر اور ہر آدمی سے اس کے کاموں کا مواخذہ ہوگا۔"

مسعودی بیان کرتا ہے کہ سلیمان کے دورِ حکومت کے واقعات بہت شاندار ہیں جنہیں ہم نے مفصل طور پر اخبار الزمان اور الاوسط میں بیان کیا ہے اور اس کتاب میں ہم نے اختصار کی خاطر صرف ان کی ایک جھلک پیش کی ہے۔ وباللہ التوفیق۔

عمر بن عبدالعزیزؒ اور مروان بن الحکم کی خلافت کا بیان

مختصر حالات

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ۲۰ صفر سنہ ۹۹ھ کو جمعہ کے روز خلیفہ بنے اسی دن سلیمان کی وفات ہوئی تھی اور اُن کی وفات دیر سمعان میں

جمعہ کے روز ۲۵ رجب ۱۰۱ھ کو ہوئی یہ جگہ حمص کے مضافات میں ہے جو بلاد قنسرین کے ساتھ ہے، آپ دو سال پانچ ماہ پانچ دن خلیفہ رہے اور ۲۹ سال کی عمر میں فوت ہو گئے اس وقت تک اُن کی قبر کی بڑی عظمت اور شہرت ہے اور شہر و دیہات سے بہت سے لوگ اُن کی قبر پر آتے جاتے ہیں اور بنو اُمیہ کی دیگر قبور کی طرح کوئی آدمی اُن کی قبر کو اُکھیڑنے کے درپے نہیں ہوا ان کی والدہ حضرت عمرؓ بن الخطاب کے بیٹے عاصم کی دختر تھیں۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ان کی وفات ۴۰ سال کی عمر میں ہوئی، بعض کہتے ہیں کہ ۴۱ سال کی عمر میں ہوئی اسی طرح ان کی مدتِ خلافت میں بھی اختلاف کیا گیا ہے ہم نے اس کا خلاصہ بنو اُمیہ کی مدتِ حکومت میں بیان کیا ہے جو آئندہ اس کتاب میں بیان ہو گا۔

آپ کے حالات و واقعات اور زُہد کی ایک جھلک

عمرؒ کو خلافت کیسے ملی ؟

حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کو پہلے سے خلافت حاصل نہ تھی ان کا خلیفہ بننے کا سبب یہ بنا کہ جب مرج دابق میں سلیمان کی موت کا وقت قریب آیا تو اس نے رجاء بن حیوۃ محمد ابن شہاب زہری اور مکحول وغیرہ دیگر علماء کو جو اس کی فوج میں غازی اور غالب تھے بلایا اور اپنی وصیت لکھی اور ان کو اس پر گواہ بنایا اور کہا جب میں مر جاؤں تو لوگوں کو جمع کرنا اور پھر یہ وصیت انہیں پڑھ کر سُنانا، اس کے دفن سے فارغ ہونے کے بعد لوگوں کو جمع ہونے کے لیے اطلاع دی گئی، تو لوگ جمع ہو گئے، بنو مروان بھی آ گئے اور خلافت کی ہوس کرنے لگے، زہری نے کھڑے ہو کر کہا کیا تم اس شخص کی خلافت سے راضی ہو جس کا نام امیر المومنین نے اپنی وصیت میں لکھا ہے، لوگوں نے جواب دیا ہاں، اس نے وصیت پڑھی تو اس میں عمر بن عبدالعزیز اور اس کے بعد یزید بن عبدالملک کا نام تھا، مکحول نے کھڑے ہو کر کہا عمر بن عبدالعزیز کہاں ہیں

آپ اس وقت لوگوں کے آخر میں تھے جب آپ کا نام پکارا گیا تو آپ نے دو یا تین بار انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا، پھر کچھ لوگوں نے آکر آپ کو ہاتھوں اور کندھوں سے پکڑ کر کھڑا کیا اور منبر کے پاس لے گئے آپ منبر کی دوسری سیڑھی پر چڑھ کر بیٹھ گئے منبر کی پانچ سیڑھیاں تھیں، سب سے پہلے یزید بن عبدالملک نے آپ کی بیعت کی پھر دو دن کے بعد سعید اور ہشام نے بھی بیعت کر لی۔

عمرؒ کے اخلاق اور دین

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ حد درجہ زاہد اور منکسر المزاج آدمی تھے آپ نے بنی امیہ کے پہلے عمال کو برطرف کر دیا اور ان سے اچھے عمال کو مقرر کیا وہ بھی آپ کے طریق کے مطابق چلے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر برسر منبر لعنت کرنا ترک کرا دیا اور لعنت کی جگہ یہ آیت پڑھنے کے لیے مقرر کی ربنا[1] اغفرلنا ولاخوانا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین امنوا ربنا انک رءوف رحیم۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ نے یہ آیت مقرر کی۔ ان[2] اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربیٰ وینھی عن الفحشا والمنکر والبغی۔ اور بعض کہتے ہیں کہ آپ نے یہ دونوں آیتیں مقرر کیں آج تک لوگ ان آیات کو خطبہ میں پڑھتے ہیں۔

السدی اور عمرؒ کے درمیان گفتگو

جب عمرؒ خلیفہ بنے تو السدی (جو آپ کے خاص دوستوں میں سے تھا) آپ کے پاس آیا۔ عمرؒ نے اُسے کہا میرے خلیفہ بننے سے تجھے خوشی ہوئی ہے یا تجھے یہ بات بُری لگی ہے اس نے جواب دیا لوگوں کے لیے مجھے خوشی ہوئی ہے اور آپ کے لیے بُری لگی ہے آپ نے کہا مجھے خدشہ ہے کہ میں نے اپنے آپ کو تباہ کر لیا ہے۔ اس نے کہا اگر آپ ڈرتے

---

[1] (ترجمہ) اے ہمارے رب ہمیں بخش اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ہمارے دلوں میں کجی نہ کر ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے اے ہمارے رب بے شک تو شفقت کرنے والا مہربان ہے (حشر آیت ۱۰)

[2] (ترجمہ) بیشک اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے عدل، احسان اور رشتہ داروں کو دینے کا اور بے حیائی نامعقول باتوں اور سرکشی سے منع کرتا ہے (نحل آیت ۹۰)

ہیں تو اپنی حالت کو ٹھیک کر لیجیے مجھے آپ کے متعلق یہ خوف ہے کہ آپ نہیں ڈریں گے آپ نے کہا مجھے کچھ نصیحت کرو اس نے کہا ہمارے باپ آدم کو ایک غلطی کی وجہ سے جنت سے نکال دیا گیا تھا۔

طاؤس کی عمرؒ کو نصیحت

طاؤس نے عمرؒ کی طرف لکھا کہ میری خواہش ہے کہ آپ کے سب کام ہی اچھے ہوں۔ بس اچھے لوگوں کو عامل مقرر کیجیے، آپ نے فرمایا یہی نصیحت کافی ہے۔

عمرؒ کا پہلا خطبہ

آپ جب خلیفہ بنے تو سب سے پہلے آپ نے لوگوں سے یہ خطاب کیا کہ:۔

"اے لوگو! ہمارے کچھ اصل ہیں جو گذر چکے ہیں اور ان کی فروعات باقی ہیں اصل کے بعد فرع کی بقا کچھ نہیں ہوتی اس دنیا میں لوگ موتوں کے نشانے اور مصائب کے ہدف ہیں ہر گھونٹ کے ساتھ اچھو اور ہر نوالے کے ساتھ پھندا ہے، وہ ایک نعمت کے زوال کے بعد دوسری نعمت کو حاصل کرتے ہیں اور تم میں سے ہر آدمی اپنی عمر کا ایک دن، دوسرے کی اجل کے انہدام سے حاصل کرتا ہے۔"

عمرؒ کا عامل مدینہ کو اولاد علیؓ سے حسن سلوک کرنے کا حکم

آپ نے اپنے عامل مدینہ کو لکھا کہ حضرت علیؓ کی اولاد میں دس ہزار دینار تقسیم کر دو اس نے آپ کو لکھا کہ حضرت علیؓ کی اولاد قریش کے کئی قبائل سے ہوئی ہے آپ کی کونسی اولاد میں دینار تقسیم کروں آپ نے اُسے لکھا، اگر میں تمہیں ایک بکری کے ذبح کرنے کے متعلق لکھتا تو تو مجھے لکھتا کہ سیاہ بکری ذبح کروں یا سفید، جب میرا یہ خط تجھے پہنچے تو حضرت علیؓ کی فاطمی اولاد میں دس ہزار دینار تقسیم کر دینا کیونکہ بہت دفعہ ان کے حقوق پامال ہوئے ہیں۔

دُوسرا خُطبہ

آپ نے ایک مقام پر حمد و ثنائے الٰہی کے بعد خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:۔

"اے لوگو! قرآن کے بعد کوئی کتاب نہیں اور نہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی ہے اور آگاہ رہو میں کوئی قاضی نہیں بلکہ نفاذ کرنے والا ہوں

اور میں مبتدع نہیں بلکہ متبع ہوں اور ظالم امام سے بھاگنے والا نافرمان نہیں بلکہ ظالم امام نافرمان ہے، اچھی طرح سن لو خدا کی نافرمانی کرتے ہوئے مخلوق کی اطاعت نہیں کرنی چاہیے۔"

عمرؓ کے متعلق شاہِ روم کا اندازہ

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے مسلمانوں کے مفاد کے ایک معاملہ میں شاہِ روم کی طرف ایک وفد بھیجا اور اُسے مسلمانوں کے ایک حق کی طرف دعوت دی۔ جب وہ وفد اس کے پاس پہنچا تو ایک مترجم اُسے بات کی حقیقت سے آگاہ کرتا جاتا تھا وہ اپنے تخت حکومت پر بیٹھا ہوا تھا، تاج اس کے سر پر تھا فوجی سالار اس کے دائیں بائیں اور لوگ حسب مراتب اس کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے اس نے مسلمانوں کی غرض کو پورا کر دیا اور انہیں اچھی طرح ملا اور جواب دیا یہ اس روز واپس آگئے جب دوسرے دن صبح ہوئی تو اس کا ایلچی آیا یہ اس کے پاس گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے تخت سے اُتر کر نیچے بیٹھا ہے اور سر سے تاج بھی اُتارا ہوا ہے اور اس کی وہ صفات بھی بدلی ہوئی ہیں جن کا انہوں نے مشاہدہ کیا تھا گویا وہ کسی مصیبت میں ہے اس نے کہا کیا تمہیں علم ہے کہ میں نے تمہیں کیوں بلایا ہے، انہوں نے جواب دیا نہیں۔ اس نے کہا:-

مجھے میرے میگزین کے انچارج کا جو عرب علاقے کے پاس رہتا ہے، ابھی خط ملا ہے کہ عرب کا بادشاہ جو بڑا صالح آدمی تھا فوت ہوگیا ہے وہ یہ خبر سُن کر بے اختیار رو پڑے اس نے کہا تم اپنے لیے روتے ہو، اپنے دین کے لیے روتے ہو یا بادشاہ کو روتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا ہم اپنے لیے، اپنے دین کے لیے اور اپنے بادشاہ کے لیے روتے ہیں، اس نے کہا بادشاہ کے لیے نہ روؤ بلکہ اپنے لیے روؤ کیونکہ اس نے جو کچھ اپنے پیچھے چھوڑا ہے اس سے بہتر جگہ پر چلا گیا ہے، وہ خدا تعالیٰ کی اطاعت کے چھوڑنے سے ڈرتا تھا اور اللہ تعالیٰ اس پر دُنیا اور آخرت کا خوف اکٹھا نہیں کرے گا۔ مجھے اس کے فضل و صدق اور نیکی کے متعلق اطلاع ملی ہے اگر عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کوئی شخص مُردوں کو زندہ کر سکتا تو میرا خیال ہے کہ یہ شخص مُردوں کو زندہ کر دیتا، مجھے اس کے ظاہر و باطن کی خبریں ملتی

رہی ہیں اس کا صرف خدا کے ساتھ ہی واسطہ تھا اس کا باطن خلوت کے وقت اطاعت الٰہی میں بہت بڑھا ہوا تھا اور میں اس راہب پر متعجب نہیں ہوا جس نے دنیا کو چھوڑا اور اپنے گرجے کی چوٹی پر اپنے رب کی عبادت کی بلکہ میں اس بادشاہ پر حیران ہوں جس کے قدموں تلے دنیا تھی مگر اس نے اس سے بے رغبتی اختیار کی یہاں تک کہ اس راہب کی مانند ہو گیا۔
اچھے لوگ، بُرے لوگوں کے ساتھ تھوڑا عرصہ ہی قیام کرتے ہیں۔

اعرج کی وصیّت

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ابو حازم اعرج کی طرف لکھا کہ مجھے مختصر سی نصیحت کرو تو اُس نے آپ کو لکھا امیر المومنین آپ دنیا میں باقی نہیں رہیں گے اور آخرت سے کہیں نہیں جائیں گے۔ والسلام

اپنے عامل کی طرف عمر کا شاہی فرمان

آپ نے اپنے ایک عامل کو شاہی فرمان بھیجا، تیرے شکایتی بہت ہو گئے ہیں اور شکر گزار کم، عدل کر یا معزول ہو جا۔ والسلام

خلافت کے بعد آپ کا زُہد

المدائنی کا بیان ہے کہ وہ خلافت سے قبل عمر بن عبدالعزیز کے لیے ایک ہزار دینار کا حُلّہ خریدا کرتا تھا جب آپ اُسے پہنتے تو اُسے کھُردرا خیال کرتے اور اچھا نہ کہتے جب خلیفہ بن گئے تو ان کے لیے دس دراہم کی قمیص خریدی جاتی تھی۔

آپ اپنے اصحاب کے ساتھ ایک قبرستان سے گزرے تو انہیں کہا ذرا ٹھہر جاؤ میں اپنے پیاروں کی قبور پر جا کر انہیں سلام کر آؤں جب آپ قبرستان کے وسط میں گئے تو کھڑے ہو کر سلام و قیام کیا اور اپنے اصحاب کے پاس واپس آ گئے۔ پھر فرمایا تم مجھ سے پوچھتے کیوں نہیں کہ میں نے انہیں کیا کہا اور انہوں نے مجھے کیا کہا، انہوں نے دریافت کیا امیر المومنین آپ نے کیا کہا اور انہوں نے آپ کو کیا کہا آپ نے جواب دیا میں نے اپنے پیاروں کی قبور پر جا کر انہیں سلام کہا اور انہوں نے کوئی جواب نہ دیا میں نے انہیں پکارا تو انہوں نے کوئی جواب نہ دیا ابھی میں اسی حالت میں تھا کہ آواز آئی اے عمر! کیا تم مجھے نہیں پہچانتے؟ میں وہ ہوں جس نے ان کے چہروں کے محاسن کو بگاڑا اور ان کے چمڑوں سے کفنوں کو پھاڑا اور میں نے ان کے ہاتھوں کو قطع کیا اور ان کی ہتھیلیوں کو ان کی کلائیوں سے الگ کیا پھر آپ

رو پڑے قریب تھا کہ آپ کی جان جاتی رہے خدا کی قسم پھر چند یوم ہی گزرے کہ آپ اُن کے ساتھ جا ملے۔

مطرف کی عمرؓ کو نصیحت

المدائنی بیان کرتا ہے کہ مطرف نے حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کی طرف لکھا:۔

اما بعد! دنیا ایک عقوبت خانہ ہے اسے وہ شخص اکٹھا کرتا ہے جسے عقل نہیں ہوتی اور اس سے وہ شخص دھوکہ کھاتا ہے جسے علم نہیں ہوتا۔ اس میں زخم کے علاج کرنے والے کی طرح رہ اور دُعا کی تلخی پر صبر کر، اس لیے کہ تو بیماری کے انجام سے ڈرتا ہے۔

عمرؒ اور ان کا ایک غلام

بعض مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمرؒ کے عنفوانِ شباب میں آپ کے ایک سیاہ فام غلام نے آپ سے زیادتی کی آپ نے اُسے منہ کے بل گرا کر اُسے مارنا چاہا تو غلام نے آپ سے کہا اے میرے آقا مجھے کیوں مارتے ہو آپ نے فرمایا تو نے فلاں فلاں گناہ کیا ہے اس نے کہا کیا آپ نے کبھی کوئی گناہ کیا ہے کہ آپ کا آقا آپ پر ناراض ہوا ہو آپ نے کہا ہاں، اس نے کہا کیا اس نے آپ کو جلد جلد سزا دی، آپ نے کہا نہیں، غلام نے کہا جب اس نے آپ کو سزا دینے میں جلدی نہیں کی تو آپ مجھے کیوں جلد سزا دیتے ہیں آپ نے اُسے کہا کھڑا ہو جا، تو خدا کے لیے آزاد ہے۔

اور یہی اس کی توبہ کا سبب بنا۔

حجازی وفد کے غلام اور عمرؒ کے درمیان گفتگو

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ اکثر اپنی دُعا میں یہ کہا کرتے تھے کہ "اے حلیم خدا جو نافرمانی کرے اس کو جلد سزا نہ دے۔"

مؤرخین کی ایک جماعت کا بیان ہے کہ جب حضرت عمر بن عبد العزیزؒ خلیفہ بنے تو آپ کے پاس عربوں کے وفد آنے لگے حجاز کا ایک وفد بھی آپ کے پاس آیا اس وفد نے گفتگو کے لیے اپنے میں سے ایک غلام کو منتخب کیا وہ سب سے چھوٹی عمر کا تھا آپ نے فرمایا اے غلام ٹھہر جا۔ اپنے سے بڑوں کو بات کرنے دے وہ بات کرنے کے زیادہ حق دار ہیں۔ غلام نے جواب دیا امیر المومنین ٹھہریئے آدمی

اپنی دو چھوٹی چیزوں یعنی دل اور زبان کی وجہ سے ہے پس جب اللہ تعالیٰ نے ایک غلام کو بولنے والی زبان اور دل بیدار عطا کیا ہے تو اس نے اُسے بہت اچھا زیور دیا ہے امیر المومنین اگر عمر رسیدگی سے ہی تقدم حاصل ہوتا تو اس اُمت میں آپ سے بھی عمر رسیدہ لوگ موجود ہیں، آپ نے فرمایا اے غلام بات کرتے جاؤ، اس نے جواب دیا امیر المومنین بہت اچھا، ہم مبارکباد دینے والے وفد ہیں، مصیبت میں ڈالنے والے وفد نہیں ہم اپنے ملک سے آپ کے پاس آئے ہیں اور اللہ نے آپ کے ذریعہ ہم پر جو احسان کیا ہے اس کا شکریہ ادا کرتے ہیں ہم آپ کے پاس خوف اور رغبت کی وجہ سے نہیں آئے رغبت تو آپ کی طرف سے ہمارے ملک میں آئی ہے اور خوف سے اللہ تعالیٰ نے ہم کو آپ کے عدل کی وجہ سے محفوظ کر دیا ہے، آپ نے فرمایا اے غلام ہمیں مختصر سی نصیحت کرو اس نے کہا امیر المومنین بہت اچھا کچھ لوگ ایسے ہیں جنہیں خدا کے حلم طویل اُمیدوں اور لوگوں کی تعریف نے دھوکہ میں مبتلا کر دیا ہے پس خدا کا حلم طویل اُمیدیں اور لوگوں کی تعریف آپ کو دھوکہ میں نہ ڈالے کہ آپ کے قدم پھسل جائیں۔ آپ نے غلام کی عمر میں غور کیا تو وہ بارہ چودہ سال کا تھا۔ آپ فرمانے لگے۔

"علم سیکھو، انسان عالم پیدا نہیں ہوتا اور نہ ہی عالم جاہل کی طرح ہوتا ہے اور قوم کے جس بڑے آدمی کے پاس علم نہ ہو وہ محفلوں کے اجتماع میں چھوٹا آدمی ہوتا ہے۔"

[redacted]اضی مدینہ کے ساتھ ایک لونڈی کا قصہ

ایک عراقی آدمی لونڈی کی تلاش میں مدینہ آیا جس کے متعلق اُسے بتایا گیا تھا کہ وہ قاریہ اور بڑی شیریں گفتار ہے اُس نے اس کے متعلق دریافت کیا تو اُسے معلوم ہوا کہ [redacted] قاضی مدینہ کے پاس ہے، اس نے قاضی کے پاس جا کر کہا کہ اُسے میرے سامنے پیش کرو۔ قاضی نے کہا اے بندۂ خدا تو نے اس لونڈی کی تلاش میں بڑی مشقت اُٹھائی ہے تجھے اس میں کیا دلچسپی ہے جب اس نے اس کی سخت حیرانگی کو دیکھا تو کہنے لگا وہ بہت اچھا گاتی ہے۔ قاضی نے کہا مجھے تو اس بات کا علم نہیں اس نے اس کے پیش کرنے پر اصرار کیا تو وہ اپنے آقا قاضی کی موجودگی میں آئی نوجوان نے اُسے کہا گانا گاؤ تو اس نے گایا ؎

"ہم خالد کے پاس آئے یہاں تک کہ خالد کے پاس اقامت اختیار کرلی
پس امید کرنے والا نوجوان بھی کیا اچھا ہے اور امید گاہ بھی کیا اچھی ہے"۔
قاضی لونڈی سے اور اس کے گانے سے خوش ہوگیا اور اسے اتنی خوشی ہوئی کہ اس نے اسے اپنی ران پر بٹھالیا اور کہنے لگا میرا باپ تجھ پر قربان ہو کچھ اور گاؤ تو اس نے گایا ؎

"میں ہر شب داستان گو کی طرف جاتی ہوں اور پاؤں اٹھانے کی تعداد کے
مطابق خدا سے ثواب کی امید رکھتی ہوں"۔

قاضی پر خوشی کا غلبہ ہوگیا اور اسے یہ پتہ نہ چلا کہ وہ کیا کر رہا ہے اس نے اپنا جوتا لے کر اپنے کان میں لٹکا لیا اور گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا اور اپنے کان کو جس میں جوتا لٹکایا ہوا تھا پکڑ کر کہنے لگا مجھے بیت الحرام کی طرف لے جاؤ کیونکہ میں قربانی کا اونٹ ہوں جوتے نے اس کا کان زخمی کر دیا تھا جب اس نے گانا ختم کیا تو قاضی نے نوجوان سے آکر کہا دوست! واپس چلے جاؤ ہم تو اس کے گانے کے علم سے پہلے ہی اس میں دلچسپی لیتے تھے اور اب ہم اس میں بہت دلچسپی لیتے ہیں تو وہ نوجوان واپس چلا گیا، حضرت عمر بن عبدالعزیز کو اس امر کی اطلاع ملی تو فرمایا اللہ اس کا ستیاناس کرے خوشی نے اسے غلام بنا لیا ہے اور اسے محکمہ قضا سے برطرف کرنے کا حکم دے دیا جب وہ برطرف ہوگیا تو کہنے لگا اگر اس لونڈی کو سننے کے بعد عمر یہ نہ کہے کہ مجھ پر سوار ہو جاؤ میں ایک سواری ہوں تو اس کی بیویوں کو طلاق ہو جائے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے اسے اور لونڈی کو بلا بھیجا جب وہ دونوں آپ کے پاس آئے تو آپ نے قاضی سے کہا جو بات تو نے کہی ہے اسے دہراؤ اس نے کہا بہت اچھا اس نے اپنی بات دہرائی، آپ نے لونڈی سے کہا گاؤ تو اس نے گایا ؎

"گویا حجون اور صفا کے درمیان ہمارا کوئی انیس ہی نہ تھا اور نہ ہی مکہ میں
کسی داستان گو نے داستان سنائی ہے، بلاشبہ ہم وہاں کے رہنے
والے تھے لیکن ہمیں گردش روزگار اور فنا ہو جانے والے نصیبے نے
تباہ کر دیا ہے"۔

جب وہ اس شعر سے فارغ ہوئی تو حضرت عمر بن عبدالعزیز پر خوشی کے آثار

نمایاں تھے اور آپ نے اُسے کہا کہ ان اشعار کو تین بار پڑھو اور آنسوؤں نے آپ کی ریش کو تر کر دیا پھر آپ نے قاضی کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا تو اپنی قسم کے قریب پہنچ گیا ہے، واپس جا کر اچھی طرح اپنا کام کرو (یعنی قضا پر اسی طرح کام کرتے رہو)

ایک قریشی کی لونڈی اور ایک اموی نوجوان کے درمیان محبت

ہمیں طوسی اور اموی دمشقی وغیرہ نے زبیر بن بکار سے اور اس نے عبداللہ بن احمد المدائنی سے بتایا وہ کہتا ہے کہ مدینہ میں حضرت عثمانؓ کی اولاد میں سے ایک نوجوان تھا جو بڑا دانا اور خوبرو تھا وہ ایک قریشی کی لونڈی کے پاس آیا جایا کرتا تھا وہ لونڈی بھی اس سے محبت کرتی تھی مگر اُسے اس بات کا علم نہ تھا وہ بھی اس سے محبت کرتا تھا جس کے متعلق لونڈی کو کچھ پتہ نہ تھا اور ان دونوں لوگوں کا آپس میں محبت کرنا کسی شک یا بُرائی کے لیے نہیں ہوتا تھا اس نے ایک روز اُسے آزمانا چاہا تو اس نے ایک آدمی سے کہا مجھے اس کے پاس لے چلو، وہ دونوں چل پڑے تو انہیں انصار اور قریش مدینہ کے سردار ملے اور ان میں کوئی ایسا نوجوان نہ تھا جو اس سے محبت کرتا ہو اور نہ وہ کسی سے محبت کرتی تھی جب لوگوں نے اپنی نشستیں سنبھال لیں تو نوجوان نے لونڈی سے کہا کیا تو ہمیں یہ شعر سنانا پسند کرے گی کہ ؎

"میں تم سے اپنے تمام اعضاء کے ساتھ محبت کرتی ہوں کیا تمہیں اس بات کا کچھ علم ہے جو مجھ پر بیت رہی ہے کیا تم اس جیسی دُگنی محبت کی جزا دو گے کیونکہ شریف آدمی، محبت کے بدلے میں محبت دیا کرتا ہے۔"

اس نے کہا ہاں، اور اس سے بہتر اشعار سناؤں گی اور کہنے لگی ؎

"اور جس نے ہم سے دُگنی محبت کی ہے اُسے یاد رہے کہ محبت کی ابتدا کرنے والے کی فضیلت کا بدلہ نہیں دیا جا سکتا۔ اور جو محبت ہمیں تمہارے ساتھ ہے اگر وہ نمایاں ہو جائے تو رُوئے زمین اور شام و حجاز کے علاقوں کو بھر دے۔"

راوی بیان کرتا ہے کہ نوجوان اس کے حُسنِ جواب کے ساتھ ساتھ اس کی لیاقت

اور جودت حفظ سے حیران رہ گیا تو اُس نے اُسے مزید زحمت دی اور کہا:۔

"جب پردہ ہٹ جائے تو نوجوان کی معذوری ہے خواہ وہ یوسف معصوم ہی ہو۔"

حضرت عمر بن عبد العزیز کو اس بات کا پتہ چلا تو آپ نے اس لونڈی کو دس باغات کے عوض خرید کر اُس کے مناسب حال نوجوان کو بخش دیا وہ اس کے پاس ایک سال تک رہی پھر فوت ہوگئی تو اس نے اس کے مرثیہ میں یہ اشعار بھی کہے ؎

"میں نے خلد کے لیے جنت الخلد کی تمنا کی اور مجھے اس میں بے خوف داخل کر دیا گیا اور جب میں نے نعمت کی اُمید کی تو مجھے وہاں سے نکال دیا گیا اور موت ایک بہت قابل تعریف حالت کا نام ہے۔"

اشعب طامع مدنی نے کہا یہ عاشقوں کا سردار ہے اس کی قبر پر ستر اُونٹ قربانی کرو۔

ابوحازم اعرج مدنی نے کہا کیا اللہ کا محب اس مقام کو نہیں پہنچتا۔

عمرؓ اور خوارج

حضرت عمر بن عبد العزیز کے زمانے میں شوذب خارجی ظاہر ہوا اور اس نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ جو ربیعہ وغیرہ کی کچھری سے نکلے تھے بہت قوت پکڑ لی، عباد بن عباد مہلبی، محمد بن زبیر خنظلی سے بیان کرتا ہے کہ آپ نے میرے ساتھ عون بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود کو بھیجا انہوں نے جزیرہ میں خروج کیا تھا اور عمر نے ہمیں ان کی طرف ایک خط بھی دیا تھا جو ہم نے انہیں پہنچا دیا تو انہوں نے ہمارے ساتھ اپنے دو آدمی بھیجے جن میں سے ایک بنو شیبان سے تھا اور دوسرے میں حبشیت پائی جاتی تھی وہ بڑا تیز زبان اور معارضہ کرنے والا تھا ہم انہیں خناصرہ میں حضرت عمر بن عبد العزیز کے پاس لائے اور ان کے کمرے میں چلے گئے جس میں آپ اپنے بیٹے عبد الملک اور اپنے کاتب مزاحم کے ساتھ موجود تھے ہم نے ان دونوں کی پوزیشن کا ذکر کیا آپ نے فرمایا ان کی تلاشی لو کہیں ان کے پاس تلوار نہ ہو ہم نے ان کی تلاشی لی جب وہ آپ کے پاس آئے تو دونوں نے السلام علیک کہا اور بیٹھ گئے حضرت عمرؓ نے انہیں کہا مجھے بتاؤ تمہیں کس امر نے اس بات پر آمادہ کیا ہے اور تم ہم پر کیوں ناراض ہو تو اس شخص نے گفتگو شروع

کی جس میں حبشیت پائی جاتی تھی اس نے کہا خدا کی قسم ہم آپ کی سیرت پر ناراض نہیں آپ عدل و احسان کے ساتھ بدلہ دیتے ہیں لیکن ہمارے اور آپ کے درمیان ایک بات ہے اگر تو نے ہماری وہ بات مان لی تو ہم تمہارے اور تم ہمارے، اور اگر تو نے ہماری وہ بات نہ مانی تو نہ ہم تمہارے اور نہ تم ہمارے، عمرؒ نے کہا وہ کیا ہے؟ اس نے کہا ہم نے دیکھا ہے کہ آپ اپنے اہلبیت کے اعمال کی مخالفت کرتے ہیں اور ان کا نام مظالم رکھتے ہیں اور ان کے مخالف رستے پر چلتے ہیں اگر آپ کا یہ خیال ہے کہ آپ ہدایت پر ہیں اور وہ گمراہی پر ہیں تو ان پر لعنت کیجیے اور ان سے اظہار بیزارگی کیجیے، یہ بات ہمارے درمیان اتفاق و افتراق پیدا کرے گی، حضرت عمرؒ نے فرمایا مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے یہ رویہ دنیا کے لیے اختیار نہیں کیا بلکہ آخرت کے لیے کیا ہے لیکن تم غلط پٹڑی پر لگ گئے ہو میں تم سے کچھ باتیں پوچھنے والا ہوں۔ بخدا تمہیں ان کے متعلق مجھے سچ سچ بتانا ہوگا، کیا تم ابوبکرؓ اور عمرؓ کو جانتے ہو کیا وہ تمہارے اسلاف میں سے اور ان لوگوں میں سے نہ تھے جن سے تم محبت رکھتے ہو اور ان کی نجات کی گواہی دیتے ہو ان دونوں نے کہا بیشک ایسا ہی ہے آپ نے فرمایا کیا تمہیں علم ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وفات پاگئے اور عرب مرتد ہوگئے تو حضرت ابوبکرؓ نے ان سے جنگ کی اور خونریزی کی اور اموال حاصل کیے اور بچوں کو قیدی بنایا ان دونوں نے جواب دیا، ہاں آپ نے فرمایا کیا تمہیں علم ہے کہ جب ابوبکرؓ کے بعد حضرت عمرؓ خلیفہ بنے تو آپ نے ان قیدیوں کو ان کے اصحاب کی طرف لوٹا دیا ان دونوں نے جواب دیا، ہاں آپ نے فرمایا کیا حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے بیزاری کا اظہار کیا؟ ان دونوں نے جواب دیا نہیں، آپ نے فرمایا کیا تم اہل نہروان کو جانتے ہو؟ کیا وہ تمہارے اسلاف میں سے اور ان لوگوں میں سے نہیں جن سے تم محبت رکھتے ہو اور ان کی نجات کی گواہی دیتے ہو؟ ان دونوں نے جواب دیا بےشک ایسا ہی ہے آپ نے فرمایا کیا تمہیں علم ہے کہ جب اہل کوفہ ان کے پاس گئے تو انہوں نے اپنے ہاتھ روک لیے نہ خونریزی کی اور نہ امان والے کو خوف زدہ کیا اور نہ مال لیا ان دونوں نے جواب دیا ہاں، آپ نے فرمایا کیا تمہیں علم ہے کہ جب اہل بصرہ، شیبانی اور عبداللہ بن وہب راسبی

اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ ان کی طرف گئے تو انہوں نے لوگوں کو بغیر وجہ دریافت کیے قتل کیا ان کی ملاقات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت عبداللہ بن خباب بن الارث سے ہوئی تو انہوں نے آپ کو اور آپ کی لونڈی کو قتل کر دیا پھر انہوں نے عرب کے ایک قبیلہ کو لوٹا اور ان کو کھڑا کر کے مردوں، عورتوں اور بچوں کو قتل کر دیا، یہاں تک کہ انہوں نے پنیر کی کھولتی ہوئی دیگوں میں بچوں کو ڈال دیا۔ ان دونوں نے کہا ایسا ہوا تھا آپ نے فرمایا کیا بصریوں نے کوفیوں سے اور کوفیوں نے بصریوں سے بیزاری کا اظہار کیا؟ ان دونوں نے جواب دیا نہیں، آپ نے فرمایا کیا تم ان دونوں میں سے کسی ایک گروہ سے اظہار بیزاری کرتے ہو؟ دونوں کہنے لگے نہیں آپ نے فرمایا کیا تم دین کو ایک کہتے ہو یا دو، دونوں کہنے لگے ایک سمجھتے ہیں آپ نے فرمایا کیا تمہیں اس میں کوئی ایسی بات نظر آتی ہے جو مجھ سے رہ گئی ہو، ان دونوں نے کہا نہیں آپ نے فرمایا پھر تم ابوبکرؓ اور عمرؓ سے کیسے محبت رکھتے ہو اور وہ دونوں بھی آپس میں ایک دوسرے سے محبت رکھتے تھے اور تم اہل کوفہ اور اہل بصرہ سے محبت رکھتے ہو اور وہ دونوں بھی آپس میں ایک دوسرے سے محبت رکھتے تھے اور تم اہل کوفہ اور اہل بصرہ سے محبت رکھتے ہو اور وہ بھی آپس میں ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہیں حالانکہ وہ بڑی بڑی باتوں یعنی فروج، اموال اور خون میں اختلاف رکھتے ہیں اور مجھے تمہارے خیال کے مطابق اپنے اہلبیت پر لعنت اور ان سے اظہار بیزاری کے بغیر کوئی چارہ ہی نظر نہیں آتا، کیا تمہارے خیال میں گنہگاروں پر لعنت کرنا مفروض فریضہ ہے جس کے بغیر چارہ نہیں اور اگر ایسا ہی ہے تو اے بات کرنے والے مجھے بتا کہ تو کب سے فرعون پر لعنت کر رہا ہے؟ اس نے جواب دیا مجھے تو یاد نہیں کہ میں نے اس پر کبھی لعنت کی ہو، آپ نے فرمایا تیرا برا ہو تو فرعون پر کیوں لعنت نہیں کرتا وہ تو ساری مخلوق سے خبیث آدمی ہے اور تیرے خیال میں مجھے اپنے اہلبیت پر لعنت کرنے اور ان سے اظہار بیزاری کیے بغیر چارہ ہی نہیں، تمہارا برا ہو تم جاہل لوگ ہو تم نے ایک بات کا ارادہ کیا اور اس میں ٹھوکر کھا گئے تم لوگوں کو وہ بات کہتے ہو جسے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے قبول نہیں کیا تمہارے ہاں اُسے امان حاصل ہوتی ہے جو آپؐ سے خائف ہوتا تھا اور تمہارے ہاں وہ

شخص خوف زدہ ہوتا ہے جسے آپ کے ہاں امان حاصل ہوتی تھی ، دونوں کہنے لگے ہم تو ایسے نہیں ہیں آپ نے فرمایا تم عنقریب اس کا اقرار کرو گے کیا تمہیں علم ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی طرف مبعوث ہوئے تھے اور وہ بت پرست تھے آپ نے انہیں بتوں سے علیحدگی اختیار کرنے اور خدا کی توحید اور اپنی رسالت کی شہادت دینے کی دعوت دی اور جس نے یہ شہادت دے دی اس نے اپنے مال اور جان کو محفوظ کر لیا اور اس کی حرمت واجب ہو گئی اور آپ مسلمانوں کے لیے نمونہ تھے دونوں کہنے لگے ہاں ، آپ نے فرمایا کیا تم اس بات کی تلقین نہیں کرتے کہ جو شخص بتوں کو چھوڑ دے اور توحید و رسالت کی گواہی دے اس کے خون اور مال کو حلال سمجھو اور تم یہ تلقین بھی کرتے ہو کہ یہود و نصاریٰ اور دیگر ادیان کے آدمیوں میں سے جو توحید و رسالت کا اقرار نہ کرے گا اُسے تمہارے ہاں امن حاصل ہو گا اور تم اس کے خون کو بھی حرام قرار دیتے ہو ، حبشی کہنے لگا میں نے آج تک آپ کی دلیل سے واضح دلیل نہیں سُنی ، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ حق پر ہیں اور جو آپ سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں میں ان سے برأت کا اعلان کرتا ہوں ، حضرت عمر بن عبدالعزیز نے شیبانی سے کہا تیری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا آپ نے نہایت اچھی اور واضح بات کی ہے لیکن جب تک میں آپ کی بات کو مسلمانوں پر پیش کر کے ان کی حجت کا جائزہ نہ لے لوں ، مسلمانوں کے متعلق کوئی فتویٰ نہیں دیتا آپ نے فرمایا تو بہتر جانتا ہے اس کے بعد آپ واپس چلے گئے اور حبشی کو ٹھہرا لیا اور اُسے عطیہ دینے کا حکم دیا وہ پندرہ دن تک ٹھہرا رہا پھر مر گیا ۔ شیبانی اپنے ساتھیوں کے ساتھ جا ملا اور حضرت عمرؒ کی وفات کے بعد ان کے ساتھ ہی قتل ہو گیا ۔

جن باتوں کا ہم نے ذکر کیا ہے ان کے علاوہ بھی حضرت عمرؒ نے ان کے ساتھ خط و کتابت اور مناظرے کیے ہیں ۔ اسی طرح بنی اُمیہ میں سے آپ کے اسلاف وغیرہ نے بھی جو شہروں کے والی تھے ان سے مناظرے کیے ہیں ، ہم نے ان کا ذکر اور ان لوگوں کا ذکر جن کا نام خوارج نے امیر المومنین رکھا اور ازارقہ ، اباضیہ ، حمریہ ، نجدات اور خلفیہ اور صفریہ اور دیگر انواع حروریہ نے جنہیں امامت سے خطاب کیا ہے ان کا ذکر بھی کیا ہے اور ان میں سے جو اس وقت تک جن جن علاقوں مثلاً بلاد شہرزور

سجستان اصطخر، بلاد فارس، بلادِ کرمان، آذربائیجان، بلاد مکران، جبال، عمان، ہرات بلاد خراسان، جزیرہ اور نشیبی تاہرت وغیرہ میں سکونت پذیر ہوتے ہیں ان کا ذکر بھی اخبار الزمان اور الاوسط میں کیا ہے اور تحکیم کی تردید بھی کی ہے اس کے علاوہ ہم نے اپنی کتاب "الانتصار" میں بھی ان کا ذکر کیا ہے جو صرف خوارج کے فرقوں کے حالات پر مشتمل ہے اور "الاستبصار" میں بھی ان کا ذکر کیا ہے۔

خوارج کے بعض شعراء ہم نے خوارج کے گذشتہ ائمہ کی ایک ایسی جماعت کا بھی ذکر کیا ہے جو شعراء تھے ان میں سے حنظلہ بن عثبان شیبانی جو بڑے خارجیوں میں سے تھا کہتا ہے ؎

"امیر المومنین کو یہ پیغام پہنچا دو کہ خیر خواہ کو اگر آپ سے خوف زدہ نہ کیا جائے تو وہ قریب ہی ہے اگر تو بکر بن وائل سے راضی نہ ہوا تو عراق میں تجھے ایک مشکل دن کا سامنا کرنا پڑے گا، اگر کوئی تم میں سے کچھ تھا تو وہ مروان اور اس کا بیٹا اور عمرو اور ہاشم اور حبیب تھے، اور ہم میں سے سوید، بطین، تعنب اور امیر المومنین شبیب تھے، اور منت والی غزالہ ہم میں سے قابل تعریف تھی اس کا مسلمانوں کے تیروں میں حصہ تھا، اور جب تک ہماری سرزمین کے منبروں پر ثقیف کا خطیب کھڑا ہوتا ہے اس وقت تک صلح نہیں ہو سکتی۔"

اسی طرح ہم نے شبیب کی ماں کے واقعات اور عدالت کے متعلق اس کے اجتہادات کا ذکر کیا ہے اس بارے میں ایک شاعر کہتا ہے ؎

"شبیب کی ماں نے شبیب کو جنا ہے، بھیڑیے کی مادہ، بھیڑیا ہی جنتی ہے۔"

خوارج کے بعض علماء ان کے علماء جیسے یمان وغیرہ کے واقعات جس نے خوارج کے مذہب کے متعلق کتب تصنیف کی تھیں، عبداللہ بن یزید اباضی ابو ملک حضرمی اور تعنب وغیرہ ان کے علماء میں سے تھے، یمان بن رباب خوارج کے چوٹی کے علماء میں سے تھا اس کا بھائی علی بن رباب رافضہ کے چوٹی کے علماء میں سے تھا یہ اپنے اصحاب کا سردار تھا اور وہ اپنے اصحاب کا سردار تھا یہ

دونوں ہر سال تین دن کے لیے اکٹھے ہوتے اور مناظرہ کرتے اور الگ ہو جاتے، دونوں میں سے کوئی ایک دوسرے کو نہ سلام کرتا نہ مخاطب کرتا، اسی طرح جعفر بن المبشر، معتزلہ کے علماء، دانشوروں اور زاہدوں میں سے تھا اور اس کا بھائی حنش بن المبشر محدثین علماء میں سے تھا، حشویہ کے رؤسا اس کے بھائی جعفر کے مخالف تھے اور ان دونوں کے درمیان بڑے لمبے مناظرے اور بغض و افتراق کی باتیں ہوئیں اور دونوں میں سے ہر ایک نے قسم کھائی کہ وہ مرتے دم تک دوسرے سے کلام نہیں کرے گا، جعفر بن مبشر اور جعفر بن حرب، بغدادی معتزلہ کے علماء میں سے تھے، عبداللہ بن یزید اباضی کوفہ میں تھا اس کے اصحاب اس کے پاس آکر اس سے علم حاصل کرتے تھے۔ خراز، ہشام بن الحکم کا شریک تھا اور ہشام تجسیم اور امامت کے قول میں قطعیہ کے مذہب پر تھا اس کے پاس اس کے رافضی اصحاب آتے تھے اور اس سے باتیں سیکھتے تھے، یہ دونوں ایک ہی دوکان میں رہتے تھے جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے کہ تشری اور رفض میں اختلاف پایا جاتا ہے مگر ان دونوں کے درمیان نہ سب وشتم ہوتا تھا اور نہ ہی علم، عقل، شرع اور احکام نظر و سیر سے خروج ہوتا تھا۔

کہتے ہیں کہ عبداللہ بن یزید اباضی نے ایک روز ہشام بن الحکم سے کہا کہ تجھے اس مودت اور دائمی شرکت کا تو علم ہی ہے جو ہمارے درمیان پائی جاتی ہے میں چاہتا ہوں کہ تو اپنی بیٹی فاطمہ کا مجھ سے نکاح کر دے ہشام نے کہا وہ مومنہ ہے تو عبداللہ خاموش ہو گیا اور موت تک اس نے اس بارے میں کوئی بات نہیں کی، ہشام کے ہارون الرشید اور ابن برمک کے ساتھ بھی تعلقات رہے ہیں ان کا ذکر ہم نے اپنی پہلی کتابوں میں کیا ہے۔

اس کے متعلق عمرو بن عبید کی رائے

عمرو بن عبید سے بیان کیا گیا ہے کہ وہ کہتا تھا عمر بن عبدالعزیزؒ نے ناحق خلافت حاصل کی ہے وہ اس کا استحقاق نہیں رکھتا پھر جب اس نے خلافت حاصل کر لی تو عدل کر کے اس کا مستحق ہو گیا۔

فرزدق، عمرؒ کا مرثیہ کہتا ہے

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی وفات پر فرزدق نے ان اشعار میں مرثیہ کہا ؎

"جب موت کی خبر دینے والوں نے مجھے عمرؓ کی موت کی خبر دی تو میں نے کہا تم نے حق اور دین کے ذمہ دار کی وفات کی خبر دی ہے، دیر سمعان میں قبر میں ڈالنے والوں نے سیدھے ترازو کو دفن کر دیا ہے، اور عمرؒ کو پھوٹنے والے چشمے کھجوروں اور گھوڑے کے دوڑانے نے غافل نہیں کیا۔"

اس کتاب میں بیان کیے گئے واقعات، خطبات اور زُہد کے علاوہ اور بھی بہت سے شاندار واقعات ہیں۔ جنہیں ہم نے گزشتہ کُتب میں بیان کیا ہے۔

یزید بن عبدالملک بن مروان کے دورِ حکومت کا بیان

مختصر حالات جس روز حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی وفات ہوئی اسی روز یزید بن عبدالملک بادشاہ بنا۔ یہ واقعہ ۲۵ رجب ۱۰۱ھ جمعہ کے روز کا ہے اس کی کنیت ابو خالد تھی اس کی ماں عاتکہ بنت یزید بن معاویہ بن ابوسفیان تھی، یزید بن عبدالملک کی وفات جمعہ ۲۵ شعبان ۱۰۵ھ کو ارض بلقاء میں اربد مقام پر ہوئی جو مضافات دمشق میں ہے اس کی عمر ۳۷ سال تھی اس کی حکومت چار سال ایک ماہ دو دن رہی۔

اس کے حالات و واقعات اور دورِ حکومت کی ایک جھلک

سلامۃ القس سے اس کی محبت یزید بن عبدالملک کو سہیل بن عبدالرحمٰن بن عوف زہری کی لونڈی سلامۃ القس سے شدید محبت تھی، اس نے اس کو یزید سے تین ہزار دینار میں خرید لیا اور اس سے بہت خوش ہوا وہ اس کی حکومت پر چھا گئی اس کے بارے میں عبداللہ بن قیس الرقیات کہتا ہے ؎

"اس نے دنیا اور سلامۃ القس کو فتنہ میں ڈال دیا ہے اور اس نے فتن کے لیے عقل اور رائے باقی نہیں چھوڑی۔"

اس کی دادی لبشراء ام سعید عثمانیہ نے حبابہ نامی ایک لونڈی سے حیلہ کیا یزید

بن عبدالملک قدیم سے اُسے چاہتا تھا پس وہ اس پر غالب آگئی اور اس نے سلامہ، ام سعید کو بخش دی۔ جب لوگوں پر ظلم و جور عام ہوگیا تو مسلمہ بن عبدالملک نے اُسے حجاب میں رہنے لہو ولعب اور شراب نوشی میں مشغول رہنے پر ملامت کی اور اُس سے کہا، عمر کل مرا ہے اور اس کے عدل و انصاف سے تو واقف ہے اب تجھے بھی لوگوں کے لیے عدل و انصاف کا اظہار کرنا چاہیے اور اس لہو لعب کو ترک کر دینا چاہیے تیرے عمال بھی تیری سیرت اور افعال کی اقتداء کرنے لگے ہیں تو وہ اپنی روش سے باز آگیا، اور ندامت ظاہر کی اور مدت مدید تک اسی روش پر قائم رہا۔ حبابہ کو یہ صورت حال گراں گزری تو اس نے احوص شاعر اور معبد گلوکار کی طرف پیغام بھیجا کہ تم دونوں جو کچھ کر رہے ہو اس پر غور کرو تو احوص نے اپنے اشعار میں کہا ؎

اے حبابہ آج اُسے کند ذہن ہونے پر ملامت نہ کر اُس نے غمگین آدمی کو غالب کر کے کہا ہے کہ وہ دلیری اختیار کرے، اور جب تو عاشق نہیں ہوئی اور نہ تجھے عشق کا کچھ پتہ ہے تو تو ایک ٹھوس خشک چٹان کا پتھر بن جا اور عیش وہی ہے جس سے تو لذت یاب ہے خواہ اس کے بارے میں عداوت رکھنے والا شخص ملامت کرے اور بے وقوف قرار دے۔"

ان اشعار کو معبد نے گایا اور حبابہ کو بے خود کر دیا جب یزید اس کے پاس آیا تو اس نے کہا امیرالمومنین مجھ سے ایک گیت سُن لیجیے پھر جو چاہے کیجیے اور اس نے یزید کو گیت سُنایا جب وہ گیت سُنانے سے فارغ ہوئی تو وہ اس کے شعر کو دہرانے لگا ؎

"کہ عیش وہی ہے جس سے تو لذت یاب ہے خواہ اس کے بارے میں عداوت رکھنے والا شخص ملامت کرے اور بے وقوف قرار دے۔"

اس کے بعد وہ پھر عیش و عشرت اور لہو و لعب میں مشغول ہوگیا اور پہلی روش کو چھوڑ دیا۔

یزید، حبابہ اور فند الزمانی کے اشعار

اسحاق بن ابراہیم موصلی نے بیان کیا کہ مجھے ابن سلام نے بتایا کہ یزید نے

ایک شاعر کے اشعار کا ذکر کیا کہ سے

"ہم نے بنی ذہل سے درگزر کیا اور کہا کہ یہ لوگ ہمارے بھائی ہیں شاید زمانہ انہیں اسی روش پر واپس لے آئے جس پر یہ پہلے قائم تھے، پس جب جنگ کھل کر سامنے آگئی تو ہم شیر کی چال چلے جب وہ صبح کے وقت غضب ناک ہوتا ہے، اور ایسی شمشیر زنی کی جس سے مخالف کی توہین اور ذلت ہوئی اور وہ قیدی بنا اور ایسی نیزہ زنی کی جیسے بھرے ہوئے کمزور مشکیزے کے منہ پر کی جاتی ہے، اور جب تجھے حسن سلوک فائدہ نہ دے تو جنگ کرنے میں ہی نجات ہوتی ہے۔"

یہ بہت قدیم اشعار ہیں کہتے ہیں کہ فند الزمانی جنگ بسوس میں شامل تھا یزید نے حبابہ سے کہا میری زندگی کی قسم مجھے یہ گا کر سناؤ، اس نے کہا امیر المومنین ان اشعار کو صرف احول کی ہی گاتا ہے اس نے کہا بہت اچھا، تو نے ابن عائشہ کو سنا ہے کہ وہ ان اشعار میں کم و اضافہ کرتا تھا اس نے جواب دیا اس نے ان اشعار کو فلاں بن ابی لہب سے حاصل کیا ہے اور وہ خوب ادائیگی کرتا تھا پس یزید نے والی مکہ کو پیغام بھیجا کہ جب تجھے میرا یہ خط پہنچے تو ف۔ل بن ابی لہب کو راستہ کے اخراجات کے لیے ایک ہزار دے دینا اور اُسے ڈاک کے جس گھوڑے کو وہ پسند کرے سوار کرا دینا تو اس نے ایسے ہی کیا جب وہ یزید کے پاس آیا تو یزید نے کہا فند الزمانی کے اشعار سناؤ تو اس نے نہایت اچھے رنگ میں وہ شعر سنائے یزید نے کہا دوبارہ سناؤ تو اس نے دوبارہ بھی بہت اچھے انداز میں اشعار سنائے اور یزید کو خوش کر دیا، اس نے اُسے کہا تو نے گانا کس سے سیکھا ہے اس نے کہا امیر المومنین میں نے اپنے باپ سے سیکھا ہے اور میرے باپ نے اپنے باپ سے سیکھا ہے تو یزید نے کہا اگر تو صرف اسی آواز کا وارث ہوتا تو پھر بھی ابولہب نے تمہیں بہت سامان (اچھی آواز) دیا ہے اس نے کہا امیر المومنین ابولہب تو حالت کفر میں مرا تھا۔ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دیا کرتا تھا اس نے کہا جو کچھ تو کہہ رہا ہے میں اُسے جانتا ہوں لیکن جب مجھے پتہ چلا ہے کہ وہ بہت اچھا گاتا تھا تو میرے دل میں اس کے متعلق نرمی پیدا ہو گئی، یزید نے اس کے ساتھ صلہ رحمی

کی اور لباس دیا اور عزت کے ساتھ اُسے اس کے شہر واپس کر دیا۔

اس نے حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے زمانے میں یزید کی طرف لکھا کہ جب قدرت تجھے عزت دے تو تُو اپنے پر خدا کی قدرت کو یاد رکھنا بعض کہتے ہیں کہ یہ بات حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے اپنے بعض عمال کو لکھی تھی اور زبیر بن بکار کے مطابق اس میں کچھ اضافہ بھی ہے — جو یہ ہے کہ جب تجھے لوگوں پر ظلم کرنے کی قدرت حاصل ہو تو تو جو کچھ ان سے کر رہا ہے اس کے متعلق اپنے آپ پر خدا کی قدرت کو بھی یاد رکھنا۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ لے کہ جو کچھ تو ان سے کر رہا ہے وہ ان سے ختم ہو جانے والا ہے اور تجھ پر باقی رہنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ ظالم سے مظلوم کا بدلہ لیتا ہے اور جب تو کسی پر ظلم کرے تو اس پر ظلم نہ کر جس کا بدلہ تجھ سے خدا کے سوا کوئی نہ لے سکے۔

حبابہ کی موت پر یزید کا جزع فزع کرنا

حبابہ بیمار ہو گئی تو یزید کئی دن تک باہر نہ آیا پھر وہ مر گئی تو کئی دن تک اس کی جزع فزع کے باعث اُسے دفن نہ کیا گیا یہاں تک کہ گل سڑ گئی اُسے بتایا گیا کہ لوگ تیری جزع فزع کے متعلق باتیں کرتے ہیں اور خلافت کا مقام اس سے بہت بلند ہے تو اس نے اُسے دفن کر دیا پھر اس کی قبر پر ٹھہرا رہا اور کہنے لگا ؎

"اگر میرا دل تجھے بھول جائے یا عشق کو چھوڑ دے تو مایوسی سے
دل بھول جاتا ہے نہ کہ صبر سے۔"

وہ اس کے بعد تھوڑے دن بعد زندہ رہا پھر مر گیا۔

ابو عبد اللہ محمد بن ابراہیم نے اپنے باپ سے اور اس نے اسحاق موصلی سے اور اس نے ابو الحویرث ثقفی سے بیان کیا وہ کہتا ہے کہ جب حبابہ مر گئی تو یزید بن عبد الملک کو اس کا شدید غم ہوا، اس نے اپنے ساتھ اپنی ایک چھوٹی سی لونڈی کو رکھ لیا جو اس کو باتیں سُناتی اور اس کی خدمت کرتی تھی ایک دن لونڈی نے یہ شعر پڑھا ؎

"عاشق کے لیے یہی غم کافی ہے کہ وہ محبوبہ کے گھروں کو خالی اور
بے آباد پائے۔"

یہ شعر سن کر یزید رو پڑا اور قریب تھا کہ مر جائے، یہ لونڈی ہمیشہ اس کے پاس حبابہ کا تذکرہ کرتی رہی یہاں تک کہ وہ مر گیا۔

ایک روز یزید اپنی مجلس میں بیٹھا تھا کہ حبابہ اور سلامہ نے اُسے گانا سنایا، وہ بے حد خوش ہوا اور کہنے لگا میں چاہتا ہوں کہ اُڑ جاؤں حبابہ نے اُسے کہا اے میرے آقا آپ تو م اور ہم لونڈیوں کو کس کے پاس چھوڑ جائیں گے۔

ابو حمزہ خارجی جب بنو مروان کا ذکر کرتا تو ان کی برائیاں بیان کرتا تھا، یزید بن عبد الملک کا ذکر ہوا تو کہنے لگا اس نے حبابہ کو اپنے دائیں اور سلامہ کو اپنے بائیں پہلو میں بٹھایا پھر کہنے لگا میں چاہتا ہوں کہ اُڑ جاؤں پس وہ خدا کی لعنت اور اس کے دردناک عذاب کی طرف اُڑ گیا۔

یزید بن مہلب کی یزید بن عبد الملک کے خلاف بغاوت

مسعودی بیان کرتا ہے کہ یزید بن مہلب بن ابی صفرہ ۱۰۱ھ میں حضرت عمر بن عبد العزیز کے قید خانے سے بھاگ کر بصرہ چلا گیا اس وقت عدی بن ارطاۃ بصرہ کا والی تھا یزید بن مہلب نے اُسے پکڑ کر قید کر دیا پھر یزید بن عبد الملک کی مخالفت کرتا ہوا کوفہ چلا گیا اور اس نے ازد اور اس کے حلیفوں کو اکٹھا کیا اور اپنے اہل اور خواص کی طرف چلا گیا۔

اس کی قوت و شوکت بڑھ گئی، یزید نے اپنے بھائی مسلمہ بن عبد الملک اور اپنے بھتیجے عباس بن عبد الملک کو ایک عظیم فوج کے ساتھ اس کی طرف بھیجا جب وہ دونوں اس کے قریب ہوئے تو یزید بن مہلب نے اپنی فوج میں بڑا اضطراب دیکھا اس نے پوچھا یہ اضطراب کیسا ہے؟ اُسے بتایا گیا کہ مسلمہ اور عباس آئے ہیں اس نے کہا خدا کی قسم مسلمہ تو ایک زرد ٹڈی ہے اور عباس، نسلوس بن نسطوس ہے اور شامی، کمینے لوگ ہیں، انہوں نے کسان، کاشت کار، زنگریز اور کمینے لوگ اکٹھے کر لیے ہیں تم مجھے ایک ساعت کے لیے اپنے ہاتھ عاریۃً دو تم ان کی ناکوں پر تھپڑ مارو گے اور یہ صرف ایک صبح یا شام کی بات ہے اللہ تعالےٰ ہمارے اور ظالموں کی قوم کے درمیان فیصلہ کر دے گا میرا گھوڑا لاؤ، اس کا ابلق (سیاہ و سفید) گھوڑا لایا گیا تو وہ بغیر ہتھیار لیے اس پر سوار ہو گیا، دونوں فوجوں کے درمیان شدید جنگ ہوئی تو یزید کے ساتھی اُسے

چھوڑ بھاگے اور یزید اس معرکہ میں مارا گیا اس کے بھائیوں نے ثابت قدمی دکھائی اور وہ بھی سب کے سب مارے گئے اس بارے میں ایک شاعر کہتا ہے ؎

"تمام قبائل نے تیری بیعت کی دعوت کو قبول کیا ہے اور انہوں نے خوشی خوشی تیری بیعت کی ہے، جب وہ میدان کارزار میں آئے اور تو نے انہیں نیزوں کا نشانہ بنا دیا تو وہ تجھے چھوڑ کر بھاگ گئے اگر وہ تجھے قتل کریں تو تیرا قتل ہونا تجھ پر عار کی بات نہیں اور بعض قتل عار ہوتے ہیں۔"

جب یزید بن عبد الملک کو اطلاع ملی تو وہ خوش ہوا اور کثیر کے سوا سب شعراء آلِ مہلب کی ہجو کرنے لگے، یزید نے اُسے کہا اے ابو صخر تجھے رشتہ داری کا خیال آیا ہے کیونکہ وہ یمانی ہیں، اس واقعہ کے متعلق جریر یزید کی مدح کرتے ہوئے اور آل مہلب کی ہجو کرتے ہوئے کہتا ہے ؎

"کتنے ہی لوگ تمہارے حاسد ہیں حالانکہ ان میں نہ کوئی تمہارا بدل ہے اور نہ جانشین، اللہ تعالیٰ آلِ مہلب کی جڑ کو کاٹ دے وہ راکھ ہو گئے ہیں نہ ان کی دوستی رہی ہے اور نہ کوئی قریبی رشتہ دار اور ازد کو ان کے گمراہ کنندہ کے دعوے سے سوائے کلائیوں اور کٹی ہوئی گردنوں کے اور کیا ملا ہے، اور ازد نے ایک کھوسے کو اپنا لیڈر بنایا تو انہیں الٰہی فوجوں نے قتل کر دیا اور وہ تباہ و برباد ہو گئے۔"

یہ ایک طویل قصیدہ ہے نیز جریر یزید کے متعلق مزید کہتا ہے ؎

"ہم تجھے ضائع نہ کریں جب آل مہلب نے ناشکری کی تو تُو نے ان کو الٹ ہڈی کی طرح کر چھوڑا اے ابن مہلب لوگوں کو پتہ چل گیا ہے کہ خلافت بلند بینی غارت گروں کے لیے ہے۔"

آلِ مہلب کے ساتھ یزید کا سلوک

یزید نے احوز مازنی کو آل مہلب کی تلاش میں بھیجا اور اُسے حکم دیا کہ ان میں سے جو بالغ آدمی ملے اُسے قتل کر دیا جائے وہ ان کا تعاقب کرتا ہوا قندابیل تک آیا جو سرزمین سندھ میں ہے اور ہلال، آلِ مہلب کے دو لڑکوں کو لایا اس نے

ان میں سے ایک کو کہا تو بالغ ہے اس نے جواب دیا ہاں اور اپنی گردن بڑھا دی، دوسرا اس سے خوفزدہ ہو گیا تو اس نے اپنا ہونٹ کاٹا تاکہ گھبراہٹ ظاہر نہ ہو اس نے اُسے بھی قتل کر دیا، اس نے آلِ مہلب میں اس قدر خونریزی کی کہ ان کی نسل ختم ہونے کے قریب پہنچ گئی، کہتے ہیں کہ ہلال کے حملے کے بعد آلِ مہلب کے لوگ بیس سال تک اس حالت میں رہے کہ ان میں لڑکے پیدا ہوتے اور کوئی مرد نہ مرا ہلال بن احوز کی مدح اور اس کے کارناموں کے متعلق جریر کہتا ہے ؎

"میں محبوبہ سے کہتا ہوں کہ اس رات کی طوالت دیگر راتوں کی طرح نہیں کاش تیری صبح روشن ہو میرا دل ابن احوز کے متعلق خوف محسوس کرتا ہے اس نے دلوں کے تمام غموں کو دُور کر دیا ہے اور تو نے قبرستان میں حسان، مالک اور عدی کی قبر بنا دی ہے پس نہ آلِ مہلب کی فوج باقی رہی ہے اور نہ ہی ان کا کوئی جھنڈا باقی رہا ہے۔"

ابن ہبیرہ، شعبیؒ، ابن سیرینؒ اور حسن بصریؒ

جب یزید بن عبدالملک نے عمر بن ہبیرہ فزاری کو عراق کا والی بنایا تو خراسان کی ولایت بھی اُسے دے دی وہاں اس کی حکومت ختم ہو گئی تو اس نے ابن ہبیرہ کو ۱۰۳ھ میں حسن بن ابوالحسن، عامر بن شرجیل شعبی اور محمد بن سیرین کی طرف بھیجا اس نے انہیں کہا کہ یزید بن عبدالملک اللہ کا نائب ہے جسے اس نے اپنے بندوں پر خلیفہ بنایا ہے اور ان سے اپنی اطاعت کا میثاق لیا ہے، اس نے ہم سے سمع و اطاعت کا عہد لیا ہے آپ کو معلوم ہی ہے کہ اس نے مجھے والی بنایا ہے وہ مجھے اپنا حکم لکھ بھیجتا ہے اور میں اس کا نفاذ کرتا ہوں اور جو وہ کہتا ہے میں اس کی پیروی کرتا ہوں پس آپ لوگوں کی کیا رائے ہے؟ ابن سیرین اور شعبی نے تو ایسی بات کہی جس میں تقیہ پایا جاتا تھا، عمر نے کہا اسے حسن تم کیا کہتے ہو، حسن نے کہا اے ابن ہبیرہ یزید کے بارے میں اللہ سے ڈر، اور اللہ کے بارے میں یزید سے نہ ڈر، اللہ تعالےٰ تجھے یزید سے بچائے گا اور یزید تجھے اللہ تعالےٰ سے نہیں بچا سکے گا وہ تیری طرف ایک فرشتہ بھیجے گا جو تجھے بے تخت کر دے گا اور تجھے محل کی وسعت سے نکال کر قبر کی

تنگی میں ڈال دے گا پھر تیرا عمل ہی تجھے بچائے گا، اے ابن ہبیرہ میں تجھے خدا تعالیٰ کی نافرمانی سے انتباہ کرتا ہوں اللہ تعالیٰ نے اس بادشاہ کو اپنے دین اور بندوں کی نصرت کے لیے بادشاہ بنایا ہے پس تو اللہ تعالیٰ کی مدد کے ساتھ اللہ کے دین اور اس کے بندوں کو نہ چھوڑ کیونکہ خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت نہیں ہوتی۔

اس واقعہ میں یہ بات بھی بیان کی گئی ہے کہ ابن ہبیرہ نے ان کو انعامات دیے اور حسن کو دگنا انعام دیا۔ شعبی نے کہا ہم نے حقیر بات کی اس لیے اس نے ہم سے حقیر سلوک کیا۔

یزید اور اس کے بھائی ہشام کے درمیان غلط فہمی

کہتے ہیں کہ یزید بن عبد الملک کو اطلاع ملی کہ اس کا بھائی ہشام بن عبد الملک اس کی تنقیص کرتا ہے اور اس کی موت کا متمنی ہے اور لونڈیوں کے ساتھ لہو و لعب کرنے کی وجہ سے اس کی عیب گیری کرتا ہے تو یزید نے اُسے لکھا کہ مجھے معلوم ہوا کہ میری زندگی اور میری موت کی تاخیر تجھ پر گراں ہے اور میری زندگی کی قسم تو میرے بعد کمزور بازوؤں اور کٹے ہوئے ہاتھوں والا ہوگا، جو بات مجھے تیری جانب سے پہنچتی ہے میں تجھے اس کا حقدار نہیں سمجھتا، تو ہشام نے اُسے جواب دیا جب امیر المومنین اپنے کانوں کو دشمنوں کی باتوں کے سننے کے لیے فارغ کر دیں گے تو ہو سکتا ہے کہ اس سے آپس میں فساد ہو جائے اور رشتہ داری ختم ہو جائے۔ خدا تعالیٰ نے امیر المومنین کو اپنے فضل سے جس چیز کا اہل بنایا ہے وہ اس بات کا زیادہ مستحق ہیں کہ گنہ گاروں کے گناہوں سے پردہ پوشی کریں، رہی میری بات تو میں اس بات سے خدا تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں کہ آپ کی زندگی اور موت کی تاخیر کو گراں سمجھوں، تو یزید نے اُسے لکھا جو کچھ تجھ سے ہوا ہم اُسے بخشتے ہیں اور تیرے متعلق جو بات ہمیں پہنچی ہے اس کی تکذیب کرتے ہیں پس عبد الملک نے ہمیں جو وصیت کی تھی اُسے یاد رکھیے اس نے کہا تھا کہ ہمیں آپس میں بغاوت اور علیحدگی اختیار کرنے کے خیالات کو چھوڑ دینا چاہیے یہ حکم اس نے رشتہ داری کے تعلقات کی بہتری اور خواہشات کے اتفاق کے لیے دیا تھا یہ بات تیرے لیے بہتر ہے اور میں تجھ سے بھی اُمید رکھتا ہوں اور میں تیری طرف

لکھتا ہوں اور جانتا ہوں کہ تو اوّل کے ان اشعار کا مصداق ہے ؎

"تیری طرف سے مجھے پریشان کُن باتیں پہنچتی رہی ہیں اور میں قدیم سے ہی درگزر کرنے والا اور نیک سلوک کرنے والا ہوں، جب تو نے مجھ سے قطع تعلق کیا تو تو دنیا میں اپنا دایاں ہاتھ کاٹ لے گا پھر دیکھ تو اس کے بدلے کونسا ہاتھ لے گا، اگر تو نے اپنے بھائی سے انصاف نہ کیا اور وہ عقل مند ہے تو تو اُسے اپنے سے انتہائی دُور پائے گا۔"

جب ہشام کو یہ خط ملا تو وہ اس کے پاس گیا اور چغل خوروں اور باغیوں کے خوف سے ہمیشہ اس کی پناہ میں رہا۔ یہاں تک کہ یزید فوت ہو گیا۔

عطاء بن یسار کی وفات

یزید بن عبد الملک کے دورِ حکومت میں جو لوگ فوت ہوئے ان میں عطاء بن یسار بھی تھے آپ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی حضرت میمونہ کے غلام تھے اور ابو محمد کنیت کرتے تھے ان کی عمر ۸۴ سال تھی، یہ واقعہ ۱۰۳ھ کا ہے۔

علماء کی ایک جماعت کی وفات

۱۰۳ھ ہی میں قیس بن السائب کے غلام مجاہد بن جبیر کی وفات ہوئی اس کی کنیت ابو الحجاج تھی اور عمر ۸۴ سال تھی، ازد کا غلام جابر بن زید بھی فوت ہوا یہ بصرہ کا رہنے والا تھا اور ابو الشعثاء کنیت کرتا تھا یزید بن اصم اہل رقہ میں سے تھا اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی حضرت میمونہ کا بھانجا تھا اور یحییٰ بن وثاب اسدی، بنی کنانہ کا غلام تھا اور ابو بردہ بن ابی موسیٰ اشعری بھی فوت ہو گئے، ان کا نام عامر تھا اور کوفہ کے رہنے والے تھے، ۱۱۰ھ میں وہب بن منبہ کی وفات ہوئی ——————

ایک روایت میں ہے آپ کی وفات ۱۱۰ھ[1] میں ہوئی۔ اور طاؤس کی وفات بھی اسی سال میں ہوئی، ۱۰۵ھ میں عباس بن عبد المطلب کے غلام عبد اللہ بن جبیر کی وفات ہوئی بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ حضرت عباسؓ کے غلام کے غلام تھے۔

کہتے ہیں کہ طاؤس بن کیسان —— ابو عبد الرحمٰن کنیت کرتا تھا —— بجیر حمیری کا

---

[1] ایک نسخہ میں ۱۱۶ھ مرقوم ہے۔

غلام تھا۔ سنہ ۱۰۶ھ میں مکہ میں فوت ہوا اس کی نماز جنازہ ہشام بن عبدالملک نے پڑھائی سنہ ۱۰۷ھ میں مدینہ طیبہ میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہ کے غلام سلیمان بن یسار فوت ہوئے یہ عطا بن یسار کے بھائی تھے ابوایوب کنیت کرتے تھے وفات کے وقت ان کی عمر ۷۳ سال تھی بعض کہتے ہیں کہ سنہ ۱۰۸ھ میں فوت ہوئے، سنہ ۱۰۸ھ میں قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق کی وفات ہوئی۔

محمد بن سیرینؒ اور ان کے بھائی

حسن بن ابوالحسن بصری نے سنہ ۱۱۰ھ میں وفات پائی ان کی کنیت ابوسعید تھی ان کے باپ کا نام یسار تھا جو ایک انصاری عورت کا غلام تھا ان کی وفات ۸۹ سال کی عمر میں ہوئی۔ بعض کہتے ہیں کہ ۹۰ سال کی عمر میں ہوئی، آپ محمد بن سیرین سے بڑے تھے، محمد بن سیرین کی وفات اسی سال ۸۱ سال کی عمر میں ان سے سو دن بعد میں ہوئی، بعض کہتے ہیں کہ ان کی عمر ۸۰ سال تھی، سیرین کے پانچ لڑکے تھے محمد، سعید، یحییٰ، خالد اور انس، سیرینؒ حضرت انسؓ بن مالک کا غلام تھا اس کے پانچوں بیٹوں نے سنن روایت کی ہیں اور ان سے سنن نقل کی گئی ہیں۔

میں نے اصحاب تواریخ کو وہب بن منبہ کی وفات کے بارے میں متفق نہیں پایا۔ ان کی کنیت ابوعبداللہ تھی، ان میں سے بعض نے آپ کی وفات کو اس طرح بیان کیا ہے جیسے ہم اس باب میں بیان کر چکے ہیں اور بعض کا خیال ہے کہ آپ نے سنہ ۱۱۰ھ میں صنعاء میں وفات پائی آپ کی عمر ۹۰ سال تھی، سنہ ۱۱۵ھ میں حکم بن عتبہ کندی کی وفات ہوئی، بعض کہتے ہیں کہ اس سال عطاء بن ابی رباح کی وفات ہوئی تھی، سنہ ۱۲۳ھ میں ابوبکر محمد بن مسلم بن عبیداللہ بن عبداللہ بن شہاب زہری کی وفات ہوئی، واقدی کا بیان ہے کہ ان کی وفات سنہ ۱۲۴ھ میں ہوئی۔ یزید بن عبدالملک کے دور میں ہونے والے واقعات کی رُو سے اس کے حالات بہت اچھے ہیں ہم نے انہیں مبسوط طور پر اخبار الزمان اور الاوسط میں بیان کیا ہے، ہم نے اہل علم اور ناقلین آثار اور راویان اخبار کی وفات کا ذکر اس لیے کیا ہے تاکہ کتاب کی افادی حیثیت میں اضافہ ہو اور اس کے فوائد کا دائرہ وسیع ہو کیونکہ لوگ اپنے اغراض و مقاصد میں ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں اور مختلف علوم کے ماخذوں کے جویا ہوتے ہیں ان میں سے

بعض واقعہ کے متلاشی ہوتے ہیں اور بعض روایت کے مقلد ہوتے ہیں اور بعض بحث نظر والے ہوتے ہیں اور بعض اصحاب الحدیث ہوتے ہیں جو علل کی چھان بین کرنے والے ہوتے ہیں اور جس قسم کے لوگوں کی وفات کا ہم نے ذکر کیا ہے ان کی وفات کی تاریخوں کو معلوم کیا جاتا ہے پس ہم نے ہر ایک کے لیے اس کتاب میں حصہ رکھ دیا ہے وباللہ التوفیق۔

ہشام بن عبدالملک بن مروان کے دورِ حکومت کا بیان

مختصر حالات جس روز ہشام بن عبدالملک کے بھائی یزید بن عبدالملک کی وفات ہوئی اسی روز ہشام کی بیعت ہوئی یہ ۲۵ شوال ۱۰۵ھ جمعہ کے روز کا واقعہ ہے۔ یزید کی وفات ۳۸ سال کی عمر میں ہوئی بعض کہتے ہیں کہ چالیس سال کی عمر میں ہوئی۔ ہشام بن عبدالملک کی وفات ۱۰ ربیع الاول ۱۲۵ھ کو بدھ کے روز رصافہ میں ہوئی جو ارض قنسرین میں ہے اور اس کی عمر ۵۳ سال تھی، اس کی حکومت ۱۹ سال ۷ ماہ ۱۱ راتیں رہی۔

اس کے حالات و واقعات کی ایک جھلک

اس کے اوصاف و اخلاق ہشام بھینگا درشت اور سخت بدخو تھا۔ اموال جمع کرتا زمین آباد کرتا عمدہ گھوڑے تیار کرتا تھا اور گھوڑ دوڑ کراتا تھا اس نے اپنے اور دوسرے لوگوں کے چار ہزار گھوڑے جمع کیے ہوئے تھے، دور جاہلیت اور اسلام میں کسی کے متعلق معلوم نہیں ہو سکا کہ اس کے پاس اتنے گھوڑے ہوں، شعراء نے اس کے جمع شدہ گھوڑوں، اچھے پہناووں، قالینوں اور جنگی سامان اور زرہوں کا ذکر کیا ہے، اس نے لوگوں سے حسن سلوک کیا اور سرحدوں کو مضبوط کیا، مکہ کے راستے میں مسافر خانے اور سرائیں بنوائیں، اس کے علاوہ اور بھی یادگاریں قائم کیں جنہیں عباسی حکومت کے آغاز میں داؤد بن علی نے تباہ کروا دیا۔

اس کے دور حکومت میں ریشم اور ریشمی چادریں بنائی گئیں۔ لوگوں نے بھی اسی کے

طریق کو اختیار کیا اور جو کچھ ان کے پاس تھا اُسے روک لیا پس عطا و بخشش کم ہو گئی۔ اور اس کے زمانے سے زیادہ تنگی کا زمانہ نہیں دیکھا گیا۔

حضرت زید بن علیؑ کی شہادت

اس کے زمانے میں زید بن علی بن حسین بن علی کرم اللہ وجہہ ۱۲۱ھ میں شہید ہو گئے، بعض کہتے ہیں کہ ۱۲۲ھ میں شہید ہوئے، زید بن علی نے اپنے بھائی ابو جعفر بن علی بن حسین بن علی سے مشورہ کیا تو اس نے انہیں بتایا کہ کوفیوں کی طرف مائل نہ ہونا کیونکہ وہ خائن اور مکار ہیں اور انہوں نے یہ بھی کہا کہ وہاں تمہارے دادا علیؓ قتل ہوئے اور وہیں تیرے چچا حسن کو نیزہ مارا گیا اور وہیں تمہارا باپ حسین قتل ہوا اور اُسی کے مضافات میں ہم اہل بیت کو سب و شتم کیا گیا۔ ابن مروان کی حکومت کے متعلق انہیں جو علم حاصل تھا اس کے متعلق بھی انہیں بتایا جو انہیں دولت عباسیہ سے شرمندگی ہوئی اس کا بھی ذکر کیا، مگر انہوں نے جس حق کے مطالبہ کا عزم کیا تھا اس سے باز نہ آئے تو ان کے بھائی نے انہیں کہا اے بھائی مجھے تیرے متعلق خدشہ ہے کہ تو کل کوفہ کے کوڑا کرکٹ کی جگہ پر مصلوب ہوگا، ابو جعفر نے اُسے الوداع کہا اور اُسے بتایا کہ اب ہم دونوں کی ملاقات نہیں ہوگی۔

زید، ہشام کے پاس رصافہ میں گئے، بیٹھنے کے لیے کوئی جگہ نہ پائی تو مجلس کے آخر میں بیٹھ گئے اور کہنے لگے امیر المومنین نہ کوئی اللہ کے تقوے کے بغیر بڑھ سکتا ہے اور نہ تقوے اللہ کے بغیر چھوٹا ہو سکتا ہے، ہشام نے کہا تیری ماں نہ رہے خاموش ہو جا، تو ہی اپنے بارے میں خلافت کے متعلق جھگڑا کرتا ہے حالانکہ تو ایک لونڈی کا بیٹا ہے آپ نے فرمایا امیر المومنین اگر آپ پسند کریں تو میں آپ کو جواب دوں اور اگر آپ پسند کریں تو خاموش رہوں اس نے کہا جواب دو، آپ نے فرمایا، مائیں مقاصد کے لحاظ سے مردوں سے پیچھے نہیں ہیں اور حضرت اسماعیلؑ کی والدہ بھی، حضرت اسحٰق کی ماں کی لونڈی تھی مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل کے لیے کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کی اور انہیں نبی بنا کر بھیجا، انہیں عربوں کا باپ بنایا اور ان کی صلب سے خیر البشر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا پس اس بارے میں مجھ سے بات کیجیے میں حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کا بیٹا ہوں اور یہ کہتے ہوئے کھڑے ہو گئے ؎

" اُسے خوف نے بھگا دیا ہے اور عیب دار کر دیا ہے اور جو شخص صبر

کو ناپسند کرتا ہے وہ ایسا ہی کرتا ہے، اور اس کے دونوں ہاتھ پھٹے
ہوئے ہیں اور وہ سوزش کی شکایت کرتا ہے اور اُسے تیز پتھر کے کونے
توڑتے ہیں، موت میں اُسے راحت ملتی تھی اور موت لوگوں کے لیے
یقینی ہے اگر اللہ تعالیٰ اُسے حکومت دیتا ہے تو وہ دشمنوں کے نشانات
کو راکھ کی طرح چھوڑ دیتا ہے۔"

وہ اس کام کو پورا کرنے کے لیے کوفہ کی طرف گئے آپ کے ساتھ قراء اور اشراف بھی تھے۔ آپ کے ساتھ یوسف بن عمر ثقفی نے جنگ کی، جب جنگ ٹھن گئی تو زید کے ساتھی شکست کھا گئے آپ نے ایک معمولی سی جماعت کے ساتھ ان سے سخت جنگ کی اور آپ بطور مثال یہ شعر پڑھ رہے تھے ؎

"زندگی کی ذلت اور موت کی سختی ان دونوں کو میں نے مضر کھانا پایا ہے
اگرچہ ان میں سے ایک کے سوا چارہ نہیں پس تو موت کی طرف اچھی طرح چل کر
جا۔"

فریقین کے درمیان شام کا وقت حائل ہوگیا۔ حضرت زید کے زخم سے خون ٹپک رہا تھا کیونکہ آپ کی پیشانی میں تیر لگا تھا آپ نے فرمایا اس تیر کو کون نکالے گا تو ایک بستی سے پچھنے لگانے والے کو لایا گیا لیکن آپ کے ساتھیوں نے اس حجام سے آپ کی حالت کو پوشیدہ رکھا اس نے تیر نکالا تو آپ اسی وقت فوت ہوگئے انہوں نے آپ کو ایک ندی میں دفن کر دیا اور آپ کی قبر پر مٹی اور گھاس پھونس ڈال دیا اور اس پر پانی بہا دیا پچھنے لگانے والا آپ کے چھپانے کی جگہ پر آیا تو اس نے جگہ کو پہچان لیا اور صبح کے وقت یوسف کے پاس اس کا خیر خواہ بن کر گیا اور اُسے آپ کی قبر کے متعلق بتایا تو یوسف نے آپ کو قبر سے نکال لیا اور آپ کے سر کو ہشام کے پاس بھیج دیا ہشام نے اُسے لکھا کہ اُسے ننگا کر کے صلیب دے دو تو یوسف نے آپ کو اسی طرح صلیب دے دیا اس بارے میں بنی اُمیہ کا ایک شاعر آل ابی طالب اور ان کے پیروکاروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے ؎

"ہم نے تمہارے لیے زید کو کھجور کے تنے پر صلیب دیا اور میں نے کسی
مہدی کو تنے پر صلیب پاتے نہیں دیکھا۔"

اور اس نے آپ کی لکڑی کے نیچے ایک ستون بنا دیا پھر ہشام نے یوسف کو حکم بھیجا کہ انہیں جلا کر ہوا میں اُڑا دو۔

امویوں کی قبروں کے ساتھ عباسیوں کا سلوک

مسعودی بیان کرتا ہے کہ الہیثم بن عدی طائی نے عمرو بن ہانی سے بیان کیا وہ کہتا ہے کہ ابوالعباس سفاح کے زمانے میں، میں عبید اللہ بن علی کے ساتھ بنی اُمیہ کی قبریں اُکھاڑنے کے لیے نکلا، ہم ہشام کی قبر پر پہنچے تو ہم نے اُسے قبر سے صحیح سالم باہر نکالا صرف اس کی ناک کی درمیانی ہڈی موجود نہ تھی، عبد اللہ بن علی نے اُسے سو کوڑے مارے پھر اُسے جلا دیا۔ ہم نے سلیمان کو ارضِ دابق سے نکالا مگر ہمیں اس کی پشت، پسلیوں اور سر کے سوا کچھ نہ ملا، جنہیں ہم نے جلا دیا اور بھی کچھ ہم نے بنی اُمیہ کے دُوسرے لوگوں کے ساتھ کیا ان کی قبریں قنسرین میں تھیں پھر ہم دمشق میں آئے اور ہم نے ولید بن عبد الملک کو نکالا مگر ہم کو اس کی قبر سے کچھ نہ ملا، ہم نے عبد الملک کی قبر کھودی تو ہمیں صرف اس کے سر کا ایک جوڑ ملا پھر ہم نے یزید بن معاویہ کی قبر کھودی تو اس میں سے صرف ایک ہڈی ملی اور ہم نے اس کی لحد کے ساتھ ایک سیاہ لکیر دیکھی گویا راکھ کے ساتھ لحد کے طول میں وہ لکیر کھینچی گئی ہے پھر ہم نے تمام شہروں میں ان کی قبروں کو کھودا اور جو کچھ ہمیں ملا ہم نے اُسے جلا دیا۔

ہم نے اس جگہ ہشام کے حضرت زید بن علی کو قتل کرنے کی وجہ سے یہ واقعات بیان کیے ہیں ہشام کو بھی اسی طرح مثلہ کیا گیا جیسا کہ اس نے حضرت زید بن علی کے ساتھ اپنے سلف کی طرح سلوک کیا تھا۔

ابوبکر بن عیاش اور مؤرخین کی ایک جماعت سے بیان کیا ہے کہ حضرت زید پچاس ماہ تک برہنہ مصلوب رہے مگر کسی آدمی نے ان کے پوشیدہ مقامات کو نہ دیکھا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کا پردہ تھا آپ کو کوفہ کے کوڑا کرکٹ کے مقام پر صلیب دیا گیا جب ولید بن یزید بن عبد الملک کا زمانہ آیا اور خراسان میں آپ کے بیٹے یحییٰ بن زید کا ظہور ہوا تو یزید نے اپنے کوفہ کے عامل کو لکھا کہ زید کو لکڑی پر ہی جلا دو تو اس نے ایسا ہی کیا اور ان کی راکھ کو فرات کے کنارے ہوا میں بکھیر دیا۔

زیدی شیعوں کے فرقے

ہم نے اپنی کتاب "المقالات فی اصول الدیانات"

یں زیدیہ کی وجہ تسمیہ بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے حضرت زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب کے ساتھ خروج کیا اس کے علاوہ بھی بہت کچھ بیان کیا گیا ہے جیسے ہم نے اپنی پہلی کتب میں بیان کیا ہے، زیدیہ اور امامیہ کے اختلافات، ان دونوں مذہبوں کے درمیان فرق اور دیگر شیعہ فرقوں وغیرہ کا بھی ذکر کیا ہے اور مقالات و آراء اور دیانات کے متعلق کتب لکھنے والے مصنفین کی ایک جماعت نے جیسے ابوعیسیٰ محمد بن ہارون وراق وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ زیدیہ اپنے زمانے میں آٹھ فرقے تھے ان کا پہلا فرقہ جارودیہ تھا جو ابوالجارود زیاد بن منذر العبدی کے اصحاب تھے، ان کا خیال یہ ہے کہ امامت صرف حضرت حسنؑ اور حضرت حسینؑ کی اولاد میں منحصر ہے، دوسرا فرقہ المرئیہ[1] ہے تیسرا الابرقیہ چوتھا الیعقوبیہ یہ لوگ یعقوب بن علی کوفی کے اصحاب ہیں پانچواں العقبیہ، چھٹا الابتریہ ہے یہ لوگ کثیر الابتر اور حسن بن صالح بن یحییٰ کے اصحاب ہیں، ساتواں فرقہ الجریریہ ہے یہ لوگ سلیمان بن جریر کے اصحاب ہیں، آٹھواں فرقہ الیمانیہ ہے یہ لوگ محمد بن الیمان کوفی کے اصحاب ہیں۔ دوسروں کی نسبت اس مسلک کے لوگ زیادہ ہیں انہوں نے اپنے اسلاف کے اصولوں سے کئی شاخیں نکالی ہیں اور یہی امامیہ فرقوں کا حال ہے جیسا کہ گزشتہ مصنفین نے بیان کیا ہے یہ ۳۳ فرقے ہیں ہم نے حسن بن علی بن محمد بن علی بن موسےٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب کے چلے جانے کے بعد قطیعیہ کے اختلاف کا ذکر کیا ہے جو کچھ کیسانیہ فرقہ کہتا ہے اور جو اس کے دیگر شیعہ فرقوں کے درمیان اختلافات ہیں ان کا بھی ذکر کیا ہے۔

انہوں نے فروعات اور تاویل میں جو اختلاف کیا ہے اس کو چھوڑ کر یہ ۳۷ فرقے ہیں اور غلاۃ کے آٹھ فرقے ہیں ان میں سے محمدیہ کے چار فرقے ہیں معتزلہ بھی چار ہیں وہ علویہ کہلاتے ہیں، اگر ہماری یہ تاریخ کی کتاب نہ ہوتی تو ہم ان کے مذاہب و آراء کو آغاز سے لے کر اس وقت تک تفصیل سے بیان کرتے اور مہدی منتظر کے ظہور کے متعلق جو دلائل انہوں نے دیے ہیں اور ان میں سے اصحاب الدور اور السرد اور التشریق نے جو کچھ بیان کیا ہے اُسے بھی ذکر کرتے۔

ہشام اور حمص کا ایک آدمی ایک روز ہشام نے حمص میں فوج کا

---

[1] ایک نسخے میں مرثدیہ ہے۔

جائزہ لیا تو اس کے پاس سے حمص کا ایک آدمی ایک بدکتے والے گھوڑے پر سوار ہو کر گزرا، ہشام نے اُسے کہا تجھے کس نے اس بات پر آمادہ کیا ہے کہ تو بدکنے والے گھوڑے کو باندھے، حمص نے کہا امیر المومنین! بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، یہ گھوڑا بدکنے والا نہیں بلکہ اس نے آپ کے بھینگے پن کو دیکھ کر خیال کیا ہے کہ یہ غزوان سالوتری کی آنکھ ہے، ہشام نے اُسے کہا پرے ہو جا تجھ پر اور تیرے گھوڑے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو غزوان سالوتری بلاد حمص کا ایک نصرانی تھا گویا وہ اپنے بھینگے پن اور سر کے اگلے حصے سے بال گرنے کی وجہ سے ہشام تھا۔

ہشام، ابرش کلبی اور ہشام کی ایک لونڈی

ایک روز ہشام اکیلا بیٹھا ہوا تھا اس کے پاس ابرش کلبی موجود تھا کہ اتنے میں ہشام کی ایک خدمت گار لونڈی حلہ پہنے نمودار ہوئی، ہشام نے ابرش سے کہا اس سے مذاق کرو، ابرش نے اُسے کہا مجھے اپنا حُلّہ دے دو، اس نے کہا تُو تو اشعب سے بھی زیادہ حریص ہے، ہشام نے لونڈی سے کہا اشعب کون تھا اس نے جواب دیا وہ مدینہ کا ایک مذاقیہ تھا اور اس نے ہشام کو اس کی بعض باتیں سُنائیں تو ہشام ہنس پڑا اور کہنے لگا کہ ابراہیم بن ہشام عامل مدینہ کو لکھو کہ اُسے ہمارے پاس بھیجے پس جب ہشام نے خط پر مہر لگائی تو دیر تک سر جھکائے بیٹھا رہا پھر کہنے لگا اے ابرش ہشام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر کی طرف یہ خط لکھتا ہے کہ وہ اس کے پاس ایک مذاقیے کو بھیجے خدا کی قسم ایسا نہیں ہوگا پھر اس نے بطور مثال یہ شعر پڑھا ؎

"جب تو خواہش کے مطابق چلے گا تو خواہش تجھے بعض ایسی باتوں کی طرف لے جائے گی جن کے متعلق لوگ تجھ پر پھبتی اڑائیں گے۔"

اور خط پھاڑ دیا۔

ہشام کے بخل کی مثالیں

کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے ہشام کو دو پرندے تحفہ کے طور پر دیے جو اُسے بہت پسند آئے۔ اس آدمی نے کہا امیر المومنین میرا انعام؟ ہشام کہنے لگا تو ہلاک ہو دو پرندوں کا کیا انعام ہوتا ہے؟ اس آدمی نے کہا آپ جو چاہتے ہیں دے دیں۔ ہشام نے کہا ان میں سے ایک پرندہ

لے جاؤ تو اس آدمی نے ان دونوں میں سے خوب صورت پرندے کو پکڑ لیا تو ہشام نے اُسے کہا تو اسی طرح پسند کرتا ہے اس نے جواب دیا ہاں خدا کی قسم میں اسی طرح پسند کرتا ہوں اس نے کہا اسے چھوڑ دے اور اُسے چند درہم دینے کا حکم دیا۔

ہشام اپنے ایک باغ میں اپنے ندیموں کے ساتھ داخل ہوا اس باغ کا چکر لگایا تو اس میں ہر قسم کے پھل تھے وہ پھل کھانے لگے اور کہنے لگے اللہ تعالےٰ امیر المومنین کو برکت دے تو ہشام کہنے لگا وہ اس میں مجھے کیسے برکت دے گا جب کہ تم اس کے پھل کھا رہے ہو پھر کہنے لگا اس کے منتظم کو بلاؤ اُسے بُلایا گیا تو اُسے کہنے لگا اس کے درخت اکھاڑ کر اس میں زیتون کاشت کر دو تاکہ کوئی شخص اس میں سے کچھ نہ کھا سکے۔

اس کے بیٹے سلیمان نے اُسے لکھا کہ میرا خچر ناکارہ ہو گیا ہے اگر امیر المومنین پسند کریں تو میرے لیے ایک جانور کا حکم دے دیں، ہشام نے اُسے لکھا، امیر المومنین نے تمہارے خط کا مفہوم اور اس میں جو تم نے اپنے جانور کی کمزوری کا ذکر کیا ہے اُسے سمجھ لیا ہے اور ان کا خیال ہے کہ یہ کمزوری اس وجہ سے ہے کہ تم اس کے چارے کا خیال نہیں رکھتے اور دوسرے یہ کہ چارہ ضائع ہو جاتا ہے پس تم خود اس کی نگرانی کرو شاید امیر المومنین اُسے تجھے باربرداری کے لیے دے دیں۔

ہشام نے ایک آدمی کو طخاری گھوڑے پر سوار دیکھا تو اس سے پوچھا تو نے اسے کہاں سے حاصل کیا ہے اس نے جواب دیا مجھے اس پر جنید بن عبد الرحمٰن نے سوار کرایا ہے، اس نے کہا کہ طخاری گھوڑے بہت ہو گئے ہیں یہاں تک کہ عوام بھی ان پر سوار ہوتے ہیں۔ جس وقت عبد الملک کی وفات ہوئی اس کے اصطبل میں ایک طخاری گھوڑا تھا اس کے بیٹوں نے اس میں دلچسپی لی یہاں تک کہ اسے خیال ہوا کہ جس سے گھوڑا جاتا رہا اس سے خلافت جاتی رہے گی، وہ آدمی کہتا ہے کہ اس نے مجھ سے اسی وجہ سے حسد کرنا شروع کر دیا تھا۔

اس کے بھائی مسلمہ نے حکومت سنبھالنے سے قبل اس سے مذاق کرتے ہوئے کہا اے ہشام کیا تو خلافت کا اُمیدوار ہے حالانکہ تو بزدل اور بخیل ہے تو اس نے جواب دیا خدا کی قسم میں علیم اور حلیم ہوں۔

بنی اُمیہ کے سیاست دان

الہیثم بن عدی اور المدائنی وغیرہ نے بیان کیا ہے

کہ بنی اُمیہ میں تین سیاستدان ہوئے ہیں، معاویہ، عبدالملک اور ہشام، ان پر سیاست اور حسن سیرت کا خاتمہ ہو گیا، منصور اپنے اکثر امور، تدابیر اور سیاست میں ہشام بن عبدالملک کے افعال کا پیروکار تھا وہ ہشام کے واقعات اور سیرت کے بارے میں خاص معلومات رکھتا تھا۔

ہم نے اخبار الزمان اور الاوسط میں اس کی سیرت و سیاست کے شان دار واقعات اور اس کے حفظ کردہ اشعار اور خطبات کا ذکر کیا ہے اور اسی طرح ہم نے اس گفتگو کے آغاز کا بھی ذکر کیا ہے جس نے ہمیں اس کتاب کی تصنیف پہ آمادہ کیا جو "کتاب الواحدۃ فی مناقب العرب و مثالبھا" کے نام سے معروف ہے اس کتاب میں صرف عربوں کے ان مناقب و مثالب پہ گفتگو کی گئی ہے جن میں کوئی دوسرا ان سے شراکت نہیں رکھتا، قحطان کے ہر قبیلے اور نزار وغیرہ کی طرف جو باتیں منسوب کی جاتی ہیں اور جو کچھ مختلف اوقات میں ہشام کی مجالس میں ابرش کلبی، عباس بن ولید بن عبدالملک، خالد بن مسلمہ مخزومی اور نضر بن مریم حمیری کے درمیان گفتگو ہوتی تھی اس کا ذکر بھی کیا ہے۔ الحمیری نے اپنے قوم حمیر اور کہلان کے جو مناقب لکھے ہیں اور المخزومی نے اپنی قوم جو نزار بن معد بن عدنان سے ہے، کے جو مناقب بیان کیے ہیں اور ان میں سے ہر ایک نے اپنی قوم کے سوا، دوسروں کے جو مثالب بیان کیے ہیں اور اپنے خاندان اور قبیلے کو ممتاز کیا ہے اس کا بھی ذکر کیا ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کتاب کو ابو عبیدہ معمر بن مثنیٰ نے اس آدمی کی زبان سے تالیف کیا ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے اور اسے اس آدمی کی طرف جس کا ہم نے نام لیا ہے یا شعوبیہ کے کسی اور آدمی کی طرف منسوب کر دیا ہے۔

ولید بن یزید بن عبدالملک بن مروان کے

دورِ حکومت کا بیان

مختصر حالات

۱۶ ربیع الآخر ۱۲۵ھ کو بدھ کے روز ہشام کی وفات ہوئی اور اسی روز ولید بن یزید کی بیعت ہوئی پھر اسے ۲۸ جمادی الآخر ۱۲۶ھ کو جمعرات کے روز نجراء میں قتل کر دیا گیا اس نے ایک سال دو ماہ بائیس دن حکومت کی اور ۴۰ سال کی عمر میں قتل ہو گیا وہ جس جگہ قتل ہوا اسی جگہ دفن ہوا، یہ دمشق کی بستیوں میں سے ایک بستی ہے جو نجراء کے نام سے مشہور ہے ہم اس کے قتل کے واقعہ کو اپنی کتاب الاوسط میں بیان کر چکے ہیں۔

اس کے حالات و واقعات کی ایک جھلک

یحییٰ بن زید کا ظہور اور قتل

ولید کے دورِ حکومت میں خراسان کے شہر جوزجان میں یحییٰ بن زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب نے لوگوں پر روا رکھے جانے والے ظلم و جور کے خلاف ظہور کیا تو ولید نے اس کے مقابلہ میں نصر بن سیار سلم بن احوذ مازنی کو بھیجا، یحییٰ ارعونہ بستی کے معرکہ میں قتل ہو گیا اور وہیں دفن کیا گیا اس کی قبر بہت مشہور ہے آج تک لوگ اس کی زیارت کرتے ہیں یحییٰ نے بہت سی جنگیں لڑی ہیں اور ایک معرکہ میں کنپٹی میں تیر لگنے سے اس کی موت ہو گئی اور اس کے اصحاب اُسے چھوڑ کر بھاگ گئے، اس کا سر کاٹ کر ولید کو بھجوایا گیا اور جوزجان میں اس کے جسم کو صلیب دیا گیا وہ ابو مسلم خراسانی کے خروج تک جو عباسی حکومت کا حامی تھا، صلیب پر لٹکا رہا پس ابو مسلم نے سلم بن احوذ کو قتل کر دیا اور یحییٰ کے جثے کو اُتار کر اپنے اصحاب

کے ساتھ اس کی نماز جنازہ پڑھی اور وہیں دفن کر دیا، اہل خراسان نے اپنے دیگر مضافات میں بنی امیہ کے اقتدار سے محفوظ ہو جانے کی وجہ سے یحییٰ بن زید پر سات روز تک نوحہ وزاری کی اور اس سال خراسان میں جو بچہ بھی پیدا ہوا اس کا نام یحییٰ اور زید رکھا گیا کیونکہ اہل خراسان کو اس کا بہت صدمہ اور غم ہوا تھا۔

یحییٰ کا ظہور ۱۲۵ھ کے آخر میں ہوا اور بعض کہتے ہیں کہ ۱۲۶ھ کے آغاز میں ہوا اور ہم نے یحییٰ کے حالات اور جنگوں کا ذکر کتاب الاوسط اور اپنی دیگر پہلی کتابوں میں کیا ہے جن کے اعادہ کی ضرورت نہیں، جس روز یحییٰ قتل ہوئے بطور تمثل بار بار حضرت خنساء کے یہ شعر پڑھتے تھے ؎

"ہم اپنی جانوں کو ہیچ سمجھتے ہیں اور جنگ کے روز جانوں کو ہیچ سمجھنا ہی ان کے حق کو پورا کرنا ہے۔"

ولید کے اشغال اور بے حیائی

ولید، شرابی، کھلنڈرا اور گانے بجانے کا رسیا تھا وہ پہلا شخص تھا جو گلوکاروں کو ان کے شہروں سے اپنے پاس لایا، کھلنڈروں سے ہم نشینی کی، برملا شراب نوشی کی اور آلات لہو لعب سے کھیلا اس کے زمانے میں ابن سریج، معبد، غریض، ابن عائشہ، ابن محرز طویس اور دحمان گوئیے تھے اس کے زمانے میں اس پر اور عوام وخواص پر گانے کا بھوت سوار ہو گیا اس نے گانے والی لونڈیاں تیار کیں وہ بڑا بے حیا اور بدمعاش تھا، ولید اپنی حکومت میں کئی راتیں عیش ونشاط میں جاگتے گزارتا تھا، وہ کہتا ہے ؎

"میری رات لمبی ہو گئی ہے اور میں شراب پی کر رات گزار رہا ہوں میرے پاس اس کی موت کی خبر آئی ہے جو رصافہ میں مقیم ہے اور اس نے مجھے چادر، چھڑی اور خلافت کے لیے انگوٹھی دی ہے۔"

ہشام کی وفات کے وقت اس نے یہ مزاحیہ بات کہی تھی جب اس کے پاس موت کی خبر دینے والا آیا اور اس نے اُسے سلام خلافت کہا تو اس نے کہا ؎

"میں نے اپنے دوست سے سنا ہے کہ رصافہ کی طرف سے رونے کی آواز آرہی ہے اور میں اپنا دامن گھسیٹتا ہوا یہ کہتا ہوا آیا کہ ان عورتوں کا

کیا حال ہوگا، جب ہشام کی لڑکیاں اور تیل لگانے والیاں ندبہ کرتی ہوئی شور
وغل مچاتی اور ہائے ہلاک ہوگئے پکارتی ہوں گی اور ہلاکت تو انہی پر اتری ہے
اگر میں ان سے بُرا فعل نہ کروں تو فی الواقعہ میں مخنث ہوں۔"

ولید سے کہا گیا کہ تیری لذات میں سے کوئی باقی بھی رہ گئی ہے؟ اس نے جواب دیا چاندنی راتوں میں مٹی کے ٹیلوں پر بیٹھ کر دوستوں سے گفتگو کرنا باقی رہ گیا ہے۔

ولید اور شراعہ بن زید

ولید کو شراعہ بن زید کے حسنِ صحبت اور حلاوتِ مجالست کے متعلق اطلاع ملی تو اس نے اُسے حاضر کرنے کا حکم دیا جب وہ اس کے سامنے پیش ہوا تو اس نے کہا میں نے تیری طرف اس لیے آدمی بھیجا تھا تاکہ تجھ سے کتاب و سنت کے متعلق دریافت کروں، اس نے جواب دیا میں اس بارے میں گفتگو کرنے کا اہل نہیں اس نے کہا میں تم سے شراب کے متعلق پوچھتا ہوں اس نے جواب دیا امیر المومنین اس بارے میں جو چاہے پوچھیے اس نے کہا تو شراب کے متعلق کیا کہتا ہے؟ اس نے جواب دیا آپ کس شراب کے متعلق پوچھتے ہیں اس نے کہا تو پانی کے متعلق کیا کہتا ہے اس نے کہا اس میں تو مجھ سے خچر اور گدھے بھی مشارکت رکھتے ہیں اس نے کہا کشمش کی نبیذ کے متعلق کیا خیال ہے اس نے جواب دیا دردسر اور تکلیف کا باعث ہے اس نے کہا کھجور کی نبیذ کے متعلق کیا خیال ہے؟ اس نے جواب دیا سب گوز ہے، اس نے پوچھا شراب کے متعلق کیا خیال ہے کہا یہ میری رُوح کی سگی بہن ہے اور میری جان کی محبوبہ ہے اس نے کہا سماع کے متعلق تیرا کیا خیال ہے اس نے جواب دیا آہستہ آہستہ غم کے ذکر پر ابھارتا ہے اور غم کے موقعوں پر لہو و لعب کو تازہ کرتا ہے اکیلے دوست کا مونس ہے اور اکیلے عاشق کو خوش کرتا ہے، دلوں کی پیاس بجھاتا ہے جذبات کو ایسے بھڑکاتا ہے کہ دوسرے لہو و لعب کے سامان سے ایسا نہیں ہو سکتا اور جسم کے اجزاء میں سرایت کر کے نفس کو بھڑکا دیتا ہے اور حس کو قوی کرتا ہے، اس نے پوچھا کونسی مجالس تجھے زیادہ محبوب ہیں اس نے جواب دیا کہ میں نے مجلس میں تکلیف اٹھائے بغیر کبھی آسمان کو نہیں دیکھا اس نے پوچھا کھانے کے بارے میں تو کیا کہتا ہے اس نے جواب دیا اس کھانے والے کو انتخاب کا کوئی حق نہیں جس کا ہم و غم ہی کھانا ہے

تو ولید نے اُسے اپنا ندیم بنا لیا۔

شراب کے متعلق اس کا قول

وہ شراب کے متعلق کس شان دار طریق سے کہتا ہے:۔

"پیالے میں زعفران کی طرح زرد سی چیز ہے جسے عسقلان کے ایک تاجر نے ہمارے لیے قیدی بنایا ہے وہ تجھے تنکا اور برتن کی چوڑائی دکھاتا ہے اور انگلیوں کے چھونے کے ورے اس کا پردہ ہے جب اُسے نتھارا جاتا ہے تو تو اس پر برق یمانی کی طرح حُباب دیکھے گا۔"

اس نے شراب نوشی کے وقت اپنے ساقی سے مذاق کرتے ہوئے کہا ؎

"اے یزید خوش نوا حدی خوان کے ساتھ مجھے شراب پلا، ہم بالنسری کی آواز سے خوش ہو چکے ہیں۔ مجھے شراب پلا کہ میرے گناہوں نے میرا گھیراؤ کر لیا ہے اور ان کا کوئی کفارہ نہیں ہے۔"

ولید کے داستان گو کا بیان

قاضی ابوخلیفہ فضل بن حباب جمحی نے ہمیں محمد بن سلام جمحی سے بتایا وہ بیان کرتا ہے کہ مجھے ایک شامی شیخ نے اپنے باپ سے بتایا وہ کہتا ہے کہ میں ولید بن یزید کا داستان گو تھا، میں نے اس کے ہاں ابن عائشہ قرشی کو دیکھا ولید نے اُسے گانا سنانے کو کہا تو اس نے گایا کہ ؎

"میں نے قربانی کے دن کی صبح کو حوریں دیکھیں جو آدمی کے عزم صبر کو شکستہ کر دیتی ہیں، وہ ستاروں کی طرح روشن تھیں اور عشاء کے وقت وہ چاند کا طواف کرتی تھیں، میں ثواب کے حصول کی خاطر باہر نکلا تو میں گناہوں کے بوجھ سے لدا ہوا واپس آیا۔"

ولید نے اُسے کہا اے میرے امیر بخدا تو نے بہت اچھا گایا ہے، عبدشمس کی خاطر اسے دوبارہ گاؤ اس نے دوبارہ گایا تو اس نے کہا، اُمیہ کی خاطر اسے پھر گاؤ اس نے پھر گایا تو وہ باری باری اپنے آبا کا نام لیتا ہوا اور اُسے دوبارہ گانے کا حکم دیتا ہوا اپنے آپ تک پہنچا اور اُسے کہنے لگا میری زندگی کی خاطر اسے پھر گاؤ اس نے گایا تو اس نے اُٹھ کر ابن عائشہ پر جھک کر اس کے تمام اعضاء کو بوسہ دیا

وہ اس کے عضو تناسل کو بوسہ دینے کے لیے جھکا تو ابن عائشہ اپنے آلہ تناسل کو اپنی دونوں رانوں میں چھپانے لگا، ولید نے اُسے کہا خدا کی قسم میں اسے بوسہ دیے بغیر نہیں ٹلوں گا، تو اس نے اُسے ننگا کیا تو اس نے اس کے سرے کو بوسہ دیا اور کہنے لگا واہ رے خوشی واہ رے خوشی، اور اپنے کپڑے اتار کر ابن عائشہ پر پھینک دیے اور ننگا ہو کر کھڑا ہو گیا یہاں تک کہ اُسے دوسرے کپڑے لاکر دیے گئے اس نے ابن عائشہ کو ایک ہزار دینار دیے اور اُسے اپنے خچر پر سوار کرایا اور کہا کہ میری زین پر بیٹھ کر اس پر سوار ہو کر واپس چلا جا تو نے مجھے جنڈ کے انگاروں سے بھی زیادہ گرم چیز پر بٹھا چھوڑا ہے۔

ولید کو اپنے باپ یزید سے بے حیائی ورثہ میں ملی تھی

مسعودی بیان کرتا ہے کہ ابن عائشہ نے یہ اشعار یزید بن عبدالملک کو سُنا کر اُسے خوش کر دیا تھا بعض کہتے ہیں کہ وہ طرب و انبساط میں کافر و ملحد ہو گیا تھا اور اس نے اپنے ساقی سے کہا کہ ہمیں چوتھے آسمان پر پلاؤ، ولید بن یزید نے اس شعر پر خوشی کرنے کو اپنے باپ سے ورثہ میں لیا تھا یہ شعر ایک قریشی کے ہیں اور دھن ابن سریج کی ہے بعض کہتے ہیں کہ مالک کی ہے جیساکہ گیتوں کی کتابوں میں اس اختلاف کا ذکر پایا جاتا ہے۔ جیسے اسحاق بن ابراہیم موصلی نے اور ابراہیم بن مہدی المعروف بہ ابن شکلہ نے اپنی اپنی گیتوں کی کتابوں میں اور دیگر مصنفین نے بھی بیان کیا ہے ولید کو بنی مروان کا بے حیا آدمی کہا جاتا ہے۔

قرآن پاک کے ساتھ اس کا سلوک

ایک روز اس نے یہ آیت پڑھی "واستفتحوا وخاب کل جبار عنید من ورائہ جہنم ویسقیٰ من ماء صدید" تو اس نے قرآن پاک منگوا کر اُسے تیروں کے لیے بطور ہدف نصب کر دیا اور یہ شعر پڑھتے ہوئے اُسے تیر مارنے لگا۔

"کیا تو ہر جابر اور حق کے مخالف کو ڈراتا ہے تو دیکھ لے میں جابر اور حق کا مخالف یہاں کھڑا ہوں اور جب تو حشر کے روز اپنے رب کے پاس جائے تو کہہ دینا اے میرے رب مجھے ولید نے پھاڑا ہے۔"

لہ (ترجمہ) اور فتح مانگی انہوں نے اور نامراد ہوا ہر سرکش عناد کرنے والا۔ (ابراہیم آیت ۱۵)

اس کے ملحدانہ اشعار

محمد بن یزید المبرد نحوی نے بیان کیا ہے کہ ولید نے اپنے اشعار میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے ہوئے ملحدانہ باتیں کہی ہیں وہ کہتا ہے کہ ؎

"ان کے پاس اپنے رب کی طرف سے وحی نہیں آتی تھی، انہوں نے جھوٹ بولا ہے اللہ تعالیٰ انہیں ذلیل و رسوا کرے۔"

ان اشعار میں یہ شعر بھی ہیں ؎

"ایک ہاشمی نے بغیر وحی و کتاب کے خلافت سے کھیلا ہے اُسے خدا کے لیے کہہ دے کہ وہ میرے کھانے پینے کو روک دے۔"

اس قول کے بعد اُسے چند روز مہلت ملی اور وہ قتل ہو گیا۔

اس کی ماں کا نسب

ولید بن یزید کی ماں ام الحجاج بنت محمد بن یوسف ثقفی تھی جس کی کنیت ابو العباس تھی۔

یشب کے خواص

اس کے پاس بلور کا ایک پیالہ لایا گیا ــــ اور بعض کا قول ہے کہ سنگِ یشب کا پیالہ لایا گیا ــــ بعض فلاسفہ کا خیال ہے کہ جو شخص سنگِ یشب کے پیالے میں شراب پیئے اُسے نشہ نہیں ہوتا ہم نے اس خاصیت کا ذکر "القضایا والتجارب" میں کیا ہے اور جو شخص اس کے ٹکڑے کو اپنے سر کے نیچے رکھ کر سوئے یا اس کی انگوٹھی کا نگینہ اس پتھر کا ہو وہ ہمیشہ اچھا خواب ہی دیکھتا ہے، ولید کے حکم سے اس پیالے کو شراب سے لبریز کیا گیا وہ اپنے ندیموں کے ساتھ چاندنی میں شغل مے نوشی کر رہا تھا، کہنے لگا آج کی شب کا چاند کہاں ہے؟ ایک آدمی نے کہا فلاں بُرج میں ہے اور ایک دوسرے آدمی نے کہا بلکہ وہ تو جام شراب میں ہے چاند کی شعاعیں اور اس کا عکس اس شراب میں نظر آ رہا تھا، تو ولید نے اُسے کہا خدا کی قسم جو کچھ میرے دل میں تھا تو نے وہی بات کہی ہے اور بہت خوش ہوا اور کہنے لگا میں سات ہفتے تک ضرور شراب پیوں گا، اس کے ایک دربان نے آ کر کہا امیر المومنین دروازے پر عربوں اور قریش کے وفود کا ایک جمگھٹا ہے اور خلافت کی شان اس مقام اور حال سے بہت بالا ہے۔ ولید نے کہا اسے شراب پلاؤ اس نے پینے سے انکار کیا تو اس کے منہ میں قیف رکھ دی اور اُسے شراب پلانے

لگے یہاں تک کہ وہ نشہ سے دُھت ہو کر گر پڑا۔

اس کے باپ نے اس کے متعلق وصیت کرنے کا ارادہ کیا تھا مگر اس کی صغر سنی کی وجہ سے اس نے اس کے بھائی ہشام کے متعلق اور پھر اس کے بعد ولید کے متعلق وصیت کی۔

گھوڑوں کا شوق

ولید گھوڑوں کا بہت شوقین تھا ان سے محبت کرنے انہیں جمع کرنے اور گھوڑ دوڑ کرانے کا بھی بہت دلدادہ تھا اس کا سندھی گھوڑا اپنے زمانے کا بہترین گھوڑا تھا اور وہ اُسے ہشام کے زمانے میں دوڑایا کرتا تھا وہ ہشام کے گھوڑے سے جو زائد کے نام سے مشہور تھا کم درجے کا تھا، کبھی یہ اُس کے ساتھ جا ملتا تھا اور کبھی دوسرے نمبر پر آتا تھا۔

ریس کے گھوڑوں کے مراتب

یہاں دوڑنے والے گھوڑوں کے مراتب کا ذکر کیا جاتا ہے۔ پہلے کو سابق، دوسرے کو مصلی کہتے ہیں اس لیے کہ اس کا سر، پہلے نمبر پر آنے والے کی پیٹھ کے درمیان ہوتا ہے پھر اسی طرح تین سے نو تک ان کے مختلف نام ہیں، دسویں کو سکیت کہتے ہیں، جو گھوڑا دسویں کے بعد آئے وہ اس کو کسی شمار و قطار میں نہیں سمجھتے اور جو گھوڑا دوڑ میں سب سے آخر میں آئے اُسے فسکل کہتے ہیں۔

ولید نے رصافہ میں گھوڑا دوڑا دیا اور گھوڑ دوڑ کرائی اس روز ایک ہزار گھوڑوں نے گھوڑ دوڑ میں حصہ لیا وہ وہاں پر کھڑا ہو کر زائد کا انتظار کرتا رہا اس کے ساتھ عمرو بن سعید بن العاص بھی تھا اس گھوڑ دوڑ میں اس کا بھی ایک گھوڑا تھا جس کا نام مصباح تھا، جب گھوڑے نمودار ہوئے تو ولید نے کہا۔

"رب کعبہ کی قسم میرے گھوڑے کمینوں کے گھوڑوں سے اسی طرح سبقت لے گئے ہیں جیسے ہم ان سے سبقت لے گئے ہیں، اور قدیم زمانوں میں بھی ہماری یہی کیفیت تھی کہ ہم عالی مرتبہ اور صاحب عظمت لوگ تھے۔"

ابن ولید کا گھوڑا ــــ جسے وضاح کہا جاتا تھا ــــ سب گھوڑوں سے آگے آیا جب وہ قریب آیا تو اس کا سوار گر پڑا اور اس کے پیچھے سعید کا مصباح نامی گھوڑا آیا اس لحاظ سے سعید سابق قرار پایا تو سعید نے کہا اور ولید سن رہا تھا کہ ؎

"ہم آج کمینوں کے گھوڑوں سے سبقت لے گئے ہیں اور اللہ نے عزت کو ہماری طرف لوٹا دیا ہے اور قدیم زمانوں میں بھی ہم عالی مرتبہ اور صاحب عظمت تھے۔"

ولید یہ بات سُن کر ہنس پڑا اور سعید کے گھوڑے کے آگے بڑھ جانے کے خدشہ سے اس نے اپنے گھوڑے کو دوڑایا یہاں تک کہ وہ وضاح کے برابر ہو گیا تو اس نے اپنے آپ کو اس پر دے مارا اور اوّل آگیا، ولید پہلا شخص تھا جس نے یہ حرکت کی اور گھوڑ دوڑ میں یہ طریقہ جاری کیا پھر اس کے بعد یہ طریقہ مہدی نے منصور کے زمانے میں اور ہادی نے مہدی کے زمانے میں اختیار کیا پھر ولید کے سامنے دوسری ریس کے گھوڑے پیش کیے گئے، سعید کا گھوڑا اس کے پاس سے گزرا تو اس نے کہا اے ابو عنبسہ ہم تمہارے ساتھ گھوڑا نہیں دوڑائیں گے کیونکہ تو نے کہا ہے کہ ؎

"ہم آج کمینوں کے گھوڑوں سے سبقت لے گئے ہیں"

سعید نے کہا امیر المومنین! میں نے اس طرح نہیں کہا تھا میں نے تو صرف یہ کہا تھا کہ ؎

"ہم آج کمینے گھوڑوں کے ساتھ سبقت لے گئے ہیں۔"

ولید ہنس پڑا اور اسے گلے سے لگا لیا اور کہا قریش تیرے جیسے آدمی کو ضائع نہ کریں۔ گھوڑ دوڑ کے لیے گھوڑوں کو اکٹھا کرنے کے بارے میں ولید بن یزید کے واقعات بہت شاندار ہیں گھوڑ دوڑ میں اس کے لیے ایک ہزار گھوڑے جمع کیے گئے ان میں زائد اور سندھی (دو گھوڑوں کے نام ہیں) تھے، وہ اپنے زمانے میں سب گھوڑوں سے آگے نکل گئے تھے اس بات کا تذکرہ مؤرخین کی ایک جماعت جیسے ابن عفیر، اصمعی، ابو عبیدہ اور جعفر بن سلیمان نے کیا ہے ہم نے اپنی کتاب الاوسط میں اس کے گھوڑوں کے اور گھوڑ دوڑ کے شاندار واقعات کو اور زائد، سندھی اور مروان کے سُرخ رنگ کے گھوڑے کے واقعات اور سلف و خلف امویوں کے حالات کو بیان کیا ہے۔ اس کتاب میں ان کی جامع تاریخ اور ان کے حالات و واقعات کی جھلک کو بیان کرنا مقصود ہے اسی طرح ہم نے گھوڑوں کے اخلاق و صفات ان کے اعضاء، عیوب، بناوٹ، بوڑھے اور جوان گھوڑوں اور ان کے رنگوں اور بالوں کی

بھنوری اور ان کی اچھی باتوں اور عمر کی مقدار و انتہا، بھنوریوں کے بارے میں لوگوں کے اختلافات اور اچھے اور بُرے گھوڑوں کے متعلق ذکر کیا ہے، بعض کہتے ہیں کہ عادات تجربات اور تیز رفتاری جیسے اوصاف وغیرہ کے لحاظ سے کم و بیش ان کی اٹھارہ قسمیں ہیں اس کے علاوہ بھی لوگوں نے گھوڑوں کے بارے میں گفتگو کی ہے جسے ہم نے اپنی پہلی کتابوں میں بیان کیا ہے۔

ابو جعفر محمد بن علی بن حسین کی وفات

ولید کے زمانے میں ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن ابی طالب کی وفات ہوئی اس بارے میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے بعض کہتے ہیں کہ ان کی وفات ہشام کے زمانے میں ۱۱۷ھ میں ہوئی، بعض کہتے ہیں کہ وہ یزید بن عبدالملک کے زمانے میں مدینہ میں، ۵۷ سال کی عمر میں فوت ہوئے اور بقیع میں اپنے والد علی بن حسین اور دیگر اسلاف کے ساتھ مدفون ہوئے، ان کا تذکرہ ہم انشاء اللہ اس کتاب میں کریں گے۔ واللہ ولی التوفیق۔

ولید کے بیٹوں یزید اور ابراہیم کے دورِ حکومت کا بیان

مختصر حالات ولید بن یزید کے قتل کے بعد ۲۳ جمادی الآخرۃ کو یزید بن ولید دمشق میں حکمران بنا اور اس کی بیعت ہوئی، یزید بن ولید یکم ذوالحجہ سنہ ۱۲۶ھ کو اتوار کے روز فوت ہوا ولید بن یزید کے قتل کے بعد وہ پانچ ماہ دو راتیں حکمران رہا اس کے بعد اس کے بھائی ابراہیم بن ولید نے حکومت سنبھال لی اور دمشق میں چار ماہ تک اور بعض کہتے ہیں کہ دو ماہ تک اس کی بیعت ہوتی رہی پھر اُسے تخت سے دست بردار کر دیا گیا، فتنہ و فساد، اختلافات اور رعب و داب کے ختم ہو جانے کی وجہ سے اس کا زمانہ عجیب قسم کا تھا اس بارے میں ایک شاعر کہتا ہے ؎

"ہم ہر جمعہ کو ابراہیم کی بیعت کرتے ہیں اور جس چیز کا تو والی ہے وہ ضائع ہونے والی ہے۔"

یزید بن ولید کو دمشق میں باب جابیہ اور باب صغیر کے درمیان دفن کیا گیا، اس کی عمر ۳۷ سال تھی بعض کہتے ہیں کہ ۴۶ سال تھی، اس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

ان دونوں کے دور کے حالات و واقعات کی جھلک

یزید ناقص کی تعریف یزید بن ولید بھینگا تھا اسے یزید ناقص کہتے تھے لیکن وہ جسم و عقل کے لحاظ سے ناقص نہ تھا اس نے

اپنے بعض ازرقی فوجیوں کے نقائص بیان کیے تو انہوں نے اسے یزید ناقص کہنا شروع کر دیا یہ اصول خمسہ توحید، عدل، وعید، اسماء اور احکام میں معتزلہ کی رائے رکھتا تھا اور ان کے قول "منزلۃ بین المنزلتین" اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا بھی قائل تھا۔

توحید کے متعلق معتزلہ کا قول

باب اول — یعنی توحید — کے بارے میں بصری اور بغدادی وغیرہ معتزلہ کی رائے یہ ہے — اگرچہ ان کی دوسری فروع آپس میں اختلاف رکھتی ہیں — کہ اللہ تعالیٰ اشیاء کی طرح نہیں وہ نہ جسم ہے، نہ عرض ہے نہ عنصر ہے، نہ جزو ہے اور نہ جوہر ہے بلکہ وہ جسم، عرض عنصر، جزو اور جوہر کا خالق ہے، دنیا اور آخرت میں حواس اس کا ادراک نہیں کر سکتے، نہ ہی مکان و اطراف اس کا احاطہ کر سکتے ہیں بلکہ وہ ہمیشہ سے ہے اور اس کا کوئی زمان و مکان اور حد و نہایت نہیں اور وہ اشیاء کو بغیر کسی چیز کے پیدا کرنے والا ہے وہ قدیم ہے اور اس کے سوا ہر چیز محدث (نئی بنی ہوئی) فانی ہے۔

عدل کے متعلق ان کا قول

قول عدل، معتزلہ کا اصل ثانی ہے — وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نہ فساد کو پسند کرتا ہے اور نہ بندوں کے افعال کا خالق ہے۔ بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ طاقت کی وجہ سے امر و نہی پر عمل کرتے ہیں، وہ اپنے ارادہ کے مطابق حکم دیتا ہے اور ناپسندیدہ بات سے روکتا ہے، اس نے جس نیکی کا حکم دیا ہے وہ اس کا ولی ہے اور جس برائی سے روکا ہے وہ اس سے بری ہے اس نے انسانوں کو طاقت سے زیادہ مکلف نہیں کیا نہ ہی اُن سے ایسی بات کا تقاضا کیا ہے جس کی وہ قدرت نہیں رکھتے، کوئی شخص قبض و بسط کی طاقت اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ قوت کی وجہ سے ہی رکھتا ہے وہ اکیلا ہی اس قدرت کا مالک ہے وہ جب چاہے اُسے فنا کر دے اور جب چاہے اُسے باقی رکھے۔ اور اگر چاہے تو اپنی اطاعت کے لیے مخلوق پر جبر کرے وہ اپنی معصیت کے وقت اضطراری طور پر ان کے ساتھ ہوتا ہے، وہ اس بات (بالجبر اطاعت کرانے) پر قادر ہے مگر وہ ایسا کرتا نہیں ہے کیونکہ ایسا کرنے سے آزمائش ختم ہو جائے گی۔

وعید کے متعلق ان کا قول

قول وعید — معتزلہ کا اصل ثالث ہے — وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کبائر کے مرتکب کو توبہ کرنے سے

ہی بخشتا ہے وہ اپنے وعدہ و وعید میں سچا ہے اور وہ اپنی بات کو نہیں بدلتا۔

منزلۃ بین المنزلتین کے متعلق ان کا قول

قول منزلۃ بین المنزلتین ---- معتزلہ کا اصل رابع ہے وہ یہ ہے کہ کبائر کا مرتکب نہ مومن ہے نہ کافر، بلکہ وہ فاسق ہے اس کا یہی نام سماعت میں آیا ہے اور نمازیوں نے اس کے فسق پر اتفاق کیا ہے۔

مسعودی بیان کرتا ہے کہ اسی وجہ سے ان کا نام معتزلہ یعنی الگ ہونے والے رکھا گیا ہے اور یہ باب اسماء و احکام سے موصوف ہے ان کا کہنا ہے کہ فاسق کے لیے ہمیشہ آگ میں رہنے کی وعید بیان ہوئی ہے۔

امر بالمعروف کے متعلق ان کا قول

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے وجوب کا قول معتزلہ کا اصل خامس ہے ---- وہ یہ ہے کہ تمام مومنین پر حسب استطاعت تلوار اور اس سے کمتر چیز کو استعمال کرنا واجب ہے خواہ وہ جہاد کی طرح ہو، نیز کافر اور فاسق کے ساتھ جہاد کرنے میں کوئی فرق نہیں۔

ان باتوں پر معتزلہ کا اتفاق ہے، جو ان اصول خمسہ کا معتقد ہو وہ معتزلی ہے اور اگر ان میں سے زیادہ یا کم کا معتقد ہو تو وہ معتزلی کہلانے کا استحقاق رکھتا ہے ان کے علاوہ دیگر فروعات میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔

امامت کے متعلق اختلاف

ہم نے اپنی کتاب "المقالات فی اصول الدیانات" میں ان کے اصول و فروع کے بارے میں ان کے دیگر اقوال اور اُمت کے دیگر فرقوں جیسے خوارج، مرجئہ، رافضہ، زیدیہ، حشویہ وغیرہ کے اقوال کو بھی بیان کیا ہے نیز ہم نے "الابانۃ" کے نام سے ایک الگ کتاب بھی لکھی ہے جس میں معتزلہ اور امامیہ کے درمیان فرق کو بیان کیا ہے اور ہر فریق کے امتیازات کا بھی ذکر کیا ہے۔ معتزلہ اور دیگر فرقوں کا یہ خیال ہے کہ امامت، اُمت کا اختیار ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ نہ اللہ تعالےٰ نے اور نہ ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی معین آدمی کے متعلق نص بیان کی ہے نہ ہی مسلمانوں نے کسی معین آدمی پر اتفاق کیا ہے اس کا اختیار اُمت کو تفویض کیا گیا ہے کہ وہ اپنے میں سے کسی آدمی کو چن لے جو اُمت میں اپنے احکام کا نفاذ کرے خواہ وہ شخص قرشی ہو یا کوئی دوسرا، عادل و مومن

مسلمان ہو، وہ اس بارے میں نسب وغیرہ کا خیال نہیں رکھتے، ان کا کہنا ہے کہ ہر دور کے لوگوں پر واجب ہے کہ وہ اُمت میں سے کسی آدمی کا انتخاب کر لیا کریں۔

تمام معتزلہ اور زیدیہ کی ایک جماعت جیسے حسن بن صالح بن یحییٰ وغیرہ اس بات کے قائل ہیں کہ قریش اور دیگر لوگوں کو امام بنانا جائز ہے جیسا کہ ہم قبل ازیں اس کتاب میں ہشام کے واقعات میں بیان کر آئے ہیں۔

سوائے چند چھوٹے چھوٹے گروہوں کے تمام خوارج بھی اسی کے قائل ہیں جیسے اباضیہ وغیرہ۔ ان گروہوں کا خیال ہے امام کا تقرر واجب نہیں پہلے اور پچھلے معتزلہ میں سے کچھ لوگوں نے اس قول میں ان سے موافقت کی ہے وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر اُمت عادل ہو اور اس میں کوئی فاسق نہ ہو تو اُسے امام کی ضرورت نہیں، اور اس قول کے قائلین نے دلائل بھی دیے ہیں جن میں ایک دلیل حضرت عمر بن الخطاب کا یہ قول ہے کہ اگر سالم (ابو حذیفہ کا غلام) زندہ ہوتا تو مجھے کچھ اندیشہ نہ ہوتا آپ نے یہ بات اہل شوریٰ کو امر امامت سپرد کرتے وقت کہی، مورخین بیان کرتے ہیں کہ سالم، ایک انصاری عورت کا غلام تھا اگر حضرت عمرؓ امامت کو دُوسرے مومنین میں جائز نہ سمجھتے تو یہ بات نہ کہتے اور ابو حذیفہ کے غلام سالم کی وفات پر اظہار افسوس نہ کرتے نیز وہ کہتے ہیں کہ اس بارے میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سی صحیح احادیث مروی ہیں جن میں سے ایک حدیث یہ ہے کہ

"نکٹے غلام کی بھی سمع و اطاعت کرو۔"

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تم میں سے بڑا معزز وہ ہے جو تم میں سے زیادہ متقی ہے حضرت امام ابو حنیفہؒ اکثر مرجئہ اور جارودیہ میں اکثر زیدیہ اور شیعہ کے دیگر فرقے، رافضہ اور راوندیہ کا خیال ہے کہ امامت فقط قریش میں جائز ہے کیونکہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ "امامت قریش میں ہے۔" نیز آپ کا یہ فرمان بھی ہے کہ

"قریش کو مقدم کرو اور ان سے آگے نہ بڑھو۔"

مہاجرین نے سقیفہ کے دن انصار کے سامنے یہی دلیل دی کہ امامت قریش میں ہے کیونکہ وہ جب والی بنتے ہیں تو انصاف کرتے ہیں اور بہت سے انصار نے اس طرف

رجوع کر لیا تھا۔

امامیہ اس لحاظ سے منفرد ہیں کہ امامت خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کی نص سے معین امام، اس کے نام اور مشہوری سے ہو سکتی ہے دیگر ادوار میں بھی لوگ ظاہری یا باطنی طور پر حجت الٰہی (امام) سے خالی نہیں ہوئے اگرچہ وہ اپنی جان کے خوف سے تقیہ کرتا ہو۔

انہوں نے بہت سے عقلی دلائل اور نصوص سے امامت کے وجوب اور ائمہ کی عصمت پر استدلال کیا ہے جن میں اللہ تعالیٰ کا یہ قول بھی ہے "انی جاعلك للناس اماماً" (میں تجھے لوگوں کے لیے امام بنانے والا ہوں) اور حضرت ابراہیم کا یہ سوال بھی کہ "ومن ذریتی" (اور میری اولاد کو بھی؟) اور خدا تعالیٰ کا ان کو یہ جواب دینا بھی کہ لاینال عہدی الظالمین (میرا عہد ظالموں کے لیے نہیں)

وہ کہتے ہیں کہ ہم نے جو دلائل دیے ہیں وہ ثابت کرتے ہیں کہ امامت اللہ تعالیٰ کی نص سے ہوتی ہے اگر اس کی نص لوگوں کے بارے میں ہوتی تو حضرت ابراہیم کا اللہ تعالیٰ سے سوال کرنا کوئی وجہ نہیں رکھتا اور جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں بتا دیا ہے کہ امام کو وہی چنتا ہے اور "لاینال عہدی الظالمین" کی دلالت اس بات پر ہے کہ اس کا عہد اس کے ساتھ ہے جو ظالم نہیں۔

ان لوگوں نے امام کے اوصاف بیان کرتے ہوئے یہ بھی کہا ہے کہ امام نے اپنی تعریف خود بیان کی ہے کہ وہ گناہوں سے پاک ہو کیونکہ اگر وہ معصوم نہ ہو تو وہ دوسرے لوگوں کی طرح گناہوں کے ارتکاب سے محفوظ نہیں رہ سکتا اور اس پر حد کا قیام اسی طرح ضروری ہو جاتا ہے جس طرح وہ دوسروں پر حد قائم کرتا ہے پس امام کو ایک اور امام کی ضرورت پڑے گی اور یہ سلسلہ لامتناہی طور پر چلتا جائے گا اور اس کے متعلق یہ خدشہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ باطن میں فاسق و فاجر اور کافر ہو۔

اس کا تمام مخلوق سے زیادہ عالم ہونا بھی ضروری ہے کیونکہ اگر وہ عالم نہ ہو تو خدشہ ہے کہ احکام الٰہیہ کو بدل دے اور جس پر حد واجب ہے اس کا قطع کر دے اور جس پر قطع واجب ہے اسے حد لگا دے اور احکام الٰہیہ کو بے موقع استعمال کرے۔

اس کا تمام مخلوق سے شجاع ہونا بھی ضروری ہے کیونکہ وہ مسلمانوں کا خازن اور امین

ہے اور اگر وہ سخی نہ ہو تو اس کا دل اموال کی طرف مائل ہو جائے گا اور جو لوگوں کے پاس اموال موجود ہیں ان کا حریص ہو جائے گا اور اس بارے میں آگ کی سخت وعید آئی ہے، انہوں نے بہت سی صفات کا ذکر کیا ہے جس سے امام فضیلت کے ایسے درجات پر پہنچ جاتا ہے کہ کوئی شخص اس کا سہیم و شریک نہیں ہو سکتا، ان کے بقول یہ سب باتیں حضرت علی اور ان کی اولاد میں پائی جاتی ہیں کہ وہ ایمان ہجرت، قرابت، انصاف، جہاد فی سبیل اللہ، تقوے اور زہد میں سب سے آگے تھے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ارشاد میں ان کے ظاہر و باطن کی موافقت کے بارے میں خبر دی ہے کہ انہوں نے یتیم، مسکین اور اسیر کے لیے کھانا تیار کیا تھا اور یہ محض رضائے الٰہی کے لیے تھا (سورہ دہر) اور انہوں نے یہ بات صرف زبان سے نہیں کہی تھی، اللہ تعالیٰ نے ان کے حسنِ انجام کے متعلق بھی اطلاع دی ہے اور پھر اس نے ان سے رجس کو دور کیا ہے اور ان کی تطہیر کی ہے اس کے علاوہ بھی انہوں نے دلائل دیے ہیں پھر وہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے اپنے بیٹے حضرت حسنؑ پھر حسینؑ کے لیے نص بیان کی ہے، اور حضرت حسینؑ نے علی بن حسینؑ کے متعلق نص بیان کی، اسی طرح وہ بارھویں امام تک بیان کرتے چلے جاتے ہیں جیسا کہ ہم نے اس کتاب میں کسی دوسری جگہ ان باتوں کو بیان کیا ہے۔

اس وقت (یعنی ۳۳۲ھ تک) امامیہ فرقے نے غیبت اور تقیہ کے استعمال کے متعلق ائمہ اور وصیتوں کے متعلق جو کچھ بیان کیا ہے اُسے اس کتاب میں بیان نہیں کیا جا سکتا کیونکہ یہ تاریخ کی کتاب ہے اور ہم صرف ان مذاہب و آراء کی ایک جھلک ہی پیش کر سکتے ہیں۔

امامیہ کے سوا، اصحاب الدور اور سیرورۃ جو کچھ بیان کرتے ہیں اور ظہور کے متعلق ان کے جو خیالات ہیں ظاہر و باطن، سائر و دائر اور دافر اور دیگر امور و اسرار کے متعلق جو کچھ انہوں نے بیان کیا ہے اُسے ہم اپنی گزشتہ کتب میں بیان کر چکے ہیں۔

مسعودی بیان کرتا ہے کہ غوطہ دمشق کے مزہ، معتزلہ اور اہل داریا کی افشا کردہ باتوں کی وجہ سے ولید بن یزید کو دمشق سے نکالا گیا کیونکہ اس کا فسق واضح ہو چکا تھا اور سب لوگ اس کے ظلم کی لپیٹ میں آئے ہوئے تھے، ہم ولید کے قتل کا واقعہ مفصل طور پر اپنی پہلی کتب میں اور مجمل طور پر اس کتاب میں بیان کر چکے ہیں۔

یزید کی ماں اُمّ ولد تھی

یزید پہلا حکمران تھا جس کی ماں اُمّ ولد تھی اس کی ماں کا نام ساریہ بنت فیروز بن کسریٰ تھا وہ اس بارے میں کہا کرتا تھا کہ

"میں کسریٰ کا بیٹا ہوں اور میرا باپ مروان ہے اور قیصر و خاقان میرے نانے ہیں۔"

اس کی کنیت ابو خالد تھی اور اس کے بھائی ابراہیم کی ماں اُمّ ولد تھی جسے دبرہ کہا جاتا تھا، معتزلہ دین کے بارے میں یزید بن ولید کو حضرت عمرؓ بن عبدالعزیزؒ پر فضیلت دیتے ہیں۔

مروان بن محمد (الحمار) کا ظہور

۱۲۷ھ میں مروان بن محمد بن مروان جزیرہ سے آ کر دمشق میں داخل ہو گیا اور ابراہیم بن ولید دمشق سے بھاگ گیا پھر مروان نے اس پر قابو پا کر اس کو قتل کر کے صلیب دے دیا، اس کے مددگاروں اور دوستوں کو بھی قتل کر دیا، عبدالعزیز بن حجاج اور یزید بن خالد قسری کو بھی قتل کر دیا اور بنی اُمیہ کی حکومت میں کمزوری کا آغاز ہو گیا۔

یحصبی نے خلیل بن ابراہیم سبیعی سے بیان کیا ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے ابن الجمی کو کہتے سُنا کہ مجھے العلاابن بنت ذی الکلاع نے بتایا وہ سلیمان بن عبدالملک کا بہت محب تھا اور ہر وقت اس کے ساتھ رہتا تھا اس وقت خراسان اور مشرق میں مسودہ کی حکومت بن گئی تھی جو جبل اور عراق کے قریب تک آ گئی تھی اور بنی اُمیہ اور ان کے حامیوں میں لوگ غلط افواہیں اور دشمن کی باتیں اُڑا رہے تھے، العلاء بیان کرتا ہے کہ میں سلیمان کے ساتھ تھا وہ اپنے باپ کے سبزہ زار کے بالمقابل بیٹھ کر شراب پی رہا تھا یہ یزید ناقص کے دور کے آخری دنوں کی بات ہے وہ اس وقت وادی کا حاکم تھا اور عرجی کا یہ شعر گا رہا تھا کہ ؎

"محبوب کا سامان شام کو چلا گیا ہے اور تیرے آنسو ہمیشہ بہتے رہیں گے۔ حیا کو لازم پکڑ تو چیخیں مار مار کر رویا ہے کاش رونے والے کو اس کا چیخنا کچھ فائدہ مند ہوتا بار برداری کے جانوروں کا کیا کہنا اور اس شخص کا بھی کیا کہنا جو وہاں پہ موجود ہے اور اس کے ہم مرتبہ لوگوں کا

بھی کیا کہنا۔"

اس نے جو چاہا اچھی طرح پڑھا اور سلیمان ایک رطل شراب پی گیا ہم نے بھی اس کے ساتھ شراب پی یہاں تک ہم نے اپنے ہاتھوں کو تکیہ بنالیا اور میں سلیمان کے ہلانے سے بیدار ہوا اور اُٹھ کر جلدی سے اس کے پاس گیا اور اُسے کہا۔

امیر کا کیا حال ہے ؟ اس نے مجھے کہا ذرا ٹھہر جاؤ، میں نے دیکھا ہے کہ گویا میں دمشق کی مسجد میں ہوں اور ایک آدمی ہاتھ میں خنجر لیے ہوئے ہے اس کے سر پہ تاج ہے جس کے جواہرات کی چمک کو میں دیکھ رہا ہوں اور وہ بلند آواز سے ان اشعار کو پڑھ رہا ہے ؎

"اے بنو اُمیہ تمہاری پراگندگی اور تمہاری حکومت کے زوال کا وقت قریب آگیا ہے اور یہ حکومت تمہیں دوبارہ نہیں ملے گی اور ظالم دشمن اس حکومت کے محسنوں اور اچھے آدمیوں کو پکڑ لے گا اور پھر انہیں تکلیف دے گا۔ ہر اچھے آدمی کے مرنے کے بعد اس کے بڑے کاموں پہ جو اس نے کیے ہیں یا کرے گا ہلاکت ہو۔"

میں نے کہا یہ نہیں ہوگا، میں اس کی یادداشت سے حیران رہ گیا کیونکہ وہ حافظہ والا آدمی نہ تھا اس نے تھوڑی دیر سر جھکانے کے بعد کہا اے حمیری جو بات دُور تھی زمانہ اُسے قریب لا رہا ہے راوی بیان کرتا ہے کہ اس کے بعد پھر ہم کبھی شراب کے لیے اکٹھے نہیں ہوئے۔

اور ۱۳۲ھ آگیا اور مسودہ اور مروان بن محمد جعدی کی حکومت کا جو کچھ ہونا تھا وہ ہوا۔

امویوں کی حکومت کے زوال کا سبب

المنقری بیان کرتا ہے کہ بنو عباس کے پاس حکومت منتقل ہو جانے کے بعد بنی اُمیہ کے کسی شیخ سے پوچھا گیا کہ آپ کی حکومت کے زوال کا سبب کیا ہے ؟ تو اس نے جواب دیا جن باتوں کی جستجو کرنا ہمیں لازم تھا ہم ان کو چھوڑ کر اپنی لذات میں منہمک ہو گئے اور اپنی رعیت پہ ظلم کیا، وہ ہمارے انصاف سے مایوس ہو گئے اور انہوں نے ہم سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہا اور ہم نے خراج ادا کرنے والوں پہ

بوجھ ڈال دیا تو وہ ہم سے الگ ہو گئے اور ہماری جاگیریں برباد ہو گئیں اور بیت المال خالی ہو گئے، ہم نے اپنے وزراء پر اعتماد کیا تو انہوں نے اپنے فائدے کو ہمارے فائدے پر ترجیح دی اور انہوں نے ہم سے پوشیدہ طور پر کچھ کام کیے جن کا علم انہوں نے ہمیں نہ دیا، ہماری فوجوں کو بروقت تنخواہ نہ ملی تو وہ ہماری اطاعت سے دست کش ہو گئیں اور انہوں نے ہمارے دشمنوں کو بلایا اور انہوں نے ہمارے ساتھ جنگ میں ان کی مدد کی اور ہمارے دشمنوں نے ہمیں مقابلہ کے لیے بلایا تو مددگاروں کی قلت کی وجہ سے ہم ان کے مقابلہ سے عاجز آ گئے اور ہماری حکومت کے زوال کا سب سے زبردست سبب ہم سے ہمارے حالات کی پوشیدگی تھی۔

نزاریہ اور یمانیہ کے درمیان دھڑے بندی کے سبب کا بیان

کمیت، اپنے اشعار فرزدق کو دکھاتا تھا

ابوالحسن علی بن محمد بن سلیمان نوفلی بیان کرتا ہے کہ مجھے میرے باپ نے بتایا کہ جب کمیت بن زید اسدی نے ــــ جو اسد بن نزار سے تھا ــــ الہاشمیات کہے تو وہ بصرہ آیا اور فرزدق کو کہنے لگا اے ابو فراس میں تیرا بھتیجا ہوں، اس نے کہا تو کس قبیلے سے ہے تو اس نے اُسے اپنا حسب نسب بتایا، فرزدق نے کہا تو نے ٹھیک کہا ہے تجھے کیا کام ہے اس نے جواب دیا میری زبان میں جادو ہے اور تو مضر کا شیخ اور شاعر ہے میں چاہتا ہوں کہ اپنا کلام تجھے دکھاؤں اگر وہ اچھا ہو تو مجھے اس کی اشاعت کا حکم دے دینا اور اگر اچھا نہ ہو تو مجھے اس کے شائع نہ کرنے کا حکم دے دینا میں اُسے چھپا کر رکھ لوں گا اس نے کہا میرے بھتیجے میرا خیال ہے کہ تیرے اشعار تیری عقل کے مطابق ہوں گے، اچھا جو کلام تو نے کہا ذرا لاؤ تو سہی تو اس نے یہ شعر پڑھا ؎

"اور میں تلواروں کا شوق رکھنے کی وجہ سے خوش نہیں ہوتا اور نہ مجھے کھیل کا شوق ہے اور بوڑھا آدمی کھیلتا بھی ہے۔"

فرزدق نے کہا کھیلو! تو اس نے کہا ؎

" اور نہ مجھے کسی گھر نے اور نہ کسی گھر کے نشانات نے شوق دلایا ہے
اور نہ مجھے رنگ دار انگلی نے خوش کیا ہے۔"
فرزدق نے کہا پھر تو کیسے خوش ہوتا ہے ؟ تو اس نے کہا ؎
" اور نہ ہی میں ان لوگوں میں سے ہوں جن کا مقصد پرندوں سے فال لینا ہوتا
ہے کہ کیا کوا بولا ہے یا لومڑی سامنے آئی ہے۔"
فرزدق نے کہا تیرا بُرا ہو پھر تو کیا ہے اور کس کی طرف چڑھائی کرتا ہے اس نے کہا ؎
" اور میں اچھے بُرے شگون سے صحیح و سلامت گزر جاتا ہوں"
فرزدق نے کہا یہ تو تُو نے بہت اچھا کہا ہے، تو اس نے کہا ؎
" بلکہ میں صاحب فضل و عقل اور حوا کے بہترین بیٹوں کی طرف جاتا ہوں اور
بھلائی ہی مطلوب ہوتی ہے۔"
فرزدق نے پوچھا تیرا بُرا ہو وہ کون ہیں، اس نے کہا ؎
" اُن سفید رُو لوگوں کی طرف جن کی محبت میں مَیں تکلیف اُٹھا کر قرب الٰہی
حاصل کرتا ہوں۔"
فرزدق نے کہا تیرا بُرا ہو مجھے راحت پہنچا وہ کون لوگ ہیں، اُس نے کہا ؎
" وہ لوگ بنو ہاشم ہیں جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قبیلہ ہے
میں ان کے لیے کئی بار ناراض اور راضی ہوتا ہوں"
فرزدق نے کہا بیٹے تو نے بہت اچھا کہا ہے جب تو مصائب اور اوباش لوگوں سے بچ کر رہا تو تیرا تیر خطا نہیں جائے گا اور نہ تیری بات کو جھٹلایا جائے گا پھر وہ بصرہ سے گزرا تو اس نے اُسے کہا سوار ہو پھر سوار ہو اور دشمنوں کے متعلق تدبیر کر، خدا کی قسم تو گزشتہ اور آئندہ آنے والوں سے بڑا شاعر ہے۔

کمیت کا اپنے اشعار علی ابی جعفر محمد بن علی کو دکھانا

تب وہ مدینہ آیا اور ابوجعفر محمد بن علی بن حسین بن علی کو ملا۔ انہوں نے رات کو اُسے ملاقات کی اجازت دی جب وہ قصیدہ میمیہ کے اس شعر پر پہنچا
" اور طف کے مقتول کو ذلیل اور کمینے لوگوں کے درمیان چھوڑ دیا گیا"
تو ابوجعفر رو پڑے پھر کہنے لگے اے کمیت اگر ہمارے پاس مال ہوتا تو ہم تجھے عطا کرتے لیکن تیرے لیے وہی بات کافی ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

حسان بن ثابت سے کہی تھی جب تک تو ہم اہل بیت کا دفاع کرتا رہے گا تو ہمیشہ رُوح القدس سے مؤید رہے گا پھر وہ آپ کے ہاں سے چلا گیا۔

اس کا علی عبداللہ بن حسن کو اشعار دکھلانا

پھر وہ عبداللہ بن حسن بن علی کے پاس آیا اور آپ کو اشعار سُنائے آپ نے فرمایا اے ابوالمستهل! میری ایک جاگیر ہے میں نے اس میں سے تجھے چار ہزار دینار عطا کیے، یہ اس کی تحریر ہے اور میں نے تیرے لیے اس پر گواہوں کی گواہی ڈال دی ہے اور اُسے یہ تحریر پکڑا دی، اس نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میں دوسرے لوگوں کے متعلق شعر کہہ کر دنیا اور مال کماتا ہوں مگر بخدا آپ کے لیے جو کچھ میں نے کیا ہے وہ صرف رضائے الٰہی کے لیے ہے اور جو بات میں نے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے لیے کہی ہے اس پر میں مال اور قیمت نہیں لوں گا، حضرت عبداللہ نے اصرار کیا اور اس کے مال چھوڑنے کو قبول نہ کیا۔ تو کمیت تحریر لے کر چلا گیا پھر کئی دن کے بعد عبداللہ کے پاس آکر کہنے لگا اے پسر رسول میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں مجھے ایک کام ہے آپ نے دریافت فرمایا کیا کام ہے تیری تمام ضروریات پوری ہو چکی ہیں اس نے کہا ایک بات نہیں ہوئی آپ نے فرمایا اچھا، وہ کہنے لگا اس تحریر کو قبول فرمائیے اور جاگیر واپس لے لیجیے اور تحریر آپ کے سامنے رکھ دی تو عبداللہ نے اُسے بوسہ دیا۔

عبداللہ بن جعفر کا کمیت کو بدلہ دینا

عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب اُٹھے تو آپ نے ایک سخت قسم کے کپڑے کو پکڑا اور اُسے اپنے چار غلاموں کی طرف پھینک دیا پھر آپ بنی ہاشم کے گھروں میں جا کر کہنے لگے اے بنو ہاشم یہ کمیت ہے جس نے اس وقت تمہارے بارے میں اشعار کہے جب لوگ تمہارے فضل کے اظہار سے خاموش تھے اور اس نے اپنے خون کو بنی اُمیہ کے سامنے پیش کیا، پس اسے مقدور بھر بدلہ دو پس جو کسی آدمی کے پاس درہم و دینار ہوتے وہ انہیں اس کپڑے میں پھینک دیتا اور آپ نے عورتوں کو بھی اس بات کی اطلاع کروائی تو عورتوں نے بھی مقدور بھر چیزیں بھجوا دیں یہاں تک کہ انہوں نے اپنے جسم سے زیورات اتار کر دے دیے تو ایک لاکھ درہم کی قیمت کے درہم و دینار جمع ہو گئے آپ نے انہیں کمیت کے

پاس لاکر کہا اے ابو المستھل، یہ ہماری غریبانہ کوشش ہے اور ہم اپنے دشمن کی حکومت میں رہتے ہیں، ہم نے تیرے لیے یہ مال جمع کیا ہے اس میں عورتوں کے زیورات بھی ہیں۔ جیسے کہ تو دیکھ رہا ہے، زمانے کی مصیبتوں کے مقابل اس مال سے مدد لے، اس نے جواب دیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ نے بہت کچھ جمع کر دیا ہے میں نے تو آپ کی مدح صرف خدا اور رسول کی رضامندی کے لیے کی ہے۔ میں اس کے بدلہ میں دنیا کی قیمت نہیں لوں گا، اس مال کو ان کے مالکوں کو واپس کر دیجیے، عبداللہ نے بہت جتن کیے کہ وہ اس مال کو قبول کرے مگر اس نے انکار کر دیا تو آپ نے کہا اگر تو نے قبول کرنے سے انکار کیا تو میں دیکھ رہا ہوں کہ تو ایسی بات کہے گا جس سے تو لوگوں کے درمیان غصہ پیدا کر دے گا اور شاید کوئی فتنہ پیدا ہو جائے اور تیرے ہاتھ سے بعض پسندیدہ چیزیں بھی جاتی رہیں تو کمیت نے اس قصیدہ کا آغاز کیا جس میں اس نے اپنی قوم جو مضر بن نزار بن معد اور ربیعہ بن نزار اور نزار کے دو بیٹوں ایاد اور انمار سے ہے کے مناقب بیان کیے اس میں وہ ان کے فضائل اور اوصاف کو بڑی تفصیل اور طوالت سے بیان کرتا ہے کہ وہ قحطان میں سب سے افضل ہیں پس اس نے اس قصیدہ کے ذریعہ یمانیہ اور نزاریہ کے درمیان غصہ پیدا کر دیا جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں، اس قصیدہ کا پہلا شعر یہ ہے ؎

"اے مدینہ تجھے ہماری طرف سے سلام ہو کیا لوگ مسلمانوں کو کہتے ہیں۔"

یہاں تک کہ اس نے تصریح کے ساتھ یمن پر تعریض کی کیونکہ وہاں حبشیوں اور دیگر لوگوں میں کچھ گڑبڑ تھی، وہ کہتا ہے ؎

"فلک کے تمام ستارے اور چاند ہمارے لیے ہیں، راہ چلنے والوں کے ہاتھ اسی کی طرف اشارے کرتے ہیں جب اللہ نے نزار نام رکھا اور انہیں مکہ میں بسایا تو اس نے ہمارے لیے خالص خوبیاں بنائیں، اور لوگوں کے لیے گدیاں اور ہمارے لیے پیشانیاں بنائیں اور نزار کی اونٹنیاں، عجم کے دو کوہانوں والے اونٹوں سے جفتی نہیں ہوئیں اور نہ انہوں نے گدھوں کو اصیل اور پاکیزہ گھوڑیوں پر ڈالا ہے کہ وہ بیسے حاصل کر لیں نہ ہی نزار کی عورتیں سیاہ اور سرخ فام لوگوں کی بیویاں بنی ہیں۔"

دعبل خزاعی کا کمیت کو جواب دینا

دعبل خزاعی نے کمیت کے اس قصیدے اور دیگر قصائد کا جواب لکھا اور یمن اور اس کے بادشاہوں کے فضائل کا ذکر کیا اور کمیت کی طرح صراحت کے ساتھ دوسرے لوگوں پر تعریض کی اس قصیدے کا آغاز یوں ہوتا ہے۔

"اے پالکی میں بیٹھی ہوئی عورت ذرا ہوش میں آ، چالیس سال کا گزر جانا ہی تیرے لیے کافی علامت کی بات ہے کیا تجھے زمانے کی نئی باتوں نے آزردہ نہیں کیا جو زلفوں اور مینڈھیوں کو سفید کر دیتی ہیں کیا میری قوم کے روشن رُو سرداروں کی جانب سے اے مدینہ تجھے سلام کہا گیا ہے اگر آل اسرائیل تم میں سے ہے تو تم عجمیوں پر فخر کرتے ہو پس تو ان خنزیروں کو نہ بھول جنہیں ذلیل بندروں کے ساتھ مسخ کر دیا گیا تھا کے کھنڈرات ونشانات ایلہ اور خلیج کے علاقے میں موجود ہیں اور ابھی وہ مٹے نہیں ہیں اور کمیت کینہ توز شخص کی طرح مطالبہ نہیں کرتا بلکہ ہماری ہجو ہماری نفرت کے لیے کی گئی ہے اور نزار کو پتہ لگ چکا ہے کہ میری قوم نبوت کی مدد کرنے پر فخر کا اظہار کرتی ہے۔"

بنی اُمیہ کی حکومت کے زوال کے اسباب میں دھڑے بندی بھی ایک سبب تھا

یہ ایک طویل قصیدہ ہے، کمیت کے اشعار نزاریہ اور یمانیہ میں پھیل گئے، نزار نے یمن پر اور یمن نے نزار پر فخر کا اظہار کیا، ہر فریق نے اپنے مناقب بیان کیے اور لوگ پارٹیوں میں بٹ گئے اور شہر و دیہات میں دھڑے بندی نے جوش مارا اور اس سے مروان بن محمد جعدی کی حکومت اور یمن کے متعلق نزار کے قومی تعصب نے جنم لیا اور یمن نے بنی اُمیہ سے انحراف کر کے دعوت عباسی کی طرف توجہ کر لی اور حکومت بنی اُمیہ سے بنی عباس کی طرف منتقل ہو گئی پھر اس کے بعد یمن میں معن بن زائدہ کا واقعہ ہوا اس نے اپنی قوم جو ربیعہ قبیلے سے تھی کے تعصب کی وجہ سے یمانیوں اور نزاریوں کو قتل کیا۔ زمانہ قدیم سے ربیعہ اور یمن کے درمیان جو معاہدہ تھا اُسے توڑ دیا، عقبہ بن سالم نے عمان اور بحرین میں یہی کچھ کیا اور اس نے معن کے لیے تدبیر کرتے ہوئے

اور اپنی قوم کے لیے جو قحطان سے تھی عقبہ بن سالم سے تعصب کرتے ہوئے ربیعہ کے دیگر قبائل اور دوسرے نزاریوں کو جو عمان اور بحرین میں رہتے تھے قتل کر دیا اور نزار اور قحطان کے درمیان جو تعصب پایا جاتا تھا اس سے پہلے اور بعد میں بھی بہت سے واقعات ہوئے ہیں۔

مروان بن محمد بن مروان بن حکم الجعدی کے دورِ حکومت کا بیان

مختصر حالات

۱۴ صفر ۱۲۷؁ھ کو اتوار کے روز دمشق میں مروان بن محمد بن مروان کی بیعت ہوئی، بعض کہتے ہیں کہ اس نے دیارِ مضر میں واقع حران شہر میں اپنی طرف لوگوں کو دعوت دی اور وہیں اس کی بیعت ہوئی اس کی ماں ام ولد تھی جسے ریّا کہتے تھے بعض کے بقول طرونہ کہتے تھے، وہ مصعب بن زبیر کی لونڈی تھی اور اس کے قتل کے بعد اس کے باپ محمد بن مروان کی لونڈی بن گئی، مروان کی کنیت عبدالملک تھی، سلیمان بن ہشام بن عبدالملک اور دیگر بنی اُمیہ کے سوا سب اہل شام نے اس کی بیعت کر لی۔ دمشق میں بیعت کے روز سے لے کر ارض شام میں اس کے قتل ہونے تک اس کی حکومت پانچ سال دس دن بنتی ہے بعض کے بقول پانچ سال تین ماہ بنتی ہے، اس کا قتل ۱۳۲؁ھ کے آغاز میں ہوا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وہ محرم میں قتل ہوا، بعض کا خیال ہے کہ صفر میں ہوا، اس کے علاوہ بھی باتیں بیان کی گئی ہیں جن میں مؤرخین اور اصحابِ سیر نے اس کی مدتِ حکومت میں اختلاف کیا ہے، بعض کہتے ہیں کہ اس کی مدت حکومت پانچ سال تین ماہ تھی، بعض کہتے ہیں کہ پانچ سال دو ماہ دس دن تھی اور بعض کہتے ہیں پانچ سال دس دن تھی، اس کا قتل الفیوم کی بستی بوصیر میں ہوا جو سرزمین مصر میں ہے جس طرح اس کی حکومت کی مقدار میں اختلاف کیا گیا ہے اسی طرح اس کی عمر مقدار کے متعلق بھی اختلاف کیا گیا ہے بعض کہتے ہیں کہ وہ ستر سال کی عمر میں قتل ہوا بعض کہتے ہیں انہتر ۶۹ سال کی عمر میں اور بعض کہتے ہیں کہ وہ ۶۲ سال کی عمر میں قتل ہوا، جب کہ بعض کہتے ہیں کہ

وہ ۵۸ سال کی عمر میں قتل ہوا۔ ہم نے اس اختلاف کا ذکر اس لیے کیا ہے تاکہ کوئی شخص یہ گمان نہ کرے کہ ہم نے مؤرخین کی ذکر کردہ باتوں سے غفلت کی ہے یا ان کی کسی بیان کردہ بات کو ترک کر دیا ہے، اس بارے میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے ہم نے اُسے مبسوط طور پر اپنی دو کتابوں اخبار الزمان اور الاوسط میں بیان کیا ہے۔

ہم عنقریب مختصر طور پر اس کے قتل کی کیفیت، واقعات اور اس کی سیرت کے جامع واقعات اور جنگوں کو بیان کریں گے اور اموی اور عباسی حکومت کا بھی ذکر کریں گے ہم نے اموی حکومت کی جامع تاریخ کو بیان کرنے کے لیے ایک الگ باب بھی قائم کیا ہے جس باب کا نام بنی اُمیہ کی مدت حکومت ہے اس کے بعد ہم عباسی حکومت اور ابومسلم کے حالات و واقعات اور ابوالعباس سفاح کی خلافت اور اس کے بعد آنے والے خلفائے بنی عباس کے حالات ابواسحاق متقی للہ ابراہیم بن المقتدر باللہ کے زمانے سے لے کر ۳۳۲ھ تک بیان کریں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

بنو اُمیہ کے دورِ حکومت کی مدّت

اجمالی مدّت ابوالعباس سفاح کی بیعت تک بنو اُمیہ کے دورِ حکومت کی مدت پورے ایک ہزار ماہ بنتی ہے انہوں نے ۹۰ سال ۱۱ ماہ اور ۱۳ دن حکومت کی ہے۔

تفصیلی مدّت مسعودی بیان کرتا ہے کہ لوگوں نے ان کے دورِ حکومت کی تواریخ میں اختلاف کیا ہے ہم جس بات پر اعتماد کر کے بیان کر رہے ہیں وہ اہل تحقیق اور اس عالم کے واقعات سے دلچسپی رکھنے والوں کے نزدیک صحیح ہے۔

تفصیل یہ ہے کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان نے ۲۰ سال، یزید بن معاویہ نے ۳ سال ۸ ماہ ۴ دن، معاویہ بن یزید نے ایک ماہ ۱۱ دن، مروان بن الحکم نے ۸ ماہ ۵ دن، عبدالملک بن مروان نے ۲۱ سال ۱ ماہ ۲۰ دن ولید بن عبدالملک نے ۹ سال ۸ ماہ ۲ دن، سلیمان بن عبدالملک نے ۲ سال ۶ ماہ ۱۵ دن، عمر بن عبدالعزیز نے ۲ سال ۵ ماہ ۵ دن یزید بن عبدالملک نے ۴ سال ۱۳ دن، ہشام بن عبدالملک نے ۱۹ سال ۹ ماہ ۹ دن، ولید بن یزید بن عبدالملک نے ۱ سال ۳ ماہ، یزید بن ولید بن عبدالملک نے ۲ ماہ ۱۰ دن

حکومت کی ہم نے ابراہیم بن ولید بن عبدالملک کے دورِ حکومت کو ایسے ہی ساقط کر دیا ہے جیسے ہم نے ابراہیم بن مہدی کے دورِ حکومت کو عباسی دَورِ حکومت سے ساقط کر دیا ہے۔ مروان بن محمد بن مروان نے سفاح کی بیعت ہونے تک ۵ سال ۲ ماہ ۱۰ دن حکومت کی۔ ان سب کا میزان ۹۰ سال ۱۱ ماہ اور ۱۳ دن بنتا ہے، اس کے ساتھ ان ۸ ماہ کا بھی اضافہ کر لیا جائے جن میں مروان اپنے قتل ہونے تک بنی عباس سے برسرِ پیکار رہا تو ان کی مدتِ حکومت ۹۱ سال ۷ ماہ ۱۳ دن بنتی ہے۔

اس مدت سے حسن بن علی کا زمانۂ خلافت جو ۵ ماہ ۱۰ دن بنتا ہے اور عبداللہ بن زبیر کے قتل ہونے تک کا زمانہ جو ۷ سال ۱۰ ماہ اور تین بنتا ہے وضع کر دیا جائے تو باقی ۸۳ سال ۴ ماہ بچتے ہیں اور یہ پورا ایک ہزار ماہ بنتا ہے۔

بعض لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے قول لیلۃ القدر خیر من الف شھر کی تاویل بنو اُمیہ کے دورِ حکومت سے کی ہے جس کا ہم ذکر کر چکے ہیں، حضرت ابن عباس سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ بنو عباس، بنی اُمیہ سے دُگنی حکومت کریں گے ایک دن کے بدلے دو دن، ایک ماہ کے بدلے دو ماہ اور ایک سال کے بدلے دو سال اور ایک خلیفہ کے بدلے دو خلیفے حکومت کریں گے۔

بنو عباس کی مُدّت حکومت

مسعودی بیان کرتا ہے کہ بنو عباس ۱۳۲ھ میں بادشاہ بنے اور بنی اُمیہ کی حکومت ختم ہو گئی، بنو عباس کے بادشاہ بننے سے لے کر اس وقت یعنی ۳۳۲ھ تک ان کی حکومت کے دو سو سال بنتے ہیں ابوالعباس سفاح کی بیعت خلافت ربیع الآخر ۱۳۲ھ میں ہوئی اور ہم اس کتاب کی تصنیف کے وقت ربیع الاوّل ۳۳۲ھ کو ابو اسحاق متقی للہ کی خلافت کے زمانے تک پہنچتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ اس وقت کے بعد آئندہ کب تک ان کی حکومت قائم رہے گی، ہم اپنی گذشتہ کتب "اخبار الزمان" اور "الاوسط" میں ان کے شاندار واقعات ان کے اسماء کے نوادر اور ان کے عہد و پیمان، وصایا، مراسلات جنگوں اور ازارقہ اور اباضیہ وغیرہ خوارج کے حالات اور طالبیوں میں سے حق کا مطالبہ کرنے والوں اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والوں اور ان کے زمانے میں قتل ہونے والوں کا ذکر کر چکے ہیں۔ اسی طرح ان کے بعد بنی عباس کے خلفاء کا متقی للہ کی خلافت تک یعنی

۳۳۲ھ تک ذکر کیا ہے اس کتاب میں ہم نے جو مکمل تاریخ بیان کی ہے وہ تفصیلی تاریخ سے جس کی تفصیل ہر خلیفہ کے دورِ حکومت میں بیان ہو چکی ہے، ایک دن یا دس دن یا ایک ماہ کا اختلاف رکھتی ہے یہ بات ان کی تاریخ اور سالوں اور مفصل مدت پہ اعتماد کر کے بیان کی گئی ہے۔ واللہ اعلم

دولتِ عباسیہ کا بیان

اور

مروان کے حالات و واقعات اور قتل اور معرکہ آرائیوں کا ذکر

خلافت کے متعلق راوندیہ کا قول قبل ازیں ہم کتاب الاوسط میں راوندیہ کے اقوال کا ذکر کر چکے ہیں یہ عباس بن عبد المطلب کی اولاد کے شیعہ ہیں جو خراسان وغیرہ کے علاقے سے تعلق رکھتے ہیں یہ کہتے ہیں کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے تو آپ کے بعد امامت کے سب سے زیادہ حق دار عباس بن عبد المطلب تھے کیونکہ یہ آپ کے چچا، وارث اور عصبہ تھے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے[1] " واولو االارحام بعضھم اولیٰ ببعض فی کتاب اللّٰہ " اور یہ کہ لوگوں نے آپ کے حق کو چھین لیا آپ کی حق تلفی کی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے حق کو انہیں واپس کیا اور یہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے اظہار بیزاری کرتے ہیں اور حضرت علی بن ابی طالب کی بیعت کو آپ کی اجازت سے جائز قرار دیتے ہیں اس لیے کہ آپ نے فرمایا تھا اے میرے بھتیجے، میری طرف آ کہ میں تیرے لیے بیعت لوں، پھر تیرے بارے میں دو آدمی بھی اختلاف نہیں کریں گے، اور یہ کہ داؤد بن علی نے ابو العباس کی بیعت کے روز کوفہ کے منبر پر کہا تھا اے اہل کوفہ، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تم میں علی بن ابی طالب کے سوا کوئی امام کھڑا نہیں ہوا پھر یہ ابو العباس تم میں کھڑا ہونے والا امام ہے۔

---

[1] ترجمہ - اور قرابت دار اللہ کی کتاب میں بعض بعض سے نزدیک تر ہیں (احزاب آیت ۶ پ ۲۱)

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی گفتگو

ان لوگوں نے جس مفہوم کا ادعاء کیا ہے اس کے متعلق کتابیں بھی تصنیف کی ہیں جو اس فرقہ کے لوگوں کے ہاں متداول ہیں جن میں سے ایک کتاب عمرو بن بحر الجاحظ نے لکھی ہے جو "امامۃ ولد العباس" کا ترجمہ ہے جس میں اس مذاہب کے دلائل بیان کیے گئے ہیں اور فدک وغیرہ کے متعلق حضرت ابوبکرؓ کے عمل اور حضرت فاطمہؓ کے اس قصہ کا بھی ذکر کیا گیا ہے کہ آپ نے اپنے باپ کا ورثہ طلب کیا اور اپنے خاوند اور دونوں بیٹوں اور اُم ایمن کو گواہ بنایا۔ حضرت فاطمہؓ اور حضرت ابوبکرؓ کے درمیان جو گفتگو ہوئی اور جو کچھ حضرت فاطمہؓ نے کہا اور جو کچھ انہیں ان کے باپ کے حوالہ سے کہا گیا سب کا ذکر کیا گیا ہے، حضرت ابوبکرؓ نے حضرت فاطمہؓ کو جو باتیں کہیں ان میں سے ایک یہ تھی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "نحن معاشر الانبیاء لا نرث ولا نورث" کہ ہم گروہ انبیاء نہ کسی کے وارث ہوتے ہیں اور نہ کوئی ہمارا وارث ہوتا ہے" اور حضرت فاطمہؓ نے یہ دلیل پیش کی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وَورث سلیمان داؤد" کہ سلیمان، داؤد کے وارث ہوئے حالانکہ نبوت تو ورثہ میں نہیں ملتی لہٰذا تو ارث ہی باقی رہ گیا اور اس قسم کی اور باتیں بھی ہوئیں جاحظ نے یہ کتاب تصنیف نہیں کی اور نہ ہی اس میں راوندیہ کے دلائل کا استفادہ کیا ہے۔ راوندیہ حضرت عباس کی اولاد کے شیعہ ہیں مگر جاحظ کا نہ یہ مذہب تھا اور نہ وہ اس کا اعتقاد رکھتا تھا۔ اس نے یہ کام بطور ظرافت طبع کیا ہے۔

جاحظ کی تصنیف، العثمانیہ

جاحظ نے ایک اور کتاب تصنیف کی ہے جس میں اپنے پاس سے بہت دلائل دیئے ہیں اور اُسے عقلی دلائل سے مؤید کیا ہے اس کتاب کا نام "العثمانیہ" ہے جس میں وہ اپنے دلائل سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب بیان کرتا ہے اور حق کو ختم کرنے اور اہل حق کی مخالفت کے لیے دوسروں کے لیے اس سے استدلال کرتا ہے مگر اللہ اپنے نور کو مکمل کرے گا۔ خواہ کافر ناپسند ہی کریں۔

جاحظ کی دیگر کتب

اس نے "العثمانیہ" کی تصنیف پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ ایک اور کتاب مروانیہ کی امامت اور ان کے شیعوں کے اقوال کے متعلق

لکھی ہیں نے اس کتاب کو دیکھا ہے اس کا نام ہے" امامۃ امیر المومنین معاویہ بن ابی سفیان" یہ کتاب اس نے حضرت علیؓ اور ان کے رافضی شیعوں سے انتقام لینے کے لیے لکھی ہے وہ اس میں مروانیہ کے آدمیوں کا ذکر کرتا ہے اور بنی امیہ وغیرہ کی امامت کی تائید کرتا ہے، پھر اس نے "مسائل العثمانیہ" کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے جس میں وہ ان باتوں کا ذکر کرتا ہے جو اس سے رہ گئی تھیں اور خود ہی امیر المومنین حضرت علیؓ کے فضائل و مناقب کا نقض کرتا ہے جیسے کہ ہم نے بیان کیا ہے۔

شیعہ کا جاحظ کی کتب کا رد کرنا

جاحظ کی کتب جیسے "العثمانیہ" وغیرہ کا شیعہ متکلمین کی ایک جماعت جیسے ابو عیسےٰ وراق اور حسن بن موسےٰ نخعی وغیرہ نے رد لکھا ہے اور جو کچھ اس نے مجتمع اور منفرق طور پر امامت کے متعلق ذکر کیا ہے اس کی تردید کی ہے۔

معتزلہ کا العثمانیہ کی تردید کرنا

معتزلہ کے بغدادی شیوخ، رؤسا، زہاد اور دیندار لوگوں میں سے ایک آدمی نے جاحظ کی کتاب العثمانیہ کا رد لکھا ہے جو حضرت علیؓ کی تفضیل اور مفضول کی امامت کا قائل ہے ــــ اس کا نام ابو جعفر محمد بن عبداللہ اسکافی ہے، جس کی وفات ۲۴۰ھ میں ہوئی اسی سال حضرت امام احمد بن حنبلؒ فوت ہوئے، ہم اس کتاب میں جاحظ اور دیگر معتزلہ کی وفات کا بھی ذکر کریں گے اگرچہ ہم اپنی پہلی کتابوں میں ان باتوں کا ذکر کر چکے ہیں۔

امامت کے متعلق جریانیہ کی رائے

کیسانیہ، جو محمد بن حنفیہ کی امامت کے قائل ہیں میں سے جو لوگ متاخرین راوندیہ میں سے ممتاز ہوئے وہ جریانیہ ہیں یہ ابو مسلم عبدالرحمٰن بن محمد کے اصحاب ہیں جو عباسی حکومت کا سائقی تھا، اس کا لقب جریان تھا ــــ وہ کہتا تھا کہ حضرت علی بن ابی طالب کے بعد محمد بن حنفیہ امام ہیں اور محمد نے اپنے بیٹے ابو ہاشم کو وصیت کی تھی اور ابو ہاشم نے علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب کو وصیت کی تھی اور علی بن عبداللہ نے اپنے بیٹے محمد بن علی کو وصیت کی تھی اور محمد نے اپنے بیٹے ابراہیم کو وصیت کی تھی جو حران میں قتل ہوئے اور ابراہیم نے اپنے بھائی ابو العباس بن عبداللہ بن حارثیہ مقتول کو وصیت کی تھی۔

ابو مسلم خراسانی کا اصل

ابو مسلم کے متعلق بہت اختلاف پایا جاتا ہے بعض کہتے ہیں کہ وہ عرب تھا اور بعض کہتے ہیں کہ وہ غلام تھا جو آزاد ہو گیا اور وہ اہل برس اور جامعین کی بستی خرطبنیہ کا رہنے والا تھا، برسی کپڑے جو خرطبنیہ کے نام سے مشہور ہیں اسی کی طرف منسوب ہوتے ہیں، یہ کوفہ کے مضافات میں ہے، یہ ادریس بن ابراہیم عجلی کی آمد اور مصارف کا وکیل تھا پھر اس کے دن پھرے اور تقدیر نے اُسے محمد بن علی اور پھر امام ابراہیم بن محمد سے ملا دیا، ابراہیم نے اُسے خراسان بھیج دیا اور داعیوں کو اس کی اطاعت کرنے اور اس کے احکام ماننے کا حکم دیا جس سے اس کی پوزیشن اور اقتدار مضبوط ہو گیا تو اس نے سیاہ لباس کو رواج دیا اور یہی رنگ لباس اور جھنڈوں کی زینت بنا، سب سے پہلے خراسانیوں میں سے نیشاپور والوں نے سیاہ لباس پہنا ان میں اسے اسید بن عبداللہ نے رواج دیا پھر یہ خراسان کے اکثر شہروں اور اضلاع میں پھیل گیا۔ بلاد خراسان میں ابو مسلم کی پوزیشن مضبوط ہو گئی اور مروان بن محمد جعدی کے ساتھی نصر بن سیار کی پوزیشن کمزور ہو گئی، اس کی ابو مسلم کے ساتھ کئی جنگیں ہوئیں جن میں ابو مسلم نے مکر و تدبیر سے کام لے کر یمانیوں اور نزاریوں میں پھوٹ ڈلوا دی نیز اس کے علاوہ بھی اس نے اپنے دشمن کے متعلق کئی حیلے استعمال کیے اور نصر بن سیار نے قتل ہونے تک کرمانی کے ساتھ بھی کئی جنگیں لڑیں جن کا ذکر ہم نے اخبار الزمان اور الاوسط میں جدیع بن علی کرمانی کے واقعات میں کیا ہے اس کے اور نصر بن سیار کے ساتھی سلم بن احوز کے درمیان جو کچھ ہوا نیز خالد بن برمک قحطبہ بن شبیب اور ان کے علاوہ دعوت عباسی کے لیے خراسان میں مقیم لوگوں اور دیگر داعیوں جیسے سلیمان بن کثیر، ابو داؤد خالد بن ابراہیم اور ان کے ہمسروں نے جو کچھ کیا اور اظہار دعوت کے وقت ان کا جو شعار تھا اور جنگوں کے وقت ان کی ندا "محمد یا منصور" کا بھی ذکر کیا ہے اور دیگر رنگوں کو چھوڑ کر سیاہ رنگ کے اظہار استعمال کا سبب بھی بیان کیا ہے۔

نصر بن سیار اور مروان بن محمد جعدی کے درمیان مراسلت

نصر بن سیار نے مروان کے ساتھ طویل مراسلت کی، اسے اس کی پوزیشن اور عباسی حکومت کے غلبہ اور ہر آن اس کی ترقی

کے متعلق بھی بتایا نیز اُسے ابو مسلم اور اس کے ساتھیوں کا حال بھی لکھا اور بتایا کہ تحقیق کے بعد مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ ابراہیم بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس کی طرف دعوت دے رہا ہے اور اپنے خط میں یہ اشعار بھی لکھے ؎

"میں خاکستر میں چنگاریاں دیکھ رہا ہوں قریب ہے کہ وہ بھڑک اُٹھیں اور آگ دو لکڑیوں سے بھی بھڑکائی جاتی ہے اور جنگ کا آغاز باتوں سے ہی ہوتا ہے، اگر تم نے جنگ کی آگ کو سرد نہ کیا تو وہ ہم پر یوں مسلط ہو جائے گی کہ نوجوان بوڑھا ہو جائے گا، میں یہ بات ازراہِ تعجب کہہ رہا ہوں کاش مجھے معلوم ہوتا کہ بنی اُمیہ بیدار ہیں یا سو گئے ہیں اور اگر ہماری قوم سو گئی ہے تو انہیں کہہ دو کہ کھڑے ہونے کا وقت آگیا ہے۔ پس اے محبوبہ تو اپنی قیام گاہ سے بھاگ جا پھر کہہ کہ اسلام اور عرب پر سلامتی ہو۔"

جب مروان کو یہ خط ملا تو اس وقت وہ جزیرہ میں خوارج کے ساتھ مصروفِ پیکار تھا اور ضحاک بن قیس حروری کے ساتھ اس کی جنگیں ہو رہی تھیں یہاں تک کہ مروان نے اُسے بہت سی جنگوں کے بعد کفر توثی اور راس العین کے درمیان قتل کر دیا ضحاک بلاد شہرزور سے آیا تھا، ضحاک کے قتل کے بعد خوارج نے الحری الشیبانی کو سالار مقرر کر لیا اور جب الحری بھی قتل ہو گیا تو خوارج نے ابوالذلفاء شیبان الشیبانی کو سالار مقرر کر دیا مروان کی نعیم بن ثابت جذامی سے کبھی جنگیں ہوئیں اس نے مروان کے خلاف بلاد طبریہ اور اردن سے جو بلادِ شام میں ہے، بغاوت کر دی یہاں تک کہ مروان نے اُسے قتل کر دیا یہ ۱۲۸ھ کا واقعہ ہے۔ مروان کی سمجھ میں یہ بات نہ آئی کہ وہ نصر بن سیار اور خراسان کے بارے میں کیا تدبیر کرے اور اُسے فتنوں اور جنگوں سے کیسے بچائے؟ مروان نے اُسے خط کا جواب دیتے ہوئے لکھا کہ جو کچھ حاضر دیکھتا ہے اُسے غائب نہیں دیکھ سکتا اپنے سامنے کے مسّے کو کاٹ دو، جب یہ خط نصر بن سیار کو ملا تو اس نے اپنے خاص اصحاب سے کہا تمہارے ساتھی نے تمہیں بتا دیا ہے کہ اس کے پاس کوئی مدد نہیں۔

مروان بن محمد جعدی کے بعض عادات اور اعمال

مروان اکثر جنگ کے دنوں میں عورتوں کے

قریب کبھی نہیں جاتا تھا یہاں تک کہ وہ قتل ہو گیا، ایک لونڈی اس کے سامنے آئی تو اس نے اُسے کہا :۔ خدا کی قسم میں تیرے قریب بھی نہیں جاؤں گا اور نہ تیرے بندھن کو کھولوں گا، خراسان ابن سیار کی مدد کے لیے لرزہ براندام اور شعلہ زن ہے اور ابو مجرم نے اس کی گردن کو قابو کر لیا ہے اس کے ساتھ ساتھ وہ ہمیشہ ایرانی اور دیگر اقوام کے بادشاہوں کی سیرتوں اور ان کی جنگوں کے واقعات کا بھی مطالعہ کرتا رہتا تھا۔

اس کے ایک پیارے دوست نے اُسے عورتوں، خوشبو اور دیگر لذات کے ترک کرنے پر ملامت کی تو مروان نے اُسے کہا مجھے عورتوں سے وہ بات مانع ہے جو امیر المومنین عبدالملک کو مانع تھی اس آدمی نے پوچھا امیر المومنین وہ کیا بات تھی اس نے جواب دیا کہ افریقہ کے والی نے عبدالملک کی طرف ایک بہت خوب صورت لونڈی بھیجی جو حُسن کے تمام کمالات سے آراستہ تھی جب وہ اس کے سامنے کھڑی ہوئی تو اس نے اس کے حُسن کو غور سے دیکھا، اس کے ہاتھ میں حجاج کا ایک خط تھا جو اس وقت دیر الجماجم میں ابن اشعث سے نبرد آزما تھا تو اس نے خط کو ہاتھ سے پھینک کر اس لونڈی سے کہا قسم بخدا تو میرے دل کی آرزو ہے، لونڈی نے کہا امیر المومنین اگر میں ایسی ہی ہوں تو آپ کو کونسی چیز مانع ہے اس نے جواب دیا خدا کی قسم مجھے تجھ سے اخطل کا یہ شعر روک رہا ہے ؎

"وہ ایسے لوگ ہیں جب جنگ کرتے ہیں تو اپنے تہہ بند کس لیتے ہیں
اور عورتوں کے قریب نہیں جاتے خواہ وہ طُہر کی حالت میں رات گزار رہی ہوں۔"

کیا میں عیش کروں اور ابن اشعث، ابو محمد سے برسر پیکار ہو اور اس جنگ میں عرب کے لیڈر ہلاک ہو چکے ہوں خدا کی قسم ایسا نہیں ہو سکتا پھر اس نے لونڈی کی حفاظت کرنے کا حکم دے دیا اور جب ابن اشعث قتل ہو گیا تو وہ پہلی لونڈی تھی جس سے اس نے خلوت کی۔

نصر کا ابن ہبیرہ کو مدد کے لیے خط لکھنا

جب نصر بن سیار، مروان کی مدد سے مایوس ہو گیا تو اس نے مروان کے عراقی عامل یزید بن عمر بن ہبیرہ فزاری کو مدد کے لیے لکھا اور اپنے دشمن کے خلاف اس سے مدد مانگی اور اپنے خط میں یہ اشعار بھی لکھے ؎

"یزید کو یہ پیغام پہنچا دے کہ بہترین قول وہ ہے جو سچا ہو اور مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ جھوٹ بولنے میں کوئی بھلائی نہیں، میں نے ارضِ خراسان میں انڈے دیکھے ہیں اگر ان سے بچے نکلے تو تجھے عجیب طرح بات سنائی جائے دو سال کے بچے اگرچہ بڑے ہو گئے ہیں مگر وہ دُور سے نہیں آسکتے انہیں بھٹ تیتر کا لباس پہنایا گیا ہے، اگر وہ آجائیں اور ان کے لیے وہاں کوئی تدبیر نہ ہو تو وہ جنگ کی آگ کو بھڑکا دیں گے۔"

مگر یزید بن عمر نے اُسے خط کا کوئی جواب نہ دیا اور عراق کے فتنوں کو دُور کرنے میں مصروف رہا۔

حجازی طالب حق کے داعی

خوارج یمن، مکہ اور مدینہ میں داخل ہو گئے اور ان کے لیڈر ابو حمزہ مختار بن عوف ازدی اور بلج بن عقبہ ازدی تھے یہ دونوں عبداللہ بن یحییٰ الکندی کے داعی تھے جس نے اپنا نام طالب حق رکھا ہوا تھا اور اُسے امیر المومنین کہہ کر خطاب کیا جاتا تھا وہ رؤسائے خوارج میں سے تھا اور اباضی مذہب کا پیروکار تھا۔ یہ واقعہ ۱۲۹ھ کا ہے۔

مروان کا، خوارج سے جنگ کے لیے تیاری کرنا

۱۳۰ھ میں مروان بن محمد نے عبدالملک بن محمد بن عطیہ سوری کے ساتھ ایک فوج تیار کی اور اس نے وادی القریٰ میں خوارج کے ساتھ جنگ کی اور بلج کو قتل کر دیا۔ ابو حمزہ بقیہ فوج کے ساتھ مکہ کی طرف بھاگ گیا تو عبدالملک نے اُسے آلیا اور ان کے درمیان جنگ ہوئی جس میں ابو حمزہ اور اس کے اکثر خارجی ساتھی قتل ہو گئے، عبدالملک مروان کی فوج کے ساتھ جو شامیوں پر مشتمل تھی، یمن کی طرف چل پڑا، صنعاء سے عبداللہ بن یحییٰ الکندی مقابلہ کے لیے نکلا، طائف کی ایک جانب ارض جُرش میں دونوں کے درمیان زبردست جنگ ہوئی جس میں عبداللہ بن یحییٰ اور اس کے اکثر اباضی ساتھی مارے گئے باقی ماندہ خارجی حضر موت چلے گئے، وہاں کی اکثریت اس وقت یعنی ۳۳۲ھ تک اباضیہ فرقے سے تعلق رکھتی ہے، ان کے اور عمان میں رہنے والے خوارج کے درمیان کوئی مذہبی فرق نہیں پایا جاتا۔ عبدالملک مروانی فوج کے ساتھ ۱۳۰ھ میں صنعاء آیا اور سلیمان بن عبدالملک نے مروان کے خوف کی وجہ سے

جزیرہ کے خوارج کے ساتھ رابطہ پیدا کر لیا تھا، عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر بلاد اصطخر اور ایران وغیرہ پر چھا گیا یہاں تک کہ وہ وہاں سے خراسان کی طرف چلا گیا اور ابومسلم نے اُسے گرفتار کر لیا، ہم اپنی کتاب "المقالات فی اصول الدیانات" میں شیعہ فرقے اور ان کے مذاہب کے عنوان کے ذیل میں ان لوگوں کا ذکر کر چکے ہیں جو اس کی امامت کے قائل اور اس کی دعوت کے مطیع ہیں۔

نصر بن سیار کی وفات

ابومسلم کی پوزیشن مضبوط ہو گئی اور وہ خراسان کے اکثر حصے پر غالب آ گیا اور مدد نہ پہنچنے کی وجہ سے نصر بن سیار کی پوزیشن کمزور ہو گئی تو وہ خراسان سے نکل کر رُے میں آ گیا پھر وہاں سے ساوہ چلا گیا جو ہمذان اور رُے کے درمیان واقع ہے اور وہیں غم کے باعث مر گیا۔

نصر بن سیار نے — جب وہ رُے اور خراسان کے درمیان چلا گیا تھا — مروان کو ایک خط لکھا جس میں خراسان سے اپنے خروج کا ذکر کیا اور یہ بھی لکھا کہ جس بات نے اُسے بے قرار کیا ہے وہ عنقریب بڑھ کر پورے ملک کو اپنی لپیٹ میں لے لے گی اور اس میں یہ اشعار بھی لکھے ؎

"ہم اپنی جس بات کو چھپاتے ہیں اس کی مثال اُس بیل کی سی ہے جو ذبح کرنے والے کے قریب ہو یا اس عورت کی طرح ہے جس کے اہل اُسے دوشیزہ اور کنواری خیال کرتے ہوں اور وہ نویں مہینے میں ہو، ہم اُسے رفو کرتے ہیں حالانکہ اس کا شگاف، پیوند لگانے والے سے بڑھ گیا ہے، اور اس کی حالت اس کپڑے کی طرح ہو گئی ہے کہ جب اس میں بوسیدگی در آئے تو وہ بڑے صاحب تدبیر کاریگر کو بھی درماندہ کر دیتی ہے۔"

امام ابراہیم کو گرفتار کرنے کے لیے مروان کی چال

ابھی مروان نے یہ خط پورا نہیں پڑھا تھا کہ اس کے ساتھیوں نے اس کے سامنے ایک ایلچی کو پیش کیا جو خراسان سے ابومسلم کی طرف سے امام ابراہیم کی طرف بھیجا گیا تھا تاکہ وہ اُسے اُس کے حالات اور حکومت کے متعلق آگاہ کرے۔ جب مروان نے ابومسلم کے خط کو دیکھا تو ایلچی سے کہا خوف نہ کر، تمہارے آقا نے تمہیں کتنا مال دیا ہے اس نے بتایا کہ اتنا مال دیا ہے، اس نے کہا یہ دس ہزار درہم

تمہارے لیے ہیں اور یہ معمولی ادائیگی ہے اس خط کو ابراہیم کے پاس لے جا اور جو بات ہوئی ہے اُس کے متعلق اُسے کچھ نہ بتانا اور اس کا جواب لاکر مجھے دے دینا، ایلچی نے ایسے ہی کیا پس مروان نے ابراہیم کے اس خط کو جو اس نے ابو مسلم کو لکھا تھا غور سے دیکھا جس میں وہ اُسے جدوجہد اور دشمن کے خلاف تدبیر کرنے اور دیگر احکامات دیتا ہے مروان نے ایلچی کو قید کر لیا اور ولید بن معاویہ بن عبدالملک کو جو دمشق کا حکمران تھا لکھا کہ وہ بلقاء کے عامل کو حکم دے کہ وہ کرار اور الحمیعہ نامی بستی میں جاکر ابراہیم بن محمد کو گرفتار کرے اور اُسے بہت سے سواروں کے ساتھ اس کی طرف بھجوا دے ولید نے بلقاء کے عامل کو خط لکھا اور اس نے ابراہیم کو بستی کی مسجد میں اس حال میں پکڑ لیا کہ وہ چادر لپیٹ کر لیٹے ہوئے تھے اور ولید کی طرف بھجوا دیا، ولید نے اُسے مروان کی طرف بھجوا دیا اس نے اُسے دو ماہ کے لیے قید خانے میں بند کر دیا، جب ابراہیم مروان کے سامنے کھڑے ہوئے تو ان کے درمیان طویل گفتگو ہوئیں ابراہیم نے اُسے ڈانٹا اور مروان نے ابو مسلم کے معاملے میں جو کچھ کہا اس کا انکار کیا تو مروان نے اُسے کہا اے منافق کیا تم نے ابو مسلم کے خط کے جواب میں یہ خط نہیں لکھا اور اس نے ایلچی کو بھی سامنے کیا اور کہا کیا تو اُسے جانتا ہے جب ابراہیم نے یہ کیفیت دیکھی تو خاموش ہو گئے اور سمجھ لیا کہ یہ اس کی امن گاہ سے آیا ہے۔

ابراہیم اور اس کے ساتھ ایک جماعت کا قتل

ابو مسلم کی طاقت بڑھ گئی قید خانے میں ابراہیم کے ساتھ بنی ہاشم اور بنو اُمیہ کی ایک جماعت بھی تھی، بنی اُمیہ میں سے عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز بن مروان اور عباس بن ولید بن عبدالملک بن مروان تھے، مروان کو اپنے متعلق ان دونوں سے خدشہ تھا اور ان کے خروج کا بھی خوف تھا، بنی ہاشم میں سے عیسٰی بن علی، عبداللہ بن علی اور عیسٰے بن موسٰے تھے ——— ابو عبیدہ ثعلبی کے متعلق بھی کہا گیا ہے کہ وہ قید خانے میں ان کے ساتھ تھا ——— اس نے قید خانے میں ان پر حملہ کر دیا اور حران کی ایک جماعت جو مروان کے عجمی غلاموں وغیرہ پر مشتمل تھی اس کوٹھڑی میں داخل ہو گئی جس میں ابراہیم، عباس اور عبداللہ موجود تھے تھوڑی دیر اندر رہنے کے بعد انہوں نے باہر نکل کر کوٹھڑی کا دروازہ بند کر دیا جب ہم صبح کو وہاں گئے تو

ہم نے انہیں مُردہ پایا ان کے ساتھ ان کے خادموں میں سے دو چھوٹے بچے بھی تھے جو نیم مُردہ ہو چکے تھے جب انہوں نے ہمیں دیکھا تو وہ ہم سے مانوس ہو گئے ہم نے ان سے واقعہ کے متعلق پوچھا تو وہ دونوں کہنے لگے کہ عباس اور عبداللہ کے مونہوں پر تکیے رکھ کر وہ اُوپر بیٹھ گئے تھے۔ یہ کچھ دیر تڑپے اور ٹھنڈے ہو گئے اور ابراہیم کے سر کو انہوں نے ایک چمڑے کے برتن میں ڈال دیا جس میں پسا ہوا چونا تھا وہ بھی ایک ساعت تڑپ کر ٹھنڈے ہو گئے۔

ابراہیم کے اس خط کو جو انہوں نے ابو مسلم کی طرف لکھا تھا، مروان نے پڑھا اس میں طویل خطاب کے بعد یہ رجزیہ اشعار بھی تھے ؎

"اس بات سے بچ جس کی علامتیں ظاہر ہو چکی ہیں، راستہ بڑا واضح ہے صرف تلوار کا سونتنا باقی رہ گیا ہے۔"

ابراہیم کے قتل کی وجوہ ہمارے بیان کے علاوہ اور بھی بیان کی گئی ہیں ہم نے ان سب کو الاوسط میں بیان کیا ہے اور اسی طرح قحطبہ اور ابن ہبیرہ سے جو کچھ فرات پر ہوا اس کا بھی ذکر کیا ہے قحطبہ، فرات میں غرق ہو گیا تھا اور اس کا بیٹا حسن بن قحطبہ کوفہ میں داخل ہو گیا تھا۔

عبداللہ بن علی اور مروان کے درمیان الزاب کی جنگ

مروان چلتا چلتا الزاب الصغیر پہنچا اور وہاں پر پُل تیار کیا، عبداللہ بن علی بھی خراسانیوں کی فوج اور ان کے سالاروں کے ساتھ مروان کے پاس آیا یہ ۲ جمادی الآخرۃ ۱۳۲ھ کا واقعہ ہے پس مروان اور علی بن عبداللہ کی مڈ بھیڑ ہوئی، مروان نے اپنے سواروں کے ایک ایک ہزار اور دو دو ہزار کے دستے بنائے لیکن مروان اس معرکہ میں شکست کھا گیا اور اس کے بہت سے ساتھی قتل اور غرق ہو گئے، اس روز دوسرے لوگوں کے علاوہ بنی اُمیہ کے تین سو آدمی غرق ہو گئے، الزاب میں اس روز بنی اُمیہ کے جو آدمی غرق ہوئے ان میں ابراہیم بن ولید بن عبدالملک المملوع بھی تھا جو یزید الناقص کا بھائی تھا، ایک دوسری روایت میں ہے کہ مروان نے اس سے قبل ابراہیم بن ولید کو قتل اور صلیب دیا تھا الزاب میں مروان کو اا

جمادی الآخرۃ ۱۳۲ھ ہفتہ کے روز شکست ہوئی۔

اہل حران اور مروان

مروان شکست کھانے کے بعد موصل پہنچا تو وہاں کے لوگوں نے اُسے داخل ہونے سے روک دیا جب انہوں نے دیکھا کہ حکومت اس کے ہاتھ سے جا رہی ہے تو انہوں نے سیاہ رنگ کو اپنا لیا، وہ اپنے گھر حران میں آ گیا وہیں اس کا قیام تھا —— اہل حران کا خدا ستیاناس کرے جب ان کو جمعہ کے روز حضرت علی پر لعنت کرنے سے روکا گیا تو انہوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ ابو تراب پر لعنت کیے بغیر نماز نہیں ہوتی اور وہ ایک سال تک لعنت کرتے رہے یہاں تک کہ مشرق کا معاملہ پیش آیا مسودہ کا ظہور ہوا اور مروان لوگوں کے انحراف کی وجہ سے اپنے اہل اور دیگر بنی اُمیہ کے ساتھ حران سے نکلا اور فرات کو عبور کر گیا، عبداللہ بن علی نے حران کے دروازے پر اُتر کر مروان کا محل گرا دیا اس نے اس پر دس کروڑ درہم خرچ کیے تھے اور مروان کے خزائن اور اموال کو سمیٹ لیا۔
مروان اپنے خواص اور عیال کے ساتھ چلتا چلتا بلاد فلسطین وُاردن میں نہر ابی فطرس پر اُترا اور عبداللہ بن علی وہاں سے روانہ ہو کر دمشق میں آ گیا اور اس کا محاصرہ کر لیا، اس وقت ولید بن معاویہ بن عبدالملک پچاس جانبازوں کے ساتھ وہاں موجود تھا ان کے درمیان یمن کی نزار اور نزار کی یمن پر فضیلت کے بارے میں دھڑے بندی چل رہی تھی جس کے نتیجہ میں ولید بن معاویہ قتل ہو گیا، کہتے ہیں کہ اُسے عبداللہ بن علی کے ساتھیوں نے قتل کیا تھا، عبداللہ بن علی، یزید بن معاویہ بن عبدالملک بن مروان اور عبدالجبار بن یزید بن عبدالملک کے پاس آئے اور انہیں ابوالعباس سفاح کے پاس پہنچا دیا اس نے دونوں کو قتل کر کے حیرہ میں صلیب دے دیا، عبداللہ بن علی نے دمشق میں بے شمار لوگوں کو قتل کیا اور مصر میں مروان کو جا لیا، عبداللہ بن علی نے نہر ابی فطرس پر پڑاؤ کیا اور وہاں پر ۸۰ سے زائد بنی اُمیہ کے آدمیوں کو قتل کر دیا یہ ۱۵ ذوالقعدہ ۱۳۲ھ بدھ کے روز کا واقعہ ہے بلقاء میں سلیمان بن یزید بن عبدالملک قتل ہو گیا اور اس کا سر عبداللہ بن علی کو پہنچایا گیا، صالح بن علی، ابو عون عبدالملک بن یزید اور عامر بن اسماعیل مذحجی کے ساتھ مروان کی تلاش میں نکلا اور انہوں نے اُسے مصر میں جا لیا اور وہ وہاں پر بوصیر میں فروکش تھا، انہوں نے اس پر شب خون مارا اس کی

فوج پر حملہ کر دیا، ڈھول بجائے اور نعرہ ہائے تکبیر بلند کیے اور آواز دی کہ ابراہیم کے بدلہ کے لیے تیار ہو جاؤ، مروان کی فوج کے آدمیوں نے خیال کیا کہ دیگر مستودہ نے ان کا گھیراؤ کر لیا ہے پس مروان قتل ہو گیا لیکن اس معرکہ میں اس کے قتل کی کیفیت کے بارے میں اختلاف کیا گیا ہے، اس کا قتل ۲۷ ذوالحجہ ۱۳۲ھ کو اتوار کی شب کو ہوا۔

جب عامر بن اسماعیل نے مروان کو قتل کیا تو اس نے اس گرجا میں جانے کا ارادہ کیا جہاں اس کی بیویاں اور بیٹیاں موجود تھیں کیا دیکھتا ہے کہ مروان کا ایک خادم تلوار سونتے ان کے پاس جانے کی کوشش کر رہا ہے انہوں نے خادم کو پکڑ کر اس سے پوچھا کیا بات ہے تو اس نے جواب دیا کہ مجھے مروان نے حکم دیا ہے کہ جب وہ قتل ہو جائے تو میں اس کی بیویوں اور بیٹیوں کی گردنیں اڑا دوں پس تم مجھے قتل نہ کرو خدا کی قسم اگر تم نے مجھے قتل کر دیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث جاتی رہے گی، انہوں نے اُسے کہا جو کچھ تو کہہ رہا ہے اس پر غور کر، اس نے جواب دیا اگر میں جھوٹ بولوں تو تم مجھے قتل کر دینا، میرے پیچھے پیچھے آؤ، وہ اس کے پیچھے پیچھے گئے، وہ انہیں بستی سے نکال کر ایک ریتلی جگہ پر لے گیا اور کہنے لگا یہاں سے ریت ہٹاؤ۔ انہوں نے ریت ہٹائی تو کیا دیکھتے ہیں مروان نے (خلافت کا شعار) وہاں پر چادر، چھڑی اور ٹیک لگانے والی سوٹی دفن کی ہوئی ہے تاکہ وہ بنی ہاشم کے پاس نہ چلی جائیں عامر بن اسماعیل نے انہیں عبداللہ بن علی کے پاس بھجوا دیا، عبداللہ نے انہیں ابوالعباس سفاح کے پاس بھجوا دیا اور یہ چیزیں یکے بعد دیگرے خلفائے بنی عباس مقتدر کے زمانے تک حاصل کرتے رہے، کہتے ہیں کہ قتل کے روز اس پر یہ چادر موجود تھی لیکن مجھے معلوم نہیں کہ کیا یہ سب چیزیں متقی للہ کے پاس اس وقت (یعنی ۳۳۲ھ میں رقہ میں فروکش ہونے تک موجود ہیں یا ضائع ہو چکی ہیں۔

دختران مروان، صالح بن علی کے حضور

پھر عامر نے مروان کی بیٹیوں، لونڈیوں اور قیدیوں کو صالح بن علی کے پاس بھجوا دیا جب وہ اس کے پاس پہنچیں تو مروان کی بڑی بیٹی نے گفتگو کی اور کہا، امیر المومنین چچا اللہ تعالیٰ آپ کی حکومت کی حفاظت فرمائے جس کی حفاظت آپ کو بھی محبوب ہے اور تمام امور میں آپ کو اپنی خاص نعمتوں سے بہرہ ور کرے اور دنیا اور آخرت میں

آپ کو عافیت بخشے ۔ ہم آپ کی اور آپ کے بھائی اور عم زاد کی بیٹیاں ہیں ، آپ سے ہم نے جو ظلم و زیادتی کی ہے آپ ہمیں معاف فرمادیں ، اس نے جواب دیا ہم تم میں سے کسی مرد اور عورت کو باقی نہیں چھوڑیں گے ، کیا تیرے باپ نے میرے بھتیجے امام ابراہیم بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس کو کل حران میں اپنے قید خانے میں قتل نہیں کیا ؟ کیا ہشام بن عبدالملک نے زید بن علی بن حسین بن علی کو قتل نہیں کیا اور اُسے کوفہ کے کوڑا کرکٹ کی جگہ پر صلیب نہیں دیا اور اس نے زید کی بیوی کو حیرہ میں یوسف بن عمر ثقفی کے سامنے قتل نہیں کیا ؟ کیا ولید بن یزید نے یحییٰ بن زید کو قتل نہیں کیا اور اُسے خراسان میں صلیب نہیں دیا ؟ کیا یزید بن معاویہ نے حسین بن علی کو ، عمرو بن سعد کے ہاتھوں اس کے اہلبیت کے سامنے قتل نہیں کیا ؟ کیا اس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خاندان کی مستورات کو قیدی بنا کر نہیں نکالا یہاں تک کہ وہ انہیں یزید بن معاویہ کے پاس لے گیا اور ان کے پہنچنے سے قبل اس نے حضرت حسینؓ کے سر کو نیزے پر چڑھا کر شام کے اضلاع اور شہروں میں گھماتے ہوئے یزید کے پاس بھیجا یہاں تک کہ وہ اسے دمشق میں اس کے پاس لے گئے گویا اس کے پاس کسی مشرک کا سر بھیجا گیا ہے ۔ پھر اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کی مستورات کو قیدیوں کی طرح کھڑا کیا جنہیں شام کی جفا کار اور کمینی فوج نے طمانچے مارے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق کا استخفاف کرتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ پر جرأت کرتے ہوئے اور اس کی نعمتوں کی ناشکری کرتے ہوئے یزید سے مطالبہ کیا کہ وہ خاندانِ نبوت کی مستورات کو ہمیں بخش دے پس تم نے ہم اہلبیت میں سے کس کو چھوڑا ہے ؟ کاش تم ہم سے انصاف کرتے ، مروان کی لڑکی نے کہا امیر المومنین چچا پھر بھی آپ کا عفو ہم پر حاوی ہو گا ، اس نے کہا اچھا تمہیں معاف کیا ۔ پھر کہنے لگا اگر تو پسند کرے تو میں تمہاری شادی فضل بن صالح بن علی سے اور تیری بہن کی شادی عبداللہ بن صالح سے کر دوں ، اس نے کہا امیر المومنین چچا کیا یہ شادی کا وقت ہے ؟ بلکہ آپ ہمیں حران پہنچا دیں ، اس نے کہا انشاء اللہ میں یہ کام کر دوں گا اور اس نے انہیں حران پہنچا دیا ، جب وہ حران میں داخل ہوئیں تو انہوں نے مروان پر گریہ زاری کرتے ہوئے آوازیں بلند کیں اور اپنے گریبان چاک کر دیے اور چیخ و پکار کی ، یہاں تک کہ مروان پر ان کے رونے سے فوج

کانپ گئی۔

ابوالعباس سفاح کی بیعت تک مروان کی حکومت ۵ سال ۲ ماہ ۱۰ دن رہی، جیسا کہ ہم قبل ازیں اس کتاب میں ذکر کر چکے ہیں کہ اس کی مدت حکومت میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ابوالعباس سفاح کی بیعت سے بوصیر میں اس کے قتل ہونے تک آٹھ ماہ بنتے ہیں اور قتل ہونے تک اس کی مدت حکومت ۵ سال ۱۰ ماہ بنتی ہے اور اس سے قبل ہم اس کی عمر کے اختلاف اور دیگر واقعات کو بیان کر چکے ہیں اس کے مفصل واقعات کو ہم نے اپنی پہلی کتب میں بیان کیا ہے۔

عبدالحمید بن یحییٰ کاتب

اس کا کاتب عبدالحمید بن یحییٰ بن سعد کئی رسائل و کتب کا مصنف تھا وہ پہلا شخص ہے جس نے رسائل کو طول دیا اور کتابوں کی فصلوں میں تحمیدات استعمال کیں اور لوگوں نے انہیں بعد میں استعمال کرنا شروع کیا۔

کہتے ہیں کہ جب مروان کو اپنی حکومت کے زوال کا یقین ہو گیا تو اس نے اپنے کاتب عبدالحمید سے کہا مجھے پتہ چل گیا ہے کہ تو میرے دشمن کے ساتھ مل جائے گا اور مجھ سے خیانت کرے گا کیونکہ تیرے ادب و کتابت کی پسندیدگی اور اس کی ضرورت انہیں تیرے بارے میں حسن ظن کی دعوت دی گئی اگر تجھ سے ہو سکے تو میری زندگی میں مجھے فائدہ دینا ورنہ میری وفات کے بعد تو میری بیویوں کی حتی المقدور حفاظت کرنا عبدالحمید نے اسے جواب دیا کہ آپ نے جو بات مجھے بتائی ہے وہ آپ کے لیے دونوں باتوں سے زیادہ سود مند ہے اور میرے لیے دونوں باتوں سے بڑی ہے، میرے پاس صبر کے سوا کچھ نہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ فتح دے یا میں آپ کے ساتھ قتل ہو جاؤں اور کہنے لگا ؎

"میں وفا کو چھپاتا ہوں پھر خیانت کو ظاہر کرتا ہوں پس میرے لیے کیا عذر ہو سکتا ہے جس کے ظاہر کا سب لوگوں کو پتہ ہے۔"

ہم ابوالورد کے حالات، اس کے قتل اور لبشر بن عبداللہ واحدی کے حالات اور قتل کو اپنی کتاب الاوسط میں بیان کر چکے ہیں اس لیے ان کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

مروان کا رومی علاقے کی طرف فرار اور اسماعیل قشیری کا اس کو روکنا

اسماعیل بن عبداللہ قشیری بیان کرتا ہے کہ مروان نے مجھے بلایا جب کہ وہ شکست کھا کر حران میں آگیا کہنے لگا اے ابو ہاشم (اس سے قبل وہ مجھے کنیت سے نہیں بلایا کرتا تھا) جو صورت حال درپیش ہے اس کے متعلق تجھے یقین ہو چکا ہے دولہا بننے کے بعد عطر کو چھپانے کے لیے کوئی ضرورت نہیں ہوتی تیری کیا رائے ہے؟ میں نے کہا امیر المومنین آپ نے کیا ارادہ کیا ہے اس نے کہا میں نے ارادہ کیا ہے کہ اپنے غلاموں اور پیروکاروں کے ساتھ کوچ کر جاؤں اور درّہ پار کر کے روم کے کسی شہر میں فروکش ہو کر وہاں کے حکمران سے خط و کتابت کروں اور اس سے یقین دہانی حاصل کر لوں، عجمی بادشاہوں کی ایک جماعت نے بھی ایسا ہی کیا ہے اور بادشاہوں کے لیے یہ کوئی عار کی بات نہیں نیز میرے پاس ہمیشہ خوف زدہ، بھگوڑے اور لالچی اصحاب آتے رہیں گے اور میرے ساتھیوں کی تعداد بڑھ جائے گی میں ہمیشہ اسی حال میں رہوں گا یہاں تک کہ اللہ میرے حالات کو بدل دے گا اور مجھے میرے دشمن پر فتح دے گا، جب میں نے اس کے ارادے اور نیت اور اپنی قحطانی قوم میں اس کے کارناموں اور آزمائش کو دیکھا تو میں نے کہا امیر المومنین میں آپ کو اس رائے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیتا ہوں آپ مشرک رومیوں کو اپنی بیٹیوں اور بیویوں کے بارے میں حاکم بناتے ہیں حالانکہ ان کی وفا کا کوئی اعتبار نہیں اور نہ آپ کو یہ معلوم ہے کہ زمانہ کیا کیا مصائب لائے گا اور اگر نصرانیوں کے علاقے میں آپ سے کوئی حادثہ ہو گیا ــــــ اور آپ سے اچھا حادثہ ہی ہو گا ــــــ تو آپ کے بعد باقی رہنے والے لوگ ضائع ہو جائیں گے لیکن آپ فرات کو پار کر جائیں پھر شامیوں سے ایک ایک دستہ کر کے فوج جمع کریں آپ حفاظت میں رہیں گے ہر فوج پر آپ کے احسانات ہیں وہ آپ کے ساتھ چل پڑیں گے یہاں تک کہ آپ مصر پہنچ جائیں کیونکہ اس زمین میں مال، افراد اور سوار بکثرت پائے جاتے ہیں پھر شام آپ کے سامنے اور افریقہ آپ کے پیچھے ہو گا، اگر آپ کو فتح ملے تو واپس شام چلے جانا، بصورت دیگر افریقہ چلے جانا؟ اس نے کہا تو نے درست کہا ہے میں اللہ تعالیٰ سے استخارہ کروں گا، پھر وہ فرات پار کر گیا اور بخدا اس کے ساتھ صرف قیس کے

دو آدمیوں ابن حمزہ اسلمی نے جو اس کا رضاعی بھائی تھا اور کوثر بن اسود الغنوی نے فرات کو پار کیا مروان کو نزاریوں کی حمایت نے کچھ فائدہ نہ دیا بلکہ انہوں نے اس سے خیانت کی اور اُسے بے یار و مددگار چھوڑ دیا جب وہ بلاد قنسرین اور خناصرہ سے گذرا تو قنسرین بن تقیم تنوخیوں نے اس کی فوج کے پچھلے حصے پر حملہ کر دیا اہل حمص بھی اس پر ٹوٹ پڑے تو وہ دمشق کی طرف چلا گیا وہاں حارث بن عبدالرحمان حرشی نے اس پر حملہ کر دیا پھر وہ اُردن آیا تو ہاشم بن عمرو القیسی اور مذحجیوں نے اس پر اکٹھے ہو کر حملہ کر دیا پھر وہ فلسطین سے گزرا تو یہ دیکھ کر حکومت اس کے ہاتھ سے جا رہی ہے حکم بن ضنحان بن روح بن زنباع نے اس پر حملہ کر دیا، تب مروان کو پتہ چل گیا کہ اسماعیل بن عبداللہ قشیری نے اُسے مشورہ دینے میں فریب کیا ہے اور اس کی خیر خواہی نہیں کی نیز اس نے بھی اس سے مشورہ لینے میں کوتاہی کی ہے کیونکہ اس نے قحطان کے ایک کینہ توز اور نزار کے متعصب مخالف سے مشورہ کیا ہے اور صحیح رائے وہی تھی جس کا اس نے ارادہ کیا تھا کہ درّے کو عبور کر کے اور روم کے کسی قلعے میں فروکش ہو کر وہاں کے بادشاہ سے خط وکتابت کرے یہاں تک کہ وہ حکومت سے شاد کام ہو جائے۔

المدائنی اور العتبی وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ جب مروان الزاب میں فروکش ہوا تو اس نے اپنے آدمیوں سے اور اپنی فوج میں سے اہل جزیرہ اور اہل شام کے ایک سو چیدہ شہسوار گھوڑوں پر بھجوائے، جب جنگ کے روز عبداللہ بن علی مسودہ کے ساتھ آیا تو ان کے آگے آگے سیاہ جھنڈے تھے جنہیں بختی اونٹوں کے سوار اٹھائے ہوئے تھے اور ان کے پالان بید اور غرب کی لکڑی کے بنے ہوئے تھے، مروان نے ایک آدمی سے جو اس کے قریب ہی تھا کہا، کیا تم ان کے نیزوں کو نہیں دیکھتے جو موٹائی میں کھجور کے درخت کی طرح ہیں؟ اور کیا تم ان کے جھنڈوں کو ان اونٹوں پر نہیں دیکھتے جو سیاہ بادلوں کے ٹکڑوں کی طرح ہیں، دوران گفتگو درمیان میں سے ایک کالا سیاہ ٹکڑا اڑا اور عبداللہ بن علی کے پہلے جھنڈوں پر اکٹھا ہو گیا اور اس کی سیاہی ان سیاہ جھنڈوں کی سیاہی کے ساتھ مل گئی۔ مروان یہ منظر دیکھ رہا تھا اس نے اس سے بدشگونی لے کر کہا، کیا تم دیکھتے نہیں کہ سیاہی، سیاہی کے ساتھ مل گئی ہے اور سیاہ ٹکڑے سیاہ بادلوں کی طرح ہو گئے ہیں پھر اس نے اپنے جنگجو اصحاب پر نظر ڈالی تو دیکھا کہ

خوف اور گھبراہٹ اور بزدلی سے ان کے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے وہ کہنے لگا یہ تیاری ہے جب مدت ختم ہو جائے تو تیاری کوئی فائدہ نہیں دیتی۔

اور ہمارے بیان کردہ واقعات کے علاوہ الزاب میں مروان کے اور واقعات بھی ہیں جن کا ذکر ہم نے اخبار الزمان اور الاوسط میں کیا ہے۔ ان کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ واللہ ولی التوفیق۔

ابوالعباس عبداللہ بن محمدؐ السفاح کی خلافت کا بیان

مختصر حالات ابو العباس سفاح ـــــ عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب ـــــ کی بیعت ۱۳ ربیع الاول ۱۳۲ھ کو جمعہ کی شب کو ہوئی، بعض کہتے ہیں کہ اس کی بیعت ۱۱ ربیع الاول ۱۳۲ھ کو بدھ کے روز ہوئی، اور بعض کہتے ہیں کہ ۱۵ جمادی الآخرہ ۱۳۲ھ کو ہوئی، اس کی ماں ریطہ بنت عبیداللہ بن عبدالمدان حارثیہ تھی، یہ جمعہ کے روز سوار ہو کر جامع مسجد میں گیا اور منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ دیا، جب کہ بنو اُمیہ بیٹھ کر خطبہ دیا کرتے تھے تو لوگوں نے چیخ کر کہا اے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عم زاد تو نے سنت کو زندہ کیا ہے اس کی خلافت ۴ سال ۹ ماہ ۲۰ دن رہی اور اپنے تعمیر کردہ شہر انبار میں فوت ہوا یہ ۱۲ ذوالحجہ ۱۳۶ھ کا واقعہ ہے اس کی عمر ۳۳ سال تھی، بعض کہتے ہیں کہ وہ ۲۹ سال کا تھا اس کی ماں عبدالملک بن مروان کی بیوی تھی عبدالملک سے اس کے ہاں ایک بیٹا بھی ہوا جس کا نام حجاج تھا

اس کے حالات و واقعات اور دور کی مختصر جھلک

امام ابراہیم کی اس کے لیے وصیت جب امام ابراہیم کو حران میں قید کر دیا گیا اور اُسے معلوم ہو گیا کہ

اب مروان سے نجات پانے کی کوئی سبیل نہیں رہی تو اس نے اپنے بھائی ابو العباس عبداللہ بن محمد کے لیے وصیت لکھوائی اور اُسے حکومت قائم کرنے اور جدوجہد کرنے کی وصیت کی اور یہ کہ وہ آپ کے بعد حمیمہ میں نہ ٹھہرے بلکہ کوفہ چلا جائے کیونکہ حکومت اُسے لامحالہ ملنے والی ہے اور یہ کہ ان کے پاس لوگوں نے اس کے متعلق روایت بیان کی ہے اور اُسے خراسان میں داعیوں اور نقیبوں کے متعلق بھی بتایا اور اس بارے اس کے لیے ایک دستاویز لکھی جس میں اُسے وصیت کی کہ وہ اس پر عمل کرے اور اس سے تجاوز نہ کرے، یہ وصیت تمام باتوں سمیت اپنے غلام سابق خوارزمی کو دے دی اور اسے حکم دیا کہ اگر دن یا رات کو مروان کی جانب سے ان کے ساتھ کوئی واقعہ ہو جائے تو وہ جلدی سے حمیمہ چلا جائے اور ان کی وصیت کو ان کے بھائی ابو العباس کے سپرد کر دے، جب ابراہیم فوت ہو گئے تو سابق نے جلدی سے حمیمہ جا کر وصیت ابوالعباس کے سپرد کر دی اور اُسے ابراہیم کی موت کی خبر بھی دے دی، ابو العباس نے اُسے وصیت کو پوشیدہ رکھنے اور موت کی خبر دینے کا حکم دیا۔ پھر ابوالعباس نے اپنے اہلبیت کو اپنے متعلق آگاہ کیا اور اپنے بھائی ابو جعفر عبداللہ بن محمد اور اپنے بھتیجے عیسیٰ بن موسےٰ بن محمد اور اپنے چچا عبداللہ بن علی کو اپنی مدد کے متعلق کہا اور ابوالعباس نہایت سرعت کے ساتھ کوفہ گیا، یہ لوگ اس کے ان اہلبیت کے ساتھ تھے جو چلے گئے تھے کوفہ کو جاتے ہوئے راستے میں عربوں کے ایک چشمہ پر انہیں ایک بدو عورت ملی۔
ابو العباس اور اس کا بھائی ابو جعفر اور اس کا چچا عبداللہ بن علی اپنے ساتھیوں کے ساتھ پانی پر پہلے پہنچ گئے تو بدو عورت نے کہا خدا کی قسم میں نے ان جیسے چہرے کبھی نہیں دیکھے ان میں سے ایک خلیفہ ہو گا پھر دوسرا خلیفہ ہو گا اور ایک باغی ہو گا۔
ابو جعفر منصور نے اس عورت سے کہا اے خدا کی بندی تو نے یہ بات کیسے کہی ہے؟ تو اس نے سفاح کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا خدا کی قسم یہ خلافت کو حاصل کرے گا اور تو اس کا خلیفہ بنے گا اور عبداللہ بن علی کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ تیرے خلاف بغاوت کرے گا جب یہ لوگ دومۃ الجندل پہنچے تو انہیں داؤد بن علی اور موسےٰ بن داؤد عراق سے حمیمہ کی طرف (جو سرفروش خارجیوں کا علاقہ ہے) واپس آتے ہوئے ملے، داؤد نے اس سے اس سفر کے متعلق پوچھا تو اس نے اُسے بتایا کہ یہ سفر کس

وجہ سے کیا جا رہا ہے اور خراسانی ابومسلم کے ساتھ مل کر جو تحریک چلا رہے تھے اس کے متعلق بھی اُسے بتایا اور یہ کہ وہ کوفہ جانا چاہتا ہے، داؤد نے اُسے کہا اے ابوالعباس تو کوفہ جا رہا ہے اور مروان جو اہل شام اور اہل جزیرہ میں بنی اُمیہ کا شیخ اور لیڈر ہے وہ اہل عراق کو دیکھ رہا ہے اور ابن ہبیرہ تمام عراقی عربوں کا شیخ ہے، ابوالعباس نے کہا اے چچا جو زندگی کا خواہاں ہوتا ہے وہ ذلیل ہوتا ہے اور اعشیٰ کے شعر کو بطور مثال پڑھا کہ ؎

"جب نفس کو اس کی مصیبتیں ہلاک کر دیں اور میں عاجز و درماندہ ہو کر
نہ مروں تو یہ موت عار کا باعث نہیں۔"

تو داؤد نے اپنے بیٹے موسےٰ کی طرف متوجہ ہو کر کہا اے بیٹے تیرے عم زاد نے درست بات کہی ہے ہمارے ساتھ ہی اس کے پاس لوٹ آؤ ہم با عزت طور پر زندہ رہیں گے یا با عزت طور پر مر جائیں گے تو ان دونوں نے اپنی سواریوں کو اس کے ساتھ موڑ لیا، ابوالعباس وہاں سے روانہ ہو کر کوفہ میں داخل ہو گیا۔

ابوسلمہ حفص بن سلیمان کو جب امام ابراہیم کے قتل کی اطلاع ملی — تو اس نے دعوت عباسی سے آلِ ابی طالب کی طرف اپنے رجوع کو پوشیدہ رکھا۔

سفاح کی کوفہ میں آمد

ہم بیان کر چکے ہیں کہ ابوالعباس اپنے اہلبیت سے پوشیدہ طور پر کوفہ آیا کوفہ میں مسودہ، ابی سلمہ کے ساتھ تھے پس اس نے ان سب کو ولید بن سعد کے گھر اتارا جو یمن کے ایک قبیلے بنی اود سے تھا، ہم قبل ازیں حجاج کے حالات میں بنی اود کے فضائل و مناقب اور حضرت علیؓ اور ان کی ذریت طاہرہ سے ان کے اظہار بیزاری کا ذکر کر چکے ہیں اور میں ۳۳۲ھ تک جن ممالک میں گھوما پھرا ہوں ان میں میں نے اود کے ہر آدمی کو اندرونی طور پر ناصبی اور آل مروان کا دوست پایا ہے۔

ابوسلمہ نے ابوالعباس اور اس کے ساتھیوں کے معاملہ کو پوشیدہ رکھا اور انہیں ایک آدمی کے سپرد کر دیا، ابوالعباس صفر ۱۳۲ھ میں کوفہ آیا اور وہاں پر عباس کی اولاد کے لیے خطوط کی ڈاک چل رہی تھی جب امام ابراہیم قتل ہو گئے تو ابوسلمہ حکومت کے ٹوٹ جانے اور بگڑنے سے خوفزدہ ہو گیا اور اس نے محمد بن عبد الرحمٰن بن اسلم کو

(اسلم رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام تھا) ایک ہی خط کی دو کاپیاں دے کر ابو عبداللہ جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب اور ابو محمد عبداللہ بن حسن بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم اجمعین کی طرف بھیجا اور ان دونوں میں سے ہر ایک کو دعوت دی کہ وہ اس کے پاس آجائیں تاکہ دعوت کا رُخ اس کی طرف ہو جائے اور اہل خراسان سے اس کی بیعت لینے کی کوشش کریں اور اس نے ایلچی سے کہا کہ جلد جلد جاؤ تاکہ ہم عاد کے آنے والے کی طرح نہ ہو جائیں تو محمد بن عبدالرحمٰن مدینہ آیا اور رات کو ابو عبداللہ جعفر بن محمد سے ملا اور انہیں بتایا کہ میں ابو سلمہ کا ایلچی ہوں اور اس کا خط انہیں دیا، ابو عبداللہ نے اسے کہا مجھے ابو سلمہ سے کیا تعلق ہے وہ کسی دوسرے آدمی کا مددگار ہے اس نے کہا میں ایلچی ہوں آپ اس کے خط کو پڑھیں آپ کو اس بات کا جواب مل جائے گا، ابو عبداللہ نے چراغ منگوایا اور خط پکڑ کر چراغ پر رکھا یہاں تک کہ وہ جل گیا پھر ایلچی سے کہا جو کچھ تو نے دیکھا ہے وہ اپنے آقا کو بتا دینا پھر مثال کے طور پر کمیت بن زید کے شعر کو پڑھنے لگے۔

"اے وہ شخص جو آگ جلانے والا ہے اس کی روشنی دوسرے آدمی کو پہنچے گی اور اے وہ شخص جو اپنی مدد نہیں کرتا تجھے ایندھن بنا دیا جائے گا۔"

سفاح کو امامت کیسے ملی؟

ایلچی آپ کے ہاں سے نکل کر عبداللہ بن حسن کے پاس آیا اور انہیں خط دیا انہوں نے خط کو بوسہ دیا اور پڑھا اور خوش ہوئے اور خط پہنچنے کے دُوسرے دن، عبداللہ گدھے پر سوار ہو کر ابو عبداللہ جعفر بن محمد الصادق کے گھر آئے، جب ابو عبداللہ نے انہیں دیکھا تو ان کی آمد کو بڑی بات خیال کیا، ابو عبداللہ، عبداللہ سے زیادہ عمر کے تھے انہوں نے آپ سے کہا اے ابو محمد ایک بات ہے جس کا آپ کو پتہ نہیں انہوں نے کہا اچھا وہ بیان کرنے سے بھی بہت بڑی ہے انہوں نے پوچھا ابو محمد وہ بات کیا ہے انہوں نے جواب دیا یہ ابو سلمہ کا خط ہے اس میں وہ مجھے جس بات کی دعوت دے رہا ہے میں اُسے قبول کروں گا اس کے پاس ہمارے خراسانی شیعہ بھی آئے ہیں ابو عبداللہ نے انہیں کہا اے ابو محمد، خراسانی تمہارے شیعہ کب تھے؟ کیا تم نے ابو مسلم کو خراسان بھیجا تھا اور اُسے سیاہ لباس پہننے کا حکم دیا تھا یہ لوگ جو عراق آئے ہیں ان کی آمد کا سبب

تم ہو یا تم نے ان میں کوئی آدمی بھیجا تھا! کیا تم ان میں سے کسی کو جانتے ہو؟ عبداللہ بن حسن نے ان سے اختلاف کیا اور یہاں تک کہہ دیا کہ لوگ میرے بیٹے محمد کو چاہتے ہیں کیونکہ وہ اس اُمت کا مہدی ہے، ابو عبداللہ نے اُسے کہا خدا کی قسم وہ اس اُمت کا مہدی نہیں اور اگر اُس نے اپنی تلوار سونتی تو قتل ہو جائے گا پس عبداللہ نے ان سے اختلاف کیا اور انہیں یہاں تک کہہ دیا کہ خدا کی قسم تجھے حسد کے سوا اور کوئی بات مانع نہیں تو ابو عبداللہ نے کہا خدا کی قسم میں نے یہ بات صرف آپ کی خیر خواہی کے لیے کہی ہے، ابو سلمہ نے مجھے بھی تمہاری طرح کا خط لکھا تھا مگر اس کے ایلچی کو میرے پاس وہ چیز نہ ملی جو اُسے آپ کے ہاں سے دستیاب ہوگئی ہے، میں نے اس کے خط کو پڑھنے سے قبل نذرِ آتش کر دیا ہے تو عبداللہ جعفر کے پاس سے ناراض ہو کر واپس چلے گئے اور ابو سلمہ کا ایلچی، سفاح کی بیعت تک اس کے پاس سے واپس نہ گیا، یہ واقعہ یوں ہے کہ ایک روز ابو حمید طوسی کوفہ میں فوج کے پاس گیا اور شوق الکناسہ میں سابق خوارزمی سے ملا اس نے پوچھا سابق ہے اس نے جواب دیا ہاں سابق ہوں، اس نے اُسے امام ابراہیم کے متعلق پوچھا تو اس نے بتایا کہ مروان نے انہیں قید خانے میں قتل کر دیا ہے، ان دنوں مروان، حران میں مقیم تھا، ابو حمید نے کہا انہوں نے کس کے حق میں وصیت کی ہے اس نے جواب دیا اپنے بھائی ابو العباس کے حق میں، اس نے کہا وہ کہاں ہے اس نے جواب دیا وہ اپنے چچا زادوں کی ایک جماعت اور اپنے اہلبیت کے ساتھ کوفہ میں ہے اس نے کہا کتنے عرصے سے اس نے جواب دیا دو ماہ سے، اس نے کہا پھر ہمیں ان کے پاس لے چلو، اس نے جواب دیا کل اسی جگہ میرے اور تیرے اکٹھے ہونے کا وعدہ رہا، سابق کا ارادہ یہ تھا کہ وہ اس بارے میں ابو العباس سے اجازت لے لے، اس نے واپس جا کر ابو العباس کو خبر دی تو اس نے اُسے ملامت کی کہ تو اُسے اپنے ساتھ میرے پاس کیوں نہیں لایا، ابو حمید نے ابو سلمہ کی فوج کے خراسانی جرنیلوں کو جا کر اس بات کی اطلاع دے دی، ان جرنیلوں میں ابو جہم اور موسیٰ بن کعب بھی تھے کعب ان کا لیڈر تھا، سابق اس مقرر کردہ جگہ پر گیا اور ابو حمید سے ملا، وہ دونوں وہاں سے چل کر ابو العباس اور اس کے ساتھیوں کے پاس آ گئے اس نے پوچھا تم میں سے امام کون ہے تو داؤد بن علی نے ابو العباس کی طرف اشارہ

کیا اور کہا یہ تمہارا خلیفہ ہے وہ جھک کر اس کے ہاتھ پاؤں چومنے لگا اور اُسے سلامِ خلافت کہا ابو سلمہ کو اس بات کا پتہ نہ تھا اور بڑے بڑے عسکری سرداروں نے آکر اس کی بیعت کر لی، ابو سلمہ کو پتہ چلا تو اس نے بھی اس کی بیعت کر لی اور وہ کوفہ میں بڑے اچھے لباس میں داخل ہوئے اور انہوں نے اس کے لیے ایک میدان تیار کیا اور گھوڑے پیش کیے پھر ابو العباس اور اس کے ساتھی سوار ہو کر قصرِ امارت میں آگئے۔ یہ ۱۲ ربیع الآخر ۱۳۲ھ جمعہ کے روز کا واقعہ ہے اور قبل ازیں ہم اس کتاب میں اس اختلاف کا ذکر کر آئے ہیں کہ اس سال کے کونسے مہینے میں اس کی بیعت ہوئی تھی پھر وہ دار الامارۃ سے جامع مسجد میں گیا، خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اس کے احسانات اور عظمت اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کا ذکر کیا اور بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے ولایت و وراثت دی ہے اور لوگوں سے بھلائی کرنے کا وعدہ کیا پھر خاموش ہو گیا پھر اس کے بعد اس کے چچا داؤد بن علی نے تقریر کی وہ ابو العباس سے نچلے منبر پر تھا اس نے کہا خدا کی قسم تمہارے اور رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے درمیان حضرت علی رضؓ کے سوا کوئی خلیفہ نہیں اور یہ شخص جو میرے پیچھے ہے یہ امیر المومنین ہے اس کے بعد دونوں نیچے اُتر آئے۔

پھر ابو العباس ابو سلمہ کی فوج کی طرف گیا اور اس کے حجرے میں قیام پذیر ہوا اور کوفہ اور اس کے علاقے پر اپنے چچا داؤد بن علی کو اپنا جانشین بنایا اور اپنے چچا عبداللہ بن علی کو ابو عون عبد الملک بن یزید کی طرف بھیجا وہ دونوں مروان کے مقابلہ میں گئے اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ الزاب میں دونوں کے درمیان جنگ ہوئی اور مروان بن محمد کو شکست ہوئی۔

مروان کا قاتل - عامر بن اسماعیل

ابو العباس سفاح کو، عامر بن اسماعیل کے متعلق اطلاع ملی کہ اس نے بوصیر میں مروان کو قتل کر دیا ہے بعض کہتے ہیں کہ عامر کے عم زاد نافع بن عبد الملک نے اُسے اس رات کو جنگ میں قتل کر دیا تھا اور اُسے یہ پتہ نہیں تھا کہ یہ مروان ہے، جب عامر نے مروان کے سر کو کاٹا اور اس کی فوج کو جمع کر لیا تو وہ اس گرجا میں داخل ہوا جس میں مروان قیام پذیر تھا اس نے اس کے فرش پر بیٹھ کر کھانا کھایا، تو مروان کی بڑی بیٹی نے

جو اُم مروان کے نام سے مشہور اور ان سب سے عمر رسیدہ تھی، اس کے پاس آکر کہا۔

اے عامر! زمانے نے مروان کو اس کی بساط سے گرا دیا ہے اور تجھے اس پر بٹھا دیا ہے تو نے اس کا کھانا کھایا ہے اور اس کی حکومت پر حاوی ہو گیا ہے اور اس کی مملکت میں حکمرانی کی ہے زمانہ اس بات پر قادر ہے کہ یہ نعمت تجھ سے چھین لے۔

سفاح اور عامر بن اسماعیل

سفاح کو عامر کے فعل اور اس عورت کی گفتگو کی اطلاع ملی تو اس نے غضب ناک ہو کر اُسے لکھا تیرا بُرا ہو، کیا تجھے اللہ تعالیٰ کا کوئی ادب نہیں جو تجھے مروان کے کھانے اس کی بساط پر بیٹھنے اور اس کے تکیے سے ٹیک لگانے سے روک دے؟ خدا کی قسم اگر امیر المومنین نے یہ تاویل نہ کی ہوتی کہ تو نے بغیر اعتقاد اور خواہش کے ایسا کیا ہے تو تجھے ان کے ایسے دردناک سلوک اور غضب کا سامنا کرنا پڑتا جو تجھے روکنے والا اور دوسروں کے لیے نصیحت کا باعث ہوتا جب امیر المومنین کا خط تجھے ملے تو خدا کے حضور صدقہ دے کہ اس کے غضب کو ٹھنڈا کرنا اور دُعا میں عاجزی ظاہر کرنا اور تین دن کے روزے رکھنا اور اپنے تمام اصحاب کو بھی اپنی طرح روزے رکھنے کا حکم دینا۔

مروان کا سر، سفاح کے سامنے

جب ابو العباس کے سامنے مروان کا سر لا کر رکھا گیا تو اس نے ایک طویل سجدہ کیا پھر اپنے سر کو اُٹھا کر کہنے لگا اس خدا کا شکر ہے جس نے تیرے اور تیرے خاندان سے میرا بدلہ باقی نہیں رہنے دیا اور اس خدا کا شکر ہے جس نے مجھے تجھ پر کامیابی دی ہے اور غالب کیا ہے پھر کہنے لگا مجھے اس بات کی پرواہ نہیں کہ کب موت مجھے آلیتی ہے میں نے حسین کے بدلے میں بنی اُمیہ کے دو سو آدمیوں کو قتل کیا ہے اور میں نے ہشام کے اعضاء کو اپنے چچا زید بن علی کے بدلے میں جلا دیا ہے مروان کو اپنے بھائی ابراہیم کے بدلہ میں قتل کیا ہے اور بطور مثال یہ شعر پڑھنے لگا ؎

"اگر وہ میرا خون پیتے تو ان کا پینے والا سیر نہ ہوتا اور نہ ہی ان کے خون میرے غصے کو ٹھنڈا کر سکتے ہیں۔"

پھر اس نے قبلہ کی طرف منہ پھیر کر طویل سجدہ کیا، پھر بیٹھا تو اس کا چہرہ چمک رہا تھا اور اس نے عباس بن عبد المطلب کے اشعار کو تمثل کے طور پر پڑھا ؎

"ہماری قوم نے ہمارے ساتھ انصاف کرنے سے انکار کیا تو ان شمشیر ہائے براں نے جو ہمارے داہنے ہاتھوں میں تھیں انصاف کر دیا اور اُن سے خون ٹپک رہا تھا وہ تلواریں ہمیں بزرگوں سے وراثت میں ملی ہیں جن کے ساتھ وہ جنگ میں گئے اور آگے بڑھ گئے اور جب وہ مردوں کی کھوپڑیوں میں لگتی ہیں تو انہیں میدان جنگ میں شتر مرغ کے انڈوں کی طرح توڑ دیتی ہیں۔"

مروان کے متعلق شعراء نے بہت کچھ لکھا ہے۔

ابو الخطاب، ابی جعدہ بن ہبیرہ مخزومی سے بیان کرتا ہے ــــ یہ مروان کا ایک وزیر اور داستان گو تھا کہ جب ابو العباس کی حکومت قائم ہو گئی تو وہ حیرہ میں اپنے چیدہ اصحاب اور خواص کے پاس آیا ابو جعدہ بھی اس روز ابو العباس کی مجلس میں حاضر تھا مروان کا سر اس کے سامنے پڑا ہوا تھا ابو العباس نے اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہو کر کہا تم میں کون اسے پہچانتا ہے ابو جعدہ کہتا ہے میں نے کہا کہ میں اسے پہچانتا ہوں یہ ابو عبد الملک مروان بن محمد کا سر ہے جو کل ہمارا خلیفہ تھا اللہ اس سے راضی ہو، وہ بیان کرتا ہے کہ اس کے پیرو کاروں نے گھور کر میری طرف دیکھا اور انہوں نے مجھے اپنی آنکھوں سے گرفت میں لے لیا تو ابو العباس نے مجھے کہا اس کی پیدائش کس سال میں ہوئی تھی میں نے جواب دیا ۶۷ھ میں۔ تو وہ غصے سے لال پیلا ہو کر چلا گیا لوگ بھی مجلس سے منتشر ہو گئے اور میں بھی اپنے کیے پر نادم ہو کر واپس آ گیا لوگوں نے اس بارے میں باتیں کیں اور اُسے بتایا تو میں نے کہا خدا کی قسم یہ ایک لغزش ہے جسے قوم کبھی معاف نہیں کرے گی اور نہ اسے فراموش کرے گی پھر میں اپنے گھر آ گیا اور باقی دن میں وصیت وغیرہ کرتا رہا جب رات ہوئی تو میں غسل کر کے نماز کے لیے تیار ہو گیا، ابو العباس جب کسی بات کا ارادہ کرتا تو اس کے متعلق رات کو پیغام بھیجتا میں رات بھر جاگتا رہا یہاں تک کہ صبح ہو گئی، صبح کو میں اپنے خچر پر سوار ہوا اور دل میں سوچا کہ اپنے معاملے کو کس کے پاس جاؤں تو مجھے بنی زہرہ کے غلام سلیمان بن خالد سے کوئی آدمی بہتر نظر نہ آیا ابو العباس کے ہاں اس کا بڑا مقام تھا اور وہ لوگوں کا مددگار تھا میں نے اس کے پاس جا کر اُسے کہا کیا شام کو امیر المومنین نے میرا ذکر کیا تھا اس نے جواب دیا ہاں تیرا ذکر ہوا تھا اور انہوں نے کہا تھا کہ وہ ہمارا بھانجا ہے اور اپنے آقا کا وفادار ہے

اور اگر ہم اس کے ساتھ اچھا سلوک کریں تو وہ ہمارا بہت شکر گزار ہوگا پس میں نے اس کا شکریہ ادا کیا اور جزاک اللہ کہا اور اُسے دُعا دی اور واپس چلا آیا پھر میں مسلسل ابو العباس کے پاس اپنے اسی خیال کے مطابق جاتا رہا مگر اس نے ہمیشہ ہی مجھ سے اچھا سلوک کیا جب مروان کا سر لایا گیا تو ابو العباس کی مجلس میں جو گفتگو ہو رہی تھی اس کی اطلاع وہ ابو جعفر اور عبداللہ بن علی کو ہوئی تو عبداللہ بن علی نے میری گفتگو کی اطلاع ابو العباس کو دی اور وہ اس بات کو برداشت نہ کر سکتا تھا اور ابو جعفر نے بھی اُسے اس بات کی اطلاع دی کہ وہ کہتا ہے کہ وہ ہمارا بھانجا ہے حالانکہ ہم اس کے احسان کا زیادہ استحقاق رکھتے ہیں اور مجھے بھی ان دونوں کی باتوں کی اطلاع مل گئی تو میں خاموش ہو رہا، پھر حوادث زمانہ نے کروٹ لی میں ایک روز ابو العباس کے ہاں موجود تھا میرا مقام اس کے ہاں بہت بڑھ گیا تھا جب لوگ اُٹھے تو میں بھی اُٹھ کھڑا ہوا۔ تو ابو العباس نے مجھے کہا ابن ہبیرہ ذرا آرام کرو، بیٹھو، میں بیٹھ گیا، وہ اندر جانے کے لیے اُٹھا تو میں بھی اس کے کھڑا ہونے کی وجہ سے کھڑا ہو گیا اس نے کہا بیٹھ جاؤ، اس نے پردہ اٹھایا اور اندر چلا گیا اور میں اپنی جگہ پر جم کر بیٹھا رہا وہ کچھ دیر اندر ٹھہرا رہا پھر پردہ اُٹھا تو وہ دو منقش کپڑوں اور چمڑے کی چادر میں باہر آیا، میں نے اس سے زیادہ خوبصورت آدمی اور اس سے بہتر لباس نہیں دیکھا جب پردہ اُٹھا تو میں کھڑا ہو گیا اس نے کہا بیٹھ جاؤ تو میں بیٹھ گیا اس نے کہا اے ابن ہبیرہ میں تجھے ایک بات کہنے لگا ہوں یہ کسی اور آدمی کو پتہ نہ چلے پھر کہنے لگا، تجھے پتہ ہی ہے کہ ہم نے یہ حکومت اور ولایت عہد اس آدمی کے لیے مقرر کی ہے جس نے مروان کو قتل کیا ہے اور میرے چچا عبداللہ بن علی نے اُسے قتل کیا ہے کیونکہ یہ بات اُسے اور اس کے اصحاب کو جوش دلاتی رہتی تھی اور میرے بھائی ابو جعفر کو باوجود علم و فضل اور عمر اور امر الٰہی کے لیے ایثار کرنے کے اس حکومت سے باہر نکالنا کیسے جائز ہو سکتا ہے وہ بیان کرتا ہے کہ اس نے ابو جعفر کی طویل مدح سرائی کی، میں نے کہا اللہ تعالیٰ امیر المومنین کا بھلا کرے میں آپ کی یہ بات نہیں بتاؤں گا لیکن میں آپ کو ایک وہ بات بتاتا ہوں جس سے آپ عبرت حاصل کریں گے اس نے کہا وہ کیا ہے؟ میں نے کہا کہ ہم خلیج کے سال قسطنطنیہ میں مسلمہ بن عبدالملک کے ساتھ تھے کہ اُسے حضرت عمر بن عبدالعزیز کا خط ملا جس میں

سلیمان کی موت اور اپنی حکومت کے متعلق اطلاع دی گئی تھی، اس نے مجھے پیغام بھیجا، میں اس کے پاس گیا تو اس نے خط میری طرف پھینک دیا میں نے اُسے پڑھا پھر وہ رونے لگ گیا، میں نے کہا اللہ تعالیٰ امیر کا بھلا کرے اپنے بھائی پہ نہ رو، بلکہ اس بات پر رو کہ خلافت تیرے باپ کے بیٹوں سے نکل کر تیرے چچا کے بیٹوں کے پاس چلی گئی ہے وہ اس قدر رویا کہ اس کی ڈاڑھی تر ہو گئی" راوی بیان کرتا ہے کہ جب میں اپنی بات سے فارغ ہوا تو ابوالعباس نے مجھے کہا اتنی بات ہی کافی ہے میں تیرا مفہوم سمجھ گیا ہوں پھر مجھے کہنے لگا تو جب چاہے جا سکتا ہے میں تھوڑا سا چلا تھا کہ اس نے مجھے کہا اے ابن ہبیرہ میں واپس لوٹ کر متوجہ ہوا، تو اس نے مجھے کہا، چلے جاؤ، تم نے اس کا بدلہ دے دیا ہے اور اس نے اپنا بدلہ لے لیا ہے راوی بیان کرتا ہے مجھے معلوم نہیں کہ ان دونوں میں سے کونسی بات نے اس کو تعجب میں ڈالا اس کی سمجھ نے یا گزشتہ واقعہ کے بیان نے۔

راوی ابوجعدہ بن ہبیرہ، جعدہ بن ہبیرہ مخزومی کی اس اولاد سے ہے جو فاختہ ام ہانی بنت ابوطالب سے ہوئی تھی حضرت علی حضرت جعفر اور عقیل اس کے ماموں تھے قبل ازیں اس کتاب میں اس کے حالات بیان ہو چکے ہیں۔

عبداللہ بن علی اور اس کے بھائی داؤد کے درمیان سفاح کی ولیعہدی کے بارہ میں گفتگو

مسعودی بیان کرتا ہے کہ میں نے المدائنی کے حالات میں جو اس نے محمد بن اسود سے بیان کیے ہیں دیکھا ہے وہ بیان کرتا ہے کہ عبداللہ بن علی" اپنے بھائی داؤد بن علی کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے ان کے ساتھ عبداللہ بن حسن بن حسن بھی تھے داؤد نے عبداللہ سے کہا آپ اپنے دونوں بیٹوں کو ظہور کرنے کا حکم کیوں نہیں دیتے، عبداللہ نے کہا ابھی یہ بات منہ سے نہ نکالنا تو عبداللہ بن علی نے اس کی طرف متوجہ ہو کر کہا تیرا خیال ہے کہ تیرے دونوں بیٹے مروان کے قاتل ہیں، اس نے کہا یہ بات ایسے ہی ہے تو عبداللہ نے کہا یہ نہیں ہو سکتا اور مثال کے طور پر یہ شعر پڑھا ۔

"تجھے حام کی اولاد کے کم گوشت اور موت کے متمنی آدمی کی یہ بات کافی ہو گی خدا کی قسم میں اس کا قائل ہوں۔"

عبداللہ بن علی سے کہا گیا کہ عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز بیان کرتا ہے کہ اس نے کسی

کتاب میں پڑھا ہے کہ مروان کو عین بن عین قتل کرے گا اور اس کا خیال ہے کہ وہ خود ہی اس کا قاتل ہوگا، عبداللہ بن علی نے کہا خدا کی قسم وہ آدمی میں ہوں اور مجھے اس پر تین عینوں کی فضیلت حاصل ہے میں عبداللہ بن علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم ہوں اور وہ صرف عمرو بن عبد مناف ہے۔

جب مروان نے عبداللہ بن علی سے جنگ کے لیے صف بندی کی تو مروان ایک آدمی کے پاس آکر جو اس کے پہلو میں کھڑا تھا کہنے لگا، تیرے پاس کون شخص بلند بینی تیز نظر اور خوبرو عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر کے متعلق جھگڑا کر رہا تھا، میں نے کہا اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے قوت بیانیہ عطا کرتا ہے اس نے کہا وہ 'وہی ہے' میں نے کہا ہاں، اس نے پوچھا وہ عباس بن عبدالمطلب کی اولاد میں سے ہے؟ میں نے کہا بے شک، تو مروان نے کہا انا للہ و انا الیہ راجعون، تیرا برا ہو میں نے یہ خیال کیا کہ جو مجھ سے جنگ کر رہا ہے وہ ابوطالب کی اولاد میں سے ہے اور یہ شخص عباس کی اولاد میں سے ہے جس کا نام عبداللہ ہے، کیا تجھے پتہ ہے کہ میرے بعد حکومت، عبداللہ اور محمد کے بعد، عبیداللہ کے دونوں بیٹوں کی طرف کیوں جائے گی حالانکہ محمد عبداللہ سے بڑا ہے؟ تو اس نے جواب دیا ہمیں اطلاع دی گئی ہے کہ میرے بعد حکومت، عبداللہ اور عبیداللہ کی طرف چلی جائے گی پس میں نے دیکھا تو عبیداللہ کو، عبداللہ محمد کی نسبت عبداللہ کے زیادہ قریب پایا لہٰذا میں نے اُسے حکومت دے دی۔

راوی بیان کرتا ہے کہ اپنے ساتھی کے پاس بات کرنے کے بعد مروان نے عبداللہ بن علی کی طرف خفیہ پیغام بھیجا کہ اے عم زاد حکومت آپ کے پاس آنے والی ہے پس حرم کے متعلق اللہ سے ڈرنا، راوی کہتا ہے کہ عبداللہ نے اُسے پیغام بھیجا کہ ہمیں تمہارے خون کے بارے میں حق حاصل ہے اور تیرے حرم کے متعلق ہم پر حق واجب ہے۔

اُم سلمہ بنت یعقوب سے سفاح کی شادی

مصعب زبیری نے اپنے باپ سے بیان کیا ہے کہ ام سلمہ بنت یعقوب بن سلمہ بن عبداللہ بن ولید بن مغیرہ مخزومی، عبدالعزیز بن ولید بن عبدالملک کے پاس تھی وہ فوت ہوا تو وہ ہشام کے پاس آگئی وہ بھی فوت ہوگیا تو وہ ایک روز بیٹھی

ہوئی تھی کہ اس کے پاس سے ابو العباس سفاح کا گذر ہوا، سفاح بڑا حسین و جمیل تھا، اُم سلمہ نے اس کے متعلق پوچھا تو اس نے اس کے سامنے اپنا حسب نسب بیان کیا پھر ام سلمہ نے اس کے پاس اپنی لونڈی بھیجی کہ وہ اُسے شادی کرنے کی پیشکش کرے اور اس نے لونڈی سے یہ بھی کہا کہ اُسے کہنا کہ میں سات سو دینار تمہاری طرف بھیج رہی ہوں اس کے پاس بہت سا مال، جواہر اور خادم تھے، لونڈی نے سفاح کے پاس آکر یہ پیشکش کی تو اس نے کہا میں غریب آدمی ہوں میرے پاس مال نہیں تو اس نے اُسے مال دے دیا تو اس نے ہاں کر لی، اور اس کے بھائی کے پاس آکر شادی کے بارے میں بات کی تو اس نے اُسے اس کے ساتھ بیاہ دیا اس نے اُسے پانچسو دینار مہر دیا اور دو سو دینار تحفہ دیے اور اسی شب اس کے پاس گیا کیا دیکھتا ہے کہ وہ ایک چھپر کھٹ پر بیٹھی ہوئی ہے وہ اس کے اُوپر چڑھا تو کیا دیکھتا ہے کہ اس کا ہر عضو جواہرات سے مرصع ہے وہ اس تک رسائی نہ حاصل کر سکا ام سلمہ نے اپنی ایک لونڈی کو بلایا اس نے آکر اس کے لباس کو تبدیل کیا اس نے رنگ دار کپڑے پہنے اور اس نے اس کے لیے ایک اور فرش تیار کیا مگر وہ اس تک رسائی نہ حاصل کر سکا تو اس نے کہا یہ فرش تجھے تکلیف نہیں دے گا اور مردوں کو تیری طرح تکالیف پہنچتی رہی ہیں پس وہ ہمیشہ اس سے یہی کچھ کرتی رہی یہاں تک کہ اس نے رات کو اس کے پاس رسائی حاصل کر لی اور اس نے اس کے ہاں بڑا مقام حاصل کر لیا اور اس نے حلف اُٹھایا کہ وہ اس پر کوئی دوسری شادی نہ کرے گا اور نہ لونڈی بنائے گا پس اس کے ہاں سفاح سے محمد اور ریطہ پیدا ہوئے وہ اس پر بہت اثر انداز ہو گئی وہ اس کے مشورے کے بغیر کسی امر کا فیصلہ نہ کرتا تھا یہاں تک کہ اُسے خلافت مل گئی اور وہ اس کے سوا، کسی اور آزاد عورت یا لونڈی کے قریب نہ جاتا تھا اور اس نے اس سے جو عہد کیا تھا اُسے پورا کیا کہ وہ اُسے غیرت نہیں دلائے گا، ایک روز اس کی خلافت کے زمانے میں خالد بن صفوان اُسے خلوت میں مل کر کہنے لگا امیر المومنین میں نے آپ کی حکومت اور سلطنت کی وسعت کے متعلق بہت غور کیا ایک عورت نے آپ کو قابو کر رکھا ہے اور آپ نے بھی اُسی پر اکتفا کر لیا ہے اگر وہ بیمار ہو جائے تو آپ بیمار ہو جاتے ہیں اور اگر وہ غائب ہو جائے تو آپ غائب ہو جاتے

ہیں اور آپ نے اپنے نفس پر نفیس اور عمدہ لونڈیوں سے تلذذ حاصل کرنا اور ان کے حالات کو جاننا اور ان میں سے پسندیدہ لونڈیوں سے تمتع حاصل کرنا حرام قرار دے لیا ہے۔ امیر المومنین ان میں دراز قد اور نزاکت سے جھک کر چلنے والی بھی ہیں اور فربہ اندام اور نرم جسم والی بھی ہیں عمدہ بانکی گندم گوں بھی ہیں اور مدینہ کی مولدات سے بڑے سرینوں والی بھی ہیں جو اپنی گفتگو سے فریفتہ کر لیتی ہیں اور خلوت میں مزا دیتی ہیں امیر المومنین شرفاء کی بیٹیوں اور ان کے حسن اور ان کی خوش گفتاری کو چھوڑ کر کہاں پھر رہے ہیں اگر آپ دراز قد سفید رو، گندم گوں سیاہی مائل سرخ رنگ، ازرد رنگ بڑے سرینوں والی اور بصری اور کوفی مولدات جو شیریں زبان، نازک اندام قد والی اور باریک کمر والی گھنگریالی کنپٹیوں والی، سرگیں آنکھوں والی، ابھرے ہوئے پستانوں والی اور اچھے لباس اور زینت اور شکل صورت والی عورتوں کو دیکھ لیں تو آپ ایک اچھی چیز کو دیکھیں گے خالد بہت تعریف کرنے لگا۔ اور شیریں الفاظ و عمدہ اوصاف کے ساتھ طول بیانی سے کام لینے لگا جب وہ اپنی بات سے فارغ ہوا تو ابو العباس نے اسے کہا خالد تیرا بُرا ہو خدا کی قسم میرے کانوں کے ساتھ کبھی ایسا شاندار کلام نہیں ٹکرایا جس طرح کا کلام میں نے تجھ سے سنا ہے، اپنی بات کو دہراؤ اس کا مجھ پر اثر ہوا ہے تو خالد نے پہلے سے بھی بڑھ کر اسے بات بتائی پھر واپس چلا گیا اور ابو العباس اس کی باتوں کو سن کر سوچتا رہ گیا کہ اس کی بیوی ام سلمہ اس کے پاس آ گئی جب اس نے اسے مغموم اور سوچ میں ڈوبا ہوا دیکھا تو پوچھا امیر المومنین میں آج آپ کی عجیب حالت دیکھ رہی ہوں کیا کوئی ناگوار بات ہوئی ہے یا آپ کے پاس کوئی خوفناک اطلاع آئی ہے؟ اس نے جواب دیا ایسی کوئی بات نہیں ہوئی اس نے پوچھا پھر تمہارا یہ حال کیوں ہے تو وہ بات بتانے سے گریز کرنے لگا وہ بھی مسلسل اس کے پیچھے لگی رہی یہاں تک کہ اس نے اسے خالد کی بات بتا دی اس نے کہا پھر تو نے ابن فاعلہ سے کیا کہا اس نے اسے کہا سبحان اللہ وہ مجھے مشورہ دیتا ہے اور تو اسے سب وشتم کرتی ہے تو وہ اس کے پاس سے ناراض ہو کر چلی گئی اور اس نے خالد کی طرف نجاریہ کی ایک جماعت بھیجی جن کے پاس ہتھوڑے تھے اور اس نے انہیں حکم دیا کہ اس کے کسی عضو کو سلامت نہ رہنے دیں، خالد کہتا ہے کہ میں اپنے گھر واپس آ گیا اور

میں امیر المومنین کے سلوک اور میں نے انہیں جو باتیں بتائی تھیں اس کی پسندیدگی کی وجہ سے بڑے سرور میں تھا اور مجھے یقین تھا کہ ان کا انعام میرے پاس آئے گا ، میں اسی حالت میں تھا کہ شجاریہ میرے پاس آگئے میں اپنے گھر کے دروازے پر بیٹھا ہوا تھا جب میں نے انہیں اپنی طرف آتے دیکھا تو مجھے یقین ہوگیا کہ وہ انعام لے کر آئے ہیں یہاں تک کہ انہوں نے میرے پاس کھڑے ہو کر میرے بارے میں پوچھا ، میں نے کہا میں خالد آپ کے سامنے موجود ہوں تو ان میں سے ایک آدمی لاٹھی لیے دوڑ کر میری طرف آیا جب وہ مجھے لاٹھی مارنے لگا تو میں چھلانگ لگا کر اپنے گھر میں داخل ہوگیا اور میں نے اپنا دروازہ بند کر لیا اور روپوش ہوگیا کئی دن تک ایسے ہی روپوش رہا اور اپنے گھر سے باہر نہیں نکلتا تھا ۔ میرے دل میں یہ بات آئی کہ میرے ساتھ یہ سب کچھ ام سلمہ نے کروایا ہے اور ابوالعباس نے مجھے سختی سے بلایا مگر مجھے اسی وقت پتہ چلا جب ایک روز لوگوں نے مجھ پر حملہ کر دیا اور کہنے لگے امیر المومنین کو جواب دو ، مجھے موت کا یقین ہوگیا اور میں سوار ہوا مگر نہ میرے جسم پر گوشت تھا اور نہ جسم میں خون تھا ابھی میں قصر امارت تک نہیں پہنچا تھا کہ کئی ایلچی مجھے آگے سے ملے میں ابوالعباس کے پاس گیا تو وہ اکیلا بیٹھا ہوا تھا مجھے کچھ سکون حاصل ہوا میں نے سلام کیا اس نے مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا ، میں نے دیکھا تو میری پشت کے پیچھے دروازے پر کئی پردے پڑے ہوئے تھے اور ان کے پیچھے میں نے حرکت محسوس کی ، ابوالعباس نے مجھے کہا اے خالد میں نے تجھے تین دن سے نہیں دیکھا ، میں نے کہا امیر المومنین میں بیمار تھا اس نے کہا تیرا برا ہو تو نے مجھے آخری ملاقات میں عورتوں اور لونڈیوں کے متعلق ایسی باتیں بتائی تھیں جن سے بہتر باتیں کبھی میرے کانوں نے سنی ہی نہ تھیں وہ باتیں مجھے دوبارہ سناؤ میں نے کہا امیر المومنین بہت اچھا ، میں نے آپ کو بتایا تھا کہ عربوں نے الضرۃ (سوت) کا نام الضر (نقصان) سے مشتق کیا ہے اور ان میں سے جو کوئی ایک سے زیادہ بیویاں کرتا تھا وہ مشقت میں پڑ جاتا تھا ، اس نے کہا تیرا برا ہو یہ بات نہیں ہوئی تھی میں نے کہا امیر المومنین بے شک یہ بات نہیں ہوئی تھی لیکن میں نے آپ کو بتایا تھا کہ تین عورتیں ہنڈیا کے تین پایوں کی طرح ہیں جن پر وہ جوش کھاتی رہتی ہے ، ابوالعباس نے کہا اگر میں نے تجھ سے یہ بات سنی ہو تو میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی قرابت سے علیحدہ ہو جاؤں اس نے کہا میں نے آپ کو بتایا تھا

کہ چار عورتیں اپنے مالک کے لیے شر کا مجموعہ ہیں وہ اُسے بوڑھا اور بیمار کر دیتی ہیں ابوالعباس نے کہا خدا کی قسم میں نے اس سے قبل تجھ سے یہ بات سُنی ہے اور نہ کسی اور سے، خالد نے کہا بے شک خدا کی قسم، اس نے کہا تو ہلاک ہو جائے تو مجھ سے جھوٹ بولتا ہے، اس نے کہا امیر المومنین آپ مجھے قتل کروانا چاہتے ہیں اس نے کہا اپنی بات کو دہراؤ، وہ بولا میں نے آپ کو بتایا تھا کہ کنواری عورتیں مرد ہوتی ہیں لیکن انہیں خصی کرنے والا کوئی نہیں ہوتا، خالد بیان کرتا ہے کہ میں نے پردے کے پیچھے سے ہنسنے کی آواز سُنی، میں نے کہا میں نے آپ کو یہ بھی بتایا تھا کہ بنی مخزوم قریش کی خوشبو ہیں اور آپ کے پاس خوشبوؤں میں سے ایک خوشبو ہے، پھر بھی آپ آزاد عورتوں اور لونڈیوں کی طرف نگاہ اُٹھاتے ہیں، خالد کا بیان ہے کہ پردے کے پیچھے سے آواز آئی اے چچا خدا کی قسم تو نے سچ کہا ہے اور تو نے یہ بات امیر المومنین سے بیان کی تھی لیکن انہوں نے بات کو بدل دیا ہے، ابوالعباس نے مجھے کہا اللہ تعالیٰ تیرا ستیاناس کرے اور تجھے ذلیل کرے، تجھے کیا ہو گیا ہے، خالد کہتا ہے کہ میں ابوالعباس کو چھوڑ کر باہر نکل آیا اور مجھے اپنی زندگی کے متعلق یقین حاصل ہو گیا، کیا دیکھتا ہوں کہ ام سلمہ کے ایلچی میری طرف آرہے ہیں ان کے ساتھ دس ہزار درہم ایک تخت ایک ترکی گھوڑا اور غلام بھی تھا۔

سفاح لوگوں سے رات کو باتیں کرنا پسند کرتا تھا

ابوالعباس سفاح کی طرح کوئی خلیفہ رات کو لوگوں سے بات کرنا پسند نہ کرتا تھا وہ اکثر کہا کرتا تھا کہ مجھے اس شخص پر تعجب ہے جو علم میں اضافہ کرنا چھوڑ دیتا ہے اور جہالت میں اضافہ کرنا پسند کرتا ہے۔ ابوبکر الہذلی نے اُسے کہا امیر المومنین آپ کی اس بات کا مفہوم کیا ہے اس نے جواب دیا وہ شخص جو تجھ جیسے اور تیرے اصحاب جیسے آدمیوں کی ہم نشینی چھوڑ دیتا ہے اور کسی عورت یا لونڈی کے پاس چلا جاتا ہے وہ ہمیشہ احمقانہ باتیں سُنتا ہے اور نامکمل باتیں بیان کرتا ہے تو الہذلی نے اُسے کہا یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کو دنیا پر فضیلت دی ہے اور تم میں سے خاتم النبیین کو پیدا کیا ہے۔

سفاح اور ابو نخیلہ

ابو نخیلہ شاعر نے ابوالعباس کو آکر سلام کہا اور اپنا نسب بیان کیا اور کہنے لگا امیر المومنین میں آپ کا غلام اور شاعر

ہوں کیا آپ مجھے اشعار سُنانے کی اجازت دیتے ہیں ابوالعباس نے اُسے کہا اللہ تعالیٰ تجھ پر لعنت کرے کیا تو وہ نہیں جس نے مسلمہ بن عبدالملک بن مروان کے متعلق یہ اشعار کہے ہیں ؎

"اے مسلمہ! سب خلفاء کے بیٹے اور جنگ کے شہسوار اور زمین کے پہاڑ میں تیرا شکریہ ادا کرتا ہوں اور شکر، تقویٰ کی رسّی ہے اور ہر شخص جس پر آپ نے احسان کیا ہے وہ اس کا بدلہ نہیں دیتا اور آپ نے میری شہرت کو پھیلا دیا ہے حالانکہ وہ گمنام نہ تھی لیکن بعض دفعہ کی شہرت، دوسری شہرت سے زیادہ چوکس ہوتی ہے۔"

اس نے جواب دیا امیر المومنین میں نے یہ اشعار بھی کہے ہیں ؎

"جب ہم نے دیکھا کہ آپ کے ہاتھ رُک گئے ہیں ہم وہ لوگ تھے جو بادشاہوں سے خائف رہتے تھے اور سوائے شرک کے ہر چیز کے سرینوں اور رانوں پر سوار ہو جاتے تھے اور آپ کے سوا، میں نے جس کی بھی کبھی مدح کی ہے وہ سب جھوٹ تھا اور اس مدح نے اس کا کفارہ دے دیا ہے اور ہم نے اس سے قبل آپ کے باپ کا انتظار کیا پھر اس کے بعد آپ کے بھائی کا، پھر آپ کا اور آپ ہی اس کی اُمیدگاہ تھے۔"

راوی بیان کرتا ہے کہ ابوالعباس اُس سے راضی ہو گیا اور اس کو انعام واکرام دیا۔

کھانے کے وقت وہ بہت خوش ہوتا تھا

کھانے کے وقت ابوالعباس بہت خوش ہوتا تھا، ابراہیم الکندی جب اُس سے کسی ضرورت کے متعلق دریافت کرنے کا ارادہ کرتا تو اس ضرورت کو کھانے کے وقت تک مؤخر کر دیتا جب کھانا آجاتا تو اس سے پوچھتا، ایک روز اس نے کہا ابراہیم کیا وجہ ہے کہ تو اپنی ضروریات کے لیے مجھے اپنے کھانے سے غافل کر دیتا ہے؟ اس نے جواب دیا مجھے اس وقت اپنے سوال میں کامیابی کے حصول کا یقین ہوتا ہے۔ ابوالعباس نے کہا تو اپنی اس سمجھ بوجھ کی وجہ سے سرداری کا مستحق ہے۔

سفاح کی بعض عادات اور انتظامات

اس کے اصحاب اور دلی دوستوں میں سے جب دو آدمی ایک دوسرے سے دشمنی کرنے لگتے تو وہ ایک آدمی سے دوسرے آدمی کے متعلق نہ کوئی بات سنتا اور نہ اسے قبول کرتا خواہ بات کرنے والا اپنی گواہی میں عادل ہی ہو اور جب دو آدمی آپس میں صلح کر لیتے تو وہ ان دونوں میں سے ایک کی شہادت کو دوسرے کے حق میں یا اس کے خلاف قبول نہ کرتا، وہ کہتا تھا کہ قدیم کینہ سوزش والی عداوت کو پیدا کرتا ہے اور صلح کے اظہار پر آمادہ کرتا ہے اور اس کے نیچے ایک ایسا اژدہا ہوتا ہے کہ جب اسے قوت مل جائے تو وہ زندہ نہیں چھوڑتا۔

وہ اپنے ابتدائی ایام میں اپنے ندیموں میں آتا تھا پھر ان سے چھپنے لگ گیا اور یہ اس کی حکومت کا ایک پرانا طریق تھا جو اس بات کی وجہ سے اختیار کیا گیا تھا جس کا تذکرہ ہم پہلی کتابوں میں کر چکے ہیں اس کا پردے کے پیچھے بیٹھنا بھی اس بات کی وجہ سے تھا جس کا ذکر ہم اس کتاب میں اردشیر ابن بابک کی سیرت اور حکومت کے بیان میں کر چکے ہیں۔

جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں وہ پردے کے پیچھے خوش ہوتا تھا اور اپنے مغنی مطرب کو آواز دے کر کہتا تھا واللہ تو نے بہت اچھا کہا ہے اسے دوبارہ گاؤ اور اس کے ندیموں اور مطربوں میں سے کوئی شخص بھی انعام واکرام اور پوشاک حاصل کیے بغیر نہ جاتا تھا وہ کہا کرتا تھا کہ ہمیں جلد سرور نہیں آتا اور جو ہمیں خوش کرے اس کا بدلہ مؤخر نہیں ہوتا، اس بات میں اس سے ایران کا ایک بادشاہ بہرام جور سبقت لے گیا تھا۔

ایک روز ابو بکر الہذلی اس کے ہاں حاضر ہوا سفاح اس کے ساتھ انوشروان کی ایک جنگ کے متعلق بات کر رہا تھا جو اس نے مشرق میں کسی عجمی بادشاہ سے لڑی تھی، اتنے میں تیز ہوا چلی اور اس نے مٹی اور اینٹوں کے کچھ ٹکڑے اڑا کر اوپر سے مجلس میں پھینک دیے جس سے حاضرین مجلس گھبرا گئے الہذلی ابو العباس کی طرف دیکھتا رہا۔ اس میں دوسروں کی طرح کوئی تبدیلی پیدا نہ ہوئی تو ابو العباس نے اسے کہا اے ابو بکر تیرا کیا کہنا، میں نے آج کی طرح کبھی نہیں دیکھا کیا جس چیز نے ہمیں خوفزدہ کر دیا تھا اس نے تجھے خوفزدہ نہیں کیا اور نہ ہی تو نے اسے محسوس کیا ہے جو ہم پر گذری ہے، اس نے کہا امیر المومنین اللہ تعالیٰ نے کسی آدمی کے لیے دو دل نہیں بنائے ہر آدمی کے لیے ایک

ہی دل بنایا گیا ہے پس جب امیر المومنین کے فائدہ کے لیے اس پر سرور چھا گیا تو اس میں کسی حادثہ کے لیے جگہ ہی نہ تھی اور جب اللہ تعالیٰ کسی کو عزت دیتا ہے اور اس کے ذکر کو باقی رکھنا چاہتا ہے تو اس عزت کا ذکر کسی نبی یا خلیفہ کی زبان سے کروا دیتا ہے اور جس عزت و کرامت سے میں مخصوص ہوں اس کی طرف میرا ذہن مائل ہو گیا اور میں اس کے متعلق سوچنے لگا پس اگر آسمان، زمین پر ٹوٹ پڑے تب بھی مجھے اس کا احساس نہیں ہو گا اور نہ میں ترشرو ہو کر اس کے لیے سر جھکاؤں گا ہاں امیر المومنین کے لیے مجھے سر جھکانا لازم ہے۔ سفاح نے کہا اگر میں تیرے لیے زندہ رہا تو میں تجھے بلند رتبہ دوں گا کہ نہ درندے اس کے اردگرد پھریں گے اور نہ اس پر عقاب گرے گا۔

بادشاہوں سے میل ملاپ کے لیے چند نصائح

قبل ازیں ہم اس کتاب میں عبدالملک کی اس وصیت کا ذکر کر آئے ہیں جو اس نے شعبی کو بادشاہوں کے سامنے خاموشی اختیار کرنے کے بارے میں کی تھی۔

عبداللہ بن عیاش منتوف سے مروی ہے کہ اس نے کہا اور عوام اطاعت کی، غلام خدمت کی، اور دلی دوست اچھی طرح بات سُننے کی مانند، بادشاہوں کے قریب نہیں ہوتے۔

روح بن زنباع جذامی سے روایت ہے وہ بیان کرتا ہے کہ جب تجھے بادشاہ کی بات سننے کا موقع ملے تو تُو کانوں کو اس کی بات سُننے میں لگا دے اور میرے پاس اس آدمی سے ناراض نہ ہو جب وہ اس کی بات پر کان دھرے ہوئے ہو اور جو بات اس کی مدح میں کہی گئی ہے وہ میرے دل پر اثر انداز نہ ہو کیونکہ میں اس کے متعلق اچھی باتیں سُن چکا ہوں۔

معاویہ کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے کہا بادشاہ مغلوب ہو کر دو چیزوں کی سواری بن جاتا ہے جوش کے وقت حلم کی اور بات کے وقت کان لگا کر سننے کی۔

میں نے عجمی بادشاہوں کی سیرت میں دیکھا ہے کہ شیرویہ بن پرویز، عراق میں اپنی ایک سیرگاہ میں بسر کر رہا تھا کوئی آدمی پہل کر کے اس کے ساتھ ساتھ نہیں چل رہا تھا۔ صاحبانِ مراتب عالیہ، حسب مراتب اس کے پیچھے پیچھے تھے اگر وہ دائیں طرف ملتفت ہوتا تو سالارِ فوج اس کے قریب ہو جاتا اور اگر دائیں طرف متوجہ ہوتا تو موبذان اس کے قریب ہو جاتا اور ان دونوں میں جو بھی اس کے قریب ہوتا وہ اُسے اس آدمی کو حاضر

کرنے کا حکم دیتا جس سے وہ رات کو بات کرنا چاہتا یہ اپنی اس سیر میں دائیں جانب متوجہ ہوا تو سالارِ فوج اس کے قریب ہو گیا اس نے پوچھا شداد بن جزتمہ کہاں ہے؟ وہ حاضر ہوا تو وہ اس کے ساتھ چلنے لگا، شیرویہ نے اُسے کہا میں نے اپنے دادا اردشیر بن بابک کی اس بات کے متعلق سوچا ہے جو اس نے خزر کے بادشاہ کے ساتھ جنگ کے وقت کی تھی، اگر تجھے وہ یاد ہو تو مجھے بتاؤ، شداد نے یہ بات انوشیروان سے سُنی تھی وہ اس چال کو بھی جانتا تھا اور اس بات سے بھی واقف تھا کہ اردشیر نے شاہِ خزر کے ساتھ کیسے جنگ کی تھی، پس شداد نے خاموشی اختیار کی اور اُسے یہ وہم ڈال دیا کہ وہ اس بات کو نہیں جانتا تو شیرویہ نے اُسے بات سُنائی جسے اس نے اُسے ہمہ تن گوش ہو کر سُنا وہ نہر کے کنارے کنارے چل رہے تھے، اس نے شیرویہ کی طرف متوجہ ہونے کی بجائے اس کی سواری کے سُم کے پڑنے کی جگہ کو دیکھنا شروع کر دیا تو سواری کا ایک پاؤں پھسل گیا تو وہ اُس سمیت دائیں جانب کو اُلٹ پڑی اور وہ پانی میں گر گیا اور سواری بدک گئی تو بادشاہ کے نوکروں اور غلاموں نے جلدی سے سواری کو، آدمی سے الگ کیا اور اُسے کھینچ کر اور اپنے ہاتھوں پر اُٹھا کر باہر نکال دیا بادشاہ کو اس کا بہت غم ہوا وہ اپنی سواری سے اُتر پڑا اور وہیں بساط بچھا کر اس نے شداد کے ساتھ صبح کا کھانا کھایا اور اپنے خاص پہناوے میں سے ایک پوشاک منگا کر شداد پر ڈال دی اور اُسے کہا کہ تو اپنے سواری کے سُم کے پڑنے کی جگہ کو دیکھتے دیکھتے غافل ہو گیا تھا اس نے جواب دیا اے بادشاہ جب اللہ تعالیٰ کسی کو نعمت دیتا ہے تو اُسے مصیبت و ابتلا میں ڈال دیتا ہے اور مصیبت، نعمت کے مطابق ہی ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ نے مجھے دو عظیم الشان نعمتیں دیں اور وہ یہ کہ اس انبوہ عظیم میں سے بادشاہ اپنے چہرے کے ساتھ میری طرف متوجہ ہوا اور یہ ایک فائدے کی بات ہے اور یہی جنگ کی تدبیر ہے یہاں تک کہ اس نے اردشیر کے متعلق بات بیان کی اور کہا کہ اگر میں طلوعِ آفتاب یا غروبِ آفتاب کی جگہ تک چلا جاتا تو بھی میں فائدے میں رہتا پس جب ایک وقت میں دو جلیل الشان نعمتیں اکٹھی ہو جائیں تو انہیں اس مصیبت کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور اگر بادشاہ کے فوجی آفیسر اور اس کی خوش بختی نہ ہوتی تو میں ہلاکت کے نشانے پر تھا اور اگر میں غرق ہو جاتا اور اس نئی سرزمین سے چلا جاتا تو نور و ظلمت اور بادِ صبا اور بادِ جنوب کی بقاء تک بادشاہ میرے ذکر کو ہمیشہ قائم رکھتا، بادشاہ اس

بات سے خوش ہو گیا اور کہنے لگا مجھے تمہاری اس قابلیت کا پتہ نہیں تھا پھر اس نے اس کے منہ کو جواہرات اور قیمتی موتیوں سے بھر دیا اور اسے اپنا دلی دوست بنا لیا یہاں تک کہ وہ اس کے اکثر امور پر اثر انداز ہو گیا، ہم نے ایران کے گزشتہ بادشاہ کا یہ واقعہ اس لیے بیان کیا ہے تاکہ پتہ چل جائے کہ ابوبکر الہذلی نے کوئی ایسی بات نہیں کی کہ کسی نے اس کے سوا، اس کی طرف سبقت ہی نہ کی ہو۔

بادشاہوں کی باتیں سُننے کا بہترین موقع

بادشاہوں کی باتیں سُننے کے بہترین مواقع کے متعلق یونانی حکماء کہتے ہیں کہ جب کسی آدمی کی طرف بادشاہ یا رئیس متوجہ ہو تو وہ پوری دلجمعی کے ساتھ اس کی بات کو سُنے اگرچہ وہ اس بات کو پہلے سے جانتا ہو، اور وہ بادشاہ کو یہ باور کرائے کہ گویا اس نے یہ بات کبھی سُنی ہی نہیں بادشاہ کی بات پر خوشی و مسرت اور فائدے کا اظہار کرے، اس سے دو باتیں ظاہر ہوں گی ایک یہ کہ اس کا حسنِ ادب ظاہر ہوگا کہ وہ بادشاہ کی بات کو اچھی طرح سُن کر اس کا حق ادا کر رہا ہے اور یوں حیرت کا اظہار کر رہا ہے کہ گویا اس نے یہ بات سُنی ہی نہیں اور اس سے استفادہ بھی کر رہا ہے بازاری قسم کے لوگوں کی باتوں کی بہ نسبت بادشاہوں کی باتوں کے بیان کرنے اور ان سے فوائد حاصل کرنے کا نفس بہت دلدادہ ہوتا ہے۔

معاویہ اور ابن شجرہ الرہادی

ابن داب وغیرہ مؤرخین کی ایک جماعت نے اس مفہوم کی ایک بات معاویہ بن ابی سفیان اور یزید بن شجرہ الرہادی سے بھی بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ ایک روز ابن شجرہ، معاویہ کے ساتھ چل رہا تھا آپ سے بہت مانوس تھا اور آپ کی باتوں کا بہت مشتاق تھا معاویہ اس کی طرف متوجہ ہو کر اس سے بنی مخزوم اور دیگر قریش کی جنگ جزعان کی بات کر رہے تھے اس عظیم جنگ میں بہت سی مخلوق موت کے گھاٹ اتر گئی یہ اسلام سے پہلے اور بعض کے بقول ہجرت سے پہلے کی بات ہے، اور ابوسفیان کو اس میں بڑی سرداری حاصل تھی۔ بات یوں ہے کہ جب دونوں فریق تباہی کے قریب پہنچ گئے تو معاویہ نے ایک بلند ٹیلے پر چڑھ کر فریقین کو آواز دی اور اپنی آستین سے اشارہ کیا تو دونوں فریق آپ کے حکم کی اطاعت کرتے ہوئے واپس آ گئے معاویہ اس بات پر بہت خوش تھے جب وہ اُسے بات سُنا رہے تھے تو

یزید بن شجرہ ان کی طرف متوجہ تھا اور بیان کرنے والے اور سننے والے کو لذت نے سرشار کر رکھا تھا کہ یزید بن شجرہ کی پیشانی پر نامعلوم آدمی کی طرف سے مارا جانے والا ایک پتھر آلگا، اس پتھر نے اس کی پیشانی کو خون آلود کر دیا اور اس کے چہرے، ڈاڑھی اور کپڑوں پر خون بہنے لگا مگر وہ اسی محویت سے بات سنتا رہا، معاویہ نے اُسے کہا اے ابن شجرہ تیرے کیا کہنے، کیا تو نے اس مصیبت کو نہیں دیکھا جو تجھ پر نازل ہوئی ہے اس نے کہا امیر المومنین وہ مصیبت کیا ہے؟ اس نے کہا تمہارے کپڑوں پر خون بہہ رہا ہے اس نے کہا اگر امیر المومنین کی بات نے میرے دل اور میری سوچ کو قبضہ میں کر کے اپنا شیفتہ نہ کر لیا ہوتا تو میں اپنے غلاموں کو آزاد کر دیتا۔ مجھے اس وقت تک کسی حادثے کے متعلق پتہ ہی نہیں چلا جب تک امیر المومنین نے مجھے نہیں بتایا، معاویہ نے کہا، جس نے تیرا ایک ہزار عطیہ مقرر کیا ہے اور تجھے مہاجرین کے بیٹوں اور ہمارے ساتھ صفین میں حاضر ہونے والے جمہور کے عطیے سے نکال دیا ہے اس نے تجھ پر ظلم کیا ہے پھر اس نے چلتے چلتے اُسے پانچ لاکھ درہم دینے کا حکم دیا اور اس کے عطیے میں ایک ہزار درہم کا اضافہ کر دیا اور فوری ادائیگی کا حکم دیا۔

حاشیہ بعض مصنفین کتب میں سے اصحاب معرفت و ادب نے اس روایت کے متعلق جسے ہم نے معاویہ اور ابن شجرہ سے بیان کیا ہے لکھا ہے کہ اگرچہ ابن شجرہ نے اس معاملہ میں معاویہ کو فریب دیا مگر معاویہ ان لوگوں میں سے ہے جنہیں دھوکا نہیں دیا جا سکتا پس اس کی مثال اوّل کے اس قول کی طرح ہے ؎

"جو گدھے کو بے وقوف خیال کرتا ہے، خود بھی بے وقوف ہوتا ہے۔"

اگرچہ ابن شجرہ کی کند ذہنی اور احساس کی کمی اس کے اپنے بیان کے مطابق بہت بڑھی ہوئی تھی، اور وہ کسی طرح بھی پانچ لاکھ درہم انعام اور مزید ایک ہزار عطیے کا استحقاق نہیں رکھتا تھا، میرا خیال ہے کہ معاویہ سے یہ بات پوشیدہ نہیں ہوگی۔

حُسنِ سماعت مسعودی بیان کرتا ہے کہ حکماء نے اس بارے میں بہت کچھ بیان کیا ہے اور حسن سماعت اور خاموشی کے متعلق طویل مشورے دیے ہیں وہ کہتے ہیں کہ حسن فہم کے بغیر گفتگو اچھی معلوم نہیں ہوتی۔ نیز ان کا قول ہے کہ حُسنِ کلام کی طرح حسن سماعت کا فن بھی سیکھو اور حُسنِ سماعت یہ ہے کہ بات کرنے والے کو مہلت

دو تاکہ وہ اپنی بات کو مکمل کرے۔

آداب گفتگو گفتگو کے آداب میں سے ایک یہ بات بھی ہے کہ وہ فی البدیہہ اور اچانک بات نہ کرے، گفتگو کو جاری رکھتے ہوئے اس سے ملتی جلتی باتیں بھی کرتا جائے اچھی باتوں کا منبع بھی بیان کرنا چاہیے تاکہ گفتگو کا ایک حصہ دوسرے حصے سے متعلق ہو جائے جیسا کہ مثال بیان کرتے ہیں کہ بات کی کئی شاخیں ہوتی ہیں جو ایک ہی اصل سے متفرع ہو کر بہت سے معانی کی طرف چلی جاتی ہیں اور زندگی کا تمام لطف فائدہ رساں ہم نشین میں ہے، ایک آدمی نے کہا ہے کہ خدا کی قسم میں بات سے نہیں اکتاتا تو سننے والے نے کہا، کریم آدمی اکتا جاتا ہے بات نہیں اکتاتی۔

شعراء نے اس مفہوم کے بارے میں بہت کچھ کہا ہے، علی بن عباس رومی کہتا ہے

"اور میں اپنی تمام ضروریات سے اکتا گیا ہوں اور ان میں سب سے اچھی ضرور وہ تھی جو مجھے ناموافق تھی سوائے گفتگو کے کیونکہ وہ اپنے نام (حدیث) کی طرح ہمیشہ نئی رہتی ہے۔"

اس بارے میں سب سے بہتر ابراہیم بن عباس کا قول ہے

"زمانے نے اور جو کچھ تو میری مانگ میں دیکھ رہا ہے، اس نے گمراہی کو دور کر دیا ہے اور میں شریف بن کر واپس آیا ہوں، اور میں ہر چیز سے اکتا گیا ہوں مگر اس خوش گفتار آدمی سے نہیں اکتایا جو میری تعلیم میں اضافہ کرتا ہے۔"

بعض اہل ادب محدثین نے بیان کیا ہے کہ ادب میں یہ بات بھی شامل ہے کہ ندیم سے بات کو طول نہ دیا جائے اور سب سے شیریں اور اچھی بات وہ ہے جس میں کئی مفہوم کی ایسی لمبی باتوں اور زائد الفاظ سے اجتناب کیا جائے کہ جن کا بیان کرنے سے مجلس کا وقت ہی ختم ہو جاتا ہے اور دل انہی کے ساتھ الجھے رہتے ہیں اور ان کے آخر میں گھونٹ گھونٹ کر کے پیالے پیے جاتے ہیں، یہ باتیں داستان سراؤں کی مجالس میں ہوتی ہیں جو خواص کی مجالس کے مشابہ ہوتی ہیں اور اس مفہوم کو بہت اچھے پیرائے میں المعتز باللہ نے بیان کیا ہے یہ بات شغل مے نوشی کے وقت ایک صاحب نے کہی

"ان کے پیالوں کے درمیان چھوٹی بات کرنا ایک جادو ہے اور اس کے علاوہ جو ہے وہ کلام ہے ـــــ اور ندیموں کے درمیان ساقی یوں ہیں جیسے سطروں کے درمیان الف کھڑے ہوں۔"

اسی طریقہ سے بعض لوگوں نے ظریفانہ باتوں کو سُنا ہے۔

عباسی حکومت کا پہلا وزیر

عباسی حکومت میں سب سے پہلے جس شخص کو وزیر کے نام سے موسوم کیا گیا وہ ابو سلمہ حفص بن سلیمان الخلال الہمدانی تھا جو سبیع کا غلام تھا، ابو العباس کے دل میں اس کے متعلق کچھ کدورت تھی کیونکہ اس نے کوشش کی تھی کہ حکومت ان کی بجائے دوسروں کو دے دی جائے ابو مسلم نے سفاح کو اس کے قتل کرنے کے متعلق لکھا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے اس کے خون کو جائز کر دیا ہے کیونکہ اس نے عہد شکنی کی ہے اور بدل گیا ہے، سفاح نے کہا میں اپنی حکومت کا افتتاح اس شخص کے قتل سے نہیں کرنا چاہتا جو میرا پیروکار ہے خصوصاً ابو سلمہ جیسے آدمی کے قتل سے، وہ اس دعوت کا حامی ہے اس نے اس راہ میں اپنے جان و مال کو خرچ کیا ہے، اس نے اپنے امام کی خیر خواہی کی ہے اور اس کے دشمنوں سے جہاد کیا ہے۔ اس کے بھائی ابو جعفر اور چچا داؤد بن علی نے بھی اس بارے میں گفتگو کی، کیونکہ ابو مسلم نے ان دونوں کو بھی لکھا تھا کہ وہ سفاح کو اس کے قتل کا مشورہ دیں، ابو العباس نے کہا میں اس کے کثیر احسانات عظیم امتحانات اور اچھے ایام کو اس کی ایک لغزش کی وجہ سے برباد نہیں کر سکتا جو ایک شیطانی خیال اور انسانی غفلت ہے۔ ان دونوں نے اُسے کہا، امیر المومنین آپ کو اس سے بچ کر رہنا چاہیے کیونکہ ہمیں اس سے خدشہ ہے، اس نے کہا ہرگز نہیں، میں اپنے شب و روز میں پوشیدہ اور ظاہر اکیلے اور جماعت میں اس سے محفوظ ہوں، ابو العباس کی طرف سے جب یہ بات ابو مسلم کو پہنچی تو اس نے اُسے بہت بڑی بات خیال کیا اور اسے ابو سلمہ کی طرف سے یہ خدشہ پیدا ہو گیا کہ وہ اس کے متعلق کوئی بُرا ارادہ کرے گا، لہٰذا اس نے اپنے قابل اعتماد اصحاب کی ایک جماعت کو بھیجا کہ وہ ابو سلمہ کے قتل کی تدبیر کریں، ابو العباس ابو سلمہ سے بڑا مانوس تھا اور رات کو اس سے باتیں کیا کرتا تھا، ابو سلمہ بڑا ہنس مکھ، ادیب اور سیاست و تدبیر کا ماہر تھا کہتے ہیں کہ ایک شب ابو سلمہ سفاح کے پاس سے اس کے شہر انبار سے

اکیلا واپس آرہا تھا کہ ابو مسلم کے ساتھیوں نے اس پر حملہ کر کے اُسے قتل کر دیا جب سفاح کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے کہا ؎

"چاہتے کہ وہ (قاتل) آگ کی طرف چلا جائے، اور اس جیسا کون ہے اس کے جانے سے ہم کس کس چیز پر افسوس کریں۔"

ابو مسلم کو امین آل محمد اور ابو سلمہ حفص بن سلیمان کو وزیر آل محمد کہا جاتا تھا، جب اُسے دھوکے سے قتل کر دیا گیا تو ایک شاعر نے یہ اشعار کہے ؎

"کبھی بُرائی بھی خوش ہوتی ہے اور کبھی تو جس چیز کو ناپسند کرے اس پر خوشی کرنے کا بھی حق ہوتا ہے، وزیر آل محمد مر گیا ہے اور جو تجھ سے دشمنی رکھتا تھا وہ وزیر ہو گیا ہے۔"

سفاح کی شبانہ گفتگوئیں

سفاح کو گفتگو اور عربوں میں سے نزار و یمن کے مفاخرات اور ان کا تذکرہ بہت پسند تھا ابو العباس سفاح کے ساتھ خالد بن صفوان اور دوسرے قحطانیوں کے بہت اچھے واقعات، مذاکرات، مفاخرات منادمات اور مسامرات ہیں جن میں سے شاندار واقعات کو منتخب کر کے ہم نے مفصل طور پر اخبار الزمان اور الاوسط میں بیان کیا ہے، اس جگہ ان کے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔

بہلول بن عباس نے ہیثم بن عدی طائی سے اور اس نے یزید الرقاشی سے جو داستانیں اور واقعات بیان کیے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ سفاح کو، مردوں کی باتیں بہت پسند آتی تھیں، ایک شب میں اس کے ہاں باتیں کر رہا تھا کہ اس نے کہا یزید تو نے جو سب سے عمدہ بات سُنی ہے وہ مجھے سناؤ، میں نے کہا امیر المومنین خواہ وہ بنی ہاشم کی ہو، اس نے کہا وہ مجھے بہت پسند ہو گی، میں نے کہا امیر المومنین ایک تنوخی آدمی، بنی عامر بن صعصعہ کے ایک قبیلے میں اُترا، اور اس نے اپنے سامان میں سے کچھ بھی نہ اُتارا مگر یہ شعر بطور مثال پڑھا ؎

"تیری زندگی کی قسم، جب تک بنی عامر پر ان کی کھال موجود ہے بخل کی وجہ سے ان کی پوشیدہ باتیں بوسیدہ نہ ہوں گی۔"

قبیلے کی ایک لونڈی نے اس کے پاس آکر گفتگو کی اور موانست کا اظہار کیا اور اس سے

حال احوال دریافت کیا تو وہ بھی اس سے مانوس ہو گیا پھر وہ کہنے لگی مجھے تجھ سے فائدہ پہنچے تو کس قبیلے کا ہے، اس نے جواب دیا، میں بنی تمیم کا ایک آدمی ہوں، اس نے کہا، کیا تو اس شخص کو جانتا ہے جس نے یہ اشعار کہے ہیں ؎

"بنو تمیم بخل کے راستوں کی طرف بھٹ تیتر سے بھی زیادہ راہ پانے والے ہیں اور اگر وہ نیک کاموں کی طرف چلیں تو راہ ہی بھول جائیں ۔ ایک پسو اگر ایک جوں کی پشت پر بیٹھ کر تمیم کی دو فوجوں پر حملہ کرے تو وہ بھاگ جائیں، ہم نے اونٹوں کو ذبح کیا اور اللہ کا نام لیا اور ہمارا ذبیحہ مکمل ہو گیا مگر بنو تمیم نے کبھی جانور ذبح ہی نہیں کیا کہ وہ اللہ کا نام لیں، میں دیکھتا ہوں کہ رات کو دن، دور کر دیتا ہے لیکن میں بنو تمیم سے ذلت کی ہڈیوں کو دور ہوتے نہیں دیکھا۔"

اس آدمی نے کہا خدا کی قسم میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں، لونڈی نے پوچھا پھر تو کن میں سے ہے اس نے کہا میں عجل قبیلے کا ایک آدمی ہوں، اس نے کہا کیا تو اس شخص کو جانتا ہے جس نے یہ اشعار کہے ہیں ؎

"میں دیکھتا ہوں کہ لوگ بہت مال دیتے ہیں اور بنی عجل کی عطاء صرف تین اور چار ہوتی ہے اور جب کوئی عجلی کسی علاقے میں فوت ہو جاتا ہے تو اس کے لیے ایک ہاتھ ایک انگلی زمین کھودی جاتی ہے۔"

اس نے کہا قسم بخدا، میں عجل میں سے نہیں ہوں، لونڈی نے پوچھا پھر تو کن میں سے ہے اس نے کہا میں بنی یشکر کا ایک آدمی ہوں، اس نے کہا کیا تو اس آدمی کو جانتا ہے جس نے یہ اشعار کہے ہیں ؎

"اور جب کسی یشکری کا کپڑا تیرے کپڑے کے ساتھ لگ جائے تو پاک ہونے تک خدا کا ذکر نہ کرنا۔"

اس نے کہا خدا کی قسم میں یشکر میں سے نہیں ہوں، لونڈی نے کہا پھر تو کن میں سے ہے اس نے کہا میں عبد القیس کا ایک آدمی ہوں اس نے کہا، کیا تو اس آدمی کو جانتا ہے جس نے یہ اشعار کہے ہیں ؎

"جب عبد القیس کو پیاز اور سرکہ اور نمکین کھانا چیڑا ہوا مل جائے تو میں نے

انہیں ذلیل حالت میں دیکھا ہے، وہ عورتوں کے پاس چوری چوری رات گزارتے ہیں جیسے تر آنتوں والا عجمی رات گزارتا ہے۔"

اس نے کہا قسم بخدا میں عبدالقیس میں سے نہیں ہوں لونڈی نے کہا پھر تو کن میں سے ہے اس نے کہا میں باہلہ قبیلے کا ایک آدمی ہوں اس نے کہا کیا تو اُسے جانتا ہے جس نے یہ اشعار کہے ہیں ؎

"جب کریم لوگ کارناموں کے لیے ازدحام کرتے ہیں تو باہلی، بھیڑ سے ایک طرف ہو کر کھڑا ہو جاتا ہے اور اگر خلیفہ باہلی ہو تو وہ شریف لوگوں سے دشمنی نہیں کرے گا اور اگر باہلی کی عزت بچ جائے تو وہ کھانے کے رومال کی طرح ہوتی ہے۔"

اس نے کہا خدا کی قسم میں باہلہ میں سے نہیں ہوں لونڈی نے کہا پھر تو کن لوگوں میں سے ہے؟ اس نے کہا میں فزارہ کا ایک آدمی ہوں اس نے کہا، کیا تو اس آدمی کو جانتا ہے جس نے یہ اشعار کہے ہیں ؎

"اگر تو کسی فزاری کے پاس جائے تو اپنی اونٹنی کے متعلق بے خوف نہ ہو اور اُسے تسموں کے ساتھ باندھ لے، اور اگر گدھے کی دُبر آگ میں داخل ہو جائے تو پھر بھی گدھے کے متعلق فزاری پر اعتبار نہ کر، وہ ایسے لوگ ہیں جب ان کے صحن میں مہمان آتے ہیں تو وہ اپنی ماں سے کہتے ہیں آگ پر بول کر دے۔"

اس نے کہا قسم بخدا! میں فزارہ میں سے نہیں ہوں لونڈی نے کہا پھر تو کن لوگوں میں سے ہے اس نے کہا میں ثقیف میں سے ہوں اس نے کہا، کیا تو اس شخص کو جانتا ہے جس نے یہ اشعار کہے ہیں ؎

"نسب بیان کرنے والوں نے ابو ثقیف کو گمراہ کر دیا ہے پس گمراہی کے سوا ان کا کوئی باپ نہیں اگر وہ اپنا نسب بیان کریں یا ثقیف کا نسب کسی کی طرف منسوب ہو تو یہ ایک محال بات ہے، کھجوروں کے جھنڈوں میں رہنے والے خنزیروں نے انہیں قتل کر دیا ہے پس ان کا خون تمہارے لیے حلال ہے۔"

اس نے کہا خدا کی قسم میں ثقیف میں سے نہیں ہوں لونڈی نے کہا پھر تو کن میں سے ہے اس نے کہا میں بنی عبس سے ہوں اس نے کہا کیا تو اس شخص کو جانتا ہے جس نے یہ اشعار کہے ہیں ؎

"جب کسی عبسی عورت کے ہاں بچہ پیدا ہو تو اُسے بخل کی خوشخبری دے جو حاصل کیا گیا ہے۔"

اس نے کہا قسم بخدا میں عبس میں سے نہیں ہوں لونڈی نے کہا پھر تو کن میں سے ہے اس نے کہا میں ثعلبہ قبیلے کا ایک آدمی ہوں اس نے کہا، کیا تو اس شخص کو جانتا ہے جس نے یہ اشعار کہے ہیں ؎

"اور ثعلبہ بن قنیس بہت بڑے لوگ ہیں، پڑوسی کے ساتھ نہایت خیانت کرنے والے ہیں اور قابل ملامت لوگ ہیں۔"

اس نے کہا خدا کی قسم میں ثعلبہ میں سے نہیں ہوں لونڈی نے کہا پھر تو کن میں سے ہے اس نے کہا — میں غنی قبیلے سے ہوں اس نے کہا کیا تو اس شخص کو جانتا ہے جس نے یہ اشعار کہے ہیں ؎

"جب کوئی غنوی عورت بچہ جنے تو اسے اچھے درزی کی خوشخبری دے۔"

اس نے کہا، واللہ، میں غنی قبیلے میں سے نہیں ہوں، لونڈی نے کہا پھر تو کن میں سے ہے اس نے کہا میں بنی مرہ کا ایک آدمی ہوں اس نے کہا کیا تو اس شخص کو جانتا ہے جس نے یہ شعر کہا ہے ؎

"جب کوئی مُری عورت اپنے ہاتھوں کو رنگ لے تو اس کی شادی کر دے مگر اس کے زنا سے بے خوف نہ ہو۔"

اس نے کہا قسم بخدا، میں بنی مرہ میں سے نہیں ہوں لونڈی نے کہا پھر تو کن میں سے ہے اس نے کہا میں بنی ضبہ کا ایک آدمی ہوں اس نے کہا کیا تو اس شخص کو جانتا ہے جس نے یہ شعر کہا ہے ؎

"اے ابن مکعبر! تیری آنکھیں نیلی ہو گئی ہیں جس طرح ہر ضبی بخل سے نیلا ہو گیا ہے۔"

اس نے کہا خدا کی قسم میں بنی ضبہ میں سے نہیں ہوں لونڈی نے کہا پھر تو کن میں سے

ہے اس نے کہا میں بجیلہ قبیلے کا ایک آدمی ہوں اس نے کہا کیا تو اس شخص کو جانتا ہے جس نے یہ اشعار کہے ہیں ؎

"جب بجیلہ قبیلہ اُترا تو ہم نے اس کے متعلق دریافت کیا تاکہ ہمیں معلوم ہو جائے کہ اس نے کہاں ٹھکانہ بنایا ہے، جب بجیلہ کو پکارا جائے تو تجھے معلوم نہ ہوگا کہ اس کا باپ قحطان ہے یا نزار، پس بجیلہ بین بین ہے اور بے لگام جانور کی طرح آزاد ہے۔"

اس نے کہا خدا کی قسم میں بجیلہ میں سے نہیں ہوں لونڈی نے کہا تیرا بُرا ہو پھر تو کن میں سے ہے اس نے کہا میں بنی ازد کا ایک آدمی ہوں اس نے کہا کیا تو اس شخص کو جانتا ہے جس نے یہ شعر کہا ہے کہ ؎

"جب کوئی ازدی عورت بچہ جنے تو اُسے اچھا ملاح ہونے کی خوشخبری دے"۔

اس نے کہا واللہ میں بنی ازد میں سے نہیں ہوں لونڈی نے کہا تو ہلاک ہو تو کن میں سے ہے کیا تجھے شرم نہیں آتی سچ بات بتا، اس نے کہا میں خزاعہ قبیلہ کا ایک آدمی ہوں اس نے کہا کیا تو اس شخص کو جانتا ہے جس نے یہ اشعار کہے ہیں ؎

"جب خزاعہ کے لوگ کسی قدیم بات پر فخر کرتے ہیں تو ہم نے شراب نوشی کو ان کا فخر پایا ہے۔ انہوں نے کھلم کھلا کعبہ کو ایک شراب کے مشکیزے کے عوض فروخت کر دیا تھا۔ یہ فخر کرنے والے کے لیے بہت بڑا فخر ہے"۔

اس نے کہا قسم بخدا، میں خزاعہ میں سے نہیں ہوں، لونڈی نے کہا پھر تو کن میں سے ہے اس نے کہا میں سلیم قبیلے کا آدمی ہوں اس نے کہا کیا تو جانتا ہے کہ یہ شعر کس نے کہا ہے ؎

"پس سلیم کو کیا ہوگیا ہے اللہ ان کی حکومت کو پراگندہ کرے ان کے ہاتھ بُرائی کرتے ہیں اور ان کی دُبریں تھک جاتی ہیں۔"

اس نے کہا خدا کی قسم میں سلیم میں سے نہیں ہوں لونڈی نے کہا پھر تو کن میں سے ہے اس نے کہا میں لقیط کا ایک آدمی ہوں اس نے کہا کیا تو اس شخص کو جانتا ہے جس نے یہ اشعار کہے ہیں ؎

"تیری زندگی کی قسم سمندر اور صحرا بنی لقیط کی دُبر کے حلقے سے زیادہ وسیع

نہیں ہیں بنی لقیط، سواریوں پر سوار ہونے والوں اور زمین پر چلنے والوں میں سے سب سے زیادہ بُرے ہیں بنی لقیط پر خدا کی لعنت ہو یہ قوم لُوط کے باقی ماندہ قیدی ہیں۔"

اس نے کہا واللہ، میں لقیط قبیلے سے نہیں ہوں لونڈی نے کہا پھر تو کن میں سے ہے اس نے کہا میں بنی کندہ میں سے ہوں اس نے کہا کیا تو اس شخص کو جانتا ہے جس نے یہ اشعار کہے ہیں ؎

"جب کوئی خوب صورت اور منقش لباس والا کندی فخر کرے تو وہ یمن کے بنے ہوئے کپڑے، موزے، چادر اور قبر پر فخر کرتا ہے پس کندہ کو یمن کے بنے ہوئے کپڑے پر فخر کرنے کے لیے چھوڑ دے اس کا سب سے بڑا فخر مانگنا ہے۔"

اس نے کہا خدا کی قسم میں کندہ میں سے نہیں ہوں لونڈی نے کہا پھر تو کن میں سے ہے اس نے کہا میں خثعم کا ایک آدمی ہوں اس نے کہا کیا تو اس شخص کو جانتا ہے جس نے یہ شعر کہا ہے ؎

"اور اگر تو خثعم کو سیٹی مار کر بلائے تو وہ ٹڈی کے ساتھ ملکوں میں اُڑ جائے۔"

اس نے کہا خدا کی قسم میں خثعم میں سے نہیں ہوں لونڈی نے کہا پھر تو کن میں سے ہے اس نے کہا میں طے قبیلے کا آدمی ہوں اس نے کہا کیا تو اس شخص کو جانتا ہے جس نے یہ اشعار کہے ہیں ؎

"طے تو صرف عجمیوں کا اکٹھ ہے اس نے گارا بنانے کو کہا تو وہ مسلسل گارا بنانے لگ گیا اور اگر ایک لپسوڑے کے دونوں پہاڑوں پر اپنے بازو پھیلا دے تو طے قبیلہ اس کے سائے میں اکٹھا ہو جائے۔"

اس نے کہا قسم بخدا میں طے قبیلے سے نہیں ہوں لونڈی نے کہا پھر تو کن میں سے ہے اس نے کہا میں مزینہ قبیلے کا آدمی ہوں اس نے کہا کیا تو اس شخص کو جانتا ہے جس نے یہ شعر کہا ہے ؎

"مزینہ ایک ایسا قبیلہ ہے جس میں سخاوت اور دین کی کوئی اُمید نہیں کی جا سکتی۔"

اس نے کہا خدا کی قسم میں مزنیہ میں سے نہیں ہوں لونڈی نے کہا پھر تو کن میں سے ہے کہنے لگا میں نخع قبیلے کا آدمی ہوں اس نے کہا، کیا تو اُسے جانتا ہے جس نے یہ اشعار کہے ہیں ؎

"جب کمینے نخعی صبح کو اکٹھے ہو کر چلیں تو بھیڑ کی زیادتی سے لوگوں کو اذیت ہوتی ہے اور وہ اچھی بزرگی کی طرف نہیں جاتے اور نہ ہی خالص کریم لوگ ہیں"

اس نے کہا واللہ میں نخعی نہیں ہوں لونڈی نے کہا پھر تو کن میں سے ہے، کہنے لگا میں اود قبیلے کا آدمی ہوں اس نے کہا کیا تو اس شخص کو جانتا ہے جس نے یہ اشعار کہے ہیں ؎

"جب تو دیارِ اود میں جائے تو جان لے کہ تو نے ان میں سے کسی کے ساتھ بات نہیں کرنی، پس کسی بوڑھے اور جوان کی طرف مائل نہ ہو اس قوم کا ہر آدمی لٹھی مار ہے۔"

اس نے کہا خدا کی قسم میں اود میں سے نہیں ہوں لونڈی نے کہا پھر تو کن میں سے ہے اس نے کہا میں لخم قبیلے کا آدمی ہوں اس نے کہا کیا تو اس شخص کو جانتا ہے جس نے یہ شعر کہا ہے ؎

"جب کوئی قوم فخر کے اظہار کے لیے اپنے کسی قدیم آدمی کی طرف منسوب ہوتی ہے تو پوری لخم قوم سے فخر دُور ہو جاتا ہے۔"

اس نے کہا قسم بخدا میں لخم میں سے نہیں ہوں لونڈی نے کہا پھر تو کن میں سے ہے اس نے کہا میں جذام قبیلے کا آدمی ہوں اس نے کہا کیا تو اس شخص کو جانتا ہے جس نے یہ شعر کہا ہے ؎

"جب کسی روز کسی اچھے کام کے لیے جامِ شراب کو گردش دی جائے تو وہ جذام سے پرے ہٹ جاتا ہے۔"

اس نے کہا خدا کی قسم میں جذام میں سے نہیں ہوں۔ لونڈی نے کہا تو ہلاک ہو پھر تو کن میں سے ہے؟ کیا تجھے اتنا جھوٹ بولتے ہوئے شرم نہیں آتی، اس نے کہا میں تنوخ کا آدمی ہوں اور یہ سچ بات ہے اس نے کہا کیا تو اس شخص کو جانتا ہے جس نے یہ اشعار کہے ہیں ؎

"جب لوٹ مار اور بدلہ لینے کے لیے تنوخی، چشمے کو بند کر دیتے ہیں تو خدا کی ذلت کے ساتھ اہل اور پڑوسیوں میں رسوا ہو کر لوٹتے ہیں۔"

اس نے کہا خدا کی قسم میں تنوخ میں سے نہیں ہوں لونڈی نے کہا تیری ماں تجھ کو کھو دے پھر تو کن میں سے ہے اس نے کہا میں حمیر قبیلے کا آدمی ہوں اس نے کہا کیا تو اس شخص کو جانتا ہے جس نے یہ اشعار کہے ہیں ؎

" مجھے بتایا گیا ہے کہ حمیر کے لوگ میری ہجو کرتے ہیں تو میں نے انہیں کہا کہ میں تو انہیں کچھ نہیں سمجھتا اور نہ ہی وہ پیدا ہوئے ہیں کیونکہ حمیر قوم کا کوئی اصل ہی نہیں ہے وہ چٹیل میدان کی لکڑی کی طرح ہیں جس میں نہ پانی ہوتا ہے نہ پتے ہوتے ہیں اور نہ ان کی زندگی خواہ کس قدر لمبی ہو ان کی تعداد میں اضافہ نہیں ہوتا اور اگر لومڑ ان پر پیشاب کر دے تو وہ غرق ہو جائیں۔"

اس نے کہا واللہ میں حمیر میں سے نہیں ہوں، لونڈی نے کہا پھر تو کن میں سے ہے کہنے لگا میں یحابر کا آدمی ہوں اس نے کہا، کیا تو اس شخص کو جانتا ہے جس نے یہ شعر کہا ہے ؎

" اگر یحابر کے علاقے میں کوئی چوں چوں کرنے والا، چوں چوں کرے تو مر کر مٹی میں بوسیدہ ہو جائیں۔"

اس نے کہا خدا کی قسم میں یحابر میں سے نہیں ہوں لونڈی نے کہا پھر تو کن میں سے ہے کہنے لگا میں قشیر میں سے ہوں اس نے کہا کیا تو اُسے جانتا ہے جس نے یہ شعر کہا ہے ؎

" اے بنی قشیر میں نے تمہارے سردار کو قتل کیا ہے آج نہ اس کا فدیہ ہے نہ قصاص۔"

اس نے کہا خدا کی قسم میں قشیر میں سے نہیں ہوں، لونڈی نے کہا پھر تو کن میں سے ہے اس نے کہا میں بنی اُمیہ میں سے ہوں اس نے کہا، کیا تو اس شخص کو جانتا ہے جس نے یہ اشعار کہے ہیں ؎

" بنی اُمیہ کی بنیاد کمزور پڑ گئی اور اللہ تعالیٰ پر اس کا تباہ کرنا آسان ہو گیا اور گذشتہ زمانے میں بنی اُمیہ کی حکومت خدا پر جسارت کرتی تھی پس نہ آل حرب نے رسول اللہ کی اطاعت کی اور نہ اس کا مروان اللہ سے ڈرا۔"

اس نے کہا خدا کی قسم میں بنی اُمیہ میں سے نہیں ہوں لونڈی نے کہا پھر تو کن میں سے

ہے اس نے کہا میں بنی ہاشم میں سے ہوں اس نے کہا، کیا تو اس شخص کو جانتا ہے جس نے یہ اشعار کہے ہیں ؎

"اے بنی ہاشم اپنی کھجوروں کی طرف واپس آجاؤ اب یہ کھجوریں ایک درہم کی ایک صاع ہوگئی ہیں اگر تم کہو کہ تم محمد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قبیلے سے ہو تو نصاریٰ عیسےٰ بن مریم کے قبیلے سے ہیں۔"

اس نے کہا خدا کی قسم میں بنی ہاشم میں سے نہیں ہوں لونڈی نے کہا پھر تو کن میں سے ہے اس نے کہا میں ہمدان کا آدمی ہوں اس نے کہا، کیا تو اس شخص کو جانتا ہے جس نے یہ اشعار کہے ہیں ؎

"جب ہمدان جنگ کے روز اپنی چکی کو، آدمیوں کی کھوپڑیوں کے اوپر گھمائے تو تو انہیں جنگ سے بھاگتے ہوئے سواریوں کو دوڑاتے دیکھے گا۔"

اس نے کہا خدا کی قسم میں ہمدان میں سے نہیں ہوں لونڈی نے کہا پھر تو کن میں سے ہے کہنے لگا میں قضاعہ قبیلہ کا آدمی ہوں اس نے کہا کیا تو اس شخص کو جانتا ہے جس نے یہ اشعار کہے ہیں ؎

"کوئی قضاعی اپنے خاندان پر فخر نہ کرے وہ نہ محض یمنی ہے اور نہ مُضری وہ ان کے درمیان مذبذب ہے ان کا والد نہ قحطان ہے نہ نزار، پس انہیں دوزخ میں جانے دو۔"

اس نے کہا قسم بخدا میں قضاعہ میں سے نہیں ہوں لونڈی نے کہا پھر تو کن میں سے ہے اس نے کہا میں شیبان کا آدمی ہوں اس نے کہا کیا تو اس شخص کو جانتا ہے جس نے یہ اشعار کہے ہیں ؎

"شیبان قوم کی تعداد بہت ہے اور وہ سب کے سب دوغلے اور کمینے ہیں ان میں کوئی بزرگ، حسب نسب والا، نجیب اور کریم نہیں ہے۔"

اس نے کہا خدا کی قسم میں شیبان میں سے نہیں ہوں لونڈی نے کہا پھر تو کن میں سے ہے اس نے کہا میں بنی نمیر کا آدمی ہوں اس نے کہا کیا تم اس شخص کو جانتے ہو جس نے یہ اشعار کہے ہیں ؎

یہ اشعار کہے ہیں ؎

اگر تو بنی نمیر سے ہے تو اپنی نگاہ نیچی کر لے تو نہ کعب کو پہنچا ہے اور نہ کلاب کو

اگر بنی نمیر کی دُبر کے حلقے زنگ آلود لوہے پر رکھے جائیں تو وہ پگھل جائیں۔"

اس نے کہا قسم بخدا میں بنی نمیر سے نہیں ہوں لونڈی نے کہا پھر تو کن میں سے ہے اس نے کہا میں تغلب کا آدمی ہوں، اس نے کہا کیا تو اس شخص کو جانتا ہے جس نے یہ اشعار کہے ہیں ؎

"بنی تغلب میں ماموں تلاش نہ کر، ماموں ہونے کے لحاظ سے زنگی ان سے افضل ہے اور تغلبی جب مہمان نوازی کے لیے کھانستا ہے تو اس کی دُبر رگڑ کھاتی اور مثالیں بیان کرتی ہے۔"

اس نے کہا خدا کی قسم میں تغلب میں سے نہیں ہوں لونڈی نے کہا پھر تو کن میں سے ہے اس نے کہا میں مجاشع کا آدمی ہوں اس نے کہا تو اس شخص کو جانتا ہے جس نے یہ شعر کہا ہے ؎

"مجاشع کی بیٹیوں میں سے وہ بیٹی روتی ہے جس کا خاوند غائب ہو گیا ہے اور اس کی آواز گدھے کے رینگنے کی طرح سُنی جاتی ہے۔"

اس نے کہا قسم بخدا میں مجاشع میں سے نہیں ہوں لونڈی نے کہا پھر تو کن میں سے ہے اس نے کہا میں کلب کا آدمی ہوں اس نے کہا کیا تو اس شخص کو جانتا ہے جس نے یہ شعر کہا ہے ؎

"کلب اور اس کے گھر کے قریب نہ جا جو رات کو چلنے والا اس کی آگ کی روشنی کو دیکھ لیتا ہے وہ اس سے کوئی اُمید نہیں رکھتا۔"

اس نے کہا خدا کی قسم میں کلب میں سے نہیں ہوں لونڈی نے کہا پھر تو کن میں سے ہے اس نے کہا میں تمیم کا آدمی ہوں اس نے کہا، کیا تو اس شخص کو جانتا ہے جس نے یہ اشعار کہے ہیں ؎

"بنو تمیم کی عورت کا اگلا حصہ ہاتھی کی سُونڈ کی طرح ہوتا ہے اور وہ بغیر مجذوم کے انگلیوں کے ساتھ چکی ہدیۃً دیتے ہیں۔"

اس نے کہا قسم بخدا میں تمیم میں سے نہیں ہوں لونڈی نے کہا پھر تو کن میں سے

ہے اس نے کہا میں جرم قبیلے کا آدمی ہوں اس نے کہا کیا تو اس شخص کو جانتا ہے جس نے
یہ اشعار کہے ہیں ؎

"جرم مجھے سخاوت کے ستوؤں کی تمنا دلاتا ہے حالانکہ نہ جرم ہے اور نہ اس کے ستو اور نہ
انہوں نے کبھی کسی جگہ فروکش ہو کر ستو پیے ہیں اور نہ کبھی منڈی میں ان کو
گراں بیچا ہے جب ان کی حرمت نازل ہوئی تو اس وقت سے جرم کا آدمی
ہوش میں نہیں آتا۔"

اس نے کہا خدا کی قسم میں جرم میں سے نہیں ہوں لونڈی نے کہا پھر تو کن میں سے
ہے اس نے کہا میں سلیم کا آدمی ہوں، اس نے کہا کیا تو اس شخص کو جانتا ہے جس نے
یہ اشعار کہے ہیں ؎

"اور جب تو صبح کے کھانے کے لیے سلیم کے پاس جائے تو تو بھوکا واپس
آجائے گا۔"

اس نے کہا خدا کی قسم میں سلیم میں سے نہیں ہوں لونڈی نے کہا پھر تو کن میں سے
ہے اس نے کہا میں موالی میں سے ہوں اس نے کہا تو اس شخص کو جانتا ہے جس نے
یہ شعر کہا ہے ؎

"اور جو شخص فحش اور بے حیائی کرنا چاہے تو وہ الجبید اور طرفان کے غلاموں
کے پاس جائے۔"

اس نے کہا رب کعبہ کی قسم میں نے اپنے نسب کے بارے میں غلطی کھائی ہے ایں
خوز قبیلے کا آدمی ہوں، اس نے کہا، کیا تو اس شخص کو جانتا ہے جس نے یہ شعر کہا ہے ؎

"اللہ تعالیٰ تمہیں کبھی برکت نہ دے اے خوز کے گروہ! خوز تو آگ میں داخل ہے۔"

اس نے کہا خدا کی قسم میں خوز میں سے نہیں ہوں، لونڈی نے کہا پھر تو کن میں سے
ہے اس نے کہا میں حام کی اولاد میں سے ہوں اس نے کہا کیا تو اس شخص کو جانتا ہے،
جس نے یہ شعر کہا ہے ؎

"حام کے لڑکوں سے نکاح نہ کر وہ خدا کی مخلوق کے منحوس آدمی ہیں اے
ابن الکوع ان سے اجتناب اختیار کر۔"

اس نے کہا نہیں، خدا کی قسم میں اولاد حام میں سے نہیں ہوں بلکہ راندہ درگاہ الٰہی شیطان کی اولاد میں سے ہوں اس نے کہا تجھ پر اور تیرے ساتھ تیرے باپ شیطان پر خدا کی لعنت ہو، کیا تو اس شخص کو جانتا ہے جس نے یہ شعر کہا ہے ؎

"اے بندگانِ خدا یہ تمہارا دشمن ہے اور یہ خدا کا دشمن ابلیس ہے اسے قتل کر دو۔"

اس نے لونڈی سے کہا یہ مقام تجھ سے پناہ مانگنے کا ہے، اس نے کہا ذلیل اور رسوا ہو کر چلا جا جب تو کسی قوم کے ہاں اُترے تو اس وقت تک ان میں شعر نہ پڑھنا جب تک تو انہیں پہچان نہ لے کہ وہ کون ہیں اور لوگوں کی برائیوں کے درپے نہ ہو، کیونکہ رب العالمین کے رسول اس کے برگزیدہ اور معصوم کے سوا، سب لوگ برائی اور بھلائی کرتے ہیں اور تیری مثال ایسی ہے جیسے جریر نے فرزوق سے کہا تھا ؎

"اور جب تو کسی قوم کے ہاں اُترے تو تو رسوائی کے ساتھ سفر کرے گا اور عار کو چھوڑے گا۔"

اس نے لونڈی سے کہا خدا کی قسم میں کبھی شعر نہیں پڑھوں گا، پس سفاح نے کہا اگر تو نے اس واقعہ کو بنایا ہے اور بیان کردہ اشعار کو نظم کیا ہے تو تو نے بہت خوب کیا ہے اور تو جھوٹوں کا سردار ہے اور اگر یہ واقعہ سچا ہے تو یہ عامری لونڈی سب لوگوں سے زیادہ حاضر جواب اور سب سے زیادہ ان کے عیوب سے آگاہ ہے۔

مسعودی بیان کرتا ہے کہ اس واقعہ کے علاوہ سفاح کی اور بھی بہت سی اچھی داستانیں ہیں جنہیں ہم نے مبسوط طور پر اپنی دونوں کتابوں اخبار الزمان اور الاوسط میں بیان کیا ہے۔

ابو جعفر منصور کی خلافت کا بیان

مختصر حالات ابو جعفر منصور عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب کی بیعت ۱۲ ذوالحجہ ۱۳۶ھ کو ہوئی یہ ابھی مکہ کے راستہ ہی میں تھا کہ اس کے چچا عیسٰی بن علی نے اس کی بیعت لے لی اور اس کے بعد عیسٰی بن موسیٰ کے لیے بیعت لی۔ اس وقت منصور ۴۱ سال کا تھا، اس کی پیدائش ماہ ذوالحجہ ۹۵ھ میں ہوئی، اس کی ماں اُم ولد تھی جسے سلامہ بربریہ کہا جاتا تھا، منصور کی وفات ۷ ذوالحجہ ۱۵۸ھ کو ہفتہ کے روز ہوئی اس نے نو دن کم بائیس سال حکومت کی اور اس نے عراق کے راستے سے بستان بنی عامر سے ہوتے ہوئے مکہ پہنچ کر حج کیا اور ۶۳ سال کی عمر میں وفات پائی۔ مکہ میں اُسے ننگے منہ دفن کیا گیا کیونکہ وہ محرم تھا بعض کہتے ہیں کہ اس نے بیر میمون کے پاس بطحا میں وفات پائی اور حجون میں دفن ہوا اور اس کی عمر ۶۵ سال تھی۔ واللہ اعلم۔

اِس کے حالات و واقعات کا بیان اور اس کے دَور کی ایک جھلک

منصور کی والدہ کا خواب منصور کی ماں سلامہ کا بیان ہے کہ جب میں نے ابو جعفر منصور کو حمل میں لیا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ میری قُبُل سے ایک شیر نکلا ہے جو چوتڑوں کے بل بیٹھ گیا ہے وہ دھاڑتا اور اپنی دُم کو زمین پر مارتا ہے تو ہر جانب سے اس کے پاس شیر آ گئے اور جب کوئی شیر اس کے

پاس پہنچتا ہے تو اُسے سجدہ کرتا ہے۔

منصور اور نابینا ہمسفر شاعر

علی بن محمد المدائنی بیان کرتا ہے کہ منصور نے کہا میں نے شام کے سفر میں ایک نابینا سے رفاقت کی جو مروان بن محمد سے ملنا چاہتا تھا کیونکہ اس نے اس کے متعلق کچھ اشعار کہے تھے میں نے اُسے کہا مجھے اشعار سناؤ تو اس نے مجھے یہ اشعار سنائے ؎

"کاش مجھے معلوم ہوتا کہ اس نے کستوری کی خوشبو کو مہکایا ہے اور میرے خیال میں خیف میں میرا کوئی مونس نہیں، جب سے بنو اُمیہ اور عبد شمس کے جامع الفضائل سردار وہاں سے چلے گئے ہیں، خطباء منبروں پر سوار ہیں درآنحالیکہ وہ گویاں ہیں گونگے نہیں ہیں، وہ باتیں کرنے والوں پر عیب نہیں لگاتے اور اگر بات کریں تو دُرست بات کہتے ہیں۔ اور وہ مشتبہ بات نہیں کرتے اور جب عقلیں بہک جاتی ہیں تو وہ عقل سے کام لیتے ہیں اور ان کے چہرے دنانیر کی طرح ملائم ہیں۔"

منصور بیان کرتا ہے خدا کی قسم ابھی وہ اپنے اشعار سے فارغ نہیں ہوا تھا کہ میں نے خیال کیا کہ اس اندھے کو میرے متعلق علم ہو گیا ہے، خدا کی قسم وہ بہت مفید گفتگو کرنے والا اور اچھا رفیق تھا۔

منصور کہتا ہے کہ میں نے ۱۴۱ھ میں حج کیا اور میں ایک نذر کی وجہ سے زرود کے دو پہاڑوں کے درمیان ریتلی جگہ پر گدھی سے اُتر پڑا، کیا دیکھتا ہوں کہ میرے سامنے ایک نابینا آدمی کھڑا ہے میں نے اپنے ساتھیوں کو پیچھے ہو جانے کا اشارہ کیا تو وہ پیچھے ہو گئے میں نے اس کے قریب ہو کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور اُسے سلام کہا اس نے کہا میں آپ کے قربان جاؤں آپ کون ہیں میں نے آپ کو نہیں پہچانا، میں نے جواب دیا جب تو بنی اُمیہ کے زمانے میں مروان کو ملنے کے لیے شام جا رہا تھا تو میں تیرا رفیق سفر تھا، اس نے مجھے سلام کہہ کر ایک آہ بھری اور کہنے لگا ؎

"بنی اُمیہ کی عورتیں بیوہ ہو گئی ہیں اور ان کی بیٹیاں یتیم ہو کر ضائع ہو گئی ہیں ان کی قسمت سو گئی ہے اور ان کی قسمت کا ستارہ ٹوٹ گیا ہے اور ستارے ٹوٹتے رہتے ہیں اور قسمت سوتی ہی رہتی ہے تخت اور منبر خالی ہو گئے ہیں،

پس ان پر موت تک سلام ہو۔"

میں نے اُسے کہا مروان نے تمہیں کتنا انعام دیا تھا اس نے جواب دیا اس نے مجھے غنی کر دیا تھا اب میں اس کے بعد کسی سے سوال نہیں کروں گا، میں نے پوچھا کتنا دیا تھا؟ کہنے لگا چار ہزار دینار اور خلعت اور بار برداری کا جانور، میں نے پوچھا یہ چیزیں کہاں ہیں اس نے کہا بصرہ میں ہیں، میں نے پوچھا کیا تو نے مجھے پہچانا ہے کہنے لگا میری زندگی کی قسم معرفتِ صحبت تو جاتی رہی ہے اور نسب کی معرفت مجھے حاصل نہیں میں نے کہا، میں ابوجعفر منصور امیر المومنین ہوں، تو وہ لرزہ بر اندام ہو کر کہنے لگا امیر المومنین معذرت قبول کیجیے آپ کے عم زاد محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ محسن کی محبت اور بُرائی کرنے والے کا بغض، فطرت میں ودلیعت کیا گیا ہے، ابوجعفر بیان کرتا ہے کہ خدا کی قسم میں نے اُسے نقصان پہنچانے کا ارادہ کر لیا تھا پھر مجھے حُرمت اور صحبت یاد آگئی تو میں نے مسیّب سے کہا اسے چھوڑ دو، مجھے اس سے شب کو گفتگو کرنے کی ضرورت پیش آئی تو میں نے اس کی تلاش کا حکم دیا یوں معلوم ہوتا تھا کہ ویرانے نے اُسے تباہ کر دیا ہے (وہ کہیں نہ ملا)

منصور اور اس کے اہل کی بنی اُمیہ کی سیرت کے متعلق گفتگو

الربیع بیان کرتا ہے کہ منصور کے پاس عیسیٰ بن علی، عیسیٰ بن موسےٰ، محمد بن علی، صالح بن علی، قثم بن عباس، محمد بن جعفر اور محمد بن ابراہیم اکٹھے ہوئے تو بنی اُمیہ کے خلفاء ان کی سیرت و تدبیر اور اس سبب پر گفتگو کرنے لگے جس کے باعث ان کی عزت جاتی رہی تھی، منصور کہنے لگا عبدالملک ایک جابر آدمی تھا اور بے پروا ہو کر کام کرتا تھا، سلیمان کی ہمت اس کے پیٹ اور شرمگاہ تک ہی محدود تھی، عمر بن عبدالعزیز اندھوں میں کانا تھا، ہشام ان میں مرد تھا، بنو اُمیہ ہمیشہ نیک کام کرتے اور ادنیٰ کاموں کو چھوڑ کر خدا تعالیٰ کی عطا کردہ حکومت کی حفاظت وصیانت کرتے رہے یہاں تک کہ حکومت ان کے عیاش فرزندوں کے پاس آگئی اور وہ صرف لذات و شہوات کے پرستار ہو کر اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ مہلت سے جہالت اختیار کر کے اس کی تدبیر سے بے خوف ہو کر گناہ کے مرتکب ہوتے رہے اور انہوں نے خلافت کی حفاظت کو ترک کر دیا اور حقوق اللہ اور حقوق ریاست کے استخفاف اور انتظامی کمزوری کے باعث اللہ تعالےٰ نے ان سے عزت چھین لی اور انہیں ذلیل کر دیا، ان

سے نعمتوں کو سلب کر لیا صالح بن علی کہنے لگا امیر المومنین جب عبد اللہ بن مروان اپنے پیروکاروں کے ساتھ بھاگتا ہوا عرض نوبہ میں گیا تو وہاں کے بادشاہ نے ان سے ان کے حالات ان پر نازل ہونے والی مصیبت، اور ان کی سیرت کے متعلق پوچھا، تو اس نے اُسے سب باتوں کے متعلق بتایا اور وہ سوار ہو کر عبد اللہ کے پاس گیا تاکہ وہ اس سے ان کے امور اور اس سبب کے متعلق پوچھے جس کی وجہ سے ان سے یہ نعمت چھن گئی ہے اور اس نے اس سے باتیں کیں جو مجھے یاد نہیں رہیں پھر اس نے اُسے اپنے شہر سے نکال دیا۔ اگر امیر المومنین پسند کریں تو اُسے بلا کر اُس سے بات کر لیں، منصور نے اُسے اپنی مجلس میں حاضر کرنے کا حکم دیا جب وہ اس کے سامنے حاضر ہوا تو منصور نے اُسے کہا عبد اللہ! مجھے اپنا اور شاہِ نوبہ کا واقعہ سناؤ، اس نے کہا امیر المومنین میں نوبہ گیا وہاں پر تین دن ٹھہرا تو وہاں کا بادشاہ میرے پاس آیا اور زمین پر بیٹھ گیا حالانکہ میں نے اس کے لیے قیمتی قالین بچھایا ہوا تھا میں نے اُسے کہا ہمارے قالین پر بیٹھنے سے آپ کو کونسی چیز مانع ہے اس نے جواب دیا میں ایک بادشاہ ہوں اور ہر بادشاہ کا یہ حق ہے کہ جب خدا اُسے عزت دے تو وہ اس کے حضور عاجزی اختیار کرے پھر کہنے لگا، تمہاری کتاب میں تو شراب حرام ہے پھر تم شراب کیوں پیتے ہو؟ میں نے جواب دیا ہمارے غلاموں اور پیروکاروں کی جسارت ہے پھر کہنے لگا تمہاری کتاب میں فساد کرنا حرام ہے پھر تم کھیتی کو اپنے جانوروں سے کیوں روندتے ہو؟ میں نے جواب دیا، ہمارے غلاموں اور اتباع نے جہالت سے یہ حرکت کی ہے، وہ کہنے لگا، تمہارے دین اور تمہاری کتاب میں سونا اور ریشم پہننا حرام ہے تم کیوں ریشم اور سونا پہنتے ہو؟ میں نے جواب دیا ہم سے حکومت جاتی رہی ہے ہم ایک عجمی قوم پر غالب آئے اس نے ہمارے دین میں داخل ہو کر ہماری ناپسندیدگی کے باوجود اسے پہن لیا، وہ ایک ہاتھ کو اُلٹتا پلٹتا اور دوسرے سے زمین کریدتا ہوا زمین کی طرف جھکا اور کہنے لگا ہمارے غلاموں، پیروکاروں اور عجمیوں نے ہمارے دین میں خرابی پیدا کی ہے پھر سر اُٹھا کر کہنے لگا، بات یوں نہیں ہے جس طرح تم نے بیان کی ہے بلکہ تم وہ لوگ ہو جنہوں نے خدا کی حرام کردہ چیزوں کو حلال کر لیا، جن کاموں سے تم کو روکا گیا تھا ان کا تم نے ارتکاب کیا اور تم نے اپنی شاہی میں ظلم کیا، تو اللہ تعالیٰ

نے تم سے عزت کو چھین لیا اور تمہارے گناہوں کے بدلے میں تمہیں ذلیل کیا، خدا کا انتقام ابھی تم میں اپنی انتہا کو نہیں پہنچا اور مجھے خدشہ ہے کہ میرے ملک میں رہتے ہوئے تم پر عذاب نازل ہو اور تمہارے ساتھ مجھے بھی اپنی لپیٹ میں لے لے، مہمان نوازی کا حق تین دن ہی ہوتا ہے، تجھے جو ضرورت ہے وہ مجھ سے لے اور میرے علاقے سے چلتا بن۔ تو میں وہاں سے چلا آیا۔ منصور متعجب ہو کر کچھ دیر سر جھکائے بیٹھا رہا، پھر اُسے اُس پر رحم آگیا اور اسے آزاد کرنے کا ارادہ کر لیا لیکن عیسےٰ بن علی نے اُسے بتایا کہ اس کی گردن میں بنو امیہ کی بیعت ہے تو اس نے اُسے دوبارہ قید خانے میں بھیج دیا۔

محمدؐ بن جعفر طالبی کی وفات

مسعودی بیان کرتا ہے کہ منصور کی خلافت کے دس سال گزرنے پر ۱۴۵ھ میں ابو عبد اللہ محمد بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم فوت ہو گئے اور اپنے باپ اور دادے کے ساتھ بقیع میں دفن ہوئے اُن کی عمر ۶۵ سال تھی، بعض کہتے ہیں کہ انہیں زہر دیا گیا تھا بقیع میں ان کی قبور پر سنگ مرمر پر یہ لکھا ہوا ہے:-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سب تعریف اس خدا کے لیے ہے جو قوموں کو تباہ کرنے والا اور بوسیدہ ہڈیوں کو زندہ کرنے والا ہے۔ یہ سیدۃ نساء العالمین فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حسن بن علی بن ابی طالب اور علی بن حسین بن علی بن ابی طالب اور محمد بن علی اور جعفر بن محمد رضی اللہ عنہم کی قبریں ہیں۔

منصور کے وزراء

ابو جعفر منصور نے ابن عطیہ باہلی کو وزیر بنایا، پھر ابو ایوب موریانی خوزی کو وزیر بنایا، اس کے ابو جعفر کے ساتھ کئی قسم کے تعلقات تھے ایک یہ کہ وہ سلیمان بن حبیب بن مہلب کا کاتب تھا۔ سلیمان نے امویوں کے زمانے میں منصور کو کوڑے مارے تھے اور اس کی بے عزتی کا ارادہ کیا تھا تو اس کے کاتب ابو ایوب نے اُسے سلیمان کے ہاتھ سے چھڑایا تھا یہ اس کی خدمت میں پہنچنے کا سبب تھا جب اُس نے اُسے وزیر بنایا تو اس پر کئی چیزوں کا اتہام لگایا گیا ایک یہ کہ وہ مال جمع کرتا ہے اور بدنیت ہے، وہ اس بات میں دور تک اُلجھا ہوا تھا اور جب کبھی اس کے پاس جاتا وہ یہ خیال کرتا کہ وہ اس پر حملہ کر دے گا پھر وہ صحیح سلامت باہر آجاتا کہتے ہیں کہ اس کے پاس چربی تھی جس میں اس نے کوئی ساحرانہ عمل کیا ہوا تھا جب وہ منصور

کے پاس جانے کا ارادہ کرتا تو اسے اپنے دونوں ابرؤوں پر مَل لیتا ، عام لوگوں میں ابو ایوب کی چربی کی بات چل نکلی پھر منصور نے اس پر حملہ کر دیا اور مرنے تک ابان بن صدقہ کو اپنا کاتب بنائے رکھا۔

ابو جعفر کے پاس ہشام منصور کا ہشام بن عبدالملک کی تدبیروں کے متعلق دریافت کرنا

کی ایک جنگی تدبیر کا ذکر کیا گیا تو اس نے ایک آدمی کی طرف جو ہشام کے سبزہ زار میں رہتا تھا پیغام بھیجا تاکہ وہ اس سے اس جنگی تدبیر کے متعلق دریافت کرے ، جب اس آدمی کو منصور کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے اُسے کہا تو ہشام کا ساتھی ہے اس نے جواب دیا ہاں ، منصور نے کہا کہ فلاں فلاں سال میں جو جنگ ہوئی تھی اس میں اس نے جو جنگی تدبیر کی تھی مجھے اس کے متعلق بتاؤ ، اس نے جواب دیا ، ہشام رضی اللہ عنہ نے اس جنگ میں یہ کام کیا تھا ، اس بات نے منصور کو غصہ دلایا تو اس نے اُسے کہا ، تجھ پر خدا کا غضب ہو کھڑا ہو جا ، تو میرے قالین پر بیٹھ کر میرے دشمن کے لیے رحم کی دعا مانگتا ہے تو وہ شیخ کھڑا ہو کر کہنے لگا تیرے دشمن کا میری گردن پر احسان ہے اور اس احسان کو میرے غسل دینے والے کے سوا کوئی نہیں اتار سکتا ، منصور نے اُس کے واپس کرنے کا حکم دے دیا اور کہا تو نے یہ بات کیسے کہی ہے اس نے جواب دیا اس نے مجھے مانگنے سے بے نیاز کر دیا ہے اور میرے چہرے کو سوال سے بچایا ہے اور جب سے میں نے اُسے دیکھا ہے میں کسی عربی اور عجمی کے دروازے پر کھڑا نہیں ہوا ، کیا اس کا ذکر خیر اور ثنا مجھ پر واجب نہیں۔ منصور نے کہا بے شک ، اس ماں کا کیا کہنا جس نے تجھے معزز بنایا ، میں گواہی دیتا ہوں کہ تو شریف عورت کی اولاد ہے پھر اس سے بات سُنی اور اُسے انعام دینے کا حکم دیا ، اس نے کہا امیر المومنین ، میں اسے کسی ضرورت کے تحت نہیں لے رہا بلکہ صرف اس لیے لے رہا ہوں کہ میں آپ کے انعام پر فخر کر سکوں اور اس نے انعام لے لیا منصور نے اُسے کہا تو جب چاہے مرجا ، تیرے کیا کہنے ، اگر تیری قوم میں تیرے سوا کوئی آدمی نہ ہوتا تو تو اکیلا ان کی بزرگی کو باقی رکھتا ، اس کے چلے جانے کے بعد اس نے اپنے ہم نشینوں سے کہا اس قسم کے آدمیوں کے ساتھ احسان اور نیکی کرنا اچھا ہوتا ہے ، مگر ہماری فوج میں اس قسم کے آدمی کہاں ہیں؟

منصور اور معن بن زائدہ

معن بن زائدہ، منصور کے پاس آیا جب اس نے معن کو دیکھا تو کہا اے معن تو ہی وہ شخص ہے جو مروان بن ابی حفصہ کو اس کے اس شعر پر ایک لاکھ درہم دیتا ہے ؎

"معن بن زائدہ ہی وہ شخص ہے جس کی وجہ سے بنو شیبان کے شرف میں ایک اور شرف کا اضافہ ہوا ہے۔"

اس نے جواب دیا امیر المومنین میں نے اسے اس شعر پر ایک لاکھ درہم نہیں دیا بلکہ ان اشعار پر دیا ہے ؎

"تو ہمیشہ الہاشمیہ کے دن خلیفہ کے آگے تلوار سونتے کھڑا رہا اور تو نے اس کے حریم کی حفاظت کی اور ہر ہندی تلوار اور نیزے کے سامنے تو اس کی ڈھال تھا۔"

منصور نے کہا اے معن تو نے بہت اچھا کیا ہے، معن، یزید بن عمر بن ہبیرہ کے ساتھیوں میں سے تھا اور روپوش ہو گیا تھا یہاں تک کہ الہاشمیہ کی جنگ ہوئی ــ تو اس کے متعلق کئی خراسانیوں نے چغلی کی ــ وہ عمامہ اور ڈاٹھا باندھے وہاں موجود تھا جب اس نے دیکھا کہ لوگوں نے منصور پر حملہ کر دیا ہے تو وہ آگے بڑھ کر منصور کے آگے آگے انہیں تلوار سے مارنے لگا جب وہ لوگ منتشر ہو گئے تو منصور نے کہا تو کون ہے؟ اس نے منہ سے ڈاٹھا اتار کر کہا امیر المومنین میں معن بن زائدہ ہوں میں نے آپ کو بہت تلاش کیا ہے، جب منصور واپس آیا تو اس نے معن کو امان دی اور انعام و اکرام دیا اس کی عزت افزائی کی اور پوشاک دی اور اس کا وظیفہ مقرر کر دیا۔

ایک روز معن بن زائدہ منصور کے پاس آیا تو منصور نے اُسے کہا، لوگ تیری قوم کے ساتھ حسد کرنے میں بہت تیز ہیں تو اس نے جواب دیا امیر المومنین!

"جوانوں کے ساتھ حسد کیا جاتا ہے آپ کمینے لوگوں کا کوئی حاسد نہ پائیں گے۔"

منصور کے سامنے ایک تیر کا گرنا، جس پر ایک شعر اور نا انصافی کا لکھا ہوا ہونا

ابن عیاش منتوف کا بیان ہے کہ منصور اپنے شہر مدینۃ المنصور کے باب خراسان کی محراب والی نشست گاہ پر بیٹھا ہوا دجلہ کو دیکھ رہا تھا اس نے شہر کے تمام دروازوں کے اوپر

ملحقہ محرابوں میں اپنی نشست گاہ بنائی ہوئی تھی تاکہ وہ اس جانب کے نزدیکی شہروں کو دیکھ سکے، اس شہر کے چار دروازے تھے جن کی گلیاں بند تھیں اور ان کے ساتھ محراب بنے ہوئے تھے، وہ آج تک (یعنی ۳۳۲ھ تک) موجود ہیں۔ پہلا دروازہ باب خراسان ہے اس کو باب الدولۃ بھی کہتے ہیں کیونکہ عباسی حکومت خراسان سے آئی تھی، دوسرا باب الشام ہے وہ شام کی جانب ہے، تیسرا باب الکوفہ ہے وہ کوفہ کی جانب ہے اور چوتھا باب البصرہ ہے جو بصرہ کی جانب ہے اس شہر کے بنانے کا واقعہ اور دجلہ، فرات اور دجیل و صراۃ کے درمیان اس قطعہ زمین کو منصور کے انتخاب کرنے (یہ نہریں فرات سے پانی لیتی ہیں) اور بغداد کے حالات اور بغداد نام رکھنے کی وجہ اور جو کچھ لوگوں نے اس کے متعلق بیان کیا ہے، سبز گنبد اور اس زمانے میں اس کے سقوط اور واسط عراق میں حجاج کے تعمیر کردہ سبز گنبد اور اس کے اس وقت تک (۳۳۲ھ) موجود ہونے کے واقعات کو ہم اپنی کتاب الاوسط میں بیان کر چکے ہیں، اسی دوران میں کہ باب خراسان کے اُوپر کے قبے میں منصور اپنی نشست گاہ پر بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک ایک تیر آکر منصور کے سامنے گرا جس کے مارنے والے کے متعلق کچھ پتہ نہ تھا۔ منصور بہت خوفزدہ ہو گیا پھر اُسے پکڑ کر اُلٹنے پلٹنے لگا کیا دیکھتا ہے کہ اس کے دو پروں کے درمیان یہ اشعار لکھے ہوئے ہیں ؎

"تو قیامت تک زندہ رہنے کی اُمید لگائے بیٹھا ہے اور تو اپنے مال کو آخرت سے خیال کرتا ہے، عنقریب تجھ سے تیرے گناہوں اور خطاؤں کے متعلق پوچھا جائے گا اور اس کے بعد تجھ سے بندوں کے متعلق پوچھا جائے گا۔"

پھر اس نے دوسرے پر کے نزدیک پڑھا ؎

"جب سازگار زمانہ آیا تو تُو نے زمانے کے متعلق حُسن ظن سے کام لیا اور اس بُرائی سے نہ ڈرا جو قضا و قدر لا رہی ہے، راتوں نے تجھ سے صلح کی تو تُو ان سے فریب کھا گیا اور راتوں کی صفائی کے وقت ہی گدلا پن پیدا ہوتا ہے۔"

پھر اس نے دوسرے پر کے پاس پڑھا ؎

"یہ تقدیریں ہیں، جو اپنی لگاموں میں چلتی ہیں، پس صبر کر تقدیروں کو ایک حال پر

صبر نہیں ہے، وہ ایک دن کمینے آدمی کو آسمان تک بلند کر دیتی ہیں اور ایک روز بڑے سے عالی ہمت انسان کو جھکا دیتی ہیں۔"

تیر کی ایک جانب لکھا ہوا تھا، ہمدان کا ایک مظلوم جو تیری قید میں ہے۔

اس نے فوراً اپنے کئی خواص کو بھیجا جنہوں نے جیلوں اور زمین دوز قید خانوں کی چھان بین کی تو انہوں نے قید خانے کی ایک کوٹھڑی میں جس میں چراغ جل رہا تھا اور جس کے دروازے پر ایک پردہ لٹکا ہوا ہے، ایک بوڑھے کو بیڑیوں میں جکڑا ہوا قبلے کی طرف منہ کرکے اس آیت (وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون)[1] کو دہراتے دیکھا، انہوں نے پوچھا تم کس شہر کے ہو اس نے جواب دیا ہمدان کا، وہ اُسے منصور کے پاس لے آئے، منصور نے اس کا حال پوچھا تو اس نے بتایا کہ میں ہمدان کا رہنے والا ہوں، وہاں کے آسودہ حال لوگوں میں سے ہوں، آپ کا والی ہمارے شہر میں آیا میری وہاں پر ایک کروڑ درہم کی جاگیر تھی اس نے اس جاگیر کو مجھ سے لینا چاہا، میں نے انکار کیا تو اس نے مجھے بیڑیوں میں جکڑ دیا اور اُٹھا کر اس مکان میں پھینک دیا اور آپ کی طرف لکھا کہ میں نافرمان ہوں، منصور نے کہا تم کب سے قید میں ہو اس نے جواب دیا چار سال سے۔ منصور نے اس کی بیڑیاں کھلنے اس سے حسنِ سلوک کرنے اور اُسے آزاد کرنے کا حکم دے دیا اسے اچھا مکان دیا اور اس کی جاگیر اُسے واپس کی اور کہا اے شیخ جب تک تو اور ہم زندہ ہیں ہم نے تجھے یہ جاگیر خراج سمیت واپس کی اور تیرے شہر ہمدان پر ہم نے تجھے والی مقرر کیا اور پہلے والی کا ہم نے تجھے حکم بنایا ہے اور اس کا معاملہ تیرے سپرد کیا ہے پس اس نے منصور کو دعائے خیر دی اور کہا امیر المومنین! جاگیر کو میں نے قبول کیا اور والی بننے کی میں اہلیت نہیں رکھتا اور آپ کے والی کو میں نے معاف کیا، منصور نے اُسے بہت سا مال دیا اور اس سے بڑا فیاضانہ سلوک کیا اور والی کو ہٹانے اور اس کی بے انصافی پر سزا دینے کے بعد شیخ کو بڑی عزت کے ساتھ سوار کروا کر اس کے شہر بھیج دیا وہ اپنی مہمات اور ملکی واقعات کے متعلق شیخ سے خط وکتابت کرکے اس سے مشورہ لیتا رہا اور جنگ اور خراج میں اپنے والیوں کے حالات اُسے بتاتا

---

[1] (ترجمہ) اور جلدی جان لیں گے ظالم کہ وہ کونسی جگہ پھریں گے۔ (شعراء۔ آیت ۲۲۷)

رہا پھر منصور یہ شعر پڑھنے لگا۔

"جو شخص زمانے سے مصاحبت کرتا ہے وہ ایک دن بھی اس کے تصرف سے بے خوف نہیں ہو سکتا۔ اور زمانہ نرم اور سخت ہوتا رہتا ہے اور ہر چیز خواہ وہ سلامت ہی رہے جب اپنے اخیر کو پہنچتی ہے تو اس کا کوتاہ ہو جانا ضروری ہے۔"

منصور کا ابو مسلم کے بارے میں مشورہ طلب کرنا

ایک روز منصور نے سالم بن قتیبہ سے کہا تیرا ابو مسلم کے متعلق کیا خیال ہے، اس نے جواب دیا اگر زمین و آسمان میں خدا کے سوا اور معبود ہوتے تو زمین و آسمان برباد ہو جاتے، منصور نے کہا ابن قتیبہ یہی کافی ہے تو نے اُسے یاد رکھنے والے کان دیے ہیں، ابن دأب وغیرہ نے عیسیٰ بن علی سے بیان کیا ہے وہ کہتا ہے کہ منصور ہمیشہ ہم سے تمام امور میں مشورہ کرتا تھا یہاں تک کہ ابراہیم بن ہرمہ نے اس کی مدح کی اور اپنے ایک قصیدہ میں اس کے متعلق کہا کہ

"جب وہ کسی امر کا ارادہ کرتا ہے تو اپنے ضمیر سے مشورہ کرتا ہے اور ضمیر سے مشورہ کرنے والا مختلف العقل نہیں ہوتا، جب رسی کے بل انگلیوں سے نکل جائیں تو وہ اپنے دونوں کانوں کو بھی اپنے راز میں شریک نہیں کرتا۔"

جب منصور نے ابو مسلم کے قتل کا ارادہ کیا تو اپنی رائے کے آغاز اور مشورہ کے درمیان غلطی کر گیا تو اس بات نے اس کی نیند اڑا دی تو اس نے کہا کہ

"مجھے دو باتوں نے تقسیم کر لیا جن کا میں نے دانائی سے امتحان نہیں لیا اور مجھے لوگوں نے تجربہ کار نہیں بنایا، اور دل پر پوشیدہ غم جیسا حملہ کسی چیز نے نہیں کیا اور عدنانیوں کو اس بات کا علم ہے کہ میں اس قسم کے معاملات میں بڑا دلیر اور جرأت مند ہوں۔"

عبداللہ بن علی کی بغاوت

عبداللہ بن علی نے منصور کی مخالفت کی اور اپنے شامی ساتھیوں اور دیگر لوگوں کو اپنی بیعت کی دعوت دی، انہوں نے اس کی بیعت کر لی، اور اس نے خیال کیا کہ سفاح نے اپنے بعد

خلافت، مروان کے قاتل کو دی ہے، جب منصور کو عبداللہ کی اس حرکت کا علم ہوا تو اس نے اُسے لکھا ؎

”میں تیرے مقابلے میں اپنے آپ کو اس جگہ رکھوں گا جہاں تو نے مجھے رکھا ہوا ہے اور زمانے کے ایام کے عواقب بھی ہوتے ہیں۔“

پھر اس نے ابو مسلم کو اس کی طرف بھیجا اور بلاد نصیبین میں دیر اعور کے مقام پر ان کی بہت جنگیں ہوئیں کئی ماہ تک دونوں فریق ڈٹ کر جنگ کرتے رہے اور انہوں نے خندقیں کھودلیں، پھر عبداللہ بن علی اپنے ساتھیوں سمیت شکست کھا گیا اور اپنے خواص کی ایک جماعت کے ساتھ بصرہ کی طرف چلا گیا، وہاں پر اس کا بھائی سلیمان بن علی، منصور کا چچا حکمران تھا، ابو مسلم عبداللہ کی فوج کے تمام مال کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا اور منصور نے یقطین بن موسےٰ کو خزائن حاصل کرنے کے لیے ابو مسلم کی طرف بھیجا، جب یقطین، ابو مسلم کے پاس پہنچا تو اس نے کہا اے امیر السلام علیک، اس نے جواب دیا اے گندی عورت کے بیٹے اللہ تعالیٰ تجھے سلامت نہ رکھے، مجھے خون کے متعلق امین خیال کیا جاتا ہے اور اموال کے متعلق امین نہیں سمجھا جاتا، اس نے کہا اے امیر آپ نے کبھی ایسا نہیں کیا، اس نے کہا تجھے تیرے آقا نے ان خزائن کو قابو کرنے کے لیے بھیجا ہے جو میرے ہاتھ میں ہیں۔ اس نے کہا، اگر امیر المومنین نے فتح کی مبارکباد کے سوا، کسی اور کام کے لیے مجھے تیرے پاس بھیجا ہو تو میری بیوی کو تین طلاقیں ہوں تو ابو مسلم نے اُسے گلے لگایا اور اپنے پہلو میں بٹھایا اور جب وہ واپس آگیا تو اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا خدا کی قسم میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ اس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں لیکن اپنے آقا سے وفاداری کی ہے۔

ابو مسلم کا منصور کی مخالفت کرنا اور قتل ہونا

ابو مسلم، جزیرہ سے چلا اور اس نے منصور کی مخالفت کا پختہ ارادہ کر لیا اور خراسان کے راستے پر عراق سے بچتا ہوا خراسان چلا گیا، منصور، انبار سے مدائن کے لیے چلا اور کسریٰ کے تعمیر کردہ شہر رومیۃ المدائن میں اُترا قبل ازیں ہم یہ بات بیان کر آئے ہیں کہ اس نے ابو مسلم کو لکھا کہ میں آپ سے کچھ باتوں کے متعلق گفتگو کرنا چاہتا ہوں جو تحریر میں نہیں لائی جا سکتیں، تو آجا کیونکہ تیرا قیام ہمارے

ہاں بہت تھوڑا ہو گا، اس نے خط کو پڑھا اور اسی طرح آگے پڑھتا گیا، تو منصور نے
اس کی طرف جریر بن یزید بن جریر بن عبداللہ بجلی کو روانہ کیا وہ اپنے زمانے کا یکتا اور
کایاں آدمی تھا اور خراسان میں اس کی اور ابومسلم کی پرانی جان پہچان تھی، اس نے
اس کے پاس آکر کہا اے امیر تو نے اس گھرانے کے لوگوں کی خاطر لوگوں کو بے دریغ
قتل کیا ہے اور پھر تو اس حالت میں آگیا ہے؟ مجھے خدشہ ہے کہ یہاں وہاں سے
کوئی تجھ پر عیب لگائے اور یہ کہے کہ اس نے ایک قوم کا بدلہ لیا اور پھر ان کی بیعت
توڑ دی اور وہ شخص بھی تیرا مخالف ہو جائے جس کی مخالفت سے تو محفوظ ہے
اور جس بات کو تو پسند نہیں کرتا ابھی تک وہ تیرے خلیفے کے پاس نہیں پہنچی اور نہ
میں سمجھتا ہوں کہ تو اس حالت کو پہنچ جائے گا، پس اس نے چاہا کہ اُسے اپنے رجوع
کے متعلق جواب دے مگر مالک بن ہیثم نے اُسے کہا کہ ایسا نہ کرنا، اس نے مالک سے
کہا تو ہلاک ہو، مجھے ابلیس سے پالا پڑ گیا ہے اور ایسا پالا مجھے کبھی نہیں پڑا یعنی جریر سے، وہ
مسلسل اُسے کہتا رہا یہاں تک کہ اُسے منصور کے پاس لے آیا، ابومسلم گذشتہ کتب میں اپنی
تعریف میں یہ پیشگوئی بھی پاتا تھا کہ وہ رومیوں سے لڑے گا اور وہ اکثر کہا کرتا تھا کہ وہ
جنگوں کی پیشگوئیوں کے مطابق رومیوں سے لڑے گا اور وہ ایک حکومت کو ختم کرے گا
اور ایک کو زندہ کرے گا، جب وہ منصور کے پاس آیا تو لوگوں نے اُسے خوش آمدید کہا
اور معانقہ کیا۔ منصور نے اُسے کہا قبل اس کے کہ میں تیرے متعلق اپنی مرضی کے مطابق
فیصلہ کروں تو نے چلے جانے کی تدبیر کرلی۔ اس نے جواب دیا امیرالمومنین میں آگیا
ہوں آپ حکم دیجیے اس نے اسے واپس گھر جانے کا حکم دیا اور وہ اس کی ہلاکت کے
موقع کا انتظار کرنے لگا، ابومسلم کئی بار سوار ہو کر منصور کے پاس گیا مگر اس نے اس پر
کوئی بات ظاہر نہ ہونے دی، پھر وہ سوار ہو کر گیا تو اس نے اُسے متہم کیا، تو ابومسلم
عیسٰے بن موسٰے کے پاس گیا اور وہ اس کے متعلق اچھی رائے رکھتا تھا، اس نے جاکر
اُسے کہا کہ میرے ساتھ منصور کے پاس چلو اور اس کے سامنے اُسے ملامت کرو، اس نے
اُسے حکم دیا کہ تم منصور کے پاس پہلے پہنچو میں پیچھے پیچھے آتا ہوں، پس ابومسلم، منصور
کے خیمے میں پہلے چلا گیا جو رومیتہ المدائن میں دجلہ کے کنارے پر تھا، اور اندر داخل ہو کر
پردے کے نیچے بیٹھ گیا، اُسے بتایا گیا کہ منصور نماز کے لیے وضو کر رہا ہے، منصور

اپنے باڈی گارڈز کے افسر عثمان بن نہیک کے پاس ایک جماعت کے ساتھ آیا جس میں شبیب بن رواح مروروزی اور ابو حنیفہ حرب بن قیس بھی تھے اور انہیں حکم دیا کہ وہ اس تخت کے پیچھے کھڑے ہو جائیں جو ابو مسلم کے پیچھے ہے اور یہ حکم بھی دیا کہ جب وہ اس پر ناراض ہو اور اس کی آواز بلند ہو جائے تو وہ حملہ نہ کریں لیکن جب وہ تالی بجائے تو حملہ کرکے اُسے قتل کر دیں اور ٹکڑے ٹکڑے کر دیں منصور اپنی نشست پر بیٹھ گیا اور ابو مسلم نے اندر جا کر اُسے سلام کہا اس نے سلام کا جواب دیا اور اُسے بیٹھنے کی اجازت دی اور کچھ دیر اس سے باتیں کیں پھر وہ اس سے ناراض ہونے لگا اور کہنے لگا تونے یہ کیا اور تونے وہ کیا، ابو مسلم کہنے لگا یہ باتیں میرے کارناموں اور آزمائشوں کے بعد مجھے نہیں کہنی چاہئیں، منصور نے کہا اے خبیث عورت کے بچے! یہ کام ہماری قسمت کی وجہ سے ہوا ہے اگر تیری جگہ ایک سیاہ لونڈی بھی ہوتی تو یہ کام کر گزرتی۔ کیا تونے مجھے اپنے نام سے ابتدا کرتے ہوئے خط نہیں لکھا اور کیا تونے مجھے نہیں لکھا کہ تو آسیہ بنت علی کو پیغام نکاح دے اور تو اپنے آپ کو سلیط بن عبداللہ بن عباس کا بیٹا خیال کرتا ہے، تیری ماں مر جائے تو بڑی مشکل چڑھائی پر چڑھ گیا ہے ابو مسلم اس کے ہاتھ کو پکڑ کر چومنے اور معذرت کرنے لگا اور منصور نے اُسے آخری بات یہ کہی کہ اگر میں تجھے قتل نہ کروں تو اللہ مجھے قتل کر دے اور اس نے اُسے بتایا کہ تونے سلیمان بن کثیر کو قتل کیا ہے پھر اس نے تالی بجائی تو لوگ جلدی سے اس کے پاس آئے پس عثمان بن نہیک نے جلدی سے تلوار کی ایک ہلکی سی ضرب لگائی جس سے ابو مسلم کی تلوار کا پرتلہ کٹ گیا اور شبیب بن روح نے تلوار مار کر اس کی ٹانگ کاٹ دی پھر اس پر پے بہ پے تلواریں برسنے لگیں جس سے اس کے اجزا گڈ مڈ ہو گئے اور اس کا کام تمام کر دیا گیا، منصور چلّا رہا تھا کہ خدا تعالیٰ تمہارے ہاتھوں کو قطع کرے اسے مار دو، ابو مسلم نے پہلی تلوار لگنے پر کہا امیر المومنین مجھے اپنے دشمن کے لیے باقی رکھ لو، اس نے کہا اگر میں تجھے زندہ رہنے دوں تو خدا تعالیٰ مجھے نہ زندہ رہنے دے اور تجھ سے بڑھ کر میرا دشمن کون ہے؟

ابو مسلم کا قتل شعبان ۱۳۶ھ میں ہوا، اسی سال منصور کی بیعت ہوئی اور عبداللہ بن علی کو شکست ہوئی، ابو مسلم قالین میں لپیٹ دیا گیا۔

عیسیٰ بن موسےٰ نے آکر کہا امیر المومنین! ابو مسلم کہاں ہے، منصور نے کہا وہ ابھی یہیں تھا اس نے کہا امیر المومنین آپ کو اس کی اطاعت اور خیر خواہی کا پتہ ہی ہے اور امام ابراہیم کی اس کے متعلق جو رائے تھی اُسے بھی آپ جانتے ہیں، منصور نے اُسے کہا، او سب سے بڑے احمق! میں رُوئے زمین میں تیرا اس سے بڑا دشمن کوئی نہیں پاتا، یہ وہ قالین میں لپٹا پڑا ہے عیسےٰ نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جعفر بن حنظلہ اس کے پاس آیا تو منصور نے اُسے کہا، ابو مسلم کے متعلق تیرا کیا خیال ہے اس نے کہا امیر المومنین! اگر میں اس کے سر کا ایک بال بھی پکڑ لوں تو اُسے قتل کر دوں، پھر قتل کر دوں، پھر قتل کر دوں، منصور نے کہا اللہ تعالےٰ تجھے توفیق دے، یہ وہ قالین میں لپٹا پڑا ہے جب اس نے اُسے مقتول دیکھا تو کہا امیر المومنین اس دن کو اپنی خلافت کا پہلا دن شمار کیجیے، سفاح نے بھی منصور کے مشورے سے اس کے قتل کا ارادہ کیا تھا پھر وہ اس کے قتل سے باز رہا، منصور نے جب کہ ابو مسلم اس کے سامنے مرا پڑا تھا، حاضرین کی طرف متوجہ ہو کر کہا ؎

"تو نے خیال کیا کہ قرض ختم نہیں ہوگا پس مجرم کے باپ کو پورا تول دے اور
اس پیالے سے جس سے تو شراب پیتا تھا ایلوے سے بھی تلخ چیز اپنے
حلق میں اُتار۔"

منصور نے نصر بن مالک سے جو ابو مسلم کی پولیس کا افسر تھا کہا کہ ابو مسلم نے تجھ سے میری طرف آنے کے متعلق مشورہ پوچھا تھا تو تُو نے اُسے روک دیا تھا اس نے کہا ہاں، منصور نے کہا کیوں؟ اس نے کہا میں نے آپ کے بھائی امام ابراہیم کو اپنے باپ سے بیان کرتے سُنا ہے کہ جب آدمی مشورہ لینے والے کی خالص خیر خواہی کرے تو ہمیشہ اس کی عقل میں اضافہ ہوتا جاتا ہے اور میری پوزیشن اس کے لیے یہی تھی اور اب بھی پوزیشن میری آپ کے لیے ہے۔

ابو مسلم کے ساتھیوں نے مضطرب ہو کر اموال کو آپس میں بانٹ لیا انہیں اس کے قتل کا پتہ چل گیا لیکن وہ خوف و رغبت کی وجہ سے خاموش ہو رہے۔

ابو مسلم کے قتل کے بعد منصور کا خطبہ

منصور نے ابو مسلم کے قتل کے بعد لوگوں سے خطاب کیا اور کہا اے لوگو! اطاعت

کے اُنس سے معصیت کی وحشت کی طرف نجاؤ اور ائمہ سے پوشیدہ کینہ نہ رکھو، جو شخص اپنے امام سے پوشیدہ کینہ رکھے گا اللہ تعالیٰ اس کی زبان اور اس کے اعمال کی لغزشوں سے اس کی دلی حالت کو نمایاں کر دے گا، اللہ تعالیٰ اُسے اس امام کے سامنے ظاہر کر دے گا جس کو اس نے اپنے دین کے اعزاز اور حق کے غلبہ کے لیے آگے کیا ہے، ہم نے تمہاری حق تلفی نہیں کی اور نہ دین کے اس حق میں کچھ کمی ہے جو تمہارے ذمے ہے جس نے اس قمیص کے کاج کے متعلق بھی ہم سے جھگڑا کیا ہم اس کو اس چیز سے جو اس نیام میں ہے روند کر رکھ دیں گے ابومسلم نے ہماری بیعت کی اور ہمارے لیے بیعت لی اور جو شخص ہماری بیعت توڑ دے وہ اپنے خون کو ہمارے لیے حلال کر دیتا ہے پھر اس نے ہماری بیعت توڑی تو ہم نے اس کے خلاف وہی حکم دیا جو دوسروں کے لیے دیتے ہیں اور حق کی رعایت نے ہمیں اس پر حق کے قائم کرنے سے نہیں روکا۔

الخرمیہ ابومسلم کا دوست فرقہ خرمیہ

جب ابومسلم کے قتل کی اطلاع خراسان اور جبال وغیرہ میں پہنچی تو الخرمیہ مضطرب ہو گئے

اس فرقہ کو المسلمیہ بھی کہتے ہیں یہ ابومسلم اور اس کی امامت کے قائل ہیں اس کی وفات کے بعد ان میں اختلاف پیدا ہو گیا، ان میں بعض کا خیال ہے کہ ابومسلم نہ مرا ہے اور نہ مرے گا جب تک وہ ظاہر ہو کر زمین کو عدل و انصاف سے پُر نہ کر دے اور ایک فرقہ اس کی موت کا قائل اور اس کی بیٹی فاطمہ کی امامت کا قائل ہے، یہ لوگ فاطمی کہلاتے ہیں اور اس وقت (یعنی ۳۳۲ھ میں) اکثر خرمیہ، کردکیہ اور لودشاہیہ کہلاتے ہیں۔ یہ دونوں فرقے خرمیہ میں سب سے بڑے فرقے ہیں، انہی میں سے بابک خرمی تھا جس نے بدین میں جو آذربائیجان اور اران کے علاقے میں ہے مامون اور معتصم کے خلاف خروج کیا تھا، ہم اس کے حالات اور قتل کے واقعات کو معتصم کے حالات میں بیان کریں گے انشاء اللہ، اکثر خرمیہ، خراسان، رے، اصبہان، آذربائیجان، کرج ابودلف، برج اور درسنجان کے علاقوں میں رہتے ہیں، نیز بلاد صیروان، صیمرہ اور اربوحان کے علاقے میں رہتے ہیں جو بلاد ماسبذان سے تعلق رکھتا ہے ان لوگوں کی اکثریت بستیوں اور جاگیروں میں رہتی ہے ان کے دلوں میں یہ بات جاگزین ہے کہ انہیں مستقبل میں بڑی شان و شوکت حاصل ہو گی، خراسان وغیرہ میں انہیں باطنیہ کہا جاتا ہے، ہم نے ان کے مذاہب اور فرقوں کا حال اپنی کتاب

"المقالات فی اصول الدیانات" میں بیان کیا ہے اگرچہ المقالات میں لکھنے والے مؤلفین کتب اس بارے میں ہم سے سبقت لے گئے ہیں۔

منصور کی فوج اور الخرمیہ کے درمیان جنگ

الخرمیہ کو جب ابومسلم کے قتل کا پتہ چلا تو وہ خراسان میں جمع ہوئے اور لبسنفاد نیشاپوری، ابومسلم کے خون کا بدلہ لینے کے لیے ایک عظیم فوج کے ساتھ خراسان سے رَی میں آیا اس نے رَی، قومس اور اس کے آس پاس کے علاقے پر قبضہ کر لیا۔ رَی میں ابومسلم کے خزائن پر قبضہ کر لیا جبال اور طبرستان کے لوگوں کی شمولیت سے اس کی فوج میں بہت اضافہ ہو گیا، جب ان کے آنے کی خبر منصور کو پہنچی تو اس نے جہور بن مراد عجلی کو دس ہزار فوج کے ساتھ بھیجا اس کے پیچھے بھی فوج بھیجی، جنگل کے کنارے ہمذان اور رَی کے درمیان دونوں فوجوں کی شدید جنگ ہوئی اور دونوں فریقوں نے ڈٹ کر مقابلہ کیا، لبسنفاد قتل ہو گیا اور اس کے ساتھی بھاگ گئے ان میں سے ساٹھ ہزار قتل ہو گئے اور بہت سے لوگ اور بچے قید ہو گئے اس کے خروج اور قتل کے درمیان ستر راتوں کا عرصہ تھا۔ یہ ابومسلم کے قتل کے چند ماہ بعد ۱۳۶ھ کا واقعہ ہے۔

محمد بن عبداللہ بن حسن نفس زکیہ کا ظہور

۱۴۵ھ میں محمد بن عبداللہ بن حسن بن علی بن ابی طالب کا مدینہ میں ظہور ہوا اور بہت سے شہروں میں اس کی بیعت ہوئی اس کے زہد و عبادت کی وجہ سے اُسے نفس زکیہ کہتے تھے، وہ منصور سے روپوش رہا یہاں تک کہ منصور نے اس کے باپ عبداللہ بن حسن اس کے چچاؤں اور بہت سے اہالی و موالی کو پکڑ لیا اس وقت تک وہ ظاہر ہوا، جب محمد بن عبداللہ نے مدینہ میں ظہور کیا تو منصور نے اسحاق بن مسلم عقیلی کو بلایا جو بڑا تجربہ کار اور عقل مند تھا منصور نے اُسے کہا، اس باغی کے متعلق مجھے کچھ بتاؤ اس نے کہا مجھے اس کی تعریف بتاؤ اس نے کہا یہ آدمی حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے ہے اور صاحب علم، زاہد و متقی ہے اس نے کہا اس کے پیروکار کون ہیں، منصور نے کہا علی، جعفر، عقیل، عمر بن خطاب، زبیر بن عوام اور دیگر قریش اور انصار کی اولاد، اس نے کہا مجھے اس شہر کی تعریف بتاؤ جس میں اس کا ظہور ہوا ہے منصور نے کہا وہ ایک ایسا شہر ہے جہاں نہ کھیتی ہے نہ دودھ اور نہ ہی وہاں

وسیع تجارت ہے، اس نے تھوڑی دیر سوچ کر کہا امیر المومنین بصرہ کو آدمیوں سے بھر دو منصور نے اپنے دل میں کہا اس آدمی کی عقل ماری گئی ہے میں اس سے ایک باغی کے متعلق پوچھ رہا ہوں جس نے مدینہ میں بغاوت کی ہے اور یہ مجھے کہتا ہے کہ بصرہ کو آدمیوں سے بھر دو، منصور نے اس شیخ سے کہا واپس چلے جاؤ، ابھی تھوڑی دیر ہی گذری تھی کہ یہ اطلاع آئی، ابراہیم نے بصرہ میں ظہور کیا ہے، منصور کہنے لگا اس عقیلی کو میرے پاس لاؤ، جب وہ آیا تو اس نے اُسے اپنے قریب کیا اور کہا میں نے ایک باغی کے متعلق جس نے مدینہ میں بغاوت کی تھی آپ سے مشورہ لیا تو آپ نے مجھے بتایا کہ بصرہ کو آدمیوں سے بھر دو، کیا بصرہ کے متعلق آپ کو کچھ علم ہے اس نے جواب دیا نہیں، لیکن تو نے مجھے ایک آدمی کے خروج کے متعلق بتایا ہے، جب اس جیسا آدمی خروج کرتا ہے تو کوئی شخص پیچھے نہیں رہتا پھر تو نے مجھے اس شہر کے متعلق بتایا ہے جس میں اس نے ظہور کیا ہے وہ ایک تنگ حال شہر ہے جو فوجوں کا بوجھ برداشت نہیں کر سکتا، میں نے دل میں کہا کہ وہ آدمی کسی اور جگہ جائے گا تو میں نے مصر، کوفہ اور شام کے متعلق سوچا تو انہیں مضبوط پایا پھر میں نے بصرہ کے متعلق سوچا تو مجھے اس کے خالی ہونے کی وجہ سے خوف محسوس ہوا، تو میں نے اس کے بھرنے کو کہہ دیا منصور نے اُسے کہا تو نے بہت اچھی بات کی ہے بصرہ سے اس کے بھائی نے خروج کیا ہے مدینہ والے کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے اس نے کہا جب وہ کہتا ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا ہوں تو تو بھی اس سے ویسی بات کر کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عم زاد ہوں، منصور نے عیسیٰ بن موسیٰ کو کہا کہ یا تو تو اس کی طرف جا اور میں یہاں رہ کر فوج سے تجھے مدد دوں اور یا تو میرے پیچھے کے کام سنبھال اور میں اس کی طرف جاتا ہوں، عیسیٰ نے کہا امیر المومنین میں اپنی جان دے کر بھی آپ کو بچاؤں گا اور میں ہی اس کی طرف جاؤں گا منصور نے اُسے کوفہ سے چار ہزار سواروں اور دو ہزار پیادوں کے ساتھ اس کی طرف بھیجا اور اس کے پیچھے محمد بن قحطبہ کو بے شمار فوج کے ساتھ بھیجا، وہ محمد کے ساتھ مدینہ میں لڑے یہاں تک کہ وہ ۴۵ سال کی عمر میں قتل ہو گیا جب بصرہ میں ابراہیم کو اپنے بھائی محمد بن عبد اللہ کے قتل ہونے کی خبر ملی تو اس نے منبر پر چڑھ کر لوگوں کو اس کی موت کی خبر دی اور بطور

تمثل یہ شعر پڑھے۔

"اے بہترین سوار، جس شخص کو تیرے جیسے آدمی کی تکلیف پہنچے حقیقت میں وہی دردمند ہوتا ہے اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ اگر میں ان سے ڈرتا اور دل ان کے خوف کو محسوس کرتا تو وہ گھبراہٹ کا اظہار کرتا نہ انہوں نے اُسے قتل کیا ہے اور نہ میں نے اپنے بھائی کو ان کے لیے چھوڑا ہے یہاں تک کہ ہم اکٹھے مریں گے یا اکٹھے جئیں گے۔"

محمدؐ بن عبداللہ کے بھائیوں کا شہروں میں پھیل جانا

محمد کے بھائی اور اس کے بیٹے شہروں میں اس کی امامت کی دعوت دیتے ہوئے پھیل گئے اس کا بیٹا علی بن محمد مصر گیا اور وہاں پر قتل ہو گیا۔ اس کا دوسرا بیٹا عبداللہ خراسان کی طرف گیا جب اس کی تلاش کی گئی تو وہ سندھ کی طرف بھاگ گیا اور وہیں پر قتل ہو گیا اور اس کا تیسرا بیٹا حسن، یمن کی طرف گیا جہاں اُسے قید کر دیا گیا اور وہ قید ہی میں فوت ہو گیا۔ اس کا بھائی موسےٰ جزیرہ کی طرف یحییٰ، رَی اور پھر طبرستان کی طرف چلا گیا، اس کے حالات کا تذکرہ ہم اس کتاب میں ہارون الرشید کے حالات میں کریں گے۔ اس کا بھائی ادریسؒ بن عبداللہ، مغرب کی طرف گیا تو بہت سے لوگوں نے اس کی بات کو قبول کیا منصور نے ان شہروں میں جنہیں اس نے اکٹھا کر لیا تھا ایک آدمی کو بھیجا جس نے اُسے دھوکے سے زہر دے کر قتل کر دیا، اس کی جگہ ادریس بن ادریس بن عبداللہ بن حسن بن حسن اس کا قائم مقام بن کر کھڑا ہوا اور یہ شہر انہی کے نام سے مشہور ہو گیا، بعض کہتے ہیں کہ شہر ادریس بن ادریس کے نام سے مشہور ہوا ان کے حالات، عبیداللہ والیٔ مغرب اور اس کے تعمیر کردہ شہر المہدیہ کے حالات اس کے بعد اس کے بیٹے ابوالقاسم کے حالات اور حمص کے شہر سلمیہ سے ان کے مغرب کی طرف جانے کے واقعات کو اپنی کتاب الاوسط میں بیان کیا ہے، اس کے بھائی ابراہیم نے بصرہ جا کر ظہور کیا تو اہل فارس و اہواز اور دیگر شہروں نے اُسے قبول کر لیا وہ زیدیہ کی بے شمار فوج اور بغدادی معتزلہ کی ایک ہمنوا جماعت کے ساتھ بصرہ سے چلا اس کے ساتھ عیسیٰ بن زید بن علی بن حسن بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب بھی تھا۔ منصور نے اس کے مقابلہ میں عیسےٰ بن موسےٰ اور سعید بن مسلم کو بہت سی فوج

کے ساتھ بھیجا اس نے مقابلہ میں آکر جنگ کی اور باخمری مقام پر قتل ہو گیا جو کوفہ کی ارض طف سے سولہ فرسخ کے فاصلہ پر ہے، یہ وہ جگہ ہے جس کا ذکر ابراہیم کے مرثیہ نگار شعراء نے کیا ہے دعبل بن علی خزاعی اپنے قصیدہ میں جو اس نے ابراہیم کی مدح میں کہا ہے اور جس کا پہلا شعر یہ ہے کہتا ہے ؎

"آیات کے مدارس، تلاوت سے خالی ہو گئے ہیں اور وحی کے نزول کی جگہ بے آب و گیاہ جنگل بن گئی ہے۔"

پھر کہتا ہے ؎

"کچھ قبریں، کوفان میں ہیں اور کچھ طیبہ اور فخ میں ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت نازل ہو اور کچھ جوزجان کے علاقے میں ہیں اور ایک قبر باخمری میں غربات کے پاس ہے۔"

جو زیدیہ شیعوں میں سے چار سو آدمی مارے گئے بعض کہتے ہیں کہ پانچ سو مارے گئے ایک مؤرخ نے حماد ترکی سے بیان کیا ہے وہ کہتا ہے کہ منصور، دجلہ کے کنارے ایک خانقاہ میں اترا ہوا تھا اس جگہ کو آج کل خلد اور مدینۃ السلام کہتے ہیں کہ دوپہر کے وقت ربیع اس کے پاس آیا منصور اپنے کمرے میں سویا ہوا تھا حماد اس کے دروازے پر بیٹھا ہوا تھا۔ ربیع کے ہاتھ میں محمد بن عبداللہ کے خروج کے متعلق ایک نقشہ تھا ربیع نے کہا حماد! دروازہ کھول دو، میں نے کہا یہ امیر المومنین کے سونے کا وقت ہے اس نے کہا تیری ماں تجھے کھو دے، دروازہ کھول دے، وہ بیان کرتا ہے کہ منصور نے اس کی یہ بات سن لی اس نے اٹھ کر دروازہ کھول دیا اور اس سے نقشہ لے لیا اور اس کی تحریر پڑھی اور یہ آیت پڑھی" والقینا بینھم العداوۃ والبغضاء الی یوم القیامۃ کلما اوقدوا نارا للحرب اطفاھا اللہ ویسعون فی الارض فسادا ط واللہ لا یحب المفسدین[1]۔" پھر اس نے لوگوں، غلاموں، جرنیلوں اور اپنے اہلبیت و اصحاب

---

[1] (ترجمہ) اور ہم نے ان کے درمیان عداوت اور بغض ڈال دیا قیامت تک۔ جب وہ لڑائی کے لیے آگ بھڑکاتے ہیں اللہ اسے بجھا دیتا ہے اور وہ زمین میں فساد کی کوشش کرتے ہیں اور اللہ فساد کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

(المائدہ۔ آیت ۶۴)

کو حاضر کرنے کا حکم دیا اور حماد ترکی کو اس نے گھوڑوں کے زین کسنے کا حکم دیا، سلیمان بن مجالد اور مسیب بن زہیر کو پیشقدمی کا حکم دے دیا اس نے فوج کو نکالا پھر باہر آکر منبر پر چڑھ کر حمد و ثنائے الٰہی اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کے بعد اس نے کہا ؎

"مجھے کیا ہو گیا ہے کہ میں سعد کو برا بھلا کہنے سے رکتا ہوں اور وہ مجھے گالیاں دیتا ہے۔ اور اگر میں بنی سعد کو گالیاں دوں تو وہ رک جائیں وہ جہالت کا اظہار کرتے ہوئے اور اپنے دشمن کو بزدلی دکھاتے ہوئے ایسا کرتے ہیں اور جہالت اور بزدلی دونوں بہت بری خصلتیں ہیں۔"

بخدا ہم جس حکومت کے لیے کھڑے ہوتے ہیں وہ اس سے عاجز آچکے ہیں پس نہ انہوں نے قائم کا شکریہ ادا کیا ہے اور نہ کفایت کرنے والے کی تعریف کی ہے، انہوں نے ایک راستہ بنایا ہے مگر اسے بہت دشوار پایا ہے انہوں نے رشک کیا ہے مگر اسے حقیر جانا ہے پس تو مجھ سے کیا چاہتا ہے؟ میں میلے پانی کے بعد گدلا پانی پیوں ہرگز نہیں خدا کی قسم مجھے ذلیل زندگی کی نسبت عزت کی موت بہت محبوب ہے اور اگر وہ میرے عفو سے راضی نہیں تو وہ مجھ سے وہ چیز طلب کرتا ہے جو میرے پاس موجود نہیں اور سعادت مند وہ ہوتا ہے جو دوسرے سے نصیحت حاصل کرتا ہے پھر وہ منبر سے اترا اور غلام کو کہنے لگا گھوڑے کو آگے لاؤ اور فوراً سوار ہو کر اپنے پڑاؤ میں چلا گیا اور کہنے لگا اے اللہ ہمیں اپنی مخلوق کے سپرد نہ کرنا کہ ہم ضائع ہو جائیں اور نہ ہمیں ہمارے سپرد کرنا کہ ہم عاجز آجائیں، ہمیں اپنی سپردگی ہی میں رکھنا۔

کہتے ہیں کہ منصور کے لیے ہڈی کے مغز اور شکر سے ایک کھانا تیار کیا گیا جسے اس نے بہت پسند کیا اور کہنے لگا کہ ابراہیم مجھے اس کھانے اور اس قسم کے دیگر کھانوں سے محروم کرنا چاہتا ہے۔

روایت ہے کہ ابراہیم اور محمد کے قتل کے بعد ایک روز منصور نے اپنے ہمنشینوں سے کہا خدا کی قسم میں نے بنو مروان کا حجاج سے زیادہ خیر خواہ کوئی نہیں دیکھا، تو مسیب بن زہیر الضبی نے کھڑے ہو کر کہا امیر المومنین حجاج نے کوئی ایسا کام نہیں کیا کہ ہم اس سے پیچھے رہ گئے ہوں خدا کی قسم اللہ تعالیٰ نے زمین پر کوئی ایسی مخلوق پیدا نہیں کی جو ہمیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ عزیز ہو اور تو نے ہمیں

آپ کی اولاد کے قتل کا حکم دیا ہے اور ہم نے تیری اطاعت کی ہے اور اُسے قتل کیا ہے، کیا ہم نے تیری خیر خواہی کی ہے یا نہیں؟ منصور نے اُسے کہا تو کبھی نہ بیٹھے بیٹھ جا۔

ہم بیان کر چکے ہیں کہ اس نے ۱۴۴ھ میں حج سے واپسی پر عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی اور عبداللہ کے دونوں بیٹوں محمد اور ابراہیم اور اس کے بہت سے اہلبیت کو گرفتار کر لیا اور انہیں عراق کے راستے، مدینہ سے ربذہ لایا گیا، عبداللہ بن حسن کے ساتھ جو لوگ لائے گئے ان میں ابراہیم بن حسن بن حسن، ابوبکر بن حسن بن حسن "علی الخیر" اس کا بھائی عباس عبداللہ بن حسن بن حسن، حسن بن جعفر بن حسن بن حسن" ان کے ساتھ محمد بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان بن عفان جو عبداللہ بن حسن بن حسن کے ماں زاد بھائی تھے ان کی ماں فاطمہ بنت حسین بن علی تھیں ان کی نانی حضرت فاطمہ بنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھیں بھی تھے منصور محمد بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان کے پاس ربذہ گیا اور اُسے سو کوڑے مارے اور اس سے اس کے بھتیجوں محمد اور ابراہیم کے متعلق پوچھا "اس نے جواب دیا مجھے ان کی جگہ کے متعلق کچھ معلوم نہیں، اس کی داڑھی نے بھی اس وقت سوال و جواب کیے، منصور ربذہ سے چلا آیا وہ ایک خیمہ میں تھا اور مشقت نے قیدیوں کو کمزور کر دیا تھا انہیں بے پردہ محملوں پر لایا گیا۔ منصور ان کے پاس سے گزرا تو عبداللہ بن حسن نے اُسے آواز دے کر کہا اے ابوجعفر ہم نے جنگِ بدر کے روز تمہارے ساتھ یہ سلوک نہیں کیا تھا تو اس نے انہیں کوفہ بھجوا دیا اور ایک زیر زمین تہ خانے میں قید کر دیا جہاں وہ دن کی روشنی اور رات کی تاریکی میں فرق نہ کر سکتے تھے اور اس نے ان میں سے داؤد بن حسن بن حسن کے دو بیٹوں سلیمان اور عبداللہ اور موسےٰ بن عبداللہ بن حسن اور حسن بن جعفر کو چھوڑ دیا اور بقیہ لوگوں کو جن کا ہم نے ذکر کیا ہے قید رکھا اور وہ قید ہی میں مر گئے یہ کوفہ کے پُل کے قریب دریائے فرات کے کنارے قید تھے ان مقامات کی آج تک زیارت کی جاتی ہے (یعنی ۳۳۲ھ تک) منصور نے ان جگہوں کو گرا دیا۔ قیدی جن جگہوں پر وضو کرتے تھے وہاں انہیں سخت بدبو آنے لگی تو ان کے کسی غلام نے کچھ خوشبو رکھ دی جس سے انہوں نے بدبو کو ختم کیا، ان کے پاؤں میں ورم ہو جاتا جو بڑھتے بڑھتے دل تک پہنچ جاتا جس سے آدمی مر جاتا۔

ایک اور طریق سے یہ بیان ہوا ہے کہ جب انہیں اس جگہ قید کیا گیا تو انہیں اوقات

نماز معلوم کرنے میں مشکل پیش آنے لگی توانہوں نے قرآن پاک کے پانچ حصے کر دیے اور ان میں سے ہر آدمی جب اپنے ایک جزو کے پڑھنے سے فراغت حاصل کر لیتا تو وہ سب نماز پڑھ لیتے اب ان میں پانچ آدمی باقی رہ گئے تھے، اسماعیل بن حسن فوت ہو گیا تو اس کی لاش وہیں رہنے دی گئی یہاں تک کہ اس نے بدبو چھوڑ دی تو داؤد بن حسن بے ہوش ہو کر مر گیا ابراہیم بن عبداللہ کا سر لایا گیا تو منصور نے اُسے ربیع کے ہاتھ ان کی طرف بھجوایا اس نے سر کو ان کے سامنے رکھ دیا عبداللہ نماز پڑھ رہے تھے تو ان کے بھائی ادریس نے انہیں کہا اے ابو محمد نماز جلدی پڑھیے وہ اس طرف متوجہ ہوئے اور اس کے سر کو اُٹھا کر اپنی گود میں رکھ لیا اور اُسے کہنے لگا اے ابوالقاسم خوش آمدید خدا کی قسم جہاں تک میں تجھے سمجھتا ہوں تو ان لوگوں میں سے ہے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
الذین یوفون بعھد اللہ ولا ینقضون المیثاق ہ والذین یصلون ما امر اللہ بہ أن یوصل لہ تو ربیع نے اُسے کہا ابوالقاسم خود کیسا آدمی تھا اس نے جواب دیا شاعر کے اس شعر کا مصداق تھا ؎

"وہ ایسا نوجوان تھا جو اپنی تلوار کو ذلت سے بچاتا تھا اور اس کا بچنا
گناہوں کے ارتکاب کو کافی ہو جاتا تھا۔"

پھر اس نے ربیع کی طرف متوجہ ہو کر اُسے کہا اپنے آقا سے کہہ دینا ہماری تنگدستی اور تمہاری آسائش کے دن گذر چکے ہیں اور قیامت کو ہماری ملاقات ہو گی، ربیع کہتا ہے کہ جب اُسے یہ پیغام پہنچا تو اس وقت سے زیادہ میں نے منصور کو کبھی انکسار کرتے ہوئے نہیں دیکھا اور عباس بن احنف اس مفہوم کو اخذ کر کے کہتا ہے ؎

"اگر تو میرے اور اپنے حال کو ایک دفعہ خواہش نفس سے اوجھل ہو کر
دیکھے تو تو دیکھے گی کہ میری زندگی کی تنگ دستی کا ہر دن گزر چکا ہے اور
تیری آسائش کا بھی تجھ سے حساب لیا جائے گا۔"

لہ (ترجمہ) وہ لوگ جو اللہ کے عہد کو پورا کرتے ہیں اور عہد شکنی نہیں کرتے اور وہ لوگ جو اس چیز کو ملاتے ہیں جس کے ملانے کا اللہ نے حکم دیا ہے۔
(رعد۔ آیت ۲۰-۲۱)

مسعودی بیان کرتا ہے کہ جب منصور نے عبداللہ بن حسن، اس کے بھائیوں، ان کے اہلبیت اور ساتھیوں کو گرفتار کر لیا تو وہ الہاشمیہ میں منبر پر چڑھ کر حمدوثنائے الٰہی اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھ کر کہنے لگا اے اہل خراسان تم ہمارے انصار، پیروکار اور داعی ہو، اگر تم نے ہمارے سوا کسی اور کی بیعت کی تو ہم سے اچھے آدمی کی بیعت نہ کرو گے ہم نے ابن ابی طالب کی اولاد کو چھوڑ دیا ہے، قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور خلافت کی، کہ ہم نے ان کے لیے تھوڑی بہت بھی روکاوٹ نہیں کی، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے مگر کامیاب نہ ہوئے اور حکمین نے فیصلہ دیا تو اُمت میں اختلاف پیدا ہو گیا اور اتحاد جاتا رہا پھر ان کے شیعوں مددگاروں اور قابل اعتماد آدمیوں نے ان پر حملہ کر کے انہیں قتل کر دیا، ان کے بعد حضرت حسن خلیفہ بنے، خدا کی قسم وہ کوئی مرد نہ تھے، انہیں اموال کی پیشکش کی گئی تو انہوں نے اموال کو قبول کر لیا اور معاویہ نے خفیہ طور پر انہیں پیغام بھیجا کہ میں آپ کو اپنا ولی عہد بناؤں گا تو انہوں نے خلافت سے دست بردار ہو کر خلافت معاویہ کے سپرد کر دی پھر وہ عورتوں کی طرف متوجہ ہوئے آج ایک سے شادی کرتے تو کل دوسری کو طلاق دے دیتے، وہ مسلسل یہی کام کرتے رہے یہاں تک کہ اپنے بستر پر مر گئے پھر ان کے بعد حضرت حسین کھڑے ہوئے تو عراق اور کوفہ کے منافقین اور فتنہ پرور لوگوں نے انہیں دھوکہ دیا اور کوفہ کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا کہ اس علاقے کے بُرے لوگوں نے اور خدا کی قسم وہ میرے لیے جنگ نہ تھی کہ میں جنگ کرتا اور نہ میرے لیے صلح تھی کہ میں صلح کرتا، اللہ تعالیٰ نے میرے اور اس کے درمیان فرق کر دیا انہوں نے حضرت حسین کو بے یارومددگار چھوڑ دیا اور اس سے بیزاری کا اظہار کیا یہاں تک کہ وہ قتل ہو گئے۔

پھر ان کے بعد زید بن علی کھڑے ہوئے تو اہل کوفہ نے انہیں بھی دھوکہ دیا جب انہوں نے ان سے خروج کروا لیا تو انہیں چھوڑ دیا اور میرے باپ نے انہیں خدا کے نام پر اپیل کی تھی کہ خروج نہ کریں اور انہیں کہا تھا کہ اہل کوفہ کی باتوں کو قبول نہ کرو ہمیں معلوم ہے کہ ہم اہل بیت میں سے ایک آدمی کو، کوفہ کے کوڑے کرکٹ کی جگہ پر صلیب دی جائے گی اور مجھے خدشہ ہے کہ وہ مصلوب تو ہی ہے، میرے چچا داؤد نے بھی انہیں خدا کا واسطہ دیا تھا اور انہیں کوفیوں کی خیانت سے انتباہ کیا تھا مگر وہ نہ مانے اور خروج

کا پختہ ارادہ کر لیا اور قتل ہو کر کوڑے کرکٹ کی جگہ پر صلیب دیے گئے پھر بنو اُمیہ ہم پر ٹوٹ پڑے انہوں نے ہمارا شرف چھین لیا اور ہماری عزت کو برباد کیا۔ خدا کی قسم انہیں ہم سے کوئی کینہ نہ تھا کہ جسے وہ طلب کرنا چاہتے تھے یہ سب کچھ ان کی وجہ سے اور ان کے خروج کے باعث ہوا بس ہمیں واپس نکال دیا گیا، ہم کبھی طائف کبھی شام اور کبھی السراۃ چلے جاتے یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ نے ہمارے پیروکار اور مددگار پیدا کیے اور اے خراسانیو! اللہ تعالےٰ نے تمہارے ذریعے ہمارے شرف اور عزت کو زندہ کیا اور اہلِ باطل نے تمہیں تمہارا حق دیا اور ہمیں ہمارا حق دیا ہمیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث ملی، حق اپنی جگہ پر قائم ہو گیا اور اللہ تعالےٰ نے اپنے نور کو نمایاں کیا اور اپنے انصار کی مدد کی اور ظالموں کی جڑ کاٹ دی والحمد للہ رب العالمین۔

جب خدا تعالیٰ کے فضل اور عادلانہ فیصلے سے سب معاملات دُرست ہو گئے تو ان میں سے کچھ لوگوں نے اس وجہ سے کہ اللہ تعالےٰ نے ہمیں ان پر فضیلت دی تھی اور میراث نبوی سے ہمیں خلافت ملی تھی۔ بنی اُمیہ سے ڈرتے ہوئے اور ہم پر جسارت کرتے ہوئے از راہِ حسد و بغاوت ہم پر حملہ کر دیا اور اے خراسانیو! خدا کی قسم میں نے یہ بات جہالت اور بدظنی سے نہیں کہی، مجھے ان کی بعض کمزوریوں کے متعلق اطلاعات ملتی رہی ہیں مگر میں نے ان کا نام مرد رکھا اور کہا اے فلاں اُٹھ اور اپنے ساتھ فلاں فلاں مال لے جا اور اے فلاں تو بھی اُٹھ کر فلاں فلاں مال لے جا اور میں نے انہیں مثال پیش کی جس کے مطابق وہ کام کرتے رہے مگر وہ نکل کر مدینہ آ گئے اور لوگوں سے مل گئے اور اس مال کو چھپا دیا اور خدا کی قسم ان میں سے کوئی بوڑھا، جوان چھوٹا اور بڑا باقی نہ رہ گیا تھا جس نے ان کے ہاتھ پر میری بیعت نہ کی ہو چونکہ انہوں نے میری بیعت کو توڑ دیا ہے اور فتنہ پیدا کیا ہے اور میرے خلاف بغاوت کرنی چاہی ہے اس لیے میں نے ان کے خون کو مباح کر دیا ہے پھر اس نے منبر کی سیڑھی پہ یہ آیت پڑھی "وحیل بینھم ما یشتھون کما فعل باشیاعھم من قبل انھم کانوا فی شک مریب۔"

لہ (ترجمہ) اور پردہ ڈال دیا گیا ان کے اور اس چیز کے درمیان جسے وہ چاہتے تھے جیسے ان سے پہلے ان کے پیشواؤں کے ساتھ کیا گیا تھا، بے شک وہ اضطراب میں ڈالنے والے شک میں تھے۔ (سبا۔ آیت ۵۴)

منصور اور ربیع کے درمیان گفتگو

مسعودی بیان کرتا ہے کہ ایک روز منصور نے ربیع سے کہا کہ اپنی کوئی ضرورت بتاؤ اس نے کہا میری یہ خواہش ہے کہ آپ میرے بیٹے فضل سے محبت کریں، اس سے ربیع سے کہا تیرا بُرا ہو کہ محبت تو کسی سبب سے ہوتی ہے اس نے جواب دیا امیرالمومنین اللہ تعالیٰ نے آپ کو سبب پیدا کرنے کی بھی طاقت دی ہے، اس نے کہا وہ کیا ہے؟ اس نے کہا آپ اس پر مہربانی کریں جب آپ اس پر مہربانی کریں گے تو وہ آپ سے محبت کرے گا اور جب وہ آپ سے محبت کرے گا تو آپ اس سے محبت کریں گے اس نے کہا خدا کی قسم میں نے اس سبب کے پیدا کرنے سے قبل بھی محبت کی ہے لیکن بغیر کسی چیز کے میں اُسے کیسے محبت کے لیے انتخاب کر لوں؟ اس نے کہا جب آپ اس سے محبت کریں گے تو اس کا چھوٹا سا احسان آپ کے نزدیک بڑا ہو جائے گا اور اس کی بڑی بُرائی آپ کے ہاں چھوٹی منصور ہو گی اور اس کے گناہ بچوں کے گناہوں کی طرح ہوں گے اور اس کا آپ کا حاجت مند ہونا ایسے ہی ہو گا جیسے کھُلا سفارشی ہوتا ہے۔

ایک روز منصور نے ربیع سے کہا، ربیع تیرا بُرا ہو اگر موت نہ ہوتی تو دنیا کس قدر اچھی تھی اس نے کہا یہ صرف موت کی وجہ سے اچھی ہے اس نے کہا کس طرح، اس نے کہا اگر موت نہ ہوتی تو تو اس جگہ نہ بیٹھتا، اس نے کہا تو نے ٹھیک کہا ہے۔

منصور کو عمرو بن عبید کی نصیحت

اسحٰق بن فضل بیان کرتا ہے کہ میں منصور کے دروازے پر تھا کہ عمرو بن عبید آ کر اپنے گدھے سے اُترا اور بیٹھ گیا، ربیع نے اُسے آ کر کہا ابو عثمان میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں اُٹھ کھڑا ہو جب وہ ابو جعفر کے پاس گیا تو اس نے حکم دیا کہ اس کے قریب ہی اس کا ٹاٹ بچھایا جائے اور سلام کے بعد اس نے اُسے کچھ نصائح کیں جب اس نے اُٹھنے کا ارادہ کیا تو اس نے کہا کہ ہم نے تجھے دس ہزار دینے کا حکم دیا ہے اس نے کہا مجھے اس کی ضرورت نہیں ابو جعفر نے کہا خدا کی قسم تجھے وہ ضرور لینے ہوں گے اس نے کہا خدا کی قسم میں انہیں نہیں لوں گا اس وقت مہدی وہاں موجود تھا اس نے کہا امیرالمومنین بھی قسم کھاتے ہیں اور تم بھی قسم کھاتے ہو

تو عمرو نے ابو جعفر کی طرف متوجہ ہو کر کہا یہ نوجوان کون ہے ؟ اس نے کہا یہ میرا بیٹا محمد ہے جسے مہدی کہتے ہیں اور یہ میرا ولیعہد ہے اس نے کہا خدا کی قسم تو نے اسے یہ لباس پہنایا ہے جو نیک لوگوں کا لباس نہیں ہے لیکن تو نے اس کا نام وہ رکھا ہے جس کا وہ عملاً استحقاق رکھتا ہے اور تو نے اس کے لیے وہ بات اختیار کی ہے جو اُسے بہت فائدہ دے گی مگر جس بات میں وہ لگا ہوا ہے اس سے غافل کر دے گی پھر عمرو نے مہدی کی طرف متوجہ ہو کر کہا میرے بھتیجے جب تیرا باپ قسم کھائے گا تو تیرا چچا اُسے توڑ دے گا کیونکہ تیرا باپ تیرے چچا سے کفارہ دینے کی زیادہ استطاعت رکھتا ہے منصور نے اُسے کہا اے ابو عثمان تمہیں کوئی کام ہے' اس نے جواب دیا ہاں ! اس نے کہا کیا کام ہے ؟ اس نے کہا کہ مجھے اپنے پاس آنے کا پیغام نہ بھیجنا اس نے کہا پھر تو ہم مل نہیں سکیں گے ، اس نے کہا میرا یہی کام ہے پھر وہ چلا گیا اور منصور پیچھے سے اُسے دیکھتا رہا پھر کہنے لگا ؎

"تم میں سے ہر کوئی آہستہ چلتا ہے اور شکار کا طالب ہے مگر عمرو بن عبید
ایسا نہیں ہے۔"

جب منصور نے مہدی کے لیے بیعت لی تو عمرو بن عبید، منصور کے پاس آیا اور اُسے کہا اے ابو عثمان یہ امیر المومنین کا بیٹا اور مسلمانوں کا ولی عہد ہے عمرو نے اُسے کہا امیر المومنین میں نے دیکھا ہے کہ آپ نے اس کے لیے امور کو دُرست کر دیا ہے۔ اور وہ اس کی طرف چلے آ رہے ہیں مگر تجھ سے اس بارہ میں باز پُرس ہو گی تو منصور چشم پُر آب ہو گیا اور اُسے کہنے لگا اے عمرو مجھے نصیحت کرو اس نے کہا اے امیر المومنین اللہ تعالےٰ نے آپ کو سب چیزوں سمیت دنیا دے دی ہے پس تو اپنے نفس کو اس کی بعض چیزوں کے عوض خرید لے اور جو چیز تیرے ہاتھ میں آ گئی ہے اگر کسی دوسرے کے ہاتھ میں باقی رہتی تو تجھ تک نہ پہنچتی پس اس شب سے ہشیار رہ جو دن سے نکالی جاتی ہے کہ اس کے بعد کوئی رات نہیں اور یہ اشعار پڑھنے لگا ؎

اے وہ شخص جسے اُمید نے دھوکہ میں مبتلا کر دیا ہے اور اُمید کے درمے
موت اور ناخوشگواری ہے اور کیا تو نہیں دیکھتا کہ دنیا اور اس کی زینت
قافلے کی منزل کی طرح ہے کہ جہاں وہ اُترے اور پھر وہاں سے چل پڑے

اور اس کی موتیں گھات میں ہیں اور اس کی گذران تنگ ہے اور اس کی صفائی مکدر ہے اور اس کی حکومت چکر لگانے والی ہے اور اس کا رہنے والا ہمیشہ ڈر سے زخمی رہتا ہے پس اُسے نرمی اور جھگڑا موافق نہیں آتا گو وہ ہلاکت اور موت کا نشانہ ہے اور اس میں حوادث زمانہ تیر مارتے رہتے ہیں نفس بھاگنے والا ہے اور موت اس کی گھات میں لگی ہوئی ہے اور ٹانگ کی ہر لغزش اس کے نزدیک پھسلنے کی جگہ ہے اور آدمی اپنے وارث کے لیے باقی چھوڑنے کے لیے کوشش کرتا ہے اور آدمی جو کوشش کرتا ہے اس کی وارث قبر ہوتی ہے۔"

عمرو بن عبید کی موت

۱۴۴ھ میں منصور کے دورِ حکومت میں عمرو بن عبید نے وفات پائی۔ بعض کہتے ہیں ۱۴۵ھ میں وفات پائی اس کی کنیت ابو عثمان اور نام عمرو بن عبید بن باب تھا یہ بنی تمیم کا غلام تھا اس کا دادا، کابل کے اسیروں میں سے تھا اور اپنے وقت میں معتزلہ کا شیخ اور مفتی تھا توحید و عدل وغیرہ کے متعلق اس کے بہت سے رسائل اور خطبات موجود ہیں ہم نے اس کے حالات اور مناظرات اور چیدہ کلام کو اپنی کتاب المقالات فی اصول الدیانات میں بیان کیا ہے۔

۱۴۱ھ میں منصور نے ایک نذر کی وجہ سے بیت المقدس میں جا کر نماز پڑھی اور واپس آگیا۔

ہشام بن عروہ کی وفات

۱۴۶ھ میں ہشام بن عروہ بن زبیر نے ۸۵ سال کی عمر میں وفات پائی جب کوئی آدمی اُسے بات سُناتا تو وہ کہتا میں تجھ سے اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہوں جب علی بن حسن نے اختلاف کیا تو ہشام اس کی طرف جلدی سے گیا تو علی نے اُسے کہا میں تجھے اس بات کی دعوت دیتا ہوں جس کی تو دعوت دیتا ہے۔

ابو حنیفہ النعمانؒ اور ایک جماعت کی وفات

منصور کے دورِ حکومت میں بغداد میں ۱۵۰ھ میں ابو حنیفہ نعمان بن ثابت مولیٰ تیم اللات نے جو بکر بن وائل سے ہے، وفات پائی، آپ کی وفات

نماز پڑھتے ہوئے سجدہ کی حالت میں ہوئی آپ کی عمر نوّے سال[1] تھی، اسی سال میں عبدالملک بن عبدالعزیز جریج مکی مولیٰ خالد بن اُسید کی وفات ہوئی، اس کی کنیت ابوالولید اور عمر ستر سال تھی محمد بن اسحاق بن یسار مولیٰ قیس بن مخرمہ جو بنی مطلب میں سے تھا کی وفات بھی اسی سال ہوئی، اس کی کنیت ابو عبداللہ تھی کہتے ہیں کہ اس کی وفات ۱۵۱ھ میں ہوئی اور بعض کے بقول ۱۵۲ھ میں ہوئی، ۱۵۷ھ میں اوزاعی کی وفات ہوئی، ان کی کنیت ابوعمر عبدالرحمٰن بن عمرو تھی آپ اہل شام میں سے تھے ان کا گھر اوزاع میں تھا مگر آپ ان میں سے نہیں تھے بلکہ دمشق کے تھے لیکن اوزاع کی طرف منسوب ہو گئے، یہ منصور کے آخری دور میں یمن کے قیدیوں میں آئے تھے ان کی عمر نوّے سال تھی۔

منصور کے زمانے میں لیث بن ابی سلیم کوفی، مولیٰ عنبسہ بن ابی سفیان نے ۱۵۸ھ میں وفات پائی، ۱۵۶ھ میں سوار بن عبداللہ قاضی فوت ہوئے، اور ۱۵۴ھ میں ابوعمرو بن العلاء نے وفات پائی۔

منصور کے چچا عبداللہ بن علی کا قتل

منصور کے حکم سے عبداللہ بن علی کی قید لمبی ہوگئی وہ نو سال تک اس کے قید خانے میں رہا اور بعض نے اس کی اور مدت بھی بیان کی ہے۔ جب ۱۴۶ھ میں منصور نے حج کا ارادہ کیا تو اس نے اُسے عیسٰے بن موسےٰ کے پاس بھیج دیا اور اس کے قتل کا حکم دے دیا اور یہ کہ اس بات کا کسی کو پتہ نہ چلے، پس عیسٰے بن موسےٰ نے ابن ابی لیلےٰ اور ابن شبرمہ کی طرف پیغام بھیجا اور اس بارے میں ان دونوں سے مشورہ لیا، ابن ابی لیلےٰ نے کہا امیرالمومنین نے جو حکم دیا ہے اُسے کر گذریے اور ابن شبرمہ نے کہا کہ ایسا نہ کرنا اور اس نے اس کے قتل کرنے سے انکار کر دیا اور ابوجعفر کو یہ اطلاع دے دی کہ اس نے اُسے قتل کر دیا ہے اور یہ بات مشہور ہو گئی، تو علی کے بیٹوں نے منصور سے اپنے بھائی عبداللہ کے متعلق بات کی تو اس نے انہیں کہا وہ عیسٰے بن موسےٰ کے پاس ہے اور جب وہ مکہ آئے تو انہوں نے عیسیٰ بن موسیٰ سے آ کر عبداللہ کے متعلق پوچھا اس نے جواب دیا میں نے اُسے قتل کر دیا ہے تو وہ واپس ابوجعفر کے پاس گئے اور کہنے لگے عیسیٰ کا خیال

---

[1] ایک نسخہ میں ستر سال لکھی ہے۔

ہے کہ اس نے اُسے قتل کر دیا ہے تو ابو جعفر نے عیسیٰ پر اظہار ناراضگی کیا اور کہنے لگا وہ میرے چچا کا قاتل ہے بخدا میں اُسے ضرور قتل کروں گا ابو جعفر چاہتا تھا کہ عیسیٰ اُسے قتل کر دے اور دونوں سے راحت حاصل کرے۔ راوی بیان کرتا ہے کہ اس نے عیسیٰ کو بلوایا اور کہنے لگا تو نے میرے چچا کو کیوں قتل کیا ہے، اس نے کہا آپ نے مجھے اس کے قتل کا حکم دیا ہے اس نے کہا یہ آپ نے میرے نام خط لکھا تھا اس میں یہ حکم موجود ہے اس نے کہا میں نے یہ خط نہیں لکھا، اس نے جب منصور کی سنجیدگی کو دیکھا اور اپنے متعلق خوف کو محسوس کیا تو کہنے لگا وہ میرے پاس ہے میں نے اُسے قتل نہیں کیا اس نے کہا اُسے ابوالازہر مہلب بن ابو عیسیٰ کی طرف بھیج دو، اس نے اُسے اس کے پاس بھیج دیا اور وہ اس کے پاس ہمیشہ قید رہا پھر اس نے اُسے اس کے قتل کا حکم دیا تو وہ اس کے پاس آیا اس کی ایک لونڈی بھی اس کے ساتھ تھی اس نے پہلے عبداللہ کا گلا گھونٹا اور اسے مار کر فرش پر لٹا دیا پھر اس نے لونڈی کا گلا گھونٹنے کے لیے اُسے پکڑ لیا اس نے کہا اے عبداللہ کسی اور جگہ قتل کرو۔ ابوالازہر کہا کرتا تھا کہ میں نے اس لونڈی کے سوا کسی کو قتل کرتے ہوئے رحم نہیں کھایا۔ میں نے اس لونڈی سے اپنا منہ پھیر لیا اور میرے حکم سے اس کا گلا گھونٹ دیا گیا اور میں نے اُسے اس کے ساتھ فرش پر ڈال دیا اور اس کے ہاتھ کو عبداللہ کے پہلو میں اور عبداللہ کے ہاتھ کو اس کے پہلو میں معانقہ کرنے والوں کی طرح ڈال دیا ہے پھر میرے حکم سے ان دونوں پر مکان کو گرا دیا گیا پھر ہم قاضی ابن علاثہ کے پاس حاضر ہوئے انہوں نے عبداللہ اور لونڈی کو اس حالت میں مرے ہوئے دیکھا پھر اس کے حکم سے بغداد کی غربی جانب باب شام کے قبرستان ابی سوید میں اُسے دفن کر دیا گیا۔

مسعودی بیان کرتا ہے کہ عبداللہ بن عیاش منتوف بیان کرتا ہے کہ ہم منصور کے پاس موجود تھے کہ اس نے ایک روز کہا کہ کیا تم اس سرکش کو جانتے ہو جس کے نام کا پہلا حرف عین ہے، اس نے ایک دوسرے سرکش کو قتل کیا جس کے نام کا پہلا حرف عین ہے اور دوسرے سرکش کے نام کا بھی پہلا حرف عین ہے؟ راوی بیان کرتا ہے کہ میں نے کہا ہاں امیرالمومنین میں جانتا ہوں۔ عبدالملک بن مروان نے عمرو بن سعید بن عاص اور عبداللہ بن زبیر اور عبدالرحمٰن بن محمد بن اشعث کو قتل کیا تھا، منصور نے کہا کیا تم اس خلیفہ کو جانتے ہو جس کے نام کا پہلا حرف عین ہے اس نے ایک سرکش کو قتل کیا جس کے نام کا پہلا حرف

عین ہے میں نے کہا ہاں امیر المومنین ؛ آپ ہیں آپ نے عبد الرحمٰن بن مسلم ، عبد الجبار بن عبد الرحمٰن اور اپنے چچا عبد اللہ بن علی کو قتل کیا ہے اس پر مکان گر پڑا تھا اس نے کہا اگر اس پر مکان گر پڑا تھا تو اس میں میرا کیا گناہ ہے ؛ میں نے کہا آپ کا کوئی گناہ نہیں ہے تو وہ مسکرا دیا پھر کہنے لگا کیا تجھے وہ اشعار یاد ہیں جو ولید بن عبد الملک کی بیوی اور عمرو بن سعید کی بہن نے اس وقت کہے تھے جب عبد الملک نے اس کے بھائی کو قتل کیا تھا ؛ میں نے کہا ہاں امیر المومنین جس روز اس کا بھائی قتل ہوا وہ ننگے سر یہ اشعار پڑھتے ہوئے باہر آئی

"اے آنکھ عمرو پر آنسو بہا ، جس شب خلافت بالجبر چھینی گئی ؛ اے بنی خیط تم نے عمرو سے خیانت کی اور تم سب گھروں کی بنیاد خیانت پر رکھتے ہو ، عمرو عاجز نہیں تھا مگر بات یہ ہے کہ موت اس کے پاس اچانک آگئی اور اُسے اس بات کا پتہ نہ تھا جب بنی مروان نے اُسے قتل کیا تو وہ یوں معلوم ہو رہے تھے جیسے چھوٹے پرندے باز پر جمع ہو جاتے ہیں اللہ دنیا کو ہلاک کرے کہ آگ اہل دنیا کا پیچھا کر رہی ہے اور قرابت کے پردوں کو پھاڑ رہی ہے ، کاش میری قوم کو وفا داری اور خیانت کرنے والوں اور عمرو پر بالجبر دروازہ بند کرنے والوں کے متعلق کچھ قوت حاصل ہوتی ؛ پس ہم اور شماتت کرنے والے شام کو چلے گئے گویا ان کی گردنوں پر چٹان پڑی ہوئی ہے"

ابن عیاش کہتا ہے منصور کہنے لگا وہ کون سے اشعار ہیں جنہیں عمرو بن سعید نے عبد الملک بن مروان کی طرف بھیجا تھا ، میں نے کہا امیر المومنین مجھے وہ اشعار معلوم ہیں اس نے اُسے لکھا تھا

" میرے خیال میں ابن مروان کچھ ایسی باتیں چاہتا ہے جو اُسے مشکل سواری پر سوار کرا دیں گی تاکہ وہ اس عہد کو توڑ دے جسے مروان نے پختہ کیا تھا اور میں اس میں قطع تعلقات اور جھوٹ کو محسوس کرتا ہوں پس تو مجھ سے پہلے اس کے پاس آیا حالانکہ میں اس سے پہلے تھا اور اگر میں اطاعت گزار نہ ہوتا تو یہ بھی ایک دُکھ کی بات ہوتی اور تو نے مروان کو جو بات کہی ہے وہ بہت ہلکی ہے جس پر مشوروں اور تقریروں کا اثر غالب ہے اگر تم اس امر کو نافذ کرو جو ہمارے اور تمہارے درمیان ہے تو ہم بڑی سہولت کے ساتھ سب کے سب واپس آجائیں گے اور اگر عبد العزیز سے بے انصافی ہوئی

ہے تو ہم سے اور اس سے اس کے زیادہ مستحق بنو حرب ہیں ۔"

منصور کی وفات منصور کی پیدائش، حجاج کی وفات کے سال ۹۵ھ میں ہوئی وہ کہا کرتا تھا کہ میں ذوالحجہ میں پیدا ہوا اور ذوالحجہ میں میرا ختنہ ہوا اور ذوالحجہ میں مجھے خلافت ملی اور میرا خیال ہے کہ میری وفات ذوالحجہ میں ہوگی، اور ایسے ہی ہوا جیسے اس نے کہا تھا۔

فضل بن ربیع بیان کرتا ہے کہ میں اس سفر میں، جس میں منصور کی وفات ہوئی، اس کے ساتھ تھا وہ ایک منزل پر اُترا تو اس نے مجھے پیغام بھیجا وہ ایک گنبد میں تھا اور اس کا منہ دیوار کی طرف تھا اس نے مجھے کہا، کیا میں نے تجھے عوام کو بلانے سے منع نہیں کیا تھا، وہ ان گھروں میں داخل ہو جاتے ہیں اور ان میں بے فائدہ تحریرات لکھ جاتے ہیں میں نے کہا امیرالمومنین وہ کیا ہے؟ اس نے کہا کیا تو دیوار پر لکھا ہوا نہیں دیکھتا ؎

"اے ابوجعفر تیری وفات کا وقت قریب آگیا ہے اور تیری عمر ختم ہو گئی ہے اور امر الٰہی لازماً نازل ہونے والا ہے اے ابوجعفر کیا کوئی کاہن یا منجم قضا الٰہی کو ٹال سکتا ہے یا تو جاہل ہے۔"

فضل بن ربیع بیان کرتا ہے میں نے کہا خدا کی قسم میں تو دیوار پر کوئی چیز نہیں دیکھتا دیوار تو صاف شفاف اور سفید ہے۔ اس نے کہا اللہ کی قسم کھا کر کہتے ہو، میں نے کہا اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں، کہنے لگا خدا کی قسم پھر میرا نفس میری موت کی خبر دے رہا ہے، میرے گناہوں اور زیادتیوں سے بھاگتے ہوئے مجھے جلد میرے رب کے حرم اور امن گاہ میں لے چل، پس ہم چلے مگر اس سے چلا نہ جاتا تھا جب ہم بئر میمون پر پہنچے تو میں نے اُسے کہا یہ بئر میمون ہے اور تو حرم میں داخل ہو چکا ہے اس لئے کہا الحمدللہ، اور وہیں فوت ہو گیا۔

منصور کی صفات منصور میں سب اوصاف سے بڑھ کر دانشمندی، صحیح رائے اور اعلیٰ انتظامی قابلیت پائی جاتی تھی، وہ بہت بخشش کرتا تھا اور اس کی بخشش دانشمندی سے نہیں ہوتی تھی وہ تھوڑی عطا کو روک لیتا تھا اور اس کی بخشش مال کا ضیاع نہیں ہوتی تھی وہ زیاد کے اس قول کا مصداق تھا کہ اگر میرے

پاس ایک ہزار اُونٹ ہوں اور ایک خارش زدہ اُونٹ ہو تو میں اس کی نگہداشت ایسے شخص کی طرح کروں گا جو اس کے سوا اور کوئی چیز قبضہ میں نہ رکھتا ہو۔ ابو جعفر نے چھ کروڑ درہم اور چودہ کروڑ دینار اپنے پیچھے چھوڑے، اس کے باوجود وہ مال میں بخل سے کام لیتا تھا اور ایسی باتوں پر نگاہ رکھتا تھا جو عوام کی نظروں میں نہیں ہوتیں اس نے باورچی سے یہ معاہدہ کیا تھا کہ اس کے لیے سری پائے اور کھالیں ہوں گی اور اس کے ذمے لکڑیاں اور مصالحے ہوں گے۔ اس کی سخاوت کی بات یہ ہے کہ اس نے اپنے دس چچاؤں سے صلہ رحمی کی، اس نے انہیں ایک دن میں دس ہزار درہم دیے ان کے نام یہ ہیں۔ عبداللہ بن علی، عبدالصمد بن علی، اسماعیل بن علی، عیسےٰ بن علی، داؤد بن علی، صالح بن علی، سلیمان بن علی، اسحاق بن علی، محمد بن علی اور یحییٰ بن علی اور اس کے تعمیر کردہ شہر بغداد میں ہر روز پچاس ہزار آدمی کام کرتے تھے۔

اس کی اولاد

اس کے دو بیٹے مہدی اور جعفر تھے جن کی ماں ام موسیٰ حمیریہ تھی جعفر اپنے باپ منصور کی زندگی ہی میں فوت ہوگیا اور سلیمان، عیسیٰ، یعقوب اور جعفر اصغر، کردی بیوی سے تھے اور صالح کا لقب مسکین تھا اور لڑکی کا نام عالیہ تھا۔

مسعودی بیان کرتا ہے کہ ربیع، عبداللہ بن عیاش، جعفر بن محمد اور عمرو بن عبید وغیرہ کے ساتھ منصور کے بہت اچھے واقعات ہیں اور حکومت کے متعلق اس کے مواعظ اور خطبات اور سیاسیات اور واقعات بھی پائے جاتے ہیں ہم نے ان میں سے اکثر کا ذکر اخبار الزمان اور الاوسط میں کیا ہے اور اس کتاب میں ہم صرف ان کی ایک جھلک پیش کریں گے جو ہماری پہلی کتابوں کے مضمون سے آپ کو آگاہ کرے گی۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

مہدی محمّد بن عبداللہ بن محمّد بن علی بن عبداللہ بن عباس کی خلافت کا بیان

مختصر حالات کنیت ابوعبداللہ تھی اس کی ماں ام موسیٰ بنت منصور بن عبداللہ بن ذی سہم بن ابی سرح تھی جو حمیر کے بادشاہ ذی رُعین کی اولاد میں سے تھا۔ اس کے غلام ربیع نے مکہ میں ۶؍ ذوالحجہ ۱۵۸ھ کو ہفتہ کے روز اس کی بیعت لی اس کے باپ کی موت اور اس کی بیعت کی خبر اس کا غلام منارہ اس کے پاس لایا۔ اس خبر کے سُننے کے بعد اس نے دو دن قیام کیا پھر لوگوں میں خطبہ دیا اور انہیں اپنے باپ کی وفات کی خبر دی اور اپنی بیعت کی دعوت دی اس کی عام بیعت ہوئی، وہ دینور کے علاقے میں قرماسین شہر میں آنے کے لیے بغداد سے ۱۶۹ھ کو روانہ ہوا۔ اس کے سامنے ماسبذان کی خوشگوار آب و ہوا کی تعریف کی گئی تھی جو سیروان اور جرجان کے علاقہ میں ہے تو وہ بارزن اور الران مقام پر واپس آیا اور رَوین نامی بستی میں ۲۳؍ محرم ۱۶۹ھ کو جمعرات کی شب کو فوت ہوگیا اس نے دس سال ایک ماہ پندرہ دن حکومت کی، وفات کے وقت اس کی عمر ۴۳ سال تھی اس کی نماز جنازہ ہارون الرشید نے پڑھائی اس وقت موسیٰ ہادی جرجان میں تھا، بعض کہتے ہیں کہ اس کی موت زہریلے انگور کھانے سے ہوئی تھی، اس کی لونڈی حسنہ اور دیگر نوکروں نے اس کے غم میں ٹاٹ اور سیاہ کپڑے پہنے اس بارے میں ابوالعتاہیہ کہتا ہے ؎

"وہ شام کو منقش لباس میں گئیں اور صبح کو انہوں نے ٹاٹ پہنے ہوئے تھے۔ ہر سینگ مارنے والا خواہ کتنا عرصہ زندہ رہے ایک روز کُسے

بھی سینگ مارا جاتا ہے، خواہ تجھے عمر نوح مل جاتی پھر بھی تو زندہ نہ رہتا پس اگر تو نے ضروری نوحہ کرنا ہے تو اپنے آپ پر نوحہ کر۔"

اس کے حالات و واقعات کا بیان اور اس کے دور کی ایک جھلک

مہدی اور قاضی شریک

فضل بن ربیع بیان کرتا ہے کہ ایک روز قاضی شریک مہدی کے پاس آیا تو اس نے اُسے کہا تجھے تین باتوں میں سے ایک بات کو لازماً قبول کرنا ہوگا۔ اس نے پوچھا امیر المومنین وہ تین باتیں کیا ہیں؟ مہدی نے کہا یا تو تو قاضی بن، یا میرے بیٹے کو حدیث سکھا اور تعلیم دے یا میرے ہاں کھانا کھایا کر، اس نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا، کھانا کھانا میرے لیے سب سے آسان بات ہے اس نے اُسے روک لیا اور باورچی کی طرف گیا کہ وہ اس کے لیے ہڈیوں کے گودے اور طبرزد و شکر اور شہد کے سالن تیار کرے جب وہ صبح کے ناشتے سے فارغ ہوا تو مطبخ کے انچارج نے اُسے کہا امیر المومنین اس کھانے کے بعد یہ شیخ کبھی کامیاب نہ ہوگا، فضل بن ربیع کہتا ہے خدا کی قسم شریک نے اس کے بعد انہیں حدیث سنائی اور ان کے بچوں کو پڑھایا اور قضا کا محکمہ بھی سنبھالا اور اس نے اپنے اخراجات کے متعلق جہبذ کو لکھا تو اس نے انہیں اخراجات کے لیے بہت کم دے کر اُسے تنگ کر دیا۔ جہبذ نے اُسے کہا تو نے کبھی کپڑا بھی نہیں بیچا تو شریک نے اُسے کہا خدا کی قسم میں نے کپڑے سے بڑی چیز کو بیچا ہے، میں نے اپنا دین بیچ دیا ہے۔

شکار کو جاتے ہوئے مہدی اور عمرو کا بھوکا رہنا

فضل بن ربیع بیان کرتا ہے کہ مہدی اپنے شاعر غلام عمرو بن ربیع کے ساتھ سیر کو نکلا، وہ فوج سے الگ ہو گیا اور لوگ شکار میں مصروف ہو گئے مہدی کو شدید بھوک لگی، اس نے عمرو سے کہا تیرا برا ہو، میرے پاس کوئی ایسا آدمی لاؤ جس کے پاس کوئی کھانے کی چیز ہو، عمرو مسلسل آدمی کی تلاش میں لگا رہا یہاں تک کہ اس نے ایک سبزہ والی زمین کے مالک کو دیکھا جس کی ایک جانب اس کا

جھونپڑا بھی تھا، وہ اس کے پاس گیا اور اُسے کہنے لگا، کیا تمہارے پاس کوئی کھانے کی چیز ہے؟ اس نے جواب دیا ہاں، جو کی چپاتیاں اور دہی ہے اور یہ سبزی اور گندنا بھی ہے مہدی نے اُسے کہا اگر تیرے پاس گھی ہو تو تُو نے اپنی میزبانی مکمل کر لی۔ اس نے کہا میرے پاس کچھ گھی بھی ہے اور اس نے اسے ان دونوں کے سامنے رکھ دیا۔ یہ بہت زیادہ کھا گئے مہدی نے بنظرِ غائر دیکھا تو اس میں کچھ بھی باقی نہ رہا تھا اس نے عمرو سے کہا ایسا شعر کہو جس میں ہماری حالت کا بیان ہو، عمرو نے کہا ؎

"جو شخص دہی کو زیتل کے ساتھ اور جو کی روٹی کو گندنے کے ساتھ کھلاتا ہے وہ اس بُرے سلوک کی وجہ سے ایک، دو یا تین تھپیڑوں کا مستحق ہے"۔

مہدی نے کہا خدا کی قسم تو نے بہت بُرا کہا ہے لیکن اس سے اچھا یہ ہے ؎

"کہ وہ اس نیک سلوک کی وجہ سے ایک، دو یا تین توڑوں کا مستحق ہے۔"

پھر وہ فوج کے ساتھ آ ملے اور خزانے، خادم اور سوار دستے بھی آ ملے تو اس نے سبزی والے کو تین توڑے درہم دینے کا حکم دیا۔

شکار کو جاتے ہوئے دُوسری دفعہ مہدی کا بھُوکا رہنا

راوی بیان کرتا ہے کہ دوسری دفعہ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر شکار کے لیے نکلا اور بھُوکا ہونے کی حالت میں ایک بدو کے خیمے کی طرف گیا اور کہنے لگا اے بدو کیا تمہارے پاس کچھ کھانا ہے، میں تمہارا مہمان ہوں، اس نے جواب دیا میں تجھے ایک کامل نوجوان اور موٹا تازہ دیکھتا ہوں اگر تو اس کھانے کو پسند کرے جو ہمارے پاس موجود ہے تو ہم تمہاری مہمان نوازی کیے دیتے ہیں اس نے کہا جو کچھ تمہارے پاس ہے لاؤ، تو وہ ایک بھوبھل کی پکی ہوئی روٹی لایا اس نے اُسے کھا کر کہا کہ بہت اچھی روٹی ہے، پھر کہنے لگا اور جو کچھ تمہارے پاس ہے اُسے لاؤ تو اس نے ایک اوجھڑی میں دُودھ لا کر اُسے پلایا اس نے پی کر کہا بہت اچھا دُودھ ہے پھر کہنے لگا، کچھ اور لاؤ تو وہ ایک چھاگل میں نبیذ لایا جس میں سے بدو نے ایک پیالہ پیا اور اُسے بھی پلایا، جب مہدی نبیذ کا جام پی چکا تو کہنے لگا کیا تجھے پتہ ہے کہ میں کون ہوں اس نے جواب دیا بخدا مجھے کچھ پتہ نہیں کہ تو کون ہے، اس نے کہا میں خادمانِ خاص میں سے ہوں اس نے کہا اللہ تیرے مقام اور عطیے میں برکت دے پھر بدو نے

ایک اور جام پیا اور اُسے بھی پلایا جب وہ جام پی چکا تو بدو سے کہنے لگا تمہیں پتہ ہے کہ میں کون ہوں اس نے کہا ہاں، تو نے بتایا ہے کہ میں خادمانِ خاص میں سے ہوں، اس نے کہا، نہیں میں ایسا نہیں ہوں اس نے پوچھا پھر تو کون ہے اس نے جواب دیا میں مہدی کا ایک جرنیل ہوں اس نے کہا تیرا گھر وسیع ہو اور تیری ملاقات خوشگوار ہو، پھر بدو نے ایک جام نوش کیا اور اُسے بھی پلایا جب وہ تیسرا جام پی چکا تو کہنے لگا اے بدو تجھے پتہ ہے کہ میں کون ہوں اس نے جواب دیا ہاں تو مہدی کا ایک جرنیل ہے اس نے کہا نہیں میں ایسا نہیں ہوں، اس نے پوچھا پھر تو کون ہے اس نے جواب دیا میں خود امیر المومنین ہوں پس بدو نے اپنی چھاگل پکڑ لی اور اس کا منہ بند کر دیا، مہدی نے اُسے کہا ہمیں پلاؤ، اس نے کہا خدا کی قسم تو اس سے ایک گھونٹ یا اس سے کم و بیش بھی نہ پی سکے گا اس نے پوچھا، کیوں؟ اس نے کہا، میں نے تجھے ایک جام پلایا تو تو نے اپنے آپ کو خادمانِ خاص میں سے خیال کیا، ہم نے تمہاری یہ بات برداشت کی پھر ہم نے تجھے دوسرا جام پلایا تو تو نے اپنے آپ کو مہدی کا ایک جرنیل خیال کیا ہم نے تمہاری یہ بات بھی برداشت کی پھر ہم نے تجھے تیسرا جام پلایا تو تو نے اپنے آپ کو امیر المومنین خیال کیا خدا کی قسم مجھے خدشہ ہے کہ اگر میں تجھے چوتھا جام پلاؤں تو تو کہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں مہدی ہنس پڑا، اور سواروں نے اُسے گھیرے میں لے لیا، شاہزادے اور اشراف اس کے پاس آنے لگے تو بدو پریشان ہوگیا اور اُسے اپنی جان بچانے کی فکر پڑ گئی، وہ تیزی سے دوڑنے لگا، مہدی نے اُسے کہا تجھے کچھ خوف نہیں، اور اُسے مال، لباس، کپڑوں وغیرہ کا بہت سا عطیہ دیا اس نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ تو سچا ہے اگر تو چوتھی یا پانچویں بات کا ادّعا کرتا تو اس سے بھی نکل جاتا۔ مہدی اس کی بات پر ہنس پڑا اور اس کی چوتھی یا پانچویں بات کے ذکر پر قریب تھا کہ وہ گھوڑے سے گر پڑے اور اس نے اس کا وظیفہ مقرر کر دیا اور اُسے اپنے خواص میں شامل کر لیا۔

مہدی کے وزراء

ابو عبید اللہ معاویہ بن عبد اللہ اشعری اس کا وزیر تھا جو محمد بن عبد الوہاب کاتب کا دادا تھا وہ خلافت سے قبل اس کا کاتب تھا مہدی نے ابو عبید اللہ کے ایک لڑکے کو زندیق ہونے کی وجہ سے قتل کر دیا اور دونوں ایک دوسرے سے وحشت محسوس کرنے لگے تو اس نے اُسے معزول کر دیا ابو عبید اللہ ۱۷۰ھ تک زندہ رہا، پھر مہدی نے یعقوب بن داؤد سلمی کو

وزارت کے لیے مختص کر لیا اور کونسل کو خط لکھا کہ امیر المومنین نے اس سے مواخات کر لی ہے، وہ ہر وقت اس تک رسائی حاصل کر سکتا تھا پھر اس نے اس پر طالبی ہونے کا اتہام لگایا اور اس کے قتل کرنے کی ٹھان لی اور اُسے قید کر دیا، وہ ہارون الرشید کے زمانے تک قید میں رہا، پھر ہارون الرشید نے اُسے رہا کر دیا۔ اس کے متعلق لوگوں کا قول یہ ہے کہ وہ اولادِ عباس میں سے بڑے لڑکے کی امامت کا قائل تھا اور یہ کہ مہدی کے دوسرے چچا زاد اس سے خلافت کے زیادہ حقدار ہیں۔

مہدی کے خصائل و اعمال

مہدی عوام و خواص کا محبوب تھا کیونکہ اس نے اپنی حکومت کا آغاز مظالم کے متعلق غور و فکر کرنے، قتل کو رد کرنے، خوف زدہ کو امن دینے اور مظلوم کے ساتھ انصاف کرنے سے کیا تھا۔ وہ کھلے ہاتھوں سے عطیات دیتا تھا، منصور نے جو کچھ باقی چھوڑا تھا اُس نے سب کا سب لٹا دیا اس نے جو کچھ اپنے دَور میں جمع کیا تھا اس کو چھوڑ کر (وہ چھ کروڑ درہم اور چودہ لاکھ دینار تھے) جب بیت المال خالی ہو گئے تو بیت المال کے خزانچی ابو حارثہ النہری نے اس کے پاس آ کر چابیاں پھینک دیں اور کہنے لگا جو گھر خالی ہو چکے ہیں ان کی چابیوں کا کیا مطلب ہے؟ تو مہدی نے بیس خادموں کو اموال کے جمع کرنے کے لیے مختلف جگہوں پر بھیجا اور تھوڑے دنوں میں اموال آنے لگے تو ابو حارثہ اموال کو وصول کرنے اور ان کو ٹھیک ٹھاک کرنے میں مصروف رہنے کی وجہ سے تین دن تک مہدی کے پاس نہ آسکا جب وہ مہدی کے پاس آیا تو اس نے کہا تجھے کس چیز نے دیر کرا دی ہے؟ اس نے کہا اموال کو ٹھیک ٹھاک کرنے کی مصروفیت نے، اس نے کہا تو ایک احمق بدو ہے تیرا خیال تھا کہ جب ہمیں ضرورت ہو گی اموال ہمارے پاس نہیں آئیں گے' ابو حارثہ نے کہا جب کوئی واقعہ رُونما ہو گا تو وہ آپ کو مہلت نہیں دے گا کہ آپ اموال کے استخراج اور اُٹھانے میں لگ جائیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس نے دس دنوں میں اپنے پشتینی مال سے دس کروڑ درہم خرچ کر دیے اس وقت شبہ بن عقال نے اس کے پاس کھڑے ہو کر تقریر کرتے ہوئے کہا کہ مہدی کے کئی مثیل ہیں جن میں سے روشن چاند آغازِ بہار، کچھار میں رہنے والا شیر اور موجزن سمندر بھی ہے، روشن چاند اس کی خوبصورتی سے آغازِ بہار اس کی خوشبو سے کچھار کا شیر اس کی جوانی اور ارادے کی پختگی سے اور

موجزن سمندر اس کی جود و سخا سے مشابہت رکھتا ہے۔

خیزران اور مروان بن محمد کی بیوی

ہادی اور ہارون الرشید کی ماں خیزران اپنے اس گھر میں رہتی تھی جسے آجکل "اشناس" کہتے ہیں اس کے پاس خلفاء کی امہات الاولاد اور بنی ہاشم کی دیگر لڑکیاں بھی رہتی تھیں۔ خیزران ایک جرمنی قالین پر اور دیگر خواتین ایک جرمنی گدیلے پر بیٹھی تھیں، زینب بنت سلیمان بن علی ان سب سے بلند مرتبہ پر تھی، اسی دوران میں اس کے خادم نے آکر کہا کہ دروازے پر ایک نہایت ہی حسین و جمیل عورت، بوسیدہ چادروں میں کھڑی ہے جو تمہارے سوا اور کسی کو اپنا نام پتہ نہیں بتانا چاہتی وہ تمہارے پاس آنا چاہتی ہے مہدی نے اس سے قبل خیزران کو یہ پیغام بھیج دیا تھا کہ وہ زینب بنت سلیمان بن علی کے ساتھ رہے اور اُسے کہا کہ وہ اس کے اخلاق و آداب کو سیکھے کیونکہ یہ ہماری وہ بڑھیا ہے جس نے ہمارے اوائل کو پایا ہے خیزران نے خادم سے کہا اُسے اجازت دے دو، تو ایک نہایت ہی حسین و جمیل عورت بوسیدہ چادروں میں اندر آئی، اور بڑی وضاحت سے بات کی، انہوں نے اس سے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا میں مزنہ زوجہ مروان بن محمد ہوں، زمانے نے مجھے اس حال تک پہنچا دیا ہے جس میں تم مجھے دیکھ رہی ہو خدا کی قسم جو بوسیدہ چادریں میں نے اپنے اوپر لی ہوئی ہیں وہ کسی سے عاریۃً لی ہوئی ہیں جب سے تم نے ہم پر غالب آکر یہ حکومت حاصل کی ہے اور ہم تمہارے ماتحت ہو گئے ہیں ہم عوام سے مخالفت کی وجہ سے ان کے ضرر سے محفوظ نہیں وہ کسی بھی اقدام سے ہمارے شرف کو داغدار کر سکتے ہیں پس ہم نے تمہارے پاس آنے کا قصد کیا ہے تاکہ ہم تمہاری پناہ میں ہوں خواہ ہماری کوئی بھی حالت ہو یہاں تک کہ صاحب دعوت آجائے خیزران کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں اور زینب بنت سلیمان بن علی نے اس کی طرف دیکھ کر کہا اے مزنہ اللہ تعالیٰ تیری تکلیف کو کم نہ کرے کیا تجھے یاد ہے کہ میں حران میں تمہارے پاس گئی تھی تو بھی اسی قسم کے قالین پر بیٹھی تھی اور تمہاری قرابت دار عورتیں ان گدیلوں پر بیٹھی تھیں میں نے تجھ سے امام ابراہیم کے جثے کے متعلق بات کی تھی اور تو نے مجھے ڈانٹ دیا تھا اور میرے اخراج کا حکم دیا تھا اور تو نے کہا تھا کہ عورتوں کا کیا کام ہے کہ مردوں کی آراء میں دخل دیں؟ خدا کی قسم مروان تجھ سے زیادہ حق کی رعایت کرنے والا تھا

میں اس کے پاس گئی تو اس نے قسم اُٹھائی کہ اس نے ابراہیم کو قتل نہیں کیا حالانکہ وہ جھوٹا تھا اور اس نے مجھے اس کے جثہ کو دفن کرنے یا مجھے دے دینے کا اختیار دے دیا تو میں نے اس کے جثے کو لینا پسند کیا اس نے مجھے مال کی پیش کش کی جسے میں نے ٹھکرا دیا مُزنہ نے کہا خدا کی قسم مجھے تو جس حالت میں دیکھ رہی ہے اس تک مجھے ان کاموں نے ہی پہنچایا ہے جو میں کرتی رہی ہوں، معلوم ہوتا ہے کہ تو نے اس حالت کو اچھا سمجھا ہے اسی لیے اس نے خیزران کو اس جیسا کام کرنے کی ترغیب دی ہے حالانکہ اس پر واجب تھا کہ وہ اسے اچھے کام کرنے اور شر کا مقابلہ نہ کرنے کی ترغیب دیتی تاکہ وہ اپنی آسائش اور اپنے دین کو محفوظ کر لیتی پھر اس نے زینب سے کہا اے میری چچا زاد بہن تو نے نافرمانی کے بارے میں ہمارے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سلوک کو کیسے پایا ہے کہ تو ہمارے نمونے کو اختیار کرنا چاہتی ہے پھر وہ روتی ہوئی واپس چلی گئی خیزران نے مُزنہ کے بارے میں زینب کی مخالفت کرنا پسند نہ کیا پس خیزران نے اپنی ایک لونڈی کو آنکھ سے اشارہ کیا وہ اُسے ایک کمرے میں لے گئی اور اُسے اس کی حالت ٹھیک کرنے اور اس کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کا حکم دیا جب مھدی اس کے پاس آیا ——— اس وقت زینب واپس جا چکی تھی اس کا یہ پروگرام ہوتا تھا کہ وہ ہر شام کو اپنے خواص حرم کے ساتھ مل جل کر بیٹھتا تھا ——— خیزران نے اُسے سب واقعہ سُنایا اور اس کی حالت کو ٹھیک کرنے کے متعلق لونڈی کو اس نے جو حکم دیا تھا وہ بھی اُسے بتایا تو اس نے اس لونڈی کو بلایا جو اُسے واپس لائی تھی اور اُسے کہا جب تو اُسے کمرے میں واپس لائی تو تو نے اُسے کیا کہتے سُنا؟ اس نے جواب دیا میں اُسے فلاں راستے میں ملی وہ باہر نکلتے ہوئے اپنے آپ کو تسلی دیتے ہوئے یہ آیت پڑھ رہی تھی ——— ضرب اللہ مثلاً قریۃ کانت اٰمنۃ مطمئنۃ یاتیھا رزقھا رغداً من کل مکان فکفرت بانعم اللہ فاذاقھا اللہ لباس الجوع والخوف بما کانوا یصنعون[1]

---

[1] (ترجمہ) اللہ نے ایسی بستی کی مثال بیان کی جو امن چین والی تھی جسے ہر جگہ سے بافراغت رزق ملتا تھا تو اس نے اللہ کی نعمتوں کے ساتھ کفر کیا تو اللہ نے اسے بھوک اور خوف کا پہناوا چکھا دیا بسبب اس کے اعمال کے۔ (نحل آیت ۱۱۲)

پھر اس نے خیزران سے کہا خدا کی قسم اگر تو اس سے وہ سلوک نہ کرتی جو تو نے کیا ہے تو میں کبھی تجھ سے بات نہ کرتا اور بہت رویا پھر کہنے لگا اے اللہ میں زوالِ نعمت سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور اس نے زینب کے فعل کو اچھا نہ سمجھا اور کہنے لگا اگر وہ ہماری بڑی عورتوں میں سے نہ ہوتی تو میں اس سے بات نہ کرنے کی قسم کھاتا پھر اس نے اپنی ایک لونڈی کو اس کے کمرہ میں بھیجا جو اس نے مزنہ کے لیے خالی کروایا تھا اور لونڈی سے کہا اُسے میرا سلام کہنا اور یہ پیغام بھی دینا کہ اے چچازاد بہن تیری بہنیں میرے پاس اکٹھی ہوئی ہیں اگر میں نے تجھے غمگین نہ کیا ہوتا تو ہم تجھے یہاں لے آتے، اس نے پیغام سن کر مہدی کے مفہوم کو سمجھ لیا، زینب بنت سلیمان بھی آئی ہوئی تھی اور مزنہ بھی اپنا دامن گھسیٹتے ہوئے آئی تو اس نے اُسے بیٹھنے کا حکم دیا اور اُسے خوش آمدید کہا اسے اپنے قریب کیا اور زینب بنت سلیمان بن علی سے بھی اُسے اُونچا مقام دیا پھر وہ اپنے اسلاف اور لوگوں کی جنگوں، حکومتوں اور ان کے زوال پر گفتگو کرنے لگے تو اس نے مجلس میں کسی کے لیے کوئی بات نہ چھوڑی، مہدی نے اُسے کہا اے چچازاد بہن خدا کی قسم اگر میں اس قوم کو جس سے تو تعلق رکھتی ہے اپنی حکومت میں سے کچھ دینا ناپسند نہ کرتا تو میں تجھ سے شادی کر لیتا لیکن میں اپنے اندر کی کوئی چیز تجھ سے بچا کر نہ رکھوں گا اور تو میرے محل میں اپنی بہنوں کے ساتھ رہے گی جو کچھ انہیں ملے گا وہ تجھے بھی ملے گا اور جو ذمہ داری ان پر ہوگی تجھ پر بھی ہوگی یہاں تک کہ تیرے پاس حاکم کا وہ حکم آجائے جو اس نے مخلوق کے بارے میں صادر کیا ہے پھر اس نے دیگر عورتوں کی طرح اُسے جاگیریں، خادم اور اُسے انعامات دیے، وہ مہدی کے مرنے تک اور ہادی کے دورِ حکومت اور ہارون الرشید کی حکومت کے اوائل زمانے تک اس کے محل میں رہی تا آنکہ ہارون الرشید کی خلافت میں فوت ہوگئی وہ اس کے اور بنی ہاشم کی عورتوں اور ان کی خواص آزاد عورتوں اور لونڈیوں کے درمیان کوئی فرق نہ کرتا تھا، جب وہ فوت ہوئی تو ہارون الرشید اور اس کی بیویوں نے اس پر بہت غم کا اظہار کیا۔

عبداللہ بن عمرو بن عتبہ کا مہدی کے پاس تعزیت کرنا اور مبارکباد دینا

الریاشی نے ہمیں اصمعی کے طریق سے بتایا کہ عبداللہ بن عمرو بن عتبہ

مہدی کے پاس منصور کی تعزیت کے لیے آیا اور کہنے لگا اللہ تعالیٰ امیر المومنین کو پہلے امیر المومنین پر اجر دے اور اُسے اپنے جانشین کے متعلق برکت دے اور کوئی مصیبت امام والا کے کھو دینے سے بڑی نہیں اور کوئی جانشینی اولیاء اللہ پر خلافت الٰہیہ حاصل کرنے سے بڑی نہیں، اے امیر المومنین اللہ تعالیٰ کے افضل عطیہ کو قبول کیجیے اور اللہ کے ہاں سے بڑی مصیبت کے ثواب کی اُمید رکھیے۔

علبہ لونڈی اور ابوالعتاہیہ

جب ابوالعتاہیہ خیزران کی لونڈی علبہ کے متعلق بہت تشبیب کہنے لگا تو اس نے اپنی مالکہ کے پاس اپنی بے عزتی کی شکایت کی اتنے میں مہدی آگیا وہ خیزران کے سامنے بیٹھی رو رہی تھی۔ اس نے خیزران سے اس کے متعلق پوچھا تو اس نے اُسے بات بتا دی تو اس نے ابوالعتاہیہ کو حاضر کرنے کا حکم دیا، اُسے مہدی کے پاس لایا گیا جب وہ اس کے سامنے کھڑا ہوا تو اس نے پوچھا تو نے عتبہ کے متعلق یہ شعر کہا ہے ؎

"میرے اور میری مالکہ کے درمیان اللہ ہی کافی ہے جو مجھ سے اعراض کرتی ہے اور ملامت بھی کرتی ہے۔"

اس نے کب تجھ سے وصل کیا ہے جو تو اس کے اعراض کی شکایت کرتا ہے اس نے کہا امیر المومنین میں نے یہ شعر نہیں کہا بلکہ میں نے تو یہ اشعار کہے ہیں کہ ؎

"اے ناقہ ہمیں لیے جا اور تیرا نفس جو راحتیں دیکھ چکا ہے ان کی وجہ سے سُستی نہ کرے، یہاں تک کہ تو ہمیں ایک بادشاہ کے پاس لے جا جس کی اللہ نے توقیر کی ہے اور جب کبھی تیز ہوا چلتی ہے تو وہ اُسے کہتا ہے اے ہوا کیا تجھ میں میرے مقابلہ کی طاقت ہے اس مانگ پر دو تاج ہیں ایک خوب صورتی کا تاج اور دُوسرا عاجزی کا تاج۔"

راوی بیان کرتا ہے کہ مہدی نے سر جھکا لیا اس کے ہاتھ میں جو چھڑی تھی اس سے زمین کریدنے لگا پھر اس نے سر اُٹھا کر کہا، تو نے یہ شعر کہے ہیں ؎

"میری مالکہ جس بات پر ناز کرتی ہے وہ اس کے پاس نہیں ہے ورنہ میں اس کے ناز اٹھاتا وہ بادشاہ کی ایک لونڈی ہے جس کے کپڑوں نے اس کے حسن کو مسکین بنا دیا ہے۔"

اس نے کہا جو کچھ اس کے کپڑوں کے اندر ہے تجھے اس کا کیا علم ہے تو اس کے جواب میں اس نے یہ جواب دیا ؎

"خلافت اپنے دامن گھسیٹتے ہوئے اس کے پاس مطیع ہو کر آئی پس وہ اسی کے شایانِ شان تھی۔"

پھر اس نے اس سے کچھ اور باتیں دریافت کیں تو ابوالعتاہیہ نے اُسے لاجواب کر دیا مہدی نے اُسے ایک حد کے کوڑے لگانے کا حکم دیا اور اُسے کوڑے لگا کر نکال دیا اسی حالت میں اُسے عتبہ ملی تو اس نے کہا ؎

"اے عتبہ تجھ پر آفرین ہے تیری وجہ سے مہدی نے ایک مقتول کو قتل کر دیا ہے۔"

تو اس کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں اور آنسو رواں ہو گئے اور مہدی نے اُسے خیزران کے پاس دیکھا تو اس نے پوچھا عتبہ کیوں رو رہی ہے؟ اسے بتایا گیا کہ اس نے ابوالعتاہیہ کو کوڑے لگتے دیکھا ہے خیزران نے اُسے کہا لوگ ایسا ایسا کہتے ہیں تو اس نے ابوالعتاہیہ کو پچاس ہزار درہم دینے کا حکم دیا ابوالعتاہیہ نے یہ رقم دروازے پر موجود آدمیوں میں تقسیم کر دی، واقعہ نویس نے یہ خبر مہدی کو لکھی تو اس نے اُسے کہلا بھیجا کہ میں نے تیری عزت افزائی کی ہے اور تو نے اس رقم کو تقسیم کر دیا ہے تجھے اس امر پر کس بات نے آمادہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا میں اپنی محبوبہ کی قیمت نہیں کھانا چاہتا تو اس نے اس کی طرف مزید پچاس ہزار درہم بھیجے اور اُسے قسم دی کہ وہ انہیں تقسیم نہ کرے تو وہ اس نے اپنے پاس رکھ لیے۔

ابوالعتاہیہ کی جانب سے مہدی کو تحفہ

المبرد بیان کرتا ہے کہ نوروز یا مہرجان کے روز ابوالعتاہیہ نے مہدی کو ایک مٹی کا برتن تحفہ کے طور پر دیا جس میں ایسے کپڑے تھے جنہیں کستوری کی خوشبو لگی ہوئی تھی جس میں دو سطریں مشک، عنبر اور کافور سے بنی ہوئی ایک خوشبو کے ساتھ لکھی ہوئی تھیں کہ

"میرا دل دنیا کی کسی چیز کے ساتھ اٹکا ہوا ہے اللہ تعالیٰ اور قائم مہدی اُسے کافی ہوں گے میں تو اس سے بہت مایوس ہوں پھر بھی وہ مجھے

کھلاتا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ تو دنیا اور مافیہا کو حقارت سے دیکھتا ہے۔"

مہدی نے چاہا کہ عتبہ اس کے حوالے کر دے تو عتبہ نے اُسے کہا امیر المومنین میری حُرمت وخدمت اور حقوق کے باوجود آپ مجھے ایک مٹکے بیچنے والے کے سپرد کر رہے ہیں جو شعر کہہ کر روزی کماتا ہے تو اس نے ابو العتاہیہ کی طرف پیغام بھیجا کہ تو عتبہ کو کسی صورت میں حاصل نہیں کر سکتا اور ہم نے حکم دیا ہے کہ تجھے مٹی کا برتن بھر کر انعام دیا جائے عتبہ باہر نکلی تو وہ خط کو دیکھ رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ وہ کہتا ہے کہ اس نے میرے لیے دنانیر کا حکم دیا ہے اور لوگ کہتے ہیں کہ دراہم کا حکم دیا ہے تو عتبہ کہنے لگی اگر تو عتبہ کا عاشق ہوتا تو چاندی اور سونے سے بے پرواہی کرتا۔'

ابو العتاہیہ

ابو العتاہیہ اسماعیل بن قاسم مٹکے بیچا کرتا تھا اور لوگوں کے مقابلہ میں بڑے آسان الفاظ استعمال کرتا اور وزن کلام پر بڑا قادر تھا وہ بڑے واضح الفاظ استعمال کرتا تھا یہاں تک کہ وہ ہر حالت میں شعر کہہ سکتا تھا اور تمام اقسام کے لوگوں کو مخاطب کر سکتا تھا۔ اسی چیز نے اُسے شاعر و نثر نگار بنا دیا تھا۔

ابو نواس اور لوگوں کی ایک جماعت اکٹھی ہوئی تو ان میں سے ایک آدمی نے پانی منگوا کر پیا پھر کہنے لگا:۔

"عذب الماء وطابا" پانی شیریں اور خوش گوار ہو گیا۔

پھر اس نے کہا اس مصرعہ کو لوگوں کے پاس لے جاؤ (کہ وہ اس پر طبع آزمائی کریں) مگر کوئی شخص اس سے ملتا جلتا مصرعہ نہ کہہ سکا حتیٰ کہ ابو العتاہیہ آیا اور کہنے لگا تم کس چکر میں پڑے ہو انہوں نے اُسے بات بتائی اور اُسے قسم دی تو اس نے کہا:۔

(حبذ الماء شرابا) اس پانی کے کیا کہنے جو شراب بن گیا ہے۔

اور عتبہ کے متعلق اس کے منتخب اشعار میں سے یہ اشعار بھی ہیں ؎

"اے میٹھی آنکھوں والی خدا کے لیے مجھے موت سے پہلے مل جا ورنہ مجھے ذلیل سمجھ، ان دونوں باتوں میں سے جو بات تجھے پسند ہے اُسے اختیار کر لے اگر ایسا نہیں کرے گی تو موت کا داعی مجھے آواز دے رہا ہے

اور اگر تو میری موت کی خواہاں ہے تو میری رُوح کی مالک ہے اور اگر تو میری زندگی کی خواہاں ہے تو مجھے زندہ کر دے، اے عتبہ تو ایک انوکھی مخلوق ہے جو مٹی سے پیدا نہیں ہوئی حالانکہ لوگوں کی پیدائش مٹی سے ہوئی ہے میں اس محبت سے بہت متعجب ہوں جو مجھے اس شخص کے قریب کرتی ہے جو مجھے اس سے دُور کرتا ہے، اور وہ میری تکلیف میں مجھ سے انصاف کرے تو میں راضی ہو جاؤں اور انصاف مجھے راضی کرتا ہے اے میری محبت والو، میں نے تم سے محبت میں بڑی نرمی برتی ہے لیکن تم میری پرواہ نہیں کرتے، خدا کا شکر ہے کہ ہم تمہیں تمام لوگوں سے بڑھ کر مساکین پر رحم کرنے والا خیال کرتے ہیں، میں تجھ سے زیادہ محبت کا خواہاں نہیں اگر تو مجھے تھوڑی سی محبت کا مزا بھی چکھا دے تو وہ مجھے کافی ہوگا۔"

اس کے منتخب اشعار میں سے اس کے یہ شعر بھی ہیں ؎

"اے عتبہ! اے بغداد کے رصافہ محلے کے ماہتاب! اے ملیحہ و نظیفہ، تجھے میری محبت اور مجھ پر مہربانی کرنا عطا کیا گیا ہے میں تجھ پر قربان جاؤں مجھے تجھ سے مہربانی نصیب نہیں ہوئی اور میں محبت کی وجہ سے کمزور اور بیمار ہو گیا ہوں اور نچوڑے ہوئے انگور کی طرح پھیکا پڑا ہوں جب میں تجھے عاجز دیکھتا ہوں تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ تو نے میری طرف کوئی آفت بھیج دی ہے۔"

اس کے جن اشعار کو ہم نے پسند کیا ہے اور دانشوروں نے جن کی داد دی ہے وہ یہ ہیں ؎

"کس چیز نے لوگوں کو میری مصیبت، تکلیف اور بدبختی سے غافل کر دیا ہے لوگ مجھے میرے محبوب کے متعلق ملامت کرتے ہیں مگر وہ میری بیماری کو نہیں سمجھتے، ہائے اس دوست پر افسوس جس کے ہاتھ میں میری شفا ہے اس کی محبت نے مجھے زمین و آسمان کے علاوہ، کسی اور چیز کا مسافر بنا دیا ہے میرے نصیب نے مجھے اپنی انتہا کو پہنچا دیا ہے میرا صبر و سکون کہاں گیا؟ تو ہی میری مصیبت اور بیماری ہے اور تو ہی میری دوا کو جانتی

ہے، خدا کی قسم جب تیرا تذکرہ ہوتا ہے تو میرے آنسو میری چادر پر بہہ پڑتے ہیں، اے میری محبت والو اللہ تعالیٰ برکت دے تمہیں مجھ سے جفاکاری کرنے پر کس نے آمادہ کیا ہے، تم ہی میری صبح و شام کا غم ہو، مجھے جو کچھ تم سے ملا ہے بس اس پر حیران ہوں کہ میں تمہاری وجہ سے بیمار ہوں، میرے اور تمہارے درمیان محبوب کی خیر خواہی اور وفاداری کے بارے میں جو باتیں ہیں وہ بہت مختلف ہیں، میں نے تمہیں اپنا عشق و محبت دیا ہے اور تم نے مجھے یہ جزا دی ہے۔"

المبرد محمد بن یزید بیان کرتا ہے کہ ابوالعباس سفاح کی بیٹی ریطہ نے عبداللہ بن مالک خزاعی کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ اس کے لیے ایک غلام خرید کر آزاد کر دے اور اس نے اپنی لونڈی عتبہ کو حکم دیا ـــــ یہ پہلے ریطہ کی لونڈی تھی بعد میں خیزران کے پاس چلی گئی تھی ـــــ کہ وہ اس غلام کو حاضر کرے وہ بیٹھی ہوئی تھی کہ ابوالعتاہیہ ایک درویش کے لباس میں آکر کہنے لگا، میں آپ کے قربان جاؤں میں ایک کمزور اور بوڑھا آدمی ہوں جو خدمت کی طاقت نہیں رکھتا، خدا تعالیٰ تیرا بھلا کرے اگر تو میری خریداری اور آزادی کا حکم دے تو تجھے اجر ملے گا، اس نے عبداللہ کو آکر کہا کہ میں ایک خوبصورت کمزور اور فصیح و بلیغ آدمی کو جانتی ہوں اُسے خرید کر آزاد کر دے، اس نے کہا بہت اچھا! ابوالعتاہیہ نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کا بھلا کرے آپ مجھے اجازت دیں گی کہ میں آپ کے اس احسان کے شکریہ میں جو آپ نے مجھ پر کیا ہے آپ کے ہاتھ کو بوسہ دے لوں تو اس نے اُسے اجازت دے دی اس نے اس کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور واپس چلا گیا تو عبداللہ بن مالک ہنس پڑا اور کہنے لگا تجھے پتہ ہے یہ کون ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ اس نے کہا یہ ابوالعتاہیہ تھا، اس نے تجھ سے حیلہ بازی کر کے تیرا ہاتھ چوم لیا ہے تو اس نے شرمندگی کے مارے اپنا چہرہ چھپا لیا اور کہنے لگی اے ابوالعباس تیرا بُرا ہو، کیا تیرے جیسا آدمی بھی لغو کام کرتا ہے، ہم نے تیری بات کی وجہ سے دھوکا کھایا ہے اس کے بعد وہ اُٹھ کر چلی گئی اور پھر اس کی طرف واپس نہ آئی۔

ابوالعتاہیہ کے اشعار بہت شاندار ہیں ہم انہیں خلفاء کے حالات میں بیان کریں گے اور ہم عنقریب اس کے حالات کی ایک جھلک اور اس کے اشعار اور

وفات کا ذکر کریں گے اگر ان اشعار کے علاوہ جن میں ابوالعتاہیہ نے صدقِ اخوت اور خالص وفاداری کا ذکر کیا ہے اس کے اور اشعار نہ بھی ہوتے تو بھی وہ اپنے دَور کے شعراء میں نمایاں مقام کا حامل ہوتا، وہ کہتا ہے ؎

"تیرا حقیقی دوست وہ ہے جو تیرے ساتھ ہو اور تجھے فائدہ پہنچانے کے لیے خود تکلیف اُٹھائے اور جب گردشِ زمانہ تجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دے تو وہ تیری جمعیت قلب کی خاطر اپنے آپ کو پریشان کر دے۔"

یہ صفت ہمارے دَور میں معدوم ہو چکی ہے اور اس کا وجود محال ہے اور اس کا دیکھنا مشکل ہے۔

محمد مہدی اور شرقی بن قطامی

ابن عیاش اور ابن داب نے بیان کیا ہے کہ منصور نے جب مہدی کو رَی میں اپنا جانشین بنایا تو شرقی بن قطامی کو اس کے ساتھ کر دیا اور اُسے حکم دیا کہ وہ اس سے عربوں کی جنگوں، مکارم اخلاق واقعات اور اشعار کو پڑھے اور یاد کرے، ایک شب مہدی نے اُسے کہا شرقی! میرے دل کو کسی بات سے ایسا آرام پہنچا کہ وہ بہل جائے اس نے کہا اللہ امیر المومنین کا بھلا کرے بہت اچھا، کہتے ہیں کہ حیرہ کے ایک بادشاہ کے دو ندیم تھے جو اس کے دل میں گھر کیے ہوئے تھے وہ اس کے سفر و حضر نیند، بیداری اور کھیل کود میں کسی وقت بھی اس سے جُدا نہیں ہوتے تھے اور وہ ان کے مشورے کے بغیر کوئی فیصلہ نہ کرتا تھا اسی طرح ایک لمبا زمانہ گزر گیا ایک رات وہ شراب نوشی اور لہو لعب میں مصروف تھے کہ اس پر شراب کا نشہ غالب آگیا جس نے اس کی عقل کو زائل کر دیا تو اس نے تلوار منگوا کر سونت لی اور ان دونوں پر حملہ کر کے انہیں قتل کر دیا پھر اس پر نیند کا غلبہ ہو گیا اور وہ سو گیا۔ پس جب صبح ہوئی تو اس نے ان دونوں کے متعلق دریافت کیا تو اُسے اس کی کاروائی بتائی گئی تو وہ اوندھے منہ زمین پر گرا اور ان کے فراق پر افسوس کی وجہ سے زمین کو دانتوں سے کاٹنے لگا اور کھانا پینا بھی چھوڑ دیا پھر اس نے قسم کھائی کہ زندگی بھر اتنی شراب نہیں پیئے گا جو اس کے دل کو ٹھکانے نہ رہنے دے اور اس نے انہیں دفن کرا دیا اور ان دونوں کی قبروں پر ایک گنبد بنایا اور جس کا نام "الغریین" رکھا اور یہ طریق جاری کیا کہ بادشاہ اور جو کوئی آدمی یہاں سے گزرے

وہ ان دونوں کو سجدہ کرے اور ان میں سے کوئی آدمی جب کوئی سنت جاری کرتا تو وہ اس سنت کو وراثت میں حاصل کرتے اور اس کے ذکر کو زندہ رکھتے اور مرنے نہ دیتے اور اُسے لوگوں کے لیے ایک حکم واجب اور فرض لازم بنا دیتے آباء اپنی اولاد کو اس کی وصیت کرتے چنانچہ لوگ ایک لمبے زمانے تک ایسا ہی کرتے رہے جو کوئی بڑا یا چھوٹا ان کی قبروں کے پاس سے گزرتا انہیں سجدہ کرتا اور یہ ایک لازمی سنت بن گئی اور شریعت اور فرض کے حکم کی طرح یہ بھی ایک حکم قرار پایا اور اس نے یہ حکم بھی دیا کہ جو شخص ان دونوں کو سجدہ کرنے سے انکار کرے گا وہ اس کی کوئی سی دو باتیں ماننے کے بعد اُسے قتل کر دے گا راوی بیان کرتا ہے کہ ایک روز وہاں سے ایک دھوبی گزرا جس کے پاس کپڑوں کی ایک گٹھڑی بھی تھی اس میں اس کا ہتھوڑا بھی تھا۔ الغریّین کے نگرانوں نے دھوبی سے کہا سجدہ کرو، اس نے سجدہ کرنے سے انکار کیا تو انہوں نے اُسے کہا کہ اگر تو نے سجدہ نہ کیا تو تُو قتل ہو جائے گا اس نے انکار کیا انہوں نے یہ بات بادشاہ تک پہنچا دی، اس واقعہ سے بھی بادشاہ کو آگاہ کیا، بادشاہ نے کہا، تجھے سجدہ کرنے سے کس نے روکا ہے؟ اس نے جواب دیا میں نے سجدہ کیا ہے مگر انہوں نے میرے متعلق جھوٹ بولا ہے، اس نے کہا تو نے جھوٹ بولا ہے پس میں تجھے دو باتوں میں ثالث بناتا ہوں جو قبول ہوں گی اور اس کے بعد میں تجھے قتل کروں گا اس نے کہا کہ ان لوگوں نے میرے متعلق جو جھوٹ بولا ہے اس کی وجہ سے میرا قتل ضروری ہے؟ اس نے جواب دیا ضروری ہے، اس نے کہا میں اس بات میں ثالث بنتا ہوں کہ میں اپنے اس ہتھوڑے سے بادشاہ کی گردن ماروں گا۔ بادشاہ نے اُسے کہا اے جاہل اگر تو میرے متعلق حکم دیتا کہ میں تیرے پچھلوں کو اتنا کچھ دوں گا کہ وہ غنی ہو جائیں تو یہ اُن کے لیے مناسب ہوتا اس نے کہا میرا فیصلہ یہی ہے کہ میں بادشاہ کی گردن ماروں گا، بادشاہ نے اپنے وزراء سے کہا اس جاہل نے جو فیصلہ کیا ہے اس کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟ انہوں نے کہا کہ آپ نے یہ سنت جاری کی ہے اور آپ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ سنت کے توڑنے میں کس قدر عار، نار اور عظیم گناہ ہوتا ہے جب آپ ایک سنت کو توڑیں گے تو دوسری بھی ٹوٹ جائے گی پھر آپ کے بعد والے بھی اسی طرح کریں گے اور سنن باطل ہو جائیں گی۔ راوی بیان کرتا ہے کہ اس نے دھوبی

سے التجا کی کہ وہ جو چاہے فیصلہ کرے مگر اس فیصلہ سے مجھے معافی دیدے میں اس کو نصف حکومت تک دے دوں گا، لوگوں نے اس سے التجا کی تو اُس نے کہا میرا فیصلہ یہی ہے کہ میں بادشاہ کی گردن توڑوں گا، راوی بیان کرتا ہے کہ جب بادشاہ نے دھوبی کے عزم کو دیکھا تو اس نے عام جگہ پر بیٹھ کر دھوبی کو بُلایا، اور اس نے اپنا ہتھوڑا نکال کر بادشاہ کی گردن پر مارا جس نے اس کو ادھ موا کر دیا اور وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا اور وہ چھ ماہ تک مہلک بیماری میں مبتلا رہا اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ اس کو قطرہ قطرہ پانی دیا جاتا تھا جب وہ ہوش میں آیا تو اس نے باتیں کیں اور کھایا پیا اور با اختیار ہو گیا تو اس نے دھوبی کے متعلق پوچھا اُسے بتایا گیا کہ وہ قید میں ہے اس نے اُسے حاضر کرنے کا حکم دیا وہ حاضر ہوا تو اس نے کہا تمہاری ایک بات باقی رہ گئی ہے اس کا حکم کر، کیونکہ میں سنت کے قیام کے لیے تجھے قتل کرنے والا ہوں، دھوبی نے کہا اگر میرا قتل ضروری ہے تو میں حکم کرتا ہوں کہ میں بادشاہ کی گردن کی دوسری طرف ضرب لگاؤں گا، جب بادشاہ نے یہ بات سُنی تو گھبراہٹ کے مارے منہ کے بل گر پڑا اور کہنے لگا خدا کی قسم پھر تو میری جان نکل جائے گی، پھر اس نے دھوبی سے کہا تو ہلاک ہو جائے وہ بات چھوڑ دے جو تجھے فائدہ بخش نہیں کیونکہ گزشتہ بات نے بھی تجھے کوئی فائدہ نہیں دیا، کوئی اور حکم کر خواہ وہ کچھ ہو میں اُسے تیرے لیے نافذ کروں گا اس نے کہا میرا حق صرف دوسری ضرب لگانے سے پورا ہو سکتا ہے،

بادشاہ نے اپنے وزراء سے کہا، تمہاری کیا رائے ہے؟ انہوں نے جواب دیا اللہ تمہارا بھلا کرے تم سنت پہ مرو گے، اس نے کہا تم ہلاک ہو جاؤ، اگر اس نے میری گردن کی دوسری جانب ضرب لگائی تو میں کبھی ٹھنڈا پانی نہ پی سکوں گا کیونکہ جو تکلیف مجھے پہنچی ہے اس کی حقیقت کو میں ہی بہتر سمجھتا ہوں انہوں نے کہا ہمارے پاس کوئی حیلہ نہیں۔ جب اس نے اپنی حالت کو دیکھا تو دھوبی سے کہا کیا جس دن الغریین کے نگران تجھے پکڑ کر لائے تھے تو نے مجھے یہ نہیں کہا تھا کہ میں نے سجدہ کیا ہے اور یہ میرے متعلق جھوٹ بولتے ہیں، اس نے کہا میں نے یہ بات کہی تھی لیکن میں نے سچ نہیں بولا تھا اس نے کہا تو نے سجدہ کیا تھا؟ اس نے کہا ہاں، پس بادشاہ نے اپنی جگہ سے اُچھل کر اس کے سر کو بوسہ دیا اور کہا کہ میں گواہی دیتا

ہوں اور ان کی تادیب کا معاملہ تیرے سپرد کرتا ہوں تو مہدی ہنس پڑا یہاں تک کہ وہ اپنے پاؤں سے زمین کریدنے لگا اور کہنے لگا کہ تو نے بہت اچھی بات سنائی ہے اور اُسے انعام دیا۔

مہدی اور مروان بن حفصہ

الہیثم بن عدی بیان کرتا ہے کہ میں مہدی کی مجلس میں بیٹھا تھا کہ دربان نے آکر کہا کہ ابن ابی حفصہ دروازے پر کھڑا ہے اس نے کہا اُسے اجازت نہ دو، وہ منافق اور کذاب ہے، پھر حسن بن قحطبہ نے اس کے .... متعلق گفتگو کی تو اس نے اُسے اندر آنے دیا مہدی نے اُسے کہا اے فاسق کیا تو نے معن کے متعلق یہ شعر نہیں کہے ؂

"وہ ایک پہاڑ ہے جس کی سب نزار پناہ لیتا ہے جو تیز دھار اور محفوظ اطراف والا ہے۔"

اس نے کہا امیر المومنین میں وہ شخص ہوں جس نے آپ کے بارے میں کہا ہے ؂

"اے وہ شخص جو اقارب اور رشتے داروں سے پہلے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وارث ہوا ہے۔"

پھر اس نے اُسے تمام اشعار سنائے تو وہ اس سے راضی ہو گیا اور اسے انعام دیا۔

مہدی اور سفیان ثوری

قعقاع بن حکیم بیان کرتا ہے میں مہدی کے پاس بیٹھا تھا کہ سفیان ثوری آگئے اور آتے ہی انہیں عام سلام کیا سلام خدمت نہ کیا، ربیع اس کے سر پہ کھڑا اپنی تلوار کے ساتھ ٹیک لگائے اس کی حالت کو دیکھ رہا تھا مہدی نے کشادہ روئی کے ساتھ ان کی طرف متوجہ ہو کر کہا اے سفیان تو ہم سے ادھر اُدھر بھاگتا پھر رہا ہے اور تیرا خیال ہے کہ اگر ہم تیرے ساتھ بُرا سلوک کرنا چاہیں تو تجھے پکڑ نہیں سکیں گے پس اب ہم نے تجھ پر قابو پا لیا ہے کیا تجھے اس بات کا خوف نہیں کہ ہم تیرے متعلق اپنی خواہش کے مطابق حکم لگائیں گے سفیان نے کہا اگر تو میرے بارے میں حکم لگائے گا تو تیرے بارے میں وہ قادر بادشاہ حکم لگائے گا جو حق و باطل کے درمیان فرق کر دے گا، ربیع نے کہا امیر المومنین کیا یہ جاہل آپ کا اس طرح سامنا کرتا ہے مجھے اس کی گردن مارنے کی اجازت دیجیے مہدی نے اُسے کہا تو ہلاک ہو جائے خاموش ہو جا، یہ اور اس کے امثال صرف

یہ چاہتے ہیں کہ ہم ان کو قتل کر دیں اور ان کی سعادت سے ہم بدبخت بن جائیں، اسے اس شرط پر کوفہ کی قضا کا پروانہ لکھ دو کہ وہ کسی حکم پر اعتراض نہ کرے گا اس نے پروانہ لکھ کر سفیان کو دے دیا آپ نے پروانہ لیا اور باہر نکل آئے اور اسے دریائے دجلہ میں پھینک کر بھاگ گئے پھر ہر ملک میں ان کی تلاش کی گئی مگر وہ کہیں نہ ملے۔

وفات سے قبل مہدی کا خواب

علی بن یقطین بیان کرتا ہے کہ ہم ماسبذان میں مہدی کے ساتھ تھے اس نے ایک روز مجھے کہا، میں بھوکا ہوں، میرے پاس روٹیاں اور ٹھنڈا گوشت لاؤ، میں نے یہ چیزیں لا دیں وہ کھا کر ملاقات کے کمرے میں جا کر سو گیا ہم خیمہ میں تھے کہ ہم اس کے رونے کی آواز کو سن کر بیدار ہو گئے اور اس کی طرف جلدی سے گئے تو اس نے کہا جو کچھ میں نے دیکھا ہے کیا تم نے نہیں دیکھا؟ ہم نے جواب دیا ہم نے تو کچھ بھی نہیں دیکھا، اس نے کہا کہ میرے سامنے ایک آدمی کھڑا ہوا اگر وہ ہزار آدمیوں میں بھی ہو تو اس کی آواز اور شکل مجھ سے پوشیدہ نہیں رہ سکتی اور اس نے کہا ؂

"میں اس محل میں اس طرح ہوں کہ وہاں کے رہنے والے تباہ ہو گئے ہیں ان کی حویلیاں اور فرودگاہیں ویران ہو گئی ہیں، قوم کا سردار خوشی اور حکومت کے بعد قبر میں چلا گیا ہے جس پر چٹانیں پڑی ہوئی ہیں، اب صرف اس کی باتیں اور ذکر ہی باقی رہ گیا ہے اور اس کی بیویاں اس پر چیخ و پکار کرتی ہوئی ایک دوسری کو آواز دیتی ہیں۔"

علی بیان کرتا ہے کہ مہدی اس خواب کے دس دن بعد مر گیا۔

زفر بن ہذیل اور علماء کی ایک جماعت کی وفات

مسعودی بیان کرتا ہے کہ ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کے ساتھی فقیہ زفر بن ہذیل کی وفات ۱۵۸ھ میں ہوئی اور جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں مہدی کی بیعت اسی سال میں ہوئی تھی سفیان بن سعید بن مسروق نے مہدی کے زمانے میں بصرہ میں وفات پائی یہ بنو تمیم میں سے تھے ان کی عمر ۶۳ سال تھی اور کنیت ابو عبداللہ، یہ ۱۶۱ھ کا واقعہ ہے اور ابن ابی ذئب محمد بن عبدالرحمن بن مغیرہ نے کوفہ میں ۱۵۹ھ میں مہدی کے زمانے میں وفات پائی ان کی کنیت ابو حارث تھی اور

شعبہ بن حجاج نے ۱۶۰ھ میں وفات پائی اس کی کنیت ابو السلام تھی اور یہ بنی شقرہ کے غلام تھے جو ازد میں سے ہیں، اسی سال میں عبدالرحمٰن بن عبداللہ المسعودی فوت ہوئے، مہدی ہی کے زمانے میں ۱۶۶ھ میں حماد بن سلمہ نے وفات پائی۔

مسعودی بیان کرتا ہے کہ مہدی کے حالات و واقعات، حادثات اور جنگوں کے لحاظ سے بہت شاندار ہیں ہم نے انہیں مفصل طور پر کتاب الاوسط میں بیان کیا ہے، اسی طرح اس کے دورِ حکومت میں جن فقہاء اور اصحاب الحدیث نے وفات پائی ان کا بھی مفصل ذکر کیا ہے۔ وباللہ التوفیق۔

موسیٰ الہادی کی خلافت کا بیان

مختصر حالات جس شب کو مہدی کی وفات ہوئی اس کی صبح کو بمطابق ۲۳ محرم ۱۶۹ھ کو جمعرات کے روز موسےٰ بن محمد الہادی کی بیعت ہوئی اس وقت اس کی عمر ۲۴ سال تین ماہ تھی اس کی وفات بغداد کی جانب عیسیٰ آباد ۱۹ ربیع الاول ۱۷۰ھ کو ہوئی، وہ ایک سال تین ماہ خلیفہ رہا اس کی کنیت ابوجعفر تھی اس کی ماں خیزران بنت عطا تھی۔ جو جرشیہ اُم ولد تھی، یہی ہارون الرشید کی ماں تھی، اس کی بیعت اس وقت ہوئی جب وہ بلاد طبرستان اور جرجان میں ایک جنگ میں مصروف تھا پس وہ ڈاک کے گھوڑے پر سوار ہو کر آیا اس کے بھائی ہارون نے اس کے لیے بیعت لی، اس بارے میں ایک شاعر کہتا ہے ؎

"جب بنی ہاشم کے بہترین آدمی کے پاس جرجان میں خلافت الٰہیہ آئی تو اس نے مشورے سے جنگ کے لیے اپنے کپڑے کس لیے جس میں ناتجربہ کاری اور کمزوری نہ تھی۔"

اس کے مختصر حالات و واقعات اور اس کے دَور کی ایک جھلک

الہادی کے اوصاف موسیٰ بڑا سنگدل، بداخلاق، خود دار، شائستہ، شائستگی کا دلدادہ، شجاع اور سخی تھا۔

اس کی شجاعت کی ایک مثال

یوسف بن ابراہیم کاتب جو ابراہیم بن مہدی کا ساتھی تھا، ابراہیم سے بیان کرتا ہے کہ وہ اس کے سامنے کھڑا تھا۔ ہادی اپنے مشہور باغ بغدادمیں گدھے پر سوار تھا کہ اُسے کہا گیا وہ ایک خارجی کو پکڑنے میں کامیاب ہوگیا ہے اس نے اُسے لانے کا حکم دیا جب خارجی اس کے قریب ہوا تو اس نے ایک چوکیدار سے تلوار چھین لی اور موسےٰ کو مارنے کے لیے آگے بڑھا پس میں اور وہ لوگ جو اس کے ساتھ تھے ایک طرف ہٹ گئے اور وہ اپنے گدھے پر بغیر حرکت کیے کھڑا رہا جب خارجی اس کے قریب ہوا تو موسےٰ نے آواز دی، تم دونوں اس کی گردن مار دو حالانکہ اس کے پیچھے کوئی آدمی نہ تھا اس بات نے خارجی کو وہم میں ڈال دیا خارجی دیکھنے کے لیے پیچھے کی طرف متوجہ ہوا تو موسیٰ پوری قوت کے ساتھ اس پر سوار ہوگیا اور اُسے پچھاڑ دیا اور اس کے ہاتھ سے تلوار چھین لی۔ راوی بیان کرتا ہے کہ ہمیں خارجی کی بہ نسبت اس سے زیادہ خوف آرہا تھا، خدا کی قسم اس نے ہمارے ایک طرف ہٹ جانے پر برا نہ منایا اور نہ ہمیں ملامت کی، اس کے بعد وہ کبھی گدھے پر سوار نہیں ہوا اور نہ اپنی تلوار سے جُدا ہوا۔

الہادی اور عیسیٰ بن دائب کے درمیان دوستی

عیسیٰ بن دأب حجازی اس کا ہم نشین تھا جو اپنے ہم عصروں سے علم و ادب لوگوں کے حالات و واقعات اور معرکہ آرائیوں کے جاننے میں بڑھا ہوا تھا، الہادی اُسے اپنا سہارا بنانا چاہتا تھا اور اس کے سوا کوئی آدمی اس سے اس بارے میں کوئی اُمید نہ رکھتا تھا، وہ اُسے کہا کرتا تھا اے عیسیٰ میں نے کبھی تجھ پر احسان نہیں کیا اور نہ تو مجھ سے غائب ہوا ہے ایسا لگتا ہے کہ میں نے تیرے سوا کسی کو نہیں دیکھا۔

سندھی غلام کا جرم

عیسیٰ بن دأب بیان کرتا ہے کہ الہادی کے پاس ایک مقدمہ کیا گیا کہ منصورہ — جو بلادِ سندھ میں ہے — کے ایک شریف اور رئیس آدمی نے جو آلِ مہلب بن ابی صفرہ سے تعلق رکھتا تھا، ایک سندھی یا ہندی غلام کی پرورش کی وہ غلام اپنی مالکہ پر عاشق ہوگیا اور اس نے اُسے پھسلانا چاہا تو اس نے اس کی بات مان لی، اس کا مالک اندر آیا تو اس نے اپنی بیوی کو غلام کے ساتھ پایا تو اس نے غلام کے آلہ تناسل کو کاٹ کر اُسے خصی کر دیا پھر اس نے اس کا علاج کروایا تو وہ

تندرست ہو گیا وہ وہاں پر ایک مدت تک مقیم رہا اس کے مالک کے دو بیٹے تھے ایک بچہ اور دوسرا جوان تھا وہ آدمی اپنے گھر سے کہیں باہر چلا گیا تو وہ سندھی دونوں بچوں کو لے کر گھر کی دیوار کی چوٹی پر چڑھ گیا اتنے میں اس کا مالک آ گیا اس نے اوپر دیکھا کہ دونوں بچے غلام کے ساتھ دیوار کے اوپر ہیں اس نے کہا ارے تو میرے بچوں کو ہلاک کرنا چاہتا ہے اس نے کہا اس بات کو چھوڑو، خدا کی قسم اگر تو نے میرے سامنے اپنے آلہ تناسل کو نہ کاٹا تو میں ان دونوں کو نیچے دے ماروں گا اس نے اسے کہا میرے اور میرے دونوں بیٹوں کے متعلق اللہ سے ڈرو اس نے کہا اس بات کو چھوڑو، خدا کی قسم یہ تو میری جان کی بات ہے میں اسے ایک گھونٹ پانی کی اجازت دیتا ہوں، وہ ان دونوں کو نیچے پھینکنے کے لیے جھکا تو اس نے جلدی سے چھری لے کر اپنا نفس کاٹ دیا جب غلام نے دیکھا کہ اس نے اپنا نفس کاٹ دیا ہے تو اس نے دونوں بچوں کو نیچے پھینک دیا جس سے وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اور کہنے لگا یہ میں نے تجھ سے اس لیے کیا ہے کہ تو نے مجھ سے ایسا کیا تھا اور ان دونوں بچوں کو قتل کرنا اس جرم کی سزا میں اضافہ ہے۔ الہادی نے سندھ کے حکمران کو غلام کے قتل کرنے اور اسے ممکن حد تک ہولناک سزا دینے کے متعلق لکھا اور اپنی حکومت سے تمام سندھیوں کو نکال دینے کا حکم دے دیا، اس کے دور میں سندھی غلام بہت سستے ہو گئے حتیٰ کہ معمولی قیمت پر مل جاتے تھے۔

مہدی کے وزراء

الہادی نے ربیع کو وزیر بنایا اس کے ساتھ عمر بن بزیع کو بھی مرتبہ دے دیا، پھر اس نے عمر بن بزیع کو وزارت اور دیوان الرسائل کا کام سپرد کر دیا اور اکیلے ربیع کو چودھراہٹ دے دی ربیع اسی سال فوت ہو گیا، بعض کہتے ہیں کہ الہادی نے اسے ایک لونڈی کی وجہ سے جو اس نے مہدی کو دے دی تھی اور اس سے پہلے اس کی ملکیت تھی، کوئی چیز پلا دی تھی اس کے علاوہ اور باتیں بھی بیان کی گئی ہیں۔

حسین بن علی بن حسن کا ظہور

اس کے دور خلافت میں حسین بن علی بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم کا ظہور ہوا جو مکہ سے چھ میل کے فاصلے پر فخ مقام میں یوم الترویہ کے روز قتل ہوئے یہ اس فوج کا سالار تھا جس سے بنی ہاشم کی ایک جماعت نے جنگ کی تھی جس میں سلیمان بن ابی جعفر محمد بن علی بن سلیمان، موسیٰ بن عیسیٰ، اور عباس بن محمد بن علی چار ہزار سواروں کے ساتھ

شامل تھے حسین اور اس کے اکثر ساتھی قتل ہو گئے اور تین دن تک بے گور و کفن پڑے رہے یہاں تک کہ انہیں درندے اور پرندے کھا گئے اس کے ساتھ سلیمان بن عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی بھی تھا، اُسے اسی روز گرفتار کر کے مکہ میں باندھ کر قتل کر دیا گیا ۔ اس کے ساتھ عبداللہ بن اسحٰق بن ابراہیم بن حسن بن حسن بن علی کو بھی قید کر کے باندھ کر قتل کر دیا گیا، عبداللہ بن حسن بن علی اور حسین بن علی کے لیے امان حاصل کر لی گئی ان دونوں کو جعفر بن یحییٰ بن خالد بن برمک کے پاس قید کر دیا گیا اور اس کے بعد قتل کر دیا گیا، الہادی موسےٰ بن عیسیٰ پر حسین بن علی بن حسن کے قتل کرنے پر بہت ناراض ہوا اور اس کے پاس جانا چھوڑ دیا۔ تاکہ اس کے متعلق وہ جو مناسب سمجھے فیصلہ کرے اور اس نے موسےٰ کے اموال کو قبضہ میں کر لیا اور جو لوگ سر لائے تھے انہوں نے خوشی کا اظہار کیا تو الہادی رو پڑا، اس نے انہیں ڈانٹا اور کہنے لگا تم میرے پاس اس طرح خوش خوش آئے ہو گویا تم میرے پاس کسی ترکی یا دیلمی کا سر لائے ہو یہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عترت میں سے ہے ۔ سنو تمہاری سب سے کم جزا یہ ہے کہ میں تمہیں کچھ نہیں دوں گا۔

حسین بن علی صاحب فخ کا مرثیہ

اس دَور کے ایک شاعر نے حسین بن علی مقتول فخ کے متعلق یہ اشعار کہے ہیں ؎

"میں حسین و حسن پر چیخ و پکار کر کے روؤں گا اور اس ابن عاتکہ پر جس کو انہوں نے بے گور و کفن دفن کیا ہے، انہوں نے فخ میں صبح کے وقت ایک بے وطن کو چھوڑا ہے وہ قتل ہونے ۔ اے کریم اور شریف لوگ تھے، جو نہ اوچھے تھے اور نہ بزدل تھے انہوں نے اپنے آپ کو ذلت سے اس طرح دھویا جیسے کپڑوں کو میل سے دھویا جاتا ہے ان کے نانے سے لوگوں نے ہدایت پائی پس ان کے لوگوں پر احسان ہیں۔

الہادی کا ام خیزران کی اطاعت کرنا

الہادی ام خیزران کا بہت مطیع تھا اور جو کچھ وہ لوگوں کی ضروریات کے لیے اس سے طلب کرتی اُسے وہ پورا کرتا اور سوار اور پیادہ لوگوں کی جماعتوں سے اس کا دروازہ خالی نہ ہوتا تھا اس بارے میں ابو المعانی کہتا ہے ؎

"اے خیزران تجھے مبارک ہو اور پھر مبارک ہو، تیرے بیٹے لوگوں کا انتظام کرتے ہیں۔"

ایک روز خیزران نے اس سے کسی معاملہ میں گفتگو کی تو وہ اُسے کوئی جواب نہ دے سکا اور اس کے سامنے عذر بیان کیا، اس نے کہا مجھے ضرور جواب دینا ہوگا اس نے کہا، میں جواب نہیں دوں گا، اس نے کہا میں عبداللہ بن مالک کی اس ضرورت کی ضامن ہوں پس مہدی نے ناراض ہو کر کہا ابن فاعلہ کے لیے ہلاکت ہو مجھے معلوم ہے کہ اس نے اس کی مصاحبت کی ہے خدا کی قسم میں اس کی ضرورت کو تیرے لیے پورا نہیں کروں گا، اس نے کہا اگر یہ بات ہے تو خدا کی قسم میں کبھی تجھ سے کسی ضرورت کے متعلق سوال نہ کروں گی۔ اس نے کہا خدا کی قسم میں بھی پرواہ نہیں کروں گا، اور ناک چڑھانے لگا، وہ بھی ناراض ہو کر اُٹھ کھڑی ہوئی! اس نے کہا اپنی جگہ بیٹھی رہو اور میری مکمل گفتگو سنو، ورنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے میری قرابت کا انکار کر دینا اگر مجھے یہ اطلاع ملی کہ میرے جرنیلوں یا خواص یا خدام میں سے کوئی آدمی تیرے دروازے پر کھڑا ہے تو میں اس کی گردن مار دوں گا اور اس کے مال کو قبضہ میں کر لوں گا جو چاہے وہ یہ کام کر دیکھے، تیرے دروازے پر سواروں اور پیادوں کی جماعتیں روزانہ کیوں جاتی ہیں؟ کیا تجھے کوئی کام نہیں جو تجھے مصروف رکھے یا تیرے پاس قرآن شریف نہیں جو تجھے نصیحت کرے یا تیرا کوئی گھر نہیں جو تجھے محفوظ رکھے، کسی مسلمان یا ذمی کی حاجت کے لیے اپنا منہ کھولنے سے اجتناب کر وہ واپس چلی گئی اور اُسے یہ نہ پتہ چلا کہ وہ کس چیز پر پاؤں رکھ رہی ہے۔ اس کے بعد اس نے اس کے ساتھ کوئی میٹھی پھیکی گفتگو نہیں کی۔

عباسیوں نے بنی ہاشم کا بدلہ بنی مروان سے لیا

ابن داب بیان کرتا ہے کہ الہادی نے مجھے رات کو کسی وقت بلایا وہ مجھے ایسے وقت میں بلایا نہیں کرتا تھا میں اس کے پاس گیا تو وہ ایک چھوٹے سے سرمائی مکان میں بیٹھا ہوا تھا اور اس کے سامنے ایک چھوٹی سی کتاب تھی جسے وہ دیکھ رہا تھا اس نے میرا نام لیا تو میں نے کہا امیر المومنین حاضر ہوں، ہادی نے کہا مجھے نیند نہیں آ رہی اور خیالات وہموم کا مجھ پر ہجوم ہے، میرے دل میں اس خیال کا بڑا زور ہے کہ بنو اُمیہ نے جو بنی حرب میں سے ہیں اور بنی مروان نے ہمارے خون بہانے کے لیے کیا کچھ کیا ہے میں نے کہا امیر المومنین اس عبداللہ بن علی نے نہر ابی فطرس پر ان کے فلاں فلاں آدمی کو قتل کر دیا ہے یہاں تک کہ میں نے ان کے اکثر

مقتولوں کے نام دیے اور عبدالصمد بن علی نے حجاز میں ایک ہی وقت میں ان میں سے عبداللہ بن علی کے مقتولوں کے برابر آدمی قتل کر دیے ہیں اور اس نے ان کے خون کے بہانے کے بعد کہا ہے ؎

"بنو مروان اور آلِ حرب سے اپنا بدلہ لے لینے نے میرے دل کو شفا دے دی ہے اور اس کی بیماری کو ٹھیک کر دیا ہے کاش میرا شیخ اس وقت حاضر ہوتا جب میں بنی ابی سفیان کے خون بہا رہا تھا۔"

ابن داب بیان کرتا ہے کہ خدا کی قسم الہادی خوش ہو گیا اور کہنے لگا، عیسیٰ ان اشعار کا قائل داؤد بن علی ہے اور جس قائل کا تو نے ذکر کیا ہے وہ حجازی ہے اور تو نے مجھے یہ دونوں شعر یاد دلا دیے ہیں گویا میں نے انہیں سنا ہی نہیں، میں نے کہا امیرالمومنین بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ اشعار عبداللہ بن علی کے ہیں جو اس نے نہر ابی فطرس پر کہے تھے اس نے کہا ہاں لوگ یہ بھی کہتے ہیں۔

مصر کی کچھ خوبیاں، کچھ عیوب اور کچھ واقعات

ابن داب بیان کرتا ہے کہ پھر ہم باتوں باتوں میں مصر کے واقعات، اس کے عیوب و فضائل اور دریائے نیل کے واقعات کا ذکر کرنے لگے تو الہادی نے مجھے کہا کہ اس کے فضائل بہت ہیں، میں نے کہا امیرالمومنین مصریوں کا یہ دعویٰ بلا دلیل ہے حالانکہ دعویٰ پر دلیل پیش کرنا ضروری ہوتا ہے، اہل عراق اس دعویٰ کو تسلیم نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ مصر کے عیوب اس کی خوبیوں سے زیادہ ہیں اس نے کہا مثلاً وہ کیا ہیں میں نے کہا امیرالمومنین اس کا ایک عیب یہ ہے کہ وہاں بارش نہیں ہوتی اور جب بارش ہوتی ہے تو وہ اسے ناپسند کرتے ہیں، اللہ کے حضور عاجزی سے دعا کرنی چاہیے کیونکہ وہ فرماتا ہے "وھو الذی یرسل الریاح بشراً بین یدی رحمتہ"[1] یہ مخلوق کے لیے اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی رحمت ہے اور وہ اسے ناپسند کرتے ہیں یہ ان کے لیے ضرر رساں اور ناموافق ہے جس سے نہ ان کی کھیتی بڑھتی ہے اور نہ زمین سرسبز ہوتی

---

[1] (ترجمہ) اور وہ وہ ہے جو اپنی رحمت (بارش) سے پہلے خوشخبری دینے والی ہوائیں بھیجتا ہے (اعراف۔ آیت ۵۷)

ہے اور اس کا دوسرا عیب یہ ہے کہ وہاں بادِ جنوب چلتی ہے جسے وہ المریسیۃ کہتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل مصر بالائی علاقے کو بلادِ نوبہ تک مریس کہتے ہیں اور جب مریسی ہوا ـــــ بادِ جنوب ـــــ مسلسل تیرہ دن چلتی ہے تو مصری کفن اور حنوط خرید لیتے ہیں اور انہیں قاتل وبا اور ہمہ گیر مصیبت کا یقین ہو جاتا ہے اس کا تیسرا عیب ان کی خواہشات کا اختلاف ہے کیونکہ وہ ایک دن میں کئی دفعہ کپڑے تبدیل کرتے ہیں وہ ایک دفعہ قمیص پہنتے ہیں اور دوسری دفعہ شلوکہ اور تیسری دفعہ کسی چیز سے بھرے ہوئے کپڑے، یہ اس وجہ سے ہے کہ وہاں سال کے دوسرے موسموں میں رات اور دن کو ہواؤں کے چلنے کی جگہیں بدلتی رہتی ہیں اور موسم کی مزاج میں بھی تبدیلی ہوتی رہتی ہے نیز وہاں پر خوراک لائی جاتی ہے وہ خود خوراک مہیا نہیں کرتا لہٰذا جب قحط پڑتا ہے تو وہ ہلاک ہو جاتے ہیں اب رہا دریائے نیل، تو وہ تمام چھوٹے بڑے دریاؤں سے مختلف ہے، دجلہ، فرات، دریائے بلخ، جیحوں وسیموں میں وہ مگر مچھ نہیں پائے جاتے جو مصر کے دریائے نیل میں پائے جاتے ہیں اور یہ نقصان رساں چیز ہے جس کا کوئی فائدہ نہیں اس بارے میں ایک شاعر کہتا ہے ؎

"جب مجھے بتایا گیا کہ نیل میں مگر مچھ ہوتے ہیں تو میں نے دریائے نیل سے
دور رہنے کا اظہار کیا، کس نے دریائے نیل کو قریب سے اپنی آنکھوں
سے دیکھا ہے میں نے تو نیل کو مشکیزوں میں دیکھا ہے۔"

اس نے کہا تیرا برا ہو وہ نواقیل کیا ہیں جن میں تو نے نیل کو دیکھا ہے میں نے کہا کہ مصری مشکیزوں کو نواقیل کہتے ہیں، اس نے پوچھا شاعر کی اس سے کیا مراد ہے میں نے کہا اس کی مراد یہ ہے کہ مصری لوگ اس خوف سے کہ کہیں پانی میں مگر مچھ نہ آ جائے پانی میں داخل نہیں ہوتے بلکہ برتنوں میں بھر کر اس سے فائدہ حاصل کرتے ہیں کیونکہ مگر مچھ آدمیوں اور دوسرے حیوانات کو اٹھا لے جاتا ہے، اس نے کہا کہ اس قسم کے جانوروں نے لوگوں کو اس سے فائدہ حاصل کرنے سے روک دیا ہے میں اس دریا کو دیکھنے کا بہت اشتیاق رکھتا تھا مگر تو نے اس کا حال بیان کر کے مجھے اس سے بے رغبت کر دیا ہے۔

شہر دنقلہ

ابن داب بیان کرتا ہے کہ پھر ہادی نے مجھ سے دنقلہ شہر کے متعلق پوچھا جو مملکت نوبہ کا دارالخلافہ ہے کہ اس کے اور اسوان

درمیان کتنا فاصلہ ہے میں نے کہا بعض لوگ کہتے ہیں کہ دریائے نیل کے کنارے سے کنارے چالیس دن تک چلتے جاتے ہیں تو یہ فاصلہ طے کرتے ہیں۔

بصرہ اور کوفہ کے درمیان

ابن داٰب بیان کرتا ہے کہ پھر ہادی نے مجھے کہا، اے ابن داٰب مغرب اور اس کے حالات و واقعات کو چھوڑ دو، آؤ ذرا کوفہ اور بصرہ کے فضائل کا اور جو یہ دونوں شہر ایک دوسرے سے زائد خوبیاں رکھتے ہیں ان کا تذکرہ کریں۔ میں نے کہا عبدالملک بن عمیر سے بیان کیا گیا ہے وہ کہتا ہے کہ احنف بن قیس، مصعب بن زبیر کے ساتھ ہمارے پاس کوفہ میں آیا، تو جو بھی قبیح چیز میں نے دیکھی تھی اس کا پرتو میں نے احنف کے چہرے میں پایا وہ چھوٹے سر، لمبی گردن، دھنسی ہوئی آنکھوں کٹے ہوئے کانوں والا، کانا، ابھرے ہوئے چہرے، لٹکی ہوئی باچھوں، بے ترتیب دانتوں، کم گوشت رخساروں اور ٹیڑھے پاؤں والا تھا، لیکن جب وہ بات کرتا تو اس کی ذات نکھر جاتی، وہ ایک روز ہمارے مقابلہ میں بصرہ پر فخر کرنے لگا ہم اس کے مقابلہ میں کوفہ پر فخر کرنے لگے، ہم نے کہا کوفہ بہت غلہ پیدا کرنے والا، خوش گوار، کھلا اور اچھی آب وہوا والا شہر ہے اور ایک آدمی نے اُسے کہا خدا کی قسم کوفہ اس حسین وجمیل نوجوان لڑکی سے کس قدر مشابہت رکھتا ہے جو اچھے حسب والی ہو لیکن اس کے پاس مال نہ ہو وہ جب بات کرتی ہو اپنی ضرورت کا ذکر کرتی ہو اور اس کا طالب اس کی ضرورت کو پورا کر دیتا ہو، اور بصرہ ایک مالدار بڑھیا سے کس قدر مشابہت رکھتا ہے جس کو کئی قسم کے عوارض ہوں اور وہ جب بات کرتی ہو اپنی مالداری اور عوارض کا تذکرہ کرتی ہو اور اس کا طالب اس کے عوارض کو دُور کر دیتا ہو، احنف نے کہا کہ بصرہ کے نشیب میں سرکنڈہ اور وسط میں لکڑی اور فراز میں کھجوریں ہیں ہم سب سے زیادہ گول چادریں، ہاتھی دانت، دیباج، کھانڈ اور نقدی رکھنے والے ہیں خدا کی قسم میں بصرہ میں خوش خوش آتا ہوں اور بادل نخواستہ یہاں سے باہر جاتا ہوں راوی بیان کرتا ہے کہ بکر بن وائل کے ایک نوجوان نے اس کے پاس جا کر کہا اے ابوبحر! تو نے لوگوں سے جو بات کہی ہے کس وجہ سے کہی ہے؟ خدا کی قسم نہ تو تو اُن سے زیادہ حسین ہے اور نہ ہی ان سے زیادہ معزز ہے اور نہ ہی ان سے زیادہ مسجع کلام کرنے والا ہے اس نے کہا بھتیجے! مجھے تم سے اختلاف

ہے اس نے کہا کیا اختلاف ہے احنف نے کہا میں نے وہ باتیں چھوڑ دی ہیں جو میرا مقصود نہیں اور تو نے میرے معاملے میں وہ باتیں مراد لی ہیں جو تجھے مراد نہیں لینی چاہئیں۔

مسعودی بیان کرتا ہے کہ الہادی کے ساتھ ابن دأب کے بہت سے اچھے واقعات ہیں جن کا ذکر طوالت کا باعث ہوگا اور ہمارے لیے ان کا اس کتاب میں بیان کرنا مناسب نہیں کیونکہ ہم نے حذف الفاظ اور ترک تکرار کے ساتھ ایجاز و اختصار کی شرط بھی لگائی ہوئی ہے۔

اہل بصرہ اور اہل کوفہ اور دجلہ سے پانی پینے والوں کے ان کے پانیوں اور ان کے مضار و منافع کے متعلق بہت سے مناظرات ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ اہل کوفہ نے اہل بصرہ پر عیب لگایا کہ تمہارا پانی گدلا اور کھاری ہے، اہل بصرہ نے انہیں کہا، ہمارے پانی میں گدلا پن کہاں سے آتا ہے سمندر کا پانی صاف ہے اور نشیب کا پانی بھی صاف ہے اور یہ دونوں ہمارے شہر کے وسط میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں، کوفیوں نے کہا شیریں اور صاف پانی کی طبیعت میں یہ بات پائی جاتی ہے کہ جب وہ سمندر کے پانی سے ملتا ہے تو سب کا سب گدلا ہو جاتا ہے

اہل کوفہ نے اپنے پانی یعنی دریائے فرات کے پانی کو دجلہ کے پانی پر ترجیح دی انہوں نے کہا ہمارا پانی سب پانیوں سے زیادہ شیریں اور غذا والا ہے اور دجلہ کے پانی کے مقابلہ میں اجسام کو زیادہ صحت دینے والا ہے اور فرات نیل سے بہتر ہے، دجلہ کا پانی مردوں کی شہوت اور گھوڑوں کی ہنہناہٹ کو ختم کرتا ہے اور ہنہناہٹ کے جانے کے ساتھ ان کی نشاط ختم ہو جاتی ہے، ان کے قوئی کو نقصان پہنچتا ہے اگر وہاں پر آنے والوں کے اجسام میں چربی نہ ہو تو ان کی ہڈیاں خشک ہو جائیں اور ان کے چمڑوں میں یبوست پیدا ہو جائے دیگر عربوں میں سے جو لوگ دجلہ پر اترتے ہیں وہ اپنے گھوڑوں کو دجلہ کا پانی نہیں پلاتے بلکہ کنوؤں سے پلاتے ہیں کیونکہ ان کا پانی ملا جلا اور مختلف الانواع کا ہوتا ہے اور نہروں کے گرنے کی وجہ سے الزابین وغیرہ کی طرح ان کا پانی ایک نہیں ہوتا اور پینے والی چیز کا طریق، کھانے والی چیز سے مختلف ہے کیونکہ کھانوں کا مختلف ہونا نقصان دہ نہیں اور پینے کی چیزوں کا مختلف ہونا جیسے شراب، نبیذ وغیرہ کا پینا انسان کے لیے نقصان

ہے جب دجلہ پر ہمارے پانی کی فضیلت ثابت ہے تو بصرہ کے پانی پر جو سمندر کے پانی سے ملا ہوا ہے، اس کی فضیلت کے متعلق تیرا کیا خیال ہے نیز وہ اس پانی سے بھی افضل ہے جو ہر روی سرکنڈوں کی جڑوں میں رنگ بدل لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "ھذا عذب فرات وھذا ملح اجاج۔" اور فرات، شیرینی میں سب پانیوں سے زیادہ شیریں ہے اور فرات کوفہ کے تمام شیریں پانیوں سے نکلا ہے۔

اسی طرح اہل کوفہ نے اہل بصرہ کو طعنہ دیا ہے کہ بصرہ تمام زمین سے جلد بے آباد ہونے والا اور خراب مٹی والا اور آسمان سب سے زیادہ دور اور جلد غرق ہونے والا ہے اور اہل بصرہ نے اور اسی طرح دجلہ کے پانی پینے والوں نے اہل کوفہ کو ان کے سوالات اور عیوب کا جواب دیا ہے اور انہوں نے اہل کوفہ پر عیب لگائے ہیں اور ان کے عیوب کا ذکر کیا ہے کہ وہاں کے لوگ کھانے پینے کے بڑے حریص اور خائن اور بے وفا ہوتے ہیں ہم نے یہ سب باتیں اپنی کتاب اخبار الزمان میں بیان کی ہیں اسی طرح ہم نے زمین اور پانیوں کے خواص اور سال کے موسموں اور صوبوں کی تقسیم اور ان سے ملتی جلتی باتوں کو اپنی گزشتہ کتب میں مفصل طور پر وضاحت سے بیان کیا ہے اس کتاب میں ہم نے صرف ایک جھلک پیش کی ہے۔ اب ہم پھر الہادی کے واقعات کی طرف آتے ہیں اور درمیان میں ذکر ہونے والی باتوں سے پہلوتہی کرتے ہیں۔

ہارون الرشید کو ولیعہدی سے الگ کرنے کے متعلق الہادی کی خواہش

الہادی نے ہارون الرشید کو ولیعہدی سے الگ کرنا چاہا اور اپنے بیٹے جعفر بن موسےٰ کو ولی عہد بنانا چاہا اس نے یحییٰ بن خالد برمکی کو قید کر دیا اور اُسے قتل کرنا چاہا۔ یحییٰ نے جو ہارون الرشید کے معاملے کا متولی تھا اُسے کہا امیر المومنین اگر آپ کے خیال میں وہ بات جو میں اللہ سے مانگ رہا ہوں ایسی ہے کہ اللہ اُسے پوری نہ کرے اور امیر المومنین کی عمر کو اللہ تعالےٰ لمبا کرے، کیا یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ لوگ امیر المومنین کے بیٹے جعفر کی حکومت کو تسلیم کر لیں گے حالانکہ وہ ابھی بلوغت کو بھی نہیں پہنچا اور وہ اس کے ساتھ اپنی نمازوں حج اور جنگوں کو پسند کریں گے؟ اس نے کہا میں یہ خیال نہیں کرتا اس نے کہا پھر یقین رکھیے کہ آپ کے سب اہل بیت خلافت کی رغبت کریں گے اور وہ آپ کے باپ کے

بیٹوں سے نکل کر دوسروں کی طرف چلی جائے گی اور آپ ہی لوگوں کو عہد شکنی پر آمادہ کرنے والے ہوں گے اور ان کے عہدوں کو ہیچ کردیں گے اور اگر آپ اپنے بھائی کی بیعت کو اسی حالت پر قائم رہنے دیں اور جب جعفر بالغ ہو جائے تو اس کے لیے بیعت ہو جائے تو یہ زیادہ بہتر ہو گا میں نے آپ کے بھائی سے کہا ہے کہ وہ اسے اپنے سے مقدم رکھے۔ اس نے کہا خدا کی قسم تو نے اس بات سے آگاہ کیا ہے جس سے میں پہلے آگاہ نہیں تھا پھر اس کے بعد اس نے رشید کو الگ کرنے کا عزم کیا خواہ وہ راضی رہے یا نہ رہے اور اُسے اکثر باتوں میں تنگ کرنے کا حکم دے دیا تو یحییٰ نے اُسے بتایا کہ وہ اس سے شکار کے لیے جانے کی اجازت طلب کرے اور اس میں لمبا عرصہ مشغول رہے کیونکہ پیدائش کے لحاظ سے موسےٰ کی مدت تھوڑی رہ گئی تھی، ہارون الرشید نے اس سے اجازت مانگی تو اس نے اُسے اجازت دے دی پس وہ فرات کے کنارے بلاد انبار اور ہیت کی طرف چلا گیا اور سماوہ کے قریب خشکی کے درمیان ٹھکانہ بنا لیا۔ الہادی نے اُسے خط لکھا جس میں اُسے آنے کا حکم دیا مگر ہارون الرشید ٹال مٹول کرتا رہا تو الہادی نے اس پر زبان درازی شروع کر دی۔ اور الہادی کو بلاد حدیثہ کی طرف جانے کی ضرورت پیش آ گئی وہ وہاں پہ بیمار ہو گیا اور واپس آ گیا اس کی بیماری بہت بڑھ گئی اور سوائے چھوٹے خادموں کے اور کوئی آدمی اس کے پاس جانے کی جسارت نہ کر سکا پھر اس نے انہیں اشارہ کیا کہ وہ اس کی ماں خیزران کو بلا لائیں وہ آ کر اس کے سرہانے کھڑی ہو گئی تو اس نے اُسے کہا میں اس رات کو مر جانے والا ہوں اور میرا بھائی ہارون خلافت کو سنبھال لے گا، میں نے سیاست ملکی کے بموجب نہ کہ شرع کے بموجب تجھے بعض باتوں کا حکم دیا تھا اور بعض باتوں سے روکا تھا اور میں تیرا نافرمان نہیں بلکہ میں تیرا محافظ اور تجھ سے نیک سلوک کرنے والا ہوں پھر وہ اس کے ہاتھ کو پکڑے ہوئے اور اُسے اپنے سینے پہ رکھے ہوئے فوت ہو گیا۔

وہ رَے میں پیدا ہوا تھا، ہارون الرشید کی جائے پیدائش بھی یہی ہے، اسی رات الہادی کی وفات، ہارون الرشید کی ولایت اور مامون کی پیدائش ہوئی۔

الہادی اور ایک گنہ گار آدمی

کہتے ہیں کہ الہادی نے اپنے سامنے حکومت کے ایک دوست کو کھڑا کیا جس نے بہت سے جرائم

کیسے تھے اور اس کے گناہوں کا تذکرہ کرنے لگا تو اس آدمی نے اُسے کہا امیرالمومنین آپ نے جس بات سے مجھے زخمی کیا ہے میرا اس سے عذر کرنا آپ کی تردید ہوگا اور آپ نے جو کچھ بیان کیا ہے اس کے متعلق میرا اقرار کرنا مجھ پر گناہ کو واجب کر دے گا لیکن میں کہتا ہوں [redacted]

"اگر آپ کو سزا میں راحت ملتی ہے تو معاف کر دینے کے اجر سے بے رغبتی نہ کرو۔"

تو اس نے اُسے آزاد کر دیا اور اس سے حسنِ سلوک کیا۔

الہادی اور ہارون الرشید کے درمیان گفتگو

حکومت کے حالات سے باخبر کئی مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ موسےٰ نے اپنے بھائی ہارون الرشید سے کہا، میں دیکھ رہا ہوں کہ تیرا نفس تجھے خواب کے پورا ہونے کی باتیں بتا رہا ہے اور تو اس چیز کا خواہاں ہے جس سے تو بہت دُور ہے حالانکہ اس سے ورے بڑی مصیبتیں ہیں تو ہارون الرشید نے اُسے جواب دیا امیرالمومنین جو تکبر کرتا ہے، ذلیل ہوتا ہے اور جو عاجزی اختیار کرتا ہے وہ سربلند ہو جاتا ہے جو ظلم کرتا ہے وہ بے یار و مددگار ہو جاتا ہے اگر حکومت مجھے مل گئی تو میں ان لوگوں سے صلہ رحمی کروں گا جن سے آپ نے قطع تعلق کیا ہے اور جن کو آپ نے محروم کیا ہے ان سے حسنِ سلوک کروں گا اور آپ کی اولاد کو اپنی اولاد سے اعلیٰ بناؤں گا اور ان سے اپنی بیٹیوں کی شادیاں کروں گا اور اس طرح میں ہدایت یافتہ امام کا حق ادا کروں گا تو موسےٰ کا غصہ دُور ہو گیا۔ اور خوشی کے آثار اس کے چہرے پر نمایاں ہو گئے اور کہنے لگا اے ابوجعفر میرا تیرے متعلق یہی خیال تھا، میرے قریب ہو جا، ہارون کھڑا ہوا تو اس نے اس کے ہاتھ کو بوسہ دیا پھر وہ چلا گیا تاکہ اپنی جگہ پر واپس آ جائے۔ موسےٰ نے کہا، جلیل القدر شیخ اور صاحب نجابت بادشاہ میرے ساتھ صدر مجلس میں بیٹھے گا پھر اس نے خزانچی سے کہا اسی وقت میرے بھائی کے پاس ایک کروڑ دینار لے جاؤ اور جب خراج آئے تو اس کا نصف بھی اس کے پاس لے جانا۔ جب ہارون الرشید نے واپسی کا ارادہ کیا تو اس کی سواری کو قالین کے پاس لے جایا گیا (اور وہ اپنی نشست گاہ سے سوار ہوا)

اپنے دونوں بیٹوں الہادی اور الرشید کے متعلق مہدی کا خواب

عمرو الرومی بیان کرتا ہے کہ میں نے

ہارون الرشید سے خواب کے متعلق پوچھا تو اس نے بتایا کہ مہدی مجھے کہتا تھا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں نے موسےٰ اور ہارون الرشید کو ایک ایک چھڑی دی ہے موسیٰ کی چھڑی میں اس کے اوپر کے حصے میں تھوڑے پتے ہیں مگر ہارون کی چھڑی میں شروع سے آخر تک پتے لگے ہیں اس نے یہ خواب حکیم بن اسحٰق صمیری کو سُنایا جو خواب کی تعبیر بیان کیا کرتا تھا اس نے اُسے کہا کہ یہ دونوں بادشاہ ہوں گے، موسےٰ کا دورِ حکومت کم ہوگا، ہارون الرشید زندگی بھر خلیفہ رہے گا اور اس کا زمانہ بہت اچھا ہوگا، عمر و الرومی بیان کرتا ہے کہ جب ہارون الرشید کو خلافت ملی تو اس نے اپنی بیٹی حمدونہ کو جعفر بن موسےٰ سے اور فاطمہ کو اسماعیل بن موسےٰ سے بیاہ دیا اور جو وعدہ کیا تھا پورا کر دیا۔

الہادی کا عمرو بن معدیکرب کی تلوار (صمصامہ) کو حاصل کرنا

عبداللہ بن ضحاک، الہیثم بن عدی سے بیان کرتا ہے کہ مہدی نے موسیٰ الہادی کو عمرو بن معدی کرب کی تلوار صمصامہ دی اور خلافت ملنے کے بعد موسےٰ نے اُسے منگوا کر اپنے سامنے رکھا اور دنانیر کا ایک ٹوکرا بھر کر بھی رکھا اور اپنے دربان سے کہا شعراء کو اجازت دو، جب شعراء آئے تو اس نے انہیں حکم دیا کہ وہ تلوار کے متعلق شعر کہیں، ابن یامین بصری نے آغاز کرتے ہوئے کہا ؎

"تمام لوگوں میں سے زبیدی کی صمصامہ کو موسےٰ امین نے حاصل کیا ہے،
عمرو کی تلوار کے متعلق ہم نے سُنا ہے کہ جو تلواریں نیام میں کی جاتی ہیں یہ ان
سب سے بہتر ہے بجلیوں نے اس کے اوپر آگ جلا دی ہے پھر موتوں
نے اس میں زہر ملا دیا ہے اور جب اُسے سونتا جاتا ہے تو وہ روشنی میں
سورج پر غالب آجاتی ہے اور سورج ظاہر ہی نہیں ہو سکتا اور تلوار کا جوہر
اس کی دونوں طرفوں میں چشمے کے پانی کی طرح چلتا نظر آتا ہے اور جب کسی
مضروب کی موت کا وقت قریب آجاتا ہے تو وہ اس بات کی پروا نہیں
کرتی کہ دائیں ہاتھ نے اس کے ساتھ حملہ کیا ہے یا بائیں نے۔"

یہ بہت سے اشعار ہیں، الہادی نے اُسے کہا یہ تلوار اور ٹوکرا تیرے لیے ہے دونوں کو لے لو، پس اس نے ٹوکرا تو شعراء میں تقسیم کر دیا اور کہنے لگا تم میرے ساتھ آئے ہو اور میری وجہ سے محروم ہوئے ہو اور تلوار کا معاوضہ ملے گا پھر اس نے اسے

الہادی کی طرف بھیج دیا تو اس نے اس سے پچاس ہزار میں تلوار خرید لی، مہدی کا زمانہ اگرچہ بہت تھوڑا ہے مگر اس کے واقعات بہت شاندار ہیں اور ہم نے ان کا ذکر اپنی دونوں کتابوں اخبار الزمان اور الاوسط میں کیا ہے، وباللہ التائید۔

ہارون الرشید کی خلافت کا بیان

مختصر حالات جس شب کو الہادی کی وفات ہوئی اس کی صبح کو بغداد میں جمعہ کے روز ہارون الرشید کی بیعت ہوئی، یہ ۱۸ ربیع الاول ۱۷۰ھ کا واقعہ ہے اور اس کی وفات طوس کی ایک بستی سناباد میں ہفتہ کے روز ۴ جمادی الآخرۃ ۱۹۳ھ کو ہوئی یہ ۲۳ سال ۶ ماہ خلیفہ رہا، بعض کہتے ہیں کہ ۲۳ سال ۲ ماہ ۱۸ دن رہا۔ ہارون ۲۱ سال دو ماہ کی عمر میں خلیفہ بنا اور ۴۴ سال ۴ ماہ کی عمر میں فوت ہوا۔

اس کے حالات و واقعات کا مختصر بیان اور اس کے دَور کی ایک جھلک

ہارون الرشید کا یحییٰ بن خالد برمکی کو وزیر بنانا جب ہارون الرشید کو خلافت ملی تو اس نے یحییٰ بن خالد برمکی کو بلا کر کہا اے میرے باپ آپ نے اپنے یمن و برکت اور حسنِ تدبیر سے مجھے اس جگہ پہ بٹھایا ہے اور میں نے حکومت کا کام آپ کے سپرد کیا ہے اور اس نے اپنی انگوٹھی اُسے دی" اس کے متعلق موصلی کہتا ہے ؎

"کیا تو نے نہیں دیکھا کہ سورج کی روشنی ماند پڑ چکی ہے جب ہارون الرشید والی بنا تو اس کا نور اللہ کے امین ہارون سخی کی برکت سے چمک اُٹھا ہارون

اس کا والی اور یحییٰ اس کا وزیر ہے۔"

ہارون الرشید کی حکومت کے چند ماہ ہی گزرے تھے کہ ریطہ بنت ابو العباس سفاح وفات پا گئی بعض کے بقول اس نے الہادی کے آخری ایام میں وفات پائی ہے الہادی اور ہارون الرشید کی والدہ خیزران نے ۱۷۳ھ میں وفات پائی ہارون الرشید اس کے جنازہ کے آگے آگے چلا خیزران کی زمین کی آمد ایک کروڑ ساٹھ لاکھ درہم تھی، محمد بن سلیمان بھی اسی سال فوت ہوا اور ہارون الرشید نے بصرہ وغیرہ میں اس کے اموال کو قبضہ میں کر لیا جو جاگیروں، مکانات اور غلہ کے علاوہ پچاس لاکھ درہم سے زیادہ تھے محمد بن سلیمان ہر روز ایک لاکھ درہم کی خیانت کرتا تھا۔

محمد بن سلیمان اور قاضی سوار کو ایک دیوانے کا ملنا

کہتے ہیں کہ ایک روز محمد بن سلیمان بصرہ میں سوار ہوا اس کے ساتھ قاضی سوار اپنے چچا کی بیٹی کے جنازہ میں جا رہا تھا کہ اسے ایک دیوانہ مل گیا جو بصرہ میں راس النعجۃ کے نام سے مشہور تھا اس نے اُسے کہا اے محمد کیا یہ انصاف کی بات ہے کہ ہر روز تیرا عطیہ ایک لاکھ درہم ہو اور میں نصف درہم مانگتا ہوں مجھے وہ بھی نہیں ملتا۔ پھر اس نے سوار کی طرف متوجہ ہو کر کہا اگر یہ عدل ہے تو میں اس کا انکار کرتا ہوں پس محمد کے غلام اس کی طرف دوڑ کر گئے مگر اس نے انہیں روکا اور اُسے سو درہم دینے کا حکم دیا جب محمد اور سوار واپس آئے تو پھر اُسے راس النعجۃ ملا اور اُسے کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ تیرے منصب شرف ابوت چہرے کے حسن اور بلندی شان کو عزت دے مجھے اُمید ہے کہ یہ بھلائی اللہ تعالیٰ تجھ سے کروانا چاہتا ہے اور وہ تیرے لیے دونوں گھروں کو اکٹھا کرنا چاہتا ہے تو سوار نے اس کے قریب ہو کر کہا اے خبیث تم نے شروع میں یہ بات نہیں کہی تھی تو اس نے اُسے کہا میں نے تجھ سے اللہ تعالیٰ اور امیر کے حق کے متعلق پوچھا ہے ہاں اب مجھے یہ بتا دیجیے کہ یہ آیت کس سورت میں ہے" فان اعطوا منھا رضوا و ان لم یعطوا منھا اذا ھم یسخطون[1]۔" اس نے کہا یہ سورت برأت میں ہے اس نے کہا تو نے

---

[1] ترجمہ) پس اگر وہ اس سے دیئے جائیں تو خوش ہوں اور اگر اس سے نہ دیئے جائیں تو وہ اچانک ناراض ہو جاتے ہیں (توبہ آیت ۵۸)

درست بتایا ہے پس اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے تجھ سے برأت کی ہے کہ محمد بن سلیمان کو یہ بات سن کر اس قدر ہنسی آئی کہ وہ اپنے سواری کے جانور سے گرنے لگا تھا۔

جب محمد بن سلیمان نے ایک نہر کے کنارے بصرہ میں اپنا محل بنایا تو عبد الصمد بن شبیب بن شبہ اس کے پاس گیا، محمد نے اُسے کہا تو میرے محل کو کیسا پاتا ہے اس نے کہا تو نے بڑی عظیم الشان عمارت بنائی ہے جس کا صحن بہت اچھا ہے اور فضا کھلی ہے اور ہوا نرم ہے اور بہت اچھے پانی پر ہے جو ملاحوں، خوبصورتی اور ہرنوں کے درمیان ہے، محمد نے کہا، تیرے کلام کی عمارت ہماری عمارت سے اچھی ہے بعض کہتے ہیں کہ یہ گفتگو کرنے والا، محل کا بانی عیسٰی بن جعفر تھا جیسا کہ محمد بن زکریا غلابی نے فضل بن عبد الرحمٰن بن شبیب بن شبہ سے بیان کیا ہے اور اس محل کے متعلق ابن ابی عیینہ کہتا ہے ؎

"وادی القصر کی زیارت کر، قصر اور وادی کیا ہی اچھے ہیں، وقت مقرر کیے بغیر اس کی زیارت کرنا ضروری ہے اس کی زیارت کر کہ شہر و دیہات میں کوئی مکان اس کی مانند نہیں ہے اس کی لمبی کشتیاں چلتی ہیں، اونٹ، گوہ، مچھلی، ملاح اور حدی خوان کھڑے ہیں۔"

لیث بن سعد کی وفات

۱۷۵ھ میں لیث بن سعد مصری فہمی نے وفات پائی اس کی کنیت ابو حارث اور عمر ۸۲ سال تھی اس نے ۱۱۳ھ میں حج کیا تھا اور نافع سے سماعت کی تھی۔

قاضی شریک کی وفات

۱۷۵ھ میں قاضی شریک بن عبد اللہ بن سنان نخعی نے وفات پائی اس کی کنیت ابو عبد اللہ اور عمر ۸۲ سال تھی اور جائے پیدائش بخارا تھی یہ شریک بن عبد اللہ بن انمر لیثی نہیں ہے، کیونکہ ابن ابی انمر کی وفات ۱۴۰ھ میں ہوئی ہے ہم نے اس بات کا ذکر اس لیے کیا ہے کہ یہ دونوں حضرات آباء اور اُمہات میں مشابہت رکھتے ہیں ان کے درمیان ۳۹ سال کا فرق ہے اور شریک بن عبد اللہ نخعی، مہدی کے زمانے میں کوفہ کا قاضی تھا پھر موسیٰ الہادی نے اُسے معزول کر دیا شریک اپنے علم و فہم کے ساتھ بڑا ذہین و فطین آدمی تھا اور مہدی کی موجودگی میں اس کے اور مصعب بن عبد اللہ کے درمیان گفتگو ہوئی تو مصعب نے اُسے کہا تو ابوبکرؓ اور عمرؓ کی تنقیص کرتا ہے اس نے جواب دیا خدا کی قسم میں تو تیرے دادے کی بھی تنقیص نہیں کرتا جو ان دونوں سے کم درجے کا تھا۔

شریک کے پاس معاویہ کے حلم کا ذکر کیا گیا تو اس نے کہا وہ شخص حلیم نہیں ہو سکتا جو حق کو ذلیل کرے اور علی بن ابی طالب سے جنگ کرے۔

اور شریک سے نبیذ کی بُو آ رہی تھی تو اصحاب حدیث نے اُسے کہا اگر یہ بو ہم سے آتی تو ہم شرمندگی محسوس کرتے اس نے کہا اس لیے کہ تم شکی مزاج ہو۔

امام مالک بن انس کی وفات

ہارون الرشید کے زمانے میں ابو عبداللہ مالک بن انس بن ابی عامر اصبحی نے ۹۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔ یہ ربیع الاوّل کا واقعہ ہے، بعض کہتے ہیں کہ ان کی نماز جنازہ ابن ابی ذئب نے پڑھائی اگرچہ ابن ابی ذئب کی وفات کے متعلق اختلاف پایا جاتا ہے۔

واقدی نے بیان کیا ہے کہ حضرت امام مالک مسجد میں آتے، نمازوں، جمعہ اور جنائز میں حاضر ہوتے بیماروں کی عیادت کرتے اور حقوق کی ادائیگی کرتے تھے پھر آپ نے یہ سب باتیں ترک کر دی تھیں آپ سے اس بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ہر انسان اپنے عذر کو بیان کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔

جعفر بن سلیمان کے پاس آپ کی شکایت کی گئی کہ آپ اس کی بیعت کے عہد کو کچھ نہیں سمجھتے تو اس نے آپ کو کوڑوں سے مارا یہاں تک کہ آپ کے دونوں کندھے اُتر گئے۔

حماد بن زید

جس سال حضرت امام مالکؒ کی وفات ہوئی، حماد بن زید کی وفات بھی اسی سال یعنی ۱۷۹ھ میں ہوئی۔

ابن المبارکؒ

۱۶۱ھ میں حضرت عبداللہ بن المبارک مروزی فقیہ، طرطوس سے واپسی پر ھیت مقام میں وفات پا گئے۔

قاضی ابو یوسفؒ

۱۸۲ھ میں قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم نے ۹۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔

آپ انصاری تھے ۱۶۹ھ میں جب الہادی، جرجان کی طرف گیا تو آپ قاضی بنے اور اپنی وفات تک یعنی پندرہ سال تک قضا کے عہدہ پر قائم رہے۔

مسعودی بیان کرتا ہے کہ ام جعفر نے ابو یوسف کی طرف فتویٰ حاصل کرنے کے لیے ایک مسئلہ لکھا تو آپ نے شریعت کے مطابق اور اپنے اجتہاد کی رُو سے اس کی منشاء کے موافق فتویٰ دے دیا تو اس نے آپ کی طرف چاندی کی ایک ڈبیہ بھیجی جس میں چاندی

کی دو ڈبیاں تھیں اور ان میں سے ہر ایک ڈبیہ میں ایک قسم کی خوشبو تھی اور سونے کا ایک جام بھیجا جس میں دراہم تھے اور چاندی کا ایک جام بھی بھیجا جس میں دنانیر تھے غلام اور جامہ دان گدھے اور گھوڑے بھی بھیجے، حاضرین مجلس میں سے ایک آدمی نے کہا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص کو ہدیہ ملے تو اس کے ہم نشین بھی اس میں اس کے شریک ہوتے ہیں حضرت امام ابو یوسف نے فرمایا تو نے اس حدیث کی تاویل ظاہر کے مطابق کی ہے مگر استحسان اس پر عمل کرنے سے مانع ہے یہ اس وقت کی بات ہے جب لوگوں کے ہدیے کھجوریں اور دودھ ہوتا تھا نہ کہ اس وقت جب کہ لوگوں کے ہدیے سونا اور چاندی وغیرہ ہوتے ہیں وذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔

ہارون الرشید کے سامنے عبداللہ بن مصعب زبیری اور موسیٰ بن عبداللہ بن حسن طالبی کے درمیان

فضل بن ربیع بیان کرتا ہے کہ عبداللہ بن مصعب بن ثابت بن عبداللہ بن زبیر نے مجھے آکر کہا کہ موسےٰ بن عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی مجھ سے اپنی بیعت کرانا چاہتا ہے تو ہارون الرشید نے ان دونوں کو بلایا زبیری نے موسےٰ سے کہا تم نے ہمارے خلاف کوششیں کیں اور ہماری حکومت کو توڑنا چاہا تو موسےٰ نے اس کی طرف متوجہ ہو کر کہا تم کون ہو؟ ہارون الرشید کو بہت ہنسی آئی یہاں تک کہ اس نے اپنا سر چھت کی طرف کر لیا تاکہ اس کی ہنسی کا پتہ نہ چلے پھر موسےٰ نے کہا امیر المومنین یہ شخص میرے متعلق بُری خبریں اڑاتا ہے خدا کی قسم اس نے میرے بھائی محمد بن عبداللہ بن حسن بن علی کے ساتھ آپ کے دادا منصور کے خلاف خروج کیا تھا اور اس نے اپنے طویل اشعار میں یہ شعر بھی کہا تھا

"تم اپنی بیعت کے لیے کھڑے ہو جاؤ اور ہم اپنی اطاعت کے ساتھ کھڑے ہو جاتے ہیں، اے بنو حسن خلافت تم میں ہے۔"

امیر المومنین یہ آپ کی محبت کی وجہ سے شکایت نہیں کی گئی اور نہ آپ کی حکومت کی حفاظت کے خیال سے یہ بات کہی گئی ہے بلکہ یہ ہم سب اہل بیت سے بغض رکھتا ہے اگر یہ کوئی ایسا شخص پائے جو ہم پر غالب آنے والا ہو تو یہ اس کے ساتھ ہو جائے اور اس نے یہ بات جھوٹ کہی ہے اور میں اسے قسم دیتا ہوں اگر وہ قسم کھائے کہ

ہیں نے یہ شعر کہا ہے تو میرا خون امیر المومنین کے لیے حلال ہوگا، ہارون الرشید نے کہا عبداللہ قسم کھاؤ، تو وہ عذر کرنے اور قسم کھانے سے پہلو تہی کرنے لگا تو فضل نے اُسے کہا، قسم کھانے سے نہ رکو تو نے ابھی خیال کیا ہے کہ اس نے تجھے وہ بات کہی ہے جس کا تو نے ذکر کیا ہے، عبداللہ نے کہا میں اس کے لیے قسم کھاتا ہوں، موسےٰ نے کہا کہ اگر یہ بات جو تو نے میرے متعلق بیان کی ہے، درست نہ ہو تو میں نے قوت و طاقت کو، اللہ تعالیٰ کی قوت کے سوا اپنی قوت و طاقت کے سپرد کیا تو اس نے قسم کھائی تو موسےٰ نے کہا اللہ اکبر، میرے ماں باپ نے میرے دادا سے اور اس نے اپنے باپ سے اور اس نے اپنے دادا علیؓ سے اور اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے جس کسی نے یہ جھوٹی قسم اُٹھائی تو اللہ تعالیٰ تین دن سے قبل، جلد اُسے سزا دیتا ہے خدا کی قسم نہ میں نے جھوٹ بولا ہے اور نہ میں جھٹلایا گیا ہوں اور امیر المومنین دیکھیں، میں آپ کے سامنے کھڑا ہوں اور آپ کے قبضہ میں ہوں پس میری وکالت قبول کیجیے اگر تین دن گزر گئے اور عبداللہ بن مصعب کو کوئی حادثہ پیش نہ آیا تو میرا خون امیر المومنین کے لیے حلال ہوگا، ہارون الرشید نے فضل سے کہا، موسیٰ کا ہاتھ پکڑ لو یہ تمہارے پاس رہے گا یہاں تک کہ میں اس کے معاملے میں غور کرلوں، فضل بیان کرتا ہے خدا کی قسم ابھی میں نے اس دن کی عصر کی نماز نہیں پڑھی تھی کہ میں نے عبداللہ بن مصعب کے گھر سے چیخ و پکار کی آواز سُنی میں نے اس کے حالات معلوم کرنے کا حکم دیا تو مجھے معلوم ہوا کہ اُسے جذام ہوگیا ہے اور وہ متورم ہو کر سیاہ ہوگیا ہے، میں اس کی طرف گیا تو خدا کی قسم میں اُسے پہچان نہ سکا کیونکہ وہ بڑے مشکیزے کی طرح ہوگیا تھا اور سیاہ ہو کر پتھر کے کوئلے کی طرح ہوگیا تھا میں نے ہارون الرشید کے پاس جا کر اُسے اس کی حالت کے متعلق اطلاع دی، ابھی میں نے بات ختم نہ کی تھی کہ اس کی موت کی اطلاع آگئی میں جلدی سے باہر نکلا اور میں نے حکم دیا کہ اس سے جلد فراغت حاصل کی جائے اور میں نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی، جب انہوں نے اُسے قبر میں رکھا اس کے اُٹھنے سے قبل ہی وہ بیٹھ گئی اور اس سے نہایت بدبودار ہوا آئی، میں نے راستے میں کانٹوں کے گٹھے گزرتے دیکھے تو میں نے کہا یہ کانٹے میرے پاس لاؤ، وہ میرے پاس لائے گئے تو انہیں اس گڑھے میں پھینک دیا گیا ابھی وہ کانٹے ٹکے بھی نہ تھے کہ قبر دوسری بار بیٹھ گئی میں نے کہا میرے پاس ساکھو کے تختے

لاؤ، انہیں قبر کی جگہ پر پھینکا گیا پھر ان پر مٹی ڈال دی گئی، میں نے واپس آکر ہارون الرشید کو اس کا حال بتایا تو وہ بہت متعجب ہوا اور اس نے مجھے موسےٰ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے خلوت میں ملنے اور ایک ہزار دینار دینے کا حکم دیا ہارون الرشید نے موسیٰ کو بلا کر کہا، تو نے لوگوں کے درمیان متعارف قسم سے کیوں عدول کیا؟ اس نے کہا اس لیے کہ ہم نے اپنے دادا سے اور اس نے کہا اس لیے کہ ہم نے اپنے دادا سے اور اس نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ جو شخص قسم میں اللہ تعالیٰ کی بزرگی بیان کرے اللہ تعالیٰ اس کو جلد عذاب دینے سے شرم محسوس کرتا ہے اور جو شخص جھوٹی قسم کھائے اور اس میں خدا تعالیٰ کی قوت و طاقت سے کشاکش کرے اُسے اللہ تعالیٰ تین دن سے قبل جلد سزا دیتا ہے بعض کہتے ہیں کہ یہ واقعہ یحییٰ بن عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی، جو موسےٰ بن عبداللہ کا بھائی تھا کے ساتھ ہوا تھا۔

یحییٰ پناہ طلب کرتا ہوا دیلم کی طرف گیا تو دیلم کے حکمران نے اسے ہارون الرشید کے عامل سے ایک لاکھ درہم میں خرید لیا اس کے بعد اُسے قتل کر دیا گیا۔ کتب انساب اور تواریخ کے نسخوں اور طرق روایت میں اختلاف کی وجہ سے یہ روایت اس طرح بھی بیان کی گئی ہے کہ یحییٰ کو ایک تالاب میں پھینک دیا گیا جس میں بھوکے درندے رکھے گئے تھے مگر وہ اسے کھانے سے رکے رہے اور ایک جانب پناہ لے کر بیٹھ گئے اور اس کے قریب ہونے سے ڈر گئے، تو اس پر پتھر اور چونے سے ستون بنا دیا گیا (جس کے نیچے دب کر وہ گئے)۔

محمد بن جعفر کا ظہور، اور مغرب کی طرف فرار

محمد بن جعفر بن یحییٰ بن عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی کرم اللہ وجہہ مصر کی طرف گئے، ان کی تلاش کی گئی تو یہ مغرب چلے گئے اور تاہرت کے نشیبی علاقے سے رابطہ قائم کر لیا تو بہت سے لوگ ان کے پاس اکٹھے ہو گئے، آپ نے وہاں پر خوب عدل و انصاف سے کام لیا اور وہیں پر زہر خورانی سے ہلاک ہو گئے، ہم نے ان کے حالات اور حکومت کے واقعات کو کتاب حدائق الاذہان فی اخبار اہل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم و تفرقہم فی البلدان میں بیان کیا ہے۔

ہارون الرشید کا آخری حج

۱۸۸ھ میں ہارون الرشید نے حج کیا۔ یہ اس کا آخری حج تھا، عظیم عالم ابوبکر بن عیاش سے روایت ہے کہ

ہارون الرشید نے حج سے واپسی پر کوفہ سے گذرتے ہوئے کہا کہ نہ وہ اور نہ اس کے بعد بنو عباس کا کوئی خلیفہ اس راہ سے واپس آئے گا اس سے پوچھا گیا کیا یہ بھی کوئی غیب کی قسم ہے اس نے جواب دیا ہاں، اس سے پوچھا گیا یہ اطلاع وحی کے ذریعہ ملی ہے اس نے جواب دیا ہاں، اس سے پوچھا گیا یہ وحی تیری طرف آئی ہے کہنے لگا نہیں، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آئی تھی، اسی طرح اس کے متعلق حضرت علیؓ نے بھی خبر دی ہے جو اس جگہ پر شہید ہوئے تھے اور اس نے اس جگہ کی طرف اشارہ بھی کیا جہاں پر کوفہ میں حضرت علیؓ شہید ہوئے تھے۔

کسائی اور محمد بن حسن شیبانی کی وفات

ہارون الرشید کے زمانے میں ۱۸۹ھ میں علی بن حمزہ الکسائی صاحب القراءت نے وفات پائی اس کی کنیت ابو الحسن تھی یہ ہارون الرشید کے ساتھ رَی کی طرف گیا اور وہیں فوت ہو گیا، اسی طرح قاضی محمد بن حسن شیبانی بھی جس کی کنیت ابو عبد اللہ تھی فوت ہو کر رَی میں دفن ہوئے آپ بھی ہارون الرشید کے ساتھ تھے۔ ہارون نے محمد بن حسن شیبانی کی موت سے ایک خواب سے شگون لیا تھا۔ نیز اسی سال میں یحییٰ بن خالد بن برمک نے وفات پائی۔

عبد الملک بن صالح پر رشید کی ناراضگی

۱۸۸ھ میں ہارون الرشید، عبد الملک بن صالح بن علی بن عبد اللہ بن عباس بن عبد المطلب پر ناراض ہو گیا، یموت بن مزرع، الریاشی سے بیان کرتا ہے کہ میں نے اصمعی کو کہتے سنا کہ میں ہارون الرشید کے پاس تھا کہ عبد الملک بن صالح کو بیڑیوں میں لایا گیا جب اس نے اس کی طرف دیکھا تو کہا اے عبد الملک خدا کی قسم گویا میں تیری طرف دیکھ رہا ہوں کہ اس کے آنسو گر رہے ہیں اور اس کے رخسار چمک رہے ہیں اور گویا میں سزا سے جوڑوں کو بغیر کلائیوں کے اور سروں کو بغیر گردنوں کے اکھاڑ رہا ہوں، اے بنی ہاشم نرم روی اختیار کرو خدا تعالیٰ نے دشوار کو تمہارے لیے سہل اور گدلے کو تمہارے لیے صاف کر دیا ہے اور امور نے اپنی باگیں تمہاری طرف پھینک دی ہیں، ہاتھ اور پاؤں کو دیوانہ کر دینے والی بیماری کے آنے سے قبل اپنا بچاؤ اختیار کرو عبد الملک نے اُسے کہا، کیا میں ایک بات کروں یا دو ▪ اس نے کہا دو دو باتیں کرو، اس نے کہا امیر المومنین اللہ تعالیٰ نے جس کا آپ کو حکمران بنایا ہے اس کے بارے میں اللہ سے ڈریے اور جس رعایا کا اس نے تجھے نگران بنایا ہے اس کا خیال رکھیے خدا کی قسم اس نے دشوار کو تمہارے لیے سہل

کر دیا ہے اور سینوں میں تمہاری اُمید اور خوف کو جمع کر دیا ہے اور تمہاری مثال جعفر بن کلاب کے بھائی کے اس شعر کی طرح ہے ؎

"تو نے تنگ مقام کو اپنی زبان، بیان اور جھگڑے سے کھول دیا ہے اور اگر ہاتھی یا اس کا مہاوت کھڑا ہو تو وہ میرے مقام سے پھسل جائے یا چلا جائے"

راوی بیان کرتا ہے کہ یحییٰ بن خالد برمکی نے ارادہ کیا کہ وہ ہارون الرشید کے ہاں عبدالملک کا مرتبہ کم کر دے تو اس نے اُسے کہا عبدالملک مجھے اطلاع ملی ہے کہ تو بڑا کینہ پرور ہے اس نے کہا اللہ تعالیٰ وزیر کا بھلا کرے اگر کینہ یہ ہے کہ میرے پاس خیر و شر باقی رہے تو وہ دونوں میرے دل میں موجود ہیں تو ہارون الرشید نے اصمعی کی طرف متوجہ ہو کر کہا اے اصمعی اسے لکھ لے خدا کی قسم جس طرح اس نے کینے کے لیے حجت پکڑی ہے کسی آدمی نے نہیں پکڑی پھر اس کے حکم سے اُسے قید خانے میں واپس کر دیا گیا پھر اس نے اصمعی کی طرف متوجہ ہو کر کہا اے اصمعی خدا کی قسم میں نے اس کی گردن میں تلوار پڑنے کی جگہ کو کئی بار دیکھا لیکن اپنی قوم کے اس قسم کے آدمی پر رحم کرنا مجھے اس بات سے روکتا رہا۔

ہارون الرشید کو مچھلی کا تحفہ ملنا اور بختیشوع طبیب کا اُسے اس سے روک دینا

یوسف بن ابراہیم بن مہدی بیان کرتا ہے کہ مجھے ہارون الرشید کے غلام سلیمان خادم خراسانی نے بتایا کہ وہ حیرہ میں ہارون الرشید کے سر کے پاس کھڑا تھا وہ ناشتہ کر رہا تھا کہ اس کے پاس عون العبادی آیا جو حیرہ کا حاکم تھا اس کے ہاتھ میں ایک پلیٹ تھی جس میں گھی میں تلی ہوئی مچھلی رکھی ہوئی تھی، اس نے اُسے اس کے سامنے رکھ دیا اور اس کے ساتھ اور کھانا بھی تھا ہارون الرشید نے اس سے کچھ کھانا چاہا تو جبریل بن بختیشوع نے اُسے روک دیا اور جبریل نے دسترخوان کے انچارج کو اشارہ کیا کہ وہ اُسے دسترخوان سے اُٹھا کر اس کے لیے الگ رکھ دے ہارون الرشید بھی اس بات کو سمجھ گیا جب دسترخوان اُٹھا دیا گیا رشید نے اپنے ہاتھ دھو لیے اور جبریل باہر چلا گیا تو رشید نے مجھے اس کے پیچھے جانے کا حکم دیا نیز یہ کہ میں اس کے گھر میں جب کہ وہ کھانا کھا رہا ہو اچانک چلا جاؤں اور اُسے آکر سب حال بتاؤں میں نے حکم کے مطابق عمل کیا اور اس کے بچاؤ اختیار کرنے سے میں نے یہ محسوس

کیا کہ جبریل پر میرا معاملہ مخفی نہیں رہا کیونکہ اس نے دارعون پر جاکر کھانا منگوایا جب اس کے لیے کھانا لایا گیا تو اس میں مچھلی بھی تھی اس نے تین پیالے منگوائے اور ان میں سے ایک میں مچھلی کا ایک ٹکڑا رکھا اور اس پر طیرناباذ کی شراب ڈالی ـــــ طیرناباذ کوفہ اور قادسیہ کے درمیان ایک بستی ہے جہاں پر انگور، درخت، کھجوریں اور باغات پائے جاتے ہیں اس کے ہر علاقے میں دریائے فرات سے نہریں نکلتی ہیں اور اس کی شراب، قطربلی شراب کی طرح ہے اس نے شراب کو مچھلی پر ڈال کر کہا یہ جبریل کا کھانا ہے دوسرے پیالے میں مچھلی کا دوسرا ٹکڑا رکھ کر اس پر برف کا سخت ٹھنڈا پانی ڈالا اور کہا اگر اس میں مچھلی نہ ملی ہوئی ہو تو یہ امیرالمومنین کا کھانا ہے اور اس نے تیسرے پیالے میں مچھلی کا ایک ٹکڑا رکھا اور کئی قسم کے گوشت کے ٹکڑے رکھے جن میں کوئی بھُنا ہوا اور کوئی شیریں تھا اور کچھ خوشگوار سبزیاں تھیں اور اس کے سامنے جو دیگر سالن پیش کیے گئے تھے ان میں سے اس نے ایک ایک دو دو لقمے کھائے اور ان پر برف کا پانی ڈالا اور کہنے لگا اگر کسی اور کھانے میں مچھلی ملی ہوئی ہو تو یہ امیرالمومنین کے بیدار ہونے تک پیالوں کو سنبھال کر رکھنا) پھر جبریل مچھلی کی طرف متوجہ ہوا اور اس میں سے اتنا کھایا کہ خوب اس کی کھوکھیں سیر ہوگئیں اُسے جب کبھی پیاس لگا کرتی وہ خالص شراب کا جام منگوا کر پیتا اور پھر سو جاتا جب رشید بیدار ہوا تو اس نے مجھ سے جبریل کا حال پوچھا کہ کیا اس نے مچھلی میں سے کچھ کھایا ہے یا نہیں تو میں نے اُسے سب قصہ سُنا دیا، اس نے تینوں پیالوں کو لانے کا حکم دیا اس نے پہلے پیالے کی چیزوں کو دیکھا ـــــ یہ وہ پیالہ تھا جس کے متعلق جبریل نے کہا تھا کہ یہ اس کا کھانا ہے اور اس پر خالص شراب ڈالی تھی ـــــ کہ وہ پھٹ گئی تھیں اور پگھل کر بہہ رہی تھیں اور رل مِل گئی تھیں دُوسرے پیالے کی چیزیں ـــــ جس کے متعلق جبریل نے کہا تھا کہ یہ امیرالمومنین کا کھانا ہے اور اس پر برف کا پانی ڈالا تھا، وہ بڑھ کر نصف پیالے تک پہنچ گئی تھیں، اس نے تیسرے پیالے کی طرف دیکھا ـــــ جس کے بارے میں جبریل نے کہا تھا کہ اگر کسی اور کھانے میں مچھلی ملی ہوئی ہو تو یہ امیرالمومنین کا کھانا ہے ـــــ تو اس کی بُو بدل چکی تھی اور اس میں اتنی شدید بدبو پیدا ہو چکی تھی کہ رشید کو اس کے قریب ہوتے ہی قے آنے لگی تھی اس نے مجھے حکم دیا کہ میں جبریل کے پاس پانچ ہزار دینار لے جاؤں اور کہنے لگا مجھے اس شخص کی محبت پر کون ملامت کرے گا جو ایسی تدبیر کے ذریعہ مجھے سمجھاتا ہے تو میں نے

اُسے مال پہنچا دیا۔

رشید کا خواب جس میں اُسے موسیٰ بن جعفر کو چھوڑنے کا حکم دیا گیا

عبداللہ بن مالک خزاعی جو رشید کے قصر امارت اور اس کی پولیس کا انچارج تھا، بیان کرتا ہے کہ میرے پاس رشید کا ایلچی ایسے وقت آیا جس میں وہ کبھی نہیں آیا تھا اس نے مجھے میری جگہ سے اُٹھایا اور کپڑے بدلنے سے بھی مجھے روک دیا تو مجھے اس سے خوف محسوس ہوا جب میں اس کے گھر گیا تو آگے سے مجھے خادم ملا اس نے رشید کو میری اطلاع دی اور اس نے مجھے حاضر ہونے کی اجازت دے دی جب میں اس کے پاس گیا تو میں نے اُسے اپنے بستر پر بیٹھے دیکھا، میں نے سلام کہا تو وہ کچھ دیر چپ بیٹھا رہا جس سے میرے ہوش جاتے رہے اور میری گھبراہٹ میں اضافہ ہو گیا پھر اس نے مجھے کہا اے عبداللہ کیا تجھے معلوم ہے کہ میں نے تمہیں اس وقت کیوں بُلایا ہے میں نے کہا امیرالمومنین خدا کی قسم مجھے کچھ پتہ نہیں، اس نے کہا میں نے ابھی خواب میں دیکھا ہے کہ ایک فوج میرے پاس آئی ہے جس کے پاس برچھا ہے اور اس نے مجھے کہا ہے کہ اگر تو نے موسےٰ بن جعفر کو ابھی نہ چھوڑا تو میں تجھے اس برچھے سے ذبح کر دوں گا ابھی جا کر موسیٰ کو چھوڑ دو، میں نے تین بار کہا امیرالمومنین میں موسیٰ بن جعفر کو آزاد کر دوں اس نے کہا ہاں، ابھی جا کر موسیٰ بن جعفر کو آزاد کر دو اور اُسے تیس ہزار درہم بھی دو اور اُسے کہو، اگر آپ ہمارے پاس ٹھہرنا چاہتے ہوں تو جو آپ چاہیں گے وہ آپ کو ملے گا اور اگر آپ مدینہ کی طرف جانا چاہتے ہیں تو یہ آپ کی مرضی ہے، راوی بیان کرتا ہے کہ میں قید خانے کی طرف انہیں نکالنے کے لیے گیا، جب موسےٰ نے مجھے دیکھا تو وہ اُچھل کر میرے سامنے آ کھڑا ہوا اور اس نے خیال کیا کہ مجھے اس کے متعلق کوئی ناپسندیدہ حکم دیا گیا ہے میں نے کہا خوف نہ کرو، امیرالمومنین نے مجھے آپ کو آزاد کرنے اور تیس ہزار درہم دینے کا حکم دیا ہے اور وہ آپ سے یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر آپ ہمارے ہاں رہنا پسند کریں تو جو آپ چاہیں گے وہ آپ کو ملے گا اور اگر آپ واپس مدینہ جانا چاہتے ہوں تو یہ آپ کی مرضی ہے میں نے اُسے تیس ہزار درہم دیے اور اُسے آزاد کر دیا۔

میں نے اس سے کہا میں نے آپ کی عجیب حالت دیکھی ہے وہ کہنے لگا میں تجھے بتاتا ہوں، میں سویا ہوا تھا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور فرمانے

لگے اے موسیٰ تجھے ازراہِ ظلم قید کیا گیا ہے تو یہ کلمات کہہ اور تو یہ رات قید میں نہیں گزارے گا میں نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میں کیا کہوں؟ آپ نے فرمایا کہہ، اے ہر آواز کے سُننے والے اور اے گزری ہوئی بات سے آگے بڑھ جانے والے اور اے ہڈیوں کو گوشت پہنانے والے اور موت کے بعد انہیں اُٹھانے والے میں تجھ سے تیرے اسمائے حسنیٰ اور تیرے اس اسم اعظم کا جو مخزون و مکنون ہے کا واسطہ دے کر کہتا ہوں جس کے متعلق مخلوق کے کسی آدمی کو آگاہی نہیں اے حلیم و بردبار، جس کی بُردباری پر کوئی قدرت نہیں رکھتا اور اے وہ نیکی کرنے والے جو کبھی منقطع نہ ہو گی اور نہ اس کا شمار ہو سکے گا میری تکلیف کو دُور فرما، وہ واقعہ ہوا جو تُو دیکھ رہا ہے۔

ابراہیم بن مہدی کا اسود کے لیے گانا

حماد بن اسحٰق بن ابراہیم موصلی بیان کرتا ہے کہ ابراہیم بن مہدی نے بیان کیا کہ میں نے رشید کے ساتھ حج کیا تو راستے میں میں اپنی سواری پر الگ ہو کر چلنے لگا کہ مجھ پر نیند کا غلبہ ہو گیا اور میری سواری مجھے کسی اور راستے پر لے گئی جب میں بیدار ہوا تو کسی اور راستے پر تھا مجھے سخت گرمی اور شدید پیاس لگ گئی ایک خیمہ میرے سامنے آ گیا میں نے اس کا قصد کیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ ایک گنبد ہے اور اس کے پہلو میں کھیتی کے قریب پانی کا کنواں ہے یہ مکہ اور مدینہ کے درمیان کی بات ہے میں نے وہاں پر کسی آدمی کو نہ دیکھا میں گنبد میں گیا کیا دیکھتا ہوں کہ وہاں اسود سویا ہوا ہے اس نے میری آہٹ پا کر اپنی آنکھیں کھولیں گویا وہ خون کے دو ٹب تھے وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا اور بڑا عظیم صورت معلوم ہونے لگا میں نے کہا اے اسود مجھے اس پانی سے کچھ پلاؤ تو اس نے بھی میری نقل اتارتے ہوئے کہا اے اسود مجھے اس پانی سے کچھ پلاؤ نیز کہنے لگا اگر تجھے پیاس ہے تو نیچے اُتر کر پانی پی لے، سواری میں بدکنے والا خبیث ترکی گھوڑا تھا، مجھے ڈر پیدا ہوا کہ اگر میں اس سے اُتر پڑا تو وہ بھاگ جائے گا میں نے گھوڑے کے سر کو مارا اور مجھے اس دن کے سوا گانے نے کبھی فائدہ نہیں دیا اور میں نے بلند آواز سے گانا شروع کیا ؎

"اگر میں مرجاؤں تو مجھے چادر میں کفن دینا اور میرے لیے عروہ کے کنوئیں سے پانی لانا اور کڑوے پانی کے پہلو میں اس کے لیے ایک مکان ہے اور قصرِ قبا میں گرمی کا موسم گزارنے کی جگہ ہے جو سردیوں میں گرم اور گرمیوں میں ٹھنڈی.

ہے اور اندھیری رات میں چاند ہے۔"

اسود نے سر اُٹھا کر مجھے کہا، تجھے کونسی چیز زیادہ پسند ہے، تجھے صرف پانی پلاؤں یا پانی اور ستو، میں نے کہا پانی اور ستو، تو اس نے ایک پیالہ نکالا اس میں ستو ڈال کر مجھے پلائے اور اپنے سر اور سینے پر دونوں ہاتھ مارنے اور کہنے لگا اس کے سینے کی گرمی کا کیا کہنا اس نے میرے دل میں آگ بھڑکا دی ہے اے میرے آقا کچھ اور سناؤ میں تجھے اور دوں گا میں نے ستو پی لیے، پھر اس نے مجھے کہا اے میرے آقا تیرے اور راستے کے درمیان کئی میل کا فاصلہ ہے اور مجھے یقین ہے کہ تجھے پیاس لگے گی اس لیے میں اپنا یہ مشکیزہ بھر کر تیرے آگے رکھ دیتا ہوں، میں نے کہا ٹھیک ہے، وہ بیان کرتا ہے کہ اس نے اپنا مشکیزہ بھر لیا اور میرے آگے آگے چل پڑا، وہ موزوں طریق سے چل رہا تھا جب میں آرام کرنے کے لیے رُکا تو اس نے میری طرف متوجہ ہو کر کہا اے میرے آقا کیا تجھے پیاس لگی ہے کہ میں گا کر تھکاوٹ کو دُور کر دوں یہاں تک کہ اس نے مجھے راستے پر لا کھڑا کیا پھر مجھے کہنے لگا جا اللہ تیرا نگہبان ہو اور جو نعمتیں اس نے تجھے دی ہیں وہ انہیں تجھ سے سلب نہ کرے، میں قافلے سے جا ملا، رشید نے مجھے گم پایا تو اس نے علاقے میں میری تلاش کے لیے بختی اُونٹ اور گھوڑے بھجوائے، اس نے جب مجھے دیکھا تو خوش ہو گیا، میں نے اُسے سارا قصہ سُنایا تو اس نے کہا اسود کو میرے پاس لاؤ، اور تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ اسود اس کے سامنے کھڑا تھا، اس نے اُسے کہا تو ہلاک ہو جائے تیرے سینے کو کس نے جلایا ہے اس نے کہا میرے آقا میمونہ نے، اس نے پوچھا میمونہ کون ہے اس نے کہا حبشیہ کی بیٹی، اس نے پوچھا حبشیہ کون ہے اس نے کہا میرے آقا بلال کی بیٹی، اس نے حکم دیا کہ کوئی اُسے بات سمجھائے چنانچہ اسود کے متعلق پتہ چلا کہ وہ بنی جعفر طیار کا غلام تھا اور جس سیاہ فام عورت کا وہ عاشق تھا وہ حسن بن علی کے بیٹوں کی قوم میں سے تھی رشید نے حکم دیا کہ اُسے اس کے لیے خریدا جائے مگر اس کے مالکوں نے اس کی قیمت لینے سے انکار کر دیا اور اُسے رشید کو بخش دیا اس نے اسود کو خرید کر آزاد کر دیا اور اس سے اس کی شادی کر دی اور اُسے اپنے مدینہ کے مال سے دو باغ اور تین سو دینار دیے۔

ایک روز سماک، رشید کے پاس آیا اس کے سامنے ایک کبوتری دانے چُگ رہی تھی اس نے اُسے کہا اس کی مختصر تعریف کرو، اس نے کہا گویا یہ دو یاقوتوں سے دیکھتی ہے

اور درہموں کی دو تھیلیاں اُٹھا رہی ہے اور دو عقیقوں پر چل رہی ہے اور انہوں نے ہمیں کسی کے یہ شعر سنائے ؎

" ہاتف نے آواز دی کہ اس کے محبوب نے اُسے جُدا ہونے کی اجازت دے دی ہے، اس کے گلے میں مچھلی کی طرح گانی پڑی ہے وہ چھوٹی آنکھوں والی ہے اور وہ تیری طرف دو یاقوتوں سے دیکھتی ہے اور جن سوراخوں سے وہ سانس لیتی ہے وہ دو موتیوں کی طرح ہیں، اور تو انہیں باغوں کی طرح آتے دیکھے گا، اس کی ڈاڑھی کارک کی دو کنپٹیوں کی طرح ہے، اور اس کی دو سُرخ پنڈلیاں گلاب کے دو پھولوں کی طرح ہیں اور اس کے دونوں پروں کے اُوپر دو ٹوپیاں بُنی گئی ہیں وہ طاؤس رنگ اور موٹے کندھوں والی ہے، وہ جنگل کے سائے میں صاف کندھوں والی ہے اس نے اپنے محبوب کو کھو دیا ہے اور وہ سوزِ عشق اور جُدائی کے باعث نوحہ کناں ہے، اور وہ بغیر آنسوؤں کے روتی ہے کہ اس کی آنکھوں کے سوتے خشک ہو گئے ہیں اور وہ آنکھوں کو اس طرح نہیں رنگتی جیسے انہیں رنگا جاتا ہے۔"

رشید اور معن بن زائدہ کے درمیان گفتگو

معن بن زائدہ رشید کے پاس آیا، رشید اس سے ناراض تھا اس کے قریب ہوا تو ہارون نے کہا، خدا کی قسم تو بہت بڑا آدمی بن گیا ہے اس نے کہا امیر المومنین آپ کی اطاعت میں بڑا بن گیا ہوں، رشید نے کہا، ابھی تجھ میں اطاعت کا کچھ حصہ باقی ہے اس نے کہا امیر المومنین وہ آپ کے لیے ہے، اس نے کہا تو دلیر آدمی ہے اس نے جواب دیا امیر المومنین آپ کے دشمنوں پر دلیر ہوں تو رشید اس سے راضی ہو گیا اور اُسے والی بنا دیا —— راوی بیان کرتا ہے کہ اہل بصرہ کے زاہد عبد الرحمٰن بن زید کو اس کی یہ باتیں بتائی گئیں تو انہوں نے کہا اس کا بُرا ہو اس نے اپنے رب کے لیے کوئی بات نہیں چھوڑی - ایک روز رشید نے معن بن زائدہ سے کہا، میں نے تجھے ایک بڑی بات کے لیے تیار کیا ہے اس نے جواب دیا امیر المومنین اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے مجھے وہ دل دیا ہے جو آپ کے مشوروں کا پابند ہے اور ایسا ہاتھ دیا ہے جو آپ کی اطاعت کے لیے کُھلا ہے اور ایسی تلوار دی ہے جسے آپ کے دشمنوں کے خلاف

تیز کیا گیا ہے اگر آپ چاہیں تو مجھے حکم دیں، بعض کے بقول یہ جواب یزید بن مزید کا ہے۔

رشید اور کسائی

کسائی بیان کرتا ہے کہ میں رشید کے پاس گیا جب میں سلام دُعا سے فارغ ہوا تو اس نے مجھے بیٹھنے کو کہا میں اس کے پاس بیٹھا رہا یہاں تک کہ عوام چلے گئے اور اس کے خواص باقی رہ گئے اس نے مجھے کہا اے علی! کیا تو محمد اور علی کو دیکھنا چاہتا ہے، میں نے کہا امیرالمومنین مجھے ان کے دیکھنے کا بہت شوق ہے اور امیرالمومنین ان دونوں کو مجھے دکھا کر مجھ پر احسان فرمائیں گے تو اس نے ان دونوں کو حاضر کرنے کا حکم دیا۔ تھوڑی ہی دیر میں میں نے دیکھا کہ وہ افق کے دو ستاروں کی مانند سکون اور وقار سے آ رہے تھے انہوں نے اپنی نگاہیں نیچی کی ہوئی تھیں اور درمیانے قدم اُٹھاتے ہوئے وہ دونوں مجلس کے دروازے پر آ کھڑے ہوئے ان دونوں نے اپنے باپ کو سلام خلافت کہا اور اُسے اچھی دُعا دی، اس نے ان دونوں کو قریب ہونے کا حکم دیا وہ قریب ہوئے، محمد اس کی دائیں اور عبداللہ اس کی بائیں جانب ہوگیا پھر اس نے مجھے حکم دیا کہ میں ان دونوں سے امتحان کے طور پر سوال پوچھوں تو میں نے ان سے جو سوال بھی پوچھا اس کا انہوں نے بہت اچھا جواب دیا، رشید اس سے بہت خوش ہوا یہاں تک کہ میں نے خوشی کے آثار اس کے چہرے پر دیکھے، پھر اس نے مجھے کہا اے علی تو ان کے جواب اور مذہب کو کیسے پاتا ہے میں نے کہا امیرالمومنین یہ دونوں شاعر کے اس شعر کے مصداق ہیں ؎

"میں بزرگی کے دو چاندوں اور خلافت کی دو شاخوں کو دیکھ رہا ہوں جنہیں
ایک کریم اصل زینت دے رہا ہے۔"

امیرالمومنین! یہ دونوں پاکیزہ اصل کی شاخ ہیں یہ بہترین کھیتی ہے اس کی جڑیں زمین میں پیوست ہیں اور ان کا پھل میٹھا ہے، ان کا باپ روشن رو، نافذ الامر، وسیع علم اور عظیم حلم والا ہے۔ یہ دونوں اس کے حکم کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں، اس کے نور سے ضیاء حاصل کرتے ہیں۔ اس کی زبان سے بولتے ہیں اور اس کی سعادت میں پہلو بدلتے ہیں، اللہ تعالےٰ امیرالمومنین کو ان کے ذریعے فائدہ پہنچائے اور تمام اُمت آپ کی اور ان دونوں کی بقاء سے مانوس ہو پھر میں نے انہیں کہا، کیا تم دونوں شعر کی روایت بھی کرتے ہو؟ تو انہوں نے کہا ہاں، پھر محمد نے مجھے یہ شعر سُنائے ؎

"میں فقر سے بچنے والا اور تونگری میں اشتراک کرنے والا ہوں اور جو شکل

میری شکل کے موافق نہ ہو میں اُسے چھوڑ دینے والا ہوں اور میں اپنے مال کو اپنی عزت کی حفاظت کے لیے ڈھال بنا لیتا ہوں اور میں بہت فضیلت والا ہوں۔"

پھر عبداللہ نے یہ اشعار سُنائے ؎

"اس نے تجھے ملامت کرتے ہوئے صبح کی اور وہ بغیر علم کے ملامت کرتی ہے، میرے امور کا ایک مقتدر مالک ہے وہ جب چاہتا ہے آسائش دیتا ہے، بہت سے لوگ مصیبت پر رشک کرتے ہیں اور بہت سے زمانے کے مصائب کے ستائے ہوئے ہیں اور جب وہ میرے نیزے کو نیام میں کرتا ہے تو وہ سیدھا کرنے والے اوزار کو آہستہ آہستہ کاٹ دیتا ہے۔"

میں نے خلفاء کی اولاد اور اس شجرہ مبارکہ کی کسی شاخ کو ان دونوں سے بڑھ کر حفظ کی ہوئی چیز کو طاقت لسانی اور حسنِ الفاظ کے ساتھ ادائیگی پر زیادہ مقتدر نہیں پایا اور میں نے ان دونوں کے لیے بہت دُعائیں کیں، رشید نے میری دُعا پر آمین کہی اور پھر ان دونوں کو اپنے گلے لگا لیا پھر جب اس نے اپنے ہاتھ کو پھیلایا تو میں نے آنسوؤں کو اس کے سینے پر گرتے دیکھا پھر اس نے ان دونوں کو باہر چلے جانے کا حکم دیا جب وہ چلے گئے تو اس نے میری طرف متوجہ ہو کر کہا ان دونوں کے متعلق قضاو قدر کا فیصلہ ہو چکا ہے اور آسمانی تقدیریں نازل ہو چکی ہیں اور مدت اپنی میعاد کو پہنچ گئی ہے، ان دونوں میں اختلاف اور دُشمنی پیدا ہو چکی ہے پھر وہ ان دونوں کے متعلق باتیں کرتا رہا کہ خونریزی ہو گی اور لوگ مقتول ہوں گے اور عورتوں کی بے پردگی ہو گی اور بہت سے زندہ خواہش کریں گے کہ وہ مُردوں میں ہوتے، میں نے کہا امیرالمومنین کیا یہ باتیں اس لیے ہوں گی کہ ان کی پیدائش پر کوئی نظارہ دیکھا گیا ہے یا امیرالمومنین کو ان کی پیدائش کے بارے میں کوئی روایت ملی ہے؟ اس نے کہا نہیں خدا کی قسم یہ سب کچھ ایک ضروری روایت کی وجہ سے ہو گا جسے علماء نے اوصیاء سے اور اوصیاء نے انبیاء سے روایت کیا ہے۔

امین کے مؤدب احمر نحوی کو رشید کی وصیت

احمر نحوی بیان کرتا ہے کہ رشید نے اپنے بیٹے محمد امین کی تربیت کے لیے مجھے پیغام بھیجا جب میں اس کے پاس گیا تو اس نے کہا اے احمر!

امیر المومنین نے اپنی جان اور اپنا جگر گوشہ تیرے سپرد کیا ہے لہٰذا تیرا ہاتھ اس پر کھلا رہے اور تیری اطاعت کرنا اس پر واجب ہے اور تو اس کے لیے ایسا ہو جا جہاں امیر المومنین نے تجھے رکھا ہے اسے قرآن پڑھا آثار سے روشناس کرا اشعار کی روایت سکھا سنن کی تعلیم دے، کلام کے مواقع کی بصیرت بخش، اور بے موقع ہنسنے سے منع کر، اسے بتاؤ کہ جب بنی ہاشم کے مشائخ اس کے پاس آئیں تو ان کی تعظیم کرنا، جب جرنیل اس کی مجلس میں آئیں تو ان کی نشستوں کو بلند کرنا اور ہاں جس گھڑی تجھے کوئی فائدہ حاصل ہو اسے بھی اس سے فائدہ پہنچاؤ مگر جھوٹ نہ بولنا، اس سے تو اسے کند ذہن کر دے گا اور اس سے زیادہ چشم پوشی نہ کرنا کہ وہ بے کاری سے مالوف ہو جائے گا اسے حتی المقدور قرب اور نرمی سے سیدھا کرنا اگر وہ ان دونوں باتوں سے نہ مانے تو سختی اور شدت اختیار کرنا۔

العمانی کا، رشید کو امین کے تجدید عہد پر آمادہ کرنا

کہتے ہیں کہ العمانی شاعر رشید کی موجودگی میں تقریر کے لیے کھڑا ہوا، وہ مسلسل محمد (امین) کی تعریف کرتا رہا اور اسے، اس کے تجدید عہد کے لیے آمادہ کرتا رہا جب وہ اپنی بات ختم کر چکا تو رشید نے اسے کہا اے عمانی تجھے اس کے ولایت عہد کی خوشخبری ہو، اس نے کہا امیر المومنین خدا کی قسم میں اس طرح خوش ہوا ہوں جیسے گھاس بارش سے اور کم بچوں والی عورت بچے سے اور کمزور مریض صحت یاب ہونے سے خوش ہوتا ہے کیونکہ وہ لاثانی ہے وہ اپنی بزرگی کو بچانے والا اور اپنے دادا کا شبیہ ہے اس نے پوچھا عبد اللہ کے متعلق تیری کیا رائے ہے اس نے جواب دیا وہ چراگاہ ہے مگر سعدان بوٹی کی طرح نہیں رشید نے مسکرا کر کہا اللہ اس کا بُرا کرے کون بدو ہے جس نے اسے رغبت کے مواقع بتائے ہیں خدا کی قسم میں عبد اللہ میں منصور کی دانش مندی کا، مہدی کا زہد اور ہادی کی عزت نفس کو دیکھتا ہوں، خدا کی قسم اگر اللہ چاہتا کہ میں اس کے متعلق چوتھی بات بیان کروں تو میں اس کے متعلق بیان کر دیتا۔

اس کے ولایت عہد کے متعلق رشید کی خواہش

اصمعی بیان کرتا ہے کہ ایک شب میں رشید سے باتیں کر رہا تھا کہ میں نے اسے بہت مضطرب دیکھا وہ کبھی بیٹھتا، کبھی لیٹ جاتا اور کبھی رونے

لگ جاتا پھر کہنے لگا ؎

"اللہ کے بندوں کے امور کو کسی قابل اعتماد آدمی کے سپرد کر، جو کمزور اور تنگ دل نہ ہو اور بے وقوف لوگوں کی بات کو چھوڑ دے جب قوم ایک بات کو سمجھ جاتی ہے تو وہ اُسے نہیں سمجھ پاتے"

میں نے جب اس کی یہ بات سُنی تو مجھے معلوم ہوگیا کہ وہ کوئی عظیم کام کرنا چاہتا ہے پھر اس نے مسرور خادم سے کہا کہ یحییٰ کو میرے پاس لاؤ، وہ فوراً آگیا تو اس نے کہا اے ابوالفضل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بغیر وصیت کے فوت ہو گئے اس وقت اسلام جوان، ایمان تازہ اور عرب متحد تھے، اللہ تعالیٰ نے انہیں خوف کے بعد امن اور ذلت کے بعد عزت دی تھی، پھر جلد ہی عرب عوام حضرت ابوبکرؓ پر ٹوٹ پڑے اور تو آپ کے حالات کو جانتا ہی ہے، پھر حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کو حکومت دے دی تو اُمت نے انہیں تسلیم کر لیا اور ان کی خلافت کو پسند کیا پھر حضرت عمرؓ نے شوریٰ بنائی، پھر ان کے بعد فتنے پیدا ہو گئے یہاں تک کہ خلافت نااہل لوگوں کے پاس چلی گئی اور میں نے اس عہد کی تصحیح کرنے اور اسے اس آدمی کے سپرد کرنے کی طرف توجہ کی ہے جس کی سیرت مجھے پسند ہو اور جس کے حسنِ سیاست پر مجھے اعتماد ہو اور جس کی کمزوری سے مجھے بے خوفی ہو اور وہ عبداللہ ہے، لیکن بنو ہاشم محمد کی طرف میلان رکھتے ہیں حالانکہ وہ اپنی خواہشات کا مطیع و منقاد اپنی بھوک کے مطابق تصرف کرنے والا، فضول خرچ اور عورتوں اور لونڈیوں کو اپنی رائے میں شامل کرنے والا ہے جب کہ عبداللہ پسندیدہ اطوار، پختہ رائے اور بڑے بڑے کاموں میں قابل اعتماد آدمی ہے اب اگر عبداللہ کی طرف مائل ہوتا ہوں تو بنو ہاشم کو ناراض کرتا ہوں اور اگر اکیلے محمد کو حکومت دیتا ہوں تو اس کے رعیت میں گڑبڑ کرنے سے میں بے خوف نہیں ہوں، اس بارے میں مجھے ایسا مشورہ دو جس کا فائدہ ہمہ گیر ہو کیونکہ تو باریک بین اور بابرکت رائے والا ہے اس نے کہا امیر المومنین! اس عہد کے سوا، ہر لغزش کی معافی ہو سکتی ہے اور ہر رائے کی تلافی ہو سکتی ہے کیونکہ اس میں لغزش و خطاء سے بچا نہیں جا سکتا اس بارے میں غور و فکر کے لیے کوئی اور مجلس ہونی چاہیے، رشید نے سمجھ لیا کہ وہ تخلیہ چاہتا ہے تو اس نے مجھے پیچھے ہٹ جانے کا حکم دیا، میں اُٹھ کر ایک طرف جا کر بیٹھ گیا جہاں سے میں ان دونوں کی باتوں کو سن سکتا تھا، وہ طویل گفتگو کرتے رہے یہاں تک کہ رات گزر گئی اور وہ اس فیصلہ پر کہ محمد (امین) کے

بعد حکومت عبداللہ (مامون) کے لیے ہوگی، اُٹھے، اُمّ جعفر نے رشید کے پاس آکر کہا کہ تو نے اپنے بیٹے محمد کو عراق کا والی بنا کر اور اُسے فوج اور جرنیلوں سے الگ کر کے اس کے ساتھ انصاف نہیں کیا تو نے یہ چیزیں عبداللہ کو دے دی ہیں تو اس نے اُسے کہا تجھے مردوں کے جانچنے اور ان کے اعمال میں تمیز کرنے کا کچھ پتہ نہیں ہے، میں نے تیرے بیٹے کو صلح و آشتی کا اور عبداللہ کو جنگ کا حاکم بنایا ہے اور جنگ کرنے والا، صلح کرنے والے کی نسبت جوانوں کا زیادہ محتاج ہوتا ہے اور مزید یہ کہ عبداللہ کے بعد ہم تیرے بیٹے کے متعلق خوف محسوس کرتے ہیں اگر تیرے بیٹے کے بعد عبداللہ کی بیعت ہو تو ہمیں کچھ خوف نہیں محسوس ہوتا۔

۱۸۶ھ کو رشید اپنے دونوں ولیعہدوں امین اور مامون کے ساتھ حج کو گیا اور دونوں کے عہد ناموں کو لکھ کر کعبہ میں لٹکا دیا۔

رشید کا کعبہ میں عہد کی دستاویز کو لٹکانا

ابراہیم الحجبی سے بیان کیا گیا ہے کہ جب دستاویز کو کعبہ میں لٹکانے کے لیے اُونچا کیا گیا تو وہ گر پڑی، میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ اُونچا ہونے سے پہلے ہی گر گئی ہے یہ کام اپنی تکمیل سے قبل ہی بگڑ جائے گا۔

سعید بن عامر بصری سے بیان کیا گیا ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے اس سال حج کیا اور لوگوں نے کعبہ میں عہد نامے کے معاملے کو بڑی بات خیال کیا میں نے ہذیل کے ایک آدمی کو دیکھا جو اپنے اُونٹ کو چلاتے ہوئے کہہ رہا تھا کہ ؎

"بیعت کے عہد کو توڑ دیا گیا ہے اور فتنے کی آتش کو بھڑکا دیا گیا ہے۔"

میں نے اُسے کہا تیرا بُرا ہو تو کیا کہہ رہا ہے اس نے جواب دیا میں کہہ رہا ہوں کہ عنقریب تلواریں سونتی جائیں گی اور فتنہ پیدا ہوگا اور حکومت کے بارے میں جھگڑا پیدا ہوگا، میں نے کہا تجھے یہ کیسے معلوم ہوا ہے اس نے جواب دیا کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اونٹ کھڑا ہوا ہے دو آدمی آپس میں جھگڑ رہے ہیں اور دو کوّے خون پر گر کر لتھڑ جاتے ہیں خدا کی قسم اس بات کا انجام جنگ کے سوا اور کچھ نہ ہوگا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ جب امین نے رشید کے کہنے کے مطابق حلف اُٹھا لیا اور اس نے کعبہ سے باہر جانے کا ارادہ کیا تو جعفر بن یحییٰ نے اُسے جواب دیتے ہوئے کہا

کہ اگر تو نے اپنے بھائی سے خیانت کی تو اللہ تعالیٰ تجھے بے یار و مددگار چھوڑ دے گا، اس نے یہ بات اس کے تین بار حلف اٹھانے پر تین بار کہی، اسی وجہ سے ام جعفر، یحییٰ سے کینہ رکھتی تھی وہ بھی رشید کو اس کے خلاف برانگیختہ کرنے والوں میں سے ایک تھی، مسعودی بیان کرتا ہے کہ ۱۸۱ھ میں رشید نے مامون کے بعد اپنے بیٹے قاسم کے لیے ولیعہدی کی بیعت لی۔ جب مامون کو خلافت ملی تو قاسم کا معاملہ مامون کے ہاتھ میں آ گیا چاہے اُسے برقرار رکھے چاہے اسے دست بردار کرا دے۔

فضیل بن عیاض کی وفات

۱۸۷ھ میں حضرت فضیل بن عیاض نے وفات پائی ان کی کنیت ابو علی اور وطن خراسان تھا وہاں سے آپ کوفہ آ گئے تھے، آپ نے منصور بن المعتمر وغیرہ سے سماع کیا تھا پھر عبادت کے لیے گوشہ نشینی اختیار کر لی اور مکہ چلے گئے اور وہیں فوت ہوئے سفیان بن عیینہ بیان کرتا ہے کہ ہمیں رشید نے بلایا ہم اس کے پاس گئے ہمارے بعد فضیل آئے انہوں نے چادر سے اپنا سر ڈھانپا ہوا تھا اور مجھے کہنے لگے اے سفیان ان میں سے امیر المومنین کون ہے؟ میں نے رشید کی طرف اشارہ کر کے کہا یہ امیر المومنین ہیں تو انہوں نے رشید سے کہا اے خوب صورت چہرے والے تیرے ہاتھ اور گردن میں اس اُمت کا معاملہ ہے، تو نے ایک عظیم امر کی ذمہ داری لی ہے تو رشید رو پڑا پھر اس نے ہم میں سے ہر آدمی کو ایک ایک تھیلی دی فضیل کے سوا سب آدمیوں نے تھیلیوں کو قبول کر لیا، رشید نے اُسے کہا اے ابو علی اگر تو اُسے اپنے لیے جائز نہیں سمجھتا تو اسے کسی قرض دار کو دے دینا، کسی بھوکے کو سیر کر دینا یا کسی ننگے کو کپڑا پہنا دینا، مگر انہوں نے تھیلی لینے سے معافی چاہی، جب ہم باہر نکلے تو میں نے انہیں کہا اے ابو علی، آپ نے غلطی کی ہے آپ اُسے لے کر نیکی کے راستے پر خرچ کر دیتے تو انہوں نے میری ڈاڑھی پکڑ لی پھر کہنے لگے اسے ابو محمد تو ملک کا فقیہ اور منظور نظر ہو کر اس قسم کی غلط بات کہتا ہے اگر یہ تھیلی ان لوگوں کے لیے طیب ہوتی تو میرے لیے بھی طیب ہوتی۔

موسیٰ بن جعفر کی وفات

موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب، رشید کی حکومت کے پندرہ سال گزرنے پر ۱۸۶ھ میں ۵۴ سال کی عمر میں بغداد میں زہر خورانی سے وفات پا گئے، ہم نے رسالہ "بیان اسماء الائمۃ القطعیۃ من الشیعۃ" میں ان کے اور ان کی ماؤں کے نام اور قبور کی جگہوں اور عمروں کے اندازوں

کو بیان کیا ہے اور یہ کہ ان میں سے ہر کوئی اپنے باپ کے ساتھ کتنا عرصہ زندہ رہا ہے اور کس نے اپنے اجداد کو پایا ہے، اسے بھی بیان کیا ہے۔

رشید کے متعلق العتابی کے اشعار

کلثوم العتابی، رشید کے متعلق اپنے اشعار میں کہتا ہے ؎

" وہ ایک ایسا امام ہے جس کی ہتھیلی کی انگلیاں دین کے عصا کو پکڑے رکھتی ہیں جس کی لکڑی نیکی کرنے سے ردی کی گئی ہے، وہ ایک آنکھ ہے جس کی نگاہ مخلوق کا احاطہ کیے ہوئے ہے خواہ وہ مخلوق نزدیک ہو یا دور اس کے لیے ایک جیسی بات ہے وہ بیدار آدمی سے زیادہ سنتا ہے اور رات شور سے کرتے گزارتا ہے اور اس کے اندر امانتیں ہیں جن کے بارے میں وہ تدابیر کرتا ہے جب کوئی شخص مصیبت کی تہہ سے اسے پکارتا ہے تو وہ اس کی بات کو سنتا ہے اور اسے کافی ہو جاتا ہے اور اسے دوبارہ آواز نہیں دینی پڑتی۔"

العتابی کا ابونواس سے چڑنا

یموت بن مزرع بیان کرتا ہے کہ مجھے خالد نے عمرو بن بحر جاحظ سے بتایا وہ کہتا تھا کہ عتابی، ابونواس کی قدر و منزلت سے چڑتا تھا، ایک دن ابونواس کے ساقی نے اسے کہا تو ابونواس کی قدر و منزلت سے کیسے چڑتا ہے اس نے تو یہ اشعار کہے ہیں ؎

" جب ہم کسی اچھے کام کی وجہ سے تیری تعریف کرتے ہیں تو تو ہماری تعریف سے بالا ہوتا ہے اور جب ہم تیرے سوا، کسی اور کی مدح کریں تو ہماری مراد تو ہی ہوتا ہے۔"

عتابی نے کہا یہ سرقہ ہے، اس نے کہا کس کا، اس نے کہا ابو الہذیل الجمعی کا، اس نے کہا وہاں پر کیا کہتا ہے؟ اس نے کہا وہ وہاں پر کہتا ہے ؎

" اور جب کسی کو کہا جاتا ہے کہ کیا ہی اچھا نوجوان ہے تو اس اچھے سے مراد ابن مغیرہ ہوتا ہے عورتیں اس جیسا جوان جننے سے بانجھ ہو گئی ہیں۔"

اس نے کہا اس نے یہ بہت اچھا کہا ہے کہ ؎

" وہ شراب ان کے جوڑوں میں اس طرح چلتی ہے جیسے صحت، بیماری کے اندر چلتی ہے۔"

اس نے کہا یہ بھی سرقہ ہے اس نے پوچھا کس کا، اس نے کہا شوسہ فقعی کا، اس نے

کہا وہ کیا کہتا ہے اس نے کہا وہ کہتا ہے کہ ؎

"جب کوئی بیمار اس کے ڈاٹ کو کھولتا ہے تو اس میں اس کی صحت چڑھ جاتی ہے اور وہ سیدھا ہو جاتا ہے اور اگر اس میں سے کچھ شراب اندر چلی جائے تو میں خیال کرتا ہوں کہ وہ گذشتہ ایام میں بھی بیمار نہ تھا۔"

اس نے کہا اس نے یہ بہت اچھا کہا ہے کہ ؎

"اموال صرف اس لیے پیدا کیے گئے ہیں کہ ان کی ہتھیلیاں انہیں خرچ کریں اور ان کے پاؤں، منبر کی لکڑیوں کے لیے پیدا کیے گئے ہیں۔"

اس نے کہا یہ بھی سرقہ ہے اس نے کہا کس کا اس نے کہا مروان بن ابی حفصہ کا، اس نے کہا وہ کیا کہتا ہے اس نے کہا وہ کہتا ہے۔

"کہ اموال صرف اس لیے پیدا کیے گئے ہیں کہ ان کی ہتھیلیاں انہیں خرچ کریں اور ان کی زبانیں عالمانہ گفتگو کے لیے پیدا کی گئی ہیں اور وہ سخاوت میں ایک روز ہواؤں سے مقابلہ کرتے ہیں اور دوسرے روز فصیح الکلام خطیب سے۔"

راوی بیان کرتا ہے کہ ابو نواس کا ساتھی خاموش ہو گیا اور اگر وہ اس کے سب اشعار بھی سناتا تو وہ اسے سرقہ کہہ دیتا۔

ابوالعتاہیہ اور عتبہ

ابوالعباس احمد بن یحییٰ ثعلب بیان کرتا ہے کہ ابوالعتاہیہ، عتبہ کے بارے میں رشید سے بہت سوال کیا کرتا تھا تو اس نے اس سے وعدہ کیا کہ وہ اس سے اس کی شادی کرا دے گا نیز یہ کہ وہ اس سے اس بارے میں دریافت کرے گا، اگر اس نے قبول کر لیا تو وہ اسے جہیز دے گا اور اسے بہت سامال دے گا پھر رشید کسی کام میں مشغول ہو گیا اور ابوالعتاہیہ اس تک باریابی حاصل نہ کر سکا تو اس نے مسرور خادم کو تین پنکھے دیے وہ انہیں لے کر مسکراتے ہوئے رشید کے پاس لے گیا وہ پنکھے اکٹھے تھے، اس نے ان میں سے ایک پر یہ تحریر پڑھی۔

"اور میں نے اپنی ضرورت کے لیے ہوا کو سونگھا تو میں نے اس میں اس کی دونوں ہتھیلیوں کی خوشبو محسوس کی۔"

رشید نے کہا ، خبیث نے بہت ہی اچھا شعر کہا ہے اور دوسرے پنکھے پر لکھا تھا

"میں نے اپنے آپ کو تیری اُمید کے ساتھ وابستہ کر دیا ہے جو تیز چال
نہیں رکھتی کہ مجھے اور نشانات کو تیری طرف لے جائے ۔"

اس نے کہا اس نے بہت اچھا شعر کہا ہے اور تیسرے پنکھے پر لکھا تھا

"میں بسا اوقات مایوس ہو جاتا ہوں پھر میں کہتا ہوں مایوس نہ ہو جو شخص
کامیابی کا ضامن ہوا ہے وہ شریف آدمی ہے ۔"

رشید نے کہا اللہ اس کا ستیاناس کرے اس نے کیا ہی اچھا شعر کہا ہے پھر اس نے اُسے بُلایا اور کہا اے ابو العتاہیہ میں تیرا ضامن ہوا تھا ، اور کل انشاء اللہ ہم تیری ضرورت کو پورا کر دیں گے اس نے عتبہ کی طرف پیغام بھیجا کہ مجھے تجھ سے کچھ کام ہے ، رات کو اپنے گھر پر میرا انتظار کرنا ، اس نے اس بات کو بہت بڑا خیال کیا اور اس کے پاس معافی طلب کرتی ہوئی آئی ، رشید نے حلف اُٹھا کر کہا کہ وہ اس سے اپنی ضرورت کا ذکر اس کے گھر پر ہی کرے گا جب رات ہوئی تو وہ اپنے خادمانِ خاص کے ساتھ اس کے پاس گیا اور اس سے کہنے لگا میں اس وقت تک تجھ سے اپنی ضرورت کا ذکر نہیں کروں گا جب تک تو اس کے پورا کرنے کی ضمانت نہ دے اس نے کہا میں آپ کی لونڈی ہوں اور ابو العتاہیہ کے معاملے کے سوا ، آپ کا ہر حکم مجھ پر نافذ ہو گا کیونکہ میں نے تیرے باپ رضی اللہ عنہ کے سامنے ہر وہ قسم اُٹھائی ہے جو ہر نیک اور بُرا آدمی اُٹھاتا ہے اور برہنہ پا بیت اللہ کی طرف جانے کی قسم کھائی ہے اور جب میں ایک حج ادا کر چکتی ہوں تو دوسرا حج مجھ پر واجب ہو جاتا ہے اور میں کفارہ پر اکتفا نہیں کرتی ، جب آپ کوئی چیز بھیجتے ہیں تو میں اُسے صدقہ کر دیتی ہوں ہاں جس چیز پر میں نماز پڑھتی ہوں اُسے صدقہ نہیں کرتی پھر وہ رشید کے سامنے رونے لگ گئی تو اُسے اس پر رحم آگیا اور وہ واپس چلا گیا اور دوسرے دن صبح کو ابو العتاہیہ اس کے پاس گیا اُسے اپنی کامیابی پر یقین تھا تو رشید نے اُسے کہا خدا کی قسم میں نے تیرے معاملے میں کوئی کوتاہی نہیں کی اور مسرور ، حسین اور رشید وغیرہ اس بات کے گواہ ہیں اور اس نے اُسے تفصیل کے ساتھ سارا واقعہ سُنایا ۔ ابو العتاہیہ کہتا ہے کہ جب اس نے مجھے یہ واقعہ سُنایا تو میں کچھ دیر ٹھہرا رہا مجھے اپنے بارے میں کچھ خبر نہ تھی کہ میں کہاں ہوں پھر میں نے کہا کہ اب میں اس سے مایوس ہو گیا ہوں کیونکہ

اس نے آپ کو جواب دے دیا ہے اور مجھے معلوم ہے کہ آپ کے بعد وہ کسی کی بات نہیں مانے گی، تب ابوالعتاہیہ نے اونی لباس پہن لیا اور اس بارے میں یہ شعر کہے ۔

"میں نے تجھ سے اُمیدیں منقطع کر لی ہیں اور سواری کی پشت سے اپنا کجاوہ اتار لیا ہے اور میں اپنی پسلیوں کے درمیان مایوسی کی ٹھنڈک محسوس کرتا ہوں اور اب میں سفر و حضر سے بے نیاز ہو گیا ہوں۔"

بیان کیا جاتا ہے کہ جب عتبہ کے متعلق ابوالعتاہیہ کے اس شعر کے بارے میں رشید کو اطلاع ملی کہ ۔

"لوگو! اس بات کو سن لو کہ خلیفہ کی ایک ہرنی نے مجھے شکار کر لیا ہے اور میں خلیفہ کی ہرنی پر کوئی زیادتی نہیں کر سکتا۔"

تو رشید نے غضب ناک ہو کر کہا کیا وہ ہم سے ٹھٹھا کرتا ہے اس نے یہ لغو حرکت کی ہے اور اس کے قید کرنے کا حکم دے دیا اور اُسے منجاب کے سپرد کر دیا جو سزا دینے پر مقرر تھا وہ بڑا بد خو اور سخت مزاج آدمی تھا تو ابوالعتاہیہ نے کہا ۔

"اے منجاب مجھے سزا دینے میں جلدی نہ کر، یہ حکم اس کی رائے سے نہیں دیا گیا بلکہ میرے خیال میں یہ اس کے آسمان کی بجلی کے آثار میں سے ہے۔"

جب قید خانے میں اس کا قیام طویل ہو گیا تو اس نے کہا ۔

"تو تو صرف رحمت اور سلامتی ہے اللہ تعالیٰ تجھے زینت و عزت میں زیادہ کرے مجھے بتایا گیا ہے کہ تو مجھ سے راضی ہو گیا ہے پس کون مجھے تیری رضامندی کی نشانی دکھائے۔"

رشید نے کہا اس کے باپ کی قسم اگر میں اُسے دیکھتا تو قید نہ کرتا، میں نے صرف اس لیے اُسے قید کیا ہے کہ وہ مجھے نظر نہیں آتا تھا اور اس کے چھوڑ دینے کا حکم دے دیا۔

اور ابوالعتاہیہ کہتا ہے ۔

"ہمیں موت کے ذکر کے وقت ڈر لگتا ہے اور ہم دنیا سے دھوکا کھا کر لہو و لعب میں مشغول ہو جاتے ہیں اور ہم دنیا کے بیٹے ہیں حالانکہ ہمیں کسی اور بات کے لیے پیدا کیا گیا ہے اور میں جس حال میں ہوں یہ ایک محبوب چیز ہے۔"

پھر وہ کہتا ہے ؎

"اس کی موتیں گھات میں ہیں اور اس کا عیش مکدر ہے اور اس کی مشقت کم داد و دہش والی ہے اور اس کی حکومت جانے والی ہے۔"

پھر کہتا ہے ؎

"آدمی کا لمبی عمر پانا ایسا ہی ہے جیسے کپڑا نیا ہونے کے بعد بوسیدہ ہو جاتا ہے اور اس بیدار ہونے والے پر تعجب ہے جو اس چیز کو ضائع کر دیتا ہے جو اُسے سونے کے دن کام آنے والی ہے۔"

اور کہتا ہے ؎

"دنیا کی خیانت سے بے خوف نہ ہو وہ تیری طرح کے کئی آدمیوں سے پہلے خیانت کر چکی ہے، تمام دنیا اس کی مذمت پر متفق ہے مگر میں ان میں سے کسی کو تارک الدنیا نہیں پاتا۔"

اور کہتا ہے ؎

"تو صرف عاریۃً چیزیں لینے والا ہے جنہیں تو عنقریب واپس کرے گا اور عاریۃً لی ہوئی چیز واپس کی جاتی ہے وہ شخص زندگی کی لذت کا کیسے خواہشمند ہو سکتا ہے جس کے سانس گنے ہوئے ہیں۔"

اور کہتا ہے ؎

"تیری زندگی کے سانس گنے ہوئے ہیں اور جب ایک سانس ان میں سے لیا جاتا ہے تو اس کا ایک جز کم ہو جاتا ہے اور جو چیز ہر آن تجھے زندہ رکھے ہوئے ہے وہی تجھے مارے گی اور تجھے وہ حدی خوان حدی سنائے گا جو تجھ سے ٹھٹھا نہیں کرے گا۔"

"اے موت میں تجھ سے کوئی چارا نہیں پاتا اور میں خوفزدہ کرنے والی چیز کے پاس آؤں گا اور تو کنارہ کشی نہیں کرے گی، تو نے میرے بڑھاپے پر اس طرح حملہ کیا ہے جیسے بڑھاپے نے میری جوانی پر حملہ کیا تھا۔"

اور کہتا ہے ؎

"جن باتوں کو میں بھول چکا ہوں ان میں موت کو بھی بھول گیا ہوں گویا میں

نے کسی کو مرتے دیکھا ہی نہیں کیا ہر زندہ کا انجام موت نہیں پھر مجھے کیا ہو گیا ہے کہ میں کھو جانے والی چیزوں کی طرف جلدی نہیں کرتا۔"

اور کہتا ہے ؎

"مجھے خاموش قبریں نصیحت کرتی ہیں اور قبر میں پوشیدہ رہنے والے تجھے رُلاتے ہیں اور بوسیدہ ہڈیوں اور قیدی صورتوں سے بات کرتی ہیں۔ اور قبروں میں تجھے تیری قبر دکھلاتی ہیں حالانکہ تو زندہ ہے اور ابھی فوت نہیں ہوا۔"

اور کہتا ہے ؎

"اور گھر کو چونا گچ کرنے والا اس لیے چونا گچ کرتا ہے کہ اس کے سائے تلے قیام کرے مگر اس نے تو قبروں میں تو سکونت اختیار کر لی ہے اور اس کا گھر آباد نہیں ہوا۔"

اسحٰق موصلی کا رشید کو گانا سنانا اسحٰق بن ابراہیم موصلی بیان کرتا ہے کہ ایک شب میں رشید کو گانا سُنا رہا تھا کہ وہ میرے گانے سے جھوم اُٹھا اور کہنے لگا، گانا گاتے جاؤ، میں مسلسل گاتا رہا یہاں تک کہ وہ سو گیا اور میں بھی خاموش ہو گیا، میں نے اپنی سارنگی اپنی گود میں رکھ لی اور اپنی جگہ پر بیٹھ گیا، کیا دیکھتا ہوں کہ ایک خوبرو دراز قد جوان ریشمی لباس زیب تن کیے، خوب صورت ہیئت کے ساتھ داخل ہوا اور سلام کہہ کر بیٹھ گیا میں اس کے اس جگہ پر اس وقت بلا اجازت آنے پر بہت متعجب ہوا، پھر میں نے اپنے دل میں کہا شاید یہ رشید کا کوئی بیٹا ہو جسے ہم نہ جانتے ہوں، ہم نے اُسے نہ دیکھا ہو، اس نے سارنگی کی طرف ہاتھ بڑھایا اور اُسے لے کر اپنی گود میں رکھ لیا اور اُسے بجانے لگا، میں نے دیکھا کہ اس نے سارنگی کو سب مخلوق سے خوب صورت طریق پر بجایا پھر اس نے اُسے دُرست کیا، میں نہیں جانتا کہ اس نے کیا دُرست کیا پھر اس نے ایک ضرب لگائی تو میرے کانوں نے اس سے بہتر آواز نہ سُنی تھی پھر وہ گاتا ہوا اُٹھ کھڑا ہوا ؎

"اے دوستو! مجھے جُدا ہونے سے پہلے بار بار پلاؤ اور مجھے صاف اور خالص شراب لا کر پلاؤ، قریب ہے کہ صبح کی روشنی، تاریکی کو رسوا کر دے

اور رات کی قمیص پھٹ جائے۔"

پھر اس نے سارنگی کو اپنی گود سے رکھ دیا اور کہنے لگا "ارے اپنی ماں کی شرمگاہ کو کاٹ کھانے والے، جب تو گانا گائے تو اس طرح گایا کر" پھر وہ باہر چلا گیا میں اس کے پیچھے پیچھے چل پڑا، میں نے دربان سے کہا ابھی یہاں سے کون جوان باہر گیا ہے اس نے کہا نہ یہاں پر کوئی آیا ہے اور نہ گیا ہے میں نے کہا ابھی میرے سامنے سے ایک نوجوان گزرا ہے جو اس طرح کا تھا اس نے کہا خدا کی قسم نہ کوئی اندر آیا ہے اور نہ باہر گیا ہے تو میں حیران ہو کر رہ گیا اور اپنی جگہ پر واپس آ گیا اور رشید نے بیدار ہو کر پوچھا تیرا کیا حال ہے تو میں نے اُسے سب واقعہ سنایا تو وہ حیران رہ گیا اور کہنے لگا تو کسی شیطان سے ملا ہے پھر کہنے لگا مجھے دوبارہ وہ گانا سناؤ، میں نے دوبارہ گانا سنایا تو وہ خوشی سے جھوم جھوم گیا اور مجھے انعام دینے کا حکم دیا اور میں واپس چلا آیا۔

رشید کے ہاں گلوکاروں کی ایک پارٹی

ابراہیم موصلی بیان کرتا ہے کہ ایک روز رشید نے گلوکاروں کو جمع کیا سب رؤسا بھی حاضر تھے، میں بھی ان میں موجود تھا ہمارے ساتھ مسکین مدنی بھی موجود تھا جو ابو صدقہ کے نام سے مشہور تھا اور بڑی اچھی سُر میں گاتا تھا، رشید نے نبیذ کے نشہ میں سُر کی تجویز پیش کی اور ستار نواز ابن جامع کو اس سُر میں گانے کا حکم دیا اس نے گایا مگر وہ خوش نہ ہوا پھر گلوکاروں کی پارٹی نے اس سُر میں گایا مگر اُسے مزا نہ آیا تو ستار نواز نے مسکین مدنی سے کہا کہ امیر المومنین تجھے حکم دیتے ہیں کہ اگر تو اس سُر میں اچھی طرح گا سکتا ہے تو گانا گا، ابراہیم بیان کرتا ہے کہ اس نے کھڑے ہو کر گایا تو ہم سب حیرت سے خاموش ہو گئے کہ اس نے ہماری موجودگی میں کس جرأت کے ساتھ اس سُر میں گایا ہے جس میں ہم خلیفہ کے منشا کو پورا نہیں کر سکے، ابراہیم بیان کرتا ہے کہ جب وہ گانے سے فارغ ہوا تو میں نے رشید کو بلند آواز سے کہتے سنا، ارے مسکین اسے دوبارہ گاؤ تو اس نے پوری دلجمعی اور قوت و نشاط کے ساتھ اسے دوبارہ گایا اور نہایت شان دار رنگ میں گایا تو رشید نے کہا ارے مسکین تو نے کمال کر دیا ہے اور ستارہ ہمارے اور اس کے درمیان رکھ دی گئی، مسکین کہنے لگا امیر المومنین! اس سُر کا ایک عجیب واقعہ ہے اس نے کہا، وہ کیا وہ کہنے لگا کہ میں آلِ زبیر کے ایک آدمی کا درزی غلام تھا میرے آقا نے مجھ پر ٹیکس لگایا ہوا تھا اور میں اُسے

ہر روز دو درہم دیا کرتا تھا، جب میں ٹیکس دے دیتا تو میں اپنی ضروریات میں لگ جاتا، میں گانے کا بہت شوقین اور دلدادہ تھا ایک روز میں نے ایک طالبی کی قمیص سلائی کی تو اس نے مجھے دو درہم دیے اور میں نے صبح کا کھانا اس کے ہاں کھایا، اس نے مجھے کئی پیالے شراب پلائی، میں خوش خوش وہاں سے نکلا تو مجھے ایک سیاہ فام لونڈی ملی جس کی گردن پر ایک گھڑا تھا اور وہ اس شعر میں گا رہی تھی پس اس نے مجھے ہر انسانی حاجت سے غافل کر دیا میں نے اُسے کہا تجھے اس قبر اور منبر والے کی قسم کہ تو مجھے اس شعر میں گانا سُنا اس نے جواب دیا کہ اس قبر و منبر والے کی قسم ہے کہ میں دو درہم لیے بغیر یہ گانا نہیں سناؤں گی امیرالمومنین! خدا کی قسم میں نے دونوں درہم نکال کر اُسے دیے تو اس نے گھڑے کو اپنے کندھے سے اُتارا اور کھڑی ہو گئی اور وہ مسلسل اسے دہراتی رہی یہاں تک کہ یہ میرے سینے میں تحریر ہو گیا پھر میں اپنے آقا کے پاس واپس آیا تو اس نے مجھے کہا اپنا ٹیکس لاؤ میں نے کہا وہ تو اس اس طرح خرچ ہو گیا ہے اس نے کہا، بکواسی! کیا میں نے تجھے پہلے نہیں کہا تھا کہ میں ایک حبہ کی کمی کے متعلق بھی تیرا عذر قبول نہیں کروں گا؟ اس نے مجھے منہ کے بل گرا لیا اور مجھے پوری قوت کے ساتھ پچاس سوٹیاں ماریں اور میرے سر اور ڈاڑھی کو مونڈھ دیا، امیرالمومنین! میں نے نہایت بُرے حال میں رات گزاری اور تکلیف کے باعث مجھے شعر بھی بھول گئی، جب صبح ہوئی تو میں اس جگہ کی طرف گیا جہاں میں اُسے ملا تھا میں حیران کھڑا تھا کیونکہ میں اس کے نام اور گھر سے واقف نہ تھا، اچانک میں نے اُسے آتے ہوئے دیکھ لیا تو مجھے تمام تکلیف بھول گئی اور میں اس کی طرف چل پڑا اس نے کہا رب کعبہ کی قسم کیا تو وہ شعر بھول گیا ہے، میں نے کہا، جو بات تو نے کہی ہے وہی ہوئی ہے اور میں نے اُسے وہ سب حال بتایا جو میرے ساتھ سر اور ڈاڑھی منڈانے کے معاملے میں گزرا تھا، اس نے کہا، قبر اور صاحب قبر کی قسم میں دو درہم کے بغیر گانا نہ سناؤں گی، میں نے اپنی قینچی نکال کر دو درہم میں اس کے پاس رہن رکھ دی تو اس نے اپنے سر سے گھڑا اُتارا اور کھڑی ہو گئی اور گانے لگی پھر کہنے لگی میرا خیال ہے کہ تو چار درہم کے بدلے میں خلیفہ سے چار ہزار دینار لے گا پھر وہ گانے اور گھڑا بجانے لگی اور مسلسل اس گانے کو دہراتی رہی یہاں تک کہ وہ گانا میرے سینے میں پیوست ہو گیا پھر وہ چلی گئی اور میں ڈرتا ہوا اپنے آقا کے پاس واپس آ گیا اس نے کہا اپنا ٹیکس لاؤ تو میری زبان خشک ہو گئی، اس نے کہا بکواسی! جو کچھ تیرے ساتھ کل گزری ہے کیا وہ تیرے لیے کافی نہیں ہوئی،

میں نے کہا میں تجھے بتاتا ہوں کہ میں نے اپنے کل اور آج کے ٹیکس میں یہ شعر خریدی ہے اور میں نے گانا شروع کر دیا، اس نے مجھے کہا تیرا بُرا ہو، تمہارے پاس دو دن سے یہ شعر موجود ہے اور تُو نے مجھے بتایا نہیں اس کی بیوی کی طلاق ہو اگر تو مجھے کل بتاتا تو میں تجھے آزاد کر دیتا، اب یہ تیرے بال اُگنے تک میں نے تجھے معاف کیا، راوی بیان کرتا ہے کہ رشید ہنس کر کہنے لگا تو ہلاک ہو جائے مجھے معلوم نہیں تیری بات اچھی ہے یا تیرا گانا اچھا ہے، اور جو کچھ سیاہ فام لونڈی نے کہا تھا اس کی ادائیگی کا حکم میں نے تیرے لیے دے دیا ہے تو وہ مال لے کر واپس چلا گیا، شعر یہ ہیں ؎

"فرودگاہوں پر ٹھہر کر ذرا غور کر، کیا گھروں میں کوئی فرودگاہ کا پتہ دینے والا ہے، گھروں میں بوسیدگی کے کوئی آثار نہیں اور میں دیکھ رہا ہوں کہ عنقریب میں بوسیدگی کو محل میں اُٹھاؤں گا۔"

رشید کا گھوڑ دوڑ کرانا

ایک روز رشید نے رقہ میں گھوڑ دوڑ کروائی، جب گھوڑے چھوڑ دیے گئے تو وہ میدان کے درمیان اپنی جگہ پر آ گیا جہاں گھوڑے اس کے پاس آ گئے وہ اپنے گھوڑے پر کھڑا ہو گیا اور ان کے آگے آگے اسبقت لے جانے والے گھوڑے تھے جنہیں سوار برابر چال میں چلا رہے تھے اور کوئی ایک دوسرے سے آگے نہ بڑھتا تھا اس نے غور سے دیکھ کر کہا خدا کی قسم میرا گھوڑا پھر اس نے دوسرے پر غور کیا تو کہنے لگا میرے بیٹے مامون کا گھوڑا، دونوں گھوڑے لگام کی رسیاں چباتے ہوئے گھوڑوں کے آگے نکل آتے، رشید کا گھوڑا اول اور مامون کا دوم تھا، اس بات سے وہ بہت خوش ہوا پھر اس کے بعد اور گھوڑے آئے جب یہ مجلس اختتام پذیر ہوئی تو اس نے واپسی کا ارادہ کر لیا۔

اصمعی نے —— جو اس موقع پر موجود تھا اور اس نے فضل بن ربیع کے لیے رشید کی خوشی کو دیکھا تھا —— کہا، اے ابو العباس! یہ ایک ایسا دن ہے میں چاہتا ہوں کہ تُو مجھے امیر المومنین تک پہنچا دے فضل نے کھڑے ہو کر کہا امیر المومنین! یہ اصمعی دو گھوڑوں کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے امیر المومنین کے سرور میں اضافہ کرے، اس نے کہا، لاؤ کیا کہنا چاہتے ہو؟ جب یہ قریب ہوا تو اس نے کہا اصمعی تمہارے پاس کیا ہے اس نے جواب دیا امیر المومنین! آپ اور آپ کا بیٹا آج گھوڑوں پر اس

طرح تھے جیسے خنساء کہتی ہے کہ :-

"اس نے اپنے باپ سے مقابلہ کیا پس وہ دونوں آئے اور وہ دونوں چادر پر پہنچنے کے بارے میں جھگڑ رہے تھے وہ جب نکلے تو یوں معلوم ہوتا تھا کہ دو باز گھونسلے پر گرے ہیں اس کے والد کے چہرے کا پہلو آگے تھا اور وہ اپنی سرکشی میں دوڑے جا رہا تھا اگر اُسے عمر کی بڑائی اور بڑھاپے کا خیال نہ ہوتا تو اس کا اس کے قریب آنا اولیٰ تھا۔"

مچھلی کا تھال ایک ہزار درہم میں

ابراہیم بن مہدی بیان کرتا ہے کہ میں نے رقہ میں رشید سے ملاقات کو کہا تو وہ میری ملاقات کے لیے آیا وہ ٹھنڈے کھانے سے پہلے گرم کھانا کھاتا تھا جب میں ٹھنڈے کھانے رکھ چکا تو اس نے اپنے نزدیکی کھانوں میں مچھلی کے ٹکڑوں کی طرح کے ٹکڑوں کا ایک جام دیکھا تو اس نے ٹکڑوں کو چھوٹا خیال کیا اور کہنے لگا تو نے مچھلی کے ٹکڑوں کی طرح اپنا تھال کیوں چھوٹا کیا ہے میں نے کہا امیر المومنین! یہ مچھلی کی زبانیں ہیں اس نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ اس جام میں سو زبانیں ہیں تو اس کے خادم مراقب نے کہا امیر المومنین! اس میں ڈیڑھ سو سے زیادہ زبانیں ہیں تو اس نے اُسے مچھلی کی قیمت کے متعلق قسم لی تو اس نے بتایا کہ وہ ایک ہزار درہم سے زیادہ کا ذمہ دار ہے پس رشید نے اپنا ہاتھ اُٹھا لیا اور قسم کھائی کہ جب تک وہ ایک ہزار درہم نہ لائے کوئی چیز نہیں کھائے گا، جب مال آگیا تو اس نے اُسے صدقہ کرنے کا حکم دے دیا اور کہنے لگا کہ میں اُمید کرتا ہوں کہ یہ تیرے اس اسراف کا کفارہ ہوگا جو تو نے مچھلی کے ایک جام پر خرچ کیا ہے پھر اس نے ایک خادم کو جام پکڑا کر کہا میرے بھائی کے گھر سے نکل جا اور جو سائل تجھے سب سے پہلے ملے اُسے یہ دے دینا" ابراہیم کہتا ہے کہ رشید نے وہ جام ۲۷۰ دینار میں خریدا تھا، میں نے اپنے ایک خادم کو اس خادم کے ساتھ باہر نکلنے کا اشارہ کیا تاکہ یہ جام جس کو ملے اس سے وہ خرید لے، رشید نے یہ بات سمجھ لی تو اس نے اُسے کہا اے غلام جب تو یہ کسی سائل کو دے تو اُسے کہنا امیر المومنین تجھے کہتے ہیں کہ اسے دو سو دینار سے کم قیمت میں فروخت نہ کرنا، کیونکہ یہ اس سے بہتر ہے تو خادم نے ایسے ہی کیا، خدا کی قسم میرا خادم اس سائل سے دو سو دینار سے کم میں وہ جام نہ خرید سکا۔

اچھے اور بُرے نام

ابراہیم بن مہدی بیان کرتا ہے کہ میں اور رشید جنگی کشتی پر بیٹھے تھے

وہ موصل کی طرف جانا چاہتا تھا کھینچنے والے اُسے کھینچ رہے تھے، شطرنج ہمارے سامنے پڑی تھی، جب ہم فارغ ہوئے تو رشید نے مجھے کہا ابراہیم! تیرے نزدیک اچھے نام کونسے ہیں، میں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام، اس نے کہا اس کے بعد دوسرا نام، میں نے کہا امیر المومنین کا نام ہارون اس نے کہا برے نام کون سے ہیں، میں نے کہا ابراہیم تو اس نے مجھے ڈانٹ کر کہا تو ہلاک ہوجائے کیا یہ ابراہیم خلیل اللہ کا نام نہیں، میں نے کہا اس نام کی نحوست کی وجہ سے انہیں نمرود سے بہت تکالیف اُٹھانی پڑیں اس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے کا نام ابراہیم تھا میں نے کہا بلاشبہ جب اُسے یہ نام دیا گیا تو وہ زندہ نہ رہا اس نے کہا امام ابراہیم، میں نے کہا اس نام کی بدبختی کی وجہ سے مروان جعدی نے اُسے چونے کے برتن میں قتل کر دیا اور امیر المومنین! میں آپ کو مزید بتاتا ہوں کہ ابراہیم بن ولید دست بردار ہوا ابراہیم بن عبداللہ بن حسن قتل ہوا اور میں نے اس نام کے آدمی کو مقتول، مضروب اور جلا وطن ہی دیکھا ہے اور ابھی میری بات ختم نہ ہوئی تھی کہ میں نے ایک ملاح کو ایک کشتی پر بلند آواز سے کہتے سُنا اے ابراہیم اے عاقل اس اس طرح اس نے ماں سے مہلت حاصل کی، تو رشید میری طرف متوجہ ہوا میں نے کہا امیر المومنین کیا آپ نے میرے قول کی تصدیق کر لی ہے کہ منحوس ترین نام ابراہیم ہے تو وہ ہنس پڑا یہاں تک کہ اپنے پاؤں سے زمین کریدنے لگا۔

امراء سے مخاطب ہونے کا طریق

راوی بیان کرتا ہے کہ میں ایک روز اس کے ہاں موجود تھا کہ عبداللہ کا ایلچی آیا اس کے ساتھ خیزران کی طرف بھیجے گئے رومالوں سے ڈھکے ہوئے خوان تھے اور ایک خط بھی تھا جسے رشید پڑھ کر کہنے لگا اللہ تعالیٰ اس سے حسن سلوک کرے اور صلہ دے میں نے کہا امیر المومنین! یہ کون ہے کہ جس کے شکریہ کو آپ نے لمبا کر دیا ہے یہاں تک کہ ہم آپ کو اس کے شکر جمیل میں شامل کرنے لگے ہیں، اس نے کہا یہ عبداللہ بن صالح ہے پھر اس نے رومال اُٹھایا تو خوان ایک دوسرے کے اُوپر پڑے تھے ان میں سے ایک میں کشمش، دوسرے میں بندق (ایک درخت کا پھل ہے) اور دیگر پھل تھے، میں نے کہا امیر المومنین اس میں ایسی کون سی نیکی ہے جس کی وجہ سے وہ اس دُعا کا مستحق ہے ہاں اگر خط میں کوئی چیز ہو تو اس کا مجھے علم نہیں تو اس نے خط میری طرف پھینک دیا اس میں لکھا تھا کہ امیر المومنین میرے گھر میں میرا ایک باغ ہے جسے میں نے آپ کے احسان سے آباد کیا ہے اس

کے پھل پک چکے ہیں میں نے اس کا ہر پھل لے کر اور اسے لکڑی کے تھالوں میں رکھ کر امیر المومنین کی طرف بھیجا ہے تاکہ آپ کی دعا کی برکت اسی طرح میری طرف پہنچے جیسے آپ کے حسن سلوک کے عطیے مجھے پہنچے ہیں، میں نے کہا خدا کی قسم اس میں کوئی ایسی بات نہیں جس کی وجہ سے اس دعا کا مستحق ہو اس نے کہا اے بے عقل کیا تو نے نہیں دیکھا کہ کس طرح اس نے ہماری ماں خیزران کو عظمت دینے کے لیے ڈالیوں سے مراد خیزران لی ہے (اس نے اپنے خط میں "قضبان" (ڈالی) کا لفظ استعمال کیا تھا)

ایک آدمی کا رشید کو واقعہ سنانا اور اس کا اُسے چار ہزار دینار بدلہ دینا

روایت ہے کہ بنی امیہ کا ایک آدمی رشید کے لیے راستہ میں کھڑا تھا اس کے ہاتھ میں قصہ کہانیوں کی مانند ایک کتاب تھی جس میں چار شعر لکھے تھے۔

"اے اللہ کے امین، میں راست باز، عقل مند اور صاحب حسب کے قول کا قائل ہوں۔ آپ کو ہم پر فضیلت حاصل ہے اور ہمیں آپ کی وجہ سے سب عربوں پہ فضیلت حاصل ہے، عبد شمس، ہاشم کے پیچھے چلتا تھا اور وہ ماں باپ کے پیروکار تھے پس ہم سے صلہ رحمی کرو کہ عبد شمس، عبد المطلب کا چچا تھا۔"

رشید نے ان اشعار کو اچھا سمجھا اور اُسے ہر شعر کے عوض ایک ہزار دینار دینے کا حکم دیا اور کہا اگر تو ہمیں زیادہ شعر سناتا تو ہم تجھے زیادہ دیتے۔

کھجور کا نبیذ اچھا ہے یا تازہ کھجور؟

ایک روز رشید، قاضی ابو یوسف اور عبد الوہاب کوفی مجلس میں بیٹھے تھے کہ تازہ کھجور کا تذکرہ چل پڑا تو ابو یوسف نے کہا کھجور کا نبیذ تازہ کھجور سے اچھا ہے۔ عبد الوہاب نے کہا تازہ کھجور زیادہ اچھی ہے، رشید نے کہا کھانا حاضر کرو۔

اس نے وہاں موجود بنی ہاشم کے کئی آدمیوں کو بھی بلایا ان سب نے نبیذ کو ترجیح دی اور تازہ کھجور کو چھوڑ دیا تو رشید نے کہا اے ابو عبد الرحمن انہوں نے بغیر علم کے تیرے خلاف فیصلہ دے دیا ہے، عبد الرحمن نے کہا میں نے اس سے زیادہ ردی کھجور کبھی دیکھی ہی نہیں، ابو یوسف کہنے لگے نبیذ اور کھجوریں جب اکٹھی ہو جائیں تو ایسی ہی ہو جاتی ہیں۔

تعزیت و تہنیت عبدالملک بن صالح رشید کے پاس آیا تو دربان نے اُسے کہا کہ آج شب امیرالمومنین کو ایک بچے کا صدمہ پہنچا ہے اور ایک بچہ ان کے ہاں پیدا ہوا ہے پس ان کی تعزیت کرو، وہ اس کے سامنے کھڑا ہوا تو کہنے لگا امیرالمومنین! اللہ نے جس بات کا آپ کو صدمہ پہنچایا ہے اس میں خوشی عطا کرے اور اسے صابر کے لیے ثواب اور شکر گزار کی جزا بنا دے۔

رشید کی بیماری جب رشید کی بیماری بڑھ گئی اور وہ ۱۹۳ھ میں طوس چلا گیا تو اطباء نے اس کی بیماری کو معمولی بتایا، اس نے وہاں موجود ایک ایرانی طبیب کو بلا بھیجا اور اسے متعدد لوگوں کی پیشاب کی بوتلوں میں اپنے پیشاب کی بوتل بھی دکھائی۔ جب طبیب اس کی شیشی کے پاس پہنچا تو اس نے کہا اس پیشاب والے کو کہہ دو کہ وہ مرنے والا ہے اُسے چاہیے کہ وصیت کر دے وہ اس بیماری سے شفا نہیں پا سکتا، رشید رو پڑا اور ان دو اشعار کو بار بار پڑھنے لگا۔

"طبیب اپنی طب اور دوا کے ساتھ قضا و قدر کی قابل خوف چیز کا دفاع نہیں کر سکتا، طبیب کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ اس بیماری سے مرتا ہے جس میں بیماریوں سے وہ پہلے لوگوں کو شفا دیا کرتا تھا۔"

اور اس کے ضعف میں اضافہ ہو گیا اور لوگوں نے اس کی موت کی افواہ اُڑا دی تب اس نے سواری کے لیے ایک گدھا منگوایا جب وہ اس پر بیٹھا تو اس کی رانیں پھیل گئیں اور وہ زین پر نہ ٹھہر سکا، تو اس نے کہا مجھے اتار دو، افواہ اُڑانے والوں نے سچ کہا ہے پھر اس نے کفن منگوائے اور ان میں ایک کفن کو پسند کیا اور قبر کھودنے کا حکم دیا جب اس نے قبر میں دیکھا تو کہنے لگا ما اغنی عنی مالیہ، ھلك عنی سلطانیہ[1] —— پھر اس نے میرے بھائی رافع کو بلایا اور کہنے لگا تم نے مجھے بے قرار کر دیا ہے یہاں تک کہ میں نے اپنی بیماری اور کمزوری کے باعث اس سفر کی مشقت برداشت کی رافع بن لیث کے بھائی نے اس کے خلاف بغاوت کی تھی، اس نے کہا میں تجھے ایسے قتل کروں گا کہ کسی کو تجھ سے پہلے اس طرح

---

[1] نہ کفایت کیا مجھ کو میرے مال نے، جاتی رہی مجھ سے میری سلطنت۔ (الحاقہ۔ آیت ۲۸، ۲۹)

قتل نہ کیا گیا ہوگا پھر اس کے حکم سے اس کا ایک ایک عضو الگ کیا گیا، اس کے بعد رافع نے مامون سے امان لے لی ۔ ہم اس کے واقعہ کو کسی اور کتاب میں بیان کر چکے ہیں پھر اس نے اپنی فوج کے ہاشمیوں کو بُلا کر کہا، تمام مخلوق مرنے والی ہے اور ہر نئی چیز پُرانی ہونے والی ہے اور جو مصیبت مجھ پر نازل ہو چکی ہے تم اُسے دیکھ رہے ہو میں تمہیں تین باتوں کی وصیت کرتا ہوں اپنی امانتوں کی حفاظت کرو ۔ اپنے ائمہ کے خیر خواہ بنو، متحد رہو، اور محمد اور عبداللہ (ابین اور مامون) پر نظر رکھو ان میں سے جو اپنے ساتھی کے خلاف بغاوت کرے اُسے بغاوت سے روک دو اور اس کی بغاوت اور عہد شکنی کو بڑا سمجھو، اس نے اس روز بہت سے اموال، جاگیریں اور مکانات لوگوں کو دیے۔

ابو العتاہیہ اشعار میں رشید پر گریہ کناں ہے

الریاشی بیان کرتا ہے کہ اصمعی نے کہا میں رشید کے پاس گیا وہ ایک کتاب دیکھ رہا تھا اور اس کے رخساروں پر آنسو گر رہے تھے میں کھڑا رہا یہاں تک کہ وہ پُر سکون ہو گیا اور اس نے متوجہ ہو کر کہا اے اصمعی بیٹھ جاؤ، کیا جو کچھ ہوا ہے تو نے دیکھا ہے میں نے کہا ہاں، امیر المومنین، اس نے کہا خدا کی قسم اگر یہ رونا کسی دنیا کے کام کے لیے ہوتا تو تُو اُسے نہ دیکھتا پھر اس نے ایک کاغذ پھینکا جس میں ابو العتاہیہ میں جلی خط سے یہ اشعار لکھے تھے ۔

"کیا تو اس شخص سے عبرت پکڑنے والا ہے جب وہ صبح کو گذر گیا تو اس سے حویلیاں خالی ہو گئیں اور جب موت نے اُسے پچھاڑ دیا تو اس کے قبیلے نے اس سے برأت کا اظہار کیا ۔ اور جس سے تخت اور منبر خالی ہو گئے، بادشاہ اور دُوسرے لوگ کہاں ہیں وہ بھی اسی جگہ چلے گئے جہاں تو جانے والا ہے اے اپنی لذت کے لیے دنیا کو ترجیح دینے والے اور فخر میں مقابلہ کے لیے تیاری کرنے والے، جو کچھ دنیا سے حاصل کر سکتا ہے کرے، کیونکہ اس کا انجام موت ہے۔"

پھر رشید کہنے لگا یوں معلوم ہوتا ہے کہ میں لوگوں کے سوا کسی اور مخلوق کو مخاطب کر رہا ہوں اس کے تھوڑی دیر بعد وہ فوت ہو گیا۔

مسعودی بیان کرتا ہے کہ ہم نے رشید کے جامع اور مختصر حالات گذشتہ کتب

اور اس کتاب میں لکھ دیے ہیں لیکن ہم نے گذشتہ کتب سے اس کتاب میں برامکہ کے حالات کے بارے میں کچھ نہیں لکھا اب ہم الگ باب میں ان کے مختصر حالات لکھیں گے اور ان کے اچھے اور بُرے دنوں کا ذکر کریں گے، ہم ان کے دیگر شاندار حالات کو اپنی گذشتہ کتب میں بیان کر چکے ہیں۔ واللہ ولی التوفیق۔

برامکہ کے مختصر حالات

ان کا چیدہ آدمی ــــ خالد بن برمک

برمک کے بیٹوں میں سے کوئی ایک بھی جودت رائے، دلیری اور عادات میں خالد کے مقام کو حاصل نہیں کر سکا، نہ یحییٰ اپنی رائے اور وفور عقل کے باعث اس کے مقام کو حاصل کر سکا ہے نہ فضل اپنی جود وسخا میں اس کی ہمسری کر سکا ہے نہ محمد بن یحییٰ اپنی خوشی اور علو ہمتی میں اس تک پہنچ سکا اور نہ موسیٰ بن یحییٰ اپنی شجاعت و بسالت میں اس کا لگا کھا سکا ہے جن لوگوں کا ہم نے ذکر کیا ہے ان کے متعلق ابو الغول شاعر کا قول ہے ؎

"یحییٰ بن خالد کے چاروں لڑکے سردار اور متبوع ہیں اور جب تو ان کے متعلق پوچھے تو ان سب میں بھلائی، متفرق اور مجموعی طور پر پائی جاتی ہے۔"

ان کی نکبت کا سبب

جب ہارون خلیفہ بنا تو اس نے برامکہ کو وزیر بنایا پس اُنہوں نے اپنے پاس اموال کو اکٹھا کر لیا حتیٰ کہ اگر رشید کو تھوڑے سے مال کی بھی ضرورت ہوتی تو وہ اسے حاصل نہیں کر سکتا تھا چنانچہ ۱۸۷ھ میں وہ ان پر ٹوٹ پڑا، اس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ وہ کیوں ان پر ٹوٹ پڑا، بعض کہتے ہیں کہ اموال کے جمع کرنے کی وجہ سے، اور بعض کہتے ہیں کہ ایک طالبی شخص ان کے قبضہ میں تھا جسے انہوں نے چھوڑ دیا تھا اور بعض کچھ اور اسباب بیان کرتے ہیں۔

فضل بن یحییٰ کا شکار میں انہماک اور رشید کے حکم سے اس کے باپ کا اُسے ڈانٹنا

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک روز

خراسان سے رشید کو ڈاک کے انچارج کا خط آیا یحییٰ بن خالد اس وقت اس کے سامنے بیٹھا تھا، اس خط میں اس نے لکھا کہ فضل بن یحییٰ امور رعیت سے صرف نظر کر کے لذات اور شکار میں منہمک رہتا ہے رشید نے خط پڑھ کر یحییٰ کی طرف پھینک دیا اور اُسے کہا اباجی اس خط کو پڑھیے اور اُسے خط لکھیے کہ وہ ان باتوں سے باز آ جائے، اس نے رشید کی دوات کی طرف ہاتھ بڑھایا اور ڈاک کے انچارج کے خط کی پشت پر فضل کی طرف لکھا، اے میرے بیٹے اللہ تعالیٰ تیرا محافظ ہو اور تیری عمر دراز کرے امیر المومنین کو تیرے متعلق اطلاع مل گئی ہے کہ تو امور رعیت سے صرف نظر کر کے ہمیشہ شکار اور لذات میں منہمک رہتا ہے جسے وہ پسند نہیں کرتے، ایسی باتوں کا عادی بن جو تجھے زینت دیں جو شخص بُری یا بھلی بات کا عادی بن جاتا ہے اُسے اس کے ہمعصر اس کی عادت کی وجہ ہی سے جانتے پہچانتے ہیں والسلام۔ اور اس کے نیچے یہ اشعار لکھے ؎

"دن کو بلندیوں کے حصول میں صرف کر اور محبوب کی ملاقات نہ ہونے پر صبر کر،
یہاں تک کہ رات آ جائے اور اس میں عیوب کے چہرے مستور ہو جائیں اور جو
کچھ تو چاہتا ہے جلدی جلدی رات کو کر لے کیونکہ رات، عقل مند کا دن ہے اور
کتنے ہی نوجوانوں کو تو زاہد خیال کرتا ہے جو رات کو عجیب کام کرتے ہیں
اور رات ان پر اپنے پردے ڈال دیتی ہے اور عیش و عشرت میں شب بسر کرتا ہے احمق کی
لذت چھپی نہیں رہتی اور اس کے متعلق ہر دیکھنے والا دشمن چغلی کرتا ہے۔"

یحییٰ جو کچھ لکھ رہا تھا، رشید اُسے دیکھ رہا تھا جب وہ فارغ ہو گیا تو رشید نے کہا اباجی آپ نے کوئی کمی نہیں رہنے دی، جب فضل کے پاس خط پہنچا تو وہ دن بھر مسجد میں رہتا اور اپنے مشاغل سے باز آ گیا۔

اسحٰق بن ابراہیم موصلی بیان کرتا ہے کہ میں ایک روز رشید کے پاس تھا کہ برامکہ نے شراب منگوائی نیز یحییٰ بن خالد نے ایک لونڈی منگوائی جس نے یہ اشعار گائے کہ ؎

"میں بے خواب رہتا ہوں اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ میں بے خوابی پر عاشق ہو گیا
ہوں اور میں یوں پگھل گیا ہوں جیسے بیماری میرے لیے ہی پیدا کی گئی ہے اور
میرے آنسوؤں نے میرے دل پر گر کر اُسے غرق کر دیا ہے اے وہ شخص جو
جلتے ہوئے آدمی کو پانی میں ڈوبتے دیکھ رہا ہے۔"

رشید نے پوچھا یہ کس کے شعر ہیں، اُسے بتایا گیا کہ یہ خالد بن یزید کاتب کے ہیں، اس

نے کہا اُسے میرے پاس لاؤ، خالد بیان کرتا ہے کہ میں حاضر ہوا تو اس نے لونڈی سے کہا دوبارہ گاؤ، اس نے دوبارہ گایا تو اس نے مجھ سے پوچھا یہ شعر کس کے ہیں، میں نے کہا امیرالمومنین میرے ہیں، اسی اثناء میں ایک خادمہ سیب لے کر آئی اس پر خوشبو کے ساتھ لکھا ہوا تھا ؎

"تیری خوشی نے، تجھے میرے وعدے سے غافل کر دیا ہے، تو نے اپنے
سیب کو یاد دہانی بنا دیا ہے۔"

رشید نے دوسرا سیب لیا تو اس پر لکھا تھا ؎

"تو نے اپنے وعدے کا تقاضا کیا ہے لیکن میں نے اُسے فراموش نہیں کیا،
میرا یہ سیب، معذرت ہے۔"

پھر اس نے اُس سے کہا اے خالد! اس کے متعلق کچھ کہو تو اس نے کہا ؎
سیب سے جو موتی نکلے ہیں وہ مجھے دنیا و ما فیہا سے زیادہ مرغوب ہیں وہ
سُرخ و سفید ہے اور اس میں خوشبو لگی ہوئی ہے گویا وہ تحفہ دینے والے
کے رُخسار سے توڑا گیا ہے۔"

جعفر برمکی، اصمعی کے پاس

جاحظ ایک شخص سے روایت کرتا ہے کہ اس نے انس بن ابی شیخ سے بیان کیا وہ کہتا ہے کہ ایک روز جعفر بن یحییٰ سوار ہوا، اس نے اپنے خادم کو حکم دیا کہ وہ ایک ہزار دینار لائے اور اُسے کہا کہ میں اصمعی کے پاس جا رہا ہوں جب اصمعی مجھ سے بات کرے اور تو مجھے مسکراتا دیکھے تو ان دیناروں کو اس کے سامنے رکھ دینا، جعفر، اصمعی کے ہاں گیا اصمعی اُسے عجیب و غریب ہنسانے اور خوش کرنے والی باتیں سنانے لگا مگر وہ نہ ہنسا، اور اس کے ہاں سے چلا آیا تو انس بن ابی شیخ نے اس سے کہا میں نے آپ کی یہ عجیب بات دیکھی ہے کہ آپ نے اصمعی کے لیے ایک ہزار دینار کا حکم دیا اور اس نے ہر ہنسانے والی بات سے آپ کو ہنسانے کی کوشش کی ہے اور آپ کا یہ دستور بھی نہیں ہے کہ جو مال ایک دفعہ بیت المال سے نکل جائے اُسے آپ بیت المال میں واپس کر دیں۔ جعفر نے اُسے کہا تیرا بُرا ہو ———— پہلے ہمارے اموال سے ایک لاکھ درہم اس کے پاس پہنچ چکے ہیں، پھر بھی میں نے اس کی جگہ کو ٹوٹا پھوٹا اس کی چادر کو بوسیدہ اور اس کی نشست کو میلا کچیلا پایا ہے حالانکہ میں لسانِ حق کو اس کی زبان سے بولتے دیکھتا ہوں اور نعمت کا اظہار اس کی مدح و ہجو سے زیادہ قابلِ تعریف اور

قابل ہجو ہوتا ہے، پس جب اس کے ہاں نعمت کا اظہار ہوتا ہی نہیں اور نہ نعمت اس کی شکر گزاری کرتی ہے تو میں اُسے کس لیے دوں۔

رشید اور جعفر کے متعلق ایک شاعر کہتا ہے ؎

"چاہیے کہ رشید اپنے اختلافات کو کم کرے اور جس بات نے اس کے عہد کو کمزور کر دیا ہے وہ یہ کہ اس نے ایک بیعت کے ساتھ مزید ایک بیعت لے لی ہے اور اس بیعت کے لیے اکیلا جعفر ہی کھڑا ہوا ہے اور بنو برمک نے اس کی سلطنت کی بنیاد ڈالی ہے اور اس کے وارث کے لیے اس کے عہد کو پختہ کیا ہے۔"

یحییٰ بن خالد کی ایک مجلس

یحییٰ بن خالد، صاحب علم و معرفت اور بحث و نظر تھا اس کی ایک مجلس میں اہل اسلام کے متکلمین اور دیگر مذاہب کے لوگ بھی جمع ہوئے تھے ایک روز جب کہ یحییٰ کے ہاں ان کا اجتماع تھا اس نے انہیں کہا کہ تم نے اخفاء، ظہور، قدم و حدوث، نفی و اثبات، حرکت و سکون، اجتماع و افتراق، وجود و عدم، کشش و عدم کشش، اجسام و اعراض، جرح و تعدیل، صفات کے نفی و اثبات، استطاعت و افعال، کمیت و کیفیت، مضاف اور امامت کے متعلق کہ یہ نص سے ہے یا انتخاب سے ہے اور دیگر کلام کے اصول و فروع کے متعلق بہت کچھ بیان کر دیا ہے، اب بغیر کسی اختلاف کے عشق کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرو۔

عشق کے متعلق ان کی گفتگو

امامیہ کے مشہور متکلم علی بن ہیثم نے کہا اے وزیر، عشق، موافقت کا پھل ہے جو دو روحوں کے ملنے کی دلیل ہے وہ لطافت کے سمندر، احسان کی آسودگی اور جوہر کی صفائی سے تعلق رکھتا ہے اور اس کی وسعت کی کوئی حد نہیں، اس کی زیادتی میں جسم کا نقصان ہے۔

ابو مالک حضرمی خارجی نے کہا، اے وزیر! عشق، جادو کی پھونک ہے جو انگارے سے زیادہ گرم اور پوشیدہ ہے اور یہ دو طبیعتوں اور دو شکلوں کے باہم ملنے سے پیدا ہوتا ہے وہ دل میں اس طرح سرایت کر جاتا ہے جیسے بارش ریت کے درمیان سرایت کر جاتی ہے یہ عادات کا بادشاہ ہے عقلیں اس کی مطیع ہیں اور آراء اس کے سامنے عاجزی کرتی ہیں۔

بصریوں کے شیخ محمد بن الہذیل معتزلی نے کہا، اے وزیر! عشق دلوں اور آنکھوں پہ

مہر لگا دیتا ہے، جسم میں چڑھ جاتا ہے اور جگر میں تیزی سے اثر کرتا ہے صاحب عشق ظنون واوہام کو تبدیل کرتا رہتا ہے اس کی نظر میں کوئی چیز صاف نہیں ہوتی اور نہ کوئی اس سے خاص وعدہ کی ہوئی بات ہوتی ہے، مصائب اس کی طرف جلد آتے ہیں وہ موت کے شربت کا جرعہ گمشدگی کے حوض کا بقیہ ہوتا ہے البتہ اس کی طبیعت میں بشاشت اور اخلاق میں شائستگی ہوتی ہے اور صاحب عشق سخی ہوتا ہے، جو روکنے کے داعیہ کی طرف کان نہیں لگاتا اور نہ ہی ملامت کے داعیہ سے وہ تکلیف محسوس کرتا ہے۔

ہشام بن حکم کوفی نے جو اپنے وقت میں امامیہ کا شیخ اور اپنے دور کا بڑا صنعت کار آدمی تھا کہا: اے وزیر! عشق زمانے کا لگایا ہوا ایک جال ہے وہ اس جال کے ذریعے ان لوگوں کو شکار کرتا ہے جو مصائب میں خالص دوستی کرتے ہیں، جب کوئی عاشق اس کے پھندے میں پھنس جاتا ہے تو وہ سلامت رہنے یا جلد نجات پانے سے دور ہو جاتا ہے۔ اس کا بچاؤ اعتدال، میانہ روی اور ارادے کی پختگی سے ہوتا ہے اس کا مقتل اس کے جگر کی تہ اور دل کی جان میں ہوتا ہے وہ فصیح زبان کو گرہ ڈال دیتا ہے اور مالک کو مملوک اور آقا کو غلام بنا دیتا ہے یہاں تک کہ غلام کے لیے اس کا غلام عاجزی کرتا ہے۔

نظام ابراہیم بن لیسار معتزلی نے جو اپنے دور میں بصریوں کا دانشور تھا، کہا اے وزیر عشق، سراب سے زیادہ رقیق اور شراب سے زیادہ نرم روی والا ہے وہ معطر مٹی سے بنا ہے جسے جلالت کے برتن میں گوندھا گیا ہے، میانہ روی کی صورت میں شیریں پھل ہے اور جب زیادہ بڑھ جائے تو عقل کو خراب کرتا اور قاتل بن جاتا ہے اور ایسا لا علاج فساد بن جاتا ہے جس کی اصلاح کی امید نہیں کی جا سکتی، اس کا بادل بہت پانی والا ہوتا ہے جو دلوں پہ برستا اور فریفتگی کا گھاس اگاتا اور شوق کا پھل دیتا ہے، اس کا مارا ہوا ہمیشہ سوزش میں پڑا رہتا ہے۔ وہ تنگ حال، زمانے کو دیکھنے والا اور لمبی سوچ والا ہوتا ہے وہ رات کو بے خواب اور دن کو مضطرب ہوتا ہے اس کا روزہ مصیبت اور افطاری شکایت ہوتی ہے۔

اس کے بعد چھٹے، ساتویں، آٹھویں، نویں، دسویں اور ان کے ساتھ والے لوگوں نے اظہار خیال کیا یہاں تک کہ مختلف الفاظ متقارب اور متناسب مفہوم میں عشق اور اس کے دلائل کے بارے میں بہت طویل گفتگو ہوئی۔

عشق اور اس کی علت وقوع

مسعودی بیان کرتا ہے کہ متقدمین و متاخرین نے ابتدائے عشق اور اس کی کیفیت کے متعلق اختلاف کیا ہے کہ یہ نظریہ سماع، اختیار و اضطرار سے ہوتا ہے؟

اور نہ ہونے کے بعد اس کے ہو جانے اور ہو جانے کے بعد اس کے ختم ہو جانے کی علت کیا ہے؟ اور کیا یہ نفس ناطقہ کا فعل ہے یا جسم اور اس کی طبیعت کا؟

بقراط کا قول ہے کہ یہ دو روحوں کے ملنے کا نام ہے جس طرح پانی، اپنے ہی جیسے پانی سے مل جائے تو اُسے کسی بھی حیلے سے الگ کرنا مشکل ہوتا ہے، رُوح، پانی سے بھی زیادہ لطیف اور باریک مسلک ہے یہی وجہ ہے کہ زمانہ اُسے نہ دُور کر سکتا ہے نہ بوسیدہ کر سکتا ہے اور نہ کوئی سبب اُسے ہٹا سکتا ہے خواہ اس کا راستہ اوہام سے بھی لطیف تر ہو، اس کی جگہ آنکھوں سے پوشیدہ رہتی ہے اور عقلیں اس کی طاقت کی کیفیت سے حیران رہ جاتی ہیں ہاں اس کی ابتدائی حرکت دل سے شروع ہوتی ہے پھر وہ دیگر اعضاء میں سرایت کر جاتی ہے ہاتھ پاؤں میں لرزش، رنگ میں زردی، گفتگو میں رکاوٹ، رائے میں کمزوری اور مصیبت و لغزش پیدا ہو جاتی ہے یہاں تک کہ صاحب عشق کو نقص کی طرف منسوب کر دیا جاتا ہے۔

بعض اطباء کہتے ہیں کہ عشق ایک خواہش ہے جو دل میں پیدا ہوتی پروان چڑھتی ہے پھر اس کے ساتھ حرص بھی آملتی ہے جب یہ قوی ہو جاتی ہے تو عاشق، لڑائی جھگڑے سوچ بچار خواہشات سرگردانی، غم، تنگ دلی، تفکرات، کم کھانے، عقلی خرابی اور دماغی خشکی میں بڑھ جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک خواہش کے پیچھے لمبا عرصہ لگا رہنا خون کو جلا دیتا ہے اور خون جل کر سوداء بن جاتا ہے جب سوداء بڑھ جائے تو وہ تفکرات کو جمع کر دیتا ہے جس سے حرارت بڑھ جاتی ہے، صفراء میں التہاب پیدا ہو جاتا ہے پھر صفراء فساد خون میں بدل کر سوداء سے جا ملتا ہے اور اس کا مادہ بن کر پختہ ہو جاتا ہے اور سوداء کی طبیعت میں غور و فکر پایا جاتا ہے جب سوچ خراب ہو جائے تو کیموسات میں خرابی آجاتی ہے اور خرابی کے ملنے سے ایک رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے جس سے عقل میں کمی آجاتی ہے اور تکمیل کو نہ پہنچنے والی اُمیدیں پیدا ہو جاتی ہیں اس وقت اس کے عشق میں شدت پیدا ہو جاتی ہے تو وہ مر جاتا ہے یا خودکشی کر لیتا ہے، بسا اوقات اس کو غرغرہ آجاتا ہے جس سے

اس کی رُوح چوبیس گھنٹوں تک مخفی ہو جاتی ہے اور لوگ خیال کرتے ہیں کہ وہ مر گیا ہے اور وہ اُسے زندہ ہی دفن کر آتے ہیں، کبھی وہ لمبے لمبے سانس لیتا ہے اور اس کی رُوح اس کے دل کے خون میں پوشیدہ ہو جاتی ہے اور دل اکٹھا ہو جاتا ہے اور اس کے مرجانے تک نہیں کھلتا کبھی وہ اچانک اپنے محبوب کو دیکھ کر خوش ہو جاتا ہے ---- آپ نے کبھی کسی عاشق کو دیکھا ہو گا کہ جب وہ اپنے محبوب کے ذکر کو سُنتا ہے تو کس طرح اس کا خون دوڑنے لگتا ہے اور اس کا رنگ بدلنے لگتا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر رُوح کو گیند کی طرح گول پیدا کر کے اُسے نصف نصف کیا ہے اور ہر جسم میں اس کا نصف رکھا ہے، جب کوئی جسم اس جسم سے ملتا ہے جس میں اس کی رُوح کا نصف حصّہ ہوتا ہے تو ان کے درمیان قدیمی مناسبت کی وجہ سے عشق پیدا ہو جاتا ہے اور لوگوں کی طبائع کی کمزوری اور قوت کے باعث ان کے احوال میں تفاوت ہوتا ہے جن لوگوں نے یہ باتیں کہی ہیں اس بارے میں ان کے طویل خطبات موجود ہیں اور نفوس نوری اور بسیط جوہر ہیں اور بلندی سے اُتر کر ان جسموں میں آکر سکونت پذیر ہو گئے ہیں، نفوس، عالم ارواح میں مجاورت کے قرب و بعُد کے لحاظ سے ایک دُوسرے سے محبت کرتے ہیں۔ اس مذہب کے قائل وہ لوگ ہیں جو خود کو مسلمان کہتے ہیں اُنھوں نے اپنے پاس سے قرآن و سنت اور قیاس سے دلائل دیے ہیں ان میں سے وہ یہ آیت بھی بطور دلیل پیش کرتے ہیں کہ یاایھا النفس المطمئنۃ[1] ارجعی الیٰ ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی ہ وہ کہتے ہیں کہ کسی حال کی طرف رجوع تبھی ہو سکتا ہے کہ پہلے وہ چیز موجود ہو پھر وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک قول پیش کرتے ہیں جسے سعید بن ابی مریم نے روایت کیا ہے وہ بیان کرتا ہے کہ ہمیں یحییٰ بن سعید نے عمرہ سے اور اس نے حضرت عائشہؓ سے بتایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رُوحیں

---

[1] (ترجمہ) اے نفس مطمئنہ! لوٹ جا اپنے رب کی طرف راضی، پسند کی گئی۔ پس میرے بندوں میں داخل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا (الفجر۔ آیت ۲۸ تا ۳۰)

اکٹھے کیے ہوئے لشکر ہیں پس ان میں سے جو متعارف ہوں وہ آپس میں اکٹھے ہو جاتے ہیں اور جو نا آشنا ہوں وہ الگ ہو جاتے ہیں (عالم ارواح کی شناسائی کا اثر دنیا میں نظر آتا ہے) یہ قول اعراب کی ایک جماعت کا ہے اس بارے میں جمیل بن عبداللہ بن معمر العذری بثینہ کے متعلق کہتا ہے ؎

"ہماری پیدائش سے بھی قبل میری رُوح اس کی رُوح کے ساتھ تعلق رکھتی تھی اور ہمارے نطفہ بننے اور پنگھوڑے میں پڑنے سے بھی قبل اس سے علاقہ رکھتی تھی پس اس کی رُوح بھی ہماری رُوح کی طرح بڑھی اور نشو ونما پانے والی ہو گئی اور اگر ہم مر بھی جائیں تو بھی وہ عہد شکنی کرنے والی نہیں، وہ ہر حال میں باقی رہنے والی ہے اور قبر اور لحد کی تاریکی میں بھی ہم سے ملاقات کرنے والی ہے۔"

جالینوس کہتا ہے کہ محبت دو عاقلوں کے درمیان، عقل میں مشابہت رکھنے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے یہ دو احمقوں کے درمیان پیدا نہیں ہوتی اگرچہ وہ حماقت کی دو شکلیں ہیں اس لیے کہ عقل ایک ترتیب کے ساتھ چلتی ہے پس ان دو آدمیوں کا ایک طریق پہ متفق ہونا جائز ہوا اور حماقت ایک طریق پہ نہیں چلتی لہٰذا اس میں دو آدمیوں کا متفق ہونا جائز نہیں، ایک عرب نے عشق کی تقسیم کرتے ہوئے کہا ہے ؎

"تین دوست ہیں ایک دوست تعلق کا، دوسرا تملق کا اور تیسرا قتل کا،

بغدادی صوفیاء کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عشق کے ذریعے لوگوں کا امتحان لیا ہے تاکہ وہ جس سے محبت کرتے ہیں اس کی اطاعت میں اپنے آپ کو لگا دیں اس کی ناراضگی ان پہ گراں گزرے اور اس کی رضا انہیں خوش کرے اس سے وہ اطاعت الٰہی پہ استدلال کرتے ہیں کیونکہ اس کی کوئی نظیر و مثل نہیں کہ وہ ان کا خالق ہے ان کا محتاج نہیں، وہ ان پہ احسان کر کے انہیں رزق دینے والا ہے پس جب وہ خدا تعالیٰ کے سوا کسی اور کی اطاعت کو اپنے پہ واجب کرتے ہیں تو وہ اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ اس کی رضا کی اتباع کی جائے۔"

اس بارے میں باطنی متصوفین نے بہت کلام کیا ہے اور طویل خطبات دیے ہیں افلاطون کہتا ہے مجھے کچھ پتہ نہیں کہ عشق کیا ہوتا ہے، ہاں یہ ایک الٰہی جنون ہے اور عشق نہ اچھا ہے اور نہ بُرا ہے۔

ایک ظریف ادیب نے اپنے بھائی کو لکھا:۔

مجھے تجھ میں اپنی رُوح کا جوہر معلوم ہوا ہے اور میں بغیر لگام کے اچھی طرح تیری اطاعت کرنے والا نہیں ہوں بلکہ روح ایک دوسرے کی پیروی کرتی ہے۔ (اس لیے میں تیرا مطیع ہوں)

سلف و خلف اور ماہرین فلکیات اور مسلمانوں نے عشق کے متعلق بہت کچھ بیان کیا ہے ہم نے اس کا ذکر اپنی کتاب اخبار الزمان میں کیا ہے اور جن گذشتہ اقوام اور ممالک کو گردش روزگار نے تباہ و برباد کر دیا ہے، ہم نے عشق کے متعلق ان کے نظریات کو بھی بیان کیا ہے ہم عشق کا تذکرہ کرتے کرتے برامکہ کے حالات سے دُور چلے گئے ہیں عشق کے بارے میں جو نظریات بیان کیے گئے ہیں ان کی ایک جھلک پیش کرنے کے بعد اب ہم برامکہ کے حالات اور ان کی ترقی و تنزل کے واقعات کو بیان کرتے ہیں۔

رشید کا اپنی بہن عباسہ کا جعفر برمکی سے شادی کرنا

برامکہ کے حالات کے ماہرین نے بیان کیا ہے کہ جب جعفر بن یحییٰ بن خالد بن برمک اور یحییٰ بن خالد اور فضل وغیرہ نے حکومت میں انتہائی بلند مقام حاصل کر لیا اور ان کے معاملات دُرست ہو گئے یہاں تک کہ ان کے بارے میں کہا گیا کہ ان کا زمانہ ایسی دُلہن اور خوشی ہے جو کبھی زائل نہیں ہوتی تو رشید نے جعفر بن یحییٰ سے کہا اے جعفر تیرا بڑا ہو روئے زمین پر ایسا کوئی چہرہ نہیں جس سے میں مانوس ہوں اور نہ میں اس کی طرف میلان رکھتا ہوں۔ تیری دید سے مجھے بے حد خوشی اور لطف حاصل ہوتا ہے اور میری بہن عباسہ کا بھی میرے ہاں کچھ کم مقام نہیں اور میں نے تم دونوں کے ساتھ اپنے معاملے میں غور کیا ہے تو میں نے محسوس کیا ہے کہ نہ میں تیرے بارے میں صبر کر سکتا ہوں اور نہ اس کے بارے میں اور جس روز میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں تو تُو نے مجھے بہت کم خوش دیکھا ہو گا یہی حال میرا اس وقت ہوتا ہے جب میں تیرے ساتھ ہوتا ہوں اور میں دیکھ رہا ہوں کہ مجھے ایک بات میں سب سرور اور لذت اور انس

مل رہا ہے اس نے کہا اللہ تعالیٰ امیر المومنین کو توفیق دے۔ اور اس نے قسم کھائی کہ وہ تمام امور میں رشید کی بات مانے گا، رشید نے اُسے کہا کہ میں نے عباسہ کی شادی تیرے ساتھ کر دی ہے تو ایک مجلس میں جس میں میرے سوا، تم دونوں کے ساتھ اور کوئی نہ ہوگا۔ اس سے مجالست اور ملاقات کر سکتا ہے اور اُسے دیکھ بھی سکتا ہے، جعفر نے اس معاملہ میں کچھ پس وپیش کیا مگر اس کے بعد رشید نے اس کی شادی کر دی اور اپنے خادموں اور خاص غلاموں کو جو وہاں پر موجود تھے گواہ بنایا، رشید نے اُس سے یہ عہد و میثاق اور پختہ قسم لی کہ وہ امیر المومنین کی موجودگی کے بغیر اس سے خلوت و مجالست نہیں کرے گا اور نہ ہی وہ کسی مکان کی چھت تلے اکٹھے ہوں گے! جعفر نے یہ قسم کھالی تو اس نے خوش ہو کر اُسے گلے لگا لیا۔ جعفر امیر المومنین کی ہیبت کے باعث اپنے چہرے کو موڑ کر نظر کو پھیر کر اپنے عہد و میثاق اور قسم کو پورا کرتے ہوئے عباسہ سے ملاقات کرتا عباسہ بھی اس سے محبت کرنے لگی اور اس کے متعلق تدبیریں سوچنے لگی تب اس نے اس کی طرف رقعہ لکھا تو اس نے اس کے ایلچی کو ڈانٹا اور بُرا بھلا کہا اس نے دوبارہ رقعہ بھیجا تو اس نے دوبارہ وہی کچھ کہا جب وہ مایوس ہو گئی تو وہ اس کی ماں کے پاس گئی لیکن وہ دانش مند عورت نہیں تھی اس نے اُسے نفیس جواہرات کے تحائف اور اموال کی کثرت اور الطاف شاہانہ سے اپنی طرف مائل کیا جب اُسے یہ یقین ہو گیا کہ وہ ایک لونڈی کی طرح اس کی اطاعت کرے گی اور والدہ کی طرح اس پر مہربان ہو گی اور مشورہ دے گی تو اس نے اپنی خواہش کی تکمیل کے لیے اُسے اپنی بات کا کچھ حصہ بتایا اور اُسے یہ بھی کہا کہ اس بات کے ماننے میں اس کا نتیجہ اس کے لیے کس قدر بہتر ہوگا۔ اور اس کے بیٹے کو امیر المومنین کی مصاہرت سے کیا فخر و شرف حاصل ہوگا اور اُسے اس وہم میں بھی ڈال دیا کہ جب یہ کام ہو جائے گا تو اُسے اور اس کے بیٹے کو نعمت کے زوال اور مرتبے کے سقوط سے امان مل جائے گی،

اُم جعفر نے اس کی بات مان لی اور اس سے اس بارے میں تدبیر کرنے کا وعدہ کیا وہ اس سے بڑی ملاطفت سے پیش آتی رہی یہاں تک کہ اس نے دونوں کو اکٹھا کر دیا، ایک روز اس نے جعفر کے پاس جا کر اُسے کہا اے میرے بیٹے! مجھے بتایا گیا ہے کہ ایک محل میں ایک خدمت گار لونڈی ہے جو بادشاہوں کی تربیت یافتہ ہے اور صاحب ادب و معرفت دانش مند اور شیریں زبان ہونے کے ساتھ ساتھ حیران کن حسن و جمال سے بھی آراستہ ہے نیز سرو قد اور صفات محمودہ سے متصف ہے، میں نے تیرے لیے اس کے خریدنے

کا عزم کر لیا ہے اور میرے اور اس کے مالک کے درمیان معاملہ طے ہونے کے قریب پہنچ گیا ہے جعفر نے اس کی بات کو قبول کر لیا یہ بات اس کے دل میں بیٹھ گئی وہ اس لونڈی کا منتظر رہنے لگا لیکن اس کی ماں ٹال مٹول کرنے لگی یہاں تک کہ اس کی خواہش اور شوق نے زور پکڑ لیا، وہ ساتھ ساتھ اپنی ماں کو تحریک بھی کرتا رہا اور اس کام کی تکمیل کے لیے اس سے اصرار بھی کرتا رہا، جب اس کی ماں کو معلوم ہو گیا کہ اب اس سے صبر نہیں ہو گا اور اس کے اضطراب میں شدت پیدا ہو گئی ہے تو اس نے اُسے کہا کہ میں اُسے فلاں رات کو تیری طرف بھیج دوں گی اور اس نے عباسہ کو بھی سب بات بتا دی وہ بھی پوری طرح تیار ہو کر اس رات کو اس کے پاس گئی اس شب کو جب جعفر رشید کے پاس سے واپس آ گیا اور ابھی اسے شراب کا کچھ نشہ باقی تھا تو اس نے گھر میں داخل ہو کر لونڈی کے متعلق پوچھا تو اُسے اس کی جگہ بتا دی گئی، وہ مدہوشی کی وجہ سے اسے شکل و صورت سے بھی نہ پہچان سکا۔ اس نے اس سے اپنی حاجت پوری کی تو اس نے اُسے کہا، بادشاہوں کی لڑکیوں کے حاصل کرنے کو تو نے کیسا پایا؟ اس نے کہا کون سے بادشاہوں کی لڑکیاں تیری مراد ہیں؟ وہ اس کو کسی رومی کی بیٹی خیال کر رہا تھا اس نے اُسے کہا میں تیری خادمہ عباسہ بنت مہدی ہوں، یہ بات سن کر اس نے خوف کے مارے چھلانگ لگائی اور اس کا نشہ ہرن ہو گیا اور اس کی عقل واپس آ گئی تو وہ اپنی ماں کے پاس آیا اور کہنے لگا تو نے مجھے بڑی سستی قیمت پر فروخت کر دیا ہے اور مجھے خوفناک سواری پر سوار کرا دیا ہے اب دیکھو میرا کیا حال ہوتا ہے اور عباسہ اُس سے حاملہ ہو کر واپس چلی گئی پھر اس نے ایک بچہ جنا جس پر اپنے خادم ریاش اور برّہ دایہ کو مقرر کر دیا جب اُسے اس خبر کے مشہور ہو جانے کا خوف ہوا تو اس نے خادم، دایہ اور بچے کو مکہ بھیج دیا اور ان دونوں کو بچے کی پرورش کا حکم دیا اور جعفر کا زمانہ لمبا ہو گیا وہ اور اس کا باپ اور بھائی مملکت کے امور پر غالب آ گئے۔ رشید کی بیوی زبیدہ اُم جعفر کو رشید کے ہاں وہ مقام حاصل تھا کہ اس کے ہم پایہ لوگوں میں کوئی بھی اس سے آگے نہ تھا، یحییٰ بن خالد ہمیشہ رشید کی بیویوں کے معاملات کی ٹوہ میں رہتا تھا اور انہیں خادموں کی خدمت سے روکتا تھا زبیدہ نے رشید کے پاس شکایت کی تو اس نے یحییٰ بن خالد سے کہا ابا جان کیا وجہ ہے کہ اُم جعفر آپ کی شکایت کرتی ہے اس نے کہا امیر المومنین! آپ کی بیویوں اور محل کے معاملات آپ کے پاس ہیں مجھے ان سے کیا واسطہ ہے اس نے کہا خدا کی قسم، نہیں، اس نے کہا اس کی

بات قبول نہ کرو، رشید نے کہا میں دوبارہ آپ سے یہ بات نہیں کہوں گا تو یحییٰ اُسے رد کرنے میں اور زیادتی کرنے لگا اور کچھ سختی بھی برتنے لگا اور اس نے رات کو بیویوں کے دروازوں کو تالے لگانے کا حکم دے دیا اور چابیاں لے کر گھر چلا جاتا۔ یہ سب باتیں اُم جعفر کو پہنچیں تو اس نے ایک روز رشید کے پاس آکر کہا امیر المومنین! یحییٰ کو کون اس بات پر آمادہ کرتا ہے کہ وہ ہمیشہ مجھے میرے خادموں کے بارے میں روکتا ہے اور بے جا دخل اندازی کرتا رہتا ہے تو رشید نے اُسے کہا، یحییٰ پر میرے حرم کے بارے میں کوئی اتہام نہیں لگایا جا سکتا، اس نے کہا وہ ایسا اپنے بیٹے کو بچانے کے لیے کرتا ہے کیونکہ اس کے بیٹے نے ایک فعل کا ارتکاب کیا ہے اس نے کہا، وہ کیا؟ تو اس نے اُسے سارا واقعہ سُنایا، اور عباسہ اور جعفر کی بات بتا دی تو وہ بہت پشیمان ہوا اور کہنے لگا، کیا تمہارے پاس اس بات کی کوئی دلیل یا شاہد ہے؟ اس نے جواب دیا بچے سے بڑھ کر اور دلیل کیا ہوسکتی ہے؟ اس نے کہا بچہ کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا وہ یہیں تھا نیز اس نے کہا، تمہارے محل کی تمام لونڈیاں اس بات سے آگاہ ہیں تو وہ خاموش ہو رہا اور دل میں اس کے متعلق کینہ رکھ لیا اور ظاہر یہ کیا کہ وہ حج کو جانا چاہتا ہے، وہ اور جعفر بن یحییٰ نکلے تو عباسہ نے خادم اور دایہ کو لکھا کہ وہ بچے کو لے کر یمن چلے جائیں، جب رشید مکہ پہنچا تو اس نے بچے، دایہ اور خادم کے متعلق تحقیق و جستجو کی تو اس نے بات کو درست پایا۔ جب وہ حج کر کے واپس آیا تو اس نے برامکہ کی خوشحالی کو ختم کرنے کی دل میں ٹھان لی، اس نے کچھ عرصہ بغداد میں قیام کیا پھر انبار کی طرف چلا گیا جب وہ دن آیا جس میں اس نے جعفر کے قتل کا ارادہ کیا تھا تو اس نے سندی بن شاہک کو بُلا کر اُسے بغداد جانے کا حکم دیا اور برامکہ کے گھروں ان کے کاتبوں، بیٹوں اور قرابت داروں کے گھروں کا وکیل بنایا نیز یہ بھی کہا کہ وہ یہ کام خفیہ طور پر کرے اور بغداد پہنچنے تک کسی سے اس بارے میں بات نہ کرے، پھر اپنے قابل اعتماد مددگاروں اور گھر والوں تک یہ بات پہنچا دے ــــ سندی نے تعمیل حکم کی رشید اور جعفر انبار میں العمر مقام پر بیٹھ گئے، دونوں نے بڑی خوشی و مسرت سے دن بسر کیا جب جعفر رشید کے ہاں سے واپس آیا تو رشید سوار ہو کر اس کے پیچھے پیچھے آیا پھر رشید واپس آکر کرسی پر بیٹھ گیا اور اس نے جو احکام دینے تھے دیے۔ پھر وہ اُٹھا اور جعفر اپنے گھر کی طرف چلا گیا مگر ابھی اُسے شراب کا کچھ نشہ باقی تھا اس نے گلوکار ستار نواز ابوزکار

اور اپنے کاتب ابو شیخ کو بلوایا اور اپنے پردے گرا دیے اس کی لونڈیاں ستار کے پیچھے بیٹھ کر گانے بجانے لگیں اور ابوزکار اس کو شعر سنانے لگا۔

"لوگ ہم سے کیا چاہتے ہیں اور ہماری پروا کیوں نہیں کرتے ان کی ہمت صرف اتنی ہے کہ جو کچھ ہم دفن کر چکے ہیں اس کو ظاہر کرنے کی کوشش کریں۔"

رشید نے اسی وقت اپنے خادم یاسر کو جو رخلہ کے نام سے مشہور تھا کہا کہ میں تجھے ایک کام کا حکم دینے والا ہوں جس کی محمد اور قاسم اہلیت نہیں رکھتے میں نے تجھے کام کا کرنے والا پایا ہے لہٰذا میرے ظن کو صحیح ثابت کر دے اور میرے حکم کی خلاف ورزی سے ڈر، کیونکہ یہ بات میرے ہاں تیرے مقام کو گرانے اور تیرے حال کو ابتر کرنے کا سبب بن جائیں گی" اس نے کہا امیر المومنین اگر آپ مجھے حکم دیں کہ میں آپ کے سامنے اپنے پیٹ میں تلوار گھونپ کر پشت کی طرف سے نکال دوں تو میں ایسا کر گذروں گا آپ مجھے حکم دیجیے خدا کی قسم مجھے بہت جلدی ہے، رشید نے کہا کیا تم جعفر برمکی کو نہیں جانتے؟ اس نے کہا امیر المومنین! کیا میں اس کے سوا کسی کو جانتا ہوں؟ یا جعفر جیسا آدمی پہچانے بغیر رہ سکتا ہے اس نے کہا، کیا تو نے دیکھا نہیں کہ اس کے جانے کے وقت میں اس کے پیچھے گیا تھا اس نے کہا بے شک، اس نے کہا ابھی جاؤ اور وہ کسی بھی حالت میں ہو اس کا سر میرے پاس لے کر آؤ، یاسر بات نہ سمجھ سکا اور کانپنے لگا، وہ کھڑا ہو گیا اُسے کچھ جواب نہ سوجھتا تھا رشید نے کہا یاسر! کیا میں نے پہلے تجھے نہیں کہا تھا کہ میرے حکم کی خلاف ورزی نہ کرنا اس نے کہا بے شک امیر المومنین کہا تھا، لیکن بات اس سے بہت بڑی ہے اور جو کام امیر المومنین نے میرے سپرد کیا ہے میں چاہتا ہوں کہ کاش میں اس کے کرنے سے پہلے مر گیا ہوتا، اس نے کہا، ان باتوں کو چھوڑ اور میں نے تجھے حکم دیا ہے اُسے کر، یاسر چلا گیا اور جعفر کے پاس پہنچ گیا وہ اپنے کھیل میں مشغول تھا، اس نے اُسے کہا کہ امیر المومنین نے مجھے تیرے بارے میں اس اس طرح حکم دیا ہے، جعفر نے کہا امیر المومنین میرے ساتھ کئی قسم کا مزاح کرتے رہتے ہیں میرے خیال میں یہ بھی اسی قسم کا مذاق ہے اس نے کہا خدا کی قسم میں نے اُسے سنجیدہ پایا ہے اس نے کہا اگر ایسی ہی بات ہے جیسی تُو نے کہی ہے تو پھر وہ نشے میں ہوں گے اس نے کہا خدا کی قسم مجھے ان کی عقل میں کوئی فتور نظر نہیں آیا اور نہ ہی انہوں نے آج نبیذ پیا ہے بلکہ میں نے انہیں عبادت کرتے دیکھا ہے اس نے غلام سے کہا تجھ پر میرے کچھ حقوق ہیں جن کا تو نے کبھی بدلہ نہیں دیا اس نے کہا مجھے جلدی بتاؤ مگر وہ بات امیر المومنین کے

کے خلاف نہ ہو اس نے کہا اُسے واپس جاکر بتادو کہ میں نے حکم کے مطابق کام کر دیا ہے اگر وہ نادم ہو جائیں تو میری زندگی تیرے ہاتھوں باقی رہے گی اور تجھے میرے ہاں سے از سرِ نو انعام ملے گا اور اگر تو نے اس حکم کو نافذ کرنا ہے جو تجھے دیا گیا ہے تو یہ کام کل کر لینا، اس نے کہا ایسا نہیں ہو سکتا اس نے کہا میں تیرے ساتھ امیر المومنین کے خیمے تک چلتا ہوں اور میں وہاں کھڑا ہو جاؤں گا جہاں سے میں ان کی گفتگو کو سُن سکوں جب تو عذر کرے گا اور وہ میرا سر لائے بغیر تجھ سے راضی نہ ہوں گے تو باہر نکل کر قریب سے میرا سر پکڑ لینا، اس نے کہا تو ٹھیک ہے چنانچہ دونوں رشید کے خیمے تک گئے اور یاسر نے اس کے پاس جاکر کہا امیر المومنین! میں اس کا سر لے آیا ہوں اور یہ ہے وہ آپ کے سامنے، اس نے اُسے کہا اُسے میرے پاس لاؤ وگرنہ خدا کی قسم میں تجھے اس کے قتل کرنے سے پہلے قتل کر دوں گا اس نے باہر نکل کر اس سے کہا تم نے بات سُن لی ہے؟ اس نے کہا جو حکم تجھے ملا ہے اب اس کے متعلق سوچنا تمہارا کام ہے، جعفر نے اپنی آستین سے ایک چھوٹا سا رومال نکالا اور اُسے اپنی آنکھوں پر باندھ لیا اور اپنی گردن بڑھائی تو یاسر نے اُسے تلوار ماری اور اس کا سر رشید کے پاس لے گیا، جب اس نے اس کے سر کو اپنے سامنے دیکھا تو اس کی طرف متوجہ ہو کر اس کے گناہوں کا تذکرہ کرنے لگا اے یاسر! فلاں فلاں شخص کو میرے پاس لاؤ جب وہ ان کو لے آیا تو اس نے انہیں کہا، یاسر کو قتل کر دو، کیونکہ میں جعفر کے قاتل کو نہیں دیکھ سکتا۔

اصمعی کہتا ہے کہ رشید نے اس شب مجھے بھی پیغام بھیجا جب میں اس کے پاس گیا تو اس نے کہا اے اصمعی میں نے شعر کہے ہیں انہیں سُنو میں نے کہا امیر المومنین بہت اچھا، تو اس نے یہ شعر سُنائے ؎

"اگر جعفر ہلاکت کے اسباب سے ڈر جاتا تو وہ لمبی ٹانگوں والے اور لگام دیے ہوئے گھوڑے کے ذریعے اپنی جان کو بچا لیتا جو شخص موت سے ڈر جاتا ہے اس تک بڑی عمر کا عذاب نہیں پہنچ سکتا لیکن جب اس کا وقت قریب آگیا تو منجم اس سے زمانے کی سختیوں کو دور نہ کر سکا۔"

اصمعی بیان کرتا ہے کہ میں اپنے گھر واپس چلا آیا اور میں اس وقت تک اس کے پاس نہ گیا جب تک لوگوں نے جعفر کے قتل کی باتیں نہ شروع کر دیں، اسی رات کی صبح خراسان میں علی بن عیسیٰ بن ہامان کو محل کے دروازے پر قتل کیا گیا جس میں جعفر کو قتل کیا گیا تھا اس

نے جلی قلم سے برامکہ کے متعلق لکھا ؎

"بنو برمک کے مساکین پر زمانہ کے حادثات ٹوٹ پڑے اور ہمارے لیے ان کے معاملے میں سامانِ عبرت ہے پس محل کے رہنے والے کو عبرت حاصل کرنی چاہیے۔"

برامکہ کی مدتِ حکومت اور شعراء کا ان کے مرثیے کہنا

مسعودی بیان کرتا ہے کہ برامکہ کے اچھے دنوں اور حکومت کا زمانہ ہارون الرشید کے خلیفہ بننے سے لے کر جعفر بن یحییٰ بن خالد بن برمک کے قتل ہونے تک ۱۷ سال ، ۷ ماہ ۱۵ دن بنتا ہے۔ شعراء نے ان کے بہت سے مرثیے کہے اور ان کے زمانے کا ذکر کیا ، علی بن معاذ کہتا ہے ؎

"اے زمانے سے فریب کھانے والے زمانہ بڑا فریب کار اور گردشوں والا ہے ، زمانے اور اس کے حملوں سے بے خوف نہ ہو اور محتاط ہو کر رہ اور اگر تو اس کی گردشوں سے ناآشنا ہے تو پل پر مصلوب ہونے والے کو دیکھ اس میں عقل و فکر رکھنے والے کے لیے عبرت ہے ، اور دنیا سے اس کی اچھی گذران لے لے اور زمانے کے ساتھ ساتھ چل ، وزیر بڑا صاحب عقل و فضل تھا اور برد بحر کی دُنیا اپنی اطراف سمیت اس کے پاس آ ئی تھی ، وہ حکومت کو اپنی آراء سے آراستہ کرتا تھا۔ اور اس میں اس کا حکم نافذ ہوتا تھا ، جمعہ کی شام کو جعفر ، العمر مقام پر اپنی ہی حکومت کے علاقے میں موجود تھا اور وہ دُنیا میں اپنے پروں کے ساتھ اُڑتا اور خلد کی طوالت اور درازئ عمر کی اُمید رکھتا تھا کہ زمانے نے اُسے دھکا دیا اور زمانے کے دھکے کا بُرا ہو ، اور جُوتی پھسل کر اس کی کمر توڑنے کا سبب بن گئی اور ہفتے کی رات کو وہ مصیبت زدہ قتل ہو کر صبح تک پڑا رہا) فضل بن یحییٰ کو شیخ مقام پر گھیر لیا گیا اور اُسے کچھ پتہ نہ تھا۔ اس کی اولاد اور یحییٰ کو بیڑیاں اور طوق ڈال کر شیخ مقام پر لایا گیا) اور برمکیوں اور ان کے اتباع کو بھی جو آفاق اور شہروں میں رہتے تھے اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنے وعدے کی جگہ پر آ گئے ہیں جیسے لوگوں کے وعدہ کی جگہ حشر ہے ، وہ لوگوں کے لیے ایک افسانہ بن گئے ، پاک ہے وہ ذات جو اقتدار اور حکومت

والی ہے۔"

اشجع سلمی اپنے قصیدے میں ان کا بہت اچھا مرثیہ کہتے ہوئے لکھتا ہے ؎

"اب ہمیں اور ہماری سواریوں کو آرام آگیا ہے اور دینے اور لینے والے رُک گئے ہیں اور سواریوں سے کہہ دو کہ وہ رات کے سفر صحراؤں اور جنگل کے بعد جنگل طے کرنے سے امن میں آگئی ہیں۔ بخشش اور فضل کے بعد بخشش سے کہہ دو کہ وہ رُک جائے اور مصیبتوں سے کہہ دو کہ وہ ہر روز نئی نئی بن کر آیا کریں اور برمکی ہندی تلوار کو پکڑے جسے ہاشمی ہندی تلوار سے مارا گیا ہے۔"

اُن کے متعلق سلم الخاسر کہتا ہے ؎

"برامکہ کے بعد عطیات کے ستارے بے بارش ہو گئے ہیں اور سخاوت کا ہاتھ شل ہو گیا ہے۔ بخشش کے سمندر خشک ہو گئے ہیں اور ابنائے برمک کے وہ ستارے گر پڑے ہیں جن سے راہبر راستوں کی سیدھ کو پہچانتا تھا"۔

صالح اعرابی کہتا ہے ؎

"اس زمانے نے ابنائے برمک کے ساتھ خیانت کی ہے اور کس بادشاہ کے ساتھ اس کے زمانے نے خیانت نہیں کی، کیا یحیٰی تمام علاقے کا والی نہیں تھا اور اب وہ قبر میں پوشیدہ آدمی کی طرح ہو گیا ہے۔"

ابو حرزہ اعرابی کہتا ہے اور بعض کے بقول ابو نواس کہتا ہے ؎

"آلِ برمک کو زمانے نے تیر نہیں مارا جب تک ان کی حکومت کو ایک نئے حکم سے تیر نہیں مارا گیا زمانے نے یحیٰی کے حق کا خیال نہیں کیا وہ آلِ ربیع کا بھی خیال رکھنے والا نہیں ہے۔"

ایک اور شاعر نے ان کے متعلق بہت اچھا کہا ہے کہ ؎

"اے بنو برمک تمہارے اور تمہارے آنے والے زمانے کا کیا کہنا، دنیا تمہاری دُلہن تھی اور آج وہ بیوہ اور بچوں کو گم کرنے والی ہو گئی ہے۔"

اشجع ان کے بارے میں کہتا ہے ؎

"بنو برمک دُنیا سے منہ موڑ گئے ہیں اور اگر لوگ ان سے دوستی کرتے تو کچھ کبھی اضافہ نہ کرتے، ان کا پورا عہد اہل زمین کے لیے عید تھا۔"

ایک اور شاعر ان کے متعلق کہتا ہے ؎

"ان کا زمانہ ، حج ، عید اور جمعہ کا زمانہ تھا۔"

منصور نمری کہتا ہے ؎

"دنیا کے لیے بنو برمک کا ندبہ کر جو ہر وادی میں ان پر روتی پھرتی ہے وہ تھوڑی دیر ان کی دلہن رہی ہے اور آج کل وہ سوگ کر رہی ہے۔"

دعبل خزاعی کہتا ہے ؎

"کیا تو نے بنی برمک اور ابن نہیک اور گذشتہ قوموں کے بارے میں گردش روزگار کی کاروائی کو نہیں دیکھا کہ ایک قوم نے کھجوروں کو بڑی اچھی طرح کاشت کیا پھر انہیں ترکاریوں کی طرح کاٹ دیا گیا۔"

اشجع ان کے متعلق کہتا ہے ؎

"زمانے نے بنو برمک کو تباہ کر دیا ہے اور اس نے ان میں سے کسی کو ہمارے لیے باقی نہیں چھوڑا ، وہ اہل خیر تھے اور اس کے اہل بھی تھے پس دنیا سے بھلائی جاتی رہی ہے۔"

جب جعفر قتل ہو گیا اور یحییٰ اور فضل گرفتار ہو گئے اور انہیں جیل میں تنگی دی گئی اور سخت مشقت میں ڈال دیا گیا اور باری باری ان پر مصائب ٹوٹنے لگے تو فضل بن یحییٰ اپنی کیفیت کا اظہار کرتے ہوئے کہتا ہے ؎

"ہمیں جو تکلیف پہنچی ہے ہم اس کی شکایت اللہ ہی کے پاس کرتے ہیں کیونکہ وہی مصائب کو دور کرتا ہے ہم دنیا سے باہر آ گئے ہیں حالانکہ ہم بھی دنیا دار تھے اب ہم نہ مُردوں میں ہیں اور نہ زندوں میں ، اور جب کسی دن داروغہ ہمارے پاس کسی کام کے لیے آتا ہے تو ہم متعجب ہو کر کہتے ہیں کہ یہ شخص دنیا سے آیا ہے۔"

برامکہ کی مصیبت کے بعد رشید یہ اشعار بکثرت پڑھا کرتا تھا کہ ؎

"جب دنیا نے ان کو حقیر سمجھا تو جس قدر وہ بلند مراتب تھے اسی قدر ان پر افتاد پڑی اور جب چیونٹی کے پر نکل آئیں اور وہ اڑنے لگے تو اس کی ہلاکت قریب آ جاتی ہے۔"

محمد بن عبدالرحمٰن ہاشمی بیان کرتا ہے کہ میں قربانی کے دن اپنی والدہ کے پاس گیا تو

نے اس کے پاس ایک بڑی متکلم عورت کو، بوسیدہ لباس میں ملبوس پایا، میری ماں نے مجھے کہا کیا تو اس عورت کو پہچانتا ہے میں نے کہا نہیں، اس نے کہا یہ اُم جعفر بن یحییٰ کی لونڈی ہے تو میں اس کی طرف متوجہ ہو کر گفتگو کرنے لگا اور اس کی تعظیم کرنے لگا پھر میں نے اُسے کہا اے ماں تو نے نہایت حیران کن ماجرا دیکھا ہے تو وہ کہنے لگی اے میرے بیٹے اسی طرح ایک دفعہ عید کا دن آیا تو میں چار سو خادمہ عورتوں کی سردار تھی اور میں اپنے بیٹے کو اپنا نافرمان خیال کرتی تھی اور اب یہ عید آئی ہے تو میری خواہش ہے کہ مجھے بکرے کی دو کھالیں مل جائیں جن میں سے ایک کو میں بچھا لیا کروں اور دوسری کو اوڑھ لیا کروں، راوی بیان کرتا ہے کہ میں نے اُسے پانچ سو درہم دیے تو وہ خوشی سے مرنے لگی اور وہ ہمیشہ ہمارے ہاں آتی رہی یہاں تک کہ موت نے ہمیں ایک دوسرے سے الگ کر دیا۔

رشید کے ایک چچا سے بیان کیا گیا ہے کہ وہ رشید کے بگڑنے اور حملہ کرنے سے قبل یحییٰ بن خالد کے پاس گیا اور اُسے کہنے لگا کہ امیر المومنین کو اموال کا جمع کرنا مرغوب ہے اس کے بیٹے بھی بہت ہو گئے ہیں اور وہ انہیں جاگیریں دینا چاہتا ہے اس کے بیٹے تجھ سے اور تیرے اصحاب سے بہت زیادہ اثر و رسوخ والے ہو گئے ہیں اگر تو ان کی جاگیروں اور اموال پر غور کرے اور انہیں امیر المومنین کے بیٹوں کو دے دے اور اس طرح اس کا قرب حاصل کرے تو مجھے اُمید ہے کہ تو بچ جائے گا اور امیر المومنین بھی تم پر مہربان ہو جائیں گے تو یحییٰ نے اُسے کہا خدا کی قسم میری آسائش اور آسودگی کا زائل ہو جانا مجھے اس بات سے زیادہ محبوب ہے کہ میں ان لوگوں کی آسودگی کو زائل کروں جن کی آسودگی کا سبب میں خود بنا تھا۔

خلیل بن الہیثم شعبی بیان کرتا ہے ——— رشید نے قید خانے میں اس کی فضل اور یحییٰ پر ڈیوٹی لگائی تھی ——— کہ میرے پاس خادموں کی ایک جماعت کے ساتھ مسرور خادم آیا، ان میں سے ایک خادم کے پاس لپٹا ہوا رومال تھا میرے دل میں خیال آیا کہ رشید ان پر مہربان ہو گیا ہے اور اس نے ازراہِ مہربانی انہیں بھیجا ہے، مسرور نے مجھے کہا فضل بن یحییٰ کو باہر نکالو، جب وہ اس کے سامنے آ کھڑا ہوا تو اس نے اُسے کہا کہ امیر المومنین تجھے کہتے ہیں کہ میں نے تمہیں حکم دیا تھا کہ مجھے اپنے اموال کے متعلق سچ سچ بتاؤ اور تو نے خیال کیا ہے کہ تو نے یہ سب کچھ کر دیا ہے حالانکہ میرے پاس یہ صحیح

اطلاع ہے کہ تو نے اپنے لیے اموال کو بچا رکھا ہے اور میں نے مسرور کو حکم دیا ہے کہ اگر وہ تجھے اموال کے متعلق نہ بتائے تو وہ تجھے دو سو کوڑے مارے، تو فضل نے کہا خدا کی قسم اے ابو ہاشم میں مارا گیا تو مسرور نے اُسے کہا اے ابو العباس میرا خیال ہے کہ تو اپنے مال کو اپنی جان پر ترجیح نہیں دے گا اور تیرے بارے میں مجھے جو حکم دیا گیا ہے میں اس کے نافذ کرنے سے بے خوف نہیں ہوں، تو فضل نے آسمان کی طرف اپنا سر اٹھا کر اُسے کہا اے ابو ہاشم، میں نے امیر المومنین سے جھوٹ نہیں بولا اور اگر میرے پاس ساری دنیا ہوتی اور مجھے اس سے نکل جانے اور قرعہ ڈالنے کے درمیان اختیار دیا جاتا تو میں اس سے نکل جانے کو پسند کرتا اور امیر المومنین اور تم دونوں جانتے ہو کہ ہم اموال کے ذریعے اپنی عزتوں کو محفوظ کرتے ہیں پس آج ہم یہ کیسے کر سکتے ہیں کہ اپنی جانیں دے کر اپنے اموال کو محفوظ کریں اور اگر تجھے کسی بات کا حکم دیا گیا ہے تو تو اُسے کر گذر، تو اس نے رومال والے کو حکم دیا اس نے رومال کو جھاڑا تو اس میں سے کوڑے اپنے چابکوں کی گرہ سمیت گر پڑے، اُسے دو سو کوڑے مارے گئے، مسرور نے مارنے کا کام ان خادموں کے سپرد کیا تو انہوں نے اُسے اندھا دھند مارنا شروع کر دیا قریب تھا کہ وہ اس کی جان نکال دیتے اور ہمیں اس کی موت کا ڈر پیدا ہو گیا تو خلیل نے اپنے وکیل ابو یحییٰ سے کہا کہ یہاں قید خانے میں ایک آدمی ہے جو اس قسم کے آدمیوں کے علاج کا ماہر ہے اُسے جا کر کہہ کہ وہ اس کا علاج کرے، وہ کہتا ہے کہ میں نے اُسے اس امر کی اطلاع دی تو اس نے کہا شاید تو فضل بن یحییٰ کا علاج کرانا چاہتا ہے جو کچھ اس کے ساتھ ہوا اس کی اطلاع مجھے مل گئی ہے، میں نے کہا میری مراد بھی وہی ہے، اس نے کہا مجھے اس کے پاس لے چلو میں اس کا علاج کرتا ہوں جب اس نے اُسے دیکھا تو کہنے لگا میرا خیال ہے کہ اس نے اسے پچاس کوڑے مارے ہیں اس نے کہا اس نے اسے دو سو کوڑے مارے ہیں، اس نے کہا میرے خیال میں یہ پچاس کوڑوں کا اثر ہے اسے چٹائی پر سلا دیں میں اس کے سینے کو ایک گھنٹے تک پیروں سے دباؤں گا، فضل نے اس بات سے گھبراہٹ کا اظہار کیا پھر اس نے اس کی بات مان لی وہ مسلسل اس کے سینے کو روندتا رہا پھر اس نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اُسے کھینچا اور چٹائی سے اُٹھا دیا تو اس کی پشت کا بہت سا گوشت اس سے چمٹ گیا پھر وہ اس کے پاس آنے لگا اور اس کا علاج کرنے لگا یہاں تک کہ ایک روز اس کی طرف دیکھ کر سجدے میں گر گیا تو میں نے پوچھا تجھے کیا ہوا ہے تو اس نے کہا اے ابو یحییٰ، ابو العباس تندرست ہو گیا

ہے میرے قریب آکر دیکھ، وہ بیان کرتا ہے کہ میں اس کے قریب ہوا تو اس نے مجھے اس کی پشت پر آتا ہوا گوشت دکھایا پھر مجھے کہنے لگا کیا تجھے میری بات یاد ہے کہ یہ پچاس کوڑوں کا اثر ہے میں نے کہا ہاں، اس نے کہا خدا کی قسم اگر ہزار کوڑے مارے جاتے تو ان کا اثر اس سے زیادہ نہ ہوتا، میں نے یہ بات صرف اس لیے کہی تھی کہ وہ مضبوط دل ہو کر اپنے علاج میں میری مدد کرے، جب وہ آدمی چلا گیا تو فضل نے مجھے کہا اے ابو یحییٰ! مجھے پندرہ ہزار درہم کی ضرورت ہے لنسائیؒ کے پاس جا کر اسے میری ضرورت سے آگاہ کر، وہ بیان کرتا ہے کہ میں اس کا پیغام لے کر گیا تو اس نے مجھے اس کے پاس درہم لے جانے کا حکم دیا اور کہا اے ابو یحییٰ میں چاہتا ہوں کہ تو یہ درہم اس آدمی کے پاس لے جائے جس نے اس کا علاج کیا تھا اور اس سے معذرت بھی کرے اور یہ بھی کہے کہ جو کچھ میں نے بھیجا ہے اُسے قبول کرے، وہ کہتا ہے کہ میں اس کے پاس آیا تو میں نے اُسے ایک چٹائی پر بیٹھے پایا، اس کی ستار ٹنگی ہوئی تھی اور شیشے کے بڑے بڑے برتنوں میں نبیذ اور پرانے کپڑے پڑے تھے اس نے کہا اے ابو یحییٰ تجھے کیا کام ہے، تو میں فضل کی طرف سے معذرت کرنے لگا اور اس کی تنگی کا ذکر کرنے لگا اور جو کچھ اس نے اس کی طرف بھیجا تھا اس کے متعلق بھی بتایا تو وہ غضب ناک ہو گیا یہاں تک کہ اس نے مجھے ڈرا دیا اور کہنے لگا دس ہزار درہم اور اس بات کو بار بار دہرانے لگا، میں نے پوری کوشش کی کہ وہ اس رقم کو قبول کرے مگر اس نے انکار کر دیا، میں نے فضل کو جا کر بتایا تو اس نے مجھے کہا خدا کی قسم اس نے اس رقم کو کم خیال کیا ہے پھر فضل مجھے کہنے لگا میں چاہتا ہوں کہ تو دوبارہ نسائی کو جا کر کہے کہ مجھے مزید دس ہزار درہم کی ضرورت پڑ گئی ہے اور جب وہ تجھے یہ درہم دے دے تو یہ سب رقم اس آدمی کے پاس لے جا، وہ کہتا ہے کہ میں نے نسائی سے مزید دس ہزار درہم بھی لے لیے اور میں سب مال لے کر اس آدمی کے پاس دوبارہ آیا اور اُسے سب واقعہ سنایا مگر اس نے اس مال میں سے کچھ بھی قبول نہ کیا اور کہنے لگا کہ میں اس نوجوان کا علاج کرانے پر کرتا ہوں؟ میرے پاس سے چلا جا خدا کی قسم اگر بیس ہزار دینار کی رقم بھی ہوتی تب بھی میں اُسے قبول نہ کرتا۔ میں نے واپس آکر فضل کو سب واقعہ بتایا تو اس نے مجھے کہا اے ابو یحییٰ ہمارے افعال کے بارے میں تو نے جو سب سے اچھی بات سنی یا دیکھی ہے وہ مجھے سنا وہ کہتا ہے کہ میں کچھ دیر اس سے باتیں کرتا رہا تو اس نے

کہا ان باتوں کو چھوڑ، خدا کی قسم اس آدمی نے جو کام کیا ہے وہ ہمارے دورِ حکومت کے تمام کاموں سے اچھا ہے۔

جعفر بن یحییٰ کو ۴۵ سال کی عمر میں قتل کر دیا گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کی عمر اس سے کم تھی اور یحییٰ بن خالد رقہ میں ۱۸۹ھ میں فوت ہو گیا جیسے کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

مسعودی بیان کرتا ہے کہ رشید کے حالات و واقعات بہت شاندار ہیں جن کا ذکر ہم ظہور اسلام کے بعد رومی بادشاہوں کے حالات میں اپنی پہلی کتب میں بیان کر چکے ہیں نیز اس کے اور نقفور کے درمیان جو کچھ ہوا اس کا ذکر بھی اس کتاب میں پہلے بیان کر چکے ہیں، برامکہ کی بخششوں اور نیک کاموں ان کے عجیب و غریب حالات اور ان کی مدح میں شعراء کے قصائد اور مرثیوں وغیرہ کے ذکر کو ہم نے اخبار الزمان اور الاوسط میں بیان کیا ہے، اس کتاب میں ہم نے ان کے حالات کی صرف وہ جھلک پیش کی ہے جسے ہم نے پہلی کتب میں پیش نہیں کیا اسی طرح ہم نے ظہور اسلام سے قبل برامکہ کی ابتداء، بلخ کے آتشکدۂ نوبہار میں ان کے نگران ہونے، برمک نام کی وجہ تسمیہ اور ترک بادشاہوں کے ساتھ برمک اکبر کے حالات اور ظہورِ اسلام کے بعد ان کے حالات اور بنو امیہ کے زمانے یعنی ہشام بن عبدالملک وغیرہ اور منصور کے زمانے میں انہوں نے جو کچھ کیا ان سب باتوں کو ہم اس کتاب میں پہلے بیان کر چکے ہیں، اس لیے ہم نے اس کتاب میں ان کے حالات واقعات کو اشارۃً پیش کرنے پر اکتفا کیا ہے۔

محمدؐ الامین کی خلافت کا بیان

مختصر حالات جس روز ہارون الرشید کی وفات ہوئی، اسی روز محمد بن ہارون کی بیعت ہوئی، اس کی وفات ۴ جمادی الاولیٰ ۱۹۳ھ کو بروز ہفتہ طوس میں ہوئی۔ سب سے پہلے رجاء خادم نے اس کی بیعت کی، اس کی بیعت کا متولی فضل بن ربیع تھا، محمد کی کنیت ابو موسیٰ تھی اور اس کی ماں زبیدہ بنت جعفر بن ابی رصافہ میں تھی، محمد کی پیدائش بھی رصافہ میں ہوئی تھی اسے ۳۳ سال ۶ ماہ ۱۳ دن کی عمر میں قتل کر دیا گیا اور بغداد میں دفن کیا گیا اس کا سر خراسان لایا گیا۔ تواریخ کے اختلاف کے مطابق یہ چار سال چھ ماہ خلیفہ رہا۔ بعض کہتے ہیں چار سال نو ماہ بعض کہتے ہیں آٹھ ماہ چھ دن خلیفہ رہا اور بعض کہتے ہیں کہ محمد کو جب خلافت ملی اس وقت اس کی عمر ۲۲ سال ۸ ماہ ۲۱ دن تھی یہ مامون سے چھ ماہ چھوٹا تھا دست برداری سے قتل ہونے تک اس کے محاصرے کا زمانہ ایک سال چھ ماہ تیرہ دن ہے اس میں اسے دو دن محبوس رکھا گیا۔

اس کے حالات و واقعات کا مختصر بیان اور اس کے دور کی ایک جھلک

اس کے پاس ولایت کی خبر کیسے پہنچی؟ جب رشید کی وفات ہوئی مامون مرو میں تھا، صالح بن رشید نے محمد بن الامین کے غلام رجاء خادم کو محمد کی طرف رشید کی موت کی خبر کے ساتھ بھیجا اسے بغداد میں ۱۸ جمادی الآخرہ کو جمعرات

کے روز یہ خبر پہنچی۔

امین کے حمل، پیدائش اور اس کے بعد زبیدہ کا خواب

عباسیوں کے حالات سے دلچسپی رکھنے والی مؤرخین کی ایک جماعت جیسے المدائنی اور العتبی وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ جس رات زبیدہ کو محمد کا حمل ہوا اس نے خواب میں دیکھا کہ اس کے پاس تین عورتیں آئی ہیں اور ایک جگہ بیٹھی ہوئی ہے جن میں سے دو تو اس کے دائیں طرف اور ایک بائیں طرف بیٹھ گئی ہے اور ان میں سے ایک نے ام جعفر کے قریب ہو کر اپنا ہاتھ اس کے پیٹ پر رکھ دیا اور کہنے لگی یہ عظیم الشان اور بڑا خرچ کرنے والا اور گراں بار اور تھوڑی حکومت کرنے والا بادشاہ ہوگا دوسری عورت نے بھی پہلی عورت کی طرح کیا اور کہنے لگی کہ یہ کم نصیب، کند دھار محبت کا رسیا اور ظالمانہ احکام دینے والا بادشاہ ہوگا اور اس کا زمانہ اس سے وفا نہیں کرے گا پھر تیسری عورت نے بھی دوسری کی طرح کیا اور کہنے لگی کہ یہ عیش و عشرت کرنے والا، بڑی الفت والا، بہت اختلاف والا اور کم انصاف کرنے والا بادشاہ ہوگا، زبیدہ بیان کرتی ہے کہ میں بیدار ہو گئی تو گھبرائی ہوئی تھی، اور جس رات میرے ہاں محمد پیدا ہوا تو وہ عورتیں اسی طرح خواب میں میرے پاس آئیں اور وہ آکر میرے سرہانے بیٹھ گئیں اور میرے چہرے کو دیکھنے لگیں پھر ان میں سے ایک کہنے لگی سرسبز درخت اچھی خوشبو اور پھول دار باغ، دوسری کہنے لگی، گہرے پانی والا چشمہ جو تھوڑی دیر رہے گا اور جلد ختم ہو جائے گا اور اس کا جانا جلدی جلدی ہوگا، تیسری کہنے لگی اپنی جان کا دشمن کمزور گرفت والا، جلد دھوکے میں آنے والا اور اپنے تخت سے ہٹایا جانے والا، جب میں نیند سے بیدار ہوئی تو میں اس خواب سے گھبراہٹ محسوس کر رہی تھی، میں نے اس کی اطلاع اپنی ایک قہرمانہ کو دی تو وہ کہنے لگی کہ سونے والے کے پاس رات کو اس قسم کے بے ہودہ خیال آ جاتے ہیں اور جب اس کو دودھ چھڑایا گیا اس رات میں سو رہی تھی، محمد میرے سامنے اپنے گہوارے میں تھا کہ اچانک وہ عورتیں میرے سرہانے کھڑی ہو گئیں اور میرے بیٹے محمد کی طرف متوجہ ہوئیں تو ان میں سے ایک کہنے لگی جابر بادشاہ بہت تلف کرنے والا، بکواسی، دور تک اثرات ڈالنے والا اور جلد لغزش کھانے والا جھگڑے والی بات کرنے والا، شکست کھانے والا جنگجو، محروم رہنے والا راغب، غمگین، بدبخت اور تیسری کہنے لگی اس کی قبر کھود دو، اس کی لحد شق کر دو، اس کے کفن کو آگے

کرو اور اس کا سامان تیار کرو، کیونکہ اس کی موت زندگی سے بہتر ہے، زبیدہ بیان کرتی ہے میں بیدار ہوئی تو میں بہت پریشان اور خوفزدہ تھی میں نے معبرین اور نجومیوں سے پوچھا تو ہر ایک نے مجھے اس کے نیک بخت ہونے، زندہ رہنے اور دراز عمر ہونے کی خبر دی مگر میرا دل ان باتوں کو قبول نہ کرتا تھا پھر میں نے اپنے دل کو ڈانٹ کر کہا کیا خوف، ڈر اور بچاؤ، قضاء و قدر کے فیصلے کو روک سکتا ہے یا کوئی آدمی اپنے احباب سے موت کو ہٹانے کی قدرت رکھتا ہے۔

ابن عیاش کی موت

۱۹۳ھ میں ابوبکر بن عیاش کوفی اسدی نے ۹۸ سال کی عمر میں رشید کی وفات کے اٹھارہ دن بعد وفات پائی۔

امین کا اپنے بھائی کو دستبردار کرنے کا عزم

جب محمد نے مامون کو دست بردار کرنے کا ارادہ کیا تو اس نے عبداللہ بن حازم سے مشورہ کیا تو اس نے کہا امیر المومنین میں آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ آپ عہد شکنی اور نقض میثاق کرنیوالے پہلے خلیفہ نہ بنیں مگر اس نے اس کی قسم کو کوئی اہمیت نہ دی اور کہنے لگا خاموش ہو جا، خدا تعالیٰ تیرے منہ کو خاموش کرا دے عبدالملک تجھ سے بہتر رائے والا ہے وہ کہتا ہے کہ ایک جھنگی میں دو سانڈ اکٹھے نہیں ہو سکتے اور اس نے جرنیلوں کو اکٹھا کر کے ان سے مشورہ کیا تو انہوں نے اس کی ہاں میں ہاں ملائی یہاں تک کہ بات ہرثمہ بن حازم تک پہنچی تو اس نے کہا امیر المومنین! جو آپ سے جھوٹ بولتا ہے وہ ہرگز آپ کی خیر خواہی نہیں کرے گا اور جو آپ سے سچ بولے گا وہ آپ سے فریب نہیں کرے گا، جرنیلوں سے دست برداری کے مشورے نہ لو وہ آپ کو دست بردار کر دیں گے اور نہ ان کو عہد شکنی پر آمادہ کرو وہ آپ کی بیعت اور عہد کو توڑ دیں گے، بلاشبہ خائن، بے یار و مددگار اور عہد شکن بد دیانت ہوتا ہے، عیسیٰ بن ہامان آیا تو محمد نے مسکرا کر کہا کہ اس دعوت کا شیخ اور اس حکومت کا دروازہ اپنے امام کا مخالف نہ ہوگا اور نہ اس کی اطاعت کو کمزور کرے گا پھر اس نے اس کو وہ مرتبہ دیا کہ گزشتہ زمانے میں اُسے وہ مرتبہ نہ ملا تھا، پس علی بن عیسیٰ پہلا شخص تھا جس نے مامون کی دست برداری کی بات کو قبول کیا تو اس نے اُسے ایک عظیم فوج کے ساتھ خراسان کی طرف بھجوا دیا، جب وہ رَی کے قریب آیا تو اُسے بتایا گیا کہ یہاں پہ طاہر بن حسین مقیم ہے اور اس کا خیال تھا کہ طاہر اس کے سامنے نہیں ٹھہر سکے گا وہ کہنے

لگا خدا کی قسم! طاہر میری شاخوں کا ایک کانٹا اور میری آگ کا ایک شرارہ ہے اور نہ ہی طاہر جیسا شخص فوج کا امیر بنایا جا سکتا ہے تمہاری فوج کو دیکھتے ہی مر جائے گا کیونکہ بکری کے بچے مینڈھوں سے ٹکر لینے کی طاقت نہیں رکھتے اور نہ ہی لومڑ شیروں کا مقابلہ کر سکتے ہیں اس کے بیٹے نے اُسے کہا ہراول دستے بھیجو اور اپنی فوج کی جگہ پر واپس آجاؤ تو اس نے کہا کہ نہ تو طاہر جیسا آدمی اس کے مقابلہ میں تدبیر کرے گا بلکہ اس سے بچاؤ کا اظہار کرے گا، طاہر دو باتیں اختیار کرے گا یا تو رَی میں قلعہ بند ہو جائے گا اور قلعہ والے اس پر ٹوٹ پڑیں گے اور ہمیں اس کے خرچ سے بچا لیں گے یا وہ اُسے خالی کر دے گا اور پیٹھ پھیر کر واپس چلا جائے گا، کاش ہمارے سوار اس کے قریب ہوتے، اس کے بیٹے نے اُسے کہا کہ بعض اوقات شرارہ، شعلہ بن جاتا ہے تو اس نے کہا خاموش ہو جا، طاہر یہاں سردار نہیں ہے اور آدمی اپنے ہمسروں سے تحفظ کرتا ہے علی بن عیسیٰ آگے بڑھتا گیا یہاں تک کہ اس کی فوج رَی کے قریب پہنچ گئی تب اُسے طاہر کی سنجیدگی اور جنگی تیاری اور آس پاس کے لوگوں کو اپنے ساتھ ملا لینے کا پتہ چل گیا تو وہ راستے کے دائیں جانب سے ہو کر رَی کے ایک استاق میں چلا گیا اور وہیں پڑاؤ کر لیا اور اس کی فوج بکھر گئی، طاہر نے چار ہزار سواروں کے ساتھ آکر علی بن عیسیٰ کی فوج کو دیکھا تو اُسے اس کی کثرت اور تیاری کا علم ہو گیا تو اس نے سمجھ لیا کہ وہ اس فوج کے ساتھ لڑنے کی طاقت نہیں رکھتا تو اس نے اپنے خواص سے کہا کہ ہم اس فوج کو خارجی بناتے ہیں اس نے اپنے سواروں کے دستے بنائے اور قلب کی طرف سات سو خوارزمیوں اور دیگر خراسانی شہسواروں کے ساتھ گیا۔ عباس بن لیث جو مہدی کا غلام تھا قلب سے نکل کر اس کی طرف گیا اور وہ بڑا شہسوار تھا طاہر بھی اس کی طرف گیا اور اس کی تلوار پر اپنے دونوں ہاتھوں کو اکٹھا کر دیا تو عباس واپس چلا گیا اور داؤد سیاہ علی بن عیسیٰ کے ساتھ بھڑ گیا لوگ آپس میں گڈمڈ ہو گئے داؤد نے تلوار مار کر علی بن عیسیٰ کا کام تمام کر دیا، اس وقت علی ایک کمیت ترکی گھوڑے پر سوار تھا جس کی ایک ٹانگ سفید تھی لوگ اس کے سر پر ٹوٹ پڑے اور اس کے سر اور انگوٹھی کے متعلق جھگڑنے لگے، طاہر بن راجی نے اُسے ذبح کر دیا اور دوسرے نے اس کی داڑھی کے بال پکڑ لیے اور تیسرے نے اس کی انگوٹھی لے لی، فوج کی شکست کا باعث یہ ہوا کہ طاہر نے اپنے دونوں ہاتھ عباس بن لیث کی خاطر مارے تھے یہی وجہ ہے کہ طاہر کو

ذوالیمین کہتے ہیں اس لیے کہ اس نے اپنے دونوں ہاتھ تلوار پر اکٹھے کر دیے تھے۔

احمد بن ہشام جو ایک سرکردہ جرنیل تھا بیان کرتا ہے کہ میں طاہر کے خیمے کی طرف آیا اُسے یہ خیال تھا کہ میں اس معرکہ میں مارا جا چکا ہوں، میرے پاس علی کا سر تھا، میں تیز دوڑ رہا تھا میں نے کہا خوشخبری ہو میرے غلام کے توبرے میں علی کے سر کے بالوں کا ایک گچھا ہے اور اس نے اُسے اپنے سامنے پھینک دیا پھر اس کے جسم کو لایا وراس کے ہاتھ اور پاؤں کو اس طرح مضبوطی کے ساتھ باندھا گیا تھا جس طرح جانوروں کو مرنے کے بعد باندھا جاتا ہے، پس طاہر کے حکم سے اُسے کنوئیں میں پھینک دیا گیا اور فضل بن سہل ذوالریاستین کو سب واقعہ لکھ دیا گیا، خط میں یہ لکھا تھا کہ اللہ تعالےٰ آپ کی عمر دراز کرے اور آپ کے دشمنوں کو ذلیل کرے میرا خط آپ کے پاس آرہا ہے، علی بن عیسیٰ کا سر میرے سامنے پڑا ہے اور اس کی انگوٹھی میری اُنگلی میں ہے والحمد للہ رب العالمین مامون اس بات سے بہت خوش ہوا اور اسی وقت اُسے سلام خلافت کہا گیا۔

اُم جعفر، رشید سے حاملہ نہیں ہوتی تھی تو اس نے اپنے ایک ہم نشین حکیم سے مشورہ کیا اور شکایت بھی کی تو اس نے اُسے بتایا کہ وہ اور بیوی کرے کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے حضرت سارہؓ بھی حاملہ نہیں ہوتی تھیں جب اللہ تعالےٰ نے انہیں ہاجرہؓ عطا فرمائی تو اس نے حضرت ابراہیمؑ سے حضرت اسماعیلؑ لے لیا تو سارہؓ کو اس بات پر غیرت آئی تو انہوں نے حضرت اسحاق کو حمل میں لے لیا، تو رشید نے اُمِ مامون کو خرید لیا اور اس سے خلوت کی اس نے مامون کو حمل میں لے لیا اور اُم جعفر نے غیرت میں آکر محمد کو حمل میں لے لیا۔

مسعودی بیان کرتا ہے کہ ہم اس اختلاف کو پہلے بیان کر چکے ہیں یعنی حضرت ابراہیمؑ حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق علیہم السلام کے واقعہ کو ——— بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت اسحاق کو ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت اسماعیلؑ کو ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت اسماعیلؑ کو ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا اور ہر فریق نے جو کچھ اس بارے میں بیان کیا ہے اس کا بھی ذکر کیا گیا ہے اور سلف و خلف اس بارے میں مناظرات کرتے رہے ہیں ان میں سے ایک مناظرہ حضرت عبد اللہ بن عباس اور ان کے غلام عکرمہ کے درمیان ہوا عکرمہ نے کہا، کس کے ذبح کرنے کے متعلق حکم ہوا تھا، عبد اللہ بن عباس نے کہا حضرت اسماعیل کے متعلق اور اللہ تعالیٰ کے اس قول کو بطور دلیل پیش کیا کہ ومن دراء

اسحاق یعقوب - کیا تم دیکھتے نہیں کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت ابراہیم کو حضرت اسحاق کی ولادت کی خوشخبری دی پس وہ ان کے ذبح کرنے کا حکم کیسے دے سکتا ہے تو عکرمہ نے انہیں کہا میں آپ کو قرآن مجید سے بتاؤں گا کہ ذبیح حضرت اسحاق تھے اور اس آیت کو بطور دلیل پیش کیا۔ وکذٰلک[1] یجتبیک ربک ویعلمک من تاویل الاحادیث ط ویتم نعمتہٗ علیک وعلیٰ آلِ یعقوب کما اتمہا علیٰ ابویک من قبل ابراھیم واسحاق ط - پس حضرت ابراہیم پر اللہ تعالیٰ کا یہ احسان ہے کہ اس نے انہیں آگ سے بچایا اور حضرت اسحٰق پر اس کا یہ احسان ہے کہ اس کے ذبح کا اس نے فدیہ دیا، ابن عباس کے غلام عکرمہ کی وفات ۱۰۵ھ میں ہوئی اس کی کنیت ابو عبد اللہ تھی، جس روز کثیرؔ عزہ فوت ہوا اسی روز اس کی وفات ہوئی۔ تو لوگ کہنے لگے کہ عظیم عالم اور فقیہ اور بہت بڑے شاعر کی وفات ہوگئی ہے اسی سال شعبی نے بھی وفات پائی۔

محاصرہ کی حالت میں امین کا گانے کی مجلس قائم کرنا

یوسف بن ابراہیم کاتب بیان کرتا ہے کہ مجھے اسحاق بن ابراہیم مہدی نے بتایا کہ محاصرہ کی حالت میں امین نے مجھے بلا بھیجا میں اس کے پاس گیا تو وہ ایک ۱۰×۱۰ کے عود وصندل کے تخت پر بیٹھا ہوا تھا ——— سلیمان بن ابی جعفر بھی اس کے ساتھ اس تخت کے وسط میں بیٹھا تھا وہ ایک گنبد تھا جس کے اندر اس نے کئی قسم کا ریشم و دیباج لگایا ہوا تھا جو سرخ سنہری تاروں سے بُنا گیا تھا میں نے سلام کیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اس کے سامنے ایک نگینے دار شیشے کا پیالہ پڑا ہے جس میں پانچ رطل کے قریب شراب پڑی ہوئی ہے سلیمان کے سامنے بھی اسی طرح کا ایک پیالہ پڑا ہے، میں سلیمان کے مقابل میں بیٹھ گیا تو میرے پاس بھی ویسا ہی ایک پیالہ لایا گیا، پھر وہ کہنے

---

[1] (ترجمہ) اور اسی طرح برگزیدہ کرے گا تجھے تیرا پروردگار اور تجھے باتوں کی تعبیر بتانی سکھائے گا اور تجھ پر اور اولاد یعقوب پر اپنی نعمتوں کو پورا کرے گا جیسے اس نے تجھ سے پہلے تیرے دو والدوں ابراہیمؑ اور اسحٰق پر اسے پورا کیا تھا، بے شک تیرا رب جاننے والا حکمت والا ہے۔ (یوسف آیت ۶)

لگا کہ میں نے تم دونوں کی طرف اس لیے پیغام بھیجا تھا کہ مجھے اطلاع ملی تھی کہ طاہر بن حسین نے نہروان کی طرف آکر ہماری حکومت میں خرابی پیدا کی ہے اور برائی کے ساتھ ہمارا سامنا کیا ہے پس میں نے تم دونوں کو بلایا کہ میں تم سے اور تمہاری باتوں سے خوشی حاصل کروں ہم اُسے باتیں سنانے لگے اور اُسے مانوس کرنے لگے یہاں تک کہ وہ غم بھول کر خوش ہو گیا اور اس نے اپنی ایک خاص لونڈی مسماۃ ضعف کو بلایا، راوی بیان کرتا ہے کہ میں نے اس کے نام (ضعف یعنی کمزوری) سے فوراً بدشگونی لی، امین نے اُسے کہا کہ ہمیں گانا سناؤ تو اس نے ساز نگی اپنی گود میں رکھ کر گایا ؎

"میری زندگی کی قسم کلیب تجھ سے زیادہ مددگار اور دانا تھا مگر خون میں لت پت ہو گیا۔"

تو اس نے اس کے قول سے بدشگونی لی پھر اُسے کہنے لگا خدا تیرا بُرا کرے خاموش ہو جا پھر دوبارہ اس پر غم اور ترش روئی نے حملہ کر دیا اور ہم اُسے باتیں سنانے اور خوش کرنے لگے یہاں تک کہ وہ غم کو بھول کر مسکرایا پھر اس کی طرف متوجہ ہو کر اُسے کہنے لگا کوئی گانا سناؤ تو اس نے گایا ؎

"انہوں نے اُسے قتل کر دیا تا کہ وہ اس کی جگہ سنبھال لیں جیسے کسریٰ کے صوبیداروں نے ایک روز خیانت کی تھی۔"

تو اس نے اُسے خاموش کروا کر ڈانٹا پھر اس پر پہلے والی کیفیت طاری ہو گئی تو ہم نے اُسے تسلی دی یہاں تک کہ وہ مسکرا پڑا اور اس نے اُسے تیسری بار کہا کہ گانا سناؤ تو اس نے گایا ؎

"گویا حجون اور صفا کے درمیان کوئی انیس نہیں ہے اور نہ مکہ میں کسی نے داستان سرائی کی ہے ہاں ہم بھی کبھی وہاں کے رہنے والے تھے مگر گردش زمانہ اور لڑکھڑانے والے نصیبوں نے ہمیں تباہ کر دیا ہے۔"

اور بعض کہتے ہیں کہ اس نے یہ شعر سنایا تھا ؎

"حرکت و سکون کے رب کی قسم کہ موتیں بہت جال لگانے والی ہیں۔"

امین نے اُسے کہا ہمارے پاس سے چلی جا اللہ تعالیٰ تیرے ساتھ ایسا ایسا کرے۔ وہ اُٹھی تو وہ اس پیالے سے ٹکرا گئی جو اس کے سامنے پڑا تھا اور اُسے توڑ دیا اور شراب بہہ

گئی یہ ایک چاندنی رات تھی اور ہم دجلہ کے کنارے اس کے مشہور محل خلد میں بیٹھے تھے کہ ہم نے کسی کو کہتے سُنا قضیؐ الامر الذی فیہ تستفتیان۔ ابن مہدی بیان کرتا ہے میں اُٹھا۔ امین بھی جلدی سے اُٹھ کھڑا ہوا تو میں نے محل کی ایک جانب کسی کو یہ دو شعر پڑھتے سُنا:

"عجیب بات سے تعجب نہ کر وہ وقت آگیا ہے جو حیرانی کو ختم کر دے گا اور ایک خطرناک حکم آگیا ہے جس میں حیرت پر حیرت ہوگی۔"

راوی بیان کرتا ہے کہ اس کے بعد ہم وہاں کبھی نہیں بیٹھے یہاں تک کہ وہ قتل ہو گیا۔

امین اپنی اُم ولد نظم پر جو موسےٰ کی ماں تھی بڑا فریفتہ تھا۔ اس نے موسیٰ کا نام ناطق بالحق رکھا تھا اور مامون کو دستبردار کر کے اس کی ولی عہدی کی بیعت لینی تھی کہ ام موسیٰ نظم مر گئی تو وہ سخت پریشان ہو گیا۔ جب اُم جعفر زبیدہ کو یہ اطلاع ملی تو اس نے کہا مجھے امیر المومنین کے پاس لے چلو، اُسے اس کے پاس لایا گیا تو اس نے اس کا استقبال کیا اور کہنے لگا میری آقا، نظم مر گئی ہے تو اس نے کہا:

"میری جان تجھ پر فدا ہو، تیرا افسوس ختم نہ ہوگا اور تیرے زندہ رہنے میں گزشتہ کی تلافی ہو جائے گی، اس نے اپنے بدلہ میں تجھے موسےٰ دیا ہے تو ہر مصیبت کم ہو گئی ہے پس موسےٰ کے بعد گم ہو جانے والی پر کیا افسوس ہے۔"

محاصرے میں امین کا کھیل

ابراہیم بن مہدی بیان کرتا ہے کہ میں نے ایک روز امین کے پاس جانے کی اجازت طلب کی اس وقت ہر طرف سے اس کا محاصرہ سخت ہو چکا تھا مجھے لوگوں نے اس کے پاس جانے کی اجازت نہ دی، یہاں تک کہ میں مقابلہ کر کے اندر داخل ہو گیا، کیا دیکھتا ہوں کہ وہ کھڑکی سے دجلہ کی طرف دیکھ رہا ہے اس کے محل کے وسط میں ایک بہت بڑا تالاب تھا جس کے پانی کا راستہ دجلہ تک جاتا تھا اور اس گذرگاہ میں ایک آہنی کھڑکی تھی میں نے اُسے سلام کیا وہ اور اس کے خادم دجلہ کی طرف دیکھ رہے تھے اور غلام پانی کی تلاش میں ادھر ادھر چلے گئے تھے وہ اس کا بڑا شیفتہ تھا، میں نے اُسے دوبارہ سلام کہا تو اس نے مجھے کہا اے

لہ (ترجمہ) مقرر کیا گیا وہ کام جس کے بارے میں وہ سوال کرتے تھے (یوسف آیت ۴۱)

چچا آپ کو معلوم نہیں کہ میری مچھلی تالاب سے دجلہ کی طرف چلی گئی ہے، مقرطہ، ایک چھوٹی سی مچھلی تھی جسے اُس نے شکار کر کے سونے کے دو چھلے پہنا دیے تھے جن میں دو موتیوں کے دانے بھی تھے اور بعض کہتے ہیں کہ یاقوت کے دانے تھے، راوی بیان کرتا ہے کہ میں باہر چلا آیا اور میں اس کی کامیابی سے مایوس ہو چکا تھا اور میں نے کہا کہ ایسی باتوں سے باز رہنے کا یہی وقت تھا۔

امین کی صفات محمد، نہایت قوی، طاقتور، مضبوط گرفت کرنے والا اور حسین وجمیل آدمی تھا مگر بے تدبیر، کمزور رائے اور اپنے معاملے میں بالکل سوچنے والا نہ تھا۔ کہتے ہیں کہ ایک روز اس نے صبوحی پی اور تو بروں اور برچھیوں والے یہ لوگ درندوں کا شکار کرتے تھے ——— ایک درندے کی خبر سُن کر خچروں پر سوار ہو کر کوثی اور قصر کی جانب چلے گئے اور درندے کو قابو کر کے ایک لکڑی کے پنجرے میں بند کر کے بختی اونٹ پر سوار کر اکر اس کے پاس لائے محل کے دروازے پر اُسے اُتار کر اندر لے گئے، وہ محل کے صحن میں کھڑا ہو گیا، ابن صبوحی پیئے ہوئے تھا اس نے کہا اسے چھوڑ دو اور پنجرے کے دروازے کو کھول دو، اُسے کہا گیا کہ یا امیر المومنین! یہ خوف ناک سیاہ رنگ وحشی درندہ ہے، اس نے کہا اسے چھوڑ دو اور پنجرے کے دروازے کو کھول دو پس سیاہ درندہ باہر آیا جس کے بیل کی طرح بڑے بڑے بال تھے، وہ دھاڑا اور زمین پر اس نے اپنی دُم ماری تو لوگ بھاگ گئے اور اس کے سامنے سے دروازے بند کر لیے اور امین اکیلا شیر کی پرواہ کیے بغیر اپنی جگہ پر بیٹھا رہا تو شیر اس کی طرف آیا جب وہ اس کے قریب ہوا تو امین نے اپنا ہاتھ ارمنی تکیے پر مارا تو وہ رُک گیا درندے نے اپنا پنجہ اس کی طرف بڑھایا تو امین نے اُسے کھینچ لیا اور اس کے دونوں کانوں کو جڑ سے پکڑ لیا اور اُسے ٹھوکا دیا پھر اُسے پیچھے کی طرف پھینک دیا تو درندہ پشت کے بل گر کر مر گیا لوگ دوڑ کر امین کی طرف آئے تو اس کی اُنگلیاں اور اس کے ہاتھوں کے جوڑ اپنی جگہوں سے ہل چکے تھے ایک جوڑ دل کے ٹھیک کرنے والے کو لایا گیا تو اس نے اس کی اُنگلیوں کی ہڈیوں کو اپنی اصل جگہ پر لوٹا دیا وہ ایسے بیٹھا رہا گویا اس نے کچھ کیا ہی نہیں، لوگوں نے شیر کا پیٹ پھاڑا تو اس کا پتہ اس کے جگر سے پھٹ گیا تھا۔

امین کی دستبرداری کی پیش خبری کہتے ہیں کہ منصور ایک روز بیٹھا ہوا تھا کہ

اس کے گھرانے کے کچھ ہاشمی آئے تو اس نے انہیں بشارت دیتے ہوئے کہا کیا تم جانتے ہو کہ محمد مہدی کل شام کو پیدا ہوا ہے اور اس کے ہاں ایک بچہ ہو گا جس کا نام ہم نے موسیٰ رکھا ہے جب لوگوں نے یہ بات سُنی تو انہوں نے اس بات کو ناپسند کیا گویا اس نے ان کے منہ پر راکھ پھینک دی ہے اور وہ خاموش ہو گئے اور کوئی جواب نہ دیا تو منصور نے ان کی طرف دیکھ کر کہا یہ موقع تو دُعا اور مبارکباد کا ہے اور میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ تم خاموش ہو پھر اس نے انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا اور انہیں کہنے لگا معلوم ہوتا ہے کہ جب میں نے تمہیں بتایا ہے کہ میں نے اس کا نام موسیٰ رکھا ہے تو تم غمگین ہو گئے ہو اس لیے کہ موسیٰ بن محمد وہ مولود ہے جس کی وجہ سے اتحاد جاتا رہے گا، خونریزی ہو گی، خزانے لوٹے جائیں گے اور ملک میں اضطراب پیدا ہو گا اور اس کا باپ خلافت سے دست بردار ہونے کی حالت میں قتل ہو جائے گا، یہ وہ نہیں ہے اور نہ ہی یہ اس کا زمانہ ہے، خدا کی قسم اس مولود کا دادا یعنی ہارون الرشید ابھی پیدا نہیں ہوا تھا تو انہوں نے اس کے لیے دُعا کی اور اُسے مبارکباد دی اور مہدی کو بھی مبارکباد دی اور یہ موسٰے ہادی تھا جو رشید کا بھائی تھا۔

رشید نے امین اور مامون کے درمیان جو عہد لکھا تھا اور اُسے کعبہ میں بھیجا تھا کہ ان دونوں میں سے خیانت کرنے والا عہد سے خارج ہو جائے گا یعنی جس نے بھی اپنے ساتھی سے خیانت کی تو خلافت اس شخص کے لیے ہو گی جس سے خیانت کی جائے گی۔

اُم جعفر کے خادم یاسر کا بیان ہے جو اس کے خاص خادموں میں سے تھا کہ جب محمد کا گھیراؤ کیا گیا تو اس کی ماں اس کے پاس روتی ہوئی آئی تو اس نے اُسے کہا کہ عورتوں کی گھبراہٹ اور حرص سے تاج نہیں پہنے جاتے اور خلافت کے لیے ایسے انتظامات کرنے پڑتے ہیں جنہیں دُودھ پلانے والیوں کے سینے برداشت نہیں کر سکتے اپنے پیچھے دیکھ اپنے پیچھے دیکھ۔

کہتے ہیں کہ محمد، طاہر کے نزدیک کمزور آدمی تھا، ایک روز طاہر اپنے باغ میں تھا کہ محمد کا خط آیا اس میں لکھا تھا:-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

اس بات کو جان لو کہ جب سے ہم کھڑے ہوئے ہیں کوئی ہمارے حق کو لینے
کے لیے کھڑا نہیں ہوا اور ہماری طرف سے اُسے تلوار ہی بدلے میں ملی ہے

پس تو اپنے بارے میں غور کر۔"

راوی کہتا ہے کہ خدا کی قسم! طاہر کی طرف سے ہمیشہ اس خط کے آنے کا اظہار ہوتا رہا جب وہ خراسان واپس گیا تو اس نے اپنے خواص کو خط دکھا کر انہیں کہا خدا کی قسم یہ کسی کمزور آدمی کا خط نہیں بلکہ بے یار و مددگار آدمی کا خط ہے۔ اور خلفائے سلف سے لے کر اس وقت یعنی ۳۳۲ھ تک جو بھی خلیفے ہوئے ہیں ان میں علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ اور محمد بن زبیدہ کے سوا کوئی خلیفہ ایسا نہیں ہوا جو ماں باپ کی طرف سے ہاشمی ہو۔ محمد بن زبیدہ کے متعلق ابوالغول کہتا ہے ؎

"وہ ایک ایسا بادشاہ ہے جس کا باپ اور ماں ایسے شریف اصل سے ہیں جس سے اُمت کا روشن چراغ پیدا ہوا ہے اس نے مکہ کی وادیوں کی چوٹیوں سے نبوت کا پانی پیا ہے جس میں کسی قسم کی ملونی نہیں۔"

۱۹۴ھ میں مامون کے ساتھ خیانت کا آغاز ہوا۔

عبدالملک بن صالح بن علی

۱۹۶ھ میں رقہ میں امین کے زمانے میں عبدالملک بن صالح بن علی کی وفات ہوئی، عبدالملک، عباس کی اولاد میں سے اپنے دور کا فصیح ترین آدمی تھا کہتے ہیں کہ جب رشید شام کے علاقے سے بلا دمنبج سے گزرا تو اس نے ایک بلند محل اور درختوں سے بھرپور ایک باغ دیکھا جو پھلوں سے لدا ہوا تھا تو اس نے عبدالملک سے کہا یہ محل کس کا ہے اس نے جواب دیا امیرالمومنین یہ آپ کی وجہ سے میرے اور آپ کے لیے ہے اس نے پوچھا اس کی تعمیر کیسی ہے اس نے جواب دیا آپ کے گھروں سے فروتر اور لوگوں کے گھروں سے برتر، اس نے پوچھا تیرا شہر کیسا ہے اس نے جواب دیا شیریں پانی، ٹھنڈی ہوا، مضبوط راستوں اور کم بیماریوں والا، اس نے پوچھا اس کی رات کیسی ہے اس نے جواب دیا، ساری کی ساری فریفتہ کرنے والی ہے۔ اس نے اُسے کہا اے ابوعبدالرحمٰن، تمہارا علاقہ کتنا اچھا ہے اس نے جواب دیا اور وہ ایسا کیوں نہ ہو اس کی مٹی سُرخ بالیاں زرد، درخت سرسبز، جنگل کشادہ اور پہاڑ بلند اور قیصوم اور شیخ کے درمیان ہیں تو رشید نے فضل بن ربیع کی طرف متوجہ ہو کر کہا، مجھ پر اس کلام کی نسبت کوڑے کی ضرب ہلکی ہے۔ (یعنی اس سے اسے سخت تکلیف پہنچی) جب محمد نے اپنے بیٹے کا نام موسےٰ ناطق بالحق رکھا اور فضل بن ربیع اس کے وزیر نے لوگوں سے

اس کے لیے عہد لیا تو موسےٰ اس وقت بہت چھوٹا تھا ، کسی اچھائی یا بُرائی کے متعلق عقل وشعور نہیں رکھتا تھا اور خادم کے بغیر جو رات دن ، بیداری اور نیند اور اُٹھتے بیٹھتے وقت اس کے ساتھ ہوتا تھا ، کسی حاجت سے فارغ نہیں ہو سکتا تھا اُسے علی بن عیسیٰ بن ماہان نے گود میں لیا اور اس کے متعلق بغداد کا ایک نابینا جو علی بن ابی طالب کے نام مشہور ہے کہتا ہے ؎

" وزیر کے فریب اور امام کے فسق اور مشیر کی رائے نے خلافت کو ضائع کر دیا ہے اور یہ فریب کاری کا راستہ ہے اور فریب کاری کا راستہ سب سے بڑا ہے اور خلیفہ کے کام عجوبہ ہیں اور اس سے بڑھ کر وزیر کے کام عجوبہ ہیں اور ان دونوں سے بڑھ کر یہ بات عجیب ہے کہ ہم ایک چھوٹے بچے کی بیعت کرتے ہیں جو اچھی طرح اپنی ناک بھی صاف نہیں کر سکتا اور نہ ہی دایہ کی گود ابھی اس کی پشت سے خالی ہوئی ہے اور یہ سب کچھ ایک باغی اور ایک گمراہ آدمی کی وجہ سے ہے جو کتاب منیر کی خلاف ورزی کرنا چاہتے ہیں اور اگر انقلاب زمانہ نہ ہوتا تو یہ کسی قافلے یا گروہ میں شامل ہوتے لیکن یہ فتنے پہاڑوں کی طرح ہیں جن میں ہم ایک حقیر آدمی کی سازش کی وجہ سے چڑتے پھرتے ہیں ۔"

جب طاہر بن حسین نے علی بن عیسیٰ بن ماہان کو قتل کر دیا تو وہ وہاں سے روانہ ہو کر حلوان جا اُترا یہ بغداد سے پانچ دن کے فاصلے پر ہے تو لوگ اس کی حکومت کے غلبے اور امین کے ساتھیوں کی شکست پر تعجب کرنے لگے ، لوگوں کو طاہر کے غلبے اور مامون کے ظہور کا یقین ہو گیا تو فضل بن ربیع اور اس کے ساتھی شرمندہ ہو گئے ۔

ایک نابینا شاعر اس بارے میں کہتا ہے جو مامون کا ہوا خواہ اور محمد بن زبیدہ سے تعصب رکھتا تھا ، یہ بغداد کا رہنے والا تھا اس کے اشعار یہ ہیں ؎

" میں ان لوگوں پر حیران ہوں جو اس بات میں کامیابی کی اُمید رکھتے ہیں جس کی ابھی تک تکمیل ہی نہیں ہوئی اور جو ارادے اور عہد انہوں نے کیے ہیں کیسے پورے ہو سکتے ہیں جب کہ ان کی عمارت کی بنیاد فجور پر ہے ایک گمراہ انہیں گمراہی کی طرف لے گیا ہے اور شیطان کے وعدے جھوٹے ہوتے ہیں اور وہ ان سے کھیل اور مذاق کرتا ہے جیسے شراب ، شرابی سے کھیلتی

ہے اور اُنھوں نے حق اور مامون سے خیانت کی اور خائن کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا، اور وہ ہم میں عادل، نجیب اور نیک سلوک کرنے والا ہے جس کی محبت ہمارے سینوں میں ہے اور شریعت اور زبور کی رُو سے انجام اس کا ہی اچھا ہوگا اور وہ چالیس پر غالب آجائے گا جو آپس میں موافقت رکھتے ہیں اور چاند اور مہینے اس کے ذریعے پورے ہوں گے پس سب مل کر تمام تدبیریں کر لو اور تمہاری تدبیر سے اُسے خوشی ہوگی۔"

جب محمد کو اطلاع ملی تو اس نے اپنے جرنیلوں اور خواص کو، طاہر کے معاملے میں اکٹھا کیا اور ان سے مشورہ کیا اور کہنے لگا کہ مجھے اپنے گانے سناؤ جیسے خراسان نے عبداللہ کو گانے سنائے تھے اور وہ ایسے ہی تھے جیسے اعشیٰ نے ربیعہ سے کہا تھا ؎

"پھر وہ ڈرے نہیں بلکہ وہ لڑنے والے مینڈھوں کی طرح آگے بڑھے کہ جب وہ ملتے ہیں ٹکریں مارتے ہیں۔"

خدا کی قسم مجھے گزشتہ اقوام کی باتیں بتائی گئی ہیں اور میں نے ان کی جنگوں اور ان لوگوں کے حالات پڑھے ہیں جنہوں نے حکومتیں قائم کی ہیں لیکن میں نے ان کی روایات میں، کسی آدمی کی یہ روایت نہیں دیکھی جو اپنے اقدام و سیاست میں اس آدمی کی طرح ہو، جس نے میرا قصد کیا ہے اور مجھ پر جرأت کی ہے اور اپنی جماعت کو، فوج، جرنیلوں اور جنگ کے سالاروں سے بھر لیا ہے پس آج جو کچھ تمہارے پاس ہے اُسے لاؤ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ امیر المومنین کو زندہ رکھے وہ اس کو کافی ہوں گے جیسے پہلے خلفاء اپنے باغیوں کے لیے کافی ہوتے تھے جب محمد کی فوج طاہر سے شکست کھا گئی اور ان میں سے کوئی کھڑا ہونے والا باقی نہ رہا تو سلیمان ابی جعفر نے کہا اللہ تعالیٰ غدار پر لعنت کرے کہ وہ اپنی غداری اور بے تدبیری سے اُمت پر کیا مصیبت لے آیا ہے اور اللہ تعالیٰ اہل فضل سے اس کے نسب کو دُور کرنے اور کس قدر جلدی اللہ تعالیٰ مامون کے لیے روشن چہرے والے مینڈھے یعنی طاہر سے بدلہ لیتا ہے اس بارے میں ایک شاعر کہتا ہے ؎

"اس گنہ گار اور زندیق پر ہلاکت ہو جس نے کس عظیم تباہی کی طرف دعوت دی ہے متقی، بے خوف، نیک سلوک کرنے والے حکمران مامون کے ساتھ غداری کی ہے جو خلافت امامت اور عقل کی زینت ہے اور بڑھ چڑھ کر

سخاوت کرنے والا ہے اور اگر تم جہالت سے احمد کے وارث اور ہر راست باز کے
وحی سے خیانت کرو تو اللہ تعالیٰ مامون کا جو روشن رُو سردار اور بزرگ سخی ہے
بہترین مددگار ہے۔

امین کا طاہر بن حسین کی طرف خط

جب محمد کا مشرقی اور مغربی جانب سے گھیراؤ کر لیا گیا اور ہرثمہ بن اعین، نہروان کے قریب باب خراسان اور تین دروازوں کے نزدیک اُتر گیا۔ اور طاہر، غربی جانب سے یاسریہ باب محول اور کناسہ کے نزدیک اُترا تو اس نے اپنے جرنیلوں کو اکٹھا کر کے کہا سب تعریف اس ذات کے لیے ہے جو اپنی قدرت سے جسے چاہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہے ذلت دیتا ہے اور سب تعریف اس کے لیے ہے جو اپنی قدرت سے جسے چاہے دیتا ہے اور جس سے چاہے روک لیتا ہے اور سب تعریف اس کے لیے ہے جو قبض و بسط کرتا ہے اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے، میں زمانے کی گردشوں اور مددگاروں کے چھوڑ دینے اور پریشان حالی کے بالمقابل اس کا شکر کرتا ہوں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کے بعد کہنے لگا۔ میں تم سے دردمند اور غمگین دل اور عظیم حسرت کے ساتھ جُدا ہو رہا ہوں اور اپنے متعلق تدبیر کرنے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتا ہوں کہ وہ اپنی مدد کے ساتھ مجھ پر مہربانی فرمائے پھر اس نے طاہر کی طرف لکھا کہ

"تو ایک مامور ہے میں نے تجھ سے خیر خواہی چاہی تو تُو نے خیر خواہی کی، میں نے جنگ کی تو تُو نے مدد کی، کبھی غالب، مغلوب ہو جاتا ہے اور کامیاب ہونے والا بے یار و مددگار ہو جاتا ہے اور میں نے اپنے بھائی کی معاونت اور اس سلطنت سے نکل کر اس کی طرف جانے میں بھلائی سمجھی ہے اور وہ اس کا زیادہ حق دار اور مستحق ہے پس مجھے میری جان اور میرے بیٹوں، والدہ دادی، خادموں اور میرے انصار و اعوان کے متعلق امان دے دو تا کہ میں تیرے پاس آ جاؤں اور اس حکومت سے خلاصی حاصل کر کے اسے اپنے بھائی کے سپرد کر دوں کیونکہ مجھے تیری امان پر اعتماد ہے وگرنہ وہ زیادہ بہتر اور مستحق ہے۔"

راوی بیان کرتا ہے کہ جب طاہر نے خط پڑھا تو کہنے لگا اب اس کا گلا گھٹ گیا

ہے اور بازو ٹوٹ گیا ہے اور اس کے بدکار ساتھی شکست کھا گئے ہیں، خدا کی قسم یہ کام نہیں ہوگا جب تک وہ اپنا ہاتھ میرے ہاتھ پر نہ رکھے اور میرے حکم کے مطابق نہ چلے اس موقع پر اس نے ہرثمہ کو لکھا کہ وہ اُسے اس کی امان کے حکم کو قبول کرنے کے متعلق کہے۔

دست بردار خلیفہ نے اپنے بیٹوں وغیرہ سے ایک جماعت تیار کی جنہوں نے مامونی فوجوں کو اس سے دُور کرنے کے لیے طاہر سے امان لی ہوئی تھی وہ ہرثمہ کی طرف گئے، طاہر بن حسین، ہرثمہ کو آدمیوں کی مدد دیتا تھا لیکن اس کے باوجود ہرثمہ کوئی بڑی تدبیر نہ کر سکا جب وہ آدمی جس کا ہم نے ذکر کیا ہے ہرثمہ سے جنگ کرنے کی طرف مائل ہوا تو فوج کے سالاروں بشر اور بشیر الازدیان کو طاہر نے دھمکی دی اور وہ اس کے فتح کے قریب پہنچ جانے کی وجہ سے اس کے حملہ سے بے خوف نہ ہوئے اور فوج سے الگ ہو گئے اور فوج بکھر گئی۔ طاہر باب الکباش الطاہری کے مشہور باغ میں پڑاؤ کیے ہوئے تھا اس بارے میں ایک آوارہ گرد بغدادی قیدی کہتا ہے ؎

"ہمیں طاہر کے ساتھ ایک عظیم الشان دن پالا پڑا، جس میں ہمیں ہرثمہ کتے پر بہادری دکھائی تھی، ابوطیب کے لیے ہماری طرف سے یہ بڑی پریشانی اور تکلیف کا دن تھا اور اس کے پاس تمام ہانکنے والے اور نقب زن چور اور ایسے ننگے بھی جن کی پیشانیوں پر ضرب کے نشانات پڑے ہوئے تھے آ گئے اور جب وہ مشرق میں اُترتا تو ہم مغرب کی طرف سے اس کے پاس آ جاتے۔"

محمد امین بڑا تنگ حال ہو گیا تو اس نے دوسروں کے علاوہ اپنے نئے جرنیلوں میں پانچ ہزار درہم اور عطر کی شیشیاں تقسیم کیں اور اپنے پرانے اصحاب کو کچھ نہ دیا طاہر کے جاسوسوں نے اسے اس بات کی اطلاع دی تو اس نے ان سے مراسلت کی اور ان کو وعدے دیے اور اُمیدیں دلائیں اور چھوٹے آدمیوں کو جرنیلوں کے خلاف اکسایا یہاں تک کہ وہ غضب ناک ہو گئے اور امین کے خلاف فتنہ پیدا کر دیا یہ ۶ر ذوالحجہ ۱۹۶ھ بدھ کے روز کی بات ہے امین کے خلاف فتنہ برپا کرنے والوں میں سے ایک نے کہا ؎

"لوگوں کے امین کو اپنے دل میں کہہ کہ تُو نے خوشبو دے کر فوج کو پراگندہ کر دیا ہے اور میری جان طاہر پر قربان ہو کہ اس نے اپنے ایلچیوں اور کافی تیاری کے باعث باغی گروہ کے مقابلہ میں زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی ہے

اسے عہد شکن! جس کی عہد شکنی نے اُسے بے یار و مددگار کر دیا ہے اور اس کی موت سے اس کے عیوب فاش ہونے لگے ہیں اور تیرے پاس پھاڑنے والے شیروں کے ساتھ ایک شیر اپنے حملوں میں کتے کی طرح بن کر آیا پس تو بھاگ جا اور اس قسم کے شیر سے سوائے آگ اور دوزخ کی طرف بھاگنے کے اور کوئی بھاگنے کی جگہ نہیں۔"

طاہر نے یاسریہ سے چل کر باب الانبار میں پڑاؤ ڈال لیا اور اہل بغداد کا محاصرہ کر لیا اور صبح و شام جنگ کی یہاں تک کہ دونوں فریق ختم ہو گئے اور بستیاں اُجڑ گئیں اور نشانات مٹ گئے اور بھاؤ چڑھ گئے یہ ۱۹۶ھ کا واقعہ ہے اور بھائی نے اپنے بھائی کے ساتھ اور بیٹے نے اپنے باپ کے ساتھ جنگ کی، یہ محمدی (امین کے حامی) تھے اور وہ مامونی (مامون کے حامی تھے) مکانات گرا دیے گئے بستیاں جلا دی گئیں اور اموال لوٹ لیے گئے، اس بارے میں علی بن ابی طالب نابینا شاعر کہتا ہے ؎

"خاندانوں کی رشتہ داریاں منقطع ہو گئیں اور صاحب تقویٰ و بصیرت لوگوں نے انہیں بے یار و مددگار چھوڑ دیا یہ اللہ تعالیٰ کا انتقام تھا جو اس نے اپنی مخلوق سے کبائر کے ارتکاب کی وجہ سے لیا، پس ہم نے نہ گناہوں سے توبہ کی اور نہ اندرونی اصلاح کی اور نہ کسی ناصح کی بات کو سنا کہ اس کا وعظ ہم پر اثر انداز ہوتا اور جب اسلام کی اُمید منقطع ہو گئی تو ہم اسلام پر رونے لگ گئے اور ہر کافر نے اس کی خیر کی اُمید کی لوگ ایک دوسرے کو قتل کرنے لگ گئے ہیں ان میں سے کوئی مقہور اور ذلیل ہے اور کوئی قاہر اور غالب ہے اور قوم کا سردار اپنی جان لیے پھرتا ہے اور ہر چالاک سردار بن بیٹھا ہے اور کوئی فاجر، کسی نیک کی حرمت کا پاس نہیں کرتا اور نہ نیک، فاجر کو ہٹانے کی استطاعت رکھتا ہے اور تو انہیں بھیڑیوں کی طرح پائے گا جو خون کو دیکھ کر اس کا قصد کرتے ہیں اور کسی جھڑکنے والی کی پروا نہیں کرتے، جب دشمنوں نے اپنی کوشش سے پہلا گھر گرا لیا تو وہ دوسروں کے گرانے کے لیے بھی تیار ہو گئے اور اپنے گھروں میں بکریوں کی طرح ہو گئے وہ انہیں کاٹنے والی تلواروں کے ساتھ ہانکتے تھے اور قبیلوں کے فاسق اپنے سرداروں پر

خنجروں سے حملے کرتے تھے اور ہم مقتول، دوست، سخی بھائی اور مہربان پڑوسی پر روتے تھے اور ماں اپنے بیٹے کے غم میں روتی تھی اور اس پہ شفقت سے ہر پرندہ روتا تھا اور ہر خاوند والی عورت بیوہ ہوگئی اور وہ خاوند پر آنسو بہاتی تھی اور وہ اسے کہتی تھی کہ تو میری قوت اور مددگار تھا پس آج میری قوت اور میرا مددگار مجھ سے غائب ہوگیا ہے، میں گھروں کے جلانے گرانے اور قتل اور لوٹ مار کی وجہ سے واپس لوٹ آئی ہوں اور پردہ نشین عورتیں بغیر اوڑھنی اور چادر کے ننگے سر باہر آگئی ہیں اور تو انہیں حیران کھڑا دیکھے گا جنہیں بھاگتے ہوئے ہرنوں کی طرح اپنی منزل کا پتہ ہی نہیں یوں معلوم ہوتا ہے کہ بغداد کبھی خوب صورت شہر اور اقامت کی جگہ ہی نہ تھی ہاں وہ ایسا ہی ہے اس کا حسن اور اس کی جمعیت تقدیر کے حکم سے پریشان ہوگئی ہے اور ان پر وہ مصیبت نازل ہوئی ہے جو پہلے لوگوں پہ نازل ہوئی تھی اور وہ شہر و دیہات کے لیے داستان بن گئے ہیں' اے بغداد جو بادشاہوں کا گھر اور مختلف قسم کی اُمیدوں کے حصول کی جگہ اور منابر کا مستقر دنیا کی جنت تونگری کے حصول کا مقام اور اموالِ تجارت کو نکالنے کی جگہ تھا، مجھے بتا تو سہی کہ وہ لوگ کدھر گئے ہیں جنہیں میں نے آسودہ حال دیکھا تھا وہ بادشاہ کہاں ہیں جو فوجوں کے ساتھ صبح کو آتے تھے جن کا حسن، روشن ستاروں سے مشابہ تھا وہ فیصلہ کرنے والے قاضی کہاں ہیں جو مشکل امور کو حل کرتے تھے وہ حکیمانہ باتیں کرنے والے اور مرتب گفتگو کرنے والے شاعر اور خطیب کہاں ہیں، وہ بادشاہوں کے پنکھے کہاں ہیں جن میں، میں نے کئی قسم کے جواہر ٹنکے دیکھے تھے، اس کی خاک گلاب اور کستوری چھڑکاتی تھی اور اس کے بعد انگیٹھیوں سے خوشبو مہکتی تھی، ہر شام کو ندیم، کریم اور فیاض آدمی کے پاس جاتے تھے اور گلوکارہ لونڈیوں کے کھیل ہوتے تھے جب وہ سارنگی کی آواز کے ساتھ گاتی تھیں تو ان کے نغمے مقبول ہوتے تھے آلِ ہاشم کے روشن رُو بادشاہوں اور ان کے پیروکاروں کو کیا ہوگیا ہے کہ انہوں نے مفاخر پر ہی اکتفا کیا ہے وہ اپنی بادشاہت میں یوں جانتے

ہیں گویا وہ کسی دُوسرے قبیلے کی بادشاہت میں ہیں، ان کے بڑوں نے انہیں جس مصیبت میں ڈالا ہے اس سے وہ لڑکھڑا گئے ہیں اور انہیں چھوٹے لوگوں کے ہاتھوں سے تکلیف پہنچی ہے اور اس میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر بادشاہ ایک دوسرے کی مدد کرتے تو ان کے خوف سے سرکشوں کی گردنیں جھک جاتیں۔"

فوج کے جنرلوں کے القاب

ہرثمہ بن اعین نے زہیر بن مسیب ضبی کو مشرقی جانب بھیجا وہ کلواذ کے نزدیک الماطر مقام پر اُترا اور اس نے بصرہ اور واسط سے آنے والے تجارتی سامان کے جہازوں پر عشر لگایا اور بغداد پر منجنیقیں نصب کیں اور اس نے رقہ میں کلواذا اور جزیرہ میں پڑاؤ ڈالا تو لوگوں کو اس سے تکلیف ہوئی تو آوارہ گردوں اور قیدیوں کی ایک بڑی تعداد اس کے مقابلہ میں آگئی وہ اپنی پیٹیوں میں ننگے لڑتے تھے اور انہوں نے اپنے سرداروں کے لیے کھجور کے پتوں سے دو اخل بنائے تھے اور ان کا نام انہوں نے خود رکھا ہوا تھا اور کھجور کے پتوں اور چٹائیوں سے ڈھال بنائی ہوئی تھی جسے تار کول لگا کر سنگریزوں اور ریت سے بھرا ہوا تھا اور ہر دس آدمیوں پر ایک عریف (نمبردار) ہوتا تھا اور ہر دس عریفوں پر ایک نقیب ہوتا تھا اور ہر دس نقیبوں پر ایک قائد ہوتا تھا اور ہر دس قائدین پر ایک امیر ہوتا تھا اور ہر ذی مرتبہ آدمی کے لیے ایک سواری ہوتی تھی جو اس کے ماتحت آدمیوں کی تعداد کے لحاظ سے ہوتی تھی اور عریف کے آدمیوں کی سواری جنگ بازوں سے الگ ہوتی تھی یہی حال نقیب، قائد اور امیر کا تھا۔ برہنہ لوگوں نے اپنی گردنوں میں گھنگھرو اور سُرخ وزرد اُون ڈالی ہوتی تھی اور ان کے لیے آگے سے کھینچنے والی رسیاں لگائیں اور دُمیں جھاڑیوں اور چینوریوں سے بنائی گئی تھیں، عریف آتا اور وہ ایک آدمی کو سوار کر آتا اور اس کے آگے دس جانباز ہوتے جن کے سروں پر پتوں کے خود اور چٹائیوں کی ڈھالیں ہوتی، اسی طرح نقیب، قائد اور امیر بھی آتے اور ناظرین ان کی جنگ کو دیکھتے کہ وہ سبک رفتار گھوڑوں زرہوں، خودوں، نیزوں اور تبتی ڈھالوں والوں کے ساتھ لڑ رہے ہیں اور یہ لوگ برہنہ تھے اور جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں لوگ بڑی تیاری میں تھے اور برہنہ لوگوں کا مقابل زہیر تھا اُسے ہرثمہ کی طرف سے مدد ملی تو برہنہ لوگ شکست کھا گئے اور ان کے گھوڑوں نے انہیں نیچے پھینک دیا اور ان سب کا محاصرہ ہوگیا اور اس نے انہیں تلوار کی باڑھ پر رکھ لیا ان میں سے بہت سے لوگ مارے گئے اور ناظرین میں سے بھی بہت سے لوگ قتل ہوئے اور اس بارے میں نابینا شاعر

کہتا ہے اور اس نے منجنیق کے ساتھ زہیر کے سنگباری کرنے کا بھی ذکر کیا ہے ؎

"منجنیق اور پتھر کے نزدیک نہ جا کہ تو نے مقتول کو قبر میں جاتے دیکھا ہے وہ صبح صبح اُٹھا کہ اس سے کوئی خبر نہ رہ جائے اور شام کو قتل ہو کر اس نے خبر کو پیچھے چھوڑ دیا اس نے چاہا کہ یہ بات نہ کہی جائے کہ ان کا کوئی معاملہ تھا اے منجنیق والے جو کچھ تو نے کہا ہے وہی تجھے کافی ہے تو نے کچھ باقی نہیں چھوڑا، اس کی خواہش کچھ اور تھی یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ خواہش تقدیر پر غالب آ جائے۔"

جب فوج کو رسد دینے میں ابن تنگ ہو گیا تو اس نے خفیہ طور پر سونے اور چاندی کے برتنوں کو ڈھال کر اپنے آدمیوں کو دے دیا اور طاہر کی جنگ باز فوجوں کی طرف جو باب انبار اور باب حرب اور باب قطربل کے قریب تھیں محفوظ جگہوں کی طرف چلا گیا، جنگ غربی جانب کے وسط میں ہو رہی تھی منجنیقوں نے دونوں فریقوں کے درمیان کارروائی کی اور بغداد اور کرخ اور دیگر اطراف میں بے شمار مکان جل اور گر گئے یہاں تک کہ بغداد کا حسن ختم ہو گیا، اور حالات سخت خراب ہو گئے لوگ ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے لگے اور خوف چھا گیا تو شاعر نے کہا ؎

"اے بغداد تجھے کس کی نظر لگ گئی ہے کیا تو ایک مدت تک آنکھوں کی ٹھنڈک نہ تھا کیا تجھ میں وہ لوگ نہ تھے جن کا قرب اور مسکن خوب صورت تھا، زمانے نے انہیں جدائی کی آواز دی تو وہ بکھر گئے تجھے ان کی جدائی کے غم سے کس قدر تکلیف پہنچی ہے، میں ان لوگوں کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں اور جب بھی میں ان کا ذکر کرتا ہوں میری آنکھوں سے آنسو بہہ پڑتے ہیں، زمانے نے ان کو متفرق کر دیا ہے اور زمانہ دو فریقوں کے درمیان تفریق کر دیا کرتا ہے۔"

دونوں فریقوں کے درمیان چار ماہ تک جنگ جاری رہی بغداد اپنے اہل سمیت تنگ ہو گیا مساجد ویران ہو گئیں، نمازیں ترک کر دی گئیں اور اس پر ایسی مصیبت نازل ہوئی کہ جب سے ابو جعفر منصور نے اسے بنایا تھا اس پر ایسی مصیبت نازل نہ ہوئی تھی، المستعین اور المعتز کی جنگ میں بھی، آوارہ گردوں کے جنگ میں جانے کی وجہ سے اہل بغداد کو اس قسم کی جنگ کا سامنا کرنا پڑا تھا اور انہوں نے ان میں سے اپنے سوار اور امراء بنا

تھے جنہیں نبنو یہ خالو یہ کہتے تھے اور ان میں سے ایک آدمی ایک آوارہ گرد پر سوار ہو جاتا اور پچاس ہزار برہنہ آدمیوں کے ساتھ جنگ کی طرف چلا جاتا اور اہل بغداد کو اس جنگ سے اتنا نقصان نہیں پہنچا جتنا مامون اور دست بردار خلیفہ کی جنگ سے پہنچا، اہل بغداد نے ابو اسحٰق متقی للہ کے چلے جانے اور اس سے قبل بریدیوں اور ابن رائق اور توزون ترکی کی مصیبت سے اس مصیبت کو بڑا سمجھا جو ان پر اس وقت یعنی ۳۳۲ھ میں نازل ہوئی اور انہیں محمد حسن بن ابو العیجاء عبداللہ بن حمدان ناصر الدولہ اور اس کے بھائی علی بن عبداللہ سیف الدولہ کے خروج سے جو لمبا قحط اور خرابی لاحق حال ہوئی۔ یہ خرابی اس سے بھی بڑی تھی۔ ان آوارہ گردوں کی مانند لوگ پہلے بھی گزر چکے ہیں۔ مامونیوں اور برہنہ لوگوں کے درمیان جو دست بردار خلیفہ کے ساتھی تھے، جنگ سخت ہو گئی اور محمد کا اس کے محل کی غربی جانب سے محاصرہ کر لیا گیا ایک دن ان کے درمیان جنگ ہوئی جس میں فریقین کے بہت سے لوگ مارے گئے اس بارے میں حسین خلیع کہتا ہے ؎

"ہمیں اللہ کی مدد سے فتح ہو گی اور بھاگنے کے بعد ہم حملہ کریں گے اور دین سے نکل جانے والے تیرے اچھے اور بُرے دلوں کے دشمن ہیں، ان کے لیے موت کا پیالہ ہے جو بڑا تلخ ہے ہم نے وہ پیالہ پیا اور انہیں پلایا لیکن اس نے انہیں گرا دیا، اے اللہ کے امین اللہ پر بھروسہ کر، تجھے فتح و نصرت ملے گی اور معاملے کو اللہ تعالےٰ کے سپرد کر، اس صاحب قدرت نے تجھے ذمہ دار بنایا ہے اسی طرح کبھی جنگ ہمارے حق میں ہوتی ہے اور کبھی خلاف ہوتی ہے۔"

معرکۂ دار الرقیق

شارع دار الرقیق میں ایک عظیم معرکہ ہوا جس میں بہت سے لوگ مارے گئے گلی کوچوں میں بہت خونریزی ہوئی، ایک مامون کو پکارتا تھا اور دوسرا دست بردار خلیفہ کو آواز دیتا تھا اور لوگ ایک دوسرے کو قتل کرتے تھے گھروں کو لوٹ لیا گیا وہ مرد اور عورت کامیاب ہوتے تھے جو اپنے آپ کو بچا کر اور جو کچھ اپنے پاس ہوتا تھا طاہر کی فوج کے سپرد کر دیتے تھے انہیں اپنے مال و جان کے متعلق امان مل جاتی تھی اس بارے میں شاعر کہتا ہے ؎

"جب بغداد کی خوشحالی اور آسودگی ختم ہو گئی تو میری آنکھ بغداد پر اشکبار ہوئی

اور ہمیں خوشی کے بدلے غم اور فراخی کے عوض تنگی ملی، ہمیں حاسدوں کی نظر لگ گئی اور انہوں نے اہل بغداد کو منجنیقوں سے تباہ کر دیا اور لوگوں نے آگ سے محل کو جلا دیا نوحہ کرنے والے غرق ہونے والوں پر نوحہ کر رہے تھے اور کچھ اپنے ساتھیوں کو آواز دے رہے تھے اور کچھ بھائیوں کو بُلا رہے تھے اور سفید آنسوؤں والی نازنین عورتیں جسموں پر خوشبو لگائے ہوئی تھیں وہ اپنے مہربانوں کو پکارتی تھیں مگر وہاں کوئی مہربان موجود نہ تھا اور مہربان اپنے ساتھی کے ساتھ گم ہو چکا تھا اور لوگوں نے دنیا سے اپنا سامان نکالا جو ہر بازار میں فروخت ہو رہا تھا اور پردیسی اپنے گھر سے دُور، راستے کے درمیان بغیر سر کے قتل ہوا پڑا تھا، سب لوگ ان کی جنگ کی لپیٹ میں آ گئے اور انہیں پتہ نہ تھا کہ وہ کس فریق سے تعلق رکھتے ہیں، کوئی بیٹا اپنے باپ کی نگرانی نہ کرتا تھا اور دوست، دوست سے بھاگ چکا تھا اور میں اس بات کو کب بھول سکتا ہوں کیونکہ میں دارالرقیق کے معرکے کو یاد کرنے والا ہوں۔"

برہنہ لوگوں کی خود رائی

ایک خراسانی جرنیل نے طاہر سے پوچھا کہ وہ آج اس کی جنگ کی باری مقرر کرے تو طاہر نے ایسا ہی کر دیا وہ جرنیل نکلا تو اس نے ان کی تحقیر کی اور کہنے لگا ان لوگوں کی تدبیر سے کیا ہو سکتا ہے کہ جنگجوؤں اور بہادروں کے پاس کوئی ہتھیار ہی نہیں ہے تو ایک برہنہ نے اُسے دیکھ لیا حالانکہ اس نے اُسے خاصی دیر تک تیر مارے تھے یہاں تک کہ جرنیل کے تیر ختم ہو گئے اور اس نے خیال کیا کہ برہنہ کے پتھر ختم ہو گئے ہیں پس اس نے اُسے پتھر مارا جو اس کے تھیلے میں باقی رہ گیا تھا اور جرنیل نے اس پر حملہ کیا پس وہ پتھر اس کی آنکھ میں لگا پھر اس نے دوسرا پتھر مارا، قریب تھا کہ جرنیل اپنے گھوڑے سے گر پڑے اور خود اس کے سر سے گر پڑا اور اس نے پلٹ کر حملہ کیا تو وہ کہہ رہا تھا یہ آدمی نہیں بلکہ شیطان ہیں اس بارے میں ابو یعقوب خریمی کہتا ہے ۔

"کرخ کے بازار بے آباد ہیں اور وہاں کے آوارہ گرد اور راہی دوڑتے پھرتے ہیں اور جنگ نے ان کے رذیلوں میں سے ایک سیاہ رنگ موٹے لڑکے کو نکالا ہے جو شیروں پر غالب آ گیا ہے۔"

اور علی نابینا کہتا ہے ؎

"ان جنگوں نے ایسے آدمیوں کو نکالا ہے جو نہ قحطانی ہیں نہ نزاری، اور وہ ایسے لوگ ہیں جو اُون کی زرہوں میں جنگ کی طرف پھاڑنے والے شیروں کی طرح جاتے ہیں اور جب بہادر موت سے بچنے کے لیے فرار اختیار کرتے ہیں تو وہ جانتے ہی نہیں کہ فرار کیا ہوتا ہے اور ان میں ایک برہنہ بغیر تہبند کے دو ہزار آدمیوں پر حملہ کر دیتا ہے اور جب نوجوان نیزہ مارتا ہے تو کہتا ہے کہ یہ ضرب آوارہ گرد جوان کی ہے اسے لے لے۔"

فیصلہ کن جنگیں

ہر روز شدید جنگ ہوتی اور فریقین ڈٹ کر جنگ کرتے اور دست بردار خلیفہ کی برہنہ فوج اور اس کے حامی کھجور کے پتوں کے خود اور چٹائیوں کی ڈھالوں والوں کے ساتھی بن گئے اور طاہر نے لوگوں کو تنگ کر دیا اور وہ بغداد کی ایک سڑک کے بعد دوسری سڑک طے کرنے لگا اور جس طرف وہ جاتا اس طرف کے لوگ جنگ میں اس کے مددگار بن جاتے پھر اس نے اپنے اور دست بردار خلیفہ کے اصحاب کے درمیان، گھروں اور محلات کی جگہوں پر خندقیں کھودنا شروع کر دیں طاہر کے ساتھی بڑی قوت اور اقبال میں تھے اور دست بردار خلیفہ کے ساتھی کمزوری اور ادبار کی حالت میں تھے، طاہر کے ساتھی گھروں کو منہدم کرتے تو دست بردار خلیفہ کے اصحاب، لبعض لکڑی کے گھروں اور کپڑوں وغیرہ کو لے لیتے اور مال و متاع کو لوٹتے تو ایک محمدی نے کہا ؎

"ہمیں ہر روز کوئی نہ کوئی نقصان ہوتا ہے جس کی ہم تلافی نہیں کر سکتے اور ان کے مطالبات میں اضافہ ہوتا جاتا ہے اور ہم کم ہو رہے ہیں اور جب وہ کسی گھر کو منہدم کرتے ہیں تو ہم اس کی چھتوں کو لے لیتے ہیں اور دوسری اس قسم کی چیزوں کا انتظار ہی کرتے رہتے ہیں۔ وہ ڈھول سے شکار کو اُٹھاتے ہیں اور اگر ان کو قریب سے شکار کا منہ نظر آ جائے تو وہ شکار کر لیتے ہیں اور انہوں نے ہمارے لیے مشرق و مغرب میں خرابی پیدا کر دی ہے پس ہمیں معلوم نہیں کہ ہم کس طرف جا رہے ہیں اور جب وہ آتے ہیں تو دیکھی ہوئی چیز کے متعلق بتاتے ہیں اور اگر کسی بُری بات کو نہ دیکھیں تو اندازہ لگاتے ہیں اور ہمارے قاریوں نے ان کے ساتھ جنگ کرنے کی رخصت دی ہوئی ہے اور کسی

مقتول کو، صاحب رخصت ہی قتل کرتا ہے۔"

جب طاہر نے اس مشکل وقت میں بھی دست بردار خلیفہ کے صبر و استقامت کو دیکھا تو اس نے بصرہ اور واسط وغیرہ سے رسد کے راستے روک دیے مامونی حدود میں ایک درہم کے بدلے بیس بیس رطل روٹی ملتی تھی اور محمدی حدود میں ایک درہم کے بدلے میں ایک رطل روٹی ملتی تھی لوگ تنگ آکر کشائش سے مایوس ہو گئے، بھوک سخت ہو گئی اور جو لوگ طاہر کی طرف چلے گئے تھے وہ خوش تھے اور دست بردار خلیفہ کے ساتھ رہنے والے متاسف تھے طاہر نے اپنے اصحاب کے ساتھ بہت سی جگہوں پر پیشقدمی کی اور باب کیاش کا ارادہ کیا تو جنگ سخت ہو گئی اور سر کٹنے لگے اور تلوار اور آگ نے اپنی کاروائی شروع کر دی اور فریقین نے استقامت دکھائی طاہر کے بہت سے اصحاب قتل ہو گئے اور برہنہ لوگوں کے بھی، جو پتھروں کے تھیلے اور اینٹیں اور کھجور کے پتوں کے خود اور چٹائیوں کی ڈھالیں اور سرکنڈوں کے نیزے اور چیتھڑوں کے جھنڈے اور بگل اور گایوں کے سینگ اٹھائے ہوئے تھے بہت سے آدمی مارے گئے یہ واقعہ اتوار کے روز ہوا اس بارے میں نابینا شاعر کہتا ہے ؎

"اتوار کے روز کی جنگ ہمیشہ یاد رہے گی اور میں نے کتنے ہی جسموں کو پچھڑے دیکھا اور کتنے ہی دیکھنے والوں کی گھات میں موت لگی ہوئی تھی اور اسے ایک ایسا تیر آلگا جس کے مارنے والے کا پتہ ہی نہ تھا اور اس نے درمیان سے اس کے جگر کو چیر دیا اور دوسرا شیر کی طرح بپھرا ہوا تھا کوئی کہہ رہا تھا کہ ایک ہزار آدمی قتل ہو گئے ہیں اور دوسرا کہہ رہا تھا کہ اس سے زیادہ ہیں اور ان کی تعداد کا کوئی حساب ہی نہیں ہے، میں نے ایک آدمی سے جسے نیزہ لگ چکا تھا کہا کہ تو کون ہے اے مسکین تو ہلاک ہو تو محمد کا ساتھی ہے اس نے جواب دیا، میں نہ نسب کے لحاظ سے اور نہ ملک کے لحاظ سے اس کا قریبی ہوں اور نہ میں گمراہی اور ہدایت کے لیے لڑا ہوں اور نہ ہی کسی ایسی چیز کے لیے لڑا ہوں جو جلد میرے قبضہ میں آجائے۔"

جب محمد کی پوزیشن نازک ہو گئی اور اس کا محاصرہ سخت ہو گیا تو اس نے اپنے ایک جرنیل ذریح نام سے کہا کہ وہ مسلمانوں اور دیگر ادیان کے مال دار لوگوں اور ذخائر و امانتوں والوں کا پیچھا کرے۔ اس کے ساتھ اس نے ایک اور آدمی کو بھی کر دیا جس کا

نام ہرش تھا۔ یہ دونوں لوگوں پر حملہ کرتے وہ کسی کے تہمت لگا دینے سے بھی مال لے لیتے اس طرح سے انہوں نے بہت سے اموال اکٹھے کر لیے پس لوگ حج کے بہانے بھاگ نکلے اور مال دار لوگ ذریح اور ہرش کے خوف سے بھاگ گئے اس بارے میں علی نابینا کہتا ہے ؎

"انہوں نے حج کرنے کا اظہار کیا حالانکہ وہ حج نہیں کرنا چاہتے تھے بلکہ ہرش سے بھاگنا چاہتے تھے، کتنے ہی لوگ قابل رشک تھے کہ زمانہ ان پر تباہی لے آیا اور جس کسی کے گھر ذریح گیا اُسے ذلت اور جنگ سے دوچار ہونا پڑا۔"

جب ملک میں عام لوگ روپوش ہو گئے تو تاجروں نے کرخ میں اکٹھے ہو کر طاہر سے خط و کتابت کی کہ انہیں آپ کے پاس جانے سے روک دیا گیا ہے اور ان پر اور ان کے اموال پر قبضہ کر لیا گیا ہے اور برہنہ لوگ ایک آفت ہیں اور ان میں سے ایک نے کہا کہ اگر تم نے طاہر سے خط و کتابت کی تو تم دست بردار خلیفہ کے حملے سے بے خوف نہ ہو گے، انہیں چھوڑ دو اللہ تعالیٰ ان کو ہلاک کرنے والا ہے اور ان کے ایک شاعر نے کہا ؎

"ان لوگوں کو چھوڑ دو انہیں عنقریب شیروں کے پنجے پکڑیں گے اور سخت جگر والوں کے پردے پھاڑ دیں گے اور عنقریب وہ قبروں کی طرف چلے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کو تمرد اور فجور کی وجہ سے تباہ کرنے والا ہے" اور ایک روز برہنہ لوگوں نے ایک لاکھ کی تعداد میں نیزوں اور سرکنڈوں سے سر پر کاغذ کی لمبی ٹوپیاں پہن کر حملہ کر دیا بگل اور گائے کے سینگ بجائے اور دیگر محمدیوں کے ساتھ مل کر بہت سی جگہوں پر حملہ کر کے مامونیوں کی طرف چل پڑے اور طاہر نے اپنے کئی جرنیلوں اور اُمراء کو ان کی طرف بھیجا، پس جنگ میں تیزی ہو گئی اور بہت قتل عام ہوا، برہنہ لوگ ظہر تک مامونیوں پر غالب رہے یہ سوموار کا دن تھا پھر مامونیوں نے برہنہ لوگوں پر حملہ کر دیا جو محمد کے اصحاب تھے پس ان میں سے کچھ قتل ہوئے اور دس ہزار کے قریب اس نے جلا دیے۔

اور اس بارے میں نابینا شاعر کہتا ہے ؎

"امیر طاہر بن حسین کے ساتھ انہوں نے ہم پر سوموار کی صبح کو حملہ کیا انہوں نے اپنی فوج کو اکٹھا کر کے ہر مضبوط کلائی اور نیزے والے کے ساتھ ہم پر حملہ کیا اسے برہنہ لوگوں کے مقتول جو کنارے پر پچھڑا پڑا ہے اور اُسے فریقین

کے گھوڑے دوندر ہے ہیں تیرے ہاتھ میں کیا چیز تھی کہ لوگوں نے دو میں سے
ایک بات پر صلح کر لی، کیا تو وزیر یا قائد تھا بلکہ تو تو ان دونوں باتوں سے فرقدین
ددو ستاروں کا نام ہے) تک دُور تھا کتنے ہی صاحب بصیرت لوگ دو آنکھوں
کے ساتھ گئے تاکہ ان کے حال کو دیکھیں تو ان کی آنکھ کو راحت نصیب ہوئی وہ
جو کچھ چاہتے ہیں اس میں خطا نہیں کرتے سوائے اس کے کہ وہ دو آنکھوں کا
قصد کریں۔"

دست بردار محمد کی حالت خراب ہو گئی پس جو کچھ اس کے خزانے میں موجود تھا اس نے پوشیدہ طور پر فروخت کر دیا اور اپنے ساتھیوں میں رسد تقسیم کر دی اور ان کے پاس دینے کو اور کچھ باقی نہ رہا اور ان کے مطالبات زیادہ ہو گئے اور طاہر نے اس کو تنگ کر دیا، وہ باب انبار کے باغ میں پڑاؤ کیے ہوئے تھا، محمد نے کہا میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ فریقین کو قتل کر دے کیونکہ ان میں جو آدمی بھی ہے وہ دشمن ہے، خواہ وہ میرے ساتھ ہو یا علی کے ساتھ ہو یہ لوگ میری آرزوؤں کو چاہتے ہیں اور وہ مجھے چاہتے ہیں، اور کہنے لگا

"اے مددگارو مجھے چھوڑ کر منتشر ہو جاؤ کیونکہ تم میں سے ہر کوئی منافق ہے اور
میں سوائے جھوٹ اور جھوٹی اُمیدوں کے کچھ نہیں دیکھتا اور میں کسی چیز کا مالک
نہیں پس میرے بھائیوں سے سوال کرو، مجھ پہ باغ میں پڑاؤ کرنے والے
یعنی طاہر بن حسین نے مصیبت ڈالی ہے۔"

جب اس کی حالت نازک ہو گئی اور ہرثمہ بن اعین نے مشرقی جانب اور طاہر نے مغربی جانب ڈیرے ڈال دیے اور محمد ابو جعفر کے شہر میں اکیلا رہ گیا تو اس نے اپنے خواص سے اپنے بچاؤ کے متعلق مشورہ کیا ہر ایک نے اپنی اپنی رائے دی اور ان میں سے ایک نے کہا کہ ابن حسین سے خط و کتابت کرو اور اُسے ایسی قسم دو جس پہ وہ اعتماد کرے کہ تو اپنی حکومت اس کے سپرد کر دے گا شاید وہ تجھے ایسا جواب دے جو تو اس سے چاہتا ہے، اس نے کہا تیری ماں تجھے گم کرے میں نے تجھ سے مشورہ لینے میں غلطی کی ہے کیا تجھے معلوم نہیں کہ آدمی کا بدلہ لینا کسی عذر کو قبول نہیں کرتا اور اگر مامون اپنے لیے جدوجہد کرے اور اپنی رائے سے حکومت سنبھال لے تو کیا جس حد تک طاہر پہنچا ہے وہ اس کے دسویں حصّے تک پہنچ جائے گا؟ میں نے اس کی رائے کو

معلوم کرنے کے متعلق بہت جستجو کی ہے وہ صرف اچھے کاموں کی بنیاد ڈالنا چاہتا ہے اور شہرت اور وفا کا جویا ہے پس میں اموال کے ذریعے اس کی ذلت اور خیانت کا کیسے خواہاں ہو سکتا ہوں اور اس کی عقل پر کیسے اعتماد کر سکتا ہوں اور اگر وہ میری اطاعت قبول کرے اور میری طرف لوٹ آئے پھر مجھ سے تمام ترک اور دیلم مناصب طلب کریں تو میں ان کا اہتمام نہیں کر سکتا اور میری حالت ابو الاسود الدولی کے اس قول کی طرح ہو گی جو اس نے ازد کے متعلق کہا تھا جب اس نے زیاد بن ابیہ کو پناہ دی تھی ؎

"اور جب اس نے انہیں اپنے وزیر کو تلاش کرتے دیکھا تو وہ لمبا عرصہ ٹھہرنے کے بعد اس کی طرف چل پڑے اور جب وہ اس سے ڈرا جسے اس پر کوئی رحم نہ آتا تھا تو وہ آزدہ کے پاس آیا اور اصل رائے زیادہ ہی کی تھی، تو انہوں نے اُسے خوش آمدید کہا اور یہ بھی کہا کہ تو نے ٹھیک کیا ہے پس جو تو چاہتا ہے اُسے دُور کر لے اور دوبارہ آ جا اور اب وہ کسی آدمی سے بھی نہیں ڈرتا، خواہ وہ عاد کی قوت کے ساتھ اس پر حملہ کریں۔"

خدا کی قسم اگر وہ میری بات قبول کرے تو میں اس کے لیے اپنے خزانے مباح کر دوں اور اپنی حکومت اُسے دے دوں اور اس کے ماتحت زندگی بسر کرنے پر راضی ہو جاؤں اور میں اپنے آپ کو نجات پاتا خیال نہیں کرتا خواہ میری ہزار جان بھی ہو، تو سندی نے کہا امیر المومنین آپ درست کہتے ہیں اگر آپ اس کے باپ حسین بن معصب بھی ہوتے تب بھی وہ آپ کو زندہ نہیں چھوڑے گا، محمد نے کہا کہ پھر ہم بچ کر ہرثمہ کے پاس کیسے جا سکتے ہیں اور اب بھاگنے کا وقت بھی نہیں ہے اور اس نے ہرثمہ سے مراسلت کی اور اس کی طرف مائل ہو گیا ہرثمہ نے اس سے وعدہ کیا کہ وہ جو چاہے گا ویسا ہی ہو گا اور جو لوگ اُسے قتل کرنا چاہتے ہیں وہ انہیں روکے گا۔ یہ اطلاع طاہر کو بھی پہنچی تو اُسے اس پر بہت غصہ آیا اور ہرثمہ نے اس سے وعدہ کیا کہ وہ اس کے پاس جنگی کشتی میں باب خراسان کے گھاٹ تک آئے گا اور وہ اُسے اور جن لوگوں کو وہ ساتھ لانا چاہتا ہے اپنی فوج میں لے آئے گا، پس جب محمد نے اس رات کو نکلنے کا ارادہ کیا ——— یہ ۲۵ محرم ۱۹۸ھ جمعرات کے روز کا واقعہ ہے ——— تو اس کے اصحاب میں سے محتاج اور فقیر لوگ اس کے پاس آئے جو فوج کے نوجوان تھے انہوں نے اُسے کہا امیر المومنین! آپ کے ساتھ کوئی مشیر نہیں ہے ہم سات ہزار جانباز ہیں اور آپ کے اصطبل

میں سات ہزار گھوڑے ہیں، ہم میں سے ہر ایک کو گھوڑے پر سوار کرا دو، ہم شہر کے کسی دروازے کو کھول دیں گے اور اسی رات کو باہر نکل جائیں گے ہم پر کوئی شخص جرأت نہ کر سکے گا یہاں تک کہ ہم جزیرہ اور دیار ربیعہ تک پہنچ جائیں گے اور اموال اور رجال کو اکٹھا کریں گے اور شام کے درمیان جا بیٹھیں گے اور مصر میں داخل ہو جائیں گے ہماری فوج اور مال بہت بڑھ جائے گا اور ہمیں نئے سرے سے دوبارہ حکومت مل جائے گی تو اس نے کہا خدا کی قسم یہ صحیح رائے ہے اور اس نے اس بات کا عزم کر لیا اور اس کی طرف مائل ہو گیا امین کے گھر کے وسط میں امین کے خاص غلاموں اور خادموں میں کچھ طاہر کے آدمی بھی تھے جو اُسے لمحہ لمحہ کی خبر دے رہے تھے طاہر کے پاس یہ خبر بھی پہنچ گئی اور طاہر کو خوف دامن گیر ہو گیا کہ اگر اس نے اس رائے پر عمل کیا تو یہی بہترین رائے ہے، پس اس نے سلیمان بن ابی جعفر، ابن نہیک اور سندی بن شاہک کی طرف پیغام بھیجا —— یہ لوگ امین کے ساتھ تھے —— کہ اگر تم نے اُسے اس رائے سے نہ ہٹایا تو میں تمہارے گھروں اور جاگیروں کو تباہ کر دوں گا، تمہاری آسائش کو ختم کر دوں گا اور تمہاری جانوں کو تلف کر دوں گا تو وہ اسی رات امین کے پاس گئے اور اُسے اس رائے پر قائم نہ رہنے دیا ہرثمہ جنگی جہازوں میں اس کے پاس باب خراسان تک آیا امین نے ایک گھوڑا منگوایا جو سیاہ رنگ پانچ کلیان تھا جسے زہیری کہتے تھے اور اس نے اپنے دونوں بیٹوں موسیٰ اور عبداللہ کو بلا کر ان سے معانقہ کیا انہیں سونگھا اور رو پڑا اور کہنے لگا میرا اللہ تمہارا نگہبان ہے، مجھے معلوم نہیں کہ میں اس کے بعد تمہیں مل سکوں گا یا نہیں وہ سفید کپڑے پہنے اور سیاہ چادر اوڑھے ہوئے تھا اس کے آگے آگے شمع تھی یہاں تک کہ وہ باب خراسان کے گھاٹ تک آ گیا جہاں کشتی کھڑی تھی وہ گھوڑے سے اُتر کر کشتی میں داخل ہو گیا تو ہرثمہ نے اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا، طاہر کو بھی اس کے چلے جانے کی اطلاع مل گئی تو اس نے ہروی جوانوں اور دیگر ملاحوں کو کشتیوں میں کنارے پر بھیج دیا تو انہوں نے کشتی کو روک لیا، ہرثمہ کے ساتھ چند آدمی تھے طاہر کے آدمی کپڑے اتار کر آئے اور انہوں نے کشتی کے نیچے غوطہ لگا کر اُسے ہر چیز سمیت اُلٹ دیا ہرثمہ صرف اپنی جان بچا سکا وہ ایک کشتی سے چمٹ کر اس پر چڑھ گیا اور مشرقی جانب اپنی فوج میں چلا گیا محمد نے اپنے کپڑے پھاڑ دیئے اور تیرنے لگا اور طاہر کے غلام قرین دیرانی کی فوج کی طرف السراة کی جانب چلا گیا اُسے ایک منتظم نے کستوری کی خوشبو سونگھ کر پکڑ لیا اور قرین کے

پاس لے گیا اس نے اس کے بارے میں طاہر سے اجازت طلب کی تو اسے راستے میں اجازت کی اطلاع مل گئی وہ اسے طاہر کے پاس لے گیا اور راستے میں قتل کر دیا گیا اس وقت امین پکار رہا تھا انا للہ وانا الیہ راجعون، میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عم زاد اور مامون کا بھائی ہوں تلواریں اس پر برستی رہیں یہاں تک کہ وہ ٹھنڈا ہو گیا اور انہوں نے اس کا سر کاٹ لیا یہ ۲۵ محرم ۱۹۸ھ اتوار کی رات کا واقعہ ہے۔

احمد بن سلام بیان کرتا ہے ــــــ یہ کشتی اُلٹنے کے وقت امین کے ساتھ تھا ــــ کہ اس نے تیرنا شروع کر دیا تو اُسے طاہر کے ایک ساتھی نے پکڑ لیا اور اُسے قتل کرنا چاہا تو اس نے اسے دس ہزار درہم کا لالچ دیا اور یہ کہ وہ اس رات کی صبح کو وہ درہم اس کے پاس لے آئے گا راوی بیان کرتا ہے کہ مجھے ایک تاریک کمرے میں داخل کر دیا گیا اسی اثنا میں ایک ننگ دھڑنگ آدمی میرے پاس آیا جو شلوار اور عمامہ سے ٹھاٹھہ باندھے ہوئے تھا اور اس کے کندھے پر ایک چیتھڑا تھا، انہوں نے اُسے میرے ساتھ کر دیا اور ان لوگوں کی طرف بڑھ گئے جو اس گھر میں ہماری حفاظت میں تھے جب وہ کمرے میں ٹھہر گیا تو اس نے عمامے کو منہ سے ہٹایا تو وہ محمد تھا تو میں نے اپنے اور دل میں آنے والے خیالات پر آنسو بہائے اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا، وہ مجھے دیکھنے لگا پھر اس نے پوچھا تو کون ہے میں نے کہا میرے آقا میں آپ کا غلام ہوں، اس نے پوچھا تو کون سا غلام ہے میں نے کہا احمد بن سلام، اس نے کہا میں اس کے بغیر بھی تجھے پہچانتا ہوں تو میرے پاس رقہ میں آیا کرتا تھا، میں نے کہا ہاں، پھر اس نے کہا اے احمد! میں نے کہا میرے آقا میں حاضر ہوں وہ کہنے لگا میرے قریب ہو جا اور مجھے اپنے ساتھ لگا لے میں بہت خوف محسوس کرتا ہوں، راوی کہتا ہے جب میں نے اُسے اپنے ساتھ لگایا تو اس کا دل بڑی تیزی سے دھڑک رہا تھا پھر کہنے لگا میرے بھائی مامون کے متعلق مجھے بتاؤ کیا وہ زندہ ہے؟ میں نے اُسے کہا، یہ جنگ کس کی وجہ سے ہے؟ وہ کہنے لگا اللہ ان کا بُرا کرے انہوں نے بتایا ہے کہ وہ مر گیا ہے میں نے کہا اللہ تعالیٰ تیرے وزراء کا بُرا کرے انہوں نے تجھے اس گھاٹ پر اتارا ہے تو اس نے مجھے کہا اے احمد! یہ ناراضگی کا موقع نہیں ہے، میرے وزراء کے متعلق اچھی بات کرو ان کا کوئی گناہ نہیں اور میں پہلا شخص نہیں جس نے حکومت طلب کی ہو اور حاصل نہ کر سکا ہو میں نے کہا میرے

تہبند کو پہن لو اور اس چیتھڑے کو پھینک دو، اس نے کہا اے احمد! جس کا حال میرے جیسا ہو اس کے لیے یہی کافی ہے پھر مجھے کہنے لگا اے احمد مجھے یقین ہے کہ وہ مجھے میرے بھائی کے پاس لے جائیں گے، کیا تو میرے بھائی کو میرا قاتل خیال کرتا ہے؟ میں نے کہا ہرگز نہیں رشتے کا تعلق اُسے تجھ پر مہربان کر دے گا تو اس نے مجھے کہا یہ بات نہیں، حکومت بانجھ ہوتی ہے اس کا کوئی رشتہ نہیں ہوتا، میں نے اُسے کہا، ہرثمہ کی امان تیرے بھائی کی امان ہے، راوی کہتا ہے کہ میں نے اُسے استغفار اور ذکرِ الٰہی کرنے کی تلقین کی، ہم یہی باتیں کر رہے تھے کہ کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک مسلح آدمی اندر آیا اور محمد کو پہچاننے کے لیے اس کے چہرے کو دیکھنے لگا جب اس نے اُسے پہچان لیا تو باہر نکل کر اس نے دروازہ بند کر لیا کیا دیکھتے ہیں کہ وہ محمد طاہر تھا، راوی کہتا ہے مجھے معلوم ہو گیا کہ یہ آدمی قتل ہو جائے گا اور ابھی میری وتروں کی نماز باقی تھی مجھے خوف محسوس ہوا کہ وتروں کے پڑھنے سے قبل ہی میں قتل ہو جاؤں گا پس میں وتر پڑھنے کے لیے اُٹھا تو اس نے مجھے کہا اے احمد مجھ سے دُور نہ جا اور میرے نزدیک نماز پڑھ کیونکہ میں بہت خوف محسوس کرتا ہوں، پس میں اس کے قریب ہو گیا ابھی ہم تھوڑی دیر ہی ٹھہرے تھے کہ ہم نے گھوڑوں کے آنے اور دروازے کے کھٹکھٹانے کی آواز سُنی دروازہ کھول دیا گیا کیا دیکھتے ہیں کہ کچھ عجمی تلواریں سونتے ہوئے آئے جب محمد نے انہیں دیکھا تو کھڑے کا کھڑا رہ گیا اور انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھنے لگا، خدا کی قسم میری جان فی سبیل اللہ جا رہی ہے کیا کوئی تدبیر نہیں ہو سکتی، کیا کوئی مددگار نہیں رہا؟ اور وہ عجمی آئے اور ہمارے کمرے کے دروازے پر کھڑے ہو گئے اور ایک دُوسرے سے کہنے لگے آگے بڑھو اور ایک دُوسرے کو ہٹانے لگے، پس محمد نے اپنے ہاتھ میں تکیہ پکڑ لیا اور کہنے لگا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عم زاد ہوں، ہارون الرشید کا بیٹا اور مامون کا بھائی ہوں، میرے خون کے بارے میں اللہ سے ڈرو، تو طاہر کے ایک غلام نے اس کے پاس آکر اُسے تلوار ماری جو اس کے سر کے اگلے حصے میں لگی، محمد کے ہاتھ میں جو تکیہ تھا وہ اس نے اس کے منہ پر دے مارا اور اس پر ٹیک لگالی تاکہ اس کے ہاتھ سے تلوار چھین لے تو اس نے فارسی زبان میں پکار کر کہا کہ مجھے اس آدمی نے قتل کر دیا ہے تو ان کی ایک جماعت اندر آ گئی اور ان میں سے ایک نے اپنی تلوار اس کے کولہے میں چبھوئی اور انہوں نے اسے اوندھا کر کے گدی کی طرف سے ذبح کر دیا اور

اس کا سر کاٹ کر طاہر کے پاس لے گئے۔

اس کے قتل کی کیفیت کے متعلق اس کے علاوہ اور باتیں بھی بیان کی گئی ہیں اور ہم نے اس اختلاف کو کتاب الاوسط میں بیان کیا ہے۔

اس کے پیارے خادم کوثر کو لایا گیا، اس کے پاس انگوٹھی، چادر، تلوار اور چھڑی تھی۔ جب صبح ہوئی تو طاہر کے حکم سے اس کے سر کو، بغداد کے باب حدید پر جو غربی جانب قطربل کی طرف ہے ظہر تک لٹکا دیا گیا اور ایک باغ میں اس کے جسم کو دفن کر دیا گیا، جب امین کا سر طاہر کے سامنے رکھا گیا تو اس نے یہ آیت پڑھی: اللّٰھم مالک الملک تؤتی الملک من تشاء وتنزع الملک من تشاء وتعز من تشاء وتذل من تشاء بیدک الخیر انک علیٰ کل شیءٍ قدیر۔[1] اور اس کے سر کو مامون کے پاس ایک رومال، روئی اور روغنوں کے ساتھ خراسان لے جایا گیا، پس مامون نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور رو دیا اور اس پر بہت متاسف ہوا تو فضل بن سہل نے اُسے کہا امیر المومنین! اس عظیم احسان پر اللہ کا شکریہ ادا کیجیے جہاں آپ نے محمد کو دیکھا ہے وہ آپ کو اس جگہ پر دیکھنا چاہتا تھا تو مامون نے گھر کے صحن میں لکڑی پر اس کے سر کو نصب کرنے کا حکم دیا اور فوج کو عطیات دیے اور ہر رسد لینے والے کو اس پر لعنت کرنے کا حکم دیا آدمی جب رسد لیتا تو سر پر لعنت کرتا، ایک عجمی نے عطیہ لیا تو اُسے کہا گیا کہ اس سر پر لعنت کرو اس نے کہا اللہ اس پر اور اس کے والدین پر لعنت کرے اور ان کی اولاد پر بھی لعنت کرے اور ان کی ماؤں کو فلاں فلاں جگہ داخل کرے، اُسے کہا گیا تو نے امیر المومنین پر لعنت کی ہے، یہ بات مامون نے بھی سن لی اور مسکرا کر غافل ہو گیا اور اس نے امین کے سر کے اتارنے کا حکم دیا اور اس دست بردار خلیفہ کو چھوڑ دیا اور اس کے سر کو خوشبو لگا کر ٹوکری میں رکھ دیا اور اُسے عراق واپس کر دیا جسے اس کے جسم کے ساتھ دفن کر دیا گیا۔

اور اللہ تعالیٰ نے اہل بغداد پر رحم کیا اور انہیں محاصرہ، گھبراہٹ اور قتل سے نجات دی شعراء نے اس کے مرثیے کہے اور اس کی ماں زبیدہ اُم جعفر نے کہا ؎

---

[1] ترجمہ: اے اللہ! ملک کے مالک تو جسے چاہتا ہے ملک دیتا ہے اور ملک چھین لیتا ہے جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے جسے چاہتا ہے ذلت دیتا ہے ـــــــــ تیرے قبضہ قدرت میں تمام بھلائیاں ہیں، بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے (آل عمران آیت ۲۶)

"جو لوگوں کو نہیں چھوڑتا اس نے تیرے دوست کو ہلاک کر دیا ہے پس تو اپنے دل کو مقتول کے بارے میں مایوسی عطا کر، جب میں نے دیکھا کہ موتوں نے اس کا قصد کر لیا ہے اور وہ اس کے سویدہ قلب اور سر تک پہنچ گئی ہیں تو میں نے ٹیک لگا کر رات گزاری اور اس کے ستاروں کو دیکھتی رہی اور اس کے طریق کو رات کے وقت کا غذ خیال کرتی رہی اور موت اس کے قریب تھی اور غم اس کے ساتھ تھا یہاں تک کہ اس نے وہ پیالہ پیا جس نے اُسے ہلاک کر دیا، مجھے اس کی تکلیف اس وقت برداشت کرنا پڑی جب میں نے مردوں پر اس کے ذریعہ فخر کیا اور میں نے اس کے ذریعے زمانے کے لیے بنیادیں قائم کیں، پس جو مر گیا ہے وہ ہماری طرف کبھی آنے کا نہیں جب تک پہلے لوگ ہمارے پاس واپس نہ آئیں۔"

اس کی بیوی لبابہ بنت علی بن جعدی نے کہا، ابھی اس نے اس سے خلوت نہیں کی تھی۔

"میں تجھ پر آسائش اور انس کی وجہ سے نہیں روتی بلکہ بلندیوں، تلوار اور ڈھال کے لیے روتی ہوں میں اس سردار پہ روتی ہوں جس کا دُکھ مجھے پہنچایا گیا ہے اور اس نے شادی کی رات کو ہی مجھے بیوہ کر دیا ہے اے مالک جو چٹیل میدان میں پڑا ہے اس کے رذیل لوگوں نے چوکیداروں کے ساتھ مل کر اس سے غداری کی ہے۔"

جب محمد قتل ہو گیا تو زبیدہ کے پاس اس کا ایک خادم آکر کہنے لگا آپ کو کس چیز نے بٹھایا ہے جب کہ امیر المومنین محمد قتل ہو چکے ہیں اس نے کہا تو ہلاک ہو جائے میں کیا کروں اس نے کہا جیسے حضرت عائشہ رضؓ خونِ عثمان کا بدلہ لینے کے لیے نکلی تھیں اسی طرح تم بھی اس کے بدلہ کے لیے نکلو، اس نے کہا ذلیل ہو جا تیری ماں نہ رہے عورتوں کا کیا کام ہے کہ بدلے لیں اور بہادروں سے مقابلے کریں پھر اس کے حکم سے اس کے لباس کو سیاہ رنگ دیا گیا اور اس نے بالوں کا ایک ٹاٹ پہنا اور کاغذ دوات منگوا کر مامون کی طرف لکھا

"اُم جعفر کی طرف سے بہترین اصل والے امام اور منبر کے اوپر چڑھنے والوں سے افضل آدمی اور اولین کے علم کے وارث ان کے فخر اور بادشاہ مامون کے لیے میں یہ خط لکھ رہی ہوں اور میری آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں،

مجھے تیرے سب سے قریبی قرابت دار کی تکلیف پہنچی ہے اور میرے جگر گوشے کے مرنے سے میرا صبر کم ہو گیا ہے یہ کام طاہر نے کیا ہے اللہ طاہر کو پاک نہ کرے اور نہ ہی طاہر اپنے فعل میں پاک ہے اس نے مجھے ننگے منہ ننگے سر باہر نکالا ہے اور اس نے میرے اموال کو لوٹا ہے اور میرے گھروں کو بے آباد کیا ہے جو تکلیف مجھے پہنچی ہے وہ ہارون پر بھی شاق گزری ہے اور مجھے ناقص خلقت کانے نے تکلیف دی ہے اگر میں کسی حکم کی اہل ہوتی تو اُسے حکم دیتی اب میں رب قدیر کے حکم پر صبر کرتی ہوں۔"

جب مامون نے اس کے یہ شعر پڑھے تو وہ رو پڑا پھر کہنے لگا اے اللہ میں وہی کہتا ہوں جب حضرت علیؓ بن ابی طالب نے حضرت عثمانؓ کے قتل کی اطلاع ملنے پر کہا تھا کہ خدا کی قسم نہ میں نے قتل کیا ہے اور نہ حکم دیا اور نہ میں ان کے قتل سے راضی ہوا ہوں، اے اللہ طاہر کے دل کو غم سے ڈھانپ دے۔

مسعودی بیان کرتا ہے کہ دست بردار خلیفہ کے اور بھی حالات و واقعات ہیں جنہیں ہم نے اخبار الزمان اور کتاب الاوسط میں بیان کیا ہے اس لیے اس جگہ ان کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔

مامون کی خلافت کا بیان

مختصر حالات مامون عبداللہ بن ہارون کی بیعت ۲۸ سال ۲ ماہ کی عمر میں ہوئی اس کی کنیت ابو جعفر تھی اس کی ماں باذغیسیہ تھی جس کا نام مراجل تھا بعض کہتے ہیں کہ اس کی کنیت ابو العباس تھی اور اس کی وفات بدیدون میں القشیرہ کے چشمے پر ہوئی اس چشمے سے مشہور نہر بدیدون نکلتی ہے بعض کہتے ہیں کہ اس کا نام رومی زبان میں رقہ ہے اور اسے ۲۱۸ھ میں طرسوس لاکر مسجد کی بائیں جانب دفن کیا گیا اس وقت اس کی عمر ۴۹ سال تھی اس کا زمانۂ خلافت ۲۱ سال ہے جن میں سے ۴ سال وہ اپنے بھائی محمد بن زبیدہ سے جنگ کرتا رہا، اہل خراسان ان جنگوں میں بھی اُسے سلام خلافت کہتے تھے اور شہروں کے منابر حرمین، ضلعوں اور میدانی اور پہاڑی علاقوں میں جن پر طاہر نے غلبہ حاصل کیا تھا اس کے لیے دعائیں کی جاتی تھیں، صرف بغداد کے لوگ محمد کو سلام خلافت کہتے تھے۔

اس کے مختصر حالات و واقعات کا بیان اور اس کے دَور کی ایک جھلک

مامون اور فضل بن سہل مامون پر فضل بن سہل کا بڑا اثر تھا، یہاں تک کہ اس نے اُسے ایک لونڈی کے بارے میں جسے وہ خریدنا چاہتا تھا، زچ کر دیا اور اس نے اُسے قتل کر دیا کچھ لوگ یہ دعوے کرتے ہیں کہ مامون نے اس کے قتل کے متعلق سازش کی تھی، پھر اس کے بعد وزراء نے اسے سلام کیا جن میں

احمد بن خالد احول، عمرو بن مسعدۃ اور ابو عبادہ شامل تھے ان سب نے وزارت کے منصب کے مطابق سلام کیا۔

عمرو بن مسعدہ عمرو بن مسعدہ نے ۲۱۷ھ میں وفات پائی اس پر مال کے بارے میں نکتہ چینی کی گئی اس کے سوا، اور کسی وزیر پر مال کے بارے میں تعریض نہیں کی گئی، آخر میں مامون پر فضل بن مروان اور محمد بن یزداد کا بہت اثر ہو گیا تھا۔

علی بن موسیٰ رضا مامون کی خلافت میں زہر کے باعث علی بن موسے رضا طوس میں وفات پا گئے اور وہیں دفن ہوئے اس وقت ان کی عمر ۴[illegible] سال چھ ماہ تھی بعض ان کی عمر کے متعلق کچھ اور اندازے بھی بیان کرتے ہیں۔

مامون اور اس کا چچا ابراہیم مامون نے ابراہیم بن مہدی کی ہجو کی جو ابن شکلہ کے نام سے مشہور تھا اور اس کا چچا تھا، مامون اپنے شیعہ ہونے کا اظہار کرتا تھا اور ابن شکلہ سنی تھا، پس مامون نے کہا ؎

"جب مرجئی تجھے خوش کرے کر تو اُسے اس کی موت سے قبل، موت کے لیے مرتا دیکھے تو اس کے پاس نئے سرے سے علی کا ذکر کر، اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل بیت پر درود پڑھ۔"

ابراہیم نے اُسے جواب دیتے ہوئے کہا ؎

"اور جب کوئی شیعہ صاف بات نہ کر سکے اور تجھے یہ بات خوش کرے کہ وہ کچھ اپنے متعلق اظہار کرے تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے دونوں وزیروں اور قبر کے پڑوسیوں پر درود پڑھ۔"

ابراہیم بن مہدی کے مامون کے ساتھ بہت اچھے واقعات ہیں جو کتاب الاخبار لابراہیم بن مہدی میں موجود ہیں۔

مامون اور ابو دلف ابو دلف قاسم بن عیسیٰ عجلی مامون کے پاس آیا تو اس نے اُسے کہا اے قاسم جنگ کے متعلق تیرے اشعار کیا ہی شاندار ہیں اور تیرا ان سے لذت حاصل کرنا اور گلو کارہ عورتوں سے بے رغبتی کرنا بھی کیا اچھا ہے اس نے کہا امیر المومنین! وہ کون سے اشعار ہیں اس نے کہا تیرا یہ قول کہ ؎

"تلواروں کو سونتنا، اور صفوں کو درہم برہم کرنا اور مٹی کو جھاڑنا اور سروں کو

مارنا۔"

مامون نے کہا قاسم پھر کیا ہوا، اس نے کہا ؎

"اور غبار اور جھنڈوں کا اختلاط، تجھے موتوں کو، نیزوں کے سروں پر دکھائے گا اور موت کی دُلہن نے شعلوں کے درمیان اپنے دانتوں کی تیزی کو دکھایا ہے وہ اور اس کے بیٹے تحفے دیتے ہوئے آئے گویا ان پر سُورج طلوع ہورہا ہے اور جب گفتگو کرنے والی زجہ گفتگو کرے تو جاہل آدمی، جاہل پر اوچھے پن سے وار کرتا ہے اور جب اس کی منگنی ہوجائے تو وہ اپنا مہر لے لیتی ہے اور سر چوٹیوں کے درمیان گرنے لگتے ہیں اور شبنمی دن میں شراب کا پینا، گالوں سے زیادہ لذیذ اور مرغوب ہوتا ہے۔ میں تلوار کا بیٹا، رخسار کا ہم جولی، زمانے کی گردش اور موت کا قرب ہوں۔"

پھر کہنے لگا: امیر المومنین! یہ آپ کے دشمنوں کے ساتھ میری لذت اور آپ کے دوستوں کے ساتھ میری قوت ہے اور میرا ہاتھ آپ کے ساتھ ہے اگر کوئی شخص شراب نوشی سے لذت حاصل کرے تو میں جنگ اور تصادم کی طرف مائل ہوجاتا ہوں، مامون نے کہا اے قاسم جب اس قسم کے اشعار سے تیری شان اور لذت کا اظہار ہوتا ہے تو تُو نے نیند کے لیے پیچھے کیا چھوڑا ہے اور تُو نے جو کلام پوشیدہ رکھا ہے اس میں سے تو نے تھوڑا سا ظاہر کیا ہے، اس نے کہا امیر المومنین! وہ میرے کون سے اشعار ہیں اس نے کہا جہاں پر تُو نے کہا ہے ؎

"اے میری آنکھوں کو بے خواب کرنے والے اور نیند کے متوالے، سوجا تجھے میٹھی نیند خوشگوار ہو اللہ تعالٰے جانتا ہے کہ تیری دونوں آنکھوں نے میرے دل میں سخت بیماری پیدا کر دی ہے۔"

اس نے کہا امیر المومنین! بے خوابی کے بعد غفلت غالب آجاتی ہے وہ رائے متقدم ہے اور یہ ظن متاخر ہے، اس نے کہا اے قاسم ان دو اشعار کے قائل نے کیا اچھا کہا ہے ؎

"ہمارے درمیان کے تعلقات کے بارے میں زمانہ تیری مذمت کرتا ہے اور راتوں کو ہمارے تعلقات کے بارے میں کیا عذر ہوسکتا ہے اور جب

دو محبت کرنے والوں کے درمیان گذشتہ باتوں کے ذکر کے سوا کوئی ملاقات نہ ہو تو وہ سوچ بھی مٹ جاتی ہے۔"

ابو دلف نے کہا امیر المومنین نے کیا خوب شعر کہے ہیں یہ ہاشمی سردار اور عباسی بادشاہ ہے، اس نے کہا تجھے ذہانت نے کیسے یہاں تک پہنچایا ہے کہ بدگمانی نے بھی تیرے ساتھ کوئی مداخلت نہیں کی یہاں تک کہ مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ میں ہی ان اشعار کا قائل ہوں اور تجھے اس بارے میں کوئی شک بھی نہیں ہوا، اس نے کہا امیر المومنین! شعر ایک اُون کی بساط ہے اور جو شخص صاف اُون کے ساتھ بالوں کو ملاتا ہے، اس کی خوب صورتی اور چمک بناتے وقت نمایاں ہو جاتی ہے۔

مامون کے کلمات

مامون کہا کرتا تھا کہ حکومت میں شراب نوشی، راز کے انشاء اور عورت سے تعرض کرنے کے سوا ہر چیز کو بخشا جا سکتا ہے۔ مامون کا قول ہے کہ

مقدور بھر جنگ کو مؤخر کرو اور اگر اس کے سوا کوئی چارہ نہ پاؤ تو دن کے آخری حصے میں جنگ کرو،

بعض کہتے ہیں کہ یہ انوشروان کا کلام ہے، اور مامون کہتا تھا کہ کسی معاملے میں تدبیر اس وقت درماندہ کرتی ہے کہ جب وہ سامنے آئے تو پیٹھ پھیر جائے اور جب پیٹھ پھیر جائے تو سامنے آئے۔

جب مامون کو بلا شرکت غیرے حکومت مل گئی تو اس نے کہا اگر یہ فنا نہ ہو تو بڑی چیز ہے اور اگر اس کے بعد ہلاکت نہ ہو تو یہ حکومت ہے اور اگر یہ دھوکہ نہ ہو تو یہ سرور ہے اور اگر اس کے بعد ہونے والی باتوں پر اعتماد کیا جائے تو یہ حشر کا دن ہے۔

مامون کہا کرتا تھا کہ بشاشت ایک خوش منظر اور روشن خُلق ہے اور دلوں کی کاشتکاری اور مالوف مقام اور منتشر فضیلت اور بسیط ثناء اور شرفاء کے لیے تحفہ اور کھلا ہاتھ اور پہلی نیکی جاہ کا ذریعہ، اخلاق کو شائستہ بنانے والی اور عوام کی رضامندی کا دروازہ اور دلوں کی محبت کی چابی ہے۔

نیز وہ کہا کرتا تھا کہ دنیا میں لوگوں کے سردار سخی اور آخرت میں انبیاء ہیں اور جس وسیع رزق سے فائدہ نہ اٹھایا جائے وہ اس کھانے کی طرح ہے جو بخل کے پرنالے

پر رکھا ہوا اور اگر یہ کوئی راستہ ہوتا تو میں اس پر نہ چلتا اور اگر یہ کوئی قمیص ہوتی تو اسے نہ پہنتا۔
مامون اپنے اہل بیت کے کسی نکاح میں حاضر ہوا تو حاضرین میں سے ایک آدمی نے اُسے خطبہ دینے کو کہا تو اس نے کہا الحمد للہ، المحمود اللہ، والصلوٰۃ علی المصطفیٰ رسول اللہ وخیر ما عمل بہٖ کتاب اللہ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وانکحوا الایامی منکم والصلحین من عبادکم وامائکم ان یکونوا فقراء یغنھم اللہ من فضلہ ط واللہ واسع علیم[1] اگر نکاح کے بارے میں کوئی محکم آیت اور قابل اتباع سنت نہ ہوتی پھر بھی اللہ تعالیٰ نے اس میں دوست و نزدیک کے آدمی کے لیے تالیف کا سامان رکھا ہے اور صاحب توفیق اور عاقل و نجیب آدمی اس کی طرف جلدی کرتا ہے اور فلاں شخص جس کے نسب سے تم واقف ہو اس نے تمہاری فلاں لڑکی کو پیغام نکاح دیا ہے اور اس کے لیے اتنا مہر رکھا ہے پس ہمارے پاس سفارش کرنے والے کو جفت کر دو اور ہمیں پیغام دینے والے کا نکاح کر دو اور اچھی بات کرو جس پر تمہارا شکریہ ادا کیا جائے گا اور تمہیں اجر ملے گا، میں یہ بات کر کے اللہ تعالیٰ سے تمہارے اور اپنے لیے بخشش طلب کرتا ہوں۔

مامون کے پاس، ثمامہ اور یحییٰ بن اکثم کے درمیان گفتگو

ثمامہ بن اشرس بیان کرتا ہے کہ ہم ایک روز مامون کے پاس بیٹھے تھے کہ یحییٰ بن اکثم آیا اور اُسے مامون کے ہاں میری قدر و منزلت گراں گزری پس ہم نے فقہ کے بارے میں کچھ گفتگو کی، تو یحییٰ نے ایک مسئلہ کے بارے میں جو وہاں چل رہا تھا، کہا کہ یہ حضرت عمرؓ بن الخطاب، عبداللہؓ بن مسعود، ابن عمرؓ اور جابرؓ کا قول ہے، میں نے کہا ان سب نے غلطی کی ہے اور وجہ دلالت سے غفلت کی ہے، یحییٰ کو میری یہ بات گراں گزری وہ کہنے لگا امیر المومنین یہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کو خطاکار کہتا ہے، مامون نے کہا سبحان اللہ اے ثمامہ کیا یہ بات ایسے ہی ہے میں نے کہا امیر المومنین! اس کو نہ اس بات کی پرواہ ہے جو کہی گئی ہے اور نہ اس کی جسے

---

[1] ترجمہ: اور نکاح کرو اپنے میں سے رانڈوں سے اور اپنے صالح غلاموں اور لونڈیوں کا، اور اگر وہ فقیر ہوں گے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کی حاجت روائی فرمائے گا، اور اللہ فراخی والا جاننے والا ہے (النور۔ آیت ۳۲)

قبیح ٹھہرایا گیا ہے پھر میں نے اس کی طرف متوجہ ہو کر کہا کیا تیرا یہ خیال نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حق ایک ہی ہے؟ اس نے جواب دیا ہاں میں نے کہا تیرا خیال ہے کہ تو نے غلطی کی ہے اور دسویں نے درست کہا ہے اور میں نے کہا ہے کہ دسویں نے غلطی کی ہے پس تو نے کیوں انکار کیا ہے؟ راوی بیان کرتا ہے کہ مامون میری طرف دیکھ کر مسکرایا اور کہنے لگا ابو محمد کو معلوم نہ تھا کہ تو یہ جواب دے گا، یحییٰ کہنے لگا یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ میں نے کہا، کیا تو یہ نہیں کہتا کہ حق، ایک ہی ہے اس نے جواب دیا بے شک! میں نے کہا، کیا اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے جو شخص اس حق کا قائل ہے اللہ تعالیٰ اس سے اس حق کو الگ کر دے گا، کہنے لگا نہیں، میں نے کہا، کیا وہ شخص جو اس کی مخالفت نہیں کرتا اور اس کا قائل بھی نہیں وہ تیرے نزدیک حق کو چھوڑنے والا نہیں؟ کہنے لگا ہاں! میں نے کہا اب تو وہ بات کر رہا ہے جس پر عیب لگتا ہے اور میں وہ بات کرتا ہوں جس سے انکار کرتا ہوں اور اُسے قبیح ٹھہراتا ہوں اور میں تجھ سے زیادہ واضح الدلالت ہوں کیونکہ میں نے انہیں ظاہرًا خطاکار ٹھہرایا ہے اور ہر سچ کہنے والا اللہ کے نزدیک حق ہے اور میں نے اختلاف کے موقع پر انہیں غلطی پر قرار دیا ہے اور مجھے دلالت نے، ان کے کسی قول تک پہنچایا ہے پس میں نے اپنے مخالف کو خطاکار ٹھہرایا ہے اور تُو نے اپنے مخالف کو ظاہری طور پر اور خدا تعالیٰ کے نزدیک بھی خطاکار ٹھہرایا ہے۔

کوفہ کا وفد اور مامون

کوفہ کا وفد بغداد آیا تو یہ لوگ مامون کی تعظیم میں کھڑے ہو گئے اور اس نے ان سے منہ پھیر لیا تو ان میں سے ایک شیخ نے کہا امیر المومنین! آپ کا ہاتھ کریمانہ افعال میں بلند رہنے اور گناہوں سے دُور رہنے کے باعث بوسہ دیے جانے کا زیادہ مستحق ہے اور آپ کم سرزنش کرنے میں حضرت یوسف کی طرح عفو کرنے والے ہیں، اور جو شخص آپ سے بُرائی کا ارادہ کرے گا اللہ تعالےٰ اُسے آپ کی تلوار کا کھاجا، آپ کے خوف کا شکار اور آپ کی حکومت کا ذلیل آدمی بنا دے گا، مامون کہنے لگا اے عمرو ان کا خطیب کیا ہی اچھا ہے، ان کی ضروریات کو پورا کر دو، چنانچہ ان کی ضروریات کو پورا کر دیا گیا۔

مامون، زنادقہ اور طفیلی

ثمامہ بن اشرس بیان کرتا ہے کہ جب مامون کو اطلاع ملی کہ بصرہ کے دس زندیق مانی کے مذہب کو اختیار کیے ہوئے

ہیں اور وہ نور و ظلمت کے قائل ہیں تو اس نے ایک ایک کا نام بتانے کے بعد حکم دیا کہ انہیں میرے پاس لاؤ جب وہ اکٹھے ہوئے تو ایک طفیلی نے انہیں دیکھ لیا اور کہنے لگا کہ یہ کسی کام کے لیے اکٹھے ہوئے ہیں وہ بھی ان میں شامل ہو کر ان کے ساتھ چلا گیا حالانکہ اسے ان کے متعلق کچھ معلوم نہ تھا، یہاں تک کہ منتظمین انہیں کشتی کے پاس لے گئے تو طفیلی کہنے لگا بلاشبہ کوئی سیر کا پروگرام ہے اور وہ بھی ان کے ساتھ کشتی میں بیٹھ گیا پھر جلد ہی بیڑیاں لا کر ان لوگوں کو بیڑیوں میں جکڑ دیا گیا، طفیلی بھی ان کے ساتھ ہی تھا، طفیلی کہنے لگا میری مفت خوری کا معاملہ بیڑیوں تک پہنچ گیا ہے، پھر شیوخ کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا، میں تم پر قربان جاؤں تمہارا معاملہ کیا ہے، انہوں نے کہا تیرا معاملہ کیا ہے اور تو ہمارا بھائی کیسے بنا ہے وہ کہنے لگا خدا کی قسم میں تو ایک طفیلی آدمی ہوں، میں آج اپنے گھر سے نکلا تو تم سے ملاقات ہوگئی میں نے خوبصورت منظر اور اچھے ماحول اور کپڑوں اور آسائش کو دیکھ کر کہا کہ یہ بوڑھے اور ادھیڑ عمر اور نوجوان ولیمہ کے لیے اکٹھے ہوئے ہیں پس میں تمہارے درمیان میں آ گیا اور میں نے تمہاری نقل شروع کر دی گویا میں بھی تمہارا ایک ساتھی ہوں پس تم اس کشتی کی طرف آ گئے اور میں نے دیکھا کہ اس میں یہ بساط بچھی ہوئی ہے اور میں نے توشہ دان اور ٹوکروں کو بھرا ہوا دیکھا تو میں نے کہا کہ یہ کسی محل یا باغ کی سیر کو جا رہے ہیں اور یہ بڑا مبارک دن ہے اور میں بہت خوش ہوا کہ اچانک اس منتظم نے آ کر تمہیں جکڑ دیا اور مجھے بھی تمہارے ساتھ ہی جکڑ دیا تو میری ایسی کیفیت ہو گئی جس نے میری عقل کو زائل کر دیا تو انہوں نے سب واقعہ سنایا اور بہت خوش ہوئے پھر کہنے لگے اب تو تو شمار میں آ گیا ہے اور بیڑیوں میں کس دیا گیا ہے مگر ہم تو مانی کے پیروکار ہیں اور مامون کے پاس ہماری شکایت ہوئی ہے ہم عنقریب اس کے پاس جائیں گے اور وہ ہم سے ہمارے مذہب اور احوال کے بارے میں پوچھے گا اور ہمیں کئی قسم کی تکالیف دے کر توبہ اور رجوع کی دعوت دے گا ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ مانی کی تصویر کو ہمارے سامنے کرے گا اور ہمیں اس پر تھوکنے اور اس سے برأت کرنے کا حکم دے گا اور ہمیں تیتر کے ذبح کرنے کا حکم دے گا اور جو اس کی بات مان لے گا وہ بچ جائے گا اور جو نہ مانے گا وہ قتل ہو جائے گا، پس جب تجھے بلایا جائے اور تیرا امتحان ہو تو تو اپنے اور اپنے اعتقاد کے متعلق حسب دلالت بیان کرنا اور تیرا خیال ہے کہ تو طفیلی ہے اور طفیلیوں کے پاس بہت واقعات ہوتے ہیں، پس تو لوگوں کی باتیں سناتا ہوا

ہمارا بغداد کا سفر طے کرادے جب وہ بغداد پہنچے انہیں مامون کے سامنے پیش کیا گیا تو وہ ایک ایک کا نام لے کر پکارنے لگا اور ہر ایک سے اس کے مذہب کے متعلق دریافت کرنے لگا اور جو اُسے بتاتا کہ میرا مذہب اسلام ہے وہ اس کی آزمائش کرتا اور اُسے مانی سے برأت کی دعوت دیتا اور اس کی تصویر سامنے کر کے اس پر اُسے تھوکنے اور اس سے برأت کرنے کا حکم دیتا ۔ اگر وہ انکار کرتے تو انہیں تلوار کی باڑھ پر رکھ لیتا ان دس آدمیوں سے فراغت کے بعد وہ طفیلی تک پہنچا اور ان لوگوں کی گنتی پوری ہو چکی تھی ، مامون نے منتظمین سے کہا ، یہ کون ہے ، انہوں نے جواب دیا خدا کی قسم ہمیں پتہ نہیں ، ہم نے اسے ان لوگوں کے ساتھ پایا ہے تو ہم اسے لے آئے ہیں ، مامون نے اُسے کہا ، تیرا کیا واقعہ ہے اس نے کہا امیرالمومنین! اگر مجھے ان کے حالات کے متعلق کچھ بھی علم ہو تو میری بیوی کو طلاق ہو جائے ، میں تو ایک طفیلی ہوں اور اس نے شروع سے لے کر آخر تک اپنا واقعہ سنایا ، تو مامون ہنس پڑا پھر اس نے اس کے سامنے مانی کی تصویر کی تو اس نے اس پر لعنت کی اور اس سے برأت کا اظہار کیا اور کہنے لگا مجھے یہ تصویر دے دو تاکہ میں اس پر پاخانہ پھیر دوں ، خدا کی قسم میں نہیں جانتا کہ مانی کیا ہے کیا وہ یہودی تھا یا مسلمان ؟ تو مامون نے کہا کہ زیادہ مفت خوری کرنے اور اپنے آپ کو خطرہ میں ڈالنے کی وجہ سے اس کی تادیب کی جائے ، ابراہیم بن مہدی ، مامون کے سامنے کھڑا تھا وہ کہنے لگا امیرالمومنین! اس کا گناہ میری وجہ سے بخش دیجیے اور میں آپ کو اپنی مفت خوری کا ایک عجیب واقعہ سناتا ہوں ، مامون نے کہا ، سناؤ ۔

ابراہیم بن مہدی کا طفیلی بننا

کہنے لگا امیرالمومنین! میں ایک روز بے پروائی سے بغداد کی گلیوں میں گھوم رہا تھا کہ میں ایک جگہ پہنچا جہاں مجھے ایک عالی شان مکان کے کوٹھے سے مصالح کی خوشبو آئی اور دیگوں سے پکی ہوئی چیزوں کی بھاپ کی مہک آ رہی تھی میرے منہ میں پانی آ گیا میں نے ایک درزی سے پوچھا یہ کس کا گھر ہے اس نے کہا کپڑے کے ایک تاجر کا ۔ گھر ہے میں نے کہا اس کا نام کیا ہے اس نے کہا فلاں بن فلاں میں نے اس کوٹھے کی طرف نگاہ اُٹھائی تو اس میں ایک کھڑکی دیکھی ، جس سے ایک ایسی خوب صورت کلائی اور ہتھیلی باہر آئی جس سے خوب صورت ہتھیلی اور کلائی میں نے کبھی نہیں دیکھی تھی ۔ امیرالمومنین کلائی اور ہتھیلی کی خوب صورتی نے مجھے دیگوں کی خوشبو سے غافل کر دیا اور میں حیران کھڑا رہ گیا میری عقل گم ہو گئی ، پھر میں نے درزی سے کہا ، وہ نبیذ

پیتا ہے اس نے کہا ، ہاں ، اور میرا خیال ہے کہ آج اس کے ہاں دعوت ہے اور وہ اپنے جیسے نجاس کے ساتھ ہی چھپ کر شراب نوشی کرتا ہے ، ابھی میں یہ بات کر ہی رہا تھا کہ دو شریف آدمی گلی کے سرے سے سوار ہو کر آئے تو درزی نے مجھے کہا یہ دونوں اس کے شراب نوش ندیم ہیں میں نے کہا ان دونوں کا نام اور کنیت کیا ہے اس نے کہا فلاں فلاں ، پس میں اپنی سواری کو چلا کر ان دونوں کے درمیان ہو گیا اور کہنے لگا میں تم دونوں پر قربان جاؤں کہ تم کو ابو فلاں نے دیر کرا دی ہے اور میں ان کے ساتھ چلتا گیا یہاں تک کہ ہم دروازے پر پہنچ گئے ان دونوں نے مجھے آگے کر دیا میں اور وہ اندر داخل ہو گئے ، جب مجھے صاحب خانہ نے دیکھا تو اس نے مجھے بھی ان کا تعلق دار خیال کیا اور مجھے خوش آمدید کہا اور بڑی جگہ پر بٹھایا ۔ پھر دستر خوان لایا گیا جس پر نفیس روٹیاں اور طرح طرح کے سالن تھے ، ان کا مزا ان کی خوشبو سے بھی شاندار تھا ، میں نے اپنے دل میں کہا یہ سالن تو میں نے کھا لیے اب ہتھیلی اور کلائی باقی رہ گئی ہے ۔ پھر کھانا اٹھا دیا گیا اور ہم نے اپنے ہاتھ دھوئے پھر ہم محفل مے نوش میں چلے گئے تو وہ اس سے بھی شاندار مجلس تھی صاحب مجلس مجھ سے بڑی ملاطفت کر رہا تھا اور میری طرف متوجہ ہو کر باتیں کر رہا تھا وہ دونوں آدمی یہ سمجھ رہے تھے کہ میرا اس سے تعلق ہے اور وہ مجھ سے یہ برتاؤ اس لیے کر رہا تھا کہ وہ سمجھتا تھا کہ میرا ان دونوں کے ساتھ تعلق ہے جب ہم شراب کے کئی جام نوش کر چکے تو ہمارے پاس ایک لونڈی آئی جو بید مجنوں کی طرح دہری ہو رہی تھی ، میں نے ہچکچائے بغیر سلام کیا اور اُسے تکیہ دیا اور سارنگی لا کر اس کی گود میں رکھ دی تو اس نے اُسے بجانا شروع کیا اور اس کے بجانے سے اس کی مہارت واضح ہو رہی تھی پھر وہ گانے لگی ؎

"میری نگاہ نے اُسے دیکھا تو اس کے رخسار کو الم رسیدہ کر دیا اور میرے دیکھنے کی جگہ پر میری نگاہ سے نشان پڑ گیا اور میری ہتھیلی نے اُس سے مصافحہ کیا تو اس کی ہتھیلی کو تکلیف دی اور میری ہتھیلی کے چھونے سے اس کی انگلیوں میں زخم ہو گئے اور میرے دل میں خیال گزرا تو میں نے اُسے زخمی کر دیا اور میں نے کبھی کوئی چیز نہیں دیکھی جسے فکر مجروح کر دے۔"

یا امیر المومنین ! خدا کی قسم مجھ پر غموں کا ہجوم ہو گیا اور میں اس کے گانے اور مہارت سے بہت خوش ہوا پھر وہ گانے لگی ؎

"میں نے اسے اشارہ کیا کہ کیا تو میری محبت کو جانتی ہے تو اس نے مجھے
آنکھ کے اشارہ سے بتایا کہ میں اس عہد پر قائم ہوں تو اس نے عمداً اپنے راز کے
اظہار سے کنارہ کشی اختیار کی اور اسی طرح اس نے ارادے کے اظہار سے
بھی پہلو تہی کی۔"

سلامہ کے گانے سے مجھے ایسی خوشی ہوئی کہ میں دل اور صبر پر قابو نہ رکھ سکا اور
وہ گانے لگی کہ ؂

"کیا یہ قابل تعجب بات نہیں کہ ہم ایک گھر میں رہتے ہوئے نہ خلوت کرتے ہیں
اور نہ بات کرتے ہیں صرف ہماری آنکھیں اپنی پلکوں کے ساتھ عشق کی شکایت
کرتی ہیں اور اندرونہ آگ پر لوٹ رہا ہے اور منہ اور ابرو اشارے کرتے اور
پلکیں جھکتی ہیں اور ہاتھ سلام کرتا ہے۔"

امیر المومنین! خدا کی قسم، میں اس کی مہارت اور گانے کے متعلق اس کی واقفیت اور اشعار کے صحیح مفہوم سمجھنے پر اس سے حسد کرنے لگا جس فن کو اس نے شروع کیا تھا وہ اس سے باہر نہ نکلی، تو میں نے کہا اے لونڈی تیرے ذمے ایک بات رہ گئی ہے تو اس نے ناراض ہو کر سارنگی کو زمین پر دے مارا اور کہنے لگی تم کب تک اپنی مجالس میں بغض رکھنے والوں کو بلاتے رہو گے تو میں اپنی بات پر شرمندہ ہوا میں نے دیکھا کہ لوگ مجھ سے بدل گئے ہیں، میں نے کہا کیا کوئی اور سارنگی نہیں ہے انہوں نے کہا ہمارے آقا! ہے وہ سارنگی لائی گئی اور میں نے اُسے ٹھیک کر کے گانا شروع کیا ؂

"فرودگاہوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ کسی غمگین کو جواب نہیں دیتیں، کیا وہ
گونگی ہو گئی ہیں یا موت کے بعد بوسیدہ ہو گئی ہیں، وہ مذکورہ شام کو چلے
گئے اگر وہ مر گئیں تو ہم مر جائیں گے اور اگر وہ زندہ رہیں تو ہم زندہ رہیں گے۔"

ابھی میں نے گانے کو اچھی طرح ختم نہ کیا تھا کہ ایک لونڈی باہر آئی اور جھک کر میرے پاؤں کو بوسہ دینے لگی اور وہ کہہ رہی تھی خدا کی قسم! میرے آقا میں آپ سے معذرت خواہ ہوں، میں نے آپ کی طرح اس شہر میں کسی کو گاتے نہیں سُنا اور اس کے آقا اور اس کے تمام ساتھیوں نے بھی اس لونڈی کی طرح میرے پاؤں کو بوسہ دیا اور لوگ خوش ہو گئے وہ شراب پینے لگے اور انہوں نے طاسہ (پینے کا برتن) کے ساتھ شراب پی، میں

پھر گانے لگا ؎

"خدا کی قسم کیا تو مجھے یاد کیے بغیر شام کرے گی حالانکہ میری آنکھیں تیری یاد میں خون برسا رہی ہیں میں اللہ تعالیٰ کے حضور اس کے بخل کی شکایت کرتا ہوں، میری بخشش اس کے لیے شہد ہے اور وہ ایلوا دے رہی ہے میرے دل کی مصیبت کو واپس کر تو نے ہی اُسے قتل کیا ہے اور اُسے فاتر العقل اور شکستہ کر کے نہ چھوڑ دے میں اللہ کے حضور شکایت کرتا ہوں کہ وہ اجنبی ہے اور میں جب تک زندہ رہوں گا اس کی محبت میں قابلِ اکرام رہوں گا۔"

امیر المومنین لوگ اس قدر خوش ہوئے کہ مجھے خطرہ پیدا ہو گیا کہ وہ اپنی عقلیں ہی نہ گم کر بیٹھیں، پس میں کچھ دیر کے لیے خاموش ہو گیا جب لوگ پُر سکون ہو گئے تو میں تیسری دفعہ گانے لگا ؎

"یہ تیرا عاشق ہے جو اپنے غم کو چھپائے ہوئے ہے اور تیرا دلدادہ ہے جس کے آنسو اس کے جسم پر بہہ رہے ہیں اور اس کے ایک ہاتھ کی ہتھیلی اپنی تکلیف کے متعلق رب سے دُعا کر رہی ہے اور اس کا دوسرا ہاتھ اس کے جگر پر ہے اے وہ شخص جس نے ایک دلدادہ، مشتاق اور متاسف آدمی کو دیکھا ہے اس کی موت اس کے ہاتھ اور آنکھ میں ہے۔"

امیر المومنین! لونڈی سلامہ پکارنے لگی، خدا کی قسم میرے آقا یہ ہے گانا، لوگ مست اور حواس باختہ ہو گئے صاحب خانہ بڑی اچھی شراب پیتا تھا اس کے دونوں ندیم اس سے کمتر شراب پیتے تھے پس اس نے ان کے غلاموں کے ساتھ اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ وہ ان کو حفاظت کے ساتھ ان کے گھروں میں پہنچا دیں پھر میں نے اس سے تخلیہ کیا اور ہم نے کئی جام شراب پی پھر وہ کہنے لگا اے میرے آقا خدا کی قسم میری عمر یونہی بے کار گزر گئی ہے مجھے تجھ سے واقفیت نہیں ہوئی اے میرے آقا آپ کون ہیں، وہ مسلسل مجھ سے اصرار کرتا رہا یہاں تک کہ میں نے اُسے بتایا تو اس نے میرے سر کو بوسہ دیا اور کہنے لگا میرے آقا! میں حیران ہوں کہ یہ ادب آپ جیسے آدمی کی شان کے شایاں ہے اور آج میں خلافت کے ساتھ ہوں اور مجھے پتہ ہی نہیں اور اس نے مجھ سے میرا واقعہ پوچھا کہ میں نے کس طرح اپنے آپ کو اس فعل پر آمادہ کیا تو میں نے اُسے کھانے، کلائی اور ہتھیلی کی بات بتائی تو اس نے اپنی ایک لونڈی کو بلا کر کہا

کہ فلاں لونڈی کو کہو کہ نیچے آئے وہ ایک ایک لونڈی کو میرے پاس بھجوانے لگا، اور میں اس کی ہتھیلی کو دیکھ کر کہتا کہ یہ وہ نہیں ہے یہاں تک کہ اس نے مجھے کہا کہ خدا کی قسم اب میری ماں اور میری بہن ہی باقی رہ گئی ہے اور میں ان دونوں کو تیرے پاس بھیجتا ہوں تو میں اس کی سخاوت اور وسعتِ حوصلہ سے حیران رہ گیا میں نے اُسے کہا میں تیرے قربان جاؤں، ماں سے پہلے بہن کو بھجواؤ شاید کہ وہ میری بیوی بن جائے اس نے کہا تو نے ٹھیک کہا ہے تو اس نے اپنی بہن کو بھجوا دیا جب میں نے اس کی کلائی اور ہتھیلی کو دیکھا تو میں نے کہا میں تیرے قربان جاؤں یہ وہی ہے اس نے اپنے غلاموں کو فوراً حکم دیا تو وہ اس کے بڑے بڑے ہمسائیوں کے دس مشائخ کے پاس گئے اور انہیں بُلا لائے دو تھیلیاں بھی لائی گئیں جن میں بیس ہزار درہم تھے پھر کہنے لگا یہ میری فلاں بہن ہے اور میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اسے ابراہیم بن مہدی سے بیاہ دیا ہے اور اس کی طرف سے میں نے اسے بیس ہزار درہم مہر دیا ہے۔ پس اس نے راضی ہو نکاح قبول کر لیا میں نے اُسے ایک تھیلی دے دی اور دوسری کو میں نے مشائخ میں تقسیم کر دیا اور میں نے انہیں کہا میں معذرت خواہ ہوں کہ اس وقت میرے پاس یہی کچھ تھا وہ درہم لے کر چلتے بنے پھر وہ کہنے لگا اے میرے آقا میں تجھے ایک مکان دکھا دیتا ہوں جہاں تو اپنے اہل کے ساتھ سویا کرنا۔ امیر المومنین! خدا کی قسم اس نے اپنی سخاوت اور وسعت حوصلہ سے مجھے شرمندہ کر دیا، میں نے کہا پالکی لاؤ، میں اُسے گھر لے جاؤں۔ اس نے کہا جو چاہو کرو، پالکی آئی تو میں اُسے گھر لے آیا، امیر المومنین آپ کے حق کی قسم اس نے مجھے اتنا سامان دیا کہ وہ میرے گھر میں نہ سماتا تھا۔

مامون اس آدمی کی سخاوت سے بہت حیران ہوا اور طفیلی کو چھوڑ دیا اور اُسے بہت اچھا انعام دیا اور ابراہیم کو اس آدمی کے حاضر کرنے کا حکم دیا اس کے بعد وہ مامون کے خواص اور دوستوں میں شامل ہو گیا اور شراب نوشی کے خوش کن احوال میں ہمیشہ اس کے ساتھ رہا۔

اسحٰق موصلی اور کلثوم عتابی، مامون کے حضور

مبرد اور ثعلب بیان کرتے ہیں کہ کلثوم عتابی، مامون کے دروازے پر کھڑا تھا کہ یحییٰ بن اکثم آ گیا تو عتابی نے اُسے کہا کہ امیر المومنین کو میرے مقام کے متعلق آگاہ کرو، اس نے کہا میں کوئی دربان نہیں، اس نے کہا مجھے پتہ ہے کہ تم دربان نہیں بلکہ

صاحب فضل آدمی ہو اور صاحب فضل بہترین مددگار ہوتا ہے وہ کہنے لگا تو مجھے کسی اور راستے پہ لے گیا ہے اس نے کہا اللہ تعالیٰ نے تجھے خلیفہ کے ہاں عزت دی ہے اور تو اس سے آسودہ حال بھی ہے اور اگر تو شکر کرے گا تو یہ دونوں چیزیں زیادہ عرصہ تیرے پاس رہیں گی اور اگر ناشکری کرے گا تو کم عرصہ رہیں گی اور میں آج خود تیری نسبت تیرے لیے بہتر ہوں، میں تیری آسودگی کے اضافہ کے لیے دعا کروں گا اور تو اس سے انکار کرتا ہے نیز ہر چیز کی زکوٰۃ ہوتی ہے اور مرتبے کی زکوٰۃ اُسے امن چاہنے والوں کے لیے خرچ کرنا ہے تو یحییٰ نے اندر جاکر مامون کو سب واقعہ سنایا عتابی کو اس کے سامنے پیش کیا گیا مجلس میں اسحاق بن ابراہیم موصلی بھی موجود تھا اس نے اُسے بیٹھنے کا حکم دیا اور اس سے اس کا حال احوال پوچھنے لگا تو وہ اُسے بڑی فصیح زبان میں جواب دینے لگا جسے مامون نے بہت اچھا سمجھا اور اس کی دلجوئی میں لگ گیا اور شیخ نے گمان کیا کہ اس نے اس کی اہانت کی ہے، تو وہ کہنے لگا، چمکانے سے پہلے اظہار انس اُسے اس کی بات سمجھ نہ آئی تو اس نے اسحاق کی طرف دیکھا تو اس نے اُسے آنکھ ماری پھر کہا کہ ایک ہزار دینار، پس وہ لاکر عتابی کے سامنے رکھ دیے گئے اور اُسے گفتگو کی دعوت دی گئی مامون نے اسحٰق کو اس کے ساتھ مذاق کرنے پر اُکسایا اور اسحٰق ہر بات میں اس سے معارضہ اور زیادتی کرنے لگا وہ اس سے بہت متعجب ہوا مگر اُسے یہ علم نہیں تھا کہ یہ اسحٰق ہے پھر کہنے لگا کیا امیر المومنین اجازت دیں گے کہ اس شخص کے نام و نسب کے متعلق پوچھا جائے اس نے کہا پوچھو، عتابی نے اُسے کہا تو کون ہے اور تیرا نام کیا ہے اس نے کہا میں لوگوں میں سے ہوں اور میرا نام کل بصل ہے، عتابی نے اُسے کہا، نسبت تو مجھے معلوم ہو گئی ہے مگر نام کا مجھے پتہ نہیں چلا اور نہ کل بصل ناموں میں سے کوئی نام ہے، اسحٰق نے اُسے کہا تو بہت بے انصاف ہے کلثوم (سب لہسن) کیا ہے اور پیاز، لہسن سے اچھا ہوتا ہے۔ عتابی کہنے لگا، اللہ تجھے ہلاک کرے تو کس قدر خوش مزاج ہے میں نے کوئی ایسا شیریں گفتار نہیں دیکھا، کیا امیر المومنین مجھے اسے انعام دینے کی اجازت دیں گے کہ آپ نے مجھے اس آدمی سے ملایا ہے خدا کی قسم یہ مجھ پر غالب آگیا ہے، مامون نے اُسے کہا بلکہ یہ پورا پورا تجھے ملے گا اور ہم اس کے لیے اتنا ہی انعام دینے کا حکم دیتے ہیں اسحٰق اپنے گھر واپس آگیا اور اس کے ساتھ بقیہ دن شراب نوشی کرتا رہا۔

العتابی

العتابی، جند قنسرین اور عواصم کے علاقے کا رہنے والا تھا یا بعض مصر میں رقہ میں سکونت پذیر ہوگیا تھا وہ بڑا صاحب علم، قاری، ادیب، خوش الحان، مرتب کلام کرنے والا، زبردست حفظ والا، فصیح و بلیغ، بادشاہوں کا ہمنشین، ماہر کاتب، شیریں گفتار، خوش خط اور صاف طبیعت آدمی تھا وہ اپنے دور کے کثیر آدمیوں سے اس میدان میں سبقت لے گیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے کہا کہ آدمی کا کاتب اس کی زبان اور چہرہ اس کا دربان ہے اور اس کا ہم نشین اس کا سب کچھ ہے اس نے اسے شعر میں یوں بیان کیا ہے ؎

"نوجوان کی زبان، اس کا کاتب، اس کا چہرہ اس کا دربان اور اس کے ندیم اس کا سب کچھ ہیں اور یہ سب ضروری ہیں۔"

اور اس سے بیان کیا گیا کہ اس نے کہا کہ جب تجھے کوئی کام سپرد کیا جائے تو دیکھ کہ تیرا کاتب کون ہو، کیونکہ تجھ سے دور رہنے والے تیرے کاتب سے تیرا اندازہ کریں گے اور اپنے دربان کے پاس آئیں گے اور اپنے ندیموں اور ہم نشینوں کو خوش رکھ اور ان کی عزت کر، کیونکہ آدمی کا وزن اس کے ساتھیوں سے کیا جاتا ہے۔

ایک کاتب اور ندیم کے درمیان بحث

ایک کاتب نے ندیم پر فخر کا اظہار کیا اور کہنے لگا میں مدد ہوں اور تو مشقت ہے، میں سنجیدہ امور کے لیے ہوں اور تو بے ہودہ باتوں کے لیے ہے میں تنگی کے لیے ہوں اور تو لذت کے لیے ہے، میں جنگ کے لیے ہوں اور تو صلح کے لیے ہے، ندیم نے جواب دیا میں آسائش کے لیے ہوں اور تو انتقام کے لیے ہے میں مرتبہ کے لیے ہوں اور تو خدمت کے لیے ہے تو کھڑا ہوتا ہے اور میں بیٹھتا ہوں، تو غصہ دلاتا ہے اور میں اُنس کرتا ہوں تو میری حاجت کو تھکا دیتا ہے اور جس میں میری سعادت ہو اس میں تیری شقاوت ہوتی ہے، میں شریک ہوں اور تو معین ہے، میں ساتھی ہوں اور تو تابع ہے اور میری جُدائی سے ندامت کی وجہ سے میرا نام ندیم ہے۔

عتابی کے واقعات اور تصنیفات بہت شاندار ہیں اور ان کے بیان کرنے سے ہم اپنے موضوع سے نکل جائیں گے ہم نے یہ باتیں اس لیے بیان کی ہیں تاکہ اس کے متعلق چند باتیں معلوم ہو جائیں۔

ایک آدمی کا مامون کے پاس واقعہ بیان کرنا

جوہری نے العتبی سے اور اس نے عباس الدری

سے بیان کیا ہے کہ ایک آدمی نے مامون تک ایک واقعہ پہنچایا اور اس سے اس کے ہاں آنے کی اجازت طلب کی کہ وہ اس سے واقعہ کو سُنے، مامون نے اُسے اجازت دی تو اس نے جا کر سلام کہا، مامون نے کہا، اپنی ضرورت بیان کرو، اس نے کہا امیرالمومنین کو بتایا گیا ہے کہ زمانے کے مصائب و آلام نے میری طرف رُخ کر لیا ہے اور جو کچھ دنیا نے مجھے دیا تھا وہ مصائب نے چھین لیا ہے میری جاگیر ویران ہو گئی ہے، نہر بھر گئی ہے مکان گر گیا ہے اور جو مال تھا وہ ختم ہو گیا ہے اب میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے، مجھ پر بہت سا قرض ہے، میرے چھوٹے چھوٹے بچے اور عیال ہیں، میں بہت بوڑھا ہوں، مطالبات نے مجھے بے بس کر دیا ہے اور اخراجات مجھ سے بڑھ گئے ہیں، مجھے امیرالمومنین کی نظر کرم کی ضرورت ہے راوی بیان کرتا ہے کہ باتوں کے دوران اس نے گوز مار دیا اور کہنے لگا امیرالمومنین یہ بھی زمانے کی ایک عجیب اور تکلیف دہ بات ہے اور خدا کی قسم ہمیشہ ہی مجھ سے یہ برمحل صادر ہوا ہے مامون نے اپنے ہم نشینوں سے کہا میں نے اس سے زیادہ مضبوط اور قوی دل آدمی کبھی نہیں دیکھا پھر اُسے فوری پانچ ہزار درہم دینے کا حکم دیا۔

مامون اور ابوالعتاہیہ

ابوالعتاہیہ بیان کرتا ہے کہ ایک روز مامون نے مجھے بُلا بھیجا میں اس کے پاس گیا تو میں نے اُسے متفکر، مغموم اور سر جھکائے دیکھا میں اس حالت میں اس کے نزدیک ہونے سے جھجکا، اس نے سر اُٹھا کر ہاتھ سے اشارہ کیا کہ قریب ہو جاؤ، میں اس کے قریب ہوا تو اس نے تھوڑی دیر سر جھکائے رکھا پھر سر اُٹھا کر کہا اے اسماعیل! دل کا کام اُکتانا اور نئی بات کو پسند کرنا اور تنہائی سے مایوس ہونا ہے جیسے ہم اُلفت سے مانوس ہوتے ہیں، میں نے کہا امیرالمومنین بے شک یہ بات ایسے ہی ہے میں نے اس بارے میں ایک شعر کہا ہے اس نے کہا وہ کیا ہے میں نے کہا ؏

"جب دل کسی کام میں لگا ہوا ہو تو وہ ایک حال سے دوسرے حال میں جائے بغیر
ٹھیک نہیں ہوتا۔"

اس نے کہا بہت اچھا، مجھے کچھ مزید اشعار سناؤ، میں نے کہا میں اس کی قدرت نہیں رکھتا اور میں بقیہ دن اس کے ساتھ رہا پھر اس نے مجھے مال دینے کا حکم دیا اور میں مال لے کر واپس آ گیا۔

مامون اور ایک عام آدمی

بیان کیا جاتا ہے کہ مامون نے اپنے ایک خادم خاص کو

حکم دیا کہ وہ باہر جائے اور جو آدمی اُسے راستے میں ملے خواہ وہ کوئی بھی ہو۔ بڑا ہو یا چھوٹا، اُسے اس کے پاس لے آئے پس وہ ایک عام آدمی کو لے آیا، وہ اس کے پاس گیا تو اس کے پاس اس کا بھائی معتصم اور یحییٰ بن اکثم اور محمد بن الرومی بیٹھے تھے اور ان میں سے ہر ایک نے ہنڈیا پکائی ہوئی تھی محمد بن ابراہیم ظاہری نے اس عامی آدمی سے کہا یہ امیر المومنین کے خاص لوگ ہیں جو کچھ یہ تجھ سے پوچھتے ہیں اس کا انہیں جواب دو، مامون نے کہا اس وقت جب کہ رات کے تین گھنٹے باقی رہ گئے ہیں تو کہاں جا رہا ہے اس نے کہا مجھے چاند نے دھوکا دیا ہے میں نے تکبیر کی آواز سنی تو میں نے اُسے اذان یقین کیا مامون نے اُسے بیٹھ جانے کو کہا، وہ بیٹھ گیا۔ مامون نے کہا ہم میں سے ہر ایک نے ہنڈیا پکائی ہے جو ہم میں سے ہر ایک تیرے سامنے پیش کرتا ہے تو اُسے چکھ کر ہر ہنڈیا کی خوبیاں اور خوشگواری بیان کر، اس نے کہا لاؤ، اس کے سامنے ایک تھال پیش کیا گیا جس میں سب ہنڈیاں رکھی ہوئی تھیں اور ان کے درمیان کوئی امتیاز نہ تھا اور جس جس نے ہنڈیا کو پکایا اس پر اس کا نشان تھا، جس ہنڈیا کو مامون نے پکایا تھا اس نے اُسے چکھ کر کہا چہ خوب، اور اس سے تین لقمے لیے اور کہنے لگا یہ تو گویا بھلائی ہے اور اس کا پکانے والا حکیم، لطیف، ظریف اور ملیح آدمی ہے، پھر معتصم کی ہنڈیا چکھ کر کہنے لگا خدا کی قسم یہ اور پہلی ہنڈیا یوں معلوم ہوتی ہیں کہ ایک ہاتھ سے تیار ہوئی ہیں اور متساوی حکمت سے پکائی گئی ہیں پھر محمد بن عمرو الرومی کی ہنڈیا کو چکھ کر کہنے لگا یہ ہنڈیا کسی باورچی کے بیٹے کی ہے اس نے اسے بہت اچھا پکایا ہے پھر اس نے قاضی یحییٰ بن اکثم کی ہنڈیا کو چکھا اور اپنا منہ موڑ لیا اور کہنے لگا، خدا کی قسم اس کے پکانے والے نے پیاز کی جگہ اس میں کان کی جڑ ڈال دی ہے تو سب لوگ ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو گئے اور وہ ان سے ہنسی مذاق کی باتیں کرتا رہا اور ہنستا کھیلتا رہا وہ بھی اس سے خوش گپیاں کرتے رہے جب صبح روشن ہوئی تو مامون نے اُسے کہا ہم نے جو باتیں کی ہیں وہ باہر نہ کرنا اور اس نے بتایا کہ وہ انہیں جانتا ہے تو مامون نے اُسے چار ہزار دینار دیے اور اس نے انہیں ہنڈیا پکانے والوں میں سے ہر ایک کی حیثیت کے مطابق تقسیم کر دیا مامون نے اُسے کہا کہ دوبارہ اس وقت باہر نکلنے سے نہ رو کے، انہوں نے اس سے اس کی تجارت کے متعلق پوچھ کر اس کے مرتبے کا اندازہ لگایا وہ مامون اور سب کی خدمت میں آنے جانے لگا اور ان کے

ندیموں میں شامل ہو گیا۔

تین باتوں کے جواب سے مامون کا عاجز ہونا

ابو عباد کاتب، جو مامون کا خاص آدمی تھا، بیان کرتا ہے کہ مجھے مامون نے کہا کہ میں تین آدمیوں کا جواب نہیں دے سکا، میں ذوالریاستین کی ماں کے پاس اس کی تعزیت کرنے گیا تو میں نے کہا کہ اس کے فوت ہو جانے پر غم و افسوس نہ کر کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے اس کے عوض مجھ جیسا بیٹا دیا ہے جو تمہارے لیے اس کا قائم مقام ہو گا پس جب تو اس کی باتوں سے خوش ہو تو مجھ سے منقبض نہ ہونا تو وہ گریہ کناں ہو کر کہنے لگی، میں اس لڑکے پر کیسے نہ روؤں جس نے مجھے تجھ جیسا بیٹا دیا ہے، میرے پاس ایک آدمی لایا گیا جس نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا تھا، میں نے اُسے کہا تو کون ہے وہ کہنے لگا، موسیٰ بن عمران علیہ السلام، میں نے کہا تیرا برا ہو، موسےٰ علیہ السلام کے پاس تو معجزات تھے جن سے انہوں نے اپنی نبوت کے معاملہ کو واضح کیا تھا ان میں سے ایک نشان یہ تھا کہ انہوں نے اپنے عصا کو پھینکا تو وہ ساحروں کی تدبیر کو ہڑپ کر گیا دوسرا نشان یہ تھا کہ وہ اپنے گریبان سے ہاتھ نکالتے تھے تو وہ روشن ہو جاتا تھا میں موسےٰ بن عمران علیہ السلام کے دلائل نبوت کو شمار کرنے لگا اور میں نے اُسے کہا کہ اگر تو موسےٰ علیہ السلام کے نشانات و معجزات میں سے ایک نشان بھی دکھلا دے تو میں سب سے پہلے تجھ پر ایمان لے آؤں گا، اور اگر تو ایسا نہ کر سکا تو تجھے قتل کر دوں گا، اس نے جواب دیا آپ درست کہتے ہیں مگر میں ان نشانات کو اس وقت پیش کروں گا جب فرعون انا ربکم الاعلیٰ کہے گا اگر تو نے ایسا کہہ دیا تو میں اس قسم کے نشانات تجھے دکھلا دوں گا، تیسری بات یہ ہے کہ اہل کوفہ ایک عامل کی شکایت کرنے لگے جس کی سیرت اور طریق کار کو میں پسند کرتا تھا میں نے انہیں اطلاع بھیجی کہ میں اس آدمی کی سیرت کو بہت اچھی طرح جانتا ہوں اور میں کل صبح تمہاری بات کے فیصلے کے لیے بیٹھنے کا ارادہ کیے ہوئے ہوں تم ایک آدمی کو منتخب کر لو جو تمہاری طرف سے گفتگو کرے گا کیونکہ میں تمہاری کثرت کلام کو بہت اچھی طرح جانتا ہوں، انہوں نے جواب دیا، ہم میں اطروش کے سوا کوئی ایسا آدمی موجود نہیں جسے ہم امیر المومنین سے گفتگو کرنے کے لیے پسند کریں پس اگر امیر المومنین اُسے برداشت کر سکیں تو مہربانی فرمائیں میں نے ان سے وعدہ کیا کہ میں اُسے برداشت کروں گا وہ

لوگ دُوسرے دن آگئے میرے حکم سے اطروش اور وہ اندر داخل ہوگئے جب وہ میرے سامنے کھڑے ہوئے تو میں نے انہیں بیٹھنے کا حکم دیا اور اطروش سے کہا تمہیں اپنے عامل سے کیا شکایت ہے وہ کہنے لگا امیرالمومنین! وہ روئے زمین کا سب سے بُرا عامل ہے وہ پہلے سال ہمارا عامل بنا تو ہم نے اپنا ساز و سامان فروخت کر دیا دوسرے سال ہم نے اپنی جاگیریں اور ذخائر فروخت کر دیے تیسرے سال ہم اپنے شہر سے نکلے اور امیرالمومنین سے فریاد کی کہ رحم فرما کر ہماری شکایات دُور کریں اور اس کو ہٹا کر لمبا زمانہ ہم پر حکومت کریں میں نے اُسے کہا تو جھوٹ بولتا ہے تیرے لیے کوئی امان نہیں بلکہ وہ ایسا آدمی ہے جس کے طریق و سیرت کا میں مداح ہوں اور اس کے دین اور روش کو پسند کرتا ہوں اور میں نے اُسے تمہارے لیے اس وجہ سے منتخب کیا ہے تاکہ مجھے معلوم ہو کہ تم اپنے عمال پر بکثرت کیوں ناراض ہوتے ہو، اس نے کہا امیرالمومنین آپ نے دُرست فرمایا ہے اور میں نے جھوٹ بولا ہے لیکن یہ عامل جس کے دین، امانت، عفت اور عدل و انصاف سے آپ راضی ہیں آپ نے اس کے ذریعے ہمارے ساتھ ہی قحط کو کیوں خاص کر دیا ہے، جن دیگر علاقوں کے امور کی نگرانی کا کام اللہ تعالیٰ نے آپ کے سپرد کیا ہے آپ اس آدمی کو وہاں پر عامل بنا دیں تاکہ وہ بھی اس کے عدل و انصاف سے اسی طرح شاد کام ہوں جیسے ہم ہوتے ہیں، تو میں نے اُسے کہا، خدا تعالیٰ تیرا محافظ نہ ہو میں نے اُسے تم سے معزول کیا۔

مامون کا فقہاء سے مناظرہ

یحییٰ بن اکثم کا بیان ہے کہ مامون منگل کے روز فقہ کے متعلق مناظرہ کرنے کے لیے بیٹھا کرتا تھا جب فقہاء اور دیگر مناظرہ کرنے والے آجاتے تو انہیں ایک مفروش کمرے میں داخل کر دیا جاتا، اور انہیں کہا جاتا کہ اپنے موزے اُتار دو پھر دستر خوان لائے جاتے اور انہیں کہا جاتا کہ کھانا لو، اور نئے سرے سے وضو کر لو، جس کے موزے تنگ ہوں وہ انہیں اُتار دے جس کی ٹوپی بوجھل ہو وہ اُسے اتار دے پس جب وہ فارغ ہو جاتے تو انہیں خوشبو کی انگیٹھیوں کے پاس لایا جاتا اور وہ خوشبو حاصل کر کے نکل جاتے تو ہم ان سے قریب آنے کی درخواست کرتے یہاں تک کہ وہ اس کے قریب ہو جاتے اور وہ ان سے بہت اچھا مناظرہ کرتا اور سرکشوں کی طرح مناظرہ کرنے سے بہت دُور رہتا، بڑا منصفانہ مناظرہ کرتا، یہ مناظرہ بازی زوالِ آفتاب تک رہتی پھر دوبارہ دستر خوان چُنے جاتے

اور وہ کھانا کھا کر واپس چلے جاتے۔ راوی بیان کرتا ہے کہ ایک روز وہ بیٹھا ہوا تھا کہ دربان علی بن صالح نے اُسے آکر کہا امیر المومنین! دروازے پر ایک آدمی کھڑا ہے جو سفید موٹا لباس پہنے ہوئے اور آستین چڑھائے ہوئے ہے اور مناظرہ کے لیے داخلہ کی اجازت چاہتا ہے، میں نے کہا وہ کوئی صوفی ہے میں نے چاہا کہ اشارہ کروں کہ وہ اُسے اجازت نہ دے مگر مامون نے فوراً کہہ دیا کہ اُسے اجازت دے دو، وہ آدمی آیا تو اس نے کپڑے کسے ہوئے تھے اور جوتا ہاتھ میں پکڑا ہوا تھا اور اس نے بساط کی ایک جانب کھڑے ہو کر کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مامون نے جواب دیا وعلیکم السلام، اس نے کہا کیا آپ مجھے اپنے قریب آنے کی اجازت دیں گے اس نے کہا قریب ہو جائیے تو وہ قریب ہو گیا پھر مامون نے اُسے بیٹھنے کو کہا تو وہ بیٹھ گیا، پھر کہنے لگا کیا آپ مجھے اپنے ساتھ گفتگو کی اجازت دیں گے، اس نے کہا تمہیں جو معلوم ہے وہ بیان کرو، اس میں اللہ کی رضامندی ہو گی اس نے کہا مجھے یہ بتائیے کہ آپ جس جگہ پر بیٹھے ہیں کیا آپ مسلمانوں کے اتفاق اور رضامندی سے یہاں بیٹھے ہیں یا اپنی حکومت کے زور پر اس جگہ بیٹھے ہیں اس نے کہا نہ میں ان کے اتفاق سے بیٹھا ہوں اور نہ بزورِ قوت بیٹھا ہوں۔ مجھ سے پہلے ایک بادشاہ مسلمانوں کے امور کا متولی تھا جسے مسلمانوں نے اچھا سمجھا خواہ رضامندی سے یا مجبوری سے، اس نے میرے لیے اور میرے ایک دوسرے ساتھی کے لیے اپنے بعد ان مسلمانوں سے جو اس کے پاس موجود تھے ولایت کا عہد لیا اور بیت الحرام میں آنے والے حاجیوں سے بھی میرے لیے اور میرے دوسرے ساتھی کے لیے بیعت لی، پس انہوں نے خوشی سے یا مجبوری سے اُسے یہ عہد دے دیا، پس میرے جس ساتھی کے لیے اس نے عہد لیا تھا وہ بھی اسی راہ پر چلا گیا ہے جس پر وہ خود گیا ہے، اور جب مجھے حکومت ملی تو مجھے معلوم ہوا کہ مجھے مشرق و مغرب کے مسلمانوں کی رضامندی حاصل کرنا ضروری ہے پھر میں نے غور کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ اگر میں مسلمانوں سے الگ ہو گیا تو اسلام کا اتحاد اور مسلمانوں کا عہد خراب ہو جائے گا اور فتنہ و فساد کا غلبہ ہو جائے گا اور جھگڑا پیدا ہو گا اور خدا تعالیٰ کے احکام معطل ہو جائیں گے اور کوئی شخص بیت اللہ کا حج نہ کرے گا اور نہ اس کی راہ میں جہاد کرے گا نہ ان کا کوئی بادشاہ ہو گا جو ان کو اکٹھا کرے اور ان کا انتظام کرے، اور رستے بند ہو جائیں گے، ظالم سے کوئی شخص مظلوم کا حق نہ لے

سکے گا تو میں مسلمانوں کی حفاظت کرنے اور ان کے دشمن سے جہاد کرنے اور ان کے رستوں کے کنٹرول کرنے اور ان کے ہاتھوں کو روکنے کے لیے کھڑا ہو گیا تا کہ مسلمان کسی شخص پر رضا مندی سے متفق ہو جائیں اور میں حکومت اس کے سپرد کر دوں اور ایک عام مسلمان کی طرح بن جاؤں اور اے شخص تو مسلمانوں کی جماعت کی طرف میرا ایلچی ہے پس جب مسلمان کسی آدمی پر متفق ہو جائیں اور اس کو پسند کریں تو میں اس کے لیے حکومت کو چھوڑ دوں گا، وہ شخص السلام و علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ کہہ کر اُٹھ کھڑا ہوا تو مامون نے حکم دیا کہ علی بن صالح دربان کو میرے پاس لایا جائے کہ وہ اس کی ٹوہ لگانے کے لیے آدمی بھیجے جو اس کے مقصد کو معلوم کرے وہ یہ کام کر کے واپس آکر کہنے لگا امیر المومنین! میں نے اس کی ٹوہ لگانے کے لیے آدمی بھیجا ہے پس وہ مسجد میں گیا جس میں اسی ہیئت و لباس کے پندرہ آدمی موجود تھے۔ انہوں نے اسے پوچھا کہ تو اس آدمی سے ملا ہے؟ اس نے جواب دیا ہاں، انہوں نے پوچھا اس نے تجھے کیا کہا ہے؟ اس نے جواب دیا اس نے مجھ سے اچھی باتیں کی ہیں، اس نے بیان کیا ہے کہ اس نے مسلمانوں کے امور کو اس لیے کنٹرول میں لیا ہے تا کہ ان کے راستے پُر امن ہوں، حج ادا ہو، راہِ خدا میں جہاد ہو، ظالم سے مظلوم کا حق وصول کرے اور احکام کو معطل نہ کرے، پس جب مسلمان کسی آدمی کو پسند کر لیں گے تو یہ حکومت اس کے سپرد کر دے گا، وہ کہنے لگے اس میں ہم کوئی حرج کی بات نہیں دیکھتے اور منتشر ہو گئے، پس مامون نے یحییٰ کی طرف متوجہ ہو کر کہا ہم ان لوگوں کی مشقت سے آسان تقاریر کے ذریعہ ہی کافی ہو گئے ہیں، میں نے کہا امیر المومنین! اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے آپ کو قول و فعل میں صواب و راستی کا الہام کیا ہے۔

قاضی بصرہ یحییٰ بن اکثم مسعودی بیان کرتا ہے کہ مامون اور یحییٰ بن اکثم کے درمیان تعلقات کی گرم جوشی سے قبل یحییٰ، بصرہ کا قاضی تھا، بصریوں نے مامون کے پاس شکایت کی کہ اس نے بکثرت لواطت کے باعث ان کے لونڈوں کو خراب کر دیا ہے، تو مامون نے کہا کاش ان میں سے کچھ آدمی اس سے قبل اس کے احکام پر اعتراض کرتے، انہوں نے کہا امیر المومنین اس نے فواحش اور کبائر کا ارتکاب کیا ہے اور یہ بات اس کے متعلق مشہور ہو چکی ہے اور امیر المومنین وہ اپنے مشہور اشعار میں لونڈوں کی صفات، طبقات اور مراتب کا ذکر کرتا ہے، مامون نے کہا اس نے کیا کہا ہے؟

تو اُسے ایک قصہ بتایا گیا جس میں ان لڑکوں کے مختصر حالات تھے جن کے متعلق اس پر تہمت لگائی گئی تھی وہ کہتا ہے ؎

"چار لڑکے ہیں جن کی نگاہیں فریفتہ کر لیتی ہیں اور جو شخص ان پہ عاشق ہو جاتا ہے
اس کی آنکھ بے خواب رہتی ہے ان میں سے ایک کی دنیا اس کے چہرے میں ہے
وہ منافق ہے جس کی آخرت کچھ نہیں ہے اور دوسرے کے لیے دُنیا کھلی ہے
اور اس کے پیچھے اس کی آخرت بھی وافر ہے اور تیسرے نے ان دونوں کو اکٹھا
کر لیا ہے یعنی دنیا و آخرت کو جمع کر لیا ہے اور چوتھے نے آپس کی بات کو
ضائع کر دیا ہے جس کے لیے نہ دنیا ہے نہ آخرت۔"

مامون کو یہ بات گراں گزری اور اس نے اس وقت اس سے انکار کر دیا اور کہنے لگا تم میں سے کس نے یہ اشعار اس سے سُنے ہیں، انہوں نے کہا امیر المومنین! اس کی یہ بات ہم میں مشہور ہے اس نے انہیں اپنے پاس سے چلے جانے کا حکم دیا اور یحییٰ کو ان سے الگ کر دیا۔
یحییٰ کے بارے میں بصرہ میں جو بات مشہور تھی اس کے متعلق ابن ابی نعیم کہتا ہے ؎

"کاش یحییٰ، اکثم کے ہاں پیدا نہ ہوتا اور ارض عراق میں اس کے پاؤں نہ پڑتے
ہمارے علم کے مطابق عراق میں یہ سب سے بڑا لوطی قاضی ہے، کونسی دوات
میں اس نے اپنا قلم نہیں ڈالا اور کون سے شگاف میں اس کا سانپ داخل نہیں ہوا"

زمانے کی ایک ہی گردش سے یحییٰ اور مامون کی ملاقات ہوئی یہ اس کا ندیم بنا اور اس نے اُسے بہت سے امور کے بارے میں رخصت دے دی ایک روز اس نے اُسے کہا اے ابو محمد یہ کس کا شعر ہے کہ ؎

"قاضی زنا کاری میں تو حد لگانے کا قائل ہے مگر لوطی کے متعلق اس کا خیال
ہے کہ اس سے کچھ نقصان نہیں ہوتا۔"

اس نے کہا امیر المومنین! یہ ابن ابی نعیم کا شعر ہے اور وہ کہتا ہے ؎

"ہمارا امیر راشی اور ہمارا حاکم لوطی ہے اور سردار بہت بُرا سردار ہے،
قاضی زنا کاری میں تو حد لگانے کا قائل ہے مگر لوطی کے متعلق اس کا خیال ہے
کہ اس سے کچھ نقصان نہیں ہوتا میرا خیال ہے کہ جب تک اُمت پہ آلِ عباس کا
والی موجود ہے، ظلم ختم نہیں ہوگا۔"

مامون نے شرمندگی سے کچھ دیر سر جھکائے رکھا، پھر سر اٹھا کر کہنے لگا، ابن ابی نعیم کو سندھ کی طرف جلاوطن کر دیا جائے۔

جب یحییٰ مامون کے ساتھ کسی سفر میں سوار ہوتا تو اپنی پیٹی، قبا اور تلوار کو لٹکانے والی چیزوں کے ساتھ لٹکا لیتا اور جب سردی کا موسم ہوتا تو ریشم کی قباؤں اور سمور کی ٹوپیوں اور کھلی زینوں کے ساتھ سوار ہوتا اس کی لواطت کی خبر اس حد تک مشہور ہو چکی تھی کہ مامون نے اُسے حکم دیا کہ اپنے لیے لڑکوں کو مقرر کرے جو اس کے سوار ہونے کے ساتھ سوار ہوں اور اس کے امور میں متصرف ہوں تو اس نے چار سو خوبرو لڑکوں کو مقرر کیا اور ان سے خوب رسوا ہوا راشد بن اسحاق یحییٰ کے لڑکوں کو مقرر کرنے کے بارے میں کہتا ہے ؎

”میرے دونوں دوستو! ذرا متعجب ہو کر اس شاندار منظر کو دیکھنا جسے میری آنکھ نے دیکھا ہے یحییٰ نے صرف انہی لڑکوں کو مقرر کیا ہے جن کے رخسار نرم و نازک اور نگاہیں شیریں ہیں ورنہ ہر سُرخ رنگ اکثمی کے رُخسار پر بہت کم بال ہیں اور وہ اپنے دونوں ساتھیوں کے برعکس خوب صورتی کے مطابق لڑکے کو مقدم کرتا ہے، اور ان کو جنگ کی طرف وہ قاضی لیے جاتا ہے جو ردینی نیزے کے ساتھ سخت نیزہ زنی کرنے والا ہے جب ان میں سے کوئی شجاع، جنگ میں حاضر ہوتا ہے تو پیشانی اور ہاتھوں کے بل گر پڑتا ہے اور وہ ان کو علم و حلم کے ساتھ سلامتی کے دن کے لیے لیے جا رہا ہے نہ کہ موت کے دن کے لیے شیخ اس پر اپنے تیر کی چھڑی کے ساتھ جھکا ہوا ہے اور گھٹنوں سے آگے بڑھا ہوا ہے اور وہ ان کو ٹھوڑیوں کے بل پچھڑا ہوا چھوڑ دیتا ہے اور سب کے سب زخمی ہوتے ہیں۔“

اس کے متعلق راشد کہتا ہے ؎

”ہم یہ آس لگائے بیٹھے تھے کہ ہم عدل کو غالب دیکھیں گے پس اس نے ہمیں آس کے بعد یاس سے ہمکنار کیا اور جب مسلمانوں کا قاضی القضاۃ ہی لوطی ہو تو دنیا اور اہل دُنیا کی اصلاح کب ہو سکتی ہے۔“

یحییٰ بن اکثم بن عمرو بن ابی رباح خراسانی تھا اور مرو کا رہنے والا تھا اور بنی تمیم کا آدمی تھا جب یہ مصر میں تھا تو مامون اس پر ۲۱۵ھ میں ناراض ہو گیا اور غصّے کی حالت میں

اسے عراق بھیج دیا اور اس نے حدیث کو لکھا اور عثمان البتی کی طرح بصریوں کے لیے فقیہ بن گیا اور اس کے اصول و فروع کے متعلق اس کی تصنیفات پائی جاتی ہیں اور "التنبیہ" کے نام سے اس نے ایک الگ کتاب لکھی ہے جس میں اس نے عراقیوں کا رد کیا ہے اس کے اور احمد بن ابی دواد بن علی کے درمیان بہت سے مناظرات ہوئے۔

امام شافعیؒ کی وفات

مامون کے زمانہ خلافت میں جمعہ کی شب رجب ۲۰۴ھ میں ابو عبداللہ محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع بن سائب بن عبداللہ بن عبد یزید بن ہاشم بن مطلب بن عبد مناف شافعی رحمۃ اللہ علیہ وفات پا گئے اور اسی رات کی صبح کو دفن کر دیے گئے، ان کی عمر ۵۴ سال تھی ان کی نماز جنازہ امیر مصر سری بن حکم نے پڑھائی، یہی بات عکرمہ بن محمد بن بشر نے ربیع بن سلیمان مؤذن سے اور محمد بن سفیان بن سعید مؤذن وغیرہ نے ربیع بن سلیمان سے بیان کی ہے، امام شافعی کو مقبرہ بنی عبدالحکیم میں شہداء کی قبروں کے حصے میں دفن کیا گیا، ان کی قبروں اور آپ کے سر کے درمیان پتھر کا ایک بڑا ستون ہے اسی طرح آپ کی ٹانگوں کے پاس بھی ایک ستون ہے آپ کے سر کے پاس پتھر پر یہ لکھا ہے "یہ قبر محمد بن ادریس شافعیؒ، اللہ کے امین کی ہے۔"

جن باتوں کا ہم نے ذکر کیا ہے یہ مصر میں مشہور ہیں، امام شافعی کا نسب بنی ہاشم اور بنی امیہ کے ساتھ عبد مناف میں جا ملتا ہے اس لیے کہ وہ مطلب بن عبد مناف کی اولاد میں سے ہیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہم اور بنو عبدالمطلب دو ملی ہوئی انگلیوں کی طرح ہیں اور قریش نے شعب میں بنو ہاشم کے ساتھ بنی مطلب کا بھی محاصرہ کیا تھا۔

مجھے نقیر بن مسکین نے یہ حدیث مزنی سے سنائی، نقیر، مزنی سے حدیث بیان کرتا ہے اور ہم نے مصر کے شہر اسوان میں نقیر بن مسکین سے سماع کیا ہے، اس نے کہا کہ مزنی بیان کرتا ہے کہ میں امام شافعی کے پاس ان کی وفات کے روز صبح کے وقت گیا اور ان سے پوچھا اے ابو عبداللہ آپ نے صبح کیسے کی ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے دنیا سے رحلت کرنے والے اپنے بھائیوں کو چھوڑنے والے اور جام مرگ نوش کرنے والے کی طرح صبح کی ہے اور مجھے معلوم نہیں کہ میری روح جنت کو جائے گی کہ میں اسے مبارک باد دوں یا دوزخ کو جائے گی کہ اس سے تعزیت کروں اور کہنے لگے ؎

"جب میرا دل سخت ہو گیا اور میرے راستے تنگ ہو گئے تو میں نے امید کو

تیرے عفو کے لیے زینہ بنایا اور میں نے اپنے گناہ کو بڑا خیال کیا اور جب میں نے اُسے تیرے عفو کے ساتھ ملایا تو تیرا عفو اس سے بہت بڑا تھا۔"

ابوداؤد طیالسی اور ابن الکلبی

جس سال حضرت امام شافعیؒ نے وفات پائی اسی سن میں داؤد سلیمان بن طیالسی نے بھی ۹۱ سال کی عمر میں وفات پائی اور ہشام بن محمد بن السائب الکلبی بھی اسی سال میں فوت ہوئے۔

مامون اور ایک مدعی نبوت

مامون کے زمانے میں بصرہ میں ایک آدمی نے نبوت کا دعویٰ کیا تو اُسے بیڑیوں میں جکڑ کر اس کے پاس لایا گیا جب وہ اس کے سامنے کھڑا ہوا تو مامون نے اُسے کہا تو نبی اور مرسل ہے اس نے کہا اس وقت تو میں بیڑیوں میں جکڑا ہوا ہوں، اس نے کہا تجھے کس نے دھوکا دیا ہے وہ کہنے لگا کیا انبیاء کو اس طرح مخاطب کیا جاتا ہے خدا کی قسم اگر میں بیڑیوں میں جکڑا ہوا نہ ہوتا تو میں جبریل کو حکم دیتا کہ وہ اس بستی کو تم پر اُلٹا دے، مامون نے اُسے کہا بیڑیوں میں جکڑے ہوئے آدمی کی دُعا قبول نہیں ہوتی، اس نے جواب دیا، خاص طور انبیاء کی دُعا قبول نہیں ہوتی جب وہ بیڑیوں میں جکڑے ہوئے ہوں، مامون یہ بات سُن کر ہنس پڑا اور کہنے لگا، تجھے کس نے بیڑیاں پہنائی ہیں اس نے کہا اس شخص نے جو آپ کے سامنے موجود ہے مامون نے کہا ہم تمہیں آزاد کرتے ہیں تو جبریلؑ کو حکم دے کہ وہ اس بستی کو اُلٹا دے، اگر اس نے تیری بات مان لی تو ہم تجھ پر ایمان لے آئیں گے اور تیری تصدیق کریں گے اس نے جواب دیا اللہ تعالےٰ نے سچ فرمایا ہے کہ "فلا یومنوا حتیٰ یروا العذاب الالیم" وہ دردناک عذاب دیکھے بغیر ایمان نہ لائیں گے اگر تو مجھے چھوڑنا چاہتا ہے تو چھوڑ دے پس مامون نے اُسے رہا کرنے کا حکم دے دیا جب اُس نے عافیت محسوس کی تو لمبی آواز کر کے کہنے لگا اے جبریل تم جس کو چاہو بھیج دو، اب میرے اور تمہارے درمیان کوئی کام نہیں رہا، میرے غیر اموال کے مالک ہیں اور میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے پس اس نے اُسے رہا کرنے اور اس کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کا حکم دے دیا۔

مامون اور ابراہیم خلیل ہونے کا مدعی

ثمامہ بن اشرس بیان کرتا ہے کہ میں مامون کی مجلس میں حاضر ہوا تو ایک آدمی کو لایا

گیا جو ابراہیم خلیل ہونے کا مدعی تھا۔ مامون نے اُسے کہا میں نے اللہ پر اس سے بڑا جرأت کرنے والا نہیں سنا، میں نے کہا اگر امیر المومنین مناسب خیال فرمائیں تو مجھے اس سے گفتگو کرنے کی اجازت دیں، اس نے کہا یہ تمہارا اور اس کا کام ہے میں نے کہا ارے ابراہیم علیہ السلام کے پاس تو دلائل تھے، اس نے کہا ان کے دلائل کیا تھے، میں نے کہا ان کے لیے آگ جلائی گئی اور انہیں اس میں پھینک دیا گیا اور وہ ان کے لیے ٹھنڈک اور سلامتی والی بن گئی ہم تیرے لیے آگ جلاتے ہیں اور اس میں تمہیں پھینکتے ہیں اگر وہ تیرے لیے حضرت ابراہیم کی طرح ٹھنڈک اور سلامتی والی بن گئی تو ہم تجھ پر ایمان لے آئیں گے اور تیری تصدیق کریں گے اس نے کہا مجھ سے ایسی بات کرو جو اس سے ہلکی ہو، میں نے کہا موسےٰ علیہ السلام کے براہین پیش کرو اس نے کہا وہ کیا تھے؟ میں نے کہا انہوں نے عصا پھینکا تو وہ دوڑتا ہوا سانپ بن گیا اور ساحروں کے بنائے ہوئے جھوٹ کو نگلنے لگا اور انہوں نے سمندر پر عصا مارا تو وہ پھٹ گیا اور بغیر تکلیف کے ان کا ہاتھ سفید ہو جاتا تھا، اس نے کہا یہ تو بہت مشکل کام ہے، اس سے کچھ ہلکا مطالبہ کرو، میں نے کہا عیسیٰ علیہ السلام کے براہین پیش کرو، اس نے کہا وہ کیا تھے؟ میں نے کہا مُردوں کا زندہ کرنا، اس نے حضرت عیسیٰ کی براہین میں قطع کلامی کرتے ہوئے کہا تو نے تو بڑی قیامت کی بات کی ہے، ان براہین کا مجھ سے مطالبہ کرنا چھوڑ دو، میں نے کہا براہین کا ہونا تو ضروری ہے اس نے کہا میرے پاس اس قسم کے براہین میں سے کچھ نہیں ہے اور میں نے جبریل سے کہا ہے کہ تم مجھے شیاطین کی طرف بھیجتے ہو پس مجھے ایسی محبت عطا کرو جس سے میں انہیں دُور کروں ورنہ میں نہیں جاؤں گا تو جبریل مجھ پر ناراض ہو گیا اور کہنے لگا تو تو ابھی لڑائی کرنے لگ گیا ہے پہلے جا کر دیکھ کہ لوگ تجھے کیا کہتے ہیں مامون یہ بات سُن کر ہنس پڑا اور کہنے لگا یہ اُن انبیاء میں سے ہے جو شراب نوشی میں ہمنشینی کے مناسب ہوتے ہیں۔

۱۹۸ھ میں مامون نے اپنے بھائی قاسم بن رشید کو ولیعہدی سے علیحدہ کر دیا۔

ابوالسرایا، ابن طباطبا اور چند علویوں کی بغاوت

۱۹۹ھ میں ابوالسرایا بن منصور شیبانی نے عراق میں بغاوت کر دی اور اس نے بڑی قوت حاصل کر لی، اس کے ساتھ محمد بن ابراہیم بن اسماعیل بن ابراہیم بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب جو ابن طباطبا کے نام سے معروف تھا، بھی

شامل تھا محمد بن سلیمان بن داؤد بن حسن بن حسن بن علی مدینہ میں اور علی بن محمد بن جعفر بن محمد بن علی بن حسن بن علی اور زید بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بصرہ میں اُٹھ کھڑے ہوئے اور بصرہ پہ غالب آ گئے، ابوالسرایا جس ابن طباطبا کی طرف دعوت دیتا تھا وہ اسی سال میں فوت ہو گیا اور ابوالسرایا نے اس کی جگہ محمد بن محمد بن یحییٰ بن زید بن علی بن حسین بن علی کو کھڑا کر دیا، ۱۹۹ھ ہی میں ابراہیم بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسن بن علی نے ظہور کیا اور مامون کے زمانے میں محمد بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین نے مکہ اور حجاز کے نواح میں ۲۰۰ھ میں ظہور کیا اور اپنی طرف دعوت دی، شیعہ فرقوں میں سے سبیطہ فرقہ نے اس کی دعوت دی اور اس کی امامت کے قائل ہوئے اور کئی فرقوں میں بٹ گئے، ان میں سے بعض نے غلو کیا اور بعض نے کوتاہی کی اور امامیہ کے طریق پر چلے اور ہم نے اپنی کتاب "المقالات فی اصول الدیانات" اور اخبار الزمان کے بیسویں فن میں خلفائے بنی عباس اور ان کے زمانے میں ظہور کرنے والے طالبیوں کا ذکر کیا ہے، بعض کہتے ہیں کہ اس محمد بن جعفر نے شروع میں عنفوان شباب میں ابوالسرایا کے ساتھی محمد بن ابراہیم بن طباطبا کی طرف دعوت دی جب ابن طباطبا مر گیا تو اس نے اپنے متعلق دعوت دی اور امیرالمومنین کا نام اختیار کیا۔ اس محمد بن جعفر کے سوا جن لوگوں نے بھی آل محمد کے سلف و خلف میں اقامتِ حق کے لیے اس سے پہلے یا بعد میں ظہور کیا انہوں نے امیرالمومنین کا نام اختیار نہ کیا اس کے حسن و جمال کی وجہ سے اُسے دیباجہ کہتے تھے، مکہ اور اس کے نواح میں اس کے بہت سے واقعات ہیں اُسے خراسان میں مامون کے پاس لے جایا گیا، مامون ان دنوں مرو میں تھا مامون نے اُسے امان دی اور اُسے اپنے ساتھ جرجان لے گیا، جب مامون چلا تو محمد بن جعفر فوت ہو گیا اور وہیں دفن ہوا اور ہم نے اس کی وفات کی کیفیت اور اس کے اور دیگر طالبیوں کے حالات اور زمین کے مختلف خطوں میں ان کے قتل کے واقعات کو اپنی کتاب حدائق الاذہان میں بیان کیا ہے۔

ابن افطس کا ظہور

اسی طرح مامون کے زمانے میں حسین بن حسن بن علی بن علی بن حسین بن علی نے جو ابن افطس کے نام سے مشہور تھا مدینہ میں ظہور کیا بعض کہتے ہیں کہ اس نے آغاز کار میں ابن طباطبا کی طرف دعوت دی جب ابن طباطبا مر گیا تو اس نے اپنی امامت کی طرف دعوت دی اور مکہ کی طرف گیا اور منیٰ میں لوگوں کے پاس

آیا، داؤد بن عیسیٰ بن موسیٰ ہاشمی حاجیوں کا امیر تھا، پس داؤد بھاگ گیا اور لوگ عرفہ کی طرف چلے گئے اور مزدلفہ آئے اور بنو عباس میں سے کوئی انسان ان کا امیر نہ تھا، ابن افطس رات کو عرفہ گیا پھر مزدلفہ آیا اور لوگ بغیر امام کے تھے پس اس نے لوگوں کو نماز پڑھائی، پھر منیٰ کی طرف گیا اور قربانی کر کے مکہ میں داخل ہو گیا اور سوائے سفید قباطی کپڑے کے کعبہ کے غلاف کو اُتار دیا۔

ابوالسرایا پر کامیابی

۲۰۰ھ میں حماد جو کند غوش کے نام سے مشہور تھا اُسے ابوالسرایا پر کامیابی حاصل ہوگئی حسن بن سہل اُسے لایا اور قتل کر کے بغداد کے پُل پر صلیب دے دیا ہم نے ابوالسرایا کے حالات، خروج اور اس کے عبدوس بن محمد بن ابی خالد اور اس کے ساتھی جرنیلوں کے بیٹوں کو قتل کرنے اور اس کے لشکر کو لوٹنے کے واقعات کو اپنی کتاب اخبار الزمان میں بیان کیا ہے۔

مسعودی بیان کرتا ہے کہ ۲۰۰ھ میں مامون نے رجاء بن ابی ضحاک اور یاسر خادم کو علی بن موسےٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی رضا کو لانے کے لیے بھیجا وہ اُسے نہایت احترام کے ساتھ لایا اور اسی سال مامون نے حکم دیا کہ بنو عباس کے مردوں، عورتوں، چھوٹوں اور بڑوں کی مردم شماری کی جائے، ان کی تعداد ۳۳ ہزار تھی۔

مامون اور علی بن موسےٰ رضا

ابوالحسن علی بن موسےٰ رضا مامون کے پاس پہنچا، اس وقت وہ مرو میں تھا مامون نے اس کا بہت احترام کیا اور اپنے تمام خاص دوستوں سے مشورہ کر کے انہیں بتایا کہ اس نے حضرت عباس اور حضرت علی کی اولاد کے متعلق بہت غور کیا ہے مگر اس نے اپنے وقت میں علی بن موسیٰ رضا سے بڑھ کر کسی کو امر خلافت کا حق دار نہیں پایا پس اس نے اس کی ولیعہدی کی بیعت لی اور اس کے نام کو دراہم و دنانیر پہ ڈھالا اور محمد بن علی بن موسےٰ رضا سے اپنی بیٹی اُمّ الفضل کی شادی کر دی لباس اور جھنڈوں سے سیاہ رنگ کو دُور کرنے اور انہیں سبز رنگ دینے کا حکم دیا اور اولاد عباس میں سے جو لوگ عراق میں رہتے تھے ان تک یہ بات پہنچی تو انہوں نے سمجھ لیا کہ اب حکومت ان کے ہاتھ سے جا رہی ہے انہوں نے اسے بڑی بات خیال کیا اور لوگوں کو مامون کے حکم سے رضا کے بھائی ابراہیم بن موسےٰ بن جعفر نے حج کروایا۔ بغداد میں بنو عباس کے غلاموں اور پیروکاروں میں سے جو لوگ رہتے تھے انہوں نے مامون کی دست برداری اور ابراہیم بن مہدی جو ابن شکلہ کے نام سے مشہور تھا

کی بیعت پر اتفاق کر لیا اور ۵ محرم ۲۰۲ھ کو جمعرات کے روز اس کی بیعت ہوئی اور بعض کہتے ہیں کہ یہ واقعہ ۲۰۳ھ کا ہے۔

فضل بن سہل کا قتل

۲۰۲ھ میں فضل بن سہل ذوالریاستین کو خراسان کے شہر سرخس میں حمام میں دھوکے سے قتل کر دیا گیا یہ واقعہ مامون کے گھر میں اس وقت ہوا جب وہ عراق جا رہا تھا مامون کو یہ بات گراں گزری اور اس نے اس کے قاتلوں کو قتل کر دیا اور عراق کی طرف چلا گیا۔

علی بن موسیٰ رضا کی وفات

علی بن موسیٰ رضا انگور کھانے کی وجہ سے طوس میں وفات پا گئے بعض کہتے ہیں کہ وہ انگور زہر آلود تھے یہ صفر ۲۰۳ھ کا واقعہ ہے، مامون نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی، ان کی عمر ۵۳ سال تھی۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ۴۷ سال چھ ماہ تھی، آپ مدینہ میں ۱۵۳ھ کو پیدا ہوئے تھے مامون نے اپنی بیٹی اُم حبیبہ کی شادی علی بن موسےٰ رضا سے کر دی تھی اور اس کی ایک بہن محمد بن علی بن موسےٰ کی زوجیت میں تھی اور دوسری ان کے باپ علی بن موسےٰ کے نکاح میں تھی۔

مامون کے خلاف ابراہیم بن مہدی کا خروج

ابراہیم بن مہدی کے ایام میں بغداد میں بڑا اضطراب پیدا ہوا رو بینہ بھڑک اُٹھے اور انہوں نے اپنا نام المطوعہ رکھ لیا، وہ عوام اور ان کے پیروکاروں کے سردار تھے جب مامون، بغداد کے قریب آیا تو ابراہیم بن مہدی نے یوم النحر کو لوگوں کو نماز پڑھائی اور یوم النحر کے دوسرے دن روپوش ہو گیا یہ ۲۰۳ھ کا واقعہ ہے اہل بغداد نے اُسے معزول کر دیا اور مامون ۲۰۴ھ میں بغداد میں داخل ہوا وہ سبز لباس زیب تن کیے ہوئے تھا پھر اس نے اس لباس کو بدل کر دوبارہ سیاہ لباس پہن لیا یہ اس وقت کی بات ہے جب طاہر بن حسین رقہ سے اس کے پاس آیا۔

بابک خرمی کی بغاوت

۲۰۴ھ میں بلاد مشرق میں سخت قحط اور خراسان وغیرہ میں سخت وبا پڑی اور بابک خرمی نے بدین میں، جاویذان بن شہرک کے ساتھیوں سے مل کر بغاوت کر دی ہم پہلے بابک کے علاقے بدین کا ذکر کر آئے ہیں جو آذربائیجان، اران اور بیلقان کے علاقے میں ہے جیسا کہ ہم جبل فتح اور باب اور الابواب اور نہر الرامس اور جریانہ کے ذکر میں جو بلاد بدین کی جانب ہیں، اس کا تذکرہ

کر چکے ہیں۔

ابراہیم پر کامیابی

مامون نے ابراہیم بن مہدی کی تلاش کے لیے اپنے جاسوس پھیلا دیئے اُسے معلوم ہو چکا تھا کہ وہ بغداد میں روپوش ہے پس ۱۳ ربیع الآخر ۲۰۷ھ کو اتوار کی شب کو وہ اسے پکڑنے میں کامیاب ہو گیا وہ عورت کا لباس پہنے ہوئے تھا اور اس کے ساتھ دو عورتیں بھی تھیں، اُسے حارس بن اسود نے بغداد کی اس گلی میں پکڑا جو طویل کے نام سے مشہور ہے، جب اُسے مامون کے روبرو پیش کیا گیا تو اس نے کہا ابراہیم کیا حال ہے؟ اس نے کہا امیرالمومنین بدلہ لینے والے کو قصاص کا حکم دیا گیا ہے اور معاف کر دینا تقوے کے زیادہ قریب ہے اور جسے زمانہ گزند پہنچائے اور اسباب شقاوت کی درازی کی وجہ سے دھوکہ اس پر غالب آجائے تو اس پر زمانے کی گردشیں غالب آجاتی ہیں، آپ کو اللہ تعالیٰ نے تمام معاف کرنے والوں پر اسی طرح فوقیت دی ہے جیسے اس نے تمام گنہ گاروں کو مجھ سے کمتر رکھا ہے، اگر آپ سزا دیں تو یہ آپ کا حق ہے اگر معاف کر دیں تو یہ آپ کا احسان ہے، مامون نے کہا اے ابراہیم میں معاف کرتا ہوں تو وہ تکبیر کہہ کر سجدے میں گر پڑا، مامون کے حکم سے جو چادر اس کے اوپر تھی اُسے اس کے سینے پر ڈال دیا گیا تاکہ لوگ اس حالت کو دیکھ سکیں جس میں اُسے گرفتار کیا گیا تھا پھر اس کے حکم سے اُسے کئی روز تک محافظ خانے میں رکھا گیا لوگ اُسے آکر دیکھتے تھے پھر اُسے احمد بن ابی خالد کے سپرد کر دیا گیا پھر جب اس نے اُسے اپنا وکیل بنایا تو وہ اس سے راضی ہو گیا اور ابراہیم اس بارے میں کہتا ہے ؎

”جس ذات نے اچھے اخلاق کو تقسیم کیا ہے اس نے انہیں آدم کی صُلب کے ساتویں امام میں جمع کر دیا ہے اور جس نے بغداد کے لوگوں کو تجھ پر متفق کیا ہے اس نے ان کے دلوں کو بھی متفق کر دیا ہے اور تیری محبت نے ہر جامع نیکی کو اپنے اندر سمو لیا ہے اور تو نے وہ نیکی کی ہے جسے اچھے افعال کرنے والے نفوس بھی نہیں کر سکتے اور تو نے ایسا عفو کیا ہے کہ اس جیسا کوئی عفو نہیں حالانکہ کسی سفارشی نے تیرے پاس سفارش نہیں کی۔

حسن بن سہل کی بیٹی بوران سے مامون کی شادی

شعبان ۲۰۹ھ میں مامون خم الصلح کی طرف چلا آیا اور حسن بن سہل کی بیٹی بوران سے نکاح کر لیا حسن نے اس موقع پر اس قدر املاک تقسیم کیں

کہ جاہلیت اور اسلام کے زمانے میں کسی بادشاہ نے اس طرح املاک تقسیم نہ کی تھیں اور اس نے یہ کام یوں کیا کہ ہاشمیوں، جرنیلوں، کاتبوں اور سرکردہ لوگوں میں کستوری کی گولیاں تقسیم کیں جن میں رقعے رکھے ہوئے تھے، جن میں جاگیروں اور لونڈیوں کے نام اور جانوروں کی صفات کا ذکر تھا، جب وہ گولی کسی آدمی کے ہاتھ آتی تو وہ اسے کھول کر پڑھتا تو وہ اس میں اپنی شان کے مطابق کوئی بات دیکھتا تو اس وکیل کے پاس چلا جاتا جو اس کام کے لیے مقرر کیا گیا تھا اور اسے کہتا کہ طسوج اور استاق کی فلاں فلاں جاگیر اور فلاں فلاں لونڈی اور فلاں فلاں جانور مجھے دے دو پھر اس نے دیگر لوگوں میں دنانیر و دراہم اور کستوری کے نافے اور عنبر کے انڈے تقسیم کیے، مامون، اس کے جرنیلوں، اس کے تمام ساتھیوں اور جو فوج قیام کرنے کے دوران اس کے ساتھ تھی یہاں تک کہ جانوروں کو کرائے پر دینے والوں، قلیوں ملاحوں اور فوج کے ساتھ رہنے والے خادموں پر بھی خرچ کیا۔ یہاں تک کہ مامون کی فوج کا کوئی آدمی کسی کھانے کی چیز اور جانوروں کے چارے وغیرہ کو خریدتا نہ تھا۔

جب مامون نے دجلہ پر سوار ہو کر بغداد واپس آنے کا ارادہ کیا تو حسن سے کہا اے ابو محمد کوئی ضرورت ہے اس نے کہا ہاں امیر المومنین ہے۔ میں آپ سے یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ آپ ہمیشہ اپنے دل میں میری جگہ رکھیں اس لیے کہ میں اس کی حفاظت آپ کے بغیر نہیں کر سکتا، پس مامون نے حکم دیا کہ فارس اور ضلع اہواز کا ایک سال کا خراج اس کے پاس لایا جائے اس بارے میں خطباء اور شعراء نے بہت کچھ بیان کیا ہے، محمد بن حازم باہلی اپنے اشعار میں بہت شان دار طریق سے کہتا ہے ؎

"اللہ تعالیٰ حسن اور بوران کو داماد کے بارے میں برکت دے، اے پسر
ہارون تو کس کی بیٹی کے ساتھ شادی کرنے میں کامیاب ہوا ہے۔"

جب یہ شعر مامون تک پہنچے تو اس نے کہا خدا کی قسم ہمیں معلوم نہیں کہ اس نے ان اشعار میں خیر کا ارادہ کیا ہے یا شر کا؟

مامون کے اہل کا اسے ابراہیم بن مہدی کے قتل پر اکسانا

جب ابراہیم بن مہدی کو گرفتار کیے ایک مدت گزر گئی تو ایک روز وہ مامون کے پاس آیا مامون کہنے لگا کہ معتصم اور عباس بن مامون مجھے تیرے قتل کرنے پر اکساتے ہیں تو اس نے کہا کہ وہ دونوں تجھ کو وہی بات کہہ رہے ہیں جو تیرے جیسے آدمیوں کو کہی جاتی ہے لیکن جس بات سے تو خائف ہے اسے اپنی امید کے

مقابلے میں چھوڑ دے اور یہ شعر پڑھنے لگا ؎

"تو نے مجھے میرا مال واپس کر دیا اور مال واپس کرنے سے قبل، تو نے میرے خون کی بھی حفاظت کی پس میں اُسے لے کر چلا آیا اور میں نے کسی احسان کا بدلہ نہ دیا مجھے تجھ سے دو زندگیاں ملیں ایک موت سے اور دوسری فقر و فاقہ سے، پس تو نے جو کچھ کیا، مخلوق نے تجھے اس بارے میں معذور سمجھا اور تو نے کوئی نکوہش و ملامت نہ کی اور تیرے عذر نے میرے بارے میں ایک شاہد عادل کا مقام حاصل کر کے تجھ سے حجت بازی کی۔"

ابراہیم کے اشعار و واقعات اور بغداد کے سولیقہ غالب میں اس کی رُوپوشی اور ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقلی کے واقعات وغیرہ بہت شاندار ہیں اور ہم نے ان سب کو اس کتاب سے پہلی کتابوں میں بیان کیا ہے۔

ابراہیم بن مہدی کے ساتھی یوسف بن ابراہیم کاتب نے کئی کتابیں تصنیف کی ہیں جن میں سے "اخبار المتطبیین مع الملوک فی الماکل والمشادب والملابس" اور "ابراہیم بن المھدی فی الواع الاخبار" وغیرہ بھی ہیں۔

ابراہیم بن مہدی کے حالات

بغداد میں ابراہیم کی نقل مکانی اور روپوشی کے حالات میں سب سے شاندار واقعہ وہ ہے جو ایک حجام کے ساتھ ہوا وہ یہ ہے کہ جب مامون بغداد میں آیا جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں تو اس نے ابراہیم بن مہدی کی تلاش میں جاسوس بھیجے اور اس کے متعلق اطلاع دینے والے کے لیے بڑا انعام مقرر کیا، ابراہیم بیان کرتا ہے کہ ایک روز میں سخت گرم دن میں ظہر کے وقت باہر نکلا اور مجھے کچھ معلوم نہ تھا کہ میں کہاں جا رہا ہوں میں ایک گلی میں گیا جس کے آگے کوئی راستہ نہ تھا تو میں نے اسود کو گھر کے دروازے پر دیکھا میں نے اس کے پاس جا کر کہا، کیا آپ کے پاس کوئی جگہ ہے جس میں، میں دن کا کچھ حصہ قیام کر سکوں، اس نے کہا ہاں، اور اپنا دروازہ کھول دیا، میں ایک کمرے میں داخل ہو گیا جس میں ایک صاف چٹائی اور چمڑے کا ایک شاندار تکیہ پڑا تھا، وہ مجھے چھوڑ کر اور دروازہ بند کر کے چلا گیا اور مجھے خیال آیا کہ اس نے اس انعام کے متعلق جو میرے بارے میں مقرر کیا گیا ہے کوئی بات سن لی ہے اور وہ میرے متعلق اطلاع دینے کے لیے گیا ہے، ابھی میں اسی

ادھیڑ بُن میں تھا کر وہ ایک بڑے تھال کو لے کر آیا جس میں گوشت، روٹی، نئی ہنڈیا، صاف گھڑا اور نظیف منشکیزے پڑے تھے اور یہ سب کی سب چیزیں نئی تھیں اور اس نے مجھے کہا میں آپ کے قربان جاؤں میں ایک پچھنے لگانے والا ہوں اور مجھے معلوم ہے کہ آپ میری چیزوں سے گھن محسوس کرتے ہیں مجھے اس وقت بڑی بھوک لگی تھی میں نے اُٹھ کر اپنے لیے ہنڈیا پکائی مجھے یاد نہیں کہ میں نے کبھی اس سے بہتر ہنڈیا کھائی ہو پھر اس کے بعد اس نے مجھے کہا، کیا آپ کو نبیذ میں دلچسپی ہے میں نے کہا میں اُسے ناپسند نہیں کرتا تو وہ کھانے کی طرح ہر لطیف چیز کو میرے پاس لایا جس میں سے اس نے کسی چیز کو ہاتھ سے نہ چھوا تھا، پھر مجھے کہنے لگا، میں آپ کے قربان جاؤں، کیا آپ مجھے اس بات کی اجازت دیں گے کہ میں آپ کی ایک جانب بیٹھ کر آپ کی خوشی کی وجہ سے نبیذ پیوں، میں نے کہا پیو، جب وہ تین جام پی چکا تو اپنے سٹور میں جاکر وہاں سے سارنگی نکال لایا اور کہنے لگا اے میرے آقا! یہ میرا مقام نہیں کہ آپ سے دریافت کروں کہ آپ گانا گاتے ہیں لیکن میری عزت کرنا آپ پر واجب ہے اگر آپ مناسب سمجھتے ہیں تو اپنے غلام کو گانے سے شادکام کریں میں نے کہا آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ میں اچھا گاتا ہوں، اس نے متعجب ہو کر کہا سبحان اللہ آپ میری پہچان سے بہت مشہور ہیں۔ آپ ابراہیم بن مہدی ہیں جن کے متعلق اطلاع دینے والے کے لیے مامون نے ایک لاکھ درہم انعام رکھا ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب اس نے یہ بات کہی تو میں نے سارنگی پکڑ لی۔ جب میں نے جواب دیا ہاں، تو اس نے تین دھنیں پیش کیں جن میں، میں سب مغنیوں سے فائق تھا، میں نے کہا تو نے مجھے تو پہچان لیا ہے مگر ان دھنوں کی واقفیت تجھے کہاں سے ہوئی ہے ؟
اس نے جواب دیا میں اسحاق بن ابراہیم موصلی کا خادم رہا ہوں وہ اکثر اچھے گانے والوں کا ذکر کرتا رہتا تھا اور یہ تو کبھی میرے وہم میں بھی نہ آیا تھا کہ میں آپ سے یہ گانا اپنے گھر میں سنوں گا میں نے اُسے گانا سُنایا اور اس سے موانست کی اور ظریفانہ باتیں کرتا رہا جب رات ہوئی تو میں اس کے ہاں سے چلتا بنا، میرے پاس دنانیر کا تھیلا بھی تھا میں نے اُسے کہا یہ تھیلا لے لو اور اسے اپنی ضروریات میں خرچ کرو اور ہم انشاء اللہ تجھے مزید دنانیر بھی دیں گے اس نے کہا یہ بڑی عجیب بات ہے خدا کی قسم میں نے ارادہ کیا تھا کہ جو کچھ میرے پاس ہے اُسے میں آپ کے سامنے پیش کر کے کہوں گا کہ اسے قبول فرمایئے کیونکہ میں آپ کو ان چیزوں سے زیادہ جلیل القدر سمجھتا ہوں اس نے میری پیشکش کو قبول نہ کیا اور چلا گیا اور اس نے

مجھے وہ جگہ بتائی جس کی مجھے ضرورت تھی اور واپس چلا گیا یہ میری اس سے آخری ملاقات تھی

یزید بن ہارون

۲۰۶ھ میں ۔۔۔ مامون کے خلافت کے زمانے میں ۔۔۔ یزید بن ہارون بن زادان واسطی نے ۸۹ سال کی عمر میں وفات پائی، اس کی پیدائش ۱۱۷ھ میں ہوئی تھی وہ بنی سلیم کا غلام تھا اس کا باپ زیاد بن ابیہ عبیداللہ بن زیاد، مصعب بن زبیر اور حجاج بن یوسف کے مطبخ میں کام کرتا تھا اور مذکورہ یزید محدثین کے ہاں بڑے مقام کا حامل ہے اس کی وفات واسط میں ہوئی جو عراق کے علاقے میں ہے۔

اہل علم کی ایک جماعت کی وفات

اسی سال جریر بن خزیمہ بن حازم، شبیہ بن سوار مدنی، فقیہ حجاج بن محمد اعور عبداللہ بن نافع زرگر مدنی مولیٰ بنی مخزوم وہب بن جریر، مؤمل بن اسماعیل اور روح بن عبادہ نے وفات پائی اور اسی سال الہیثم بن عدی نے وفات پائی جس کے نسب پر عیب لگایا جاتا تھا اس بارے میں ایک شاعر کہتا ہے ؎

جب تو بنی ثعل میں عدی کا نسب بیان کرے تو نسب کے بیان کرنے میں دال کو عین سے مقدم کر یعنی اُسے ایسا آدمی سمجھ جو عدی قبیلے سے تعلق تو نہیں رکھتا مگر اپنے آپ کو اس کی طرف منسوب کرتا ہے۔"

وفا و ایثار کا ایک واقعہ

۲۰۹ھ میں واقدی نے وفات پائی، اس کا نام محمد بن عمرو بن واقد تھا جو بنی ہاشم کا غلام تھا اس نے سیر و مغازی میں کتابیں تصنیف کیں مگر حدیث میں کمزور تھا ابن ابی ازہر بیان کرتا ہے کہ مجھے ابوسہل رازی نے واقدی سے روایت کرنے والے شخص سے بتایا وہ بیان کرتا ہے کہ میرے دو دوست تھے جن میں سے ایک ہاشمی تھا ہم یک جان و قالب تھے، مجھے سخت تنگی نے آلیا اور عید بھی آگئی تو میری بیوی نے مجھے کہا کہ ہم تو تنگی ترشی برداشت کر لیں گے مگر اپنے ان بچوں کو دیکھ کر شفقت سے میرا دل پارہ پارہ ہوا جاتا ہے کیونکہ وہ ہمسائیوں کے بچوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ عید کے روز خوب بن سنور کر اور نئے کپڑے پہنے ہوتے ہیں اور وہ بوسیدہ لباس زیب تن کیے ہوتے ہیں اگر تو کوئی تدبیر کرے تو ان کو نیا لباس مل سکتا ہے وہ بیان کرتا ہے کہ میں نے اپنے ہاشمی دوست کو لکھا کہ وہ جو کچھ مجھے دے سکتا ہے

دے دے تو اس نے میری طرف ایک سربمہر تھیلی بھیجی جس میں ایک ہزار درہم تھے ابھی میں اپنی جگہ پر بیٹھا بھی نہ تھا کہ میرے دوسرے دوست نے مجھے اس قسم کی بات لکھی تھی تو میں نے سالم تھیلی اس کی طرف بھجوادی اور خود مسجد کی طرف چلا گیا اور اپنی عورت سے شرمندگی محسوس کرتے ہوئے رات مسجد میں قیام کیا جب میں اس کے پاس گیا تو اس نے میرے کام کی تحسین کی اور مجھے سرزنش نہ کی، ابھی میں اسی حالت میں تھا کہ میرا ہاشمی دوست اسی طرح کی ایک اور تھیلی لے کر آیا اور کہنے لگا کہ میں نے جو تھیلی آپ کی طرف بھیجی ہے اس کے بارے میں مجھے سچا سمجھو پس میں نے اُسے سب واقعہ سنایا تو وہ کہنے لگا کہ تم نے مجھے پیغام بھیجا اور روئے زمین پر میرے پاس اس تھیلی کے سوا کچھ نہ تھا جسے میں نے تمہاری طرف بھیج دیا اور میں نے اپنے دوست کو ہمدردی کے لیے لکھا تو اس نے میری تھیلی مہر سمیت میری طرف بھجوادی وہ بیان کرتا ہے کہ ہم نے عورت کو پہلے ایک سو درہم نکال کر دے دیا تھا بقیہ رقم کو ہم نے تین حصوں میں تقسیم کر لیا جب یہ خبر مامون کو پہنچی تو اس نے مجھے بلایا اور میں نے تفصیل کے ساتھ اُسے سب واقعہ سنایا تو اس نے ہمیں سات ہزار دینار دینے کا حکم دیا ہم میں سے ہر ایک کے لیے دو ہزار دینار اور عورت کے لیے ایک ہزار دینار۔

واقدی کی وفات ۷۷ سال کی عمر میں ہوئی اور اسی سال یحییٰ بن حسین بن زید بن علی بن حسین بن علی نے بغداد میں وفات پائی مامون نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی ہم اس کے حالات اپنی گزشتہ کتب میں بیان کر آئے ہیں۔

ازہر اور ابو جعفر منصور کے درمیان

اسی سال میں ازہر السمان نے وفات پائی جو بنی اُمیہ کے زمانے میں ابو جعفر منصور کا دوست تھا دونوں نے اکٹھے سفر کیا اور حدیث سُنی تھی منصور اس سے بڑا مالوف و مانوس تھا اور اس کے ہاں بڑا مقام رکھتا تھا جب منصور خلیفہ بنا تو اس نے بصرہ سے واپس بُلا کر اس کی بیوی اور بچیوں کے متعلق پوچھا (وہ انہیں ان کے ناموں سے پہچانتا تھا) اور اس سے حُسنِ سلوک کیا اور اُسے چار ہزار درہم دیے اور حکم دیا کہ وہ اس کے پاس بخشش کے لیے نہ آیا کرے جب وہ سال کے بعد اس کے پاس گیا تو اس نے اُسے کہا کیا میں نے تجھے حکم نہیں دیا تھا کہ تو بخشش کے لیے نہ آیا کرے اس نے اُسے جواب دیا میں تو صرف سلام کرنے اور تجدید عہد کرنے کے لیے آپ کے پاس آیا ہوں، تو وہ کہنے لگا میرے نزدیک بات وہی ہے جو تُو نے بیان کی ہے تو اس نے

اُسے چار ہزار درہم دینے کا حکم دیا اور اُسے حکم دیا کہ اس کے پاس سلام کرنے اور بخشش طلب کرنے کے لیے نہ آیا کرے جب ایک سال کے بعد وہ اس کے پاس گیا تو کہنے لگا کہ میں آپ کے پاس ان دو کاموں کے لیے نہیں آیا جن سے آپ نے مجھے روکا تھا، مجھے پتہ چلا ہے کہ امیر المومنین بیمار ہیں میں آپ کی عیادت کرنے آیا ہوں، اس نے کہا میرا خیال ہے تو صرف میل ملاقات کے لیے آیا ہے اور اُسے چار ہزار درہم دینے کا حکم دیا جب ایک سال گزرا تو اس کی بیوی اور بچیوں نے اس پر زور دیا اور کہنے لگیں اپنے دوست امیر المومنین کے پاس جاؤ اس نے کہا تمہارا برا ہو میں اُسے کیا کہوں میں اُسے کہہ چکا ہوں کہ میں بخشش طلب کرنے سلام کرنے اور عیادت کرنے کے لیے آیا ہوں، اب کی بار اُسے کیا کہوں اور کیا حجت پیش کروں مگر وہ اصرار ہی کرتی رہیں تو وہ منصور کے پاس آکر کہنے لگا کہ میں آپ کے پاس بخشش طلب کرنے اور ملاقات و عیادت کرنے کے لیے نہیں آیا بلکہ میں اس حدیث کے سماع کے لیے آیا ہوں جسے ہم اکٹھے فلاں شہر میں فلاں شخص سے بحوالہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سُنا کرتے تھے اس میں اسماء الٰہیہ میں سے ایک نام آتا تھا کہ جو شخص اس نام کے واسطہ سے اللہ تعالیٰ سے دُعا کرے گا اس کی دُعا قبول ہوگی، منصور نے اُسے کہا اُسے نہ دہراؤ، میں نے اس کا تجربہ کیا ہے وہ قبول ہونے والی نہیں اور اس کا قصہ یوں ہے کہ جب سے تو میرے پاس آنے لگا ہے میں اللہ تعالیٰ سے اس نام کے واسطہ سے دُعا کر رہا ہوں کہ وہ تجھے میرے پاس واپس نہ لائے اور تو میرے پاس واپس آگیا ہے کبھی کہتا ہے کہ سلام کرنے آیا ہوں کبھی کہتا ہے عیادت کرنے آیا ہوں اور کبھی کہتا ہے کہ ملاقات کرنے آیا ہوں اور اس نے اُسے چار ہزار درہم دیے اور کہا تو نے مجھے حیلے سازی سے عاجز کر دیا ہے لہٰذا تو جب چاہے میرے پاس آسکتا ہے۔

ابن عائشہ کا قتل

۲۰۹ھ میں مامون رات کو سوار ہو کر زمین دوز قید خانے میں گیا تو ابن عائشہ کو قتل کر دیا گیا، ابن عائشہ عباس بن عبدالمطلب کی اولاد میں سے تھا اس کا نام ابراہیم بن محمد بن عبدالوہاب بن ابراہیم امام تھا جو ابو العباس اور منصور کا بھائی تھا اس کے ساتھ ہی محمد بن ابراہیم افریقی وغیرہ کو قتل کر دیا گیا، ابن عائشہ پہلا عباسی ہے جسے اسلام میں صلیب دی گئی، مامون نے اس کے قتل پہ ایک شاعر کے قول کو بطور تمثل پڑھا ؎

"جب پتھروں میں آگ پوشیدہ ہو تو جب اُسے کوئی رگڑ لگاتا ہے تو وہ بھڑک

اُٹھتی ہے۔"

بغداد میں عباس بن عباس علوی، جو عباس بن علی بن ابی طالب کی اولاد میں سے بڑا صاحب ثروت وقوت وعزت اور فہیم وبلیغ آدمی تھا اس کے ساتھ معتصم کسی وجہ سے دشمنی رکھتا تھا اس نے مامون کے دل میں یہ بات بٹھا دی کہ وہ اس کا اور اس کی حکومت کا دشمن اور اس کے دور سے بغض رکھنے والا ہے جب وہ اس بات کو جا رہا تھا تو عباس مامون کو پل پر ملا مامون نے اُسے کہا جس بات کا تو ہمیشہ سے منتظر تھا وہ وقوع پذیر ہوگئی ہے اس نے کہا امیر المومنین میں آپ کو اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں۔ مجھے اللہ تعالیٰ کا قول یاد آگیا ہے کہ ما کان لاھل المدینۃ ومن حولھم من الاعراب ان یتخلفوا عن رسول اللہ ولا یرغبوا بانفسھم عن نفسہ[1] "تو اس نے اس کی اس بات کو بہت اچھا خیال کیا اور اس کے ساتھ چلتا ہوا زمین دوز قید خانے میں پہنچ گیا جب ابن عائشہ قتل ہوگیا تو اس نے کہا کیا امیر المومنین مجھے بات کرنے کی اجازت دیں گے؟ اس نے کہا، بات کرو، اس نے کہا خون کے متعلق اللہ سے ڈرو، کیونکہ جب بادشاہ خونریزی کا دلدادہ ہو جاتا ہے تو وہ خونریزی کیے بغیر صبر نہیں کر سکتا، مامون نے کہا اگر میں سوار ہونے سے قبل تیری یہ بات سن لیتا تو نہ میں سوار ہوتا اور نہ خون بہاتا اور اس نے اُسے تین ہزار درہم دینے کا حکم دیا، ہم ابن عائشہ کے حالات مامون کے ساتھ اس نے جو برائی کا ارادہ کیا تھا اور دیگر واقعات کو اپنی کتاب اخبار الزماں میں بیان کر چکے ہیں۔

ابو عبیدہ معمر بن مثنیٰ کی وفات

۲۱۱ھ میں ابو عبیدہ معمر بن مثنیٰ بصرہ میں وفات پا گیا وہ خوارج کا ہم خیال تھا اس کی عمر ایک سو سال کے قریب تھی اس کے جنازہ میں کسی آدمی نے شمولیت نہ کی یہاں تک کہ اس کا جنازہ اُٹھانے کے لیے لوگ کرائے پر لیے گئے کوئی شریف اور کمینہ اُسے سلام نہ کرتا تھا بلکہ اس پر اعتراض کرتے تھے۔ عربوں کی جنگوں کے متعلق اس کی بہت شاندار تصانیف ہیں جن میں سے ایک کتاب

---

[1] ترجمہ: مدینہ والوں اور اس کے اردگرد رہنے والے بادیہ نشینوں کے لیے یہ مناسب نہیں تھا کہ وہ رسول اللہ سے پیچھے رہ جائیں اور نہ یہ کہ وہ رسول کی جان کی راحت کی بجائے اپنی جانوں کی راحت کی طرف راغب ہوں (توبہ آیت ۱۲۰)

المثالب بھی ہے جس میں وہ عرب کے انساب اور ان کی خرابیوں کا ذکر کرتا ہے اور ان کے متعلق ایسی تہمتیں لگاتا ہے جن کا ذکر بھی لوگوں کو بُرا معلوم ہوتا ہے ابو نواس حسن بن ہانی اُس سے بہت چھیڑ چھاڑ کرتا تھا۔ ابو عبیدہ بصرہ کی مسجد کے ایک ستون کے ساتھ بیٹھا کرتا تھا۔ ابو نواس نے اس کی عدم موجودگی میں اس پر تعریض کرتے ہوئے یہ دو شعر لکھ دیے ؎

"اللہ تعالیٰ لوط اور اس کے پیروکار ابو عبیدہ پر رحمت کرے اور تم کہو آمین،

میرے نزدیک تو بلا شک و شبہ تو ان کا بقیہ ہے۔ جب سے تو بالغ ہوا ہے

اور نوے سال سے اُوپر کا ہو گیا ہے۔"

جب ابو عبیدہ اپنی جگہ پر بیٹھے اور اس ستون کے ساتھ ٹیک لگانے لگا تو اس نے یہ شعر دیکھے تو کہنے لگا یہ بے حیا لُوطی ابو نواس کا فعل ہے اس کو کھُرچ دو، خواہ اُس میں نبی پر درود ہی لکھا ہو۔

ابوالعتاہیہ کی وفات اور حالات

۲۱۱ھ میں مشہور شاعر ابوالعتاہیہ بن قاسم فوت ہو گیا وہ صُوف کا لباس زیب تن کیے زاہد بنا ہوا تھا، اس کے ہارون الرشید کے ساتھ بہت اچھے واقعات ہیں جن میں سے کچھ واقعات کا ذکر ہم اس کتاب میں پہلے بیان کر چکے ہیں اور ان میں سے ایک واقعہ یہ ہے کہ ایک روز رشید نے حکم دیا کہ اُسے اس کے پاس لایا جائے اور یہ بھی حکم دیا کہ راستے میں اس سے بات نہ کی جائے نہ ہی اُسے یہ پتہ چلے کہ ہارون کا اس کے متعلق کیا ارادہ ہے جب وہ راستے میں تھا تو اس کے ایک ساتھی نے اُسے لکھا کہ ہارون الرشید تجھے قتل کرنا چاہتا ہے تو ابوالعتاہیہ نے فوراً جواب دیا:۔

"تو جس بات سے خائف ہے شاید وہ نہ ہو اور جس کی تو اُمید رکھتا ہے شاید وہ ہو جائے اور شاید تو جس بات کو معمولی سمجھتا ہے وہ معمولی نہ ہو اور شاید تو جس کو بڑی سمجھتا ہے وہ معمولی ہو۔"

اس نے رشید کے ساتھ ایک حج کیا۔ ایک روز رشید اپنی سواری سے اُتر کر تھوڑی دیر چلا، پھر تھک گیا تو کہنے لگا اے ابوالعتاہیہ کیا تو اس میل کے ساتھ سہارا لے سکتا ہے پس جب رشید بیٹھ گیا تو ابوالعتاہیہ کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا اے ابوالعتاہیہ ہمیں حرکت دو تو اس نے کہا ؎

" تو دنیا کو اپنا موافق سمجھ لے، کیا تیرے پاس موت نہیں آئے گی اے طالب دُنیا، دنیا کو اپنے دشمن کے لیے چھوڑ دے اور تجھے دنیا کی کیا ضرورت ہے جب کہ ایک میل کا سایہ ہی تیرے لیے کافی ہے۔"

ابوالعتاہیہ کے اشعار اور واقعات بہت شاندار ہیں ہم اپنی گزشتہ کتب میں اس کے پسندیدہ اشعار اور منتخب قوافی کا ذکر کر چکے ہیں اور اس کتاب میں بھی خلفائے بنی عباس کے حالات میں ان کی ایک جھلک پیش کر چکے ہیں اور وہ کیا ہی اچھا کہتا ہے ؎

" احمد نے مجھے کہا کیا تو فی الواقعہ عتبہ سے محبت کرتا ہے اور اُسے میری تکلیف کا پتہ نہ چلا، میں نے ایک آہ بھر کر کہا کہ اس کی محبت میری رگ و ریشہ میں بس گئی ہے، کاش میں مر جاتا اور راحت حاصل کرتا کیونکہ میں جب تک زندہ رہوں گا، قتل ہوتا رہوں گا میں اپنے آپ کو زندہ نہیں دیکھتا اور جو میرے جیسی اندرونی سوزش سے دوچار ہو وہ زندہ نہیں رہتا پس میری صحبت پہ قناعت کر اور کہہ کہ ہمارے اس ساتھی پر خدا کی رحمت ہو جو عشق میں مر گیا ہے میں اس کا غلام ہوں اگرچہ مجھے اس کی طرف سے کچھ نہیں ملتا اور آزادی پہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔"

اس کے اچھے اشعار میں سے یہ اشعار بھی ہیں ؎

" اے عتبہ! مجھے اور تجھے کیا ہو گیا ہے کاش میں نے تجھے نہ دیکھا ہوتا، تو نے مجھے قابو کر لیا ہے پس تو جس قدر بے حرمتی کر سکتی ہے کر لے، میں رات جاگتے گزارتا ہوں اور اختر شماری کرتا رہتا ہوں اور جنگل کے انگاروں پر لیٹا ہوتا ہوں اور گھوکھرو کو لپیٹے ہوتا ہوں۔"

اس کے عجیب و غریب قوافی اور اچھے اشعار میں سے یہ بھی ہیں ؎

" اے میرے دو دوستو مجھے غم ہے اور تمہیں کوئی غم نہیں اور ہر صاحب غم کا ساتھی غم سے خالی ہوتا ہے میں نے عشق کو جنگل کی آگ پایا ہے مگر وہ اپنی گرمی کے باوجود صاحب عشق کو شیریں محسوس ہوتی ہے۔ اور عشق نے میرے جسم، ہڈیوں اور قوت کو پگھلا دیا ہے، میرے پاس صرف رُوح اور کمزور بدن ہی رہ گیا ہے، جس دوست کو اپنے حبیب سے سچی محبت ملتی ہے اس میں فخر آ جاتا ہے اور میں اپنی

محبوبہ کے سوا کسی طرف نہیں دیکھتا اور نہ ہی اس کے سوا میرے پاس کوئی بات ہے نہ کھیل، اُسے میرے بھائیوں اور اہلِ مودت کے سوا بھی کچھ محبت ہے اور اُسے زائد محبت بھی ہے۔"

اس کے منتخب اور پسندیدہ اشعار میں سے یہ بھی ہیں ؎

"ہائے مجھے میری جان پر افسوس ہے جو کسی جرم کی وجہ سے عتبہ سے اجتناب اختیار کر گئی ہے اللہ اس کا بھلا کرے اس نے اپنی محبت میں مجھ سے بہت بُرا سلوک کیا ہے، میں اس کے پاس اس کی ملاقات کو آیا تو اس نے اپنے وعدے کو پورا نہ کیا اور نہ اس کا پاس کیا، اللہ ہی جانتا ہے کہ ہمارے اس پہ کتنے قرض ہیں جو واجب ہونے کے باوجود ادا نہیں کیے گئے، اس نے مہربانی کر کے جو وعدے کیے ان میں سے کوئی بھی پورا نہیں کیا، اس ناز و نخرہ والی کی کونسی بھلائی ہے جسے وہ دُودھ دوہنے کے بعد گرا نہیں دیتی یعنی پورا نہیں کرتی، میرے اور مجھ پر ظلم کرنے والی کے درمیان اللہ کافی ہے میں نے اس سے وصال کا مطالبہ کیا مگر وہ نہ مانی، اگر وہ مجھے خط لکھ دیتی یا میرے پاس کوئی ایلچی بھیج دیتی تو اس کا کیا بگڑتا تھا، میں نے اس سے وصل کرنا چاہا اور عتبہ نے ہمارے وصل سے بے رغبتی کی اور ایسا نہ کرنا چاہا۔"

ابوالعتاہیہ بدصورت، ظریفانہ حرکات کرنے والا، شیریں گفتار اور بڑا خوش باش آدمی تھا اور اس کے خوب صورت اشعار میں سے یہ اشعار بھی ہیں ؎

"کسی نے عشق کا مزا نہیں چکھا، میں نے اس کے مزے کا احاطہ کر لیا ہے اور میں نے اُسے بڑے سکون کے ساتھ اپنی محبت دی ہے، وہ اُسے ایک جرم شمار کرتا ہے اے عتبہ تو نے میرے جسم میں گوشت اور ہڈی نہیں چھوڑی اے عتبہ میں تیرے سلوک سے اندھا نہیں ہوا بلکہ عشق ہی اندھا ہے، جو شخص میرے اشتیاق کو نہیں جانتا وہ میرے چہرے پر اس کے آثار دیکھنا چاہتا ہے۔"

اس نے عروض سے خروج کر کے بھی اشعار کہے ہیں ؎

"قاضی نے مطرب کے گھر کا قصد کیا تو عتاب کرنے پہ کہنے لگا کہ دنیا میں سب

گنہ گار ہی رہتے ہیں یہ قاضی کا عُذر اور اس کی قلابازی ہے۔"

اس شعر کا وزن چار دفعہ فعلن فعلن ہے، بعض لوگوں نے کہا ہے کہ عربوں نے اس وزن پہ شعر نہیں کہا اور نہ ہی خلیل اور دوسرے عروضیوں نے اس کا ذکر کیا ہے۔

خلیل کے عروض میں اضافہ

مسعودی بیان کرتا ہے کہ شعراء کی ایک جماعت نے خلیل کے عروض پر اضافہ کیا ہے ان میں ایک بحر مدید ہے جس کے خلیل کے نزدیک تین وزن اور چھ ضربیں ہیں اور اس میں ایک چوتھا وزن اور دو نئی ضربیں ہیں اور چوتھے نئے وزن کی پہلی ضرب شاعر کا یہ قول ہے ؎

"اس آنکھ کا کون ذمّے دار ہے جو سوتی نہیں اور اس کے آنسو رواں رہتے ہیں"

اور چوتھے نئے وزن کی دوسری ضرب شاعر کا یہ قول ہے ؎

"اس دوشیزہ کے کیا کہنے جو کسی کی تعظیم نہیں کرتی اور یہ حرکت وہ اس وقت کرتی ہے جب سستی کرتی ہے۔"

کچھ اور باتوں پر بھی انہوں نے اعتراض کیے ہیں اور اس میں کچھ اضافے بھی کیے ہیں جن کا ذکر ہم نے اپنی کتاب "اخبار الزمان" میں کیا ہے۔

ابوالعباس ناشی

ابوالعباس عبداللہ بن محمد ناشی کاتب انباری نے خلیل کے متعلق ایک کتاب لکھی ہے جس میں اس قسم کی باتوں کا ذکر کیا ہے جن میں خلیل نے عربوں کی تقلید سے خروج کیا ہے اور اوضاع جدل کے متعلق علل قائم کی ہیں ایسا کرنا اس کے لیے ضروری تھا کیونکہ اس نے پہلے اصول توڑ کر یہ کام کیا تھا ناشی کے اشعار بہت اچھے ہیں جن میں سے اس کا ایک قصیدہ نونیہ منصوبہ ہے جو چار ہزار اشعار پہ مشتمل ہے، جس میں وہ اہل مذاہب وملل کا ذکر کرتا ہے۔ اس نے مختلف علوم میں بہت سے اشعار اور تصانیف رقم کی ہیں جن میں اس کے بہترین شعر وہ ہیں جو اس نے عراق سے مصر جاتے ہوئے کہے اور وہیں ۲۹۳ھ میں اس کی وفات ہوئی۔

"اے دیارِ احباب کیا کوئی تمہاری طرف سے ایسا جواب دینے والا ہے جو دُور سے زیارت کے لیے آنے والے کی پیاس کو بجھائے لیکن ان دیار نے کوئی جواب نہ دیا اور ان کی خاموشی میں سائلین کے لیے بڑی عبرت ہے اگرچہ وہ صاحب انس لوگوں کے بعد ویران ہو چکے ہیں یا ان کے ٹھہرنے کے بعد خالی ہو چکے ہیں

ہم ایک مدت تک ان میں کھیلتے رہے اور ایک صبح سے دوسری صبح تک جاگتے رہے ہیں ہم نے شراب نوش کرتے اور کھیلتے ہوئے سارنگیوں کی آواز پر گلاب اور نرگس اور خزامی اور سوسن و بہار کے درمیان شام کر دی، ہر مرغوب کلی اور گل انار صحن میں پڑے تھے پس زمانے نے ہمیں غفلت اور دھوکے میں آمارا اور ہم لمبا زمانہ اکٹھا رہنے کے بعد جدا ہو گئے اور قرب دیار کے بعد دور ہو گئے۔"

معاویہ کے معاملے اور اس کے سبب کے متعلق مامون کا اعلان

۲۱۲ھ میں مامون کے منادی نے اعلان

کیا کہ جس شخص نے معاویہ کا ذکر بھلائی کے ساتھ کیا یا اسے کسی صحابی رسول سے مقدم کیا میں اس کی حفاظت سے بری ہوں اور اس نے تلاوت کے متعلق کہا کہ وہ مخلوق ہے، مورخین نے اس سبب کے متعلق اختلاف کیا ہے جس کی وجہ سے اس نے معاویہ کے متعلق اعلان کیا، اس بارے میں کئی باتیں کہی گئی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس کے ایک داستان گو نے اسے مطرف بن مغیرہ بن شعبہ ثقفی کی حدیث سنائی اس حدیث کا ذکر زبیر بن بکار نے اپنی کتاب الموفقیات میں کیا ہے جسے اس نے موفق کے لیے تصنیف کیا تھا وہ ابن زبیر کہلاتا تھا وہ بیان کرتا ہے کہ میں نے المدائنی کو کہتے سنا کہ مطرف بن مغیرہ بن شعبہ نے بیان کیا کہ میں اپنے باپ مغیرہ کے ساتھ معاویہ کے پاس گیا میرا باپ اس کے پاس جا کر باتیں کیا کرتا تھا پھر وہ میرے پاس آ جاتا اور معاویہ کی باتیں سناتا اور اس کی عقل کی تعریف کرتا اور اس کے کاموں کو دیکھ کر حیران ہوتا، ایک روز وہ رات کو آیا اور اس نے کھانا نہ کھایا میں نے اسے غمگین پایا، میں نے کچھ دیر اس کا انتظار کیا اور خیال کرنے لگا کہ اسے ہماری کوئی بات ناگوار گزری ہے، میں نے اسے کہا آج رات آپ غمگین کیوں ہیں؟ اس نے کہا اے میرے بیٹے! میں ایک خبیث ترین آدمی کے پاس سے آیا ہوں، میں نے اسے کہا وہ کون ہے؟ اس نے کہا میں نے معاویہ کو خلوت میں کہا کہ آپ ہم میں امیر المومنین کے مقام کو پہنچ چکے ہیں اگر آپ عدل سے کام لیں اور نیکی کریں تو آپ کا مقام بہت بڑھ جائے گا، اگر آپ ہاشمی بھائیوں کا خیال کر کے ان سے صلہ رحمی کرتے تو خدا کی قسم آپ کو ان سے کچھ خوف نہ ہوتا تو اس نے مجھے کہا یہ نہیں ہو سکتا، بنو تیم کا ایک آدمی بادشاہ بنا تو اس نے عدل و انصاف کیا اور جو کچھ کرنا تھا، کیا، خدا کی قسم اس کے مرنے کے ساتھ ہی اس کا ذکر بھی ختم ہو گیا پھر بنو عدی

کا ایک آدمی بادشاہ بنا اور دس سال تک اس نے بڑی ہوشیاری کے ساتھ حکومت کی مگر اس کے مرنے کے ساتھ ہی اس کا ذکر بھی ختم ہو گیا ——— مگر اس نے ابوبکرؓ اور عمرؓ کا نام نہ لیا، پھر ہمارا بھائی عثمان بادشاہ بنا، کوئی شخص نسب میں اس کی ہمسری نہ کر سکتا تھا اس نے جو کام کرنے تھے کیے اور اس کے مرنے کے ساتھ ہی اس کا ذکر ختم ہو گیا ایک ہاشمی سے دن میں پانچ بار اشہد ان محمداً رسول اللہ کہہ کر مدد مانگی جاتی تھی، تیری ماں نہ رہے اس بات کے ساتھ کون سا عمل باقی رہ جاتا ہے خدا کی قسم ہم نے اُسے دفن نہیں کیا، جب مامون نے یہ روایت سُنی تو اس نے اسی طرح اُسے اعلان کرنے کا حکم دیا اور چاروں طرف خطوط بھیج دیے گئے کہ منابر پر اس پر لعنت کی جائے، لوگوں کو یہ بات بہت گراں گزری اور عوام مضطرب ہو گئے تو اُسے مشورہ دیا گیا کہ وہ اس بات کو ترک کر دے تو اس نے جو ارادہ کیا تھا اس سے باز آ گیا۔

ابوعاصم نبیل اور اہل علم کی ایک جماعت کی وفات

مامون کی خلافت میں ابوعاصم نبیل کی وفات ہو گئی اس کا نام ضحاک بن مخلد بن سنان بن شیبانی تھا یہ سانحہ ارتحال ۲۱۲ھ کو ہوا محمد بن یوسف فارابی نے بھی مامون کی خلافت میں ۲۱۵ھ میں وفات پائی، ہوذہ بن خلیفہ بن عبداللہ بن ابی بکر نے ستر سال کی عمر میں بغداد میں وفات پائی اس کی کنیت ابوالاشہب تھی، اسے باب بردان کی مشرقی جانب میں دفن کیا گیا، محمد بن عبداللہ بن انس بن مالک انصاری بھی مامون کی خلافت میں فوت ہوا، اسحاق بن طباع شامی سرحد پر باذنہ میں فوت ہوا معاویہ بن عمرو جس کی کنیت ابوعمر اور قبیصہ بن عقبہ جس کی کنیت ابوعامر تھی اور بنی عامر بن صعصعہ میں سے فوت ہو گیا۔

۲۱۷ھ میں مامون مصر میں گیا اور اس نے وہاں پر عبدوس کو قتل کیا جو مصر پر قبضہ کر بیٹھا تھا۔

رومیوں سے جنگ

۲۱۸ھ میں مامون نے رومیوں سے جنگ کی اور اس نے طرطوس کے نزدیک ایک شہر طوانہ کی تعمیر شروع کی۔ جو درّے کے دہانے پر ان کا ایک شہر ہے اس نے رومیوں کے دوسرے قلعوں کی طرف جا کر بھی انہیں دعوت اسلام دی اور انہیں اسلام قبول کرنے اور بزور شمشیر جزیہ لینے کے درمیان اختیار دیا اور نصرانیت کو ذلیل کیا تو رومیوں کے بہت سے آدمیوں نے جزیہ دینا قبول

کر لیا۔

مسعودی بیان کرتا ہے کہ قاضی ابو محمد عبداللہ بن احمد بن زید دمشقی نے ہمیں دمشق میں بتایا کہ جب مامون جنگ کے لیے گیا اس نے بدیدون میں پڑاؤ کیا شاہِ روم کے ایلچی نے اُسے آ کر کہا کہ ہمارا بادشاہ تجھے اس جگہ تک آنے کے اخراجات رومی شہروں میں جو مسلمان قیدی ہیں انہیں درہم و دینار کا فدیہ لیے بغیر چھوڑنے، نصرانیوں نے مسلمانوں کے جو شہر برباد کیے ہیں انہیں دوبارہ آباد کرنے اور جس طرح وہ پہلے تھے اسی طرح بنا کر دینے کے درمیان اختیار دیتا ہے کہ آپ اس جنگ سے باز آ جائیں مامون اُٹھ کر اپنے خیمے میں گیا، دو رکعت نماز پڑھی اور اللہ تعالیٰ سے استخارہ کیا اور باہر آ کر ایلچی سے کہنے لگا اپنے بادشاہ سے کہہ دینا کہ تیرا یہ کہنا کہ تو میرے اخراجات مجھے دے دے گا اس کے متعلق ہماری کتاب میں اللہ تعالیٰ بلقیس کی جانب سے حکایت بیان کرتا ہے کہ[1] انی مرسلۃ الیھم بھدیۃ فناظرۃ بم یرجع المرسلون پس جب وہ سلیمان کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا اتمدونن[2] بمال فما اتانی اللہ خیر مما اتاکم بل انتم بھدیتکم تفرحون" اور تیرا یہ کہنا کہ تو رومی علاقے سے تمام مسلمان اسیروں کو نکال دے گا تمہارے ہاتھ میں دو قسم کے آدمی ہیں ایک وہ جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے طلب گار ہیں وہ تو اپنی مراد کو پہنچ گئے ہیں اور دوسرے وہ جو دنیا کے طلب گار ہیں پس اللہ تعالیٰ اُن کے بندھن کو نہ کھولے، اور تیرا یہ کہنا کہ تو مسلمانوں کے ان شہروں کو آباد کر دے گا جنہیں رومیوں نے برباد کیا ہے اگر میں رومی شہروں کے آخری پتھر کو بھی اُکھاڑ پھینکوں تو وہ اس عورت کا بدلہ نہیں ہو سکتا جس نے اسیری کی حالت میں تکلیف پہنچنے پر اے محمد اے محمد پکارا تھا اپنے آقا کو واپس جا کر کہو کہ میرے اور اس کے درمیان تلوار فیصلہ کرے گی، اے غلام طبل بجا دو، پس اس نے کوچ کیا اور جب تک اس نے پندرہ قلعے فتح نہیں کیے واپس نہیں لوٹا اور جنگ سے واپسی پر اس نے بدیدون کے چشمے پر پڑاؤ کیا جو القشیرہ کے نام سے مشہور ہے جیسا کہ ہم قبل

---

[1] (ترجمہ) میں اس کی طرف تحفہ بھیجنے والی ہوں پھر دیکھتی ہوں کہ قاصد کس چیز کے ساتھ لوٹتے ہیں (نمل آیت ۳۵)

[2] کیا تم مجھے مال سے مدد دیتے ہو، اللہ نے جو کچھ مجھے دیا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو تمہیں دیا ہے بلکہ تم اپنے تحفہ کے ساتھ خوش ہوتے ہو (نمل آیت ۳۶)

از یں اس کتاب میں بیان کر چکے ہیں اس نے قلعوں سے اپنے ایلچیوں کی واپسی تک وہاں پر قیام کیا پھر وہ پانی کے منبع پر کھڑا ہوا اور اُسے اس کے پانی کی ٹھنڈک، صفائی، سفیدی اور اس جگہ کی خوشگواری اور سرسبزی نے بہت خوش کیا اور اس نے لمبی لمبی لکڑیوں کے کاٹنے کا حکم دیا انہیں اس کے حکم سے چشمے پر پُل کی طرح بچھا دیا گیا اور اس نے پُل کے اُوپر لکڑی کے نیزے اور درختوں کے پتے بچھائے اور وہ اس پناہ گاہ کے نیچے بیٹھ گیا جو اس کے لیے بنائی گئی تھی پانی اس سے نیچے بہہ رہا تھا اس نے پانی میں ایک درہم پھینکا اور پانی کی صفائی کے باعث اس نے پانی کی تہہ میں اس کی تحریر کو پڑھ لیا کوئی شخص پانی کی ٹھنڈک کے باعث اس میں اپنا ہاتھ نہ داخل کر سکتا تھا۔

مامون کی بیماری اور وفات

وہ اسی طرح بیٹھا پانی کا نظارہ کر رہا تھا کہ ایک ہاتھ کے برابر مچھلی نمودار ہوئی جو سفیدی کے باعث چاندی کی ڈلی معلوم ہوتی تھی اس نے اسے نکالنے والے کے لیے انعام مقرر کر دیا تو ایک قالین بچھانے والے نے جلدی سے اُسے پکڑ لیا اور اُوپر چڑھ آیا جب وہ مچھلی اس چشمے کے کنارے پاس لکڑی پر آئی جس پر مامون بیٹھا تھا تو وہ تڑپی اور قالین بچھانے والے کے ہاتھ سے نکل گئی اور پانی میں پتھر کی طرح جا گری جس سے مامون کے سینے گلے اور ہنسلی پر چھینٹے پڑے اور اس کے کپڑے بھیگ گئے، قالین بچھانے والے نے دوبارہ چشمے میں اُتر کر مچھلی کو پکڑ لیا اور اُسے ایک رومال میں تڑپتے ہوئے مامون کے سامنے رکھ دیا۔ مامون نے کہا اسے ابھی بھونا جائے پھر اُسے اسی وقت لرزہ شروع ہو گیا اور وہ اپنی جگہ سے بھی نہ ہل سکا اُسے لحافوں سے لپیٹ دیا گیا وہ کھجور کی شاخ کی طرح کانپ رہا تھا اور ٹھنڈک ٹھنڈک پکار رہا تھا پھر اُسے خیمہ میں لے جایا گیا اور کپڑوں میں لپیٹ دیا گیا اور اس کے اردگرد آگ جلا دی گئی لیکن وہ سردی سردی پکار رہا تھا پھر مچھلی کو بھون کر لایا گیا مگر وہ اُسے چکھ بھی نہ سکا اس کی حالت نے اُسے کھانے سے روک دیا جب اس کی حالت نازک ہو گئی تو معتصم نے بختیشوع اور ابن ماسویہ سے مامون کے بارے میں پوچھا اس وقت وہ موت کی بے ہوشی میں تھا کہ اس وقت علم طب اس کے بارے میں کیا کہتا ہے اور کیا اس کی شفا ممکن ہے؟ تو ابن ماسویہ نے آگے بڑھ کر اس کا ایک ہاتھ اور بختیشوع نے دوسرا ہاتھ پکڑ لیا دونوں ہاتھوں کی نبض کو دیکھا جو اعتدال سے خارج ہو چکی تھی اور

موت کا اشارہ کر رہی تھی ان کے ہاتھوں سے اس کی جلد کا پسینہ چپک گیا جو اس کے بدن سے نیل یا سانپ کے لعاب کی طرح نکل رہا تھا، انہوں نے معتصم کو اس کے متعلق اطلاع دی تو اس نے ان دونوں سے اس کے متعلق پوچھا انہوں نے کہا کہ ہمیں اس کے متعلق کچھ معلوم نہیں اور انہوں نے طب کی کتب میں اس کے متعلق کچھ نہیں پڑھا یہ جسم کی کمزوری پہ دلالت کرتا ہے مامون اپنی غشی سے ہوش میں آگیا اس نے نیند سے اپنی آنکھیں کھولیں اور رومی لوگوں کو حاضر کرنے کا حکم دیا اور ان سے اس جگہ اور چشمے کے نام کے متعلق پوچھا اس کے سامنے کئی قیدی اور راہبر پیش کیے گئے اور ان سے دریافت کیا گیا کہ القشیرہ نام کی تشریح کرو تو بتایا گیا کہ اس کی تفسیر یہ ہے کہ اپنی ٹانگوں کو لمبا کرو، جب اس نے اس فال کو سُنا تو اس سے بدشگونی لی اور کہنے لگا کہ ان سے پوچھو کہ اس جگہ کو عربی میں کیا کہتے ہیں، انہوں نے کہا رقہ، اور مامون موت کے خوف کی وجہ سے رقہ شہر سے بہت پہلو تہی کرتا تھا جب اس نے رومیوں سے یہ بات سُنی تو اُسے پتہ چل گیا کہ اس کی پیدائش سے بھی قبل اس جگہ پر اس کی وفات کی خبر دی گئی ہے بعض کہتے ہیں کہ بدیدون نام کی تفسیر یہ ہے کہ اپنی ٹانگوں کو لمبا کرلو، اللہ تعالیٰ ہی اس کی کیفیت کو بہتر جانتا ہے، مامون نے اپنے ارد گرد اطباء کو بلایا کہ وہ اس کی بیماری کا خلاصہ بیان کریں جب اُسے گرانی ہوگئی تو اس نے کہا مجھے باہر نکالو میں اپنی فوج، جوانوں اور حکومت کو دیکھ لوں یہ رات کے وقت کی بات ہے اُسے باہر نکالا گیا اس نے خیموں، فوج اور اس کے انتشار اور کثرت کو آگ کی روشنی میں دیکھا اور کہنے لگا اے وہ ذات جس کی حکومت کو زوال نہیں اس پر رحم فرما جس کی حکومت جاتی رہی ہے پھر اُسے اپنے بستر پر لایا گیا جب اُسے گرانی ہوگئی تو معتصم نے کلمہ کی تلقین کے لیے ایک آدمی کو بٹھایا اس نے بلند آواز سے اُسے کلمہ شہادت کہنے کو کہا تو ابن ماسویہ نے اُسے کہا شور نہ کر، خدا کی قسم اس وقت اس کے رب کے اور اس کی مہلت کے درمیان کوئی جُدائی نہیں کر سکتا، اسی وقت مامون نے آنکھیں کھولیں اور ان میں ایسی ہیبت اور سُرخی پیدا ہوچکی تھی جو کبھی نہیں دیکھی گئی تھی وہ ابن ماسویہ کو اپنے دونوں ہاتھوں سے پکڑنے کی کوشش کرنے لگا اور اس سے بات کرنی چاہی مگر وہ ایسا نہ کر سکا اس نے اپنی نگاہ آسمان کی طرف اٹھائی اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر چکی تھیں اس وقت اس کی زبان چل پڑی اور وہ کہنے لگا اے وہ ذات جسے موت نہیں آتی، مرنے والے پر رحم فرما اور فوت ہوگیا یہ ۱۷ رجب ۲۱۸ھ جمعرات کے روز کا واقعہ ہے، اُسے وہاں سے طرطوس لاکر دفن کیا گیا جیسا کہ ہم اس کے

حالات ہیں پہلے بیان کر چکے ہیں۔

مسعودی بیان کرتا ہے کہ مامون کے حالات و واقعات اور اشعار اور اخلاق نہایت شاندار ہیں جنہیں ہم نے مفصل طور پر اپنی پہلی کتب میں بیان کیا ہے اس لیے ان کے بیان کی ضرورت نہیں رہی مامون کے متعلق ابو سعید مخزومی کہتا ہے ؎

کیا تو نے دیکھا ہے کہ نجوم نے مامون اور اس کی مانوس حکومت کو کچھ فائدہ دیا ہو وہ اُسے طرطوس کے میدان میں ایسے چھوڑ گئے جیسے اس کے باپ کو طوس میں چھوڑ گئے تھے مامون اکثر یہ اشعار پڑھا کرتا تھا ؎

"جو شخص ہمیشہ ہی موتوں کا نشانہ ہو وہ اُسے ایک دن شکستہ کر چھوڑتی ہیں اور اگر کبھی وہ اس سے چوک جائیں تو ہو سکتا ہے کہ چوک جانے والا دوبارہ آ جائے اور اس کے پہلو تہی کرنے اور ان کے چوک جانے کے درمیان وہ جلدی سے پہلو تہی کرنے والے کو آ پکڑتی ہیں۔"

معتصم کی خلافت کا بیان

مختصر حالات جس روز چشمہ بزیدان پر مامون کی وفات ہوئی اسی روز معتصم کی بیعت ہوئی یہ ۱۸ رجب ۲۱۸ھ جمعرات کے روز کا واقعہ ہے، اس کا نام محمد بن ہارون اور کنیت ابو اسحاق تھی اس وقت اس کے اور عباس بن مامون کے درمیان خلافت کا جھگڑا چل رہا تھا پھر عباس نے اس کی بیعت کر لی اس وقت معتصم کی عمر ۳۸ سال دو ماہ تھی اس کی وفات سُرّمن رای (سامرہ) میں ۲۲۷ھ کو ۴۶ سال دس ماہ کی عمر میں ہوئی اس کی خلافت ۸ سال ۸ ماہ رہی اور جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں اس کی قبر سرمن رای میں جوسق مقام پر ہے۔

اس کے حالات و واقعات کا مختصر بیان اور اس کے دور کی ایک جھلک

معتصم کا وزیر ابن الزیات اور احمد بن ابی داؤد معتصم نے اپنے آخری ایام تک محمد بن عبدالملک کو وزیر بنایا احمد بن ابی داؤد کے اثرات غالب رہے، محمد بن عبدالملک معتصم، واثق اور متوکل کے حکمران بننے تک وزیر رہا متوکل کے دل میں اس کے متعلق کچھ کھٹکا تھا لہٰذا اس نے اُسے قتل کر دیا ہم اس کے قتل کے واقعہ کی ایک جھلک متوکل کے حالات میں بیان کریں گے اگرچہ ہم نے اس کا ملخص کتاب الاوسط میں بیان کر دیا ہے۔

آبادی سے معتصم کی محبت معتصم، آبادی کو بہت پسند کرتا تھا اور کہتا تھا

کہ اس میں کئی قابل تعریف کام ہیں ایک تو اس سے زمین آباد ہوتی ہے جس سے عالم کو زندگی ملتی ہے اس سے محصول بڑھتا ہے اموال میں زیادتی ہوتی ہے اور چوپاؤں کی گزر اوقات ہوتی ہے، نرخ سستے ہونے میں آمدنی بڑھ جاتی ہے اور معاش وسیع ہو جاتی ہے، وہ اپنے وزیر محمد بن عبدالملک سے کہا کرتا تھا کہ جب تو کوئی ایسی جگہ پائے جس میں تجھے دس درہم خرچ کرنے پڑیں اور سال کے بعد مجھے گیارہ درہم ملیں تو اس میں مجھ سے مشورہ کرنے کی ضرورت نہیں۔

معتصم کی قوت و شجاعت

معتصم بڑا شجاع اور مضبوط جسم آدمی تھا، احمد بن ابی داؤد جو اس سے بڑا مانوس تھا بیان کرتا ہے کہ جب معتصم اپنی قوت و طاقت سے ہاتھ دھو بیٹھا تو میں ایک روز اس کے ہاں گیا اس وقت اس کے پاس ابن ماسویہ بھی موجود تھا، معتصم نے کھڑے ہو کر مجھے کہا جب تک میں اس کے پاس نہ آؤں تم نے یہاں سے نہیں جانا۔ میں نے یحییٰ بن ماسویہ سے کہا تیرا برا ہو میں دیکھ رہا ہوں کہ امیر المومنین کا رنگ بدل گیا ہے اور قوت میں کمی واقع ہو گئی ہے اور اس کا دبدبہ جاتا رہا ہے تیرے خیال میں ان کی حالت کیا ہے اس نے جواب دیا خدا کی قسم وہ لوہے کا ایک ٹکڑا ہے مگر اس کے ہاتھ میں ایک کلہاڑا ہے جس سے وہ اس ٹکڑے کو مارتا ہے میں نے کہا کیسے، وہ کہنے لگا کہ اس سے قبل جب وہ مچھلی کھاتے تھے تو سرکے، زیرے، انیسوں، سذاب (ایک بدبودار پودہ ہے) اجوائن، رائی اور اخروٹ کا سالن بنا کر کھاتے تھے جس سے مچھلی کا ضرر پٹھوں کو اس کا نقصان پہنچانا ختم ہو جاتا تھا جب وہ سروں کو کھاتے تھے تو اس کے لیے ایسے سالن بناتے جو اس کے ضرر کو دور کرتے اور اسے لطیف بنا دیتے تھے، غذا کو لطیف بنانے میں اکثر مجھ سے مشورہ کرتے تھے مگر اب یہ حالت ہے کہ اگر میں کسی چیز پر اعتراض کر دوں تو وہ میری مخالفت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں یہ ابن ماسویہ کی مرضی کے خلاف کھا رہا ہوں اور جس کی مجھے طاقت ہے وہ کر رہا ہوں، معتصم پس پردہ ہماری باتوں کو سن رہا تھا میں نے کہا ابو یحییٰ تیرا برا ہو اپنی انگلی اس کی آنکھ میں داخل کر دے اس نے کہا میں تیرے قربان جاؤں میں انہیں روکنے کی طاقت نہیں رکھتا اور نہ ان کی مخالفت کی جرأت کر سکتا ہوں جب وہ اپنی بات سے فارغ ہوا تو معتصم نے ہمارے پاس آ کر مجھے کہا تم ابن ماسویہ کے ساتھ کیا باتیں کر رہے تھے، میں نے کہا امیر المومنین! میں نے اس کے ساتھ آپ کی رنگ کی تبدیلی اور قلت طعام کے متعلق مناظرہ کیا ہے جس نے میرے جسم و جوارح کو کمزور کر دیا ہے اس نے کہا اس نے تجھے کیا کہا ہے

ہیں نے کہا اس نے شکایت کی ہے کہ جو بات وہ آپ کو بتایا کرتا تھا آپ مانا کرتے تھے اور اب آپ اس کی مخالفت کرتے ہیں اس نے کہا پھر تو نے اسے کیا جواب دیا ہے وہ بیان کرتا ہے کہ میں ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگا تو وہ ہنس کر کہنے لگا کہ یہ بات میری آنکھوں میں داخل ہونے سے بعد کی ہے یا پہلے کی، راوی کہتا ہے کہ مجھے پسینہ چھوٹ گیا اور مجھے یہ بھی علم ہو گیا کہ اس نے ہماری باتوں کو سن لیا ہے اور میری دخل اندازی کو بھی سمجھ گیا ہے معتصم کہنے لگا اے احمد اللہ تجھے معاف فرمادے، مجھے اس بات سے بڑی خوشی ہوئی ہے اور میں جانتا ہوں کہ یہ بھی اُنس و محبت کی ایک قسم ہے۔

معتصم اور علی بن جنید

معتصم، علی بن جنید اسکافی سے بڑا مانوس تھا وہ عجیب صورت اور عجیب باتیں کرنے والا تھا جس میں مضافات میں رہنے والوں کی سی روانی تھی ایک روز معتصم نے محمد بن حماد سے کہا کہ صبح کو علی بن جنید کی طرف جاؤ اور اسے کہو کہ وہ میری رفاقت کے لیے تیار ہو جائے، اس نے جا کر اسے کہا کہ امیرالمومنین نے تجھے اپنی رفاقت کا حکم دیا ہے تو خلفاء کی رفاقت اور ان کے ساتھ سوار ہونے کی شرط تیار کرے، علی بن جنید نے کہا میں کیسے تیاری کروں، کیا اپنے سر کے سوا کوئی اور سر مہیا کروں یا اپنی ڈاڑھی کے سوا کوئی اور ڈاڑھی خریدوں یا اپنے قد کو بڑھالوں، اس نے کہا تو ابھی تک خلفاء کی رفاقت کی شروط کو نہیں جانتا، علی بن جنید نے کہا وہ شروط کیا ہیں تجھے پتہ ہے تو بتادے، ابن حماد جو بڑا ادیب تھا اسے کہنے لگا، رفاقت کی شرط یہ ہے کہ باتوں سے فائدہ اٹھانا، گفتگو کرنا، تھوکنے، کھانسنے، گلا صاف کرنے اور تیز چلنے سے گریز کرنا اور یہ کہ سردار کے جھکاؤ کے خوف کی وجہ سے سواری میں اس کے آگے نہ بڑھ جائے اور اس تر تنے میں پہل کرے اور جب تک رفاقت کرنے والا یہ کام نہ کرے تو وہ اور بھاری شیشہ جو گنبد کے ساتھ ہوتا ہے ایک جیسا ہی ہوتا ہے اور خواہ سردار سو جائے اسے سونا نہیں چاہیے بلکہ بیدار رہنا چاہیے اپنے ساتھی اور اس کی سواری کا خیال رکھنا چاہیے کیونکہ جب وہ دونوں سو جائیں گے تو اسے اپنے جھکاؤ کا پتہ بھی نہیں لگے گا اور ایسی بات ظہور پذیر ہو گی جس میں اخفا کی کوئی بات نہ ہو گی علی بن جنید اس کی طرف دیکھ رہا تھا جب اس نے بہت سی شروط اور اوصاف بیان کیے تو اس نے قطع کلامی کرتے ہوئے اہل مضافات کی طرح اسے کہا، جاؤ اور اسے جا کر کہہ دو تمہاری رفاقت وہی کر سکتا ہے جس کی ماں

زانیہ ہو اور وہ کشخان ہی ہے ابن حماد نے واپس آکر معتصم کو وہ بات بتادی جو اس نے کہی تھی تو معتصم نے ہنس کر کہا اُسے میرے پاس لاؤ وہ آیا تو معتصم نے کہا اے علی ، میں نے تیرے ، پاس رفاقت اختیار کرنے کے لیے آدمی بھیجا تھا مگر تو رفاقت نہیں کرتا اس نے کہا کہ آپ کا یہ جاہل گنجا ایلچی میرے پاس حسان شاشی اور خالو یہ محاکی کی شرط طے کر آیا اور کہنے لگا تم نے تھوکنا نہیں ، یہ نہیں کرنا اور وہ کرنا اور لمبی باتیں کرنے لگا اور ہاتھوں سے اشارے کرنے لگا - اور کہنے لگا کہ نہ کھانسنا ہے اور نہ چھینک مارنی ہے اور اگر میں آپ کی رفاقت کے لیے راضی ہو جاؤں اور مجھے گوز آجائے تو میں تو گوز مار دوں گا اور جب تجھے گوز آئے تو تو بھی گوز مار دینا ورنہ تیرے اور میرے درمیان کوئی واسطہ نہیں ہوگا ، معتصم ہنس پڑا یہاں تک کہ اپنے پاؤں زمین پر رگڑنے لگا اور ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو گیا اور کہنے لگا اس شرط پر میری رفاقت کر لو ، میں نے کہا بہت اچھا ، تو اس نے ایک خچر پر بنائے گئے محمل میں اس کی رفاقت کی وہ تھوڑی دیر چلنے کے بعد خشکی پر پہنچ گئے تو علی نے کہا امیر المومنین ! یہ سامان حاضر ہے اس کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے اس نے کہا یہ تیرے سپرد ہے تو جب چاہے اسے لے جائے اس نے کہا ابن حماد کو بلاؤ ، معتصم نے اُسے حاضر کرنے کا حکم دیا تو علی نے اُسے کہا آؤ تجھے خوش کروں ، جب وہ اس کے قریب ہوا تو اس نے گوز مارا اور اپنی آستین اُسے پکڑائی اور کہنے لگا میری آستین میں کوئی چیز رینگ رہی ہے ، دیکھ تو سہی وہ کیا ہے اس نے اپنا سر آستین میں داخل کیا تو ٹٹی کی بُو محسوس کی ، اور کہنے لگا مجھے تو کچھ نظر نہیں آرہا لیکن مجھے یہ پتہ نہ تھا کہ تیرے کپڑوں کے اندر ٹٹی بنی ہوئی ہے معتصم نے اپنی آستین سے اپنا منہ ڈھانکا ہوا تھا اور ہنسی سے لوٹ پوٹ ہو رہا تھا پھر وہ مسلسل گوز مارنے لگا اور ابن حماد سے کہنے لگا کہ نہ کھانسنا نہ تھوکنا اور نہ تیز چلنا ، میں نے تو یہ نہیں کیا ، لیکن میں نے تم پر پاخانہ کر دیا ہے ، راوی بیان کرتا ہے کہ وہ مسلسل گوز مارتا رہا معتصم ، اپنا سر پالکی سے باہر نکالے ہوئے تھا پھر اس نے معتصم سے کہا کہ ہنڈیا پک گئی ہے اور میں دوسری ہنڈیا پکانا چاہتا ہوں جب اس کے گوز بہت زیادہ ہو گئے تو معتصم نے غلام سے کہا تیرا بُرا ہو ، مجھے زمین پر اتار دو ، ورنہ میں مر جاؤں گا - ایک روز علی بن جنید اسکافی ، معتصم کے پاس آیا اور اس سے ہنسی مذاق کرنے لگا ، معتصم نے اُسے کہا اے علی تیرا بُرا ہو کیا وجہ ہے کہ میں تمہیں دیکھ نہیں رہا ، کیا تو صحبت و مودت کو بھول گیا ہے ؟

اس نے کہا، جو بات میں آپ کو کہنا چاہتا تھا وہ آپ نے مجھے کہہ دی ہے تُو تو ابلیس ہے یہ بات سُن کر معتصم ہنس پڑا پھر کہنے لگا تم میرے پاس کیوں نہیں آتے اس نے کہا میں کئی دفعہ آیا ہوں مگر تجھ تک نہیں پہنچ سکا آج تو شریف بنا ہوا ہے گویا تو بنی ماریہ میں سے ہے، بنو ماریہ اہل مضافات میں تھے جن کے تکبر کی مثال اہل مضافات بیان کیا کرتے تھے، معتصم نے اُسے ایک غلام کی طرف اشارہ کر کے جس کے ہاتھ میں مورچھل تھا، کہا یہ سندان ترکی ہے اور اُسے کہا اے سندان جب علی آیا کرے تو مجھے بتایا کرو اور اگر یہ تجھے کوئی رقعہ دے تو مجھے پہنچا دیا کرو اور اگر یہ تجھے کوئی پیغام دے تو مجھے بتایا کرو اس نے کہا بہت اچھا میرے آقا علی واپس چلا گیا اور کئی روز کے بعد سندان کو تلاش کرتا ہوا آیا، لوگوں نے کہا وہ سویا ہوا ہے تو وہ واپس چلا گیا، دوبارہ آیا لوگوں نے کہا وہ اندر چلا گیا ہے تو اس تک نہیں پہنچ سکتا وہ پھر چلا گیا، سہ بارہ پھر آیا تو لوگوں نے کہا وہ امیرالمومنین کے پاس ہے تو وہ حیلہ سازی سے دُوسری جانب سے معتصم کے پاس چلا گیا اور اُسے گھنٹہ بھر ہنسانے کے بعد اس پر ناراض ہونے لگا معتصم نے اُسے کہا اے علی تجھے کوئی ضرورت ہے اس نے کہا ہاں امیرالمومنین اگر آپ کی سندان ترکی سے ملاقات ہو تو اُسے میرا سلام دینا اس نے ہنس کر کہا اُس کا کیا حال ہے اس نے کہا اس کا حال یہ ہے کہ تو نے اُسے میرے اور اپنے درمیان ایک انسان مقرر کیا ہے اور میں تجھے اس کے دیکھنے سے قبل دیکھ رہا ہوں اور میں اس کا بہت مشتاق ہوں آپ اُسے میرا سلام پہنچا دیں تو معتصم بہت ہنسا اور اس نے اُسے اور سندان کو دوبارہ اکٹھے کیا اور اُسے اس کا خیال رکھنے کی تاکید کی وہ اُسے اس سے روکتا نہ تھا۔

معتصم اور ایک بوڑھا جس کا گدھا کیچڑ میں پھسل گیا تھا

معتصم ایک روز بارش میں سرمن رائی کی غربی جانب سے گذرا اور اپنے اصحاب سے الگ ہو گیا، کیا دیکھتا ہے کہ ایک گدھا پھسل پڑا ہے اور اس پر جو کانٹے لدے ہوئے تھے وہ نیچے گر پڑے ہیں وہ کانٹے ایسے تھے جن سے عراق میں تنور جلائے جاتے ہیں گدھے کا مالک ایک کمزور بوڑھا تھا جو کسی گزرنے والے انسان کا منتظر تھا کہ وہ بوجھ اٹھانے میں اس کی مدد کرے، معتصم اس کے پاس کھڑا ہو کر کہنے لگا اے بوڑھے تجھے کیا کام ہے؟ اس نے کہا میں تیرے قربان جاؤں، یہ بوجھ میرے گدھے سے گر پڑا ہے اور میں کسی انسان کا منتظر ہوں کہ وہ اس کے اُٹھانے میں میری مدد کرے، معتصم گدھے

کو کیچڑ سے نکالنے کے لیے چل پڑا تو شیخ نے کہا میں تیرے قربان جاؤں تو اپنے کپڑے خراب کرے گا اور وہ خوشبو بھی جو میں سونگھ رہا ہوں میرے گدھے کی وجہ سے خراب ہو جائے گی اس نے کہا تجھ پر اس کا کوئی حرج نہ ہوگا ، وہ گھوڑے سے اُترا اور اس نے ایک ہاتھ سے گدھے کو اُٹھا کر کیچڑ سے نکال دیا ، بوڑھا حیران ہو کر اس کی طرف دیکھنے لگا پھر اس نے گدھے کو چھوڑ کر اپنے گھوڑے کی لگام کو اس کے وسط میں باندھا اور کانٹوں کی طرف جھکا وہ دو گٹھے تھے اس نے دونوں کو اُٹھا کر گدھے پر رکھ دیا پھر ایک تالاب پر جا کر اپنے دونوں ہاتھ دھوئے اور گھوڑے پر بیٹھ گیا ، بوڑھے نے کہا اے جوان میں تجھ پر قربان جاؤں تب معتصم کے سوار آگئے تو اس نے اپنے ایک خاص آدمی سے کہا اس بوڑھے کو چار ہزار درہم دے دو اور فوج کے گزرنے تک اس کے ساتھ رہو اور اُسے اس کی بستی میں پہنچا دو۔

علماء کی ایک جماعت کی وفات

۲۱۹ھ میں ابوالفضل بن دکین مولیٰ آل طلحہ بن عبیداللہ نے کوفہ میں وفات پائی ، بشر بن غیاث مریسی اور عبداللہ بن رجا الغدانی بھی فوت ہو گئے ، اسی سال میں معتصم نے حضرت امام احمد بن حنبلؒ کو خلق قرآن کے مسئلہ کا اقرار کرانے کے لیے ۳۸ کوڑے مارے۔

محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر

۲۱۹ھ میں محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب وفات پا گئے ، یہ ۵ ذوالحجہ کا واقعہ ہے اور بغداد کی غربی جانب قریش کے قبرستان میں اپنے دادا موسیٰ بن جعفر کے ساتھ دفن ہوئے ان کی نماز جنازہ واثق نے پڑھائی ، ان کی وفات ۲۵ سال کی عمر میں ہوئی جب ان کے والد علی بن موسیٰ رضا فوت ہوئے محمد سات سال آٹھ ماہ کے تھے بعض لوگ ان کی عمر کے متعلق اور کچھ بھی بیان کرتے ہیں ، بعض کہتے ہیں کہ ام الفضل بنت مامون جب ان کے ساتھ مدینہ سے معتصم کی طرف گئی تو اس نے انہیں زہر دے دیا تھا ، ہم نے ان کے بارے میں جو کچھ بیان کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل امامت نے ان کے والد کی وفات کے وقت ان کی عمر کے بارے میں اختلاف کیا ہے اور اس بارے میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے ہم نے اُسے رسالہ "البیان فی اسماء الائمۃ" میں بیان کیا ہے نیز اس بارے میں جو کچھ قطعیہ شیعہ نے بیان کیا ہے اس کا بھی ذکر کیا ہے۔

محمد بن قاسم علوی

۲۱۹ھ میں معتصم نے محمد بن قاسم بن علی بن عمر بن علی بن حسین بن علی

بن ابی طالب کو خوفزدہ کیا وہ کوفہ کے نہایت متقی زاہد اور عابد تھے جب انہیں اپنے متعلق خوف محسوس ہوا تو وہ خراسان بھاگ گئے اس کے بہت سے اضلاع مثلاً مرو، سرخس، طالقان اور نسا، میں نقل مکانی کرتے رہے وہاں پر انہوں نے کئی جنگیں کیں اور ان کے ساتھ کئی واقعات ہوئے اور بہت سے لوگوں نے ان کی امامت کو قبول کیا پھر عبداللہ بن طاہر انہیں معتصم کے پاس لے گیا تو اس نے آپ کو ایک قید خانے میں ڈال دیا جو اس نے سرمن رای کے ایک باغ میں بنایا ہوا تھا محمد بن قاسم کی موت کے متعلق اختلاف پایا جاتا ہے بعض کہتے ہیں کہ انہیں زہر دے کر مارا گیا اور بعض کہتے ہیں کہ ان کے کچھ طالقانی شیعہ اس باغ میں آئے اور کاشتکاری اور باغبانی کا کام کرنے لگے انہوں نے رسیوں اور شیر کی ایال کی سیڑھیاں بنائیں اور قید خانے میں نقب لگا کر انہیں نکال کر لے گئے اور آج تک ان کے متعلق کچھ پتہ نہیں چلا۔ زیدیہ میں سے بہت سے لوگ اس وقت یعنی ۳۳۲ھ تک ان کی خلافت کے قائل ہیں اور ان میں سے بہت سے لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ محمد ابھی فوت نہیں ہوئے اور وہ زندہ ہیں اور انہیں رزق ملتا ہے اور وہ ظاہر ہو کر زمین کو اسی طرح عدل و انصاف سے بھر دیں گے جیسے وہ ظلم و جور سے بھری ہوئی ہے وہ اس اُمت کے مہدی ہیں ان لوگوں کی اکثریت کوفہ، جبال طبرستان، دیلم اور خراسان کے اضلاع میں رہتی ہے محمد بن قاسم کے بارے میں ان کا قول ایسے ہی ہے جیسے رافضہ کیسانیہ کا قول محمد بن حنفیہ کے بارے میں اور واقفیہ کا موسیٰ بن جعفر کے بارے میں ہے۔ جنہیں ممطورہ کہتے ہیں شیعہ فرقوں کے درمیان یہ فرقہ اسی نام سے مشہور ہے، ہم نے ان کے اقوال کو اپنی کتاب المقالات فی اصول الدیانات" میں بیان کیا ہے اور معنویہ میں سے غلاۃ، محمدیہ اور دیگر باطل پرست فرقوں کے اقوال کو، جو ارواح کے چوپایوں میں منتقل ہو جانے کے قائل ہیں انہیں اپنی کتاب "سر الحیاۃ" میں بیان کیا ہے۔

معتصم کی تُرکی فوج: معتصم ترکوں کو اکٹھا کرنا اور ان کے آقاؤں سے انہیں خریدنا بہت پسند کرتا تھا اس طرح اس نے چار ہزار ترکوں کو اکٹھا کر لیا اور انہیں کئی قسم کی ریشم، سنہری پٹیاں اور سنہری زیورات پہنائے اور انہیں لباس کے لحاظ سے دوسری فوج سے ممتاز کیا، یمن اور قیس کے کناروں سے لوگوں کو چن کر انہیں مغاربہ کا نام دیا اور اس نے فراغنہ اور اشروسیہ میں سے خراسانی

جوانوں کو تیار کیا اس کی فوج بہت ہوگئی اور ترک بغداد کے بازاروں میں گھوڑے دوڑا کر عوام، بچوں اور کمزوروں کو اذیت دینے لگے بسا اوقات اہل بغداد، کسی عورت، بوڑھے، بچے یا نابینا کو نقصان پہنچانے پر کسی ترک پر حملہ کر کے اُسے قتل کر دیتے تو معتصم نے ان سے دوسری جگہ منتقل ہونے اور کسی کھلی جگہ پر فروکش ہونے کا ارادہ کر لیا چنانچہ وہ بغداد سے چار فرسخ کے فاصلہ پر براذان میں جا اُترا مگر اُسے وہاں کی آب و ہوا راس نہ آئی اور نہ ہی وہاں پہ کھلی فضا تھی وہ مختلف بستیوں اور جگہوں پر منتقل ہوتا ہوا قاطول جا پہنچا وہ جگہ اسے اچھی لگی اور وہاں پہ ایک بستی میں جرامقہ اور نبطی لوگ دجلہ کی ایک نہر قاطول پہ رہتے تھے، اس نے وہاں پہ ایک محل تعمیر کیا لوگوں نے بھی مکان بنا لیے اور بغداد سے یہاں چلے آئے، سوائے تھوڑے سے آدمیوں کے باقی لوگ وہاں سے چلے آئے تو ایک آوارہ گرد نے معتصم پر چوٹ کرتے ہوئے کہا ؎

”اے وہ شخص جو جرامقہ کے درمیان قاطول میں سکونت پذیر ہے تو نے بغداد میں جرنیل بینڈھوں کو چھوڑا ہے۔“

معتصم کو اس جگہ کی سردی اور زمین کی سختی سے بہت تکلیف پہنچی اور انہوں نے مکان بنانے میں بڑی اذیت برداشت کی اس بارے میں ایک فوجی کہتا ہے ؎

”انہوں نے ہمیں کہا کہ قاطول میں ہم سردی کا موسم گزاریں گے اور ہم اللہ تعالیٰ کے احسان کے اُمیدوار ہیں، لوگ آپس میں مشورہ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر روز اپنی نئی شان کا اظہار کرتا ہے۔“

سامرا کی اسکیم

جب معتصم کو اس جگہ سے اذیت پہنچی اور اس میں تعمیر کا کام مشکل ہو گیا تو وہ جگہوں کو تلاش کرتا کرتا سامرا جا پہنچا، وہاں پر عیسائیوں کا ایک قدیم گرجا تھا، اس نے گرجا میں رہنے والے ایک آدمی سے اس جگہ کا نام پوچھا اس نے کہا یہ سامرا کے نام سے مشہور ہے، معتصم نے اُس سے پوچھا، سامرا کے معنے کیا ہیں؟ اس نے جواب دیا گذشتہ کتب اور اقوام سے ہمیں جو معلوم ہوتا ہے کہ یہ سام بن نوح کا شہر ہے معتصم نے اُسے کہا یہ کس ملک سے تعلق رکھتا ہے اور کس طرف منسوب ہے پس اُس نے کہا یہ بلاد طبرجان سے تعلق رکھتا ہے اور رے کی طرف منسوب ہے پس معتصم نے کھلی فضا، صاف ہوا اور صحیح زمین کو دیکھا تو اُسے یہ جگہ اور اس کی ہوا اچھی لگی وہ تین روز وہاں رہ کر ہر روز شکار کھیلتا رہا تو اس نے محسوس کیا کہ اس کا دل غذا کا مشتاق ہے اور عادت جاریہ سے زیادہ غذا کا مطالبہ کرتا ہے تو اُسے معلوم ہو

گیا کہ یہ ہوا مٹی اور پانی کی تاثیر کی وجہ سے ہے لہٰذا اس نے اس جگہ کو پسند کیا اور گرجا والوں کو بلا کر یہ زمین چار ہزار دینار میں اُن سے خرید لی اور اپنے محل کی تعمیر کے لیے اس میں جگہ تلاش کی اور سرمن رای کے وذیر یہ مقام پر اس کی بنیاد رکھی، اسی کی طرف وزیری انجیر منسوب ہوتی ہے جو بہت شیریں پتلے چھلکے والی اور چھوٹے بیج والی ہے جس کے ساتھ شام، حلوان اور ارجان کی انجیر مقابلہ نہیں کرسکتی، عمارت بلند ہوگئی اور اس سے دُوسرے شہروں اور علاقوں سے کاریگر اور انواع و اقسام کے پودے اور درخت منگوائے اور ترکوں کو مخصوص جاگیریں دیں اور ان کو فراغنہ اور اشروسیہ وغیرہ کے پڑوس میں خراسان کے شہروں میں ان کے شہروں کے قرب کی نسبت سے بسایا اور اشناس ترکی اور اس کے ترک ساتھیوں کو، کرخ سامرا میں جاگیریں دیں اور فراغنہ کو اس نے عمری اور جسر مقام پر آباد کیا اور نقشے بنائے جاگیروں، گلیوں اور راستوں کو بنایا، ہر صنعت والوں کا ایک الگ بازار بنایا اور اسی طرح تاجروں کے بھی بازار بنائے لوگوں نے بھی عمارات اور بلند و بالا محلات بنائے اور آبادی بڑھ گئی پانی کے چشمے تلاش کیے گئے اور دجلہ وغیرہ سے بھی پانی لایا گیا اور لوگوں نے سُنا کہ بادشاہ کا محل بن گیا ہے تو وہ مختلف قسم کا ساز و سامان لے کر وہاں آگئے اور رزق کی فراوانی ہوگئی اور عدل و انصاف عام ہوگیا اور سرسبزی بڑھ گئی، ہم بیان کرچکے ہیں کہ معتصم نے اس کام کا آغاز ۲۲۱ھ میں کیا تھا۔

بابک خرمی کی بغاوت

بلادران اور بیلقان میں بابک خرمی نے بڑی قوت حاصل کر لی اور ان علاقوں میں اس کے پست طبقہ لوگوں کی کثرت ہو گئی تو وہ اپنی فوج کے ساتھ ان شہروں کی طرف چل پڑا اور اس نے فوج کو تقسیم کردیا اور لشکروں کو شکست دی اور والیوں کو قتل کیا، لوگوں کو موت کے گھاٹ اتارا، معتصم نے افشین کی سرکردگی میں اس کی طرف فوج بھیجی اور اس نے اس کے ساتھ مسلسل کئی جنگیں کیں یہاں تک کہ بابک کا اپنے ملک ہی میں ناطقہ بند ہوگیا، اس کی فوج منتشر ہوگئی، اس کے جوان مارے گئے اور وہ ران کے علاقے میں بدین پہاڑ میں چھپ گیا، یہ بابک کا علاقہ ہے اور آج تک اسی نام سے مشہور ہے، جب بابک نے محسوس کیا کہ اب مصیبت آیا ہی چاہتی ہے تو وہ اپنی جگہ کو چھوڑ کر بھاگ گیا اور اس نے اس کے بھائی، بیٹوں، اہل اور خواص نے اپنا بھیس بدل لیا، بابک نے مسافروں، تاجروں اور قافلے والوں کا لباس پہن لیا اور بلادِ آرمینیا میں آرمینی جرنیل سہل بن سنباط کے مضافات میں ایک چشمے پر جا اُترا ان کے قریب ہی بکریوں کا ایک

چرواہا رہتا تھا انہوں نے اس سے ایک بکری خریدی اور اپنے زادِ راہ کے لیے اس سے کچھ چیزوں کا سودا کیا، اس نے فوری طور پر سہل بن سنباط آرمینی کو جا کر اطلاع دی اور کہا بلاشبہ وہ بابک ہے اور جب بابک اپنی جگہ سے بھاگا تھا افشین کو یہ خدشہ تھا کہ وہ کسی مضبوط پہاڑ کی پناہ لے لے گا یا کسی قلعہ میں قلعہ بند ہو جائے گا یا اس علاقے میں بسنے والی کسی قوم کے ساتھ مل جائے گا اور اس کی جمعیت بڑھ جائے گی اور اس کی فوج کے بھگوڑے بھی اس سے آملیں گے اور وہ دوبارہ قوت پکڑے گا لہٰذا اس نے ناکہ بندی کر لی اور قلعوں اور بلادِ آرمینیا اور آذر بائیجان، اران اور بیلقان کے جرنیلوں سے مراسلت کی اور انہیں لالچ بھی دیا جب سہل بن سنباط نے چرواہے کی بات سُنی تو اپنے موجودہ ساتھیوں اور فوج کے ساتھ اس جگہ پر آیا جہاں بابک موجود تھا اور پیدل چل کر اس کے قریب ہوا اُسے سلام ملوکیت کرنے کے بعد کہنے لگا اے بادشاہ اپنے اس محل میں چلیے جس میں آپ کا دوست رہتا ہے اور وہ ایسی جگہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے دشمن سے بچائے گا وہ اُٹھ کر اس کے ساتھ چل پڑا یہاں تک کہ اس کے قلعہ میں آگیا پس اس نے اُسے اپنے تخت پر بٹھایا اس کی عزت کی اُسے اور اس کے ساتھیوں کو اپنا گھر رہنے کے لیے دے دیا اور دسترخوان پر سہل نے اس کے ساتھ کھانا کھایا بابک نے اپنی جہالت اور کم عقلی سے اُسے کہا، کیا تمہارے جیسا آدمی میرے ساتھ کھانا کھا سکتا ہے؟ تو سہل دسترخوان سے اُٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا اے بادشاہ میں نے غلطی کی ہے جب میری حیثیت بادشاہوں کے ساتھ کھانا کھانے کی نہیں تو تُو اس شخص سے جسے اس کا غلام اُٹھا لیتا ہے زیادہ حق دار ہے اس کے پاس ایک لوہار لایا گیا تو اس نے کہا اے بادشاہ ذرا اپنی ٹانگیں لمبی کر دے اور اُسے بیڑیوں میں جکڑ دیا، بابک نے اُسے کہا اے سہل کیا دھوکا بازی کرتے ہو اس نے کہا اے خبیث عورت کے بیٹے تو تو صرف گایوں اور بکریوں کا چرواہا ہے تجھے تدبیر ملک اور نظم سیاست اور تدبیر فوج سے کیا واسطہ ہے اور اس نے اس کے ساتھیوں کو بھی بیڑیاں ڈال دیں اور افشین کو اطلاع دینے کے لیے آدمی بھیجا کہ وہ اُسے حالات بتا کر کہے کہ بابک اس کے پاس ہے پس افشین نے چار ہزار زرہ پوش سواروں کو خلیفہ کی سرکردگی میں جسے بوبادہ کہتے تھے اس کی طرف بھیجا انہوں نے بابک اور اس کے ساتھیوں کو پکڑ لیا اور اُسے افشین کے پاس لائے اس کے ساتھ سہل بن سنباط بھی تھا ■ افشین نے سہل کی عزت افزائی کی اُسے خلعت دیا اور اُس کے ساتھ حسنِ سلوک کیا اور اس کے پاس گیا اور اس کے

آگے آگے چلا اور اس کا خراج ساقط کر دیا، بابک کو معتصم کی طرف بھیجا اور پرندوں کے ذریعے
اسے فتح کی خوشخبری لکھی جب یہ خوشخبری اُسے ملی تو لوگوں نے نعرہ ہائے تکبیر بلند کیے اور انہیں
بہت خوشی حاصل ہوئی اور شہروں میں فتح کی چٹھیاں لکھ دی گئیں کیونکہ اس نے بادشاہ کی
فوجوں کو فنا کر دیا تھا۔ افشین بابک کے ساتھ چلا اور فوج کے ساتھ سرمن رأی میں آیا یہ ۲۲۳ھ
کا واقعہ ہے ہارون بن معتصم اہل بیت خلافت اور حکومت کے آدمیوں نے افشین کا استقبال
کیا وہ سامرا سے پانچ فرسخ کے فاصلہ پر قاطول میں اُترا۔ معتصم نے اس کی طرف ایک
سیاہی مائل سفید رنگ ہاتھی بھیجا، جسے کسی ہندوستانی بادشاہ نے مامون کو بھجوایا تھا وہ
بہت بڑا ہاتھی تھا جسے سُرخ اور سبز دیباج اور کئی قسم کی رنگ دار ریشم سے آراستہ کیا
گیا تھا، اس کے ساتھ ایک بُختی ناقہ تھی وہ بھی اسی قسم کے ریشم سے آراستہ تھی اور اس نے
افشین کو ایک سُرخ دیباج کا جبّہ بھیجا جو سونے سے بُنا گیا تھا اور اس کے سامنے انواع
و اقسام کے جواہر اور یاقوت ٹنکے ہوئے تھے اور اس سے کم درجہ کا ایک اور جُبّہ بھی
تھا اور ایک لمبی ٹوپی بھی تھی جس میں مختلف رنگوں کے موتی اور جواہرات لگے ہوئے تھے
اس نے وہ عظیم الشان جبہ بابک کو اور دُوسرا اس کے بھائی کو پہنا دیا اور ٹوپی بابک کے
سر پر رکھ دی اور اسی قسم کی ٹوپی اس کے بھائی کے سر پر بھی رکھی اور ہاتھی کو اس کے سامنے
لایا گیا، اس کے بھائی کے سامنے ناقہ لائی گئی، اس نے جب ہاتھی کی شکل دیکھی تو اُسے بڑا
جانور خیال کر کے کہنے لگا یہ عظیم چوپایہ کیا ہے اور اس نے جبہ کی تحسین کی اور کہنے لگا کہ یہ عظیم الشان
بادشاہ کی طرف سے ایک اسیر اور بے عزت اور ذلیل آدمی کی عزت افزائی ہے جسے قضا و قدر
نے مارا ہے جس کا نصیب بگڑ گیا ہے اور مصائب نے اُسے بھنور میں پھنسا دیا ہے، یہ خوشی
غم کی متقاضی ہے اور اس نے قاطول سے سامرا تک، سواروں، پیادوں، ہتھیاروں، تلواروں
اور جھنڈوں کی دو صفوں کا میدانِ کارزار بنا دیا۔ بابک ہاتھی پر اور اس کا بھائی اس کے پیچھے ناقہ
پر سوار تھا، ہاتھی دونوں صفوں کے درمیان اُسے لے کر گزر رہا تھا اور بابک دائیں بائیں دیکھ
رہا تھا اور جوانوں اور ساز و سامان کا جائزہ لے رہا تھا اور ان کی کثرت کی پرواہ کیے بغیر اس
امر پر افسوس ظاہر کر رہا تھا کہ اس نے ان کی خونریزی کیوں نہیں کی یہ ۲ صفر ۲۲۳ھ جمعرات کے
روز کا واقعہ ہے، لوگوں نے اس جیسا دن اور اس جیسی زیب و زینت نہیں دیکھی تھی، افشین معتصم
کے پاس آیا تو اس نے اس کی عزت افزائی کی اور اس کے مرتبہ کو بلند کیا بابک کو لایا گیا تو معتصم

نے اس کے سامنے چکر لگا کر کہا تو بابک ہے مگر اس نے جواب نہ دیا، اس نے یہ بات اُسے کئی بار کہی مگر بابک خاموش رہا۔ پھر افشین نے اُسے جا کر کہا تو ہلاک ہو امیر المومنین تجھے مخاطب کر رہے ہیں اور تو خاموش ہے تو اس نے جواب دیا ہاں میں بابک ہوں تو معتصم نے اس موقع پر سجدہ کیا اور اس کے ہاتھ پاؤں کاٹنے کا حکم دے دیا۔

مسعودی بیان کرتا ہے کہ میں نے کتاب اخبار بغداد میں دیکھا ہے کہ جب بابک اس کے سامنے کھڑا ہوا تو اس نے کچھ دیر اس سے بات نہیں کی پھر اُسے پوچھا تو بابک ہے اس نے جواب دیا ہاں میں تیرا بندہ اور غلام ہوں۔ اور بابک کا نام حسن اور اس کے بھائی کا نام عبداللہ تھا، معتصم نے کہا اسے ننگا کر دو، خدام نے اس کی سب زیب و زینت نوچ ڈالی اور اس کا دایاں ہاتھ کاٹ دیا گیا اُسے اس کے مُنہ پہ مارا، یہی کام اس کے بائیں ہاتھ سے کیا گیا اور اس نے اس کی ٹانگوں کے تین حصے کیے وہ چمڑے کی بساط پر اپنے خون میں لوٹ پوٹ ہو رہا تھا اور اس نے اس سے قبل عظیم اموال کا لالچ دینے کے متعلق بہت باتیں کیں مگر معتصم نے اس کی بات کی طرف کوئی توجہ نہ دی اور اس کے بقیہ پہنچوں کو اس کے منہ پر مارنے لگا معتصم نے جلاد کو حکم دیا کہ وہ دل کے نیچے سے اس کی دو پسلیوں کے درمیان تلوار داخل کرے تاکہ اسے دیر تک عذاب ہو تو اس نے ایسے ہی کیا پھر اس نے اس کی زبان کاٹنے اور اس کے جسم کے ساتھ اس کے ہاتھ پاؤں کو صلیب دینے کا حکم دیا تو اُسے صلیب دی گئی پھر اس کے سر کو بغداد لا کر پُل پر نصب کر دیا گیا، اس کے بعد اُسے خراسان لے جا کر اس کے تمام اضلاع اور شہروں میں گھمایا گیا کیونکہ لوگوں کے دلوں میں اس کی حکومت اور فوج کی بڑی عظمت تھی اور یہ بتانا بھی مقصود تھا کہ اس کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا ہے اور اس کی ملت بھی تبدیل ہو گئی ہے، اس کے بھائی عبداللہ کو سر کے ساتھ بغداد لایا گیا، اس کے ساتھ بغداد کے امیر اسحاق بن ابراہیم نے وہی سلوک کیا جو سامرا میں اس کے بھائی بابک کے ساتھ کیا گیا تھا۔ بابک کے جسم کو سامرا کے دُور دراز علاقے میں ایک لمبی لکڑی پر صلیب دیا گیا اور آج تک وہ جگہ "بابک کی لکڑی" کے نام سے مشہور ہے، اگرچہ اس وقت سامرا کے باشندے وہاں سے چلے گئے ہیں ہاں بعض مقامات پر کچھ تھوڑے سے لوگ آباد ہیں، جب بابک اور اس کا بھائی قتل ہو گئے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے تو خطباء نے معتصم کی مجلس میں کھڑے ہو کر تقاریر کیں اور شعراء نے

قصید سے لکھے اس روز جن لوگوں نے کھڑے ہو کر تقاریر کیں ان میں ابراہیم بن مہدی نے تقریر کی بجائے اشعار کہے جو یہ ہیں ؎

"اے اللہ کے امین! خدا تعالیٰ کا بہت شکر ہے، فتح اس طرح کی ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ کا مددگار ہے اور دشمنوں کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے تجھے مددگار ملے اور تجھے مبارک ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے یہ عظیم الشان فتح دی ہے جس کی نظیر لوگوں نے کبھی نہیں دیکھی اور اللہ تعالیٰ افشین کو بھی جو خدا کا بندہ ہے بہتر جزا دے اور اس نے بابک سے بڑے سخت دن میں مقابلہ کیا، افشین تیرا وہ غلام ہے جسے تو نے بہادر اور صابر پایا ہے، اس نے تلوار کو خوبصورت رخسار کے خون سے لت پت کر دیا ہے اور ایسی ضرب لگائی ہے جس نے اس کے چہرے کو زمانے میں روشن کر دیا ہے۔"

اور افشین کو سونے کا ایک تاج پہنایا گیا جو جواہرات سے مرصع تھا اور ایک اور تاج بھی تھا جس میں صرف سرخ یاقوت اور سبز زمرد کو سونے کے ساتھ ملایا گیا تھا اور اسے دو ہار بھی پہنائے گئے، معتصم نے حسن بن افشین کی شادی اترجہ بنت اشناس سے کروادی اور اسے اس کے پاس بھجوا دیا گیا، اس کی شادی کی مجلس قائم کی گئی جو حسن و جمال میں اپنا ثانی نہ رکھتی تھی اور اس کے جمال و کمال کی صفت بیان کی جاتی تھی جب شب زفاف آئی تو عوام و خواص خوشی سے پھولے نہ سماتے تھے، معتصم ان دونوں کے حسن و جمال اور ان کی ملاقات کو اشعار میں بیان کرتا ہوا کہتا ہے ؎

"ایک دلہن، دولہا کی طرف گئی ہے، اور ایک رئیس نے دوسرے کے ساتھ نکاح کیا ہے، کاش مجھے معلوم ہوتا کہ لوگوں کے دلوں میں ان دونوں میں سے بڑا کون ہے کیا آراستہ شمشیر براں والا یا دو ہاروں اور شموس ہار والی۔"

زبطری رومیوں کی جنگ

۲۲۳ھ میں روم کا بادشاہ توفیل[۱] اپنی فوج، برجان، برغر، سلادی اور پڑوسی اقوام کے بادشاہوں کے

[۱] ایک نسخہ میں نوفل ہے۔

ساتھ مارچ کرتا ہوا خزری سرحد کے پاس زبطرہ شہر میں آ اُترا اور اُسے بزورِ شمشیر فتح کر کے چھوٹوں بڑوں کو قتل اور قید کیا اور بلاد ملطیہ پر غارت گری کی جس کی وجہ سے لوگ دہائی دینے لگے اور گھروں اور مسجدوں میں دُعائیں مانگنے لگے تو ابراہیم بن مہدی معتصم کے پاس گیا اور کھڑے کھڑے اُسے ایک طویل قصیدہ سُنایا جس میں مصیبت کا اظہار کیا گیا تھا اور اُسے بدلہ لینے اور جہاد کرنے پر آمادہ کیا گیا تھا وہ کہتا ہے ؎

"میں نے اللہ کی پناہ! جس غارت گری کو دیکھا ہے اس سے عورتوں کی بہت ہتک ہوئی ہے حالانکہ ان میں سے کوئی بھی ان افعال کی مرتکب ہونے والی نہیں انہیں مردوں کے جرم میں قتل کیا گیا ہے ان کے بچوں کا کیا حال ہوا ہے کہ انہیں قتل کر کے لُوٹ لیا گیا ہے۔"

ابراہیم بن مہدی پہلا شاعر ہے جس نے اپنے اشعار میں "یا غارۃ اللہ" کا لفظ استعمال کیا ہے معتصم فوری طور پر صُوف کا سفید جبہ اور غازیوں کا عمامہ پہنے باہر نکلا اور اس نے ۲ر جمادی الاوّل ۲۲۳ھ کو سوموار کے روز دجلہ کی غربی جانب پڑاؤ ڈال دیا اور پُل پر جھنڈے نصب کر دیے، شہروں میں عام لام بندی کرنے اور امیر المومنین کے ساتھ چلنے کا اعلان کر دیا تو فوج اور اسلامی رضا کار اس کے پاس آ گئے اور اس نے اپنے ہراول پر اشناس ترکی کو سالار مقرر کیا اس کے پیچھے محمد بن ابراہیم کو مقرر کیا اپنے میمنہ پر ایتاخ ترکی اور میسرہ پر جعفر بن دینار خیاط کو مقرر کیا اور اپنے ساقہ پر بغاء الکبیر کو، اور اس کے پیچھے دینار بن عبداللہ کو، اور قلب پر عجیف کو مقرر کیا، معتصم شامی سرحدوں سے چل کر درب السلامہ میں داخل ہو گیا، افشین، درب الحدث سے داخل ہوا اور عام لوگ دیگر راستوں سے داخل ہوئے اور لوگوں کی اس قدر کثرت تھی کہ ان کا شمار نہیں ہو سکتا تھا ان کی تعداد کو زیادہ بیان کرنے والے کہتے ہیں کہ وہ پانچ لاکھ آدمی تھے اور کم تعداد بیان کرنے والے کہتے ہیں کہ دو لاکھ تھے شاہِ روم کے ساتھ افشین کی مڈبھیڑ ہوئی اور اس نے اُسے شکست دی اس کے اکثر جرنیلوں اور ساتھیوں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ اور ایک نصرانی آدمی نے جسے نصیر کہتے تھے اس کی حمایت کی جب شاہ روم پیٹھ پھیر کر بھاگا تو افشین نے اس روز اُسے گرفتار کرنے میں سُستی کی اور کہنے لگا وہ بادشاہ ہے اور بادشاہ ایک دُوسرے پر رحم کرتے ہیں معتصم نے بہت سے قلعوں کو فتح کیا اور عموریہ شہر میں جا اُترا اور اللہ تعالیٰ نے اُسے اس شہر پر فتح عطا فرمائی اور بطریق

لاوی نے شہر اس کے سپرد کر دیا بڑے جرنیل باطس کو گرفتار کر لیا گیا اور اس نے ان کے تیس ہزار آدمیوں کو قتل کر دیا معتصم نے وہاں پہ چار دن عمارات کو گراتے اور آگ لگاتے ہوئے قیام کیا اور قسطنطنیہ کی طرف جانے اور اس کی خلیج پر پڑاؤ ڈالنے اور بر و بحر سے اُسے فتح کرنے کی تدبیر کا ارادہ کیا مگر اُسے عباس بن مامون کے متعلق ایسی اطلاع ملی جس نے اُسے اس ارادے پہ قائم نہ رہنے دیا وہ اطلاع یہ تھی کہ کچھ لوگوں نے اس کی بیعت کر لی ہے اور اس نے رومی بادشاہوں سے خط و کتابت کی ہے لہٰذا معتصم نے فوراً واپس آ کر عباس اور اس کے پیروکاروں کو گرفتار کر لیا۔

طبرستان کے حاکم مازیار کا خروج اور وفات

۲۲۵ھ میں مازیار بن قارن بن بنداد ہرمس، حاکم جبال طبرستان کو سامرا لایا گیا، یہ مامون کا پسندیدہ آدمی تھا، اس نے معتصم کے زمانے میں سرکشی اختیار کر لی اور اس کی فوج بہت زیادہ ہو گئی، معتصم نے اُسے اپنے ہاں حاضر ہونے کا لکھا تو اس نے حاضر ہونے سے انکار کر دیا پھر معتصم نے عبداللہ بن طاہر کو اس کے ساتھ جنگ کرنے کو لکھا تو اس نے نیشاپور سے اپنے چچا حسن بن حسین بن مصعب کو اس کی طرف بھیجا وہ مازیار کے ساتھ بہت سی جنگوں کے بعد بلادِ طبرستان کے شہر ساریہ میں جا اُترا اور حسن بن حسین کو اس کے جاسوسوں نے اطلاع دی کہ محمد بن قارن ـ مازیار، سوار ہو کر تھوڑے سے لوگوں کے ساتھ شکار کو جا رہا ہے تو حسن نے فوراً اُسے جا لیا اور اس کے ساتھ جنگ کر کے اُسے قید کر لیا پھر اُسے سامرا بھجوا دیا اور اس نے افشین کے متعلق بتایا کہ اس نے اُسے ان کے ثنوی و مجوسی مذاہب کے متفقہ مذہب کے خلاف خروج پہ اُکسایا ہے، مازیار کے سامرا پہنچنے سے ایک روز قبل، افشین کو گرفتار کر لیا گیا اور اس کے کاتب سابور کو اس پہ مقرر کر دیا گیا، مازیار کو کوڑے سے اس قدر مارا گیا کہ مر گیا، اور اس کی تشہیر کے بعد اُسے بابک کے پہلو میں صلیب دیا گیا، مازیار نے معتصم کو لالچ دیا کہ اگر وہ احسان کر کے اُسے زندہ چھوڑ دے تو وہ اُسے بہت سے اموال لا کر دے گا مگر اس نے اس بات کے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور بطور مثال یہ شعر پڑھا کہ ؎

"جنگ کے روز، بن کے شیروں کا مقصد کپڑوں کو حاصل کرنا نہیں ہوتا
بلکہ جس کے کپڑے چھینے جاتے ہیں اس کو قابو کرنا ہوتا ہے۔"

مازیار کی لکڑی، بابک کی لکڑی کی طرف مائل ہوگئی اور ان کے جسم قریب آگئے اسی جگہ عموریہ کے جرنیل باطس کو بھی صلیب دی گئی اور اس کی لکڑی بھی ان دونوں کی طرف جُھک گئی تھی اس بارے میں ابو تمام حبیب بن اوس کہتا ہے ؎

"جب بابک، مازیار کا پڑوسی بنا تو اندر دنے کو اس کی تکلیف سے شفا ملی، وہ آسمان کے وسط میں اس کا دُوسرا ساتھی ہے لیکن جب وہ دو آدمی غار میں تھے تو ان کا کوئی دُوسرا نہ تھا اور وہ دونوں اس طرح جُھکے ہوئے تھے تاکہ وہ باطس سے کوئی خبر چھپا سکیں۔"

جب مازیار نے بتایا کہ افشین اور اس کے درمیان سازباز ہوئی ہے تو اس کے بعد افشین قید خانے ہی میں مرگیا اُسے قید خانے سے مُردہ حالت میں نکال کر باب عامہ پر صلیب دیا گیا اور بُتوں کو لایا گیا جس کے متعلق لوگوں نے خیال کیا کہ یہ اُسے بھجوائے گئے تھے پس وہ بُت اُس پر پھینک کر انہیں آگ لگا دی گئی اور ان سب کا خاتمہ کر دیا گیا۔

ابودلف عجلی کی وفات

۲۲۶ھ میں ابودلف قاسم بن عیسیٰ عجلی جو اپنے قبیلے اور دیگر ربیعہ قبائل کا سردار تھا فوت ہوگیا، وہ بہت اچھا شاعر، شجاع اور گلوکار تھا، وہ کہتا ہے ؎

"ایک روز تو مجھے لمبی ٹانگوں والے گھوڑے پر دیکھے گا مجھے ٹھوس پہاڑ ڈراتے ہوں گے اور کھیل کے روز میں جام کو حرکت دیتا ہوں اور میرے کانوں کے پیچھے چنبیلی کی چھڑی ہوتی ہے۔"

کہتے ہیں کہ ابودلف نے ایک شہسوار کو نیزہ مارا تو وہ نیزہ اس سوار سے گزر کر ایک دوسرے سوار کو جا لگا جو اس کے پیچھے کھڑا تھا اور اس نے ان دونوں کو قتل کر دیا اس بارے میں بکر بن نطاح کہتا ہے ؎

"لوگ کہتے ہیں کہ وہ جنگ کے روز دو شہسواروں کو ایک ہی نیزے میں پرو دیتا ہے اور ہم اس کو درماندہ نہیں دیکھتے پس اگر اس کے نیزے کی لمبائی ایک میل ہوتی تو یہ تعجب کی بات نہیں کہ وہ ایک میل تک شہسواروں کو نیزے میں پرو دیتا۔"

عیسیٰ بن ابی دلف بیان کرتا ہے کہ اس کا بھائی دُلف ——— اور اسی سے اس کا باپ ابو دُلف

کنیت کرتا تھا ــــ حضرت علی بن ابی طالب کی تنقیص کرتا تھا اور ان کی اور ان کے پیروکاروں کی شان میں گستاخی کرتا تھا اور ان کی طرف جہل کو منسوب کرتا تھا، ایک روز اس نے اپنے باپ کی مجلس میں جب کہ اس کا باپ وہاں پر موجود نہ تھا، کہا کہ ان کا خیال ہے کہ حضرت علی کی تنقیص کرنے والا ہدایت پر نہیں ہوتا اور تم لوگ امیر کی غیرت سے واقف ہو، یعنی اس کے باپ کی غیرت سے۔ وہ اپنی کسی بیوی پر طعن برداشت نہیں کر سکتا اور میں حضرت علیؓ سے بغض رکھتا ہوں، راوی بیان کرتا ہے کہ اتنے میں ابودلف باہر آیا جب ہم نے اُسے دیکھا تو ہم اس کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے اور وہ کہنے لگا کہ ابودلف نے جو بات کی ہے میں نے سُن لی ہے۔ حدیث کی تکذیب نہیں کی جا سکتی اور اس مفہوم میں وارد ہونے والی خبر میں اختلاف نہیں کیا جا سکتا۔ خدا کی قسم وہ زنا اور حیض کی پیداوار ہے، یہ بات یوں ہے کہ میں بیمار تھا میری بہن نے میرے پاس اپنی ایک لونڈی بھیجی میں اُسے بہت پسند کرتا تھا میں بے اختیار ہو کر اس سے جماع کر بیٹھا وہ حائضہ تھی پس اُسے حمل ہو گیا اور جب اس کا حمل نمایاں ہو گیا تو میری بہن نے اُسے مجھے بخش دیا۔

ابودلف کی عداوت اور اس کا بیٹا

دلف کو اپنے باپ سے اس قدر عداوت تھی کہ اس نے اس کی وفات کے بعد اس کی بُرائی کی، کیونکہ وہ تشیع اور حضرت علیؓ کی جانب بہت میلان رکھتا تھا، محمد بن علی قہوستانی بیان کرتا ہے کہ ہمیں دلف بن ابی دلف نے بتایا کہ میں نے اپنے باپ کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا کہ ایک آدمی نے میرے پاس آ کر مجھے کہا کہ امیر کو جواب دو میں اُٹھ کر اس کے ساتھ چل پڑا تو وہ مجھے ایک ویران اور وحشت ناک مکان میں لے گیا اور مجھے ایک سیڑھی پر چڑھا دیا پھر اس نے مجھے ایک کمرے میں داخل کیا جس کی دیواروں میں آگ کے نشانات اور اس کی زمین میں راکھ کے آثار تھے، کیا دیکھتا ہوں کہ وہ برہنہ ہیں اور اپنے سر کو دونوں گھٹنوں کے درمیان رکھے ہوئے ہیں اُنہوں نے مجھ سے سوالیہ انداز میں پوچھا، دُلف ہے؟ میں نے کہا دُلف ہوں تو وہ کہنے لگے ؎

"اگر ہم مرجانے کے بعد چھوڑ دیے جاتے تو موت ہر زندہ کی راحت ہوتی لیکن جب ہم مر جائیں گے تو ہم اُٹھائے جائیں گے اور اس کے بعد ہم سے ہر چیز کے متعلق پوچھا جائے گا۔"

پھر اس نے کہا کیا تم سمجھے ہو؟ میں نے کہا ہاں، اور پھر میں بیدار ہو گیا۔

علماء کی ایک جماعت کی وفات

معتصم کی خلافت میں ۲۲۴ھ میں مؤرخین اور جلیل القدر محدثین کی ایک جماعت نے وفات پائی جن میں عمرو بن مرزوق باہلی بصری ابو النعمان حازم بن محمد بن فضل سدوسی، ابو ایوب سلیمان بن حرب واشجی بصری جو ازد قبیلے سے تھے، سعید بن حکم بن ابی مریم بصری، احمد بن عبداللہ الغدانی، سلیمان شاذکونی اور علی مدنی شامل ہیں ۲۲۷ھ میں بغداد میں بشر حافی نے وفات پائی آپ بلادِ مرو کے رہنے والے تھے، ابو الولید ہشام بن عبدالملک طیالسی نے بصرہ میں ۹۲ سال کی عمر میں وفات پائی اور عبداللہ بن عبدالوہاب الحجبی اور ابراہیم بن بشار رمادی نے وفات پائی بعض کہتے ہیں کہ اسی سال محمد بن کثیر عبدی کی بھی وفات ہوئی مگر صحیح بات یہ ہے کہ ان کی وفات ۲۲۳ھ میں ہوئی تھی۔

معتصم کی وفات

مسعودی بیان کرتا ہے کہ معتصم کی وفات ۲۲۷ھ میں دجلہ کے کنارے اس کے محل خاقانی میں ۱۲ ربیع الاول کو جمعرات کے روز ہوئی، بعض کہتے ہیں کہ جمعرات کی رات کو ہوئی اس وقت اس کی عمر ۴۸ سال تھی بعض کے بقول ۴۶ سال تھی جیسا کہ ہم اس باب کے آغاز میں بیان کر چکے ہیں اس کی پیدائش خلد بغداد میں ۱۸۰ھ کے آٹھویں مہینے میں ہوئی تھی، وہ آٹھواں خلیفہ اولادِ عباس میں سے آٹھواں لڑکا تھا اور آٹھ لڑکے اور آٹھ لڑکیاں چھوڑ کر فوت ہوا۔ اور معتصم کے حالات نہایت شاندار ہیں اس کی حکومت میں عموریہ کی فتح اور خلافت سے قبل شام و مصر کی سفارت میں اس کی جنگیں اور خلافت کے حاصل ہونے کے بعد جو کچھ اس نے کہا، یہ واقعات بہت اچھے ہیں، قاضی احمد بن ابی داؤد اور یعقوب بن اسحاق کندی نے اس کی سیرت کی خوبی اور راست روی "سبیل الفضائل" میں لکھا ہے ہم نے ان سب باتوں کو اخبار الزمان اور کتاب الاوسط میں بیان کیا ہے اور ہم نے اس کتاب میں جو جھلک پیش کی ہے وہ صرف پہلے لکھی گئی باتوں کے پڑھنے پر آمادہ کرنے کے لیے لکھی ہے۔

واثق باللہ کی خلافت کا بیان

مختصر حالات ہارون بن محمد بن ہارون واثق باللہ کی بیعت معتصم کی وفات کے روز ۱۲ ار ربیع الاول ۲۲۷ھ کو جمعرات کے روز ہوئی، اس کی کنیت ابوجعفر تھی، اس کی ماں اُم ولد رومیہ تھی جس کا نام قراطیس تھا، اس کی بیعت ۳۱ سال نو ماہ کی عمر میں ہوئی اور اس کی خلافت ۵ سال ۹ ماہ ۱۳ دن رہی، بعض کہتے ہیں کہ اس کی وفات ۲۴ ذوالحجہ ۲۳۲ھ کو بدھ کے روز ۳۴ سال کی عمر میں ہوئی، اس کا وزیر محمد بن عبدالملک تھا جیسا کہ ہم اس کتاب میں معتصم کی حکومت میں بیان کر چکے ہیں کہ ان کی عمروں اور حکومتوں کی مدت میں تواریخ کے اختلاف کی وجہ سے کمی بیشی پائی جاتی ہے۔

اس کے حالات و واقعات اور اس کے دور کی ایک جھلک

واثق کی صفات واثق بڑا کھانے پینے والا، بہت نیکی کرنے والا اپنے اہل پر مہربان اور رعیت کے حالات کی خبر رکھنے والا تھا اور اس نے عادلانہ بات کہنے میں اپنے باپ اور چچا کا طریق اختیار کیا۔

دو آدمیوں کا اس پر اثر انداز ہونا احمد بن ابی داؤد اور محمد بن عبدالملک الزیات اس پر بہت اثر انداز ہو گئے، وہ ان کی رائے کے بغیر کوئی حکم نہ دیتا اور نہ ان کی رائے پر ناراضگی کا اظہار کرتا تھا اور اس نے حکومت کے کام انہی دونوں کے سپرد کر دیے تھے۔

ایک بدو کا واثق اور اس کے مددگاروں کی تعریف کرنا

ابو تمام حبیب بن اوس طائی جاسمی۔

(جاسم، دمشق کے مضافات میں اُردن اور دمشق کے درمیان ایک بستی کا نام ہے جو جولان کے نام سے مشہور ہے اور جاسم، جابیہ اور بلادِ نوی سے چند میل کے فاصلے پر ایوب علیہ السلام کی چراگاہوں میں سے ایک چراگاہ ہے) بیان کرتا ہے کہ میں واثق کی خلافت کے آغاز میں سرمن رائی کی طرف گیا جب میں اس کے قریب گیا تو مجھے ایک بدو ملا، میں نے اس سے فوج کی خبر معلوم کرنی چاہی تو میں نے اُسے کہا اے بدو تو کس قبیلے سے ہے اس نے کہا بنی عامر سے میں نے کہا امیر المومنین کے متعلق تیرا کیا خیال ہے اس نے جواب دیا اس نے اللہ پر بھروسہ کیا ہے اور وہ اُسے کافی ہو گیا ہے اس نے نافرمانوں کو غمگین کیا ہے، دشمنوں کو تباہ کر دیا ہے، رعیت میں عدل و انصاف کیا ہے اور ہر گنہ گار سے رُوگردانی اختیار کی ہے میں نے پوچھا تو احمد بن داؤد کے متعلق کیا کہتا ہے، کہنے لگا، وہ ایک ایسا پھیلا ہوا پہاڑ ہے جس کا قصد نہیں کیا جا سکتا اور ایسا پہاڑ ہے جسے اکٹھا نہیں کیا جا سکتا اس کے لیے چھریاں تیز کی جاتی ہیں اور جال نصب کیے جلتے ہیں حتیٰ کہ اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ ہلاک ہو گیا ہے تو وہ بھیڑیے کی طرح چھلانگ لگاتا اور گوہ کی طرح دھوکا دیتا ہے، میں نے کہا تو محمد بن عبد الملک الزیات کے بارے میں کیا کہتا ہے، کہنے لگا نزدیکی آدمی پر اس کا شر وسیع ہے اور دُور رہنے والے تک اس کا ضرر پہنچ گیا ہے وہ ہر روز کسی کو قتل کرتا ہے مگر اس میں کچلی یا پنجے کا نشان نہیں ہوتا میں نے کہا عمرو بن فرج کے متعلق تو کیا کہتا ہے، کہنے لگا وہ فربہ اندام اور حریص ہے، خون کو شیریں سمجھتا ہے لوگ جنگ کے لیے اُسے ڈھال بناتے ہیں، میں نے کہا فضل بن ربیع بن مروان کے متعلق تو کیا کہتا ہے؟ کہنے لگا وہ ایسا آدمی ہے جسے قبر میں ڈالنے کے بعد نکال لیا گیا ہے وہ زندوں میں شمار نہیں ہوتا، اس پر مُردوں کی سی اُونگھ رہتی ہے، میں نے کہا ابو الوزیر کے متعلق تو کیا کہتا ہے؟ کہنے لگا تو اُسے زندیقوں کا مینڈھا خیال کرتا ہے، کیا تو اُسے دیکھتا نہیں کہ جب خلیفہ اُسے گمنام کر دیتا ہے تو وہ موٹا اور فربہ ہو جاتا ہے اور جب اُسے ہلاتا ہے تو وہ بارش برساتا ہے اور سرسبز و شاداب ہو جاتا ہے، میں نے کہا تو احمد بن خصیب کے متعلق کیا کہتا ہے، کہنے لگا، یہ حریص کی طرح کھاتا ہے اور بدہضمی والے کی طرح بیٹ کرتا ہے

میں نے کہا تو اس کے بھائی ابراہیم کے متعلق کیا کہتا ہے، کہنے لگا وہ مُردہ ہے میں انہیں کچھ پتہ نہیں کہ انہیں کب اُٹھایا جائے گا، میں نے کہا تو احمد بن ابراہیم کے متعلق کیا کہتا ہے، کہنے لگا، اس کے کیا کہنے وہ بڑا کام کرنے والا اور صابر ہے، اس نے صبر کو اُوپر کا کپڑا اور سخاوت کو اندر کا کپڑا بنایا ہوا ہے میں نے کہا تو معلی بن ایوب کے متعلق کیا کہتا ہے کہنے لگا وہ بھلا آدمی ہے سلطان کا خیر خواہ اور پاک زبان ہے وہ لوگوں سے محفوظ ہے اور لوگ اس سے محفوظ ہیں میں نے کہا تو ابراہیم بن رباح کے متعلق کیا کہتا ہے، کہنے لگا وہ ایسا آدمی ہے جس کی سخاوت نے اُسے مضبوط کیا ہے اور جس کے فضل نے اُسے چھوڑ دیا ہے، اس کی دُعا اور اس کا رب اُسے بے یار و مددگار نہیں چھوڑتے، اور اس کے اُوپر ایک خلیفہ ہے جو اس پر ظلم نہیں کرتا، میں نے کہا تو اس کے بیٹے حسن کے متعلق کیا کہتا ہے، کہنے لگا وہ سبز لکڑی ہے جو سخاوت کی جگہ میں آگئی ہے جب وہ لہلہانے لگی ہے تو انہوں نے اُسے کاٹ دیا ہے میں نے کہا تو نجاح بن سلمہ کے بارے میں کیا کہتا ہے کہنے لگا، اس کے کیا کہنے، وہ بہت بدلہ لینے والا ہے جو آگ کے شعلہ کی طرح بھڑک اُٹھتا ہے اس کی خلیفہ کے ساتھ ایک نشست ہوتی ہے جو آسودگی کو دُور کرتی اور انتقام کو لاتی ہے میں نے کہا اے بدو! تیرا گھر کہاں ہے تاکہ میں تیرے پاس آؤں، کہنے لگا اللہ بخشے میرا کوئی گھر نہیں، میں دن کی چادر اور رات کا لحاف بناتا ہوں اور جہاں مجھے نیند آجاتی ہے، سو جاتا ہوں، میں نے کہا تو جیبوں سے کیسے راضی ہوتا ہے؟ کہنے لگا میں ان سے سوال کر کے اپنے چہرے پر دھبہ نہیں لگانا چاہتا اگر وہ مجھے عطا کریں تو میں ان کی تعریف نہیں کرتا اور اگر نہ دیں تو مذمت نہیں کرتا میں اس طائی غلام کے اس شعر کا مصداق ہوں ؎

"بہترین قول وہ ہے جو سب سے سچا ہے اور میں یہ پروا نہیں کرتا کہ تو نے میرے چہرے کی آب کو بچایا ہے یا میرے خون کو۔"

میں نے کہا اس شعر کا کہنے والا تو میں ہوں۔ اس نے کہا تو طائی ہے میں نے کہا ہاں، کہنے لگا تیرے باپ کے کیا کہنے، تو نے یہ شعر کہا ہے ؎

"تیرے ہاتھ کی سخاوت، خواہ تیرا ہاتھ سخاوت کرے یا بخل کرے میرے چہرے کی آب کا بدل نہیں ہو سکتی اگرچہ میں نے اس پر دھبے لگا دیے ہیں۔"

میں نے کہا ہاں، کہنے لگا تو اپنے دَور کا سب سے بڑا شاعر ہے، اور ایک دوسری روایت میں ہے جو کتاب میں نہیں آئی کہ میں نے اُسے کہا کہ مجھے اپنے کچھ اشعار سناؤ تو اس نے

مجھے یہ شعر سُنائے ؎

"رات کی تاریکی چھا گئی تھی ہر راستے پر رات نے ہاتھ پھیلائے ہوئے تھے اور ہم ایک قمیص میں لپٹے ہوئے تھے، قمیص جو کچھ اپنے اندر لیے ہوئے تھی اس کے کیا کہنے، اے کل کے دن اگر تو میرا محسن ہے تو میری رات کے قریب نہ آنا اور اے وصل کی رات اسی طرح تو بھی ختم نہ ہونا جیسے ہجر کی رات ختم نہیں ہوتی۔"

میں نے کہا تیرے باپ کے کیا کہنے، اور میں اُسے اپنے ساتھ واپس لے گیا یہاں تک کہ میں ابن ابی داؤد سے ملا اور میں نے اس کا واقعہ اُسے سُنایا تو اس نے اُسے واثق تک پہنچا دیا اس نے اُسے ایک ہزار دینار دینے کا حکم دیا اس نے دیگر کاتبوں اور ارباب حکومت سے بھی اتنی رقم لی کہ جس نے اُسے اور اس کے بعد اس کی اولاد کو بھی آسودہ حال کر دیا۔

اس واقعہ کا منبع ابو تمام ہے اگر وہ اس بات کے بیان کرنے میں سچا ہے تو اس نے بدو کی بہت اچھی تعریف کی ہے مگر میں اُسے سچا نہیں سمجھتا اور اگر اس کو ابو تمام نے گھڑ کر اس بدو کی طرف منسوب کر دیا ہے تو اس نے اس کی ترتیب میں کوتاہی کی ہے اگرچہ اس کا مقام اس سے بہت بڑا ہے۔

ابو تمام طائی

ابو تمام کی وفات موصل میں ۲۲۸ھ میں ہوئی وہ اپنے بعض احوال میں بڑا بے حیا تھا بعض اوقات یہ بے حیائی اُسے موجبات فرض کے ترک کرنے پر آمادہ کر دیتی تھی اور یہ کام وہ بے حیائی کے طور پر کرتا تھا نہ کہ اعتقادی طور پر۔

محمد بن یزید مبرد، حسن بن رجا سے بیان کرتا ہے کہ میں ایران میں تھا کہ ابو تمام میرے پاس آیا ——— اور اس نے میرے ہاں طویل قیام کیا میرے پاس بلا وجہ شکایت کی گئی کہ وہ نماز نہیں پڑھتا تو میں نے ایک آدمی کو مقرر کر دیا جو نمازوں کے اوقات میں اس کی نگرانی کرتا تھا پس اس کے بارے میں جو شکایت کی گئی تھی درست ثابت ہوئی، میں نے اُسے اس فعل پر عتاب کیا تو اس نے جواب میں کہا، کیا تو نے مجھے بغداد سے اپنے پاس آنے کے لیے بڑا چُست اور ان راستوں کی مشقتوں کو برداشت کرنے والا اور ان رکعات میں سُستی کرنے والا پایا ہے جن کا کوئی بوجھ ہی مجھ پر نہیں ہے، کاش میں جانتا ہوتا کہ ان کے پڑھنے والے کو ثواب اور ان کے چھوڑنے والے کو عذاب ہوتا ہے وہ کہتا ہے خدا کی قسم میں نے اس کے قتل کا ارادہ کر لیا پھر مجھے خوف دامن گیر ہوا کہ کچھ اور بات

ہی نہ بن جائے اور وہ کہتا ہے ؎

"بندوں کا حق سب سے بڑا حق یہ ہے کہ آدمی اس کے قرض کی ادائیگی کرے جو خدا تعالیٰ کا قرض دار ہے ؎

"بندوں کا سب سے بڑا حق یہ ہے کہ آدمی اس کے قرض کی ادائیگی کرے جو خدا تعالیٰ کا قرض دار ہے۔"

یہ قول اس فعل کے خلاف ہے لوگ ابو تمام کے بارے میں دو مختلف نظریات رکھتے ہیں ایک تو متعصب ہیں جو اس کو اس کے حق سے بھی زیادہ دیتے ہیں اور اس کی تعریف میں حد سے بڑھ جاتے ہیں ان کے خیال میں اس کے اشعار ہر شعر سے بالا ہیں، دوسرے اس سے عناد رکھنے والے ہیں، وہ اس کی نیکیوں اور اچھے کاموں کو بھی نہیں مانتے اور اس کے عمدہ معانی کو بھی جن میں وہ منفرد اور سبقت کرنے والا ہے، بُرا سمجھتے ہیں۔

عبداللہ بن حسن بن سعد بیان کرتا ہے کہ مبرد کہتا ہے میں قاضی ابو اسحاق اسماعیل بن اسحٰق کی مجلس میں تھا اور ایک جماعت بھی وہاں حاضر تھی جن کا اس نے نام لیا، ان میں وہ حارثی بھی تھا جس کے متعلق علی بن جہم شامی کہتا ہے ؎

"حارثی اور دُمدار ستارہ صرف مصیبت کے لیے ہی نمودار ہوتے ہیں۔"

یہ شعر چل نکلا اگرچہ گفتگو ابو تمام اور اس کے شعر کے متعلق ہو رہی تھی، حارثی نے ابو تمام کو شعر سُنائے جن میں بہت اچھے پیرائے میں عتاب کیا گیا تھا مبرد نے قاضی کی وجہ سے شرم محسوس کی کہ حارثی شعر کو دُہرائے یا وہ انہیں اس سے لکھے، ابن سعد کہتا ہے کہ میں نے مبرد کو بتایا کہ مجھے وہ شعر یاد ہیں میں نے اُسے شعر سُنائے تو اس نے ان کی تحسین کی اور مجھ سے کئی بار کہلوایا یہاں تک کہ وہ اُسے یاد ہو گئے اور وہ یہ ہیں ؎

"اے عبداللہ میں تجھ پر قربان جاؤں، میرے پاس اس کے دُور کے رشتہ داروں کی اولاد ہے اور اس کے پاس سفید رُو جوانوں کی ایک جماعت ہے جنہوں نے دوستی اور محبت کا حق ادا کر دیا ہے میں نے انہیں تیرے خلاف آواز دی اور میں ان لوگوں میں سے ایک ہوں جو اُسے سخت مصائب میں پکارتا ہوں۔"

راوی بیان کرتا ہے کہ میں نے اس سے پوچھا کہ ابو تمام اور بحتری میں سے کون

اچھا شاعر ہے ؟ تو وہ کہنے لگا ابو تمام کے استخراجات لطیف اور معانی عمدہ ہیں اور اس کا اچھا شعر بحتری کے شعر سے اور متقدم محدثین کے شعر سے بہت اچھا ہوتا ہے، بحتری کا شعر ابو تمام کے شعر سے اچھا سیدھا ہوتا ہے کیونکہ بحتری سب قصیدے ہی کہتا ہے جو کسی معترض کے اعتراض اور عیب لگانے والے کے عیب سے خالی ہوتے ہیں ؛ ابو تمام نادر شعر کے بعد ہلکا شعر کہتا ہے اور اس کی مثال سمندر کے اس غوطہ زن کی طرح ہے جو موتی اور ردی چیز نکالتا ہے اور انہیں ایک ہی ہار میں پرو دیتا ہے وہ اور بہت سے دوسرے شعراء بخل سے اشعار لاتے ہیں اگر وہ اپنے اشعار کی کثیر تعداد کو ساقط کر دے تو وہ اپنے برابر کے شعراء سے بڑا شاعر ہو جائے مجھے اس قول نے اس بات پر آمادہ کیا کہ میں اُسے ابو تمام کے شعر سناؤں اور اس کے غلط اور قابل مذمت اشعار کو ساقط کر دوں اور اس کے اچھے اشعار کو الگ کر دوں، میں نے عوام اور بہت سے خواص کی زبان پر اس کے ایک سو پچاس اشعار پائے اور میں کسی جاہل اور اسلامی کو شاعر نہیں جانتا جس کے اس قدر اشعار کو بطور مثال بیان کیا جاتا ہو پھر مبرد کہنے لگا اور بحتری پر یہ شعر ختم ہے اور اس نے مجھے اس کے دو شعر سنائے اور مبرد نے خیال کیا کہ اگر انہیں زبیر کے اشعار کے ساتھ شامل کر دیا جائے تو یہ جائز ہوگا اور وہ دو شعر یہ ہیں ؎

" اور احمق خواہ زیادتی ہی کرے اس کی حماقت تیرے بارے میں حلیم آدمی کے حلم سے زیادہ مفید نہیں اور جب تو کسی سخی کو غصہ دلائے گا تو تیری طرف کمینوں کے لیے بعض فعل سبقت کریں گے ۔"

راوی بیان کرتا ہے کہ ہم نے اس مجلس میں بحتری کے جو اشعار بیان کیے ان میں یہ شعر بھی تھے جنہیں محمد بن یزید نے اپنے ہم پایہ لوگوں کے سامنے پیش کیا یہ شعر اس نے صاعد بن مخلد کے دو بیٹوں کے متعلق کہے ہیں ؎

" اور جب تو صاعد کے دونوں بیٹوں کے نشانات کو دیکھے گا تو وہ تجھے مخلد کے دونوں بیٹوں تک پہنچا دیں گے، وہ فرقدین کی طرح ہیں جب دیکھنے والا انہیں غور سے دیکھتا ہے تو کسی فرقد کی جگہ دوسرے فرقد سے بلند نہیں ہوتی ۔"

اور وہ کہتا ہے ؎

"میری جانب سے خلیفہ کا کون شکر یہ ادا کرے گا جس نے میرے ساتھ نیکی اور احسان کیا ہے یہاں تک کہ میں اس کی مہربانی سے، مہربانی کرنے والا بن گیا ہوں اور جہاں سے اس نے مجھے سخاوت کا طریق دکھایا ہے میں نے اُسے وہاں سے ہی دیکھا ہے، اس کے ہاتھوں نے مجھے غنی کر دیا ہے اور اس کی سخاوت نے میرے بخل کو بھگا دیا ہے، جیسے اس نے مجھے غنی کیا ہے ویسے ہی فقیر بھی کر دیا ہے اور میں نے اس سے بھی جلدی، خلق جمیل پر بھروسہ کیا ہے اور اس نے جو کچھ مجھے عطا کیا ہے میں نے اُسے عطا کر دیا ہے۔"

اور وہ کہتا ہے ؎

"جب محبوباؤں سے میری ملاقات ہوئی تو میں نے چاہا کہ میری مانگ میں بڑھاپے کی سفیدی کی بجائے تلوار کی سفیدی ہوتی۔"

اور وہ کہتا ہے ؎

"میں بطور تواضع قریب ہوا اور شان کے لحاظ سے بلند ہوا، اور سورج کی طرح پستی اور بلندی دونوں تیری شانیں ہیں کہ نہ بلندی میں اس کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے نہ اس کی روشنی اور شعاع قریب ہوتی ہے۔"

فتح بن خاقان نے جب شیر کا مقابلہ کر کے اُسے مار دیا تو وہ اس کے متعلق کہتا ہے ؎

"اور تو نے تلوار کے ساتھ اس پر حملہ کیا اور تیرے عزم اور ہاتھ میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں ہوئی اور نہ ہی تلوار کی دھار اُچٹی ہے اور جب اُسے تیرے متعلق کوئی اُمید نہ رہی تو وہ رُک گیا اور جب اس نے تجھ سے کوئی جائے فرار نہ پائی تو اس نے پکا ارادہ کر لیا اور جب تو اپنے دائیں ہاتھ اور بلندی کو شیر کے پاس اکٹھا کر لیتا ہے تو تلوار کے لیے مارنے کی جگہ باقی نہیں رہتی۔"

اور وہ کہتا ہے ؎

"اور زمانے کی گردشیں ہمیشہ میرے سودے کو مایوس کرتی رہیں یہاں تک کہ میں نے اپنی جوانی کی بڑھاپے سے شرط لگا دی۔"

وہ المنتصر کے متعلق کہتا ہے ؎

"اور علی عمر کی نسبت، تمہیں زیادہ قریب اور تم پر زیادہ اچھے احسانات کرنے والا ہے، سفید رُو گھوڑوں کو چھوڑ کر، بچھڑوں کی دوڑ کے روز ہر ایک کے لیے اپنی خوبی اور پاؤں کی سفیدی ہے۔"

اور وہ کہتا ہے ؎

"خوبصورت عورتیں مجھ پر بڑھاپے کا عیب لگاتی ہیں اور کون ہے جو میرے بڑھاپے سے فائدہ اٹھائے۔"

اور جب اس کے خاندان کی صلح کا خاتمہ ہو گیا تو وہ کہتا ہے ؎

"اور جب زخم کو خرابی کی صورت میں کس کر باندھ دیا جائے تو طبیب کی کوتاہی واضح ہو جاتی ہے۔"

اور وہ کہتا ہے ؎

"درست نشانے پر لگنے والے تیر کی نسبت تیر انداز پر چھوٹے ہوئے تیر کا بوجھ کم ہوتا ہے۔"

اور وہ کہتا ہے ؎

"اور فتح نے خاقان سے اپنی بخشش کو نہیں روکا بلکہ زمانہ ہی عطا کرتا اور محروم کرتا ہے، وہ ایک برستا بادل ہے جس کی سخاوت مجھ سے چوک گئی ہے اور وہ ایک بھرپور سمندر ہے جس کا فیض مجھ سے آگے بڑھ گیا ہے اور وہ چودھویں کا چاند ہے جس نے مشرق و مغرب کو روشن کر دیا ہے اور میرے پاؤں کی جگہ اس سے تاریک رہی ہے اس کی سخاوت کے مخلوق پر حاوی ہو جانے کے بعد کیا میں اس کی سخاوت کی شکایت کر سکتا ہوں اور بارش کی مذمت، کوئی قابل مذمت شخص ہی کر سکتا ہے۔"

محمد بن ابوالازہر بیان کرتا ہے کہ ابراہیم بن مدبر، علم و ادب اور معرفت میں ایک خاص مقام کا حامل ہونے کے باوجود ابو تمام کے متعلق اچھی رائے نہ رکھتا تھا اور قسم کھاتا تھا کہ اس نے کبھی کسی چیز کی تحسین نہیں کی، میں نے ایک روز اسے کہا تو ان اشعار کے قائل کے متعلق کیا کہتا ہے ؎

"بڑھاپے نے میری کنپٹی میں ایک خط کھینچ دیا جس سے نفس کی طرف ہلاکت

کا ایک راستہ جاتا ہے ملاقات کرنے والا جفا کرتا ہے اور ساتھ رہنے والا ناپسند کرتا ہے اور محبت کرنے والا دشمنی کرتا ہے نئے لباس کو پیوند لگائے جاتے ہیں اور آنکھ میں اس کا منظر خالص سفید ہے لیکن دل میں سیاہ سرخی مائل ہے اور ہم پسندیدگی کے باوجود اس سے اُمید لگائے بیٹھے ہیں اور نوجوان کی ناک تو اس کے چہرے پر ہی ہوتی ہے مگر وہ نکٹا ہوتا ہے۔"

اور وہ کہتا ہے ؎

"پس اگر تو عمرو کو بچانے کے لیے تیر اندازی کرے اور مدت تک اس کے متعلق جھگڑا کرے تو وہ تجھ سے خیانت کرے گا یہاں تک کہ تو اُس میں کوئی روک ٹوک نہ پائے گا، تیری مثال تو اس تلوار کی ہے جو نشانے پر لگ کر اُسے قطع کر دے اور پھر دوہری ہو کر خود ٹوٹ جائے۔"

اور وہ کہتا ہے ؎

"اُسے زمانے کے واپس لوٹنے پر شرف حاصل ہے اور شرف کریم ہی کے مناسب ہوتا ہے۔"

اور وہ کہتا ہے ؎

"اور جب لوگ بلا احسان ایک دُوسرے سے بڑھنا چاہتے ہیں تو تو احسان کر کے آگے بڑھتا ہے۔"

اور وہ کہتا ہے ؎

"وہ مجھے زندگی اور مال دینے والا ہے اور میں تجھے مال دیتا ہوا یا طلب کرتا ہوا ملوں گا اور جب تو چاہے گا میں رسّی بن جاؤں گا اور جب تو چاہے گا کنواں بن جاؤں گا۔"

اور ایک شاعر کے متعلق کہتا ہے ؎

"تو نے انہیں جس حملے کا عادی بنا دیا ہے وہ تیرے اس حملے کے سامنے جُھک جاتے ہیں وہ موت کی طرح آتا ہے اور اس میں کوئی لغزش نہیں ہوتی، چلنا آہستگی کے ساتھ ہوتا ہے اور آواز اشارہ ہوتی ہے اور تیرے انتقام کا خوف ہوتا ہے اور گفتگو خفیہ ہوتی ہے، ہمارے ایام کی اطراف تیرے

ساتھ پیوست ہیں اور تمام راتیں سحر ہوتی ہیں، تیرے سائل، سائلوں کے لیے سخاوت کرتے ہیں اور ملاقاتی تیرے ملاقاتیوں کی طرف آہستگی سے جاتے ہیں۔"

اور وہ کہتا ہے ؎

"جب پست زمین کو تو پسند کرے تو ہم اس کے ٹیلوں کے مشتاق نہیں ہوتے"۔

ابن ابوالازہر بیان کرتا ہے کہ خدا کی قسم میں نے ابن المدبر کو ابوتمام کے خلاف بھڑکایا تو وہ اُسے گالیاں دینے اور اس پر لعنت کرنے لگا تو میں نے کہا جب تو یہ کام کر ہی چکا ہے تو مجھے ابوعمرو بن حسن طوسی ادیب نے بتایا کہ اس کے باپ نے اُسے ہذیل کے اشعار سنانے کے لیے ابن الاعرابی کے پاس بھیجا تھا وہ بیان کرتا ہے کہ ہم رجزیہ اشعار سنانے لگے تو میں نے اُسے ابوتمام کا رجزیہ قصیدہ سنایا مگر اسے اس کی طرف منسوب نہ کیا اور وہ قصیدہ یہ ہے۔

"اور میں نے ملامت گر کو اس کی ملامت کے بارے میں ملامت کی تو اس نے خیال کیا کہ میں اس کی جہالت سے ناآشنا ہوں کوئی کم عقل اس جیسا کم عقل نہیں ہے، تجھے اپنے بھائی کے لیے کون کافی ہوگا میں نے عمدہ لباس پہنا پس مجھے کامیاب ہونے کے لیے چھوڑ دے اور وہ اپنے بڑھاپے اور شرافت میں بادشاہ بن گیا ہے اور اس کے قول و فعل میں بازاری پن ہے اور میں نے اس کی بخشش کی طلب میں اپنی مدح کو خرچ کر دیا، پس اس نے اپنے وصل سے میری اُمید کی رسی کاٹ دی، اس کے بعد اس نے اپنی ٹال مٹول سے مجھے اپنا غلام بنا لیا پھر وہ اپنی جہالت کا عذر کرتے ہوئے چلا گیا، وہ جہالت میں بہت تیز چلنے والا ہے۔ وہ مجھے اپنی سنجیدگی اور مذاق میں دیکھتا ہے، اور اس کے بخل پر جو تعجب کرتا ہوں وہ اس سے متعجب ہوتا ہے، قیدی نے اپنی بیڑی کے حلقوں کو دیکھا گویا میں اس کے پاس ملامت کرنے آیا ہوں اسے عدل و انصاف میں یکتا آدمی میں نے تجھے مال دیا ہے پس تو اسے مہلت نہ دے، انعام اپنے پھل کے بغیر کیا کرے گا اور اگر اہل آدمی کی مدح نہ کی جائے تو وہ کیا کرے گا۔"

اس نے اپنے بیٹے سے کہا کہ ان اشعار کو لکھ لو، تو اس نے انہیں اپنی ایک کتاب کی پشت پر لکھ لیا، تو اس نے اُسے کہا میں آپ کے قربان جاؤں یہ اشعار ابوتمام کے ہیں تو

کہنے لگا انہیں پھاڑ دو پھاڑ دو ابن المدبر کی یہ بات، عالم ہونے کے باوجود بہت بڑی ہے، کیونکہ محسن خواہ دشمن ہو یا دوست، اس کے احسان کو رد نہیں کرنا چاہیے اور شریف و رذیل سے فائدہ حاصل کرنا چاہیے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ حکمت مومن کی گم شدہ چیز ہے اور اپنی گم شدہ چیز خواہ مشرکوں سے ملے، لے لو، بزرجمہر بن بختگان جو ایرانی حکماء میں سے تھا اور جس کے حالات کو ہم ساسانی (ایرانی) بادشاہوں کے حالات میں بیان کر آئے ہیں وہ کہتا ہے میں نے ہر چیز سے اچھی بات کو حاصل کیا ہے یہاں تک کہ کتے، بلی اور کوے سے بھی اچھی باتیں حاصل کی ہیں اس سے پوچھا گیا تو نے کوے سے کیا حاصل کیا ہے کہنے لگا شدید احتیاط کرنا، اس سے پوچھا گیا تو نے خنزیر سے کیا حاصل کیا ہے؟ کہنے لگا اپنی ضروریات کے لیے تیزی سے جانا، اس سے پوچھا گیا، بلی سے تو نے کیا حاصل کیا ہے، کہنے لگا، سوال کے وقت اپنے مالک سے چاپلوسی کرنا اور اچھی آواز نکالنا۔

کوئی شخص ان اشعار پر نکتہ چینی کر سکتا ہے؟ جن سے دلوں میں فرحت و انبساط پیدا ہوتا ہے اور کان انہیں غور سے سنتے اور ذہن تیز ہوتے ہیں اور ہر صاحب عقل و معرفت جانتا ہے کہ ان اشعار کا قائل بہترین شعر کہنے میں نہایت دور تک پہنچ گیا ہے، وہ اپنے آپ اور اپنی واقفیت پر خود عیب لگاتا ہے۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ خواہش ایک الٰہ ہے جس کی پرستش کی جاتی ہے اور آپ نے اللہ تعالیٰ کے قول سے دلیل پکڑی افرأیت من اتخذ الٰھہٗ ھَوَاہ "کیا آپ نے اس شخص کو نہیں دیکھا جس نے خواہش کو اپنا معبود بنا لیا۔"

ابو تمام نے شاندار اشعار، لطیف معانی اور انوکھے استخراجات بیان کیے ہیں۔ اشعار کے ایک ماہر نے بیان کیا ہے کہ اس سے ابو تمام کے متعلق پوچھا گیا تو اس نے دنیا بھر کے اشعار کو اکٹھا کر لیا ہے اور ان کے جوہر کو انتخاب کر لیا ہے، ابو تمام نے "الحماسہ" کے نام سے ایک کتاب تالیف کی ہے بعض لوگ اسے "الحبیبۃ" کا نام دیتے ہیں، جس میں اس نے لوگوں کے اشعار کا انتخاب پیش کیا ہے یہ کتاب اس کی وفات کے بعد سامنے آئی۔

ابوبکر صولی نے ایک کتاب تصنیف کی ہے جس میں اس نے ابو تمام کے اشعار، حالات اور انواع علوم و مذاہب میں اس کے تصرف کو جمع کر دیا ہے ابو تمام کے متعلق

جو کچھ بیان کیا جاتا ہے اس کے متعلق صولی نے اس کے اشعار سے استدلال کیا ہے ان میں ایک بات وہ ہے جو اس نے شراب کی تعریف میں کہی ہے کہ ؎

"وہ بڑے اوصاف والی ہے مگر لوگوں نے اُسے جوہر اشیاء کا لقب دیا ہے۔"

اس کی وفات کے بعد شعراء اور ادباء نے اس کے مرثیے کہے ہیں جن میں سے ایک حسن بن وہب کاتب کا ہے جو بڑا عمدہ شاعر تھا اور نظم و نثر میں بہرہ وافر رکھتا تھا وہ کہتا ہے ؎

"موصل میں ایک مسافر کی قبر کو بادلوں نے سیراب کیا اور ان سے رونے کی آواز آتی تھی جب بارش کی بدلیاں اس پہ ہلکی ہلکی بارش برساتیں تو ان کے پیچھے اور بدلیاں آجاتیں اور بجلیوں نے اس کے لیے رخساروں پہ تھپیڑ مارے اور رعد نے اس کے لیے گریبان چاک کیے کیونکہ اس قبر کی مٹی کے اندر ایک حبیب تھا جسے حبیب کہہ کر پکارا جاتا تھا وہ بڑا عاقل، شاعر، ذہین ادیب اور سب میں اصیل الرائے اور ماہر تھا، جب تو اسے دیکھے گا تو وہ تجھے ایسی بات بتائے گا جس سے تو خوش ہوگا اے ابوتمام طائی، ہم تیرے بعد عجیب حیرانی میں پڑے ہیں ہم نے تیرے کھونے سے ایک قیمتی چیز کھو دی ہے، جس کی مثل دنیا ہمیں کبھی نہیں دکھائے گی تو ہمارا بھائی تھا جس نے ہمارے سامنے محبت کی پوشیدہ باتوں اور قریبی تعلق کو واضح کیا جب تو جدا ہو گیا تو زمانہ دور و نزدیک رہنے والے کے لیے مکدر ہو گیا اور زمانے نے اپنا سکڑا ہوا بدصورت اور پُرشکن چہرہ اور اس کے دونوں بڑے پہلو نمایاں کر دیے پس یہ بات اچھی ہے کہ اس زمانے میں ہمیں موت آجائے اور ہماری زندگی اس بات کے لائق ہے کہ وہ اچھی نہ رہے۔"

حسن کے اچھے اشعار اور شاندار معانی میں سے اس کا یہ قصیدہ بھی ہے :-

"غم کی دیا دتی کے باعث تیری آنکھوں نے نیند اور آنکھ کی ٹھنڈک کو قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے تیری آنکھوں کے لیے واجب ہے کہ وہ نہ سوئیں تیرا دل اُچکا ہوا اور رہن رکھا ہوا ہے اور لیلیوں کے درمیان

ایک بیماری دفن ہے تیری زندگی کی قسم وہ پوشیدہ ہو گئی ہے وہ غموں کا ہمراز اور زخموں کا ساتھی ہے اکمزور عقل اور پردیسی ہے وہ بہت بھاگنے والا بہت لغزشیں کھانے والا اور بے لگام ہے جو رسی کو کھینچتا پھرتا ہے، کیا تو ہر روز گھروں سے باتیں کرتا اور سبزے پر روتے ہوئے لمبا قیام کرے گا اور گھر اپنے اہل کے متعلق خبر دیتے ہیں اور سفر کو جانے والوں پر آنسو بہاتے ہیں گویا تو نے گذشتہ زمانے میں کسی فریفتہ عاشق کو دیکھا ہی نہیں۔ میں نے عنفوان شباب میں تجھے معذور سمجھا اور تجھے سبز شاخیں دیں، اور اب جوانی تجھ سے ایسے رخصت ہو چکی ہے گویا کبھی تجھ پر جوانی آئی ہی نہ تھی اور بڑھاپے نے جوانی کے بعد تجھے روئی کے رنگ کی طرح سفید چادر پہنا دی ہے اور تو ان خوبصورت عورتوں کی آنکھوں میں تنکا بن گیا ہے جنہوں نے تجھ سے عہد شکنی کی ہے اگرچہ تو نے ان سے خیانت نہیں کی جب تو ان کا قصد کرتا ہے تو وہ تجھ سے اعراض کرتی ہیں اور تو ایک زمانہ ان سے چپکے چپکے باتیں کرتا رہا ہے پس تجھے کیا عذر ہے تو ایک ایسا آدمی ہے جس میں اپنی بھلائی موجود ہے اور جو سمجھدار طبیب ہے۔"

علی بن جعد

واثق کی خلافت میں علی بن جعد جو بنی مخزوم کا غلام تھا فوت ہو گیا، وہ بلند پایہ محدث اور راوی تھا اس کی وفات ۲۳۰ھ میں ہوئی۔

آزمائش کا مقتول

۲۳۱ھ میں واثق نے احمد بن نصر خزاعی کو قرآن پر آزمائش کرتے ہوئے قتل کر دیا۔

ندیم

مسعودی بیان کرتا ہے کہ واثق کی مجلس میں ندیموں کے طریق پر ایک نوجوان حاضر ہوا کرتا تھا اور اپنی صغر سنی کی وجہ سے کھڑا رہتا تھا، یہی وجہ ہے کہ وہ تجربہ کار ندیموں کے ساتھ نہ بیٹھ سکتا تھا لیکن وہ بڑا ذہین تھا جسے ہم نشینوں کے ساتھ گفتگو کی اجازت حاصل تھی اور اگر کسی ضرب المثل، نادر شعر نفع بخش حدیث اور حاضر جوابی کے متعلق اس کے دل میں کوئی بات کھٹکے تو اس کے متعلق اُسے بات کرنے کی بھی اجازت تھی، راوی بیان کرتا ہے کہ واثق کھانے کا بہت حریص تھا ایک دن واثق نے انہیں کہا کہ تم شراب کے ساتھ کونسی چیز کو پسند کرتے ہو، ایک نے کہا

بنات دوسرے نے کہا انار، تیسرے نے کہا سیب، چوتھے نے کہا کہ گنا جس کے ساتھ گلاب ملا ہوا ہو اور کسی کو فلسفہ اس کے اُلٹ لے گیا اور وہ کہنے لگا کھولتا ہوا نمک، دوسرا کہنے لگا کہ ایلوا نبیذ کے اثر کو ختم کر دیتا ہے اور شراب کے اثر اور شراب کے ساتھ کھائی جانے والی چیز کی تلخی کو دُور کر دیتا ہے اور ——

اس نے کہا تم نے کچھ بھی نہیں کیا، اے جوان تو کیا کہتا ہے اس نے کہا خشکنا نجح، تو واثق نے اس کے ساتھ اتفاق کیا اور یہی چیز اس کے دل میں کھٹک رہی تھی اس نے کہا اللہ تجھے برکت دے تو نے دُرست کہا ہے اور یہ اس کی پہلی نشست تھی۔

محمّد بن علی بن موسیٰ

کہتے ہیں کہ ابو جعفر محمد بن علی بن موسیٰ رضا، واثق کے دَورِ خلافت میں وفات پا گئے اُن کی عمر کے متعلق ہم اس کتاب میں معتصم کی خلافت میں بیان کر آئے ہیں کہ کتنی عمر کے تھے بعض کہتے ہیں کہ انہوں نے واثق کو لکھا امیر المومنین خواہ کسی آدمی کی قضا و قدر مددگار ہی ہو پھر بھی وہ بُری حالت سے گزرے بغیر آسودگی اور خوشحالی سے نجات نہیں پا سکتا، جو شخص چیزوں کے بدیر ملنے کے انتظار میں جلدی حاصل کرنا ترک کر دیتا ہے اس سے زمانہ موقع کو چھین لیتا ہے کیونکہ زمانے کی شرط آفات ہیں اور اس کا حکم سلب کرنا ہے۔

عبداللہ بن طاہر

واثق کی خلافت میں ربیع الاوّل ۲۳۰ھ میں ابوالعباس عبداللہ بن طاہر بن حسین وفات پا گئے جب عبداللہ بن طاہر مصر میں تھے تو ان کے متعلق ایک شاعر نے کہا ہے ؎

"لوگ کہتے ہیں کہ مصر دُور ہے اور ابن طاہر کی موجودگی میں مصر دُور نہیں اور مصر سے بھی دُور وہ آدمی ہیں جن کو تو ہمارے ہاں موجود پائے گا اور ان کے احسان موجود نہ ہوں گے میری موت کی خبر سے اس بات کی پروا نہ کر کہ تو نے کسی اُمید پر ان کی ملاقات کی ہے یا قبرستان والوں کی ملاقات کی ہے۔"

واثق کی مجلس طب و فلسفہ

واثق باللہ غور و فکر کا دلدادہ اہل نظر کا قدردان اور تقلید و مقلدین سے دشمنی رکھنے والا متقدم و متاخر فلاسفہ اور شرع کے موافقین اور ماہرین علوم سے محبت کرنے والا تھا، ایک روز فلاسفہ اور طبیبوں کی ایک جماعت کو اس نے بُلایا اور اس کی موجودگی میں طبیعات کے مختلف

علوم اور اس کے بعد الٰہیات کے متعلق بات چل نکلی تو واثق نے انہیں کہا کہ میں طب جاننے کی کیفیت اور اس کے اصولوں کے مآخذ کو معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ کیا یہ جس سے معلوم ہوتے ہیں، قیاس و سنت سے اعقل سے یا اس کا علم و طریق سمع سے حاصل کیا جاتا ہے جیسا کہ اہل شریعت کی ایک جماعت کہتی ہے، ابن بختیشوع، ابن ماسویہ اور میخائیل بھی حاضرین میں موجود تھے اور بعض کہتے ہیں کہ حنین بن اسحٰق اور سلمویہ بھی حاضرین مجلس میں شامل تھے، ایک آدمی نے ان میں سے کہا کہ اطباء کے کئی گروہوں اور بہت سے متقدمین کا خیال ہے کہ طب کے حصول کا طریق فقط تجربہ ہے انہوں نے اس بات کو یوں معلوم کیا ہے کہ یہ ایک ایسا علم ہے کہ جس کو حس، مختلف احوال میں ایک ہی محسوس پہ حاصل کرتی ہے، جس آخری حال کو پہلے حال کی طرح محسوس کرتی ہے اور اس بات کا پتہ تجربہ کار کو ہوتا ہے اور ان کا خیال ہے کہ تجربہ، چار اصولوں کی طرف رجوع کرتا ہے اور یہ چاروں اصول، تجربہ کے اوائل و مقدمات ہیں اور انہی سے تجربہ کا علم اور صحت ہوتی ہے اور انہی کی طرف تجربہ تقسیم ہوتا ہے اور یہ اس کے اجزاء بن جاتے ہیں پس ان کا خیال ہے کہ ان اقسام میں سے ایک قسم طبیعی ہے جو تندرست اور مریض آدمی میں نکسیر، پسینہ اور اسہال کا عمل کرتی ہے اور قے مشاہدہ میں نفع و ضرر کی تلاش کی کوشش کرتی ہے۔

اور ایک طبیعت عرضی ہے جو جانداروں کو حوادث اور مصائب کی وجہ سے لاحق ہو جاتی ہے جیسے انسان زخمی ہو جاتا ہے یا گر جاتا ہے تو اس کا تھوڑا بہت خون نکل جاتا ہے یا صحت اور مرض کی حالت میں ٹھنڈا پانی یا شراب پی لیتا ہے تو یہ قسم مشاہدہ و ضرر کی کوشش کرتی ہے اور ایک قسم ارادی ہے جو نفس ناطقہ کی طرف سے واقع ہوتی ہے جیسے انسان خواب دیکھتا ہے کہ اس نے ایک مریض کا علاج کیا ہے جسے ایسی بیماری تھی جو کسی چیز سے عقل و مشاہدہ میں آسکتی تھی اور وہ مریض اس مرض سے صحت یاب ہو جاتا ہے یا سوچتے سوچتے اس کے دل میں اس قسم کا خیال گزرتا ہے اور بار بار گزرتا ہے اور وہ اپنے خیال پر نازاں ہوتا ہے اور وہ خواب کے مطابق اس کا تجربہ کر گزرتا ہے تو وہ اسے خواب کے مطابق یا مخالف پاتا ہے اور وہ اسے بار بار کرتا ہے اور اسے خواب کے مطابق پاتا ہے اور ایک قسم نقلی ہے، جس کی تین قسمیں ہیں ایک یہ کہ ایک دوا، ایک مرض کو اس جیسے دوسرے مرض میں منتقل کر دے جیسے ورم حمرہ کو ورم نملہ میں منتقل کر دیتے ہیں دوسری

یہ کہ ایک عضو سے اس جیسے دوسرے عضو میں منتقل کر دے جیسے بازو سے ران میں تیسری یہ کہ ایک دوا سے اس جیسی دوسری دوا میں منتقل کر دے جیسے پیٹ کے جلنے کے علاج میں بہی سے زعرور (ایک سُرخ پھل والا درخت) میں منتقل کر دیتے ہیں یہ سب کام ان کے ہاں تجربہ سے کیے جاتے ہیں اور اطباء کے دُوسرے گروپ کا خیال ہے کہ طب کے فن کو حاصل کرنے کا آسان طریق یہ ہے کہ اشخاص کو بیماریوں اور ان کے مولدات سے جامع اصولوں کی طرف لایا جائے کیونکہ بیماریوں کے تولد کی کوئی حد نہیں اور دوا کے متعلق ان مؤثر اسباب کو جو معدوم ہو چکے ہیں اور عادات و اسباب اور اوقات کو ترک کر کے نفسِ طبیعت اور موجودہ مرض سے استدلال کیا جائے اور اعضاء کی طبائع اور حدود کو سمجھے اور ہر ہونے والی بیماری کا خیال رکھے خواہ وہ موجود ہو یا نہ ہو اور انہوں نے یہ دلیل دی ہے کہ معلومات ظاہرہ میں یہ بات بلاشک وشبہ ثابت ہے کہ ضدین، کسی حالت میں اکٹھی نہیں ہوتیں اور ایک کا وجود دوسرے کی نفی کرتا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ یہ اس ظاہر چیز کی طرح نہیں ہے جس کے ذریعے ہر پوشیدہ چیز پر استدلال کیا جائے اور ظاہری چیز وجود کا احتمال رکھتی ہے پس استدلال میں اختلاف ہو جائے گا اور قطعی حکم اس بات کا ہو گا جسے غیر واضح چیز واجب کرے گی، یہ قول حاذق طبیبوں اور یونانی ماہرین طب ناموئیس اور ساسالیس وغیرہ کا ہے اور یہ ایسے لوگ ہیں جو حیلی طب کے ماہرین کے نام سے مشہور ہیں۔ واثق نے ان سب کو کہا، مجھے یہ بتاؤ کہ اس کے متعلق جمہور کی کیا رائے ہے وہ کہنے لگے وہ قیاس کے قائل ہیں اس نے پوچھا وہ کتنے ہیں کہنے لگے سب کے سب، اس فریق کا خیال ہے کہ طب کی معرفت کا طریق اور قانون مقدمات اولیہ سے ماخوذ ہے جن میں سے ایک مقدمہ ابدان، اعضاء اور افعال کی طبائع کی معرفت کا ہے اور دُوسرا صحت اور مرض میں ابدان کی واقفیت اور خواہش کی معرفت اور ان کے اختلاف اور اعمال و افعال اور کھانے پینے اور سفر اور امراض کے قویٰ کی معرفت ہے اور وہ کہتے ہیں کہ مشاہدہ سے یہ بات ثابت ہے کہ جان دار اپنی صورت و طبیعت میں اختلاف رکھتا ہے اسی طرح اس کے اعضاء بھی مختلف طبیعت اور صورت کے ہیں اور حیوانی اجسام، خواہشات اور حرکت و سکون اور ماکول و مشروب اور نیند اور بیداری اور استفراغ و احتباس اور غم و غصہ میں متغیر ہوتے رہتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ طب کی غرض یہ ہے کہ اجسام کے متعلق ایسی تدبیر کی جائے کہ موجودہ

صحت کی صحیح بدن میں حفاظت کی جائے پس اصل واجب صحت کی حفاظت ہے اور وہ صحیح کرنے والے اسباب کی معرفت ہوتی ہے طبیعت کے لیے ضروری ہے کہ جب وہ کسی مریض کے علاج کا ارادہ کرے تو وہ ان صحیح مقدمات کے مطابق امراض، ابدان، اغذیہ، عادات، ازمان اور اوقات حاضرہ اور اسباب کی طبیعت پر غور کرے تاکہ ان سب سے استدلال کر سکے، یا امیر المومنین یہ قول متقدم یا متاخر الابقراط یا جالینوس کا ہے وہ کہتے ہیں کہ اس فریق نے باوجود اس بات پر اتفاق کرنے کے جسے ہم نے بیان کیا ہے اغذیہ اور ادویہ کے متعلق بہت اختلاف کیا ہے اور یہ اختلاف کیفیت استدلال میں اختلاف کی وجہ سے ہے اور ان میں سے بعض کا خیال ہے کہ وہ ادویہ اور اغذیہ کی طبیعت کا استدلال ان کے مزے، رنگ، خوشبو، قوام، فعل اور جسم میں ان کی تاثیر سے کرتے ہیں ان کا خیال ہے کہ جب رنگ اور خوشبوئیں موجود ہوں اور طبائع اربعہ کے افعال بھی ہوں تو استدلال میں معتبر چیز اجزا ہوتے ہیں جیسے کہ گرمی، ٹھنڈک اور نرم کرنا ان کا فعل ہے۔

ایک دوسرے فریق کا خیال ہے کہ دوا اور غذا کی طبیعت کے متعلق صحیح ترین شہادت اور ثابت شدہ قضیہ یہ ہے کہ مزے اور خوشبو وغیرہ کو چھوڑ کر جسم میں اس کے فعل سے جو اثر مترتب ہو اس پر حکم لگایا جائے کیونکہ فعل و تاثیر کے بغیر جو استدلال کیا جائے گا وہ قطعی نہ ہوگا اور مفرد و مرکب دوا کی طبیعت پر لگائے گئے حکم کے متعلق اعتماد نہیں کیا جائے گا۔

واثق نے حنین سے کہا، انسان کا پہلا غذائی آلہ کیا ہے اس نے جواب دیا، مُنہ جس میں ۳۲ دانت ہوتے ہیں جن میں سے اُوپر اور نیچے کے حصے میں سولہ سولہ دانت ہوتے ہیں اُوپر اور نیچے چار چار دانت چوڑے اور تیز نوک والے ہوتے ہیں جنہیں یونانی طبیب قواطع کہتے ہیں کیونکہ ان سے انسان نرم غذا کو کاٹتا ہے جیسے چھری سے کھانے کی قسم کی چیز کو کاٹا جاتا ہے انہیں ثنایا اور رباعیات بھی کہتے ہیں ان چاروں دانتوں کے پہلو میں اوپر نیچے کو دانت ہوتے ہیں جن کے سرے تیز اور جڑیں چوڑی ہوتی ہیں انہیں کچلیاں کہتے ہیں ان سے سخت کھانے والی چیزوں کو توڑا جاتا ہے اور دونوں کچلیوں کے پہلو میں اُوپر نیچے پانچ پانچ چوڑے اور سخت دانت ہوتے ہیں جنہیں ڈاڑھیں کہتے ہیں جنہیں یونانی طواحن کہتے ہیں کیونکہ وہ کھانے کی چیزوں کو پیس دیتی ہیں اور ثنایا، رباعیات اور کچلیوں میں سے ہر ایک کا اصل ایک ہی ہے اور اُوپر کی آخری دو ڈاڑھوں کو چھوڑ کر باقیوں کی تین جڑیں ہوتی ہیں اور نیچے کی دو آخری ڈاڑھوں کو چھوڑ کر بقیہ ڈاڑھوں کی

دو جڑیں ہوتی ہیں اور بسا اوقات ہر ایک ڈاڑھ کی تین جڑیں بھی ہوتی ہیں دوسرے دانتوں کی نسبت ڈاڑھوں کی جڑیں اس لیے زیادہ ہوتی ہیں کہ ان کو سخت کام کرنا پڑتا ہے اور اوپر کی ڈاڑھوں کی جڑیں اس لیے زیادہ ہوتی ہیں کہ وہ منہ کے اوپر کے حصے میں لٹکی ہوتی ہیں، واثق نے کہا تو نے ان آلات کا ذکر بہت اچھے رنگ میں کیا ہے مجھے ایک کتاب تصنیف کر دو جس میں ان تمام باتوں کا ذکر ہو جن کا جاننا ضروری ہے تو اس نے اُسے تین مقالوں میں ایک کتاب تصنیف کر دی جس میں غذا، دوا، مسہل اور آلات جسم کا ذکر کرتا ہے۔

واثق اور حنین بن اسحاق

کہتے ہیں کہ واثق نے اس مجلس میں اور کسی دوسری مجلس میں بھی حنین سے بھی بہت سے مسائل پوچھے اور حنین نے ان کا جواب دیا اور ان سب مسائل کی اس نے ایک کتاب تصنیف کر دی جس کا نام "المسائل الطبیعہ" ہے جس میں وہ کئی علوم کا ذکر کرتا ہے حنین سے مسائل پوچھنے والا خود واثق تھا اور بعض کہتے ہیں کہ واثق نے اپنے ایک ندیم کو اس کے سامنے بُلایا وہ اس سے واثق کی موجودگی میں سوال کرتا اور واثق، سائل اور مجیب کے سوال و جواب سے متعجب ہوتا، یہاں تک کہ اس نے کہا کہ ہوا کو بدلنے والی کونسی چیزیں ہیں، حنین نے جواب دیا پانچ چیزیں ہیں۔ وہ سال کے اوقات، ستاروں کا طلوع و غروب ہوائیں، ممالک اور سمندر ہیں۔

سال کے اوقات

سائل نے کہا، سال کے کتنے اوقات ہیں؟ حنین نے کہا، چار ہیں، گرمی، سردی بہار اور خریف، بہار کا مزاج حرارت و رطوبت میں معتدل ہے اور گرمی کا مزاج گرم خشک ہے اور خریف کا مزاج سرد خشک اور سردی کا مزاج سرد تر ہے۔

ستارے

سائل نے کہا، مجھے ہوا کو تبدیل کرنے کے لیے ستاروں کی کیفیت کے متعلق بتاؤ حنین نے کہا کہ جب سُورج ہوا کے قریب آتا ہے یا وہ سورج کے قریب ہوتی ہے تو وہ ہوا بہت گرم ہو جاتی ہے خصوصاً جب گرمی زیادہ ہو اور جب سُورج ہوا سے دُور ہو یا ہوا سُورج سے دُور ہو تو ہوا بہت ٹھنڈی ہو جاتی ہے۔

ہوائیں

سائل نے کہا مجھے ہواؤں کی تعداد کے متعلق بتاؤ، حنین نے جواب دیا ہوائیں چار ہیں: بادِ شمال، بادِ جنوب، بادِ صبا اور بادِ دبور، بادِ شمال

سرد خشک ہے اور بادِ جنوب گرم مرطوب ہے اور بادِ صبا اور باد دبور معتدل ہیں، ہاں باد صبا گرمی اور خشکی کی طرف زیادہ مائل ہے اور باد دبور، سردی اور طوبت کی طرف زیادہ میلان رکھتی ہے۔

ممالک سائل نے کہا مجھے ممالک کے احوال بتاؤ، اس نے کہا وہ چار ہیں، اوّل، بلند، دوم، پست، سوم سمندروں اور پہاڑوں کے نزدیک، چہارم زمین کی مٹی کی طبیعت اور اطراف بھی چار ہیں، جنوب، شمال، مشرق، مغرب، جنوب کی طرف بہت گرم، شمال کی طرف بہت سرد، اور مشرق و مغرب کی اطراف معتدل نہیں، ممالک کا اختلاف ان کی بلندی اور پستی کے لحاظ سے ہے کیونکہ ان کا ارتفاع انہیں بہت سرد اور پستی بہت گرم بنا دیتی ہے پہاڑوں کے قرب کے مطابق بھی ممالک میں اختلاف پایا جاتا ہے اس لیے کہ جب پہاڑ ملک کے جنوب میں ہو تو وہ اس ملک کو بہت ٹھنڈا بنا دے گا کیونکہ وہ اُسے جنوبی ہواؤں سے محفوظ رکھتا ہے اور اس میں صرف باد شمال ہی چلتی ہے اور جب پہاڑ ملک کی شمالی جانب ہو تو وہ اس ملک کو بہت گرم بنا دیتا ہے۔

سائل نے کہا مجھے بتاؤ کہ سمندروں کے قریب ہونے کی وجہ سے ممالک میں کیا اختلاف ہوتا ہے۔

ممالک پر سمندروں کی تاثیر حنین نے کہا اگر سمندر ملک کی جنوبی طرف ہو تو یہ ملک گرم مرطوب ہوگا اور اگر شمالی جانب ہو تو یہ ملک بہت ٹھنڈا ہوگا۔

سائل نے کہا کہ ممالک زمین کی مٹی کی طبیعت کی رُو سے کیسے مختلف ہوتے ہیں۔ اس نے جواب دیا اگر اس ملک کی زمین پتھریلی ہو تو وہ اس ملک کو سرد اور ہلکا بنا دے گی اور اس ملک کی مٹی سنگریزوں والی ہو تو وہ اس کو ہلکا اور بہت گرم بنا دے گی اور اگر کیچڑ والی ہو تو اُسے بہت سرد اور مرطوب بنا دے گی۔

سائل نے کہا سمندروں سے مختلف ہوا کیوں آتی ہے اس نے جواب دیا جب وہ پانی کے ذخیروں، مُردوں یا متعفن سبزیوں یا دیگر متعفن ہونے والی چیزوں کے قریب ہوں تو ان کی ہوا متغیر ہو جاتی ہے جب سائل اور مجیب نے اس کلام کو بہت طول دیا تو اس سے واثق تنگ پڑ گیا تو اس نے بات کو ختم کر کے سب کو اجازت دے دی۔

پھر انہیں حکم دیا کہ ان میں سے ہر ایک اُسے اس عالم فنا سے زہد اختیار کرنے کے متعلق بتائے اور ان میں سے ہر ایک نے اُسے یونانی فلاسفہ اور متقدمین حکماء جیسے سقراط اور دیوجانس کے زُہد کے متعلق بتایا۔

سکندر کی قبر کے متعلق حکماء کے اقوال

واثق کہنے لگا تم نے بہت کچھ بیان کر دیا ہے، اب تم میں سے ہر کوئی مجھے وہ بہترین بات بتائے جو اس نے ان حکماء کی گفتگو سے سُنی ہو جو اسکندر کی وفات کے وقت موجود تھے جسے سُرخ تابوت میں رکھا گیا تھا ایک آدمی نے کہا امیر المومنین سب نے ہی اچھی باتیں کہی ہیں مگر ان حکماء میں سے سب سے اچھی بات دیوجانس نے کہی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ وہ کسی ہندی حکیم نے کہی ہے اس نے کہا ؎

"سکندر آج کی نسبت کل زیادہ بولنے والا تھا اور کل کی نسبت آج زیادہ نصیحت کرنے والا ہے۔"

اس نے یہ مفہوم حکیم ابوالعتاہیہ کے قول سے لیا ہے وہ کہتا ہے ؎

"تیرے دفن ہونے کا غم ہی کافی ہے پھر میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے
تیری قبر پر مٹی ڈالی اور تیری زندگی میں میرے لیے بہت سی نصیحتیں تھیں اور
آج تو زندہ سے زیادہ نصیحت کرنے والا ہے۔"

واثق کے گریہ میں اضافہ ہو گیا اور اس کی آواز بلند ہو گئی اور سب حاضرین بھی اس کے ساتھ رو پڑے پھر وہ فوراً یہ اشعار پڑھتے ہوئے اُٹھ کھڑا ہوا ؎

"زمانے کی گردشیں اس کی تقدیریں ہیں جن میں آثار، چڑھاؤ پایا جاتا ہے
کبھی آدمی بلندی پہ ہوتا ہے کہ اچانک پستی میں گر کر حیران رہ جاتا ہے
لوگوں کا فائدہ ایک گھڑی کا ہے اور آدمی کی زندگی مستعار لباس ہے۔"

مسعودی بیان کرتا ہے کہ واثق کے دورِ حکومت میں جو واقعات اور مباحثات ہوئے جنہیں اس نے مختلف عقلی اور سمعی علوم کی تمام فروع و اصول کے متعلق فقہا اور متکلمین کے درمیان بحث و مناظرہ کے لیے منعقد کیا، ان کے حالات بہت شاندار ہیں اور ہم نے ان کا ذکر اپنی گذشتہ کتب میں کیا ہے اور ہم اس کتاب میں انہیں القاہر باللہ بن المعتضد باللہ کے باب خلافت میں بیان کریں گے نیز بنی عباس کے خلفاء کے اخلاق کے مختصر واقعات

بھی القاہر باللہ کی خلافت کے باب میں ایک خاص مفہوم کے پیش نظر بیان کریں گے۔

واثق بیمار ہو گیا، قاضی القضاۃ احمد بن ابی داؤد نے عید الاضحیٰ کی نماز پڑھائی اور اپنے خطبہ میں واثق کے لیے دعا کرتے ہوئے کہا ؎

"اے اللہ تو نے اُسے جس بیماری میں مبتلا کیا ہے اس سے شفا عطا فرما"

اس کی وفات کا ذکر اس باب کے گذشتہ واقعات میں کر چکے ہیں، اس لیے اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں رہی۔

تمام شُد

تاریخ المسعودی

شہرۂ آفاق عربی کتاب

مروج الذہب و معادن الجواہر

کا اردو ترجمہ

امام المورخین ابوالحسن بن حسین بن علی المسعودی

نفیس اکیڈمی
اردو بازار۔ کراچی